سلسلۂ نصابِ تاریخ علمیہ جامعہ عثمانیہ

تاریخ یونان

مؤلفہ

اڈولف ہولم

(انگریزی ترجمہ کی دوسری جلد کے ساتویں باب سے آخری باب تک)

مترجمہ

محمد ہارون خاں شروانی صاحب ایم اے (آکسن) بیرسٹر ایٹ لا

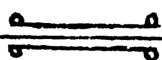
پروفیسر تاریخ کلیۂ جامعہ عثمانیہ

۱۳۴۳ھ م ۱۳۳۳ف م ۱۹۲۴ء

دارالطبع جامعہ عثمانیہ سرکارِ عالی حیدرآباد دکن

یہ کتاب میکملن کمپنی کی اجازت سے جن کو حق کاپی رائٹ حاصل ہے
طبع کی گئی ہے

تنقید ناظرِ مذہبی



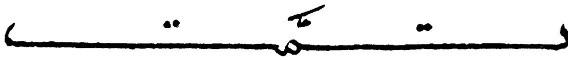
ناظرین کتاب اس میں بت پرستی کے بعض مضامین پڑہیں گے۔
بت پرستی کے جو کچھ خیالات اس کتاب میں ظاہر کیے گئے ہیں
وہ قدیم یونانیوں کے خیالات ہیں۔

صفی الدین

ناظر مذہبی کتب درسیہ جامعۂ عثمانیہ



فہرست مضامین


تمت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تاریخ یونان

ابتدا سے یونانی آزادی کے اختتام تک

مؤلفہ اڈولف ہولم

(جلد دوم باب ہفتم)

ساتواں باب

اسپارٹا اور ایتھنز سنہ ۴۷۹ ق م کے بعد

مشرقی اور مغربی فتوحات کے بعد یونانیوں کو نصف صدی کی مہلت مل گئی جس میں لڑائی جھگڑوں کی کمی کے وجہ سے وہ ایسے امور کی طرف متوجہ ہو گئے جو زمانۂ امن سے مخصوص ہوتے ہیں اور انہیں ترقی کے اس درجے پر پہنچے جو شاید کسی اور قوم کو نصیب نہ ہوا ہو۔ یہ زبردست دماغی تحریک اس حالت میں بھی برابر جاری رہی جب دیگر لڑائیاں جس میں خصوصیت کے ساتھ خانہ جنگی کا سلسلہ قابلِ ذکر ہے نمودار ہوئیں۔ یونانیوں کے پانچویں صدی ق م کے علمی ترقی کا بیان ہم تین مختلف

فصلوں کے ضمن میں بیان کرینگے جو اس زمانے کے سیاسی تاریخ کے تین حصوں کے مطابق ہیں جسطرح کیمون
اور اسکے بعد فارقلیس کی شخصیت نے اس دور کی سیاسیات کو خاص طور پر ممتاز کیا اور جیسے صدی
کے آخری ایام میں افراد اور فرق کے اختلافات بتدریج بیّن ہوتے گئے ایسے ہی عقلی نقطۂ نظر سے پہلا
دور ائس خیلس کا ہے دوسرا سوفوکلیس کا اور تیسرا یوریپدیس ارسطوفانیس اور سقراط
کا ۔ ہم اس عالی شان علمی ترقی کا بیان سیاسی واقعات کے اثنا کے بعد قلمبند کرینگے ؏

ایتھنز ان وطن پرست ریاستوں میں سے تھا جنکو لڑائی میں یونان کے اور خطوں سے زیادہ
نقصان پہنچا تھا ۔ یہ شہر تاراج ہوگیا تھا اسکے مندر جل گئے تھے ہر عمارت از سر نو تعمیر کی محتاج
تھی + اب ایک اور مشکل بالکل آفت ناگہانی بنکر نمودار ہوئی ۔ ایتھنزی چاہتے تھے کہ شہر کی
حفاظت کیلئے نئی اور عالی شان فصیل بنائیں ۔ اسپارٹی یہہ طے کرچکے تھے کہ پیلوپونیز سے
باہر کسی شہر پناہ کی ضرورت نہیں ۔ ورنہ جیسے ایرانی تھیبز کے شہر میں جسکے گرد شہر پناہ تھی
گھس بیٹھے تھے اسی طرح فصیل والا شہر دشمن کا مامن بن جائیگا + اسلئے انہوں نے یہہ رائے دی کہ
قرین مصلحت یہہ ہوگا کہ "نئے استحکامات موقوف کئے جائیں بلکہ پرانے استحکامات بھی منہدم کردیئے جائیں
اور کم از کم ایتھنز تو ضرور ہی بے شہر پناہ کے رہے"[1] یہ دراصل محض ایک بہانہ تھا ۔ اصل واقعہ

---

[1] دیواروں کے واسطے دیکھو گروٹ "تاریخ یونان" ج ۶ ، ۱۲۸ ۔ فون ولاموونز میولینڈورف یہہ
کوشش کرتا ہے کہ ایتھنز کے خلاف اسپارٹی رویہ کو پسندیدہ قرار دے ۔ مگر اسکی رائے غلط ہے ۔ جیسا میولینڈورف
کا خیال ہے "قلعے کی خود سرانہ تعمیر" اس قرارداد کی خلاف ورزی نہ تھی جو سرحد کے متعلق فریقین میں تھی ۔ ایتھنز کو
خودمختارانہ حقوق حاصل تھے اور وہ جیسی قلعہ بندی چاہتا کرسکتا تھا ۔ اسپارٹا کا اس معاملے میں ایتھنز کے
سد راہ ہونا اتنی ہی سنگین معاہدہ شکنی ہوتی جتنا ایتھنز کا طرز عمل اپنے حلیفوں کے ساتھ زمانۂ مابعد میں ہوا ۔ گر
تمسٹاکلیس کی چالبازی صرف اس صورت میں جائز تھی جب اسپارٹیوں کا ارادہ جبر کرنے کا ہوتا ۔ طوسیدیدیس
ڈیوڈورس کی رائے اسکے خلاف ہے ۔ اور مابعد کے مورخین بھی کوئی قابل وثوق سند نہیں پیش کرتے ۔ ڈیوڈورس
۱۱ ، ۳۹ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اسپارٹی سفرا نے دھمکی ضرور دی مگر یہ بیان قابل یقین نہیں ۔ فقرۂ بالا اس قیاس پر
مبنی ہے کہ اسپارٹیوں نے دیواریں اٹھتی ہوئی دیکھیں مگر یہ بیان چالیسویں باب سے مختلف ہے ۔ اسمیں یہ تحریر
ہے کہ تمسٹاکلیس اسپارٹا میں تھا تو اسنے دیواروں کی تعمیر سے انکار کیا ۔ اگر اسپارٹیوں نے تعمیر اپنی آنکھ سے
دیکھی ہوتی تو وہ کیسے انکار کرسکتا تھا ۔ اسی وجہ سے یہ فقرہ بے معنی ہوجاتا ہے ۔ میری قطعی رائے ہے کہ

یہ تھا کہ اسپارٹا چاہتا تھا کہ اس کے حلیف اس سے زیادہ قوی نہ ہو جائیں اور ہمیشہ اسکے ہی دست نگر رہیں ۔ ایتھنزی فطرۃً اس خواہش کو پورا کرنے کے خلاف تھے ۔ اسپارٹا کا اس قسم کا مطالبہ ایک آزاد ریاست کے سامنے پیش کرنا سمجھ میں نہیں آتا مگر اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اسپارٹا ایتھنز کو اپنی لیگ کا ایک رکن قرار دیتا تھا + ایتھنز کیلئے صرف ایک سوال تھا اور

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲) اسپارٹیوں کا ارادہ جبر کا نہ تھا اسلئے کہ وہ اپنے اس ارادے پر عمل پیرا نہیں ہو سکتے تھے کیا انکی یہ خواہش تھی کہ وہ ایتھنز میں اس غرض کیلئے ایک لشکر رکھیں ؟ اس سوال کا جواب دینے کیلئے ہمکو اس عہد کے معاملات کی ایک ذہنی تصویر سامنے لانی چاہئے ۔ ایک طرف حلیف ہیں جنکا فتح میں مساوی حصہ ہے، دوسری طرف ایتھنزی جنہیں اپنی فتح پر پورا بھروسہ ہے ۔ ان واقعات کو پیش نظر رکھنے کے بعد ہمیں اس نتیجہ پر پہنچنا پڑیگا کہ اسپارٹیوں کو ایتھنز کے مطیع کرنے کا خیال بھی نہ ہو سکتا تھا ۔ اسمیں شبہ نہیں کہ اسپارٹا کو قلعہ بندیاں ناپسند تھیں، اور اسکی عین خواہش تھی کہ ایتھنز کی قلعہ بندی نہ ہو ۔ خود اسپارٹا کی شہر پناہ نہ تھی، اور اسپارٹیوں کو کسی دوسرے قلعوں پر فاتحانہ حملہ کرنے کا علم بھی نہ تھا ۔ مگر ایتھنز بالکل متضاد اصول پر کاربند تھا ۔ اسلئے اسکی ضرورت پیش آئی کہ اسے دھمکی دیجائے ۔ ایتھنز کا یہ کہدینا کہ وہ اپنی دیواروں کو تعمیر کرانا چاہتا ہے غالبًا اسپارٹا کا منھ بند کر دینے کیلئے کافی ہوتا ۔ اگر اسپر بھی تمسٹاکلیس نے چال چلی تو غالبًا اسکی وجہ یہ تھی کہ وہ رنگی اسکی خصلت میں داخل تھی ۔ دورنگی کے علاوہ تمسٹاکلیس کے اس کام میں ایک اور غرض بھی پنہاں تھی ۔ اسپر شبہہ کیا جاتا تھا کہ اسنے اسپارٹا کی بہبودی کیلئے ۴۸۰ ق م کی بحری لڑائی کو مشتعل کیا تھا اب وہ یہ چاہتا تھا کہ کسی زبردست کارنامے کے ذریعے سے ایتھنزیوں میں پھر ہر دلعزیز ہو جائے ۔ اور اسنے سوچا کہ اگر اسپارٹی اختلاف کے باوجود دیواروں کی تعمیر جلد سے جلد عمل میں آجائیگی تو یہ ایک اہم ذریعہ ہر دلعزیزی حاصل کرنے کا ہوگا ۔ تمسٹاکلیس کے متعلق کوئی منصفانہ رائے قائم کرنے کیلئے ایک اور بات کا ذکر ضروری ہے ۔ اسمیں شبہہ نہیں کہ وہ چاہتا تھا کہ دیواریں جلد سے جلد بن جائیں ۔ اسپارٹا کے احتجاج سے اسے اس ارادے کی تکمیل کا موقعہ مل گیا ۔ اگر کوئی خاص تحریک انکو اشتعال نہ دیتی تو غالبًا دیواروں کی تعمیر میں ضرور دیر لگتی تمسٹاکلیس نے اسپارٹی احتجاج کو ایک مہیب شکل میں دکھا کر اس تحریک کو پیدا کر دیا اور دیواریں چشم زدن میں تیار ہوگئیں ۔ تمسٹاکلیس ان لوگوں میں تھا جنکا دماغ تخیلات اور ارادوں سے بھرا ہوتا ہے اور جو خود بھی اپنے اصلی اور ثانوی مقاصد میں مشکل سے تمیز کر سکتے ہیں ۔

وہ یہ کہ انکار کی کیا صورت ہوگی۔ تھمسٹاکلیس نے رائے دی کہ یہ جواب دیا جائے کہ ایک وفد اسپارٹا بھیجا جائیگا۔ تھمسٹاکلیس نے اسپارٹا جانے کیلئے اپنے کو پیش کیا اور یہ التجا کی کہ وہ تنہا اسپارٹا جائے اور اسکی غیبت میں ہی دیواروں کی تعمیر شروع کردیجائے، اور اگر ضرورت ہو تو کام پر عورتیں اور بچے بھی لگادئے جائیں تاکہ جلد سے جلد ایتھنز مدافعت کرنے کے قابل ہوجائے اسپارٹا پہنچنے پر اسنے دیوار کی تعمیر سے صاف انکار کردیا اور کہاکہ اسپارٹیوں کو شک ہو تو وہ اپنے سفرا دیکھنے کیلئے ایتھنز روانہ کردیں تاکہ اس قول کی صداقت پوری طور سے ظاہر ہوجائے + اسپر اسپارٹیوں نے ایک وفد ایتھنز بھیجا جسکو ایتھنزیوں نے فوراً گرفتار کرکے قید کرلیا اور اسپارٹا خبر بھیجدی کہ تھمسٹاکلیس اور اسکے ساتھیوں ابرونخس اور ارسطیدیس کی حفاظت کیلئے یہ لوگ بطور یرغمال رکھ لئے گئے ہیں۔ جب تھمسٹاکلیس کو یہ معلوم ہوگیا کہ دیوار کافی بلند ہوچکی ہے تو اسنے اسپارٹیوں سے حقیقت حال بیان کردی۔ اسپارٹیوں سے اور تو کچھ نہ ہوسکا بجائے اظہار ناراضی کرنے کے اب یہہ کہنے لگے کہ انکا مقصد تو ایتھنز کو صرف ایک نصیحت کرنا تھا۔

یہ مشتبہ امر ہے کہ یہ چال جو تھمسٹاکلیس نے ایسی خوبی سے چلی تھی اور جسمیں ایماندار ارسطیدیس کی بھی شرکت تھی آیا حقیقت میں ضروری بھی تھی۔ ایک طرف تو اس سے تھمسٹاکلیس کا اثر اسپارٹا میں بہت کم ہوگیا اور دوسرا اس سے بھی تاریک پہلو یہ ہے کہ دونوں ریاستوں کے تعلقات میں گونہ کشیدگی پیدا ہوگئی۔ تھمسٹاکلیس کی دیواروں کا دور پرانی دیواروں سے زیادہ تھا۔ ایکروپلس کے جنوب و مشرق میں جو پہاڑ ہے + اسے عبور کرکے (یعنی رصد خانہ اور عجائب خانہ کے قریب ہوکر) شمال و مغرب کیطرف دیپیلون دروازے کا جسکے آثار اسوقت تک موجود ہیں احاطہ کرتی تھی اور ایمفسس قلعے کو ایک کافی وسیع دور میں چاروں طرف سے گھیر لیتی تھی۔ طوسی دیدیس کہتا ہے کہ بعض جگہ دیوار میں قبروں کے تعویذ اور دیگر قدیم کتبے تک لگا دئے گئے ہیں۔ اور اس سے یہہ پتہ لگتا ہے کہ دیوار کی تکمیل بے حد سرعت کیساتھ عمل میں آئی ہوگی۔ اس کے بیان کی تصدیق آج بھی دیپیلون دروازے کے مشاہدے سے ہوسکتی ہے باوجود ان تمام انتظامات کے ایکروپولس کے استحکامات کیلئے کچھ نہیں کیا گیا۔ مگر پیری اس میں جو کام شروع کیا گیا تھا وہ برابر جاری رہا۔ تھمسٹاکلیس نے ایتھنزیوں کو اسکی اشد ضرورت بتادی تھی

اور کام بھی شروع کرا دیا تھا، اور اسکی زندگی میں ہی پیرئی اُس کے استحکامات کی تکمیل ہو گئی۔ یہہ سچ ہے کہ پیرئی اُس کی دیوار اتنی بلندی تک نہ پہنچ سکی جتنا تخمینہ کیا گیا تھا۔ مگر عرض میں وہ تین ساڑھے تین گز سے کم نہ تھی اور بلندی بھی مدافعت کیلئے کافی تھی۔

اسپارٹیوں کا پہلے یہ خیال تھا کہ ایران کے خلاف جنگ جاری رکھی جاوے۔ انہوں نے پئوسانیاس کو ایک مہم پر بھیجا جسکے تفصیلی حالات ہم تک نہایت غیر مکمل حالت میں پہنچے ہیں۔ مگر ان سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اسنے بہت کچھ کر دکھایا۔ پیلوپونیزی اور ایتھنزی بیڑوں اور چند دیگر جہازوں کی مدد سے اسنے جزیرۂ قبرس کا بیشتر حصہ فتح کر لیا جو اس مہم کا نہایت اہم واقعہ تھا۔ جب ہم دیکھتے ہیں کہ قبرس بحیرۂ روم کے ایک دور افتادہ حصے میں واقع ہے اور شام اور سلیشیہ کے ساحلوں کیلئے ایک اعلیٰ درجے کی جولان گاہ بن سکتا ہے، تو پئوسانیاس کے کارناموں کی اہمیت اور بھی عیاں ہو جاتی ہے۔ فتح قبرس کے بعد اسنے شمال کا رخ کیا اور بائی زنطہ پر، جو یونانیوں کے نزدیک قبرس سے بھی زیادہ اہم تھا، قبضہ کر لیا۔ مگر اب پئوسانیاس کا طریق عمل بالکل بدل گیا۔ بائی زنطہ میں اسنے اتنی مطلق العنانی برتی کہ حلیف نہ صرف اس سے بلکہ، اسپارٹا سے بھی بدظن ہو گئے اور ایتھنز سے درخواست کی کہ وہ ہی ایران کے خلاف سربراہی کرے تو بہتر ہو۔[۲] ان حلیفوں میں پیلوپونیزی تو تھے ہی نہیں۔ وہ ہوتے تو اسپارٹا کے خلاف خواہ کتنا ہی احتجاج کرتے، ایتھنز کے ماتحت رہنا کبھی گوارا نہ کرتے۔ بہرحال پئوسانیاس نے اندر ہی اندر ایران سے پیام وسلام شروع کر دئے۔ اسنے شاہی خاندان کے چند افراد کو بائی زنطہ میں قید تھے، رہا کر دیا۔ اور زرکسیز سے گونگیلس ساکن ایریٹریا کے ذریعے سے گفت وشنود شروع کر دی اور یہہ کہلوایا کہ وہ تمام یونان کو شہنشاہ کا مطیع کرنے میں مدد دیگا اگر اسکے صلے میں شہنشاہ کی لڑکی کیساتھ اسکی شادی کر دیجائے۔ زرکسیز نے مناسب جواب دیا اور داسکلیوُن کے ارتابازو کو بات چیت پر مامور کیا۔ پئوسانیاس ایرانی کپڑے تک پہننے لگا اور تھریس کے سفر میں مصری اور ایرانی محافظین برابر اسکے جلو میں رہتے۔ جب اسپارٹا میں اسکے خلاف شکایات پہنچیں تو

---

[۲] یہ واقعہ ہیوسولٹ (۲، ۳۴۴) کے نزدیک سنہ ۴۷۷ ق م کا ہے۔

ایفوروں نے اسے واپس آنے کے لئے حکم دیا۔ پوسانیاس نے فوراً تعمیل کی۔ اسپارٹا
پہنچنے پر اسپر غداری کا الزام لگایا گیا مگر محض بے بنیاد ثابت ہوا۔ ان تمام واقعات کا نتیجہ یہ ہوا
کہ وہ پھر درۂ دانیال کو بطور اسپارٹی نمایندے کے نہیں روانہ کیا گیا اور اسکی
بجائے ایک شخص دورِسکس بھیجا گیا + اب شکل یہ پڑی کہ حلیفوں نے دورِسکس کا کہنا ماننے سے صاف
انکار کر دیا اور بالآخر اسپارٹا کو مجبوراً ایشیائی معاملات سے دست بردار ہونا پڑا۔ اسپارٹیوں
اور دیگر پیلوپونیزیوں کا ایشیا جانا بند ہوگیا۔ مگر پوسانیاس سے نہ رہا گیا اور وہ از خود
ہرمیونے سے بائی زنطہ گیا اور وہاں کا خودسر حاکم بن گیا۔ مگر ایتھنزی اسکو برداشت
نہ کر سکے۔ اب تو پوسانیاس کی حیثیت اسپارٹی قائم مقام کی بھی نہ رہی تھی اور ایتھنزی
اپنے آپ کو بائی زنطہ وغیرہ کا مالک سمجھنے لگے تھے۔ لہذا کوئی سات سال کے بعد انہوں نے آخرکار
پوسانیاس کو بائی زنطہ جیسی مرکزی جگہ سے نکال باہر کیا[3] وہ وہاں سے کولونا، واقع
ملک ٹروئے چلا گیا اور وہاں پھر ایرانیوں سے نامہ و پیام شروع کیا۔ اسپر ایفوروں نے
اس سے یہ کہلوا بھیجا کہ اگر وہ فوراً واپس نہ آیا تو اس سے دشمن کا برتاؤ کیا جائیگا۔ پوسانیاس
نے اس حکم کی فوراً اس خیال سے تعمیل کی کہ وہ اپنے مخالفین کو رشوت دیکر قابو میں رکھ سکیگا۔ پہلے
تو یہ قید خانے میں ڈال دیا گیا مگر عدالت نے اسے تمام الزامات سے بری کر دیا جو اسکے خلاف عائد
کئے گئے تھے۔ اور رہا ہونے کے بعد وہ بحیثیت ایک آزاد شہری کے زندگی بسر کرنے لگا۔ اب
اسپارٹی اس نتیجے پر پہنچے کہ وہ ہیلوٹوں کو بغاوت کی اشتعالک دے رہا ہے۔ ممکن ہے کہ

[3] جسٹن (۹ ۱) کے نزدیک پوسانیاس بائی زنطہ میں سات سال رہا۔ اسی برس بعد ایک اور اسپارٹی
کلیارخس، پوسانیاس کے قدم بقدم چلا مگر اسے خود اسپارٹیوں نے معزول کر دیا اور وہ کیخسرو کے پاس
بھاگ گیا۔ گونگیلس کو اسپارٹیوں نے گامبریم پالئے گامبریم گرینیم اور میرنا بطور موروثی جائداد کے
دیدئے۔ اسطرح وہ دیمارانس کے گھرانے کا ہمسایہ ہوگیا جسکا قبضہ پرگامم بالی سرنا اور تیوتھرانیہ پر تھا
کچھ عرصے کے بعد وہ تھسطاکلیس کا بھی ہمسایہ ہوگیا۔ غیر ایتھنی حکومتیں جو تیس سال قبل ساحلی شہروں میں قائم تھیں
اب اندرون ملک میں ہٹ گئیں اور ایران اور یونان کے درمیان گویا حاجبی ریاستوں کا کام دینے لگیں۔ ممکن تھا کہ
پوسانیاس، کولونا، پر قابض ہو جاتا اور اسطرح ان حکومتوں میں اضافہ کر دیتا۔ اگرچہ اس کی حرص کی پرواز
اس سے بھی زیادہ بلند تھی مگر اسکی دوراندیشی اس معیار سے ہمیشہ نیچے رہی +

یہ سچ ہو مگر ایسی یقینی شہادت نہیں ملی کہ اسپارٹی اسکے خلاف کوئی کارروائی کرسکیں - یہ خبر دراصل آرگلس کے ایک باشندے نے پھیلائی تھی جسے کچھ عرصہ پیشتر پوسانیاس نے ارتابازو کو ایک پیام لیکر بھیجا تھا ۔ اس شخص نے ارتابازو کو پیام نہیں پہنچایا اسلئے کہ اسے یہ خبر ملی کہ جن لوگوں نے اس سے پہلے پیامبری کی تھی وہ واپس نہیں آئے تھے ۔ اس بات کا اس کو یقین ہوگیا اور بجائے ارتابازو کو پیام پہنچانے کے پیام نامہ خود کھول لیا ۔ اسمیں یہ لکھا تھا کہ پیامبر کو فوراً مار ڈالا جائے ۔ یہ خط اسنے ایفوروں کو دیدیا ۔ ایفور مقدمہ چلانا پسند نہیں کرتے تھے ۔ انکا اصل مقصود یہ تھا کہ خود پوسانیاس سے اقبال جرم کرالیں ۔ اسکے لئے انہوں نے یہ چال پھیلایا کہ آرگلس سے کہا کہ وہ محض ایک مدعی کی حیثیت اختیار کرے اور ٹی نارم پہاڑ کے دامن میں پناہ گزیں ہوکر پوسانیاس کو اپنے پاس طلب کرے + جب پوسانیاس کے پہنچنے کا وقت ہوا تو ایفور برابر والے کمرے میں چھپ گئے اور باتوں ہی باتوں میں خود بادشاہ کے منہ سے اسکے جرم کا اقبال سن لیا ۔ ظاہر ہے کہ وہ اسکے خلاف جو کارروائی چاہتے کرسکتے تھے ۔ ایفوروں کی خواہش تھی کہ وہ اسے اسپارٹا ہی میں گرفتار کریں مگر پوسانیاس کو پتہ لگ گیا اور اسنے فوراً اتھینے خالکیوئیکس کے دامن میں پناہ لی جہاں وہ بالکل مامون ہوگیا ۔ مگر ایفوروں نے یہ ترکیب نکالی کہ مندر کے دروازے چن دئے چھت علیحدہ کردی اور (شاید موسم گرما شہ۴۶۶ ق م میں) اسے بھوکا مار ڈالا[۱] اسکی لاش کیئاداس کے غار کے جوار میں جسمیں مجرم پھینکے جاتے تھے دفن کی گئی ۔ موت سے ذرا پہلے یہ مندر سے نکال لیا گیا تھا ۔ مگر بہر نوع اسکے ساتھ سختی کی گئی تھی اور اسپارٹیوں کو مجبوراً اسکے دو بت (کفارے کے طور پر) اتھینے خالکیوئیکس کے مندر میں رکھنے پڑے ۔

جو واقعات قدیم روایات سے ہم تک پہنچے ہیں انسے پوسانیاس کے جرم میں کوئی شبہہ باقی نہیں رہتا ۔ اسکے تمام طریق عمل سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اسنے بہت سے ایسے ارادے کئے جنھیں وہ تکمیل کو نہیں پہنچا سکا ۔ کامیابی کے وقت وہ متکبر ہوجاتا اور جب اسپر کوئی شبہہ کیا جاتا تو اسکی رہی سہی عقل بھی زائل ہوجاتی ۔ اگر یہ فرض کرلیا جائے کہ ارتابازو سے وہ سازشی

---

[۱] پوسانیاس کی موت کی تاریخ کیلئے دیکھو بوسولٹ ۲ ، ۳۸۳ و ۴۰۰ ۔ اسی مصنف نے پوسانیاس کی زندگی کی آخری حالات پر تنقید کی ہے (صفحات ۳۸۰ سے ۳۸۴ تک) ۔

مراسلات کیا کرتا تھا تو یہ اسکی انتہائی حماقت تھی کہ ایلچیوں کی قسمت کا فیصلہ ایک ہی خط میں کر دیا کرے + ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ ایک عمدہ سپہ سالار تھا یا نہیں ۔ پلاٹیہ میں لڑائی کی باگ اسکے ہاتھ میں نہ تھی ۔ اس نے صرف مدافعانہ تدبیریں اختیار کیں اور اسی میں نام پیدا کیا + اسکی موت اسپارٹا اور یونان کے لئے ایک شمہ بھر نقصان کی بھی باعث نہیں ہوئی ہوگی[۵]

مگر پئوسانیاس کے زوال سے ایک بہت بڑے آدمی کو نیچا دیکھنا پڑا ۔ اسپارٹی یہ چاہتے تھے کہ اس ناگوار واقعے سے انکو کچھ نہ کچھ سیاسی مفاد حاصل ہو جائے ۔ اگر انکی عزت میں کچھ بٹہ لگا تھا وہ یہ چاہتے تھے کہ وہ کسی اور کو بھی اپنے ساتھ قعر میں گھسیٹ لے جائیں ۔ انہوں نے ایتھنز سفرا روانہ کئے اور تمسٹاکلیس پر یہ الزام لگایا کہ وہ بھی پئوسانیاس کی سازشی کارروائیوں میں شریک حال تھا +

جنگ ایران کے بعد تمسٹاکلیس ایتھنز اور تمام یونان میں ایک بہت بڑا آدمی بنگیا تھا ۔ مگر اس جنگ کے بعد اسنے سوا ایتھنز اور پیرئی اس کے استحکامات کی تکمیل کی اور کوئی کارنمایاں انجام نہیں دیا۔ سچ تو یہ ہے کہ اسے کچھ کرنے بھی نہیں دیا گیا + کچھ عرصے کے بعد ۴۷۱ ق م میں اسکے خلاف اخراج کا فتویٰ صادر ہوا ۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ ایک طویل مدت تک اسکے روشن دماغ میں طرح طرح کی اہم تدابیر آئی ہونگی جنکی تعمیل پر وہ قادر نہ تھا ۔ مگر نہ تو ہمیں ان تدابیر کا علم ہے اور نہ اسکے ان سیاسی مخالفوں کے طرز عمل کا جو انکی تکمیل میں مزاحم ہوئے + ایتھنز کے فرقی سیاسیات کے متعلق زمانہ مابعد کے مورخین کے خیالات اکثر ناواجب ہیں ۔ اور موجودہ زمانے میں جو انکی تاویلیں کی جاتی ہیں وہ خلاف قیاس ہیں ۔ روایات مابعد سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کیمون اور ارسطیدش، تمسٹاکلیس کے

---

[۵] پئوسانیاس کی زندگی اس حوصلہ مند شخص کی مثال ہے جسے نہ تو اپنی ابتدائی تعلیم ملی ہو جو اپنے عہدے کی اس کرسی پر جو اسکی اکتسابی نہ تھی آرام سے بیٹھ سکے اور نہ اسکو کافی عقل یا استقلال اس نقص کی تلافی کے لئے دیا گیا ہو ۔ اسپارٹی تربیت سے لوگوں میں عیش پسند جیبوں میں زندگی بسر کرنے کی صلاحیت نہیں پیدا ہوئی تھی ۔ اور جب پئوسانیاس جیسے شخص کا انسے واسطہ پڑا تو اسکا دماغ پھر گیا ۔ یہ کوئی تعجب کی بات نہ ہوتی اگر پئوسانیاس کے سوا اور بہت سے یونانیوں پر سیدھی سادھی یونانی تہذیب کے ساتھ مشرقی تعیش کے تعلق کا اثر پڑ جاتا + ہمکو یونانیوں کی قدر کرنی چاہئے کہ ان میں اعلیٰ حیثیت کے لوگ بہت کم تھے جنکی قسمتوں نے ایسی گردش کا پلٹا کھایا ہو +

رقیب تھے[۶] اسکے سیاسی میلان کو اس تقویت سے تعبیر کیا گیا ہے جو تقویت اس سے پنچی او رجسکا مخالف ارسطیدیش فرض کر لیا گیا ہے۔ مگر اس خیال کے ثبوت میں کوئی شہادت پیش نہیں کیجاتی۔ اسکے برخلاف یہ واقعہ ہے کہ ارسطیدش کے ایتھنزی عمومیت کے مرقع کی آخری رنگ آمیزی کی۔ اسلئے اس قول کے ثبوت میں صرف ایک ہی عام مقبولہ رائے پیش کی جاسکتی ہے کہ جو مدبر اپنے ملک کی بحری قوت میں ترقی دیتا ہے وہ اس شخص سے زیادہ عمومیت کی حمایت کرتا ہے جو محض فوجی قوت کو زیادہ اہم خیال کرتا ہے۔ یہ وہی تخالف ہے جو ہوپلیت اور ملاحوں میں ہے اور یہی زمانہ قدیم میں ارسطیدش اور تمسطاکلیس کی مخالف آرزوؤں کو مشخص کرنے میں استعمال کیا گیا مگر واقعہ یہ ہے کہ بحری قوت میں ترقی اور عمومیت دو مختلف النوع باتیں ہیں جنکو ایک دوسرے سے کوئی سروکار نہیں۔ انگلستان کے بحری اقتدار نے اس ملک کی عمومیت کو فروغ دینے میں ذرا بھی مدد نہیں کی اور اسکے برعکس عمومیت پسند شمالی امریکہ کے پاس کوئی بڑا بیڑہ نہیں ہے۔ عام طور پر ملاحوں کو سیاست سے کچھ زیادہ لگاؤ نہیں ہوتا۔ بدیں وجوہ پہلے تو ہمکو یہ ثابت کرنا ہوگا کہ بحری معاملات کی طرف ایتھنزیوں کی توجہ مبذول کرنے میں تمسطاکلیس کا ایک مقصد ملاحوں کو پہلے سے زیادہ سیاسی اختیار دینا تھا۔ صرف اس ثبوت کے بعد ہی ہم بیڑے کی طرف اسکی توجہ کو عمومیت کی پرداخت سے تعبیر کرسکتے ہیں۔ مگر ہمیں اس طرز عمل کا پتہ بھی نہیں ملتا[۷]

قدیم مورخوں نے جو وجوہ تمسطاکلیس کے اخراج کے بتائے ہیں ان کی محض ایک عام حیثیت ہے، انہوں نے اس پر محض متکبر اور حریص ہونے کے الزام پر

---

[۶] پلوٹارک "کیمون" ۱۰) کا بیان ہے کہ کیمون اور ارسطیدش نے تمسطاکلیس کی مخالفت عمومیت پسندی کی وجہ سے کی تھی۔ ڈنکر (۸ ، ۹۰ وغیرہ) نے اسے تفصیل کیساتھ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ اور یہ مفروضہ مثبت دعویٰ ہوتا اگر مصنفین مابعد کا یہ خیال ٹھیک ہوتا کہ ارسطیدش اعیانیت پسند تھا۔ مگر زیادہ سے زیادہ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ اسی خیالی حیثیت سے اعیانیت پسند تھا جو پلوٹارک نے "فارقلیس" ۹ میں فرض کی ہے۔ یہ سچ ہے کہ کیمون اور ارسطیدش، تمسطاکلیس کے مخالف تھے مگر اسلئے نہیں کہ وہ عمومیت پسند تھا

[۷] ڈنکر (۸ ، ۸۳۔ ۷، ۱۸۷) یہ کہتا ہے کہ تمسطاکلیس نے "عام جبریہ بھرتی" کو رواج دیا۔ واقعات اس بیان کی تائید نہیں کرتے اسلئے کہ اس سے بہت دنوں پیشتر سے ہی ایتھنز میں عام طور سے فوجی بھرتی جاری تھی ؛

اکتفا کیا ہے۔ ۸ واقعہ یہ ہے کہ اس کے اخراج کی اصل وجہ کیلئے ہم کو اسکی روش کی طرف غور کرنا چاہئے جو ایسی تھی جس پر اسکے دشمن صرف مفصلاً یا عام طریقے سے الزام رکھ سکتے تھے نہ کہ کسی خاص سیاسی مطمح نظر کی بنا پر جو دوسرے سیاسی رہنماؤں کے اصولوں سے مختلف ہو۔

مِسْتُطا کلیس کی آرزو یہ تھی کہ وہ حکمرانی کرے اور وہ حکومت کرنا خوب جانتا تھا۔ اس کے اپنے خود چند مستحکم اصول تھے جنکو وہ ایتھنز کی سیاست کا بہترین منبع سمجھتا تھا۔ وہ خوب جانتا تھا کہ ایتھنز کا سب سے اچھا خارجی طرز عمل کیا ہے مگر مشکل یہ تھی کہ شہر میں کوئی ایسا فریق نہ تھا جسپر وہ مستقل طور پر اعتماد کر سکے۔ واقعات اور اسکے عادات دونوں ایسی فریق بندی کے مانع تھے + خاندان پی سس ترانش کے زوال اور ایساغورث کی موت کے بعد جب اعیان کے استبدادی فریق کی اہمیت نہیں رہی تو اسوقت ایتھنز میں صرف دو فریق رہ گئے جو دو بڑے خاندانوں کے زیر اثر تھے۔ چھٹی صدی ق۔م کے وسط میں تین خاندان باقی گھرانوں سے ممتاز تھے یعنی دیاکری ئی بسر گرد گی پیسیس ترانش بی ویانی ای بسر گرہی ملتیادیس و لیکرس اور پرالی جسکا سردار میگا کلیس تھا نشنہ (ق م کے بعد صرف دو فریق رہ گئے تھے ایک تو یے ویانی ای بسرکردگی ہیمون ابن ملتیادیس ثانی) اور دوسرا پرالی جسکے رہنما میگا کلی کلیس تھینس کا دوست ارسطیدش اور کلیس تھینس کا نسبتی بھتیجا زانتھی پس تھے۔ باقی دو فریق عمومیت کی طرف کچھ آگے بڑھ چکے تھے۔ جیسے ملتیادیس کا گروہ چھٹی صدی زیادہ شرفا پرست تھا ایسے ہی کیمون کا فریق بھی اشرافیت کا دلدادہ تھا۔ اور الکمونی خاندان جسکے قائم مقام اب ارسطیدش اور زانتھی پس تھے اب وسط سے بائیں جانب* بڑھ رہے تھے ۹ جب مِسْتُطا کلیس اپنے

---

۸ ڈنکر (۸، ۹۶) نے ان الزامات کا محض دیا ہے۔ بیوسولٹ بھی تسلیم کرتا ہے کہ ہم طوسی دیدش کی اصلاحات کی حقیقی ماہیت سے پوری طور پر آگاہ نہیں۔ اصل واقعہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان اصلاحات کا وجود محض تھیوپومپس کے دماغ میں تھا اور بس۔

* وسط سے بائیں جانب کے معنی یہ ہیں کہ وہ پہلے سے زیادہ انتہا پسندی کی طرف مائل تھے۔ مترجم

۹ اسی قسم کے حالات انگلستان میں بھی پائے جاتے ہیں۔ بعض مرتبہ وگ اور ٹوری گروہوں کے سیاسی نصب العین میں بہت ہی کم فرق رہا ہے مگر اسکے باوجود خاص خاص خاندان دونوں کے پیشرو رہے ہیں۔ وگوں میں تو ٹیمپل

ذاتی اصول کی پابندی اندرونی معاملات میں کرنا چاہتا تھا تو اسکے لئے اب کیا باقی تھا؟ کیا اسکے لئے یہ بہتر تھا کہ وہ اس عمومی میلان کو اختیار کرے جسکا پی سس ترا٘تس اسقدر دلدادہ تھا؟ مگر اسمیں کئی رکاوٹیں تھیں۔ اول تو پی سس ترا٘تس کے اصول کو الکمونیوں نے گویا اپنے علم پر چسپاں کرلیا تھا دوسرے پی سس ترا٘تس کا فریق غیر مرتب حالت میں تھا۔ اور تیسرے جہاں تک ہم کو معلوم ہے تِمسطا کلیس کا دوستانہ یا عزیزدارانہ تعلق کسی مقتدر خاندان کے ساتھ نہ تھا۔ بدیں وجہ نہ تو کوئی فریق اسکا ساتھ دینے کے لئے تیار تھا اور نہ کوئی فرقی اصول مرتب کرنے کی اسمیں اہلیت تھی۔ یہ سچ ہے کہ وہ لیکومی خاندان کا ایک فرد تھا؎۱ وہ ایک نودولتا تھا اور اسکے ساتھ ہی خود رائے بھی تھا جو شخص حکومت کا بھی آرزومند ہو اور اسکے عزیزوں کا کوئی گروہ بھی اس کی پشت پناہی کیلئے نہ ہو تو اسکا خدا ہی حافظ ہے۔ خاصکر ایسی صورت میں کہ وہ محض اصول پرست ہو اور ذرائع کے انتخاب میں بھی بے پرواہ ہو تِمسطا کلیس کی بعینہ یہی حالت تھی۔ اسکی فضیلت کی وجہ سے بہت سے ایسے لوگ اسکے دشمن بن گئے تھے جو اپنے خاندانی تعلقات کی بنا پر مختلف فریقوں کی رہنمائی کرتے تھے اور اسکے غیر محتاط ہونے کی وجہ سے ایسے لوگ بھی اس سے بدظن ہو گئے تھے جو ان سرگروہوں سے کم عقل رکھتے تھے۔ اسکے برعکس ارسطیدِس میں وہ تمام خوبیاں موجود تھیں جنسے انسان کسی گروہ کو زینت دیسکتاہے۔ اسمیں اتنی ایمانداری اور دیانتداری تھی جتنی ایک مدبر میں ممکن ہے۔ وہ الکمونیوں کا جانبدار تھا۔ جہاں تک ممکن تھا وہ اپنی ذات سے دراندازی نہیں کرتا تھا اور اسکی اشراف پسندی کی شہرت محض اس بنا پر تھی کہ وہ عوام میں مقبول نہ تھا +

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۰) پلہم رسل (بیڈفرڈ) اور کیوینڈش (ڈیونشائر) ہی رہنما رہے ہیں اور آخرالذکر کا تو اب بھی وہی پایہ ہے۔ انگلستان میں بھی کسی خود مختار نودولتے کو لوگوں نے کبھی پسند نہیں کیا۔ اسکی مثال کے لئے برؔوم کی وزارت کے انتظام کی یاد بالکل کافی ہے۔ انگلستان اور ایتھنز دونوں میں آزادی پسند گروہ یہ چاہتا تھا کہ اعلیٰ طبقے کے لوگ اسکی رہنمائی کریں۔ تِمسطا کلیس اسی لئے علیحدہ ہونے پر مجبور ہوا کہ وہ آزادی پسند اشراف کے قدیم اقتدار کو ماننے کیلئے تیار نہ تھا +

؎۱ بیوسولٹ (۱ ۸ ۰ ۵) یہ فرض کرتا ہے کہ سیرون ساکن فلیا جسنے کیلونی واقعے کا الکمونیوں پر الزام لگایا تھا ایک لیکومی تھا۔ دیکھو پلوٹارک "تِمسطا کلیس" ۳۔ بہرحال یہ ضرور ہے کہ محض خاندانی تعلقات کی بنا پر کسی بڑے گروہ کو تِمسطا کلیس اپنا نہیں کہہ سکتا تھا +

ایتھنز کی قوت کے مسائل سے تمسطاکلیس کو ایک خاص دلچسپی تھی اور خارجی معاملات میں تو اس سے زیادہ کوئی واقف کار ہی نہ تھا۔ مگر مشکل یہ تھی کہ وہ ہمیشہ سے حیلہ بازی میں مشاق تھا۔ اس کی سکینس کی دو سفارتوں سے (جنمیں سے پہلی سفارت کے متعلق تو کوئی شبہ نہیں) اور جس طریقے سے اسنے فصیل ایتھنز کی تعمیر کرکے نزاع اسپارٹا کا خاتمہ کردیا یہ امر صاف ظاہر ہوتا ہے۔ اسکے متعلق یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ جب ایتھنز اور اسپارٹا کے درمیان کچھ نزاع نہ تھی اسنے اسپارٹی بیڑے کو برباد کرنے کی تدبیر سوچی تھی[11] اغلب یہ ہے کہ اندرونی معاملات اور اپنے ہم وطنوں کے ساتھ تعلقات میں اسنے دیانتداری کا برتاؤ نہیں کیا اور اسی وجہ سے عوام الناس ایسے شخص سے فی الجملہ آزردہ ہوگئے ہونگے جسکے اثر کا انحصار محض اسکی ذاتی قابلیت پر تھا۔ اسپر بندۂ درم ہونے کا الزام لگایا گیا اور اسمیں شبہ نہیں کہ وہ بڑے بڑے امرا کی طرح زندگی بسر کرتا تھا۔ ۴۸۰ ق م ہی میں اسکے اونکے تعلقات ایران کے ساتھ ایسے نہ تھے جو کسی جمہوریہ میں ہونے چاہئیں یا جنسے ایتھنزیوں کے دل میں اسکی وقعت بڑھ سکتی۔ اسکا اپنی لڑکیوں کو سائیبرس اور اطالیہ کے نام سے موسوم کرنا فی نفسہ ایک ہلکی سی بات تھی مگر ممکن ہے کہ اس سے بھی اختلاف بڑھ گیا ہو[12] قصہ مختصر یہ ہے کہ یہ ممتاز شخص جو بہت سے تعصبات سے بالاتر تھا نہایت آسانی کے ساتھ بدنام ہوگیا اور اسکے تنزل میں خاصکر اسوجہ سے کوئی اور

---

[11] تمسطاکلیس کا ارادہ یونانی بیڑے کی بربادی کا تھا اور اس موقع پر ارسطیدیش کی ایمانداری نمایاں ہے۔ پلوٹارک۔ "ارسطیدیش"۔ ۲۲۔ "تمسطاکلیس"۔ ۲۰۔ مقابلہ کرو تفصیلی بحث D U ۔ ۸، ۶۵۔ ۶۰۔ تمسطاکلیس کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ اسنے خلیج پیگاسے میں اسپارٹی بحری بیڑا جلا دینے کا ۴۷۶ ق م میں ارادہ کیا تھا جب وہ لیوٹی خیدیس کی ماتحتی میں تھسلی سے لڑ رہا تھا۔ نیز دیکھو کرٹیئس ۲، ۸۲۷۔ تمسطاکلیس جسنے ارتمیس ارسطوبوے کیلئے ایک مندر تعمیر کیا (پلوٹارک۔ "تمسطاکلیس" ۲۲۔) اور تمولیون جسکا خیال تھا کہ اسکی کامیابی اوتوماتیا کی وجہ سے ہوئی دو متضاد شخصیتیں ہیں۔

[12] تمسطاکلیس کے تعلقات بیرونی ممالک سے نہایت وسیع تھے اور ان ممالک میں ایران، اسپارٹا، آرگوس، کورکائرا، اٹلی اور شاید سسلی بھی شامل تھے۔ اسیوجہ سے تمسطاکلیس کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ اسنے چھٹی صدی ق م کے ایتھنزی طرز عمل کو جاری رکھا اور دراصل وہ ہی فارقلیس اور الکیبیادیس کا پیشرو ہے۔ طوسی دیدیش (۱، ۱۳۸) نے اسکے اوصاف کا خاکہ کھینچا ہے۔ طوسی دیدیش کو

رکاوٹ نہ رہی کہ ایک طرف تو ایتھنز میں اسکا کوئی اور ہم خیال نہ تھا اور دوسرے اسپارٹا والے اس سے متنفر تھے ۴۷۱ ق م کے بعد وہ پھر سپہ سالار مقرر نہیں کیا گیا۔ اسمیں شبہ نہیں کہ یہ محض اسوجہ سے نہ تھا کہ اُمن کے زمانے میں دوسرے بھی اس عزت اور وقار کی تمنا کرنے والے موجود تھے، بلکہ غالباً اسکی وجہ یہ تھی کہ لوگوں کو یہ یقین نہ تھا کہ تمسطاکلیس ایران کے ساتھ ایسے تعلقات رکھیگا جنمیں محض ایتھنز کی ہی بہتری مدنظر ہوگی۔ اسلئے جب دونوں فریق اس سے ناراض ہوگئے تو ایسی صورت میں اسکا جلاوطن کیا جانا کچھ زیادہ تعجب کی بات نہیں۔ مگر نہ تو اسکا ثبوت ہے اور نہ یہ قرین قیاس ہے کہ اسنے پیوسانیاس کی طرح غداری کی ہو۔ ایتھنز سے اخراج کے بعد پوسانیاس اکثر آرگوس میں رہا جو اسپارٹا کی عداوت کا گویا مرکز تھا اور وہاں سے اسنے پیلوپونیز کی بعض دیگر ریاستوں کا سفر کیا۔ اسکے بعد اسپارٹیوں نے اپنے ایلچی ایتھنز روانہ کئے اور تمسطاکلیس پر یہ الزام لگایا کہ چونکہ یہ پیوسانیاس کے ساتھ غداری میں شریک تھا اسلئے اسکو سزا دینی چاہئے۔ الکمیون کے بیٹے لیوبوتاس کی تحریک کے بموجب[۱] ایتھنزیوں نے تمسطاکلیس کو واپس بلانے کیلئے اسپارٹی سفیروں کے ساتھ چند ایلچی روانہ کئے۔ تمسطاکلیس نے خیال کیا کہ اسوقت راستے سے ہٹ جانا ہی مناسب ہے اور جزیرہ کورکیرا کو روانہ ہوگیا جو اسکا پہلے سے مرہون منت تھا۔ مگر کورکیرا کے باشندوں نے بھی اسے اسپارٹیوں سے بچانے کی جرأت نہیں کی، اسلئے وہاں سے وہ ایپیرس چلا گیا جہاں اسنے مولوسیوں کے بادشاہ ادمیتس کی پناہ مانگی۔ باوجودیکہ ایک مرتبہ تمسطاکلیس نے اسکے حصول مقصد میں دراندازی کی تھی لیکن اسے اس حاکم کی مہربانی پر پورا وثوق تھا۔ ادمیتس نے اسے دشمنوں کے حوالے نہیں کیا بلکہ شاہ سکندر کے پاس

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۲) غالباً پوسانیاس کی سازش کی جو اسنے اسپارٹی آئین کے خلاف کی تھی اطلاع ہوگئی ہوگی۔ پلوٹارک ("کیمون" ۱۰) کے مطابق کیمون اور ارسطیدیش تمسطاکلیس کے مخالف تھے اس سے یہ ظاہر ہے کہ اسکے خلاف استبدادی اور آزاد خیال دونوں تھے۔ ہمارے پاس اس قول میں شبہ کرنے کی نہ کوئی اندرونی وجہ ہے نہ خارجی ہے۔

(۱) یہ کراتیرس کی رائے ہے جو میولر، ۱۱ میں منقول ہے۔

پیدنا روانہ کردیا جہاں سے وہ جہاز میں بیٹھکر ایشیا چلا گیا۔ جزیرۂ ناکسوس پہنچکر سے پھر خطرات کا مقابلہ کرنا پڑا۔ یہاں اسے معلوم ہوا کہ ایک ایتھنزی بیڑہ جزیرے کا محاصرہ کئے ہوئے پڑا ہی طوفان کی وجہ سے اسکا جہاز مجبورًا وہاں لنگر انداز ہوا۔ اب تمسطاکلیس کو یہہ خیال پیدا ہوگیا کہ اگر طوفان میں اسکا جہاز بیڑے کے قریب پہنچ گیا تو اسکو بیڑے والے پہچان لینگے، اسلئے اسنے جہاز کے کپتان پر اپنے تئیں ظاہر کردیا اسنے کسی ترکیب سے جہاز کو بیڑے سے دور ہی رکھا۔ تمسطاکلیس جب اس خطرے سے بچ گیا تو وہ اطمینان سے ایفی سس گیا اور اردشیر کی تخت نشینی کے چند روز بعد ہی سوس پہنچا ۱۴۱ اسنے شہنشاہ کو وہ خدمات یاد دلائیں جو اسنے زرکسز کیلئے کی تھیں اور یہہ درخواست کی کہ اسے ایک سال کے بعد شرف باریابی عطا کیا جائے تاکہ اس عرصے میں وہ فارسی زبان میں پوری مہارت حاصل کرلے۔ اردشیر نے یہ منظور کرلیا۔ بالآخر وہ بادشاہ کا منظور نظر ہوگیا اور شہنشاہ کو یونان کے ایرانی صوبہ بنانے کی بڑی بڑی امیدیں دلانے لگا۔ ایران میں ممتاز غیر ملکی غداروں کی ہمیشہ نہایت خاطر و تواضع کی جاتی تھی اور بلاشبہ تمسطاکلیس میں یہ صفت موجود بھی تھی۔ تین شہروں کی آمدنی اسکے جیب خرچ کیلئے مقرر کیگئی۔ یعنی شراب کیلئے ملیاکوس۔ گوشت اور سامان رسد کیلئے می اُس اور روٹی اور سامان سکونت کیلئے ریاستہ میاندر۔ الا مگنیشیہ + اسکا صرف روٹی کا خرچ سالانہ چالیس تالنت تھا۔ * مگنیشیہ کے سکہ پر اسکا نام ہونے سے

۱۴۱ ملوسی ویدش (۱، ۱۳۷) کے مطابق اسنے اردشیر سے خط و کتابت بھی کی تھی۔ بیوسولٹ (۲، ۳۹۰) کی رائے ہے کہ مورخین مابعد بجائے اردشیر کے زرکسز کا نام محض اعتبار بڑھانے کیلئے لیتے ہیں۔ اسکا خیال ہے کہ اگر تمسطاکلیس، ایفی سس ۴۶۶ ق م میں آگیا۔ اور اس نے اردشیر کے ہی زمانے میں سوس کے ساتھ تعلقات قائم کئے ہونگے۔ اسلئے کہ اردشیر ۴۶۵ ق م میں تخت پر بیٹھ چکا تھا۔ بہرحال یہ یقین کے ساتھ نہیں کہا جاسکتا۔ کریوگر کے خیال کو کہ زرکسز نے ۴۶۷ ق م میں وفات پائی اب تمام مورخوں نے رد کردیا ہے۔ نیز دیکھو کرٹیس ۲۶ – ۲۵ ۸، ۲۰ ص

* ایک تالنت = قریب ۲۴۴ پونڈ = ۳۶۶۰ روپیہ۔
+ ۴۰ تالنت = ۱۴۶۴۰۰ روپیہ – مترجم

یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ دراصل اس شہر پر مطلق العنان حاکم تھا۔ ۱۵؎

خود طوسی دیدیش کے زمانے میں ہی اسکی موت کے مختلف وجوہ بیان کئے جاتے تھے۔ بعض تو یہ کہتے تھے کہ وہ کسی مرض میں مبتلا ہوکر اپنی موت سے مرا۔ مگر بعض کا یہ قول تھا کہ چونکہ وہ اس وعدے کو جو اسنے شہنشاہ کے ساتھ کیا تھا کہ وہ یونان کو ایرانی سلطنت میں شامل کرادیگا پورا نکرسکا اسلئے اسنے ایک بیل کا خون پی کر خودکشی کرلی اسکی موت کے سال کا ہم کو علم نہیں۔ فرض کیا جاتا ہے کہ وہ ۴۵۸ ق م میں ہوگا۔ مگنیشیہ کے بازار میں اسکا ایک بت نصب کیا گیا اور اسکے عزیزوں نے اسکی ہڈیاں اسکے جنم بھوم اٹیکا میں لاکر دفن کردیں ۱۶؎

تمسطاکلیس یونان کے عظیم الشان لوگوں میں سے تھا۔ اسنے یونان کیلئے بہت کچھ کیا اور جہاں تک ہم کو علم ہے نقصان نہیں پہنچایا۔ اسکی شخصیت کچھ دلفریب نہ تھی مگر یہہ بات عموماً بڑے مدبروں میں پائی جاتی ہے۔ یہ سچ ہے کہ اسمیں بہت سے نقص بھی تھے جنکا اسے آخرکار خمیازہ بھگتنا پڑا۔ تمسطاکلیس جیسے شخص کیلئے مگنیشیہ کے حاکم کا تعیش کچھ خوشی کا باعث نہ ہوسکتا تھا اور اگر یہ سچ ہے کہ اسنے ہمیشہ اسی خیال میں اپنی زندگی بسر کی کہ اس سے یونان کو ایک ایرانی صوبہ بنانے کا مطالبہ کیا جائیگا تو ایسے عیش سے اسے کوئی تسکین قلبی میسر نہیں آسکتی تھی اور دراصل اسکی حالت سینٹ ہیلینا کے قیدی سے بھی بدتر ہوگئی۔ ۱۶؎

۱۵؎ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ساحلی شہر لمپساکس اور می اُس اسوقت آزاد نہ تھے۔ بیوسولٹ اور کیوہلر دونوں کی رائے یہ ہے کہ وہ آزاد تھے اور انکی تفویض کا اصل مقصد صرف تمسطاکلیس کو ایرانی جانبدار بنانے کیلئے طمع دینا تھا۔ مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر وہ دراصل لمپساکس پر قابض نہ تھا تو پھر تیسری صدی ق م تک وہاں اسکی یاد زندہ کیسے قائم رہی۔ بیوسولٹ ۲' ۳۹۵ میں لولنگ ۶' ۱۰۳ کا تتبع کیا گیا ہے

۱۶؎ تمسطاکلیس کی موت کیلئے دیکھو طوسی دیدیش ا' ۱۳۸۔ بیل کا خون پینے اور اسکی وجہ سے مرجانے کا قصہ سب سے پہلے Arist ۸۳' ۸۴ میں بیان کیا گیا ہے۔ بیوسولٹ ۲' ۳۹۵۔ ۳۹۶ میں اہم واقعات کا ملخص دیا ہوا ہے۔ وہ یہہ فرض کرلیتا ہے کہ تمسطاکلیس کی موت قریب قریب ۴۵۸ ق م میں واقع ہوئی ہوگی جب کہ مصر کی بغاوت کے بعد اردشیر نے یونان کے مقابلے میں ایرانیوں کو مسلح کرنا شروع کیا۔ اگر ہم ایرانی لڑائیوں کا جنگ ٹروائے سے مقابلہ کریں تو تمسطاکلیس یونانیوں کا

مملکت ایتھنز اسی دوران میں دونوں بڑے بڑے گروہوں کے قائم مقاموں یعنی **کیمون** اور **ارسطیدش** کی نگرانی میں برابر ترقی کرتی رہی اور یہ دونوں امور عامہ کا انتظام یک جہتی کے ساتھ کرتے رہے۔ پہلے تو **ارسطیدش** نے جو **کیمون** سے عمر میں بڑا تھا اندرونی اور خارجی معاملات میں رہنمائی کی باگ اپنے ہاتھ میں لی۔ اسنے آخرا پنے ہی نام سے عمومی تنظیم کی تکمیل کرائی اور ایک قانون منظور کرایا جسکی رو سے ہر شخص یہاں تک کہ معیار مالیت کے چوتھے طبقے کے افراد بھی **آرخن** مقرر ہو سکتے تھے [۱] چند مورخوں کا خیال ہے کہ اس موقع پر آرخنی کیلئے قرعے کے ذریعے سے انتخاب کا طریقہ رائج کیا گیا۔ اور **ڈنکر** بھی اسی خیال کی تائید میں اسکی توجیہ یہ کرتا ہے کہ اس قرعہ اندازی کا سبب یہ تھا کہ اشراف کو عمومیت کی توسیع کا کچھ معاوضہ مل جائے۔ **مارا تھون** کے لڑائی کے سنہ میں ہی **ہیروڈوٹس** نے لکھا ہے کہ **پولیم آرخ** کا انتخاب قرعے کے ذریعے سے ہوا تھا۔ اور یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ اگر اس طریقے کا رواج **ارسطیدش** یا **ایفیالتیس** کے زمانے میں ہوا تو **ہیروڈوٹس** کو اسکی کیوں خبر نہ تھی۔ خود طریق انتخاب بذریعہ قرعہ نہ تو عمومی ہے اور نہ اعیانی۔ اسکا مقصد صرف

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۵) او ڈی سیس سمجھا جائیگا۔ ہیروڈوٹس اور طوسی دیدش کا جو خیال **مسطاکلیس** کے متعلق ہے اس سے **تمسطاکلیس** اور **ارسطیدش** کی سیاسی حیثیت کے متعلق میری صحت رائے کا ایک اور قرائنی ثبوت ملجاتا ہے۔ فرقہ شرفا پرست کا طوسی دیدش کبھی انکو برا نہیں کہتا۔ ہیروڈوٹس جنکی بابت ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ عمومی حکومت **ایتھنز** کا مویٔد تھا ہمیشہ اسکے حب زر کا ذکر کرتا رہتا ہے۔ میرا خیال یہ ہے کہ **ارسطیدش** عمومیت پسند تھا اور اسکی مزید تصدیق ارسطاطالیس کی کتاب "ایتھنزی دستور" باب ۲۳ سے ہوتی ہے۔

[۱] پلوٹارک "ارسطیدش" ۲۲ - بلیوسولٹ ۲، ۳۳ - ۳۳۸ + بیولہمان نے اپنی کتاب "تاریخ یونان" میں (جو میولر کی کتاب "علوم قدیمہ" ۳، ۴۰۴ میں شامل ہے) اپنی رائے کا اظہار کیا ہے۔ فنک (بابت **تمسطاکلیس**" مطبوعہ ۱۸۴۹ء) کا خیال ہے کہ حق رائے دہی کی وسعت کی بنیاد **تمسطاکلیس** ہی نے رکھی تھی۔ بیولہمان بالکل سچ کہتا ہے کہ یہ درست نہیں ہو سکتا۔ مگر ارسطیدش کے طرز عمل سے تبدیل آراء کا ضرور اظہار ہوتا ہے میرا خیال ہے کہ میرے نظریے سے جو اسناد کے حقیقی تفحص کا نتیجہ ہے اس واقعے کی آسان ترین تشریح ظاہر ہوتی ہے۔

یہ ہے کہ افسروں کے انتخاب میں غیر جانبداری پر امیدواروں کے تمام امکانی اوصاف قربان کئے جائیں اسی وجہ سے قرعہ ان عہدوں کیلئے زیادہ موزوں ہے جنہیں کسی خاص قابلیت کی ضرورت نہو۔ جب آرختی کی ذاتی اہمیت مفقود ہوگئی تو پھر قرعے کے ذریعے سے انتخاب میں کچھ حرج نہیں رہا۔ اسکی ابتدا کلئیس تھنیس سے ہوئی جسنے استراتی گوی اور پریتانیس کو حقیقی عمّال کی حیثیت دیدی تھی۔ اسکے ساتھ ہی قرعی انتخاب کو یونانی نظر سے ایک اور خصوصیت حاصل تھی جسے نظر انداز نہ کرنا چاہیئے۔ چونکہ انکے نزدیک دیوتا تمام معاملات قرعے ہی کے ذریعے سے طے کرتے تھے اسلیئے اس طریقے کو برتنے سے منتخب شدہ اشخاص میں برگزیدگی الٰہی کا بھی اظہار ہوتا تھا۔ [۱۸]

جب کیمون یہ بتلادیتا تھا کہ ایتھنز اور اسکے کسی خاص حلیف میں کس قسم کا برتاؤ ہونا چاہیئے تو ارسطیدیش ہی ایتھنز اور اس حلیف کے معاملات طے کرنے میں خاص حصّہ لیتا۔ [۱۹] ایتھنز ہی لیگ در اصل اس زبردست مخالف ایران یونانی لیگ کا سلسلہ اور شاخ تھی اور جو خود پیلوپونیزی مخالفہ سے نکلی تھی جسکا سرگروہ اسپارٹا تھا۔ ایتھنز نے ۴۷۹ ق م

---

۱۸ مصنفین ماقبل (بوسخ ۔ شیومان "یونان قدیم" ۱ ۳۱ ۳۵۶ وغیرہ) کی رائے میں قرعے کے ذریعے سے افسروں کا انتخاب در اصل کلئیس تھنیس کا اختراع تھا۔ ڈنکر اور میولر سٹر یوبنگ کا خیال ہے کہ ارسطیدیش اور (۱) "میولر اور لوگیبل اور بیوسولٹ (تاریخ یونان" ۲ / ۱، ۷، ۴) کے نزدیک ایفیالتیس ہی (۲) کا موجد تھا۔ گلبرٹ صرف کلئیس تھنیس کو مستثنےٰ کرتا ہے۔ ہیروڈوٹس (۶، ۱۰۹) یہ طریق انتخاب کلئیس تھنیس کی طرف منسوب کرتا ہے۔ اسکے خلاف صرف ایک سوال پیش کیا جاسکتا ہے اور وہ یہ کہ اسکی کیا وجہ ہے کہ باوجود قرعی انتخاب کے ابتک عین وقت پر تھمسطا کلیس جیسے بڑے بڑے لوگ آرخن منتخب ہوسکتے تھے۔ اس کا یہ جواب ہے کہ ہمیں یہ معلوم نہیں کہ قرعے کیسے ترتیب دیئے جاتے تھے۔ جس شخص کے نام کی گولی کلسے میں نہیں ڈالی جاتی تھی اسکا انتخاب ہونا محال تھا اور اگر صرف ایک ہی گولی ڈالی جاتی تھی تو ظاہر ہے کہ ایک ہی نکلتی تھی۔ اس طریقے کو مضحکہ انگیز سمجھنا بالکل بیکار ہے۔ قرعی انتخاب کا انتظام بالکل ویسے ہی کیا جاتا تھا جیسا ازمنۂ وسطےٰ میں شہر فلورنس میں۔

۱۹ پلوٹارک "کیمون" ۱۱ اہمیت سے خالی نہیں۔ کیمون راستہ بتاتا تھا۔ اس دور میں ہر ایک حلیف سے علیحدہ علیحدہ برتاؤ کا طریقہ عام طور پر رائج تھا۔

میں ہی اس سرگروہی کو تسلیم کرلیا تھا اور سنہ ۴۷۸ ق م اور سنہ ۴۷۷ ق م میں اسنے قطعی طور پر مان لیا تھا مگر جو نہی لڑائی یورپی یونان سے ایشیا اور ہیلیس پونٹ کو منتقل ہوئی اسپارٹا سے سرگروگی کی اہلیت جاتی رہی۔ اور اسکے علاوہ اسپارٹی اور پیلوپونیزی ان حصوں میں لڑائی سے تھک گئے۔ جب اسپارٹا ایشیائی یونانیوں کو ایران سے نہ بچا سکا تو انھوں نے ایتھنز سے پناہ مانگی۔ ایتھنز نے انکی سرگروہی کو تسلیم کرلیا اور انکو اپنے ہی اختیار میں رکھا۔ اس تحریک کے اولین مدارج کا علم مثل اسی قسم کے اور بہت سے معاملات کے ابتدائی حالات کے ہمکو بہت کم ہے[۱۰] صرف یہ تیقن کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ جب ایتھنز نے ایرانیوں کے خلاف رہنمائی اختیار کی تو اسکے نئے حلیفوں یعنی ایشیائی اور جزائری یونانیوں میں نہ کسی قسم کی ترتیب تھی نہ تنظیم۔ اور چونکہ اکثر کا یہ خیال تھا کہ ان میں جنگی قابلیت بالکل مفقود ہوگئی ہے اسلیئے وہ روپیہ دینا اور وقت پر جہاز اور سپاہی ایتھنز کے حوالے کردینا اور باقی تمام ضروریات کو ایتھنز پر ہی چھوڑ دینا مناسب سمجھتے تھے۔ اسی لیئے اسکی ضرورت پیش آئی کہ ہر حلیف کے چندے کی مقدار مقرر کردیجائے۔ اور یہ کام ارسطیدیس نے اپنے ذمے لیا۔ اسکا طریق عام طور پر پسند کیا گیا اور ارسطیدیس کا مقرر کردہ فوروس یا خراج اس کی موت کے بہت دن بعد تک بھی بہترین تخمینہ قرار دیا گیا[۱۱] خزانہ دیلوس میں اپولو کے سپرد کردیا گیا جو ایونی محافظ دیوتا تھا اور اس کا انتظام ایتھنز کے نمایندوں کے ہاتھ میں

[۱۰] اس معاملے اور ہنسیائی لیگ کے قیام میں بہت کچھ یکسانی پائی جاتی ہے ؛

[۱۱] ارسطیدیس کی موت کیلیئے دیکھو پلوٹارک "ارسطیدیس" ۲۶۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسکی موت کے مقام اور واقعات متعلقہ کی بابت تین روایتیں مشہور تھیں۔ ان میں سے اغلب وہ ہے جس کا بیوسولٹ نے ۲، ۳۶۹ اور ۳۹۷ میں ذکر کیا ہے کہ وہ پونٹوس کے باضابطہ سفر میں سنہ ۴۶۸ ق م یا اس کے بعد مرا۔ عجیب ہے کہ اتنے بڑے شخص کی موت کے متعلق اسقدر متضاد روایات ہوں۔ بیوسولٹ کے نزدیک تسلسل واقعات کا تخمینہ:- سنہ ۴۷۸ ق م ایران کے خلاف ایتھنز کی سرگروگی (بیوسولٹ ۲، ۳۴۴) سنہ ۴۶۸ ق م۔ پوسانیاس کی موت (۲، ۳۸۳)۔ غالباً سنہ ۴۷۱ ق م۔ تھمسطاکلیس کا اخراج (۲، ۳۶۹)۔ غالباً سنہ ۴۶۸ ق م تھمسطاکلیس کی فراری (۲، ۳۸۹) شائد سنہ ۴۵۹ ق م تھمسطاکلیس کی موت (۲، ۳۹۶) سنہ ۴۶۷ ق م کے بعد ارسطیدیس کی موت (۲، ۳۹۷) ؛

رکھ دیا گیا۔ اسطرح حلیفوں نے ایتھنز کو از خود اپنا سردار تسلیم کر لیا۔ اور اسکے بعد ایتھنز نے ہر ایک رعایت کو جو اسکو ایک مرتبہ دی گئی اپنا حق سمجھا۔ اور کسی حلیف کی مشارکت سے علیحدگی کی کوشش کو بغاوت قرار دیا۔ بدقسمتی سے بلحاظ یونانیوں کے اوصاف کے یہ طریق عمل انکے لیئے کسیطرح پر بھی غیر ضروری نہ نکلا ٭

اسناد

متعلق باب ہفتم

ہم اسوقت اس زمانے کی تاریخ کے ابتدائی سنین کا بیان کر رہے ہیں جسکو مورخوں نے "خمسینی" کہا ہے۔ مگر یہ مدت دراصل چہل سالہ مدت ہے جو ۴۷۹ ق م میں شروع ہوئی اور ۴۳۹ ق م تک رہی۔ اسی سال میں سامو بی لڑائی ختم ہوتی ہے اور پیلوپونیزی لڑائی کے پیش خیمے سامنے آتے ہیں اور اسناد اور تواریخ دونوں کیلیئے ایک نیا تاریخی دور شروع ہوتا ہے۔ تاریخ تمدن کے سوا جسکے لیئے بہت سے عظیم الشان نامکمل آثار اسوقت تک موجود ہیں اس چہل سالہ مدت کیلیئے ہم تک نہایت کم اسناد پہنچی ہیں۔ کتبوں کے سوائے جنمیں سے بعض نہایت اہم ہیں مگر جو ہم تک غیر مکمل حالت میں پہنچے ہیں ہمارا علم محض قدیم تواریخ تک محدود ہے۔ یہ تواریخ دو حصوں میں تقسیم کیجا سکتی ہیں ایک تو کم و بیش سنوی وقائع اور دوسرے سوانح عمریاں طوسی دیدش اور دیودورس پہلی طرز کے اسناد ہیں اور پلوٹارک کی لکھی ہوئی تمسطاکلیس ارسطیدیش کیمون اور فارقلیس کے سوانح عمریاں دوسری شق میں آتی ہیں۔ نکیاس اور الکی بیادیس کی سوانح عمریاں دراصل پیلوپونیزی زمانے سے تعلق رکھتی ہیں۔ منجملہ ان تمام اسنادوں کے طوسی دیدش ہی واقعات کا قریباً منحصر ہے اور جو کچھ وہ کہتا ہے اسکی بنا ذاتی واقفیت پر مبنی ہوسکتی ہے۔ اسکی تصانیف کے مطالعے سے اسبات کا دل پر گہرا اثر ہوتا ہے کہ اسنے اکثر سچ کی تہ کو پہنچنے کی کوشش کی اور ایک حد تک وہ پہنچ بھی گیا۔ آجکل کے بعض مورخوں نے اسکے خلاف چند الزامات لگائے ہیں جسکے لیئے اکیسویں باب کے حاشیے دیکھنے چاہئیں۔ جب مصنفین مابعد کو کسی امر میں طوسی دیدش سے اختلاف ہو تو یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا ان کو

طوسی ویدیش سے بہتر معلومات بہم پہنچ سکتی تھیں؟ آیا انکی معلومات کا طوسی ویدیش کے ذرائع سے بہتر قابل وثوق ماخذ تھا؟ یہ کافی نہیں کہ محض ان مصنّفین کے نام بتا دیئے جائیں جن سے اُنھوں نے اقتباس کیا ہو اسلیئے کہ ممکن ہے کہ جو مصنف کتاب کا اصل ماخذ ہو اسی سے اقتباسات کم کئے گئے ہوں۔ اسلیئے ان اقتباسات کو نظر انداز کرکے ہمیں یہ دریافت کرنا چاہیئے کہ کن کن اسنادوں کو استعمال کیا گیا اور کون سی اسناد کو وہ استعمال کرسکتے تھے اور کسطرح انھوں نے ان اسنادوں سے استفادہ کیا۔

اس پچھلی بات کے متعلق جسکی اہمیت بہت زیادہ ہے، عرصہ دراز تک اہل علم کا یہ خیال رہا کہ دیودورس اور پلوٹارک نے اپنے اسناد کی نقل کرنے میں کورانہ روش اختیار کی ہے اور یہ نقول لفظ بہ لفظ پلوٹارک اور دیودورس کے تصانیف میں مل سکتی ہیں۔ لیکن یہ رائے اب تقریباً ناقابل قبول رہ گئی ہے اور کم سے کم پلوٹارک کے متعلق تو اب کوئی اس خیال کا مؤید نہیں رہا۔ ہر ایک قدیم مورخ کا طریقہ بھی ویسا ہی جدا تھا جیسا کہ اب ہمارا بعض تو صرف اپنے اسناد کے ساتھ ہی چلتے تھے اور بعض نفس مضمون پر روشنی ڈالتے تھے۔ پلوٹارک دیہاتی اور نقاش تھا، اور دیودورس سے زیادہ آزادی کے ساتھ تاریخی مواد پر ہاتھ ڈالتا تھا۔ اسی وجہ سے یہ معلوم کرنا کہ کہاں ایک نئی سند کا استعمال ختم اور دوسری سند کا شروع ہوتا ہے پلوٹارک میں بہ نسبت دیودورس کے زیادہ مشکل ہے۔ اگر ہم یہ دریافت کرنا چاہیں کہ پلوٹارک یا دیودورس نے تاریخی مواد کا بہترین استعمال کیا اور اسکے مفہوم کو صحت کے ساتھ ادا کیا یا نہیں تو ہمکو فوراً یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ انکی صحت اس پایہ کی نہیں ہے جسپر پورا اعتبار کیا جاسکے۔ دیودورس نے اسلیئے غلطیاں کی ہیں کہ وہ اس ذخیرہ اسناد کو نہ سمجھ سکا جو اسکے سامنے تھا۔ اور جیسا ہم تفصیلاً بعد میں بیان کرینگے پلوٹارک کو بہ نسبت فرداً فرداً ہر ایک واقعے کی صداقت کے نفس زندگی کی خاص اہمیت سے زیادہ بحث تھی۔ بدیں وجوہ پلوٹارک اور دیودورس دونوں کی تصانیف کے استعمال میں بہت سی مشکلات ہمارے سامنے آئینگی۔ انکے سلسلۂ بیان کی قدر اس وجہ اور بھی کم ہو جاتی ہے کہ سوائے طوسی دیدیش کے باقی تمام قدیم اسناد جنکا انھوں نے اعتبار کیا ہوگا بلاشبہ قطعی بیکار ہیں۔

سوال یہ ہے کہ وہ کونسے مصنف ہیں جنسے ان دونوں نے حقیقتہً مدد لی ہوگی۔ موجودہ تحقیقات جسکی بہترین مثال کیلیئے دکھیولا، ہولتسا پفیل "تجسس متعلق تاریخ یونان

از ۴۸۹ قم تا ۴۱۳ قم "۔ لائیزگ ۱۸۸۹ء سے یہ ثابت ہوگیا ہے کہ ان کے اصل ماخذ ایفورس اور تھیوپومپس تھے ۔ اور جن دوسرے مورخوں سے انھوں نے مدد لی وہ نہ تو ان دونوں سے زیادہ قدیم ہیں اور نہ ان سے زیادہ قابل وثوق ایفورس اور تھیوپومپس دونوں چوتھی صدی ق م میں تھے اور اسلئے انیس اور "خمسینی" کے واقعات میں ایک صدی سے زیادہ کا تفاوت تھا۔ ۴۸۰ ق م سے ۴۴۰ ق م تک کے جو واقعات انھوں نے لکھے ہیں انکے ماخذ محض ادبیات ہی ہوسکتے ہیں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ سوا طوسی دیدیس کے اور کوئی ایسی تحریر ان کے پاس موجود بھی تھی یا نہیں ۔ اور کیا الفورس اور تھیوپومپس کو قابلیت یا خواہش ان چالیس سال کے صحیح واقعات دریافت کرنے کی تھی بھی یا نہیں ۔ موخرالذکر کی بابت تھیوپومپس نے اپنی "تاریخ فیلقوسی" کے دسویں مقالے میں اس مدت کا ذکر کرنے میں صرف اس غرض سے مضمون نگاری کی ہے کہ ایتھنز کی جمہوریت کے نقائص دکھائے اور اسکی بیخ کنی کر سکے۔ الفورس کا مقصد ضرور اس عہد "خمسینی" کی تاریخ لکھنا ہے ۔ گر پہلے تو قریب قریب ایک عرصۂ دراز تک اسے قابل اعتبار مصنف قرار دیا ("تحقیقات ماخذہائے تاریخ تنکلی بکیاس والکبیادیس"، لائیزگ ۱۸۶۹ء) لیکن آخری تحقیقات سے وہ قطعی ناقابل اعتبار ثابت ہوچکا ہے ۔ بیوشولٹ نے اپنی "تاریخ یونان" کی دوسری جلد میں قطعی طور پر ثابت کر دیا ہے کہ یہ مصنف کسی صورت سے سچا نہیں مانا جاسکتا ۔ بلکہ بعض مرتبہ تو اس کا جھوٹ فریب کی حد تک پہنچ جاتا ہے (بیوسولٹ ج ۲، ۱۰۵ - ۱۰۶، ۱۵۲، ۳۵۵، ۳۷۴، ۳۸۲، ۳۸۳، ۴۸۴ وغیرہ) الفورس اور تھیوپومپس دونوں اہل بلاغت تھے اور مشہور ایسقراطیس کے شاگرد تھے ۔ انھوں نے تاریخ اظہار واقعات کیلئے نہیں بلکہ اپنی فصاحت دکھانے اور محض ادبی تعلیم کی خاطر لکھی تھی۔ اگر یہ مان لیا جائے کہ انکا مقصد واقعات کو سلجھانا تھا تو بھی وہ سوا طوسی دیدیس کے کہاں سے واقعات اخذ کر سکتے تھے؟ اول تو انکے زمانے میں سرکاری نوشتے مثلاً تجاویز عمومی، حسابات وغیرہ ضرور موجود ہونگے اسلئے کہ انمیں بعض ہم تک بھی پہنچے ہیں، مگر ہمارے پاس کوئی ثبوت نہیں کہ انکا معتدبہ استعمال کیا گیا ہو۔ سب سے پہلا شخص جسنے ان ماخذہائے تاریخ کی طرف اس سیاسی تحقیقات کی خاطر جسکا اصلی موجد ارسطاطالیس تھا، توجہ کی وہ انتی گونس گوناس کا بھائی کراتیرس تھا۔ اسنے کتابیں

"تجاویز ایتھنز" مرتب کی جسکا پلوٹارک میں بھی ذکر ہے۔ اسکے ساتھ چند اور مصنف گزرے
ہیں جو عہد "خمسینی" میں تھے اور جنکی تحریرات سے الفورس اور تھیوپمپس نے اتنی ہی
مدد لی ہوگی جیسے انہوں نے طوسی دیدش سے مدد لی۔ اور جیسا خود پلوٹارک نے کیا ہے۔
مگر ہر امکانی حیثیت سے انکی تحریرات کچھ کم مایہ تھیں۔ وہ تحریرات خیوسی ایون نے اپنی
کتاب اپنی ڈیمیائی میں دیئے ہیں اور ستیسمبروتش ساکن تھاسوس کی وہ کتابیں ہیں
جو اسنے تمسطاکلیس، طوسی دیدش اکبر اور فارقلیس پر تصنیف کی ہیں۔ یہ تصانیف
دراصل محض تذکروں کے تحت میں آسکتی ہیں۔ اور پلوٹارک نے انکے متعلق سوانحعمری فارقلیس
میں جو رائے ظاہر کی ہے وہ بالکل درست ہے (فارقلیس ۱۳) ایون نے تو اہم واقعات
کے متعلق بہت کم لکھا ہے۔ اور باوجود شمڈٹ کی کوشش کے ("دور فارقلیس" جلد ۲)
ستیسمبروتش تاریخ یونان میں اس اہمیت کو نہیں پہنچا جو شمڈٹ اسکو دینی چاہتا ہے۔ اسمیں
شبہ نہیں کہ جیسا شمڈٹ کا خیال ہے اگر ستیسمبروتش ہی "خمسینی" کیلئے پلوٹارک کا اصل
ماخذ تھا اور اگر اسپر اعتبار کیا جاسکے تو ایسی صورت میں ۴۸۰ ق م سے ۴۳۰ ق م کے واقعات
کے متعلق ہمارا علم قابل اطمینان ہو جائیگا مگر شمڈٹ یہ ثابت کرنے میں کامیاب نہیں ہوا ہے
کہ پلوٹارک نے اس مورخ سے کچھ زیادہ مدد لی تھی، اور نہ وہ ستیسمبروتش کو اس الزام
سے بری کرسکا ہے کہ اسنے محض بازاری گپ کو ضبط تحریر میں لانے پر اکتفا کیا تھا۔ نتیجہ یہ ہے
کہ جن واقعات کا سرچشمہ ستیسمبروتش قرار دیا جاتا ہے وہ صحیح طور پر کچھ مشکوک سمجھے جاتے
ہیں۔ (بیوسولٹ ۲، ۵۴۴) حال ہی میں حقیقت واقعی تک پہنچنے کا ایک اور راستہ اختیار
کیا گیا ہے۔ انگر، بیوسولٹ اور بعض دیگر مورخین کی یہ رائے ہے کہ الفورس نے اپنی
تصنیف کا ایک معتد بہ حصہ کسی اٹیکائی سے نقل کیا ہے۔ یہ قرار داد فی نفسہ اہم ہوتی اسلیئے
کہ مقامی تجسس بہت سی نئی معلومات کا سرچشمہ ہوتا ہے۔ مگر یہ بہ نسبت تاریخ کے قدیمیات کیلیئے
زیادہ قابل قدر ہے۔ دوسرے اٹیکائی وقائع نگار ۴۰۰ ق م کے بعد ہی اپنا کام شروع
کردیتے ہیں اسلیئے وہ الفورس سے کچھ زیادہ اہم نہیں۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ان پر
آجکل زیادہ اعتبار بھی نہیں کیا جاتا۔ اور بیوسولٹ (۱، ۳۶۴) کے نزدیک انکی تحریرات
خود ستائی اور ناقابل وثوق تفصیل سے بھری ہوئی ہیں۔ ساموسی دوریس کے وقائع کے
بھی (جو چوتھی صدی کے آخری حصے میں لکھے گئے تھے) ممکن ہے کہ مقامی اہمیت ہو۔ مگر ان تمام

مصنفین کے متعلق ہمارا صرف ایک سوال ہے۔ اور وہ یہ کہ کیا یہ قرین قیاس نہیں کہ انہوں نے اپنے ملک کے نام و نمود کیلئے ہر قسم کے واقعات کو بڑھا چڑھا کر اپنی تحریرات انسے پُر کر دی ہوں خواہ وہ واقعات سچے ہوں یا جھوٹے ۔

تبصرۂ بالا پر نظر کر کے ۴۸۰ ق م سے ۴۳۱ ق م تک کے تاریخ کے اسناد کی وقعت کا اندازہ مفصلہ ذیل ہے ۔

صرف طوسی دیدش ہی قطعی طور پر قابل اعتبار ہے۔ غالبًا اسکی رائے ہیلانیکوس کا تتمہ لکھنے کیلئے سچ تھی اسلیئے کہ اسنے بہت کم واقعات کا اعادہ کیا تھا (طوسی دیدش ۱، ۹۷)۔ مگر خود طوسی دیدش نے بھی ان واقعات کو جو ایتھنز کے عروج کا باعث ہوئے محض اجمالی طور پر بیان کیا ہے۔ نوشتوں سے نہ صرف اسکے بیانات کا تکملہ کیا جاسکتا ہے بلکہ اسکی تصحیح بھی ممکن ہے۔ اسکے ساتھ ہی یہ خیال رکھنا چاہیئے کہ دیودورس، پلوٹارک یا دیگر مصنفین ما بعد اسکے خلاف ہوں تو انھیں رد کر دینا ہی بہتر ہے۔ اور اگر آپس میں کوئی اختلاف نہ ہو تو پھر جیسا مصنف ہو اور جیسی اسکی تحریر کی حقیقی حیثیت ہو اتنا ہی اسپر اعتبار کیا جائے۔ ان مصنفین ما بعد کی تصانیف سے اس حصۂ تاریخ (مثلاً تاریخ تمدن) کو جسکا سنویات پر زیادہ انحصار نہیں، بہت مدد مل سکتی ہے۔ اور اسکی ایک مثال پلوٹارک کی سوانحعمری فارقلیس ہے ۔

مگر سنویات کیلیئے ان مصنفین ما بعد کی کوئی وقعت نہیں اور اسکے متعلق دیودورس اور پلوٹارک کو غلط اہمیت دی گئی ہے۔ اس وقت ہمارے زیر بحث دور "خمسینی" کے سنویات کا سوال ہے جسکے واقعات پر حال میں مفصلہ ذیل مصنفین نے تنقید کی ہے:۔

(۱) ک، و، کریوگر: "تاریخی اور لسانیاتی مطالعات" جلد ۱ ۔ ۱۸۳۶ء ۔
(۲) ا، شیفر: "واقعات بعد جنگ ایران من ابتدا رلیگ رسالہ لائپزگ ۱۸۶۵ء ۔
(۳) انگر: "ماخذ ہائے دیودورس" جلد ۲ ۱۸۸۱ء ۔
(۴) و، پیرسن: "طوسی دیدش کا بیان "خمسینی" کے واقعات کے متعلق ۱۸۶۹ء ۔
(۵) فونکلو آرڈوسن کی تصانیف سے اقتباسات بعد میں آئینگے ۔
(۶) دنکر "تاریخ قدیم" ۸ و ۹ ۔
(۷) بیوسولٹ: "تاریخ یونان" جلد ۲ جسمیں ہر ایک واقعے پر مدلل بحث کیگئی ہے ۔

مختلف علماء کے اخذ کردہ دلائل میں بہت اختلاف پایا جاتا ہے۔ مگر اسکے ساتھ ہی عام طور پر مصنفین کا یہ خیال ہے کہ فردی واقعات کے متعلق قطعی نتائج پر پہنچنا ممکن ہے۔ مجھے امید ہے کہ میں اسکے برخلاف یہ ثابت کر سکونگا کہ ہماری اسناد اس قسم کی ہیں کہ ہمارے لیئے محفوظ طریقہ یہی ہے کہ ہم سنوی نتائج کو قطعی ماننے کیلیئے تیار نہ ہو جائیں۔

طوسی دیدش میں بہت کم تاریخیں دی ہوئی ہیں۔ اسکے خلاف دیودورس ہر واقعے کی ترتیب سنین واقعے کے موافق کرتا ہے۔ اسیر ہرکس و ناکس یقین کر سکتا تھا (اور عرصہ دراز تک یقین کیا بھی گیا) کہ دیودورس کے سنویات تاریخ کی بنیاد قرار دیئے جا سکتے ہیں۔ مگر فولکوار ڈسن (تجسسات متعلق ماخذہائے دیودورس" ۱۱-۱۶ کیل ۱۸۶۸ء) نے یہ قطعی طے کر دیا ہے کہ الفورس نے جسپر مشرقی یونان کی تاریخ کے لیئے دیودورس پورا اعتماد کرتا ہے بلا قید سنین اپنی تاریخ لکھی تھی اور میں نے اپنی "تاریخ سسلی" میں اس واقعے کیلیئے تازہ شہادت جمع کی ہے۔ دوسرے حال کے دیگر محققین نے جو نظرئے دیودورس کے ابتدائی سنین کے متعلق قائم کئے ہیں انسے اسکی افادیت بطور سنوی مورخ کے اور بھی کم ہو جاتی ہے۔ خود انگر کے بھی عجیب و غریب مفروضے سے بھی کچھ مدد نہیں ملتی مگر انکا بیان حال ہی میں کیا جائیگا۔

میرا خیال ہے کہ صفحات آیندہ میں یہ ثابت کر دونگا کہ گو دیگر عہدوں کی سنوی تعین میں دیودورس صحت کی پابندی کرتا ہو (جنگ پیلوپونیز کے واقعات تو اسنے نہایت ابتر کر کے پیش کئے ہیں حالانکہ اسکی امداد کیلیئے بہترین مواد موجود تھا۔ دیکھو فولکوارڈسن ۱۱۱) مگر اسنے "خمسیتی" اور خاصکر ۴۸۰ ق م سے ۴۵۹ ق م تک کے حصہ اولین کے واقعات کے متعلق ایک محض مصنوعی سنوی تسلسل قائم کر کے اپنی تاریخ کے پڑھنے والوں کو دھوکہ دیا ہے۔ وہ دراصل یہ چاہتا تھا کہ تاریخی زمانے میں اختیاری طرز قائم رکھے اور ٹھیک اس جگہ پہنچ کر اسناد نے اسے کچھ مدد نہ دی۔ اسکی غلطی کا سب سے بین ثبوت جو اس سے باوجود اسکی بہتر علمیت کے سرزد ہوئی ہے ۱۱-۶۰-۶۲ میں ہے جہاں اس نے کیمون کے تمام کارنامے ایک ہی سال میں دکھائے ہیں گو اسے یہ علم ضرور ہوگا کہ وہ سب واقعات ایک ہی سال میں ظہور پذیر نہیں ہو سکتے۔ دراصل دیودورس نے ۴۷۹ ق م سے ۴۵۹ ق م تک کی تاریخ کی ترتیب مضامین کے اعتبار سے کی ہے اور اس کا اختیاری ڈھانچہ

محض دھوکہ ہی دھوکہ ہے ؛

دیودورس کے نزدیک تسلسل واقعات مفصلۂ ذیل ہے [اسمیں میں نے (الف) (ب) (ج) وغیرہ کو علیحدہ علیحدہ شقوں میں تقسیم کیا ہے اور مغربی یونان کے واقعات کو نظر انداز کر دیا ہے جسکے لیئے دیودورس اکثر تمائیس کا تتبع کرتا ہے] :-

(الف) ۱۱، ۳۷ - ستوس کی تسخیر - سنہ ۴۷۹ ق م ؛

(ب) ۱۱، ۳۹، ۴۰ - ایتھنز کی دیوار وغیرہ کی تعمیر - سنہ ۴۷۸ ق م ؛

(ج) ۱۱، ۴۱ - ۴۳ - پرئیس کے استحکامات - سنہ ۴۷۷ ق م ؛

(د) ۱۱، ۴۴ - ۴۶ - پوسانیاس کا خاتمہ - سنہ ۴۷۷ ق م ؛

(ہ) ۱۱، ۴۷ - ارسطیدش کی تدابیر - سنہ ۴۷۷ ق م ؛ (۱۱، ۴۸ لیوتی خدیس کی موت کا بیان جو سنہ ۴۷۶ ق م میں واقع ہوئی، ایک اور محض سنوی ماخذ سے لیا گیا ہے) ؛

(و) ۱۱، ۵۰ - ایران کے خلاف سیادت سے اسپارٹا کی دست برداری - سنہ ۴۷۵ ق م ؛

(ز) ۱۱، ۵۴ - ۵۹ - تمسطاکلیس کا زوال - سنہ ۴۷۱ ق م ؛

(ح) ۱۱، ۶۰ - ۶۲ - کیمون کی تدابیر - سنہ ۴۷۰ ق م ؛

(ط) ۱۱، ۶۳ - ۶۴ - اسپارٹا کے جنگ میسنیا کے باغیوں کے خلاف - سنہ ۴۶۹ ق م ؛

(ی) ۱۱، ۶۵ - می کے نائے کی شکست - سنہ ۴۶۸ ق م ؛

(ک) ۱۱، ۷۰ - ایتھنز یوں اور انکے حلیفوں کے تنازعات - سنہ ۴۶۴ ق م ؛

(ل) ۱۱، ۷۱، ۷۴، ۷۵، ۷۷ - مصر کا بیان الیقیا لینس تک سنہ ۴۶۳ ق م تا سنہ ۴۶۰ ق م ؛

(م) ۱۱، ۷۸ - ایتھنز کے کارنتھ، اپی دورس اور اجی گینا کے ساتھ جھگڑے سنہ ۴۵۹ ق م ؛

(ن) میگارا ایتھنز کا ساتھ دیتا ہے - می رونڈیس کی فتح ؛

یہ واقعات کی چودہ فہرستیں ہوئیں جنمیں ہر ایک بذاتہ مکمل ہے ؛ انمیں سے بارہ فہرستوں کو دیودورس نے ایک ہی سال میں رکھا ہے ؛ ۱۱، ۶۴ میں دیودورس کہتا ہے کہ میسنیا کی بغاوت (ط) دس برس متواتر رہی - ۱۱، ۸۴ کے مطابق اسکا اختتام چودھویں سال ہوا - اور یہاں اسکو ایک ہی سال میں ختم کر دیا گیا ہے ؛ صرف مصر کے ہی واقعات (ل) ایسے ہیں جنکو چار سال پر پھیلایا گیا ہے ؛ تسلسل واقعات در اصل مفصلۂ ذیل تھا :-

ا - (ب) اور (ج) ممکن ہے کہ ایک ہی سال میں ہوئے ہوں - مگر یہ خلاف قیاس ہے ؛

۲۔ (د) اور (ہ) میں کئی سال لگے ۔

۳۔ (و) یعنی اسپارٹا کی دست برداری در اصل (د) اور (ہ) کے فوراً بعد آنا چاہیئے۔
مگر یہاں ایک سال کا وقفہ دیا گیا ہے۔

۴۔ (ز) (ح) اور (ک) یعنی تھیمسٹاکلیس کا زوال، کیمون کی تدابیر اور
ایتھنزیوں کے تنازعات میں ایک ایک سال سے زیادہ عرصہ ضرور لگا ہوگا۔

گویا بارہ فہرستوں میں سے یقیناً پانچ اور غالباً دو اور ایسی ہیں جنکو ایک ایک سال میں محدود کر دینے میں غلط بیانی سے کام لیا گیا ہے۔ اس سے دیودورس بطور ایک محقق سنویات کے بالکل غیر مفید ثابت ہوتا ہے۔ لیکن اسبات پر اصرار کیا گیا ہے کہ واقعات کی صرف ظاہری صورت ہی اسکے خلاف ہے۔ انہیں تو شبہ ہی نہیں کہ وہ مختلف واقعات کو ایک ہی سال میں شامل کر دیتا ہے اور (ط) میں تو وہ خود اسکا مقر ہے۔ اگر یہ سب اسنے کسی خاص اصول کو مدنظر رکھکر کیا ہے اور اگر یہ اصول کسی طرح معلوم ہو جائے تو یہ ممکن ہے کہ اسکے تسلسل واقعات سے ہمیں مدد مل سکے۔ انگر اور بعض دیگر مورخین کا یہ خیال ہے کہ وہ دراصل ان تمام واقعات کو جو کسی خاص سال میں شروع ہوئے ہوں اسی سال کے متعلق کر دیتا ہے اور اسکی پروا نہیں کرتا کہ بعض واقعات اس سال کے بعد بھی جاری رہے ہوں۔ مگر اس اصول کا تطابق اتنا مشکل ہے کہ فولکوارڈسن اور بیوسولٹ تو یہ کہتے ہیں کہ "ہر ایک مجموعہ واقعات کسی خاص واقعے کے سال کے تحت رکھا گیا ہے" (بیوسولٹ ۲، ۴، ۳۱)۔ مگر مشکل یہ ہے کہ ہمیں یہ کسطرح معلوم ہو کہ اسکے نزدیک وہ خاص واقعہ کونسا ہے۔ مثلاً وہ کونسا واقعہ ہے جو ۴۷۷ ق م میں پیش آیا اور جسکی وجہ سے پوسانیاس کا زوال اور ارسطیدیش کی تدابیر اس سنہ میں رکھی گئیں۔ یوں تو یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ اخیر واقعہ سے ہی دیودورس نے تاریخ کا تعین کیا ہو (باب ۷، ۴ و ۳ و ۶)۔ میری رائے یہ ہے کہ ان تمام نظیروں کے تطابق سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ سب غلط اور بیکار ہیں اور مجھے یقین ہے کہ دیودورس نے ۴۷۹ ق م سے ۴۵۹ ق م تک کے واقعات کی تحقیقات کی زحمت گوارا نہیں کی۔ بلکہ جہاں ایفوروس چھوڑ گیا تھا وہاں سے واقعات کو شروع کر دیا اور سلسلہ بیان میں مختلف آرخنوں کے نام جہاں جی چاہا لکھ دیئے۔ یہ سلسلہ بیان باقاعدہ اور مرتب ہے اور مفصلہ ذیل ہے:-

ستوس کی تسخیر کے بعد جب جنگ ایران ختم ہو جاتی ہے:-

(الف) ایتھنز شہر کی دیواریں تعمیر کرتا ہے تاکہ وہ اپنی آزادی قائم رکھ سکے (ب)۔
اور ساتھ ہی پیرائی اُس کے استحکامات درست کرتا ہے (ج)۔
ایتھنز کی قوت بڑھ رہی ہے اور اسپارٹا کو پئو سانیاس کے رویئے کی وجہ سے زوال ہو رہا ہے (د)۔
اسلئے ایتھنز ایک نئی لیگ کا اپنے آپ کو سرگروہ بناتا ہے (ہ)
اور اسپارٹا گویا بحری سیادت سے دست بردار ہو جاتا ہے (و)
مگر ایتھنز کو بھی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے اسلئے کہ تمسطاکلیس کا حشر بھی پئوسانیاس کے مثل ہوتا ہے (ز)
یہ سچ ہے کہ ارسطیدیش نے ایک بحری لیگ قائم کر دی ہے مگر بجائے اسکے کیمون کے سر ہی فتح کا سہرا رہتا ہے (ح)۔
اسی دوران میں اسپارٹا کو بہت سے مصائب کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور ایک بڑے زلزلے کے بعد ہیلوٹ بغاوت کر دیتے ہیں اور میسنیا میں اسپارٹیوں کی مقاومت کرتے ہیں (ط)۔
آرگوس کو یہ موقع مل جاتا ہے کہ وہ اپنا اقتدار بڑھائے اور میکینائی کو برباد کر دے (ی)
ایتھنز کی مشکلات دوسری قسم کی ہیں۔ انکا اصل سبب اسکی بڑی قوت اور اپنے حلیفوں کے معاملات میں مداخلت اور بدنصیب مصری مہم ہے (ل)۔
پیلوپونیزی اسی موقع سے فائدہ اٹھا کر ایتھنز پر حملہ آور ہوتے ہیں۔ (م۔ن)
مفصلۂ بالا ایک عمدہ اور باقاعدہ بیان ۴۷۹ھ ق م سے ۴۵۹ھ ق م تک کے واقعات کے ارتقا کا ہے۔ جزئیات کا اندراج صرف دو صورت سے ممکن تھا۔ یا تو اخبار کی طرز اختیار کی جاتی۔ مگر ایسی صورت میں اسپارٹی اور ایتھنزی واقعات کو ایک دوسرے میں مخلوط کرنا پڑتا اور کیمون اور پئوسانیاس وغیرہ کے کارنامے اسی خلط آمیز طرز پر ترتیب دینے پڑتے۔ دوسرے یہ ممکن تھا کہ مصنف ان واقعات کو جو ایک ہی برس کے اندر گزرے ہوں ایک ساتھ نہ لکھے بلکہ ان واقعات کو مجموعی طور پر بیان کرے جنکا ایک دوسرے سے کوئی اندرونی تعلق ہو۔ موخر الذکر طریقے پر الفورس نے عمل کیا ہے۔ اگر وہ سنین کو بھی بیان کرتا چاہتا تو ایک ہی سنہ کا مختلف تقسیموں کے تحت ذکر آتا۔ مگر ہمارے پاس کوئی ثبوت نہیں ہے کہ الفورس نے ایسا کیا ہو۔ اب ویودورس

کو لیجئے ۔ اس کا منشا یہ تھا کہ تاریخی زمانے کے واقعات کو اخبار کی شکل میں لکھے مگر اسکی تحریرات کا اکیلا ماخذ الیفورس تھا۔ مگر الیفورس نے اس طریقے سے اپنی تصنیف مرتب نہیں کی تھی اور الیفورس ہی کی اس نے نقل کی تھی۔ پھر اسے وقائع کسطرح دستیاب ہوئے؟ اس نے نہایت اطمینان سے مختلف سنین الیفورس کے مختلف سرخیوں کے سامنے رکھدیئے جنکو الیفورس نے تشابہ مطالب کے مطابق ترتیب دیا تھا۔ مفصلۂ ذیل تمثیلات سے یہ ظاہر ہوجائیگا کہ اسکی سنویت نہ صرف ناممکن ہے بلکہ ترمیموں کے بعد بھی قطعی بیکار ہے + + اگر واقعہ (د) [پوسانیاس] سنہ ۴۷۷ ق م سے شروع ہو سکتا ہے جسکے خلاف ہمارے پاس کوئی ثبوت نہیں (قبرس) تو پھر ایسی صورت میں سنہ ۴۷۷ ق م میں ہی واقعہ (ہ) (ارسطیدش) ممکن نہیں۔ اس لیئے کہ جو الفاظ ۱۱، ۴۶ میں استعمال کئے گئے ہیں اور جن میں پوسانیاس کی پبلک زندگی کے پہلے سال کا حوالہ دیا گیا ہے۔ وہ اسی سال کے لئے کسی صورت سے استعمال نہیں ہو سکتے۔ بدیں وجوہ ارسطیدش کیواسطے دیودورس کی سنویت کا استعمال قطعی ناممکن ہے۔ ساتھ ہی یہ عام طور پر تسلیم کرلیا گیا ہے کہ واقعہ (ح) [کیمون کے تدابیر] سنہ ۴۷۷ ق م میں شروع نہیں ہو سکتا بلکہ اسے سنہ ۴۷۶ ق م میں شروع ہونا چاہیئے ۔ اور یہ قول تو بالکل فضول ہے کہ کیمون کی پبلک زندگی سنہ ۴۶۳ ق م میں ختم ہوگئی ہو گی اس لئے اس سنہ کے متعلق کیمون کا کوئی کارنامہ اس وقت تک معلوم نہیں ہوا۔ اس کے سوائے تھاسوس کی فتح کے بعد (جو ممکن ہے سنہ ۴۶۴ ق م میں ہوگئی ہو) واقعہ (ک) میں ایسے واقعات بیان کئے گئے ہیں جن میں سے چند (مثلاً ائی گینا کی علٰحدگی) سنہ ۴۵۹-۵۸ ق م تک میں اور بعض (جیسے ایمفی پولس کا تصفیہ۔ ہیوسولٹ ۲، ۳، ۱۴۱) سنہ ۴۶۶-۶۵ ق م تک ہوئے ہونگے ۔ اگر ہمیں دوسرے ماخذوں سے نہ معلوم ہوتا کہ (ک) کے بعض واقعات دیودورس کے دیئے ہوئے سنین سے پہلے ہی ہوئے تھے تو اس قسم کے کسی شبہ کی گنجائش بھی نہ رہتی ۔ دیودورس میں تو اسکے متعلق اشارہ بھی نہیں ۔ آخرالامر ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ دیودورس اصلی نہیں بلکہ مصنوعی سنویت ہمارے سامنے پیش کرتا ہے۔ تسلسل واقعات ترتیب مطالب پر مبنی ہے اور تسلسل سنین یا تو گمراہ کنندہ ہے ورنہ محض بیکار ہے ۔

اب ہمیں یہ معلوم ہوگیا کہ دیودورس اور الیفورس ملکر موٹے موٹے واقعات کے متعلق اچھی خاصی معلومات ہم تک پہنچاتے ہیں مگر جہانتک سنین کا تعلق ہے بالکل بیکار ہیں۔

ہم کو ان ماخذوں کا بھی علم ہے جہاں سے ایفورس نے اپنے بیان کا ڈھانچہ لیا اور جسمیں اسنے ایک خاص تعداد سلسلہ وار واقعات کی بھر دی۔ اِس کا اصلی ماخذ طوسی دیدِش تھا اور خود طوسی دیدِش بھی سنین کی تخصیص نہیں کرتا۔ اگر ہم طوسی دیدِش کی فصلوں پر عربی حروف تہجی ڈالیں تو مفصلہ ذیل سلسلوں کا ایک دوسرے سے تطابق ظاہر ہو جائیگا:۔

(الف) = "الف"۔ طوسی دیدِش ۔ ا، ۸۹؛

(ب) = "ب"۔ طوسی دیدِش ۔ ا، ۹۰-۹۳؛

(ج) = "ج"۔ طوسی دیدِش ۔ ا، ۹۳، ۳؛

(د) = "د"۔ ا، ۹۴-۹۵۔ واقعات مابعد کے ساتھ ۔ ا، ۱۲۸-۱۳۴؛

(ہ) = "ھ"۔ ا، ۹۶؛

واقعہ (و) طوسی دیدِش میں علٰحدہ بیان نہیں کیا گیا بلکہ "د" میں شامل ہے۔ اِس کے ساتھ ہی اسکی ایک ذاتی رائے ا، ۹۷ میں درج ہے جسکے بجائے ایفورس نے واقعہ (و) رکھدیا اور جسمیں اسپارٹی واقعات اور ہیتوئماریدلیس کا بیان ہے؛

(ز) کو طوسی دیدِش بہت بعد میں بیان کرتا ہے یعنی ا، ۱۳۵-۱۳۸ میں؛

(ح) کی ترتیب دیودورس نے ا، ۹۸ اور ا، ۱۰۰ کے ذریعے سے دی ہے۔ اور ان واقعات کی سنویت کا طوسی دیدِش نے زیادہ لحاظ کیا ہے؛

(ط) = "ط"۔ ا، ۱۰۱-۱۰۳۔ مگر ۱۰۲ میں تسلسل ٹوٹ گیا ہے؛

واقعہ (ی) صرف دیودورس میں ہے اور اسکا بیان صرف اسلئے کیا گیا ہے کہ ۱۰۲ میں طوسی دیدِش میں محض آرگوس کا ذکر کر دیا تھا؛

(ک) = "ك"۔ ا، ۹۸، ۹۹، ۱۰۱؛ یہاں یہ عیاں ہے کہ دیودورس نے اِن واقعات کو انکے ابتدائی سالوں کے تحت نہیں رکھا۔ بلکہ انکے ترتیب کا طریقہ بالکل جداگانہ ہے؛

(ل) = "ل"۔ ا، ۱۰۴، ۱۰۹، ۱۱۰؛

(م) = "م"۔ ا، ۱۰۵؛

(ن) = "ن"۔ ا، ۱۰۵-۱۰۶؛

پس ظاہر ہے کہ دیودورس کی خواہ کوئی بھی سند ہو مگر وہ عموماً طوسی دیدِش کے

تسلسل واقعات کا تتبع کرتی ہے مگر سنویت کو نظر انداز کرکے واقعات کو انکے نفس مطلب کی بنا پر ہی ملانا کافی سمجھتی ہے۔ یہ بھی ظاہر ہے کہ کیمون کا ذکر کیوں سب سے پہلے ایسے بے تعلق فقرے میں ہے جو سنوی اعتبار سے بالکل بے میل ہے۔ دیودورس کو پہلے پئوسانیاس ارسطیدس اور تمسطاکلیس کا خاتمہ کرنا مقصود تھا۔ اور چونکہ تمسطاکلیس تماشا گاہ سیاسیات پر ۴۷۱ ق م سے پہلے نہیں آسکتا تھا اس لئے کہ اس سے قبل ہی پئوسانیاس کا خاتمہ ضروری تھا اور کیمون کو ۴۷۰ ق م تک انتظار کرنا پڑا۔ یہ کہا جاسکتا ہے کہ ۴۷۵ ق م سے ۴۷۱ ق م تک کے سال خالی رہ گئے۔ مگر دیودورس نے انہیں سسلی کی تاریخ کے واقعات بھر دئے۔ غالباً اس کے لئے تمائیس سے جو سنوی اعتبار سے زیادہ باوقعت مصنف ہے واقعات لئے گئے ہیں۔ مگر ان سنین میں ایتھنز میں بھی کچھ نہ کچھ ضرور ہوا ہوگا۔ ان تمام باتوں سے میرا وہ مفروضہ اور بھی زیادہ مستحکم ہوجاتا ہے کہ دیودورس نے واقعات ایفورس سے لئے جسنے انکی ترتیب محض تشابہ مطالب کے اعتبار سے وی تھی اور ہر ایک فصل کے شروع میں کم و بیش من مانی تاریخیں لکھ دیں۔

یہ سچ ہے کہ حال ہی میں انگر نے اپنی کتاب میں جس کا اوپر ذکر کیا جاچکا ہے دیودورس کی سنوی شہرت برقرار رکھنے کی کوشش کی ہے۔ انگر فرض کرلیتا ہے کہ دیودورس نے ان سنین کے اوائل کو بالکل چھوڑ دیا ہے جو ایفورس میں مذکور تھے اور اس طرح خود انگر کو بھی تسلیم کرلینا پڑتا ہے کہ دیودورس نے کئی کئی سال کی تاریخ ایک ہی سال میں جمع کردی۔ مگر اس کی یہ قطعی رائے ہے کہ مجموعۂ واقعات کے پہلے واقعے کا یہ سال ہے اسلئے دیودورس کی سنویت کسی قدر کار آمد ہے۔ مگر انگر کا کیمون کی سی اہم شخصیت کے حالات میں بالکل تتبع نہیں کیا جاتا۔ اور شاید ہی کوئی مورخ ہوگا جو اسکی اس رائے سے اتفاق کرتا ہو کہ آئی اون کی تسخیر ۴۷۰ ق م تک عمل میں نہیں آئی۔ خود انگر بھی بہت سی باتیں ماننے کیلئے طیار نہیں۔ مگر انکے متعلق اسکا ایک نہایت عجیب و غریب نظریہ ہے۔ اسنے دیکھا کہ دیودورس کسی خاص سال کے واقعات کو اس سال سے پہلے کے موسم خزاں سے شروع کرتا ہے۔ لہذا وہ اس نتیجے پر پہنچا ایفورس نے (جس کا دیودورس نے ضرور تتبع کیا) دراصل مقدونوی سنہ کو جو موسم خزاں سے شروع ہوتا تھا اپنے وقائع کی بنیاد قرار دیا۔ یہی خیال بیوسولٹ کا بھی ہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ دیودورس ان شرقی واقعات کا بیان جو ۴۸۰-۴۷۹ ق م میں پیش آئے ان حالات سے شروع کرتا ہے جو

۷۹-۸۰-۱۸۱ سنہ ق م ہوئے۔ مگر اسکا کوئی ثبوت نہیں کہ اسکی اصلی وجہ وہ تھی جو انگر نے فرض کرلی ہے خود انگر بھی تسلیم کرتا ہے کہ اس طریقے پر سال کو شروع کرنے کا متواتر عمل نہیں کیا گیا۔ اور جب ہم ان واقعات کی اصلیت پر غور کرتے ہیں جنھیں دیودورس نے اصل سال کے بعد بیان کیا ہے تو ہم ایک بالکل مختلف نتیجے پر پہنچتے ہیں۔ یہ واقعات اس قسم کے ہیں جنکا تعلق در اصل بحیثیت نفس مضمون اگلے سال سے ہے اور اسی لئے الیفورس نے انھیں آئندہ سال کے واقعات کے ساتھ رکھا ہے۔ مثلاً زرکسنر کی مہم ۴۸۰ سنہ ق م میں ہی بیان کرنی تھی دیودورس کو کیا ضرورت تھی کہ مہم کی طیاریوں کو جنھیں وہ خوب جانتا تھا کہ ۴۸۱ سنہ ق م میں کی گئی ہونگی اصل واقعے سے علحدہ کردے؟ اسطرح بہت سے واقعات جو نفس مضمون کے اعتبار سے کسی خاص مجموعی واقعات سے متعلق تھے نہایت آزادی کے ساتھ اصل سنہ سے ہٹاکر آئندہ کسی سال میں رکھ دئے گئے۔ یہ بات تیقن کے درجے کو پہنچ گئی ہے کہ الیفورس نے واقعات کو ان کے نفس مطلب کے اعتبار سے بیان کیا، درآنحالیکہ انگر کا خیال کہ انکی سنویت بھی درست ہے نہیں مانا جاسکتا۔ اگر اسے اس قسم کی صحت کا لحاظ ہوتا تو پھر اسکا طرز عمل کیا ہوتا؟ وہ غالباً زرکسنر کی پیش قدمی کے بیان میں یہ کہتا: "اب مقدونوی سال شروع ہوتا ہے، زرکسنر اپنی فوج کو جمع کرتا ہے۔ اسکے بعد موسم بہار شروع ہوتا ہے وغیرہ وغیرہ۔" اور اگر واقعات متوازی ہوتے (جیسے پوسانیاس اور ارسطیدس کے حالات) تو وہ غالباً مقدونوی سنہ کی ابتدا کا حال کئی مرتبہ کرتا اسلئے کہ مقدونوی سنہ ہر سال کے واقعات کے اختتام سے ذرا پہلے شروع ہوا کرتا تھا۔ میں اس معروضے کے ماننے کیلئے ہرگز تیار نہیں اور اس سے الیفورس کے لئے ایک ایسا طرز عمل اختراع کیا جاتا ہے جس سے وہ خود ہرگز واقف نہ تھا۔

اب ہم مختصراً دیودورس کی ۴۵۹ سنہ ق م سے ۴۳۹ سنہ ق م تک کی داستان بیان کرینگے (۱۱، ۷۹ سے ۱۲، ۲۸ تک):-

(س) ۱۱، ۷۹ = س۔ طوسی دیدِش ۱، ۱۰۷۔ اس میں اس امداد کا ذکر ہے جو اسپارٹیوں نے ۴۵۸ سنہ ق م میں دورِس کے باشندوں کو دی۔

(ع) ۱۱، ۸۰-۸۳ = ع۔ طوسی دیدِش ۱۰۷-۱۰۸۔ جنگ تناگرا و جنگ اوئینوفیتا ۴۵۷ سنہ ق م۔ (دیودورس کے بیان کیلئے دیکھو باب ۱۰۔ حاشیہ (۲))

(ف) ۱۱، ۸۳ = ص۔ طوسی دیدِش ۱، ۱۱۱۔ ایتھنز فارسالس کے خلاف

۴۵۷ ق م ؛

(ص) ۱۱/ ۸۴ - ف - تولمداس کی مہلت اور واقعہ گیتھیم ؛

(ق) ۱۱/ ۸۵ = ق - طوسی دیدش ا/ ۱۱۱ - فارقلیس - اوئینادائے ۴۵۵ ق م ؛ (اس کا ۱۱/ ۸۸ میں دوبارہ مع اضافوں کے ذکر ہے) ؛

(ر) ۱۱/ ۸۶ = ذ - طوسی دیدش ا/ ۱۱۲ - سپونڈئے ۴۵۴ ق م ؛ اسکے بعد سسلی کی تاریخ بیان کیگئی ہے ؛

(ش) - ۱۲/ ۳ - ۴ = ش - طوسی دیدش ا/ ۱۱۳ قبرس - کیمون ۴۴۹ اور ۴۵۰ ق م ؛

(ت) ۱۲/ ۴ صلحنامۂ کالیاس - طوسی دیدش میں نہیں ہے - اسکی بجائے اس نے اِسپارٹا کی محافظت دیکھی اور ایتھنز کی امداو فوکس کا ذکر کیا ہے اور ان واقعات کا حال دیودورس میں موجود نہیں ہے ؛ (طوسی دیدش ا/ ۱۱۲)

(ث) ۱۲/ ۵ = خ - طوسی دیدش ا/ ۱۱۴ - میگارا کی بغاوت ؛

(خ) ۱۲/ ۶ = ث - طوسی دیدش ا/ ۱۱۳ - کورونیا ۴۴۷ ق م ؛

(ذ) ۱۲/ ۷ = ذ - طوسی دیدش ا/ ۱۱۵ - سپونڈائے -

اطالوی لڑائیوں کے بعد جنکا اسکے بعد ذکر ہے دیودورس ۱۲/ ۲۷ - ۲۸ میں اور طوسی دیدش ا/ ۱۱۵ - ۱۱۷ میں ساموس کی جنگ کا بیان کرتا ہے - اسطرح دیودورس میں ہمکو پھر طوسی دیدش کے مطابق واقعات کا تسلسل ملتا ہے - مگر دیودورس نے اسمیں کچھ ردّوبدل کر دیا ہے جس سے واقعات پہلے سے بھی زیادہ تاریک ہو گئے ہیں بجائے "ص" "ق" کے (ف) اور (ص) ہے اور بجائے "خ" "ث" کے (ث) اور (خ) رکھدیا گیا ہے - اِس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایفورس کے پاس طوسی دیدش کے سوائے کچھ اور سند ہوگی جسکا ہمیں علم نہیں - اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ صرف دیودورس کے غلط مبحث کا نتیجہ ہو - مگر اس زمانے کے واقعات کے متعلق ایفورس طوسی دیدش کا اسقدر پیرو ہے کہ محض جگہہ پُر کرنے کی خاطر وہ ایسے فقرے کے بجائے جو طوسی دیدش میں ہو مگر اسنے نقل نہ کیا ہو کوئی اور واقعہ بیان کرنے میں خلط ملط نہیں کرتا - اسکی مثال کیلئے دیکھو (۹) - اگر ہم اسبات پر غور کریں کہ دیودورس نے اپنا فرض ۱۱/ ۸۰ - ۸۳ میں کیا بُری طرح ادا کیا ہے اور اسکی ردّوبدل کسقدر بے سود ہے تو ہمیں مجبوراً اس نتیجے پر پہنچنا پڑیگا کہ تفصیل کے لیئے دیودورس لغو محض ہے -

جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ جہاں کہیں دیو دورس نے طوسی دیدش سے زیادہ تفصیل کے ساتھ واقعات بیان کیئے ہیں وہاں دراصل وہ طوسی دیدش کے مجمل بیان کی محض تفسیر کر رہا ہے تو ہیں اس نظریئے کا مزید ثبوت مل جاتا ہے ۔ مثلاً ۱۱، ۲۹۔ ۳۰ بظاہر طوسی دیدش کے بیان منجہ ۱، ۹۰۔ ۹۲ کی پر از خرافات مبالغہ آمیز توسیع ہے اور ۱۱، ۴۱۔ ۴۳ طوسی دیدش کے بیان متعلق پرائی اُس و تعمیر شہر پناہ کے جسکا ۱، ۹۳ میں ذکر ہے خیالی اور میرے نزدیک محض لغو تکمیل ہے ؛

۱۱، ۵۴۔ ۵۵ میں ہمیں تمسطاکلیس کے دو باضابطہ مواخذوں کا پتہ لگتا ہے جو بظاہر بے بنیاد ہیں اور جنھیں اب کوئی قابل توجہ نہیں سمجھتا ۔ ۱۱، ، میں چند واقعات محض ایتھنزیوں کی طرفداری کیلئے گھڑلیئے گئے ہیں ۔ اُنگر بھی جسکا دل کبھی دیو دورس کے خلاف کوئی بات کہنا نہیں چاہتا اپنی کتاب کے دوسرے حصے کے صفحہ ۱۲۴ میں کسی اور اسناد کے وجود کو ثابت نہیں کر سکا ۔ اور جو الزامات اسنے طوسی دیدش (۲، ۱۲۰) کے خلاف عائد کیئے ہیں وہ بے بنیاد معلوم ہوتے ہیں ۔ صرف آخری جزو (۱۲، ۲۸) میں ایفورس واقعات سے آگاہ معلوم ہوتا ہے اور کارآمد ہے ؛

اب پلوٹارک کی قدر کا اندازہ کیجئے ۔ سب سے پہلے ہمیں یہ معلوم کرنا ہے کہ اسکے وقائع کے عام اوصاف کیا ہیں ۔ پلوٹارک کا مقصد یہ ہے کہ اسکی لکھی ہوئی سوانح عمریوں کے ذریعے سے لوگوں کی اخلاقی حالت درست ہوجائے ۔ اور اسکی یہ کوشش ہے کہ ہر ایک سوانحعمری ایک علٰحدہ ادبی حیثیت رکھے ۔ ہر سوانحعمری میں ایک خاص طریق زندگی کی تصویر کھینچی گئی ہے اور سوانحعمریوں کے متوازی ہونے سے یہ طریق صاف ظاہر ہوجاتا ہے ۔ تمسطاکلیس کا مقابلہ کاملس سے کیا گیا ہے اور اسے ملک کے آزادی دینے والوں کا جامہ پہنایا گیا ہے ۔ ارسطیدیس اور کیٹو دونوں ایماندار مدبّر ہیں ۔ نامور اور مالدار سپہ سالار کیمون کا موازنہ لوکولس سے کیا گیا ہے ۔ فارقلیس فیبیس ماکسمس کی طرح باریک بیں اور دوراندیش ہے ۔ نکیاس اور کراسّس دونوں امیر ہیں مگر سیاست میں اکثر کمزور ثابت ہوتے ہیں اور دونوں کا خاتمہ نہایت افسوسناک طرز پر ہوتا ہے ۔ الکبیادیس بگڑا ہوا خود رائے خودنما شخص ہے جسکی تدبیر اور اوصاف میں یک رنگی پائی جاتی ہے اور جسکے مقابلے کیلئے کوریولانس چنا گیا ہے ۔ اسی تخیل کی بنا پر پلوٹارک نے ان واقعات کا انتخاب کیا ہے جنھیں وہ ضبط تحریر میں لانا چاہتا ہے اور اسی سے اسکا طرز بیان معلوم ہوتا ہے ۔ صرف بعض بعض جگہ مثلاً

فارِقلیس کے حالات میں اسکے نظریوں کا بطلان ہوجاتا ہے ۔ تمسٹا کلیس کے لئے ا'باؤئرڈ
تنقید ماخذ ہائے سوانحعمری تمسٹا کلیس" (لائپزگ ۱۸۸۴ء) دیکھنی چاہیئے ۔ کیمون
اور فارِقلیس کیلئے مفصلۂ ذیل کتابیں اچھی ہیں :-

(۱) ریول "پلوٹارک کی سوانحعمری کیمون کے ماخذ" ماربرگ ۱۸۶۸ء ؛

(۲) پلوٹارک کی سوانحعمری فارقلیس کے ماخذ ؛

(۳) ساؤپے کا مضمون گیوٹنگن کے انجمن علمیہ کے رسالے میں ۔ ۱۸۶۷ء ؛

بہتر ہوگا کہ ہم ارسطیدش، کیمون اور فارِقلیس کی سوانحعمریوں کی تنقید کریں ۔ تمسٹا کلیس کے لئے باؤئر کی تصنیف کا حوالہ کافی ہے ؛

پلوٹارک ارسطیدش کی سوانحعمری اسکی غربت کے بیان سے شروع کرتا ہے (باب ۱) اسکے بعد وہ اسکا تمسٹا کلیس سے مقابلہ کرتا ہے اور اسکے مقابلے میں وہ اس کی خوبیوں کو ویسا ہی نمایاں کرتا ہے جیسا کہ یہ نمایش اسکے ہر واقعۂ زندگی میں پائی جاتی ہے (باب ۲-۵) ۔ مارا تھون میں وہ پہلا شخص تھا جسنے سپہ سالاری کے معاملے میں سرخم کرنا پسند کیا ۔ (ہیروڈوٹس میں اس واقعے کا ذکر نہیں) ۔ جنگ سلامس میں بھی یہی ہوا (باب ۶-۷-۸-۹) ۔ دسویں باب میں اس کلفت کا ذکر ہے جو مہرنوش کی واپسی سے پہلے ایتھنزیوں کو ہوئی ۔ یہاں پھر ارسطیدش کا تعارف کیا گیا ہے اور جو درد انگیز جواب ایتھنز نے اسپارٹیوں کو دیا اسکی تحریک بلاشبہ خلاف واقعہ ارسطیدش ہی کی طرف منسوب کی گئی ہے (یہ بھی ہیروڈوٹس میں نہیں پایا جاتا) ۔ اس جواب کے دو حصے کیئے گئے ہیں، اور ہیروڈوٹس کی تحریر کے خلاف ارسطیدش بطور ایک ایلچی کے سامنے آتا ہے ۔ پلاٹیہ کی لڑائی کے بیان میں بھی ارسطیدش کی ہی عظمت مفصلۂ ذیل طرز پر نمایاں کی گئی ہے :-

باب ۱۱ ۔ ارسطیدش کے سامنے پیشینگوئیاں کی جاتی ہیں ؛

باب ۱۲ ۔ تگیا اور ایتھنز کے درمیان تنازعات جنکا تصفیہ ارسطیدش نہایت خوبی سے کرتا ہے ؛

باب ۱۳ ۔ پلاٹیہ کی سازش کا ارسطیدش خاتمہ کر دیتا ہے ؛

باب ۱۴ ۔ جنگ میں ارسطیدش فتح پاتا ہے ؛

باب ۱۵ - سکندر نمودار ہو کر ارسطیدیس کو طلب کرتا ہے ۔
باب ۱۶ - فوج کے دستوں میں تبدیلیاں اور ارسطیدیس کی شرافت ۔
باب ۱۷ - ۱۹ - جنگ - ارسطیدیس دوبارہ اپنی شرافت کی مثال دیتا ہے ۔
باب ۲۰ - ۲۱ - بیوطیہ کی تاریخ اور ارسطیدیس کی شرافت کی مزید تصدیق - ارسطیدیس کی ایمانداری اخیر وقت تک قائم رہتی ہے ۔ (باب ۲۲) ۔
باب ۲۱ - ارسطیدیس کی موت ۔

چونکہ تمام سوانحعمری میں ارسطیدیس کی ہی عظمت کا راگ گایا گیا ہے اسلیئے ان تفصیلات میں جنکا ہیروڈوٹس میں وجود نہیں شبہ کرنے کی ضرور گنجائش ہے - ممکن ہے کہ امتداد زمانہ سے روایات ہی تاریخ کا جزو بن گئی ہوں اور ادومی نیس جو غالباً بیشتر حصّے کے لیئے پلوٹارک کی سند تھا کسی صورت سے قابل وثوق نہیں ہے - باب ۱۱ میں جس کاہن کا ذکر ہے اس کے متعلق ڈنکر (۷، ۳۴۹) کی رائے ہے کہ اسکا بعد میں اختراع عمل میں آیا - دراصل یہ اختراع پلاٹیہ کے متعلق کیا گیا تھا اور ڈنکر کا خیال کہ اسکا تعلق ڈیلفی سے تھا بالکل غلط ہے - اور پلاٹیہ نے ہی اپنی اراضی کا ایک جزو تحفتاً ایتھنز کو دیدیا تھا (مگر یہ استدلال بھی سکندر اعظم کے محض ایک جلسے سے کیا گیا ہے (باب ۱۱) - تنامی نیس کے کاہن اور ماسیٹیس کا قصہ دونوں غلط موقع پر بیان کیئے گئے ہیں - سازش پلاٹیہ کا ذکر (باب ۱۳) قطعی خلاف قیاس ہے - باب ۱۶ میں پلوٹارک محض ارسطیدیس کی عظمت دوبالا کرنے کیلئے بہت سی مشکلات پیدا کرتا ہے - باب ۱۹ میں ہیروڈوٹس کے متعلق غلط بیانی سے کام لیا گیا ہے اور اسمیں میگارا اور فلیس کا بھی تذکرہ موجود ہے - باب ۲۱ میں جس تجویز عوام کا بیان ہے اس کو خود ڈنکر نے رد کردیا (۷، ۳۵۶) یہ یاد رکھنے کے قابل ہے کہ پچیسویں باب میں ارسطیدیس اپنی ایمانداری کی شہرت سے ایتھنز کو فائدہ پہنچانا چاہتا ہے خواہ اسکا طریقہ خلاف قانون ہی کیوں نہ ہو - غالباً ارسطیدیس کو لیگ کا خزانہ ایتھنز منتقل کرنے سے کوئی سروکار نہ تھا (باب ۲۵) آخر الامر ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ جو واقعات ایسے ہیں کہ پلوٹارک تو بیان کرتا ہے مگر ہیروڈوٹس انکا ذکر نہیں کرتا وہ یا تو بدیہی ہیں اور ارسطیدیس کی کوئی خاص قابلیت نہیں ظاہر ہوئی ورنہ ناممکن ہیں - اور جہاں کہیں پلوٹارک کی سوانحعمری ارسطیدیس کی ہیروڈوٹس سے مطابقت نہیں وہ قطعی بیکار ہے ۔

اب کیمون کی سوانحعمری لیجئے۔ پہلے تین بابوں کی طویل تمہید کے بعد جسمیں پلوٹارک نے اسکی جائے پیدائش کی مفصل تاریخ لکھی ہے، وہ کیمون کے عادات واوصاف کا بیان کرتا ہے۔ اسکے بعد وہ اسکی فوجی خدمت کا ذکر کرکے چھٹے باب میں پوسانیاس کی بابت ایک لطیفہ بیان کرتا ہے اور ساتویں باب میں ایون کی تسخیر کی تفصیل بتاتا ہے جو دراصل چھٹے باب کے واقعات سے پیشتر ہی ہوچکی تھی۔ آٹھویں باب میں تھے سیس کی ہڈیوں کا ایتھنز منتقل ہونے کا بیان ہے۔ نویں باب میں سستوس اور بائی زنطہ کے مال غنیمت کی تقسیم کی بابت ایک لطیفہ درج ہے جسمیں کیمون اپنی دقیقہ سنجی کا بین ثبوت دیتا ہے۔ دسویں باب میں پلوٹارک کیمون کی سیرچشمی اور ہردلعزیزی کا ذکر کرتا ہے اور گیارھواں باب دراصل اسکے حلیفوں پر حکومت کرنے کی طرز پر گویا ایک تبصرہ ہے۔ بارھویں باب میں وہ یکایک جنگ ایران کا بیان کرنے لگتا ہے اور یوریمیدون کی جنگ کا بیان کرکے (باب ۱۲ - ۱۳) باب ۱۴ میں ہیلیسپونٹ اور تھاسوس کے واقعات کا ذکر کرتا ہے اور باب ۱۵ میں بتاتا ہے کہ ایتھنزیوں نے کیمون کو بالائے طاق رکھکر ایفیالتیس اور فارقلیس کو بطور اپنے رہنماؤں کے چن لیا تھا۔ کیمون لقونیہ کا ہمدرد تھا اور اسنے دو مرتبہ اسپارٹیوں کو مسینیہ کے خلاف مدد دی (باب ۱۶ و ۱۷)۔ آخرکار اسکا اخراج عمل میں آتا ہے مگر پھر بلالیا جاتا ہے۔ (باب ۱۸) اور ایتھنز اور اسپارٹا میں سمجھوتہ کراکر ایران کے خلاف ایتھنزیوں کی رہنمائی کرتا ہے۔ اسکی موت کے بعد یونانیوں کا ایران کے خلاف جوش بالکل ٹھنڈا ہو جاتا ہے (باب ۱۹) اور اگلی سیلیوس کے کارنامے اسکے سامنے ہیچ ہیں۔

اس سوانحعمری میں دو بڑی سنوی غلطیاں ہیں۔ تیرھویں باب میں پلوٹارک نے نام نہاد صلح کیمون کو یوریمیدون کی جنگ کے بعد رکھا ہے مگر اس صلح کے بعد بھی جنگ کی تواریخ برابر جاری رہتی ہیں۔ دوسری غلطی یہ ہے کہ چونکہ پلوٹارک نے تمسطاکلیس کی سوانحعمری (باب ۳۱) میں ایک غلط واقعے کا اندراج کردیا تھا اسوجہ سے باب ۱۸ میں وہ اسکی موت کیلئے ۴۴۹ ق م تجویز کرنے پر مجبور رہا۔ ان وجوہ کی بنا پر اور بھی جو تاریخیں پلوٹارک نے کیمون کی سوانحعمری میں درج کی ہیں انھیں یونہی مان لینا نہ چاہئے۔ یہ غلط ہے کہ سستوس اور بائی زنطہ کی تسخیر ایک ساتھ عمل میں آئی (باب ۹) اور یہ کہ یوریمیدون کی جنگ کے بعد ایرانیوں کے ۱۳ جہاز ہیلیسپونٹ میں موجود تھے۔ کیمون کی

سوانحعمری در اصل اسکی عمر کے واقعات پر گویا ایک تبصرہ ہے اور سنوی اعتبار سے بالکل بیکار ہے۔
عام طور پر ریئول کا یہ خیال تسلیم کیا جاتا ہے کہ کیمون کی سوانحعمری کیلئے پلوٹارک نے
تھیوپومپس سے مدد لی ہوگی جن سے اپنی "تاریخ فیلقوسی" کے دسویں مقالے میں
ایتھنز کی رہنمایاں عوام کے کارنامے بیان کئے ہیں اور اسی لئے اس کتاب کا نام "سرانبوہوں
کے کارنامے" پڑگیا ہے۔ اسلئے اگر ہم یہ فرض کریں کہ پلوٹارک نے تھیوپومپس کی
مدلل طرز اختیار کی تھی تو ہمیں اس نتیجے پر پہنچنا پڑیگا کہ پلوٹارک کی تصنیف تسلسل واقعات کے
لحاظ سے کوئی سند نہیں ہے۔ اور چونکہ تھیوپومپس عمومیت کا مخالف تھا اسلئے پلوٹارک
کی رائے جو اسنے بڑے بڑے ایتھنز کی مدبروں مثلاً تھسطاکلیس ارسطیدش
کیمون اور فارقلیس کے اصول فرقہ بندی کے متعلق ظاہر کی ہے اسے ہم بلا کافی تحقیقات
کے ماننے کیلئے طیار نہیں ہیں۔ تھسطاکلیس ارسطیدش اور فارقلیس کے متعلق یہ اور
بھی زیادہ وثوق کے ساتھ کہا جاسکتا ہے اسی لئے یہی اصول کتاب ہذا میں پیش نظر رکھا گیا
ہے۔ اسوقت تک تھیوپومپس کے غلط خیالات کو آنکھ بند کرکے منظور کرلیا جاتا تھا۔ اسکے
برعکس کیمون کے وہ حالات جو ایون اور استیمبروش سے اخذ کیئے گئے ہیں اور
بعض دیگر خاص خاص قصے ضرور قابل لحاظ ہیں۔

پانچویں صدی ق م کے متعلق پلوٹارک کی سب سے اہم سوانحعمری "حیات فارقلیس"
ہے۔ اسمیں تاریخی مواد مفصلۂ ذیل طریقے سے ترتیب دیا گیا ہے:۔

باب ۱ و ۲ ۔ تمہید۔
باب ۳ ۔ فارقلیس کا حلیہ۔
باب ۴ ۔ علوم و فنون کی تعلیم۔
باب ۵ ۔ فلسفہ کی تعلیم اور اسکا اثر فارقلیس کے اوصاف اور اسکے طرز خطابت پر۔
باب ۶ ۔ فارقلیس کی صفائی قلب۔
باب ۷ ۔ میدان سیاسیات میں آمد۔
باب ۸ ۔ فارقلیس کی سنجیدگی۔ کیمون کی مخالفت کی وجہ سے وہ انتہائی عمومیت پسند بن جاتا ہے۔
باب ۹ ۔ اریوپاگس کی مخالفت۔

باب ۳۷ ۔ فارقلیس دوبارہ لوگوں کی نظر میں بڑھ جاتا ہے ؛

باب ۳۸ ۔ فارقلیس کی بیماری اور موت ؛

باب ۳۹ ۔ فارقلیس کی طرز زندگی پر پلوٹارک کی رائے ؛

یہ سوانحعمری **پلوٹارک** نے مفصلۂ ذیل اصول پر ترتیب دی ہے :۔

(۱) تمہید ۔ باب ۱ و ۲ ؛

(۲) فارقلیس کے اوصاف ۔ باب ۳ و ۶ ؛

(۳) فارقلیس ایک سیاست داں مدبر کی حیثیت سے ۔ باب ۷ سے باب ۱۷ تک ؛

(۴) فارقلیس ایک سپہ سالار کی حیثیت سے ۔ باب ۱۸ سے باب ۲۸ تک ؛

(۵) جنگ پیلو پو نیز ۔ باب ۲۹ سے باب ۳۸ تک ؛

(۶) پلوٹارک کی رائے ۔ باب ۳۹ ؛

اس تالیف میں نفس مضامین کے بیان کا لحاظ سنویت سے زیادہ کیا گیا ہے اور علیحدہ علیحدہ سرخیوں کے تحت میں بھی محض سنین کو اتنی اہمیت نہیں دی گئی ۔ مثلاً **طوسی دیدش** کے اخراج کا تذکرہ چودھویں باب میں ہے مگر باب ۱۲ و ۱۳ و ۱۴ میں بہت سے ایسے واقعات بیان کیئے گیئے ہیں جو دراصل اس اخراج کے بعد پیش آئے ؛ حسب تصریح متذکرۂ بالا باب ۱۸ و ۱۹ و ۲۱ کی ترتیب بھی سنویت کے اعتبار سے نہیں دی گئی ۔ واقعات کا اعادہ اس جگہ کیا گیا ہے جہاں **فارقلیس** کے اوصاف بتانے کی ضرورت پڑی ہے ۔ مگر ایک حیثیت سے مکمل "حیات" کی تقسیم تسلسل واقعات کے اعتبار سے بھی صحیح ہے اسلئے کہ **فارقلیس** مدبر پہلے ہی تھا ۔ اسکے بعد سپہ سالار بنا ؛

یہ سوانحعمری نہایت اہم ہے ۔ تفصیل کیلئے مفصلۂ ذیل حوالے کافی ہیں :۔

باب ۱۱-۱۳ ۔ نوآبادیاں اور امور عامہ ؛

باب ۱۷ ۔ یونانیوں میں اتحاد پیدا کرنے کی کوشش ؛

باب ۱۹ و ۲۰ ۔ خرسونیز اور افتین کا سفر ؛

مگر یہاں تفصیلی اقتباسات دینے کی گنجایش نہیں اسلئے کہ کتاب عمدہ تاریخی مواد سے بھری ہوئی ہے اور اسکا طرز بیان بھی اعلیٰ درجے کا ہے اور قدیم کتب تاریخی میں **فارقلیس** کی سوانحعمری کا پایہ نہایت بلند ہے ۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ **پلوٹارک** کو اتنا کار آمد مواد

کہاں سے مِل گیا؟ ہم سے کہا جاتا ہے کہ پلوٹارک نے ستسیمبروٹس (بیوسولٹ ۲، ۴۴۶) فلوخورس (بیوسولٹ ۲، ۵۵۸) اور تھیوپومپس سے مدد لی ہوگی (دیکھو بیوسولٹ ۲، ۴۳۶، ۳۰) - یہ ناقابل قیاس ہے کہ شمٹ کے خیال کے مطابق اتنا تاریخی مواد ستسیمبروٹس سے لیا گیا ہو - امورِ عامّہ کے متعلق حوالے یا تو فلوخورس سے لئے گئے ہونگے ورنہ کراتیرس کے سترھویں باب سے (بیوسولٹ ۲، ۵۵۸) - یہ زیادہ قرین قیاس ہے کہ پلوٹارک نے بجائے صحیح واقعات کے تھیوپومپس سے غلط بیانیاں اخذ کی ہوں - ہمیں فارقلیس کے سیاسی خیالات کی تبدیلیوں کو باور کرنے کی کوئی ضرورت نہیں معلوم ہوتی (باب ۹ - ۱۱) - بہرکیف فارقلیس کی سوانحعمری کے ماخذوں پر غور کرنے سے ہم ضرور اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ پلوٹارک نے عمدہ اسناد کو استعمال کیا ہوگا - غرض یہ ہے کہ اسکی "حیات کیمون" تو کیمون پر محض ایک مضمون کی حیثیت رکھتی ہے' اسکی "حیات فارقلیس" حقیقی معنوں میں ایک سوانحعمری ہے؛ غالباً جن اسناد کو پلوٹارک کام میں لاسکا انکی نوعیت کا یہ نتیجہ معلوم ہوتا ہے کہ اسکی "حیات ارسطیدس" میں بہت ہی کم کارآمد مواد ہے' اسکی "سوانحعمری کیمون" غلط گوئیوں سے پُر ہے اور اسکا "تذکرہ فارقلیس" معلومات سے لبریز ایک اعلیٰ پائے کی تصنیف ہے - اسکا سبب یہ معلوم ہوتا ہے کہ دور فارقلیس کیلئے ایک عمدہ ذخیرۂ اسناد موجود تھا - مگر یہ ضروری نہیں کہ یہ اسناد کتابیں ہی ہوں - جب ارسطیدس کا ستارہ معراج کمال پر تھا تو ایتھنز میں بہت کم امور ضبط تحریر میں آتے تھے - کیمون کے زمانے میں تحریر کا رواج بڑھا اور دور فارقلیس میں ہر بات لکھی جانے لگی - ایون اور ستسیمبروٹس نے اپنی تصانیف عہد فارقلیس تک ترتیب نہیں دیں - بدیں وجوہ فارقلیس کے متعلق گویا ایک روایت قائم ہوگئی جسمیں ضرور ہے کہ بہت سی کارآمد باتیں بھی ہونگی - اور چونکہ فارقلیس کا پایہ تاریخ تمدن میں بہت بلند ہے اسلئے یہ روایت محرران اٹکا ضرور زمانۂ آئندہ کیلئے چھوڑ گئے ہونگے؛ بیوسولٹ نے ۲، ۵۶۵ میں اندوکیدیس کے حالات "خمسینی" کو ناقابل وثوق قرار دیا ہے - اسوجہ سے ہم اس دور کے اسناد کو تین شقوں میں تقسیم کرتے ہیں؛

(۱) ۵۰۰ قم سے ۴۷۹ قم تک کیلئے اسناد سوائے طوسی دیدیس کے نہایت کمیاب ہیں؛ مصنفین مابعد صرف کیمون کے حالات پر قناعت کرتے ہیں؛

(۲) ۴۵۹ ق م سے ۴۴۲ ق م تک کیلئے دیگر نوشتے ضرور موجود ہونگے جنھیں ایفورس (یا دیودورس؟) نے ایسا بری طرح استعمال کیا مگر پلوٹارک نے اپنی "حیات فارقلیس" میں انکی اچھی ترتیب دی ہے

(۳) فارقلیس کی حکومت اور جنگ پیلوپونیز کے اسباب طوسی دیدیش اور پلوٹارک سے معلوم ہوتے ہیں اور انکے ماسوا دیودورس بھی ان پر روشنی ڈالتا ہے ہ

ہیوسولٹ (۲، ۶۰، ۴، ۲۷، ۴، ۴۵) اس زمانے کے متعلق جو نوشتے موجود ہیں انکا ملخص دیتا ہے۔ ان نوشتوں کی مفصلہ ذیل تقسیم کیجا سکتی ہے:۔

(۱) ایتھنز کی نقصانات جنگ کی فہرست۔ "مجموعہ نوشتہائے اٹیکا" ۱، ۴۳۲ (جنگ تھاسوس) و ۴۳۳ (قبیلہ آیر یخ تھئیس) ہے

(۲) ایتھنز کی مالیہ کے متعلق نہایت اہم نوشتے: اتھینا دیوی کا خراج۔ "مجموعہ نوشتہائے اٹیکا" ۱، ۲۲۶ - ۲۷۲ - ان رقومات سے جو جنگ ساموس کیلئے قرض لی گئی تھیں اتھینا دیوی کے خازن کی نہائی۔ "مجموعہ نوشتہائے اٹیکا" - ۱، ۱۷۷ - دیگر دیوتاؤں کے خازنوں کے حسابات مجموعہ نوشتہائے اٹیکا ۱، ۳۲ - حسابات تعمیرات۔

(۳) ایتھنز، ایتھنزیوں اور انکے حلفا اور نوآبادیوں کے درمیان مراسلات و عوام کی تجویز بنا بر ایریتھرائے۔ "مجموعہ نوشتہائے اٹیکا" ۹ - ۱۱ - کولوفون۔ ایضاً ۱۳ - ملطیہ ۴، ۲۲ - بریا - "مجموعہ نوشتہائے اٹیکا" ۱، ۳۱ - یوبیا کی دوبارہ تسخیر کے بعد جو اولمپیا ۸۳، ۳ میں ہوئی خالکدیسی "مجموعہ نوشتہائے اٹیکا" ۴، ۲۷ (الف)۔ ہستیایا - "مجموعہ نوشتہائے اٹیکا" ۱، ۳۰ - ایتھنز کے تعلقات فوکس وا دیکھتا۔ "مجموعہ نوشتہائے اٹیکا" - ۴، ۲۲ (ب) - تجویز عوام متعلق ایلیوسس - ڈیستبرگر ۱۳ - اولیپیا میں لکھے دیمونیوں کا چڑھاوا - "نوشتہائے یونان قدیم" ۵، ۱۲۶۷ - ہ

آٹھواں باب

ایتھنز باتحتی کیمون اور جنگ دریائے یوریمیدون کا بیان

ایتھنزی لیگ کا سپہ سالار کیمون تھا جو ملتیادیس اور ہیگے سیپی لے کا بیٹا تھا۔ اسکی بہن ایلپی نکے کالیاس کی بیوی تھی جو ایتھنز کا ایک دولتمند شہری تھا۔ اور خود کیمون اسی رشتے کیوجہ سے وہ جرمانہ ادا کرنے کے قابل ہوگیا تھا جو اسکے باپ پر مہم پاروس کی ناکامی کیوجہ سے عاید ہوا تھا[1] اسنے سلامس کی لڑائی سے پہلے تمسطاکلیس کا ساتھ دیکر خود کو دور اندیش اور محب وطن ثابت کردیا تھا۔ اسکی یہ روش اسلئے اور بھی قابل تعریف تھی کہ اسکے باپ نے بڑی جنگ میں فتح پائی تھی اور خود تمسطاکلیس کا مدمقابل تھا۔ جب اسپارٹی ایشیائی یونانیوں کی رہنمائی کررہے تھے تو وہ ارسطیدیش کے ساتھ سپہ سالاری کے معزز عہدے پر ممتاز ہوا تھا، اور جب اسپارٹیوں نے جنگ سے علیحدگی اختیار کرلی تو وہ ایتھنزیوں اور اسکے حلیفوں کے افواج کا تنہا سپہ سالار ہوگیا؛

نئے سپہ سالار کی پہلی ہی مہم میں تھریس کا شہر ایون ۴۷۶ ق م میں فتح ہوگیا عجیب بات ہے کہ گو یہ شہر اسقدر بجانب مغرب واقع تھا، ایران کے تقریباً تمام ساحلی مقبوضات نکل چکے تھے، اور یورپ کے ان حصوں پر جو ایشیا کے قریب بھی تھے ایران اب قابض بھی نہ تھا تاہم ایون برابر ایران کا وفادار چلا آتا تھا۔ ایون کا ایرانی سپہ سالار بوگیس تھا اور جب اسے

[1] اب یہ باور کیا جاتا ہے کہ یہ کالیاس (پلوٹارک "کیمون" ۴ - نیپوس "کیمون" ۱ اور اسی طرح داوخس ("مشعلچی مجاور") دراصل ایک ہی شخص تھے۔ نیپوس کا قول ہے کہ کالیاس اتنا صحیح النسب نہ تھا جتنا مالدار تھا مگر نیپوس کی کوئی سند نہیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ داوخس کالیاس کے علاوہ ایک اور مالدار کالیاس ایتھنز میں ہو جسنے اپنی دولت بھی شخص مذکور کی طرح سونے اور چاندی کے کانوں سے پیدا کی ہوگی کہ اسکو "لاکوپلوتوس" کا لقب دیا گیا ہے جس کے معنی "امیر معدنیات" کے ہیں؛

معلوم ہوا کہ شہر عنقریب مسخر ہونے کو ہے تو اسنے خود کو جلا کر خودکشی کرلی۔ کیمون نے اس فتح کی یادگار میں ہرمے کے تخانے میں جو ایتھنز کے بازار میں واقع تھا اس دیوتا کے تین مجسمے مع کتبوں کے نصب کیئے۔ خیال کیا جاتا ہے کہ ایون کی تسخیر میں کیمون کے ہاتھ بہت مال غنیمت لگا ہوگا۔ ۴۷۶ق م کے اولمپی کھیلوں کے موقع پر لوگ کیمون کی طرف اتنے ہی متوجہ ہوگئے جتنے وہ چار سال قبل مسٹاکلیس کی طرف تھے۔ اس سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ کیمون میں یہ قابلیت موجود تھی کہ وہ لوگوں کا میلان اپنی جانب کرے۔ طرفہ یہ ہے کہ دنیائے یونان کے لئے اسنے مسٹاکلیس سے عشر عشیر بھی کام نہیں کیا تھا اور اسکی ہر دلعزیزی کا اصلی راز اسکی شخصیت، اسکا شریفانہ مزاج، اسکا خلق، اسکی سخاوت اور دریا دلی تھی۔ اسکے پاس دولت ایک تو ایون کے مال غنیمت سے حاصل ہوئی تھی اور دوسرے اسنے کلش تھنیس کے بھائی کی پوتی ایسودیکی کے ساتھ شادی کی تھی اور اسکے جہیز میں ایک رقم خطیر اسے ملی تھی۔ اس رشتے سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ وہ شہر کے سب سے ذی اقتدار خاندان سے ملکر ریاست پر حکومت کرنے کا متمنی تھا۔ مسٹاکلیس کے برعکس وہ یہ چاہتا تھا کہ اسپارٹا کے ساتھ ایک دیرپا معاہدہ قائم ہوجائے۔ اسنے اپنے ایک بیٹے کا نام ایلیس اور دوسرے کا نام لاکے ڈیموس رکھا جس سے اسپارٹی مسٹاکلیس کی لڑکیوں کے ناموں سے بھی زیادہ خوش ہوگئے۔ اسپارٹیوں نے اسے ایتھنز میں اپنا پروکسی نوس یا سفیر مقرر کیا۔ جس دور کا ہم ذکر کررہے ہیں اس میں یہ ممکن تھا کہ ایک ریاست کے ہمدرد دوسری ریاست کے شہری ہوں اور پروکسینوس کا عہدہ کسی شخص کو اسلئے دیا جاتا تھا کہ وہ اپنے شہر میں دوسرے شہر کے باشندوں کا خیرگیر ال رہے۔ یہ بھی یاد رکھنا ضروری ہے کہ پروکسینوس کی حیثیت آج کل کے سیاسی ایجنٹ

۲ پلوٹارک، "کیمون" ۷ - بیوسولٹ ۲، ۳۶۲ - دیو (۸، ۱۴۲) فرض کرلیتا ہے کہ ستوس کیطرح ایون کی تسخیر بھی دوبارہ ہی عمل میں آئی تھی۔ یہ نظریہ اسلئے غلط ہے کہ نہ تو دیودورس سے اس قسم کی کوئی بات اخذ کی جاسکتی ہے اور نہ تسلسل سنین کیلئے پلوٹارک کوئی سند ہے۔ اسکے ساتھ ہی بیوسولٹ ۲، ۸، ۳ دیکھنا چاہئے۔ دوریسکس زمانہ دراز تک ایرانی رہا (ہیروڈوٹس ۷، ۱۰۶) ۴۶۵ق م میں جب فائیدون آرخن تھا اسوقت دریائے استریمون پر ایک نوآبادی قائم کرنے کی کوشش کی تھی۔

کی سی نہیں تھی ؎[3]

کیمون اور ایتھنزیوں کے آئندہ چند سال کی جانبازیوں کا ہمکو بہت کم علم ہے۔ اغلب ہے کہ اسی زمانے میں پَوسانیاس دوسری مرتبہ بائی زنطہ گیا ہو اور اسکے اخراج میں خود کیمون نے معتدبہ حصہ لیا ہو۔ ہمکو یہ بھی معلوم نہیں کہ اس واقعے سے متاثر ہوکر میلیشیونٹ کے کسی اور شہر نے بغاوت کی یا نہیں۔ غالبًا ان حصص میں کیمون متواتر اپنی افواج کے ساتھ برسرپیکار رہا ہوگا اور بہت سامال غنیمت اسکے ہاتھ لگا، مگر ان مہمات کی تفصیل سے ہمیں قطعی واقفیت نہیں ہے۔ ایک اور کارنامے نے ایتھنزیوں کے قومی جوش کو حرکت دیکر اسکی شہرت کو دوبالا کر دیا۔ جب ایتھنز میں وبا پھیلی ہوئی تھی تو ایک کاہن نے ایتھنزیوں کو صلاح دی کہ وبا کا دفعیہ اسطرح ہوسکتا ہے کہ تھیسیس کی ہڈیاں (جو جزیرہ سکیروس میں مرا تھا) شہر میں ہی لاکر دفن کیجائیں جیسے اس سے پیشتر اوریستیس کی ہڈیاں اسپارٹا میں دفن کی گئی تھیں۔ اسی زمانے میں یہ واقعہ پیش آیا کہ "مجلس ہمسایگاں" نے دولوپی قزاقوں کو مجبور کیا تھا کہ وہ ایک جرم کے عوض تاوان ادا کریں۔ ابتدا میں تو وہ اس جرمانے کو ماننے کیلئے طیار ہوگئے مگر پھر دولوپیوں نے تاوان ادا کرنے سے انکار کر دیا اور کہا کہ صرف وہی افراد اسے ادا کریں جن سے جرم سرزد ہوا ہو۔ اس پر قزاقوں نے ایتھنز سے مرافعہ کیا۔ مملکت کی جانب سے کیمون نے دست اندازی کی اور آخرکار نہ صرف سکی روس کے تمام باشندوں کو تاوان ادا کرنے پر مجبور کیا بلکہ تمام قوم غلام بنالی گئی اور جزیرہ سکیروس پر ایتھنز نے قبضہ کر لیا۔ اسی دوران میں لوگوں نے ایک عقاب کو دیکھا کہ اپنے پنجوں سے ایک ہی جگہ متواتر کُھرچ رہا ہے۔ جب عقاب اڑ گیا تو وہ جگہ کھودنے پر ایک عظیم الجثہ انسان کا ڈھانچہ برآمد ہوا جسے ایتھنزیوں نے فورًا اسی تھیسیس کی ہڈیاں قرار دیا جسے ایتھنز میں دفن کرنے کی انکو ہدایت کی گئی تھی۔ اس ڈھانچے کو لوگ نہایت حشم وخدم سے ایتھنز لے آئے اور وہیں وہ دفن کردیا گیا ؎

قیاس کیا جاتا ہے کہ اسی زمانے میں کیمون نے یونانی ناٹک کے مستقبل پر ایک خاص اثر ڈالا۔

---

[3] چونکہ آجکل قدیم تمثیلات پر فخر کرنا اور انکا تتبع کرنا اچھا سمجھا جاتا ہے اسلئے یونانی پرکسینوس (غیرملکیوں کا محافظ) اور آجکل کے قونصل میں امتیاز نہیں کیا جاتا۔ اسکے متعلق مکمل تحقیقات کو پ' مونسو نے اپنی کتاب "یونانی پروکسینوسیاں" (پیرس سنہ ۱۸۸۶ء) میں جمع کردی ہے ؎

ناٹک کیلئے جو انعام مقرر تھا اسکے مقابلے میں دو شخصوں نے اپنے نام کا اندراج کرایا۔ ایک سوفوکلیس نے جو بالکل نوآموز تھا اور اس سے پیشتر کبھی اس قسم کے مقابلے میں شریک نہ ہوا تھا اور دوسرے ائس خلیس نے جسکی شہرت مسلمہ ہو چکی تھی۔ جسوقت آرخن اپسے فیون حاضرین میں سے ممتحن نامزد کرنے والا ہی تھا کیمون دوسرے سپہ سالاروں کے ساتھ تھیٹر میں حسب دستور ڈیونیسس کیلئے قربانی کرنے کیواسطے داخل ہوا۔ انکے آتے ہی آرخن نے باآواز بلند یہ کہکر کہ یہی دس سپہ سالار جو دس قبیلوں کے قائم مقام ہیں ممتحن مقرر ہونے چاہئیں۔ آخر کار سوفوکلیس کو انعام مل گیا جس سے ائس خلیس کو اسقدر رنج ہوا کہ وہ ایتھنز چھوڑکر سسلی چلا گیا۔ اس قصے کو بہت سے مورخ ماننے کیلئے طیار ہیں مگر ہمیں اسیں شبہ ہے کہ آیا کیمون سکیروس سے واپس بھی آگیا تھا یا نہیں[4]

اس واقعے کے کچھ عرصے کے بعد کسی وجہ سے کارِسٹس ایتھنز کے خلاف ہو گیا اور ایتھنز کا ساتھ دینے سے انکار کر دیا۔ بالآخر وہ اتحاد پر مجبور کیا گیا اور اسطرح اس جبری طرز عمل کا آغاز ہوا جو ایتھنز نے دیگر یونانی مملکتوں کے ساتھ روا رکھا۔ طوسی دیدِش ان واقعات کو اسی روشنی میں دیکھتا ہے اور پھر وہ ناکسوس کے ایتھنزی لیگ سے بغاوت اور ایتھنز سے جنگ کا حال بیان کرتا ہے[5] ہم کو اسکا تو علم نہیں کہ اس مہم میں کیمون کا کیا حصہ تھا مگر ہم ان کارہائے نمایاں سے واقف ہیں جو اس سے ایرانیوں کے خلاف ہوئے۔ طوسی دیدِش اسکا مفصل حال بیان کرتا ہے[6]۔

---

[4] پلوٹارک کے نزدیک اگر تھیٹر کا واقعہ کیمون کے سکیروس سے واپسی پر ہی ہوا ہو تو سکیروس کے واقعات فائیدون کی آرخنی سے اپسے فیون کے آرخنی تک (یعنی ۴۷۶ ق م سے ۴۶۸ ق م تک) پیش آئے ہونگے۔ مگر پلوٹارک اسکو صاف طور پر نہیں تحریر کرتا کسی واقعے کی تاریخ کا تعین کرنے کیلئے دیودورس قطعی بیکار ہے۔ گروٹس تاریخ یونان ۶۲؍۳ (۴۲۳) اور بعض دیگر مورخوں کی رائے ہے کہ کاہن نے ۴۶۹ ق م میں اپنی رائے دی اور اسی سال اس پر عملدرآمد بھی کر دیا گیا ہے۔

[5] طوسی دیدِش ۱؍۹۸ ہے۔

[6] طوسی دیدِش ۱؍۱۰۰۔ بیوسولٹ (۲؍۴۰۰) کا یہ نہایت دلچسپ خیال ہے کہ پوسانیاس کی آخری سازشوں کا تعلق جو ۴۷۰ ق م تک (جو بیوسولٹ کے نزدیک اسکی موت کا سال ہے) ختم نہیں ہوتیں ایرانیوں کی اس جنگی سعی سے تھا جس کا نتیجہ یوریمدون کی صورت میں نظر آیا۔ بیوسولٹ کے نزدیک یلغار ۴۶۷ ق م میں

"اسکے بعد ایتھنزیوں اور حلفا اور ایرانیوں کے درمیان ایک بحری اور بری جنگ پمفیلیا کی دریائے یوریمدون پر ہوئی اور خشکی اور تری دونوں پر ملتیادیس کے بیٹے کیمون نے شکست فاحش دیکر ۲۰۰ سہ طبقہ فنیقی جہاز ڈبو دیئے یا گرفتار کر لئے" اس لڑائی کے متعلق اگر ہم کو مزید معلومات بہم پہنچ سکتیں تو بہتر ہوتا اسلئے کہ اس جنگ اور جنگ میکالے میں اسقدر مشابہت پائی جاتی ہے کہ ہیپوس توان دونوں کو جنگ میکالے کے نام سے ہی تعبیر کرتا ہے ۔ متاخرین کے بیانات اس درجہ متضاد ہیں کہ ہمیں ان سے کسی قسم کی مدد نہیں مل سکتی ۔ اس ضمن میں دیودورس نے کہیں کہیں شائد ایفورس کا تتبع کیا ہے ۔ وہ کہتا ہے کہ کیمون دو سو سہ طبقہ جہاز پیرائی اس سے لیکر چلا اور سو جہازوں کا اضافہ کر کے کاریہ کے یونانی شہروں کو اپنا جانب دار بنایا اور پھر ان

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۵) ہوئی تھی ۔ اسکی مزید تفصیل کے لئے دیکھو دیودورس ۱۱' ۶۲ - پولی آئینس ۱' ۳۴ - یہ بالیقین نہیں بتایا جا سکتا کہ دونوں میں سے کسکو ایفورس کے سمجھنے میں کم غلطی ہوئی ہے ۔ بیس ہزار قیدی دراصل سو جہاز ونکے ملاح اور انکے ساتھی ہونگے اور اسکا حساب حسب معمول فی جہاز ۲۰۰ آدمیوں کی نسبت سے لگایا گیا ہے ۔ پلوٹارک ("کیمون" ۱۲ - ۱۳) غالباً تھیوپومپس کا تتبع کرتا ہے مگر ساتھ ہی فانودیمس اور کالس تھینس کے اقتباسات بھی دیتا ہے موخرالذکر بیوسولٹ (۲' ۴۰۵) کے نزدیک لڑائی کی اصلی سند ہے ۔ بیوسولٹ (۲' ۴۰۲) کا یہ بھی موجہ خیال ہے کہ ایون ساکن خیوس کا بھی اصلی سند کا رتبہ ہے ۔ پلوٹارک میں جو نا معلوم نام ہیدر وس ہے اسے بعض مورخ کیپروس (یا قبرس) پڑھتے ہیں ۔ ڈنکر (۸' ۲۱۲) اسی کو ادیپرس پڑھتا ہے اور یہ ہی درست بھی معلوم ہوتا ہے پئوسانیاس ۱۰' ۱۵' ۴ - ۵ اور دیودورس ۱۱' ۶۲ میں چڑھاووں کا ذکر ہے اور وہیں یہ بھی بیان ہے کہ ایرانیوں کے ساتھ ایک جنگ "قبرس" میں ہوئی تھی اور یونانیوں نے سو جہاز گرفتار کئے تھے ۔ اصلیت یہ معلوم ہوتی ہے کہ ۴۴۹ ق م کی لڑائیوں کے ساتھ جزوی خلط مبحث ہو گیا ہے ۔ مقابلہ کرو بینڈورف کے مضمون "فتحمند اتھینیا کا مذہب" میں (جو روما کے انجمن آثار قدیمہ کے یادگاری نمبر ۱۸۷۹ء میں نکلا تھا) ایکروپولس کے اتھینا کے بت خانے اور فتح یوریمدون کے درمیان تعلق دکھایا گیا ہے ۔ اس کے متعلقہ مسائل کے لئے دیکھو بیوسولٹ ۲ - ۴۰۱ وغیرہ ۔ صفحہ ۴۴ کے پہلے حاشیئے میں وہ لکھتا ہے کہ بجائے "ملک میں" کے "قبرس میں" پڑھنا چاہیئے اور ص ۴۶ میں اپنا خیال ظاہر کرتا ہے کہ چڑھاوے کا اصل مقصد ایتھنزیوں کے ہاتھوں ایرانیوں کی شکست کو دکھانا ہے ۔ اور اسی موضوع کو غالباً اگتے ہوئے کھجور کے درخت کی شکل میں پیش کیا گیا ہے ۔

مقامات کی تسخیر کی جنہیں ایرانی یا دیسی باشندے آباد تھے۔ لیسیہ کے شہر از خود اسکے جانب دار ہوگئے اسپر ایرانیوں نے ایک بری اور بحری فوج قبرس میں مجتمع کی جسکے سپہ سالار تتھراوشٹیس اور فیرینداٹیس مقرر ہوئے۔ کیمون نے بیڑے پر حملہ کیا اور اسے شکست دیکر سو جہاز ملاحوں سمیت اور دو سو خالی جہاز جنکے لوگ قبرس بھاگ گئے تھے گرفتار کر لئے۔ ایرانی لشکر دریائے یوریمیڈون کے کنارے پڑا ہوا تھا اور کیمون نے نہایت تیزی کے ساتھ اسکی جانب پیش قدمی کی۔ اسنے یہ چال چلی کہ یونانیوں کو ایرانی کپڑے پہنائے اور ایرانی گرفتار شدہ جہازوں میں بٹھا کر دریا کے راستے ایرانی فوج کی جانب لیجانے کا حکم دیا۔ ایرانیوں نے تو یہ سمجھ کر کہ وہ اپنے ہی آدمی ہیں انکا مقابلہ نہیں کیا۔ یونانی نہایت اطمینان سے ایرانی پڑاؤ پر پہنچ گئے اور وہاں ایک باقاعدہ قتل عام کے مرتکب ہوئے پھر بھی ایرانی انھیں پہچان نہ سکے اور یہ سمجھے کہ وہ پسیڈیا کے بحری قزاق ہیں۔ اسکے کچھ عرصے کے بعد کیمون نے اپنی تمام فوج کو آتشی اشاروں کے ذریعے سے واپس بلا لیا۔ ۳۴۰ جہاز اور ۲۰۰۰۰ آدمی گرفتار کر کے وطن کو واپس آیا؛

یہ بیان ڈیوڈورس کا ہے۔ پولی اینس بھی یہی قصہ نقل کرتا ہے مگر فرق یہ ہے کہ موخر الذکر لڑائی کا موقع دریائے یوریمیڈون اور کیمون کی چال کا مقام جزیرہ قبرس بتاتا ہے۔ سوال صرف یہ ہے کہ اگر یہ واقعہ حقیقتہً پیش آیا ہوتا تو کیا یہ ممکن ہے کہ طوسی دیدیش اسکا مطلق تذکرہ نہ کرتا؟

پلوٹارک کا بیان مفصلۂ ذیل ہے:۔ طوسی دیدیش نے تو جہازوں کو پہلے سے زیادہ تیز رو بنا ہی دیا تھا۔ اب کیمون نے انکو زیادہ وسیع کر دیا اور اس قابل بنا دیا کہ انہیں بہت سے ہوپ لیت بیٹھ سکیں۔ ایونیہ سے پمفیلیہ تک ایشیائے کوچک کا ساحل مسخر کرنے کے بعد وہ کنیڈس گیا اور خیوسیوں کی مدد سے شہر فاسیلس کو اپنا جانبدار کر لیا۔ اس نے یہ خبر سنی کہ اریومانڈس قبرص سے ۸۰ جہازوں کا منتظر ہے اور دریائے یوریمیڈون پر ۶۰۰ (یا بموجب ایفورس ۳۵۰) جہازوں کا بیڑہ لئے پڑا ہوا ہے۔ کیمون نے فوراً حملہ کیا دو سو جہاز گرفتار کئے، بہت مال غنیمت لیا اور اسکے بعد ان ۸۰ جہازوں کو بھی حراست میں لے لیا جو میدروس چلدیئے تھے۔ اس بیان میں ڈیوڈورس والی عجیب و غریب چال ظاہر نہیں ہوتی اور اس سے ڈیوڈورس کا اعتبار اور بھی کم ہو جاتا ہے۔ جب دونوں لڑائیاں یوریمیڈون پر ہی ہوئی تھیں تو پھر چال کی ضرورت ہی کیا تھی؛

ایتھنزیوں نے اس فتح کے شکریے میں دیوتاؤں کے سامنے نہایت بیش قیمت بھینٹ دئے

ڈیلفی کے اپولو پر ایک تانبے کا پھل اکھجور کا درخت چڑھایا گیا جس پر اتھینا کی مورت تھی۔ اسکے ایک اور چڑھاوے کا اس واقعے سے متعلق ہونے میں (جسکا دیوڈورس یوریمیڈون کے سلسلے میں ہی ذکر کرتا ہے) بہت شبہ کیا جاتا ہے ؛

جنگ یوریمیڈون سے ایتھنز اور ایشیائی یونانیوں کو جنوبی ساحل ایشیائے کوچک پر جس پر اسوقت تک ایران کا اثر باقی تھا سیادت حاصل ہوگئی اور اس سیادت کے حصول میں صرف خیوس لیسبوس اور ساموس کے باشندے ایتھنز کے شریک جنگ ہوئے تھے ؛

آخر میں یہ امر بھی قابل تذکرہ ہے کہ نہ تو ۴۷۰ ق م کے بعد پوسانیاس اور ۴۶۹ ق م اور ۴۵۹ ق م کے بعد ایتھنز ہی جزیرۂ قبرص کو فتح کر سکے ۔ اور بالآخر یہ جزیرہ یونانیوں سے ہمیشہ آزاد ہی رہا ؎

نوٹ متعلق باب ہشتم

کیمون کے لئے دیکھو فیشر "سوانح عمری کیمون" بازل ۱۸۴۲ء اور "مختصر تحریرات" جلد ۱۔ لائپزگ ۱۸۶۵ء ۔ اونکن "ایتھنز اور یونان" جلد ۱ (کیمون اور ایفیالتیس) لائپزگ ۱۸۶۵ء ۔ گروس "تاریخ یونان" جلد ۲ ۔ لندن ۱۸۴۶ء ؛

پانچویں صدی کے بیشتر حصے کیلئے گوکس کے "حیاتہائے مدبران یونان" جلد ۲ ۔ لندن ۱۸۸۶ء دیکھنی چاہیئے ؛

؎ بیوسولٹ کے نزدیک تسلسل واقعات :-

۴۶۹ ق م یا ۴۶۶ ق م ۔ سکیروس کی تسخیر ؛

۴۶۸ ق م ۔ کارستوس کی تسخیر ؛

۴۶۷ ق م ۔ ناکسوس کے ساتھ جنگ ؛

۴۶۷ ق م ۔ جنگ یوریمیڈون ؛

نواں باب

اسپارٹا اور ایتھنز کی مشکلات کیمون کے اخراج تک

جب ایتھنز اسقدر چلت پھرت دکھا رہا تھا تو اسپارٹا پر خاموشی طاری تھی۔ پئوسانیاس کے معاملے میں اسے نہایت تلخ کامی ہوچکی تھی۔ "سیاسیات عظمی" کے خیال کا ضروری نتیجہ ایرانی تعیش کے ساتھ وابستگی تھی اور یہ تعیش اسپارٹی عادات واطوار اور اسپارٹی اوصاف کے بالکل متضاد تھا۔ اسپارٹا ان آزمائشوں میں ہرگز پورا نہ اترا اور اسنے آخرالامر یہ تہیا کرلیا کہ ایشیائی معاملات کو دوسروں کے سپرد کرکے خود اپنی قدیم علیحدگی دوبارہ اختیار کرلے۔ ایک راوی کا بیان ہے کہ اسپارٹا میں یہ بحث چھڑی کہ بحری سیادت کے اصول پر کاربند رہا جائے یا نہیں اور ایک شخص مسمی ہیتوئماریداس نے اسپارٹیوں کو یہ ترغیب دی کہ قیادت یونان کے خیال کو خدا حافظ کہکر پرانی لیگ پھر زندہ کی جائے۔[1] آخرکار اسپارٹا کو اپنے بلند پائے سے نیچے اترنا پڑا۔ اور چونکہ خیال یہ پیدا ہوچلا تھا کہ اسمیں وہ پرانی قوت باقی نہیں رہی تھی اسلیئے وہ اندرونی مشکلات کا سامنا کرنے پر مجبور ہوا۔

گو اسپارٹا یونانی سمندروں کے قیادت سے مستعفی ہوگیا پھر بھی بری سرگروہی برقرار رکھنے میں اسے کوئی امر مانع نہ تھا۔ اسپارٹیوں نے سوچا کہ اتفاق "ہمسائگان" کے تجدید سے بری سیادت قائم رکھنا ممکن ہے۔ اور تحریک کی کہ جو مملکتیں ایران کے خلاف شریک معاملہ نہیں ہوئیں وہ اس لیگ سے نکالدی جائیں۔ مگر تمسطاکلیس نے پیلاگوروں (اراکین مجلس لیگ) کو یہ ترغیب دی کہ وہ اس تحریک کے خلاف رائے دیں۔ اسنے کہا کہ ۳۱ مملکتیں ایران کے خلاف جنگ میں شریک ہوئی ہیں مگر ان میں سے اکثر نہایت چھوٹی ہیں۔ اگر لیگ میں سوائے انکے کوئی اور مملکت شریک نہ رکھی جائیگی تو پھر دو تین زبردست مملکتوں کا

---

[1] دیودورس ۱۱، ۵۰۔ بیوسولٹ ۲، ۳۵۶ کے نزدیک دراصل یہ اپسوکراتیس کے محض تخیلات کے اختراعات کا نتیجہ ہے۔

پورا قابو چل جائیگا اور باقی کو اپنے حقوق سے دست بردار ہونا پڑیگا۔ [۱]

اس واقعے سے جسکا راوی محض **پلوٹارک** ہے اور دیگر سوالات بھی پیدا ہوتے ہیں اگر یہ فرض بھی کر لیا جائے کہ **پلوٹارک** حقیقی واقعات بتا رہا ہے تو بھی اسپارٹا کی یہ کوشش ضرور قابل تحسین ہے کہ یونان کی ادھوری یکجہتی ڈھیلی ڈھالی ایک حقیقی مشارکت کی صورت میں تبدیل ہو جائے۔ اس سے قبل بھی اسپارٹا اسکے لیئے کوشش کر چکا تھا جب وہ آیونیائیوں کو ان شہروں میں آباد کرنے کا محرک ہوا تھا جو ایران کے ساتھ مل گئے تھے۔ اب اسکی یہ تجویز ہوئی اس قسم کے شہروں کی جو کچھ سیاسی حیثیت ہے وہی باقی رہے سوائے اسکے کہ انکے چند غیر متعین حقوق جو "لیگ ہمسائگاں" میں انھیں حاصل تھے ضبط کر لیئے جائیں اور یہ ظاہر ہے کہ

[۱] پلوٹارک: "تمستاکلیس" ۲۰۔ یہ بیان نہایت مشکوک ہے اور اسکی صداقت میں شبہ کی بہت کچھ گنجائش ہے۔ سب سے زبردست اعتراض یہ ہے کہ جہانتک ہمیں علم ہے باشندگان بیوتیہ و دوپس کو لیگ میں حق رائے دہی نہ تھا مگر تھبیز اور آرگوس کو تھا۔ بیوتی اور تھیبزی ایک ہی ہوں مگر دوپسی اور آرگوسی تو ایک نہ تھے اور یہ ممکن کب تھا کہ آرگوسی اور تھیبزی لیگ سے علیحدہ کئے جاتے۔ اگر اسپارٹی تحریک منظور ہو جاتی تو لیگ سے محض آرائش ارکین مثلاً مالسی، فطیوطی آئی بنانی، دولوپی مگنیتی اور پر رھائے بی علیحدہ کر دئیے جاتے جو نہ صرف ایران کے طرفدار رہتے تھے بلکہ جنکا دروازہ ہمیشہ ایتھنز اور اسپارٹا دونوں کے اثر کے لئے کھلا رہتا تھا۔ بدیں وجوہ اسپارٹی تحریک کے اس بیان میں صرف اتنی بات واقعی کہی جاسکتی ہے کہ اسپارٹا کی عین خواہش تھی کہ پرانی لیگ کی جگہ نئی لیگ قائم کرے اور اسکے بعینہ وہی حقوق ہوں جو قدیم لیگ کے تھے۔ ظاہر ہے کہ اس موقع پر ایتھنز نے ان یونانیوں کے حقوق کی حفاظت کی جنھوں نے غداری کی تھی۔ اسنے "لیگ ہمسائگاں" کو حقیقی مشارکت کی صورت میں تبدیل ہونے سے اسلیئے باز رکھا کہ اسے خوف تھا کہ نئی لیگ میں اسکو اسپارٹا سے بہت نیچا درجہ اختیار کرنا پڑیگا۔ مگر اسپارٹی تحریک کے بجائے وہ کوئی اور تحریک پیش نہ کر سکا۔ اور اسنے جن مملکتوں کا ساتھ دیا انھوں نے تو اسکا شکریہ بھی نہیں ادا کیا مثلاً تھیبز نے فوراً اسپارٹا سے معاہدہ کر لیا۔ یونان کی بنیاد مضبوط کرنے کی کوشش کی ابتدا فتوحات ہی سے ہوتی ہے۔ اس موقع پر اسپارٹی مقاصد کو ایتھنز نے بالکل اسی طرح شکست دی جیسے زمانۂ مابعد میں اسپارٹا نے ایتھنز کے مساعی کی کامیابی میں رکاوٹیں پیدا کیں۔ افسوس کہ انسانی فطرت اسی کے مقتضی ہے۔ دیکھو بیوسولٹ ۲، ۱، ۳۵۷۔

اس صورت میں لیگ پہلے سے زیادہ ذی اقتدار ہوجاتی۔ اسکے خلاف مِسْٹاکلیس کے اعتراضات نہایت کمزور تھے۔ واقعہ یہ تھا کہ حقیقی قوت دو یا تین مملکتوں کو تھی جو خود کو ایونیائی یا دوریائی کہتی تھیں۔ اگر لیگ کو از سر نو مرتب کردیا جاتا تو اسمیں جس قسم کے قانون رائے دہی کی خواہش رہی ویسا ہی بن سکتا تھا اور ممکن تھا کہ لیگ میں ایتھنز کا اتنا ہی اثر پیدا ہوجائے جتنا اسکا حق تھا۔ تاریخ اسبات کی شاہد ہے کہ ایتھنز کے اعتراضات کی بنا پر لیگ میں اصلاح تو نہ ہوئی مگر ایتھنز کے اقتدار میں بھی پہلے سے کچھ زیادہ اضافہ بھی نہ ہوسکا۔ خود وہ مملکتیں جنھیں محض ایتھنز کیوجہ سے لیگ میں رہنے دیا گیا تھا اب اِسپارٹا کے ہی ممنون مشکور ہوئیں۔ اور عدم تجدید لیگ سے ایتھنز کو کسی قسم کا فائدہ نہیں پہنچا۔

اسکے باوجود اِسپارٹا اپنے ایک خاص مقصد کو پورا کرنے میں کامیاب نہیں ہوا۔ اسکی خواہش تھی کہ تھسلی والوں کو اسکی سزا دی جائے کہ انھوں نے یونانیوں کا ساتھ چھوڑ دیا تھا اور وہ خود تھسلی پر مسلّط ہوجائے۔ شاہ لیوتی خِدیس اس کام کیلئے تھسلی روانہ کیا گیا مگر گمان غالب ہے کہ اسنے وہاں پہنچ کر الیوادائے قوم سے رشوت لے لی اور جیسا گیا تھا ویسا ہی واپس آگیا۔[1] واپسی پر لیوتی خِدیس مجرم گردانا گیا اور آخرکار اسے تیگیا بھاگ جانا پڑا۔ چونکہ شہر اِسپارٹا کا پرانا حلیف تھا اسلیئے مروت میں آکر وہاں کے باشندوں نے بادشاہ کو حوالے کرنے سے قطعی انکار کیا۔ مختلف حصص یونان کا جذبۂ آزادی جنگ ایران سے بہت ترقی کرگیا تھا۔ اور تیگیا نے یہاں تک جرأت کی کہ اِسپارٹا سی ذی اقتدار مملکت کے خلاف آرگوس سے معاہدہ کرے۔ گو ان حلیفوں کو اِسپارٹا نے شکست دی مگر تیگیا کی حیثیت میں کوئی معتدبہ فرق نہ آیا۔[2]

پیلوپونیز کے دوسرے حصوں میں بھی جوش پھیلا ہوا تھا۔ ایلس نے ایک دستور اختیار کرکے جو عمومی اصول پر مبنی تھا متعدد مواضعات کو یکجا کیا اور اس کا نام شہر ایلس رکھا۔[3]

---

[1] ہیروڈوٹس ۶، ۷۲۔ پئوسانیاس ۳، ۷، ۹۔ بیوسولٹ ۳۵۵۔۳۵۶۔

[2] ہیروڈوٹس ۹، ۳۵۔ پئوسانیاس ۳، ۱۱، ۷۔ بیوسولٹ (۲، ۳۶۶) کے نزدیک یہ واقعہ سنہ ۴۷۳ ق م یا سنہ ۴۶۳ ق م کا ہے۔

[3] اِسترابو ۸، ۳۳۶۔ بیوسولٹ ۲، ۳۷۲۔

آرکیڈیا نے بھی اسپارٹا سے علیحدگی اختیار کر لی اور بعض مورخوں کے نزدیک اسی زمانے میں مین ٹنیا کے اتحاد باہمی کی تہذیب ہوئی۔ مگر یہ بات تیقن کے پائے کو نہیں پہنچی[1] لیکن ساتھ ہی ہمیں یہ علم ضرور ہے کہ اس عظیم الشان جنگ میں جو اسپارٹا اور دیگر آرکیڈی شہروں کے درمیان ہوئی اور جس میں شہر ڈیپیا کے قریب اسپارٹیوں کو فتح ہوئی مین ٹنیا شریک نہ تھا۔ بہر نوع اگر مین ٹنیا نے اسپارٹا کی عملاً مخالفت نہیں کی پھر بھی اسمیں شبہ نہیں کہ اسپارٹا کو بڑی بڑی مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑا[2] نہایت تعجب ہے کہ جنگ ایران کے بعد ہی وہ اسقدر کمزور ہو گیا ہو گا

اس ضمن میں ایک خاص واقعے کیطرف توجہ لازم ہے۔ دیودورس کے نزدیک آرگوسیوں نے میکے نائی اور ترِنز دونوں کو ۴۶۸ ق م میں تاراج کیا[3] میکے نائی اور ترِنز نے تو ایران کے خلاف کوشاں ہونے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا تھا۔ اور آرگوس دوران جنگ میں یونان کو ایران کے ہاتھ فروخت کر دینے کیلئے ہمیشہ تیار رہتا تھا۔ باوجود اسکے ڈیلفی میں باشندگان میکے نائی و ترِنز کی یادگار قائم ہونے سے دس سال کے اندر ہی آرگوس کو یہ دونوں شہر برباد کرنے اور انکے تمام باشندگان ذکور کو غلام بنانے دیا گیا۔ اسمیں شبہ نہیں کہ یونان میں بہت سے افراد ایسے بھی ہونگے جنکو اسبات سے نہایت تاسف ہوگا کہ ان یونانی مملکتوں کو جو ایران سے جنگ آزما ہوئی تھیں ایک مضبوط لیگ بنانے میں اسپارٹا کو ناکامی ہوئی۔ بہر نوع میکے نائی کی تباہی جو ازمنۂ قدیمہ سے اب تک نہایت باوقار شہر تھا عوام کی نظروں میں ایک نہایت قبیح حرکت تھی اور یونان کی روایات کی قطعاً منافی تھی۔ بلاشبہ اسپارٹا کو اپنی ضروریات بھی مدنظر تھیں مگر ان ضروریات ہی کیلئے میکے نائی کا قیام لابُد تھا۔ ان تمام باتوں سے صرف ایک نتیجہ نکلتا ہے۔ اور وہ یہ کہ اسپارٹا نے میکے نائی کی حفاظت میں

[1] دیکھو جلد ۱ باب ۷ حاشیہ۔ خود بیوسولٹ (۲، ۶، ۳) یہ ثابت نہیں کرسکا ہے

[2] ہیروڈوٹس ۹، ۳۵ ہمیں اس لڑائی کے صحیح سنین کا علم نہیں۔ بیوسولٹ (۲، ۶، ۳، ۳۸۴) نے ۴۷۳ ق م تا ۴۶۹ ق م قرار دیا ہے۔ ڈیو (۸، ۳۳، ۱) کے نتائج درست ہوں مگر طریق استدلال صحیح نہیں معلوم

[3] دیودورس ۱۱، ۶۵۔ اسٹرابو ۸، ۶، ۳۔ ۲، ۳۔ مقابلہ کرو ہیروڈوٹس ۸، ۷۳ بیوسولٹ کا خیال ہے کہ میکے نائی کی فتح غالباً ۴۶۰ ق م میں ہوئی ہوگی۔ اس سے اسپارٹا کی عدم مداخلت کا طرز عمل سمجھ میں آسکتا ہے

صرف اسوجہ سے ہاتھ نہیں ڈالا کہ وہ خود مصیبتوں میں گرفتار تھا بلکہ ڈیوڈورس کا تو یہ خیال ہے کہ اسپارٹا کی عدم مداخلت کا اصلی سبب ہیلوتوں کی بغاوت اور زلزلہ تھا۔ مگر ہمیں اسکی بابت کسی قسم کے اطمینان بخش معلومات نہیں ہیں پہنچے[1]

زلزلے نے اِسپارٹیوں کو عظیم الشان نقصان پہنچایا جنگ آرکیڈ یا ختم ہی ہوئی تھی اور اِسپارٹا سوچ ہی رہا تھا کہ تھاسوس باغیوں کو اِسپارٹا کے خلاف کس طرح مدد دے کہ ایک زبردست زلزلے نے شہر کو ہلا دیا جس سے اِسپارٹا میں کھنڈر ہی کھنڈر باقی رہ گئے اس زلزلے سے قریب قریب بیس ہزار جانوں کا نقصان ہوا اور بیان کیا جاتا ہے کہ تمام شہر میں صرف پانچ مکان کھڑے رہ گئے۔ مال واسباب کے بہ نسبت جانوں کی حفاظت زیادہ اہم تھی اسلیئے شاہ آرخی داؔمس نے تنبہ کے علامات کے ذریعے سے شہریوں کو ایک جگہ جمع کیا اور سب کو ایک کھلے میدان میں لیجا کر بہت لوگوں کی جان بچائی ؛

اس واقعے کے بعد ہی پیریوئکی اور ہیلوتون نے بغاوت کا علم بلند کر دیا کچھ عرصے پیشتر یہ شبہ ہوگیا تھا کہ ہیلوت پٹوسانیاس کے محض ایک اشارے پر باغی ہوجائینگے اور جب چند ہیلوت تینیاری پوسیدون کے دامن کو بھاگ گئے تو اسپارٹیوں نے اسی شبے میں انکو قتل کر ڈالا۔ اسپارٹا پر اس قتل کا مدت دراز تک دھبہ رہا۔ اور ایتھنزنی وقتاً فوقتاً اسپارٹیوں کو یہ واقعہ یاد دلا دلا کر مطعون کیا کیئے ؛

طوسی دیدش کا بیان ہے کہ پیریوئکی کی بغاوت میں تھوریئی اور ایتھائیا کے باشندے اور قدیم میسینیوں کے ورثا شامل تھے۔ ابتدا ہی میں ان باغیوں نے قلعہ اتھومے پر قبضہ کرلیا اور ایک معرکے میں تین سو اسپارٹی لسرکردگی اَئم نیستس (قاتل مہرنوش) کام آئے اس جنگ کے طول کھینچنے سے اسپارٹی اقتدار میں گونہ فرق آگیا یہانتک کہ وہ اپنے پرانے حلیفوں سے امداد کا خواہاں ہوا جنمیں سے اِئی گینا اور پلاٹیہ نے فوراً آمادگی ظاہر کی[2] مگر اسکا بھی کوئی

---

[1] دیکھو دیو ۸٬۳۳۱ وغیرہ۔ اور ۲۰۰۴۔ پٹوسانیاس (۴٬ ۲۴٬ ۵) کا خیال ہے کہ میسینیوں کی بغاوت اولمپیاد ۷۹٬ ۲ یعنی ۶۳-۴۶۲ ق م میں ہوئی ہوگی۔ مگر ہیوسولٹ (۲٬ ۳۴۴) اسکے لیئے موسم گرما ۶۵-۴۶۴ ق م تجویز کرتا ہے؛

[2] طوسی دیدش ۲٬ ۲۷-۴٬ ۵۶۔ ۳٬ ۵۴۔ ہیوسولٹ (۲٬ ۳۵۴) کے نزدیک کیمون میسینیہ موسم بہار میں گیا تھا۔ کیمون کی سوانحعمری (۱۵) میں پلوٹارک نے جو غلطیاں کی ہیں انکے لیئے دیکھو ہیوسولٹ ۲٬ ۳۵۵ ؛

خاطر خواہ نتیجہ نہ نکلا اور اِتھومے تسخیر نہ ہو سکا۔ ایتھنز والے تو شہروں کے محاصرے میں کامل دستگاہ رکھتے تھے مگر پیلو پونیزیوں کو محاصروں کا زیادہ تجربہ نہ تھا اسلیئے اسپارٹیوں نے اب ایتھنز سے مدد طلب کی۔ اگر ایتھنز والے اسپارٹا کیلئے خون بہانے کو طیار نہ ہوتے تو یہ کوئی تعجب کی بات نہ ہوتی اسلیئے کہ انکو غالباً علم تھا کہ اسپارٹا اسکے مقابل تھاسوس کو کمک بھیجنے والے ہیں۔ مگر کیمون کی یہ پالسی تھی کہ ایتھنز اسپارٹا سے تعلقات قائم رکھے اور اسیکے اثر سے ایتھنز والے اسپارٹا کو مدد بھیجنے کیلئے طیار ہو گئے اور خود کیمون ایک لشکر لے کر میدان جنگ کو گیا۔ مگر ایتھنز کے اس آمادگی کا نتیجہ کچھ نہ نکلا۔ اِتھومے تسخیر نہ ہو سکا اور اسپارٹیوں کو یہ خیال پیدا ہو گیا کہ ایتھنز والے باغیوں سے مل گئے ہیں اور خیال کرنے لگے کہ کیا عجب کہ محاصرین میں سے ایسے لوگ بھی ہوں جو محصورین کی فتح و نصرت کی دعائیں مانگ رہے ہوں۔ آخر کار اس شبہ میں گرفتار ہو کر اسپارٹا نے ایتھنز کی فوج واپس کر دی۔ بلاشبہ یہ ایتھنز کیلئے توہین تھی مگر اس توہین کا اصل باعث خود اسکا سفیہانہ اور لایعقلانہ طرزِ عمل تھا۔ عہد مِسٹاکلیس میں اسپارٹا سے ہمیشہ عیارانہ اختلاف سے کام نکالا جاتا تھا' اب کیمون کے زمانے میں ایتھنز کا اسپارٹا کے ساتھ جو برتاؤ تھا وہ محض ایتھنز کی عنایت آمیز سرپرستی پر مبنی تھا۔ یونان کی بہتری کیلئے اسپارٹا کا میسینیہ کو اپنی ماتحتی میں رکھنا کسی طرح ضروری نہ تھا اسلیئے کیمون کے اس طرزِ عمل کے نتائج اور بھی مضر ثابت ہوئے۔ اب اِس انتہا پسندی نے اور بھی گُل کھلائے۔ اور راسی ایتھنز نے جو حال ہی میں میسینیوں کو غلام بنانے کیلئے اپنی جانیں قربان کرنے پر تُلا ہوا تھا اب اسپارٹا کے خلاف آرگوسیوں اور تھسالویوں کے ساتھ عہد و پیمان محالفہ کر لیا ہے[1]

جنگ نے دس سال متواتر طول کھینچا مگر اخیر میں اِتھومے کو ہتھیار رکھ دینے پڑے اور فتح کا سہرا اسپارٹیوں کے ہی سر رہا[2] اختتام جنگ پر فاتحوں نے محصورین کو

---

[1] طوسی دیدیشس ۱' ۱۰۲ ؎

[2] کریوگر' کلاسین اور بیوسولٹ (۲' ۵' ۴) کی رائے ہے کہ طوسی دیدیشس ۱' ۱۰۳ میں بجائے "دسویں سال" کے "چوتھے سال" پڑھا جانا چاہیئے۔ اور یہی زیادہ قرین قیاس بھی معلوم ہوتا ہے۔ بیوسولٹ (۲' ۵' ۴) کے نزدیک اِتھومے کی تسخیر ۶۱-۴۶۲ ق م میں عمل میں آئی ہو گی ؎

پیلوپونیز سے چلے جانیکی اجازت تو دیدی مگر اسکے ساتھ یہ شرط بھی لگا دی کہ انہیں سے جس کسی کو کوئی پیلوپونیز میں گرفتار کرلیگا وہی اسکا مالک ہو جائیگا۔ اس قسم کے سخت شرائط میسینیوں کے شکست کا نتیجہ تھے مگر اپنے بچاؤ کیلئے اسپارٹیوں نے یہ مشہور کر دیا کہ انکے عائد کرنے کی ایک کاہن نے ہدایت کی تھی۔ پیلوپونیز سے میسینی ایتھنز گئے جہاں ایتھنزیوں نے انکا خیر مقدم کیا اور نٹوپاکٹس میں (جسے حال ہی میں اوزولی لوکریوں سے چھینا تھا) رہنے کی اجازت دیدی۔ اسوقت سے ایتھنز کے یہ دوست ہی خلیج کارنتھ پر سنتری کی خدمت انجام دیتے رہے اور ایک ایسے بندرگاہ کے جو ایتھنز کیلئے نہایت اہم تھا متواتر حفاظت کرتے رہے ہیں[1]

اسپارٹا کو تو بہت سی مشکلات محض اسلئے پیش آرہی تھیں کہ اسکا طرز عمل دلیرانہ نہ تھا، اسکے برعکس ایتھنز کو اسی قسم کے مصائب کا اسواسطے سامنا کرنا پڑا کہ اسکی پالیسی حریصانہ تھی۔ اسپارٹا کے خلاف تو اسلیئے تو بغاوتیں ہو رہی تھیں کہ اسکو کاہلی پسند تھی، ایتھنز کے خلاف اسوجہ سے شورشیں برپا ہو رہی تھیں کہ اسمیں تکبر بھرا ہوا تھا۔ کیمون کی تسخیر ایئون و شکیروس و کارسٹس کے بیان کے بعد طوسی دیدیس مفصلہ ذیل قصے کا ذکر کرتا ہے:[2] اب وہ باغی ناکسوسیوں کی طرف رجوع ہوئے اور انکا محاصرہ کرکے انکو شکست دی۔ ناکسوس پہلا حلیف تھا جسے ایتھنز نے تمام موجودہ قواعد کے خلاف اپنی تابعداری پر مجبور کیا۔ اسکی بغاوت کے بعد ایتھنز نے بجنسہ یہی برتاؤ دوسرے شہروں کے ساتھ بھی روا رکھا۔ ایتھنز ی سلطنت کے خلاف بغاوتوں کا سلسلہ اسلیئے جاری ہوا تھا کہ حلیفوں نے خراج دینا یا زمانۂ جنگ میں ایتھنز کو اپنے جہازوں اور اپنی فوج سے امداد دینا قطعی انکار کے ساتھ موقوف کر دیا تھا،

[1] گروتیس (۲، ۶، ۱۶۲) کا خیال ہے کہ طوسی دیدیس (۱، ۱۰۳) کے الفاظ "لوکریسی نکال دئیے گئے" کی تشریح "نو شہادۂ یونان قدیم" ۳۲۱ سے ہوجاتی ہے جسمیں لوکریسیوں کی نوآبادی نٹوپاکٹس کا ذکر ہے۔ وہ یہ بھی کہتا ہے کہ اس نوآبادی میں کورنتھی بھی شریک ہونگے اسلیئے کہ چند سکے پائے گئے ہیں جو کورنتھی طرز کے ہیں اور جنپر لفظ "لوکروں" کندہ ہے مگر حقیقت یہ زمانۂ بعد کے اطالوی لوکری کے سکے ہیں اگر ایتھنز اسپارٹا کے ساتھ ویسا ہی برتاؤ کرتا جیسا برتاؤ اسپارٹا نے تھاسوس کے معاملے میں کرنا چاہا تھا تو میسینی غالباً آزاد ہوجاتے، اور یہ یونان کیلئے بہر نوع مفید ہوتا۔

[2] طوسی دیدیس ۱، ۹۸، ۹۹۔

اور ایتھنزیوں نے یہ رویہ اختیار کیا تھا کہ جو حلیف محض کاہلی یا عداوت کی بنا پر ایتھنزی مطالبات پورا کرنے میں تعویق کرتے انکو ایتھنز نہایت سختی کیساتھ جبراً پورا کراتا۔ اسکے ساتھ ہی انکی حکومت ناپسندیدہ تھی دوسرے یہ کہ وہ بغاوت نہایت آسانی کیساتھ فرو کر دیتے تھے۔ اکثر حلیف یہ چاہتے تھے کہ زندگی آرام سے بسر ہو اور جہاز مہیا کرنے کے عوض وہ ایتھنز کو روپیہ ہی ادا کر دیا کریں "اسطرح ایتھنز کی قوت میں پہلے سے بھی اضافہ ہوگیا اور جب کسی حلیف نے بغاوت کی تو وہ ایتھنز کے مقابلے کی تاب نہ لاسکا" یہ ہمیں نہیں بتایا گیا کہ ایسے حلیفوں کی کیا تعداد تھی جو بزور شمشیر مغلوب کیئے گئے۔

اسی قسم کے ایک اور جھگڑے کا ہم کو علم ہے۔ باشندگان جزیرۂ تھاسوس ایتھنز سے اسلیئے جھگڑ رکھتے تھے کہ ایتھنز تھاسوسی ساحل پر برابر دست درازی کرتا رہتا تھا اور ہمیشہ تھاسوسیوں کو ساحلی کانوں پر قبضہ کرلینے کی دھمکی دیتا رہتا تھا[1] تھاسوس کی جو کچھ دولت تھی وہ ان ہی کانوں کی وجہ سے تھی اور انہیں سے اکثر ساحل ہی پر تھیں۔ موسم بہار ۴۶۵ ق م میں تھاسوس نے نہایت ہمت اور جرأت سے کام لیا اور ایتھنز سے باغی ہوگیا[2] ایتھنزیوں نے شہر تھاسوس کا محاصرہ کرلیا اور دس ہزار ایتھنزی حلیف دریائے استریمون کے ایک اہم موقع پر قبضہ کرکے وہیں بس گئے تاکہ برّاعظم پر تھاسوسی اقتدار توڑ دیں۔ یہ جگہ دریا کے دہانے پر ہی تھی اور چونکہ اس جگہ نو سڑکیں مل جاتی تھیں اسلیئے اسکا نام "اینیا ہوڈوئے" یا "نہ راہا" تھا مگر چونکہ دریائے استریمون نے اسے قریباً چاروں طرف سے گھیر لیا تھا اسی مناسبت سے زمانۂ مابعد میں اسکا نام "امفی پولس" یا پن گھٹ پڑ گیا[3] بہرحال اس نو آبادی نے کچھ زیادہ ترقی نہیں کی۔ تھریسیوں نے نہ صرف بسنے والوں کی مخالفت ہی کی بلکہ ڈرابسکس پر انھیں شکست ہی اس شکست کا ایک نتیجہ تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ غالباً ایتھنزیوں کو نہ راہا چھوڑ دینا پڑا۔ یا

---

[1] طوسی دیدش ا، ۱۰۰۔

[2] ہیوسولٹ ۲، ۱۴۴۔ مقابلہ کرو گرتیس کی تاریخ یونان ۲، ۲۰۸۔ "مجموعۂ نوشتہائے قدیم" (۱، ۴۳۲) میں کسی قبر کے کتبے کے ایک ٹکڑے کا ذکر ہے جس پر ان ایتھنزیوں اور حلیفوں کا ذکر ہے جو تھاسوس میں مارے گئے۔

[3] طوسی دیدش ا، ۱۰۰۔ دیو ۸، ۱۳۲ کا خیال بالکل درست ہے کہ تھاسوس دراصل اسی نو آبادی کی تجویز کو سنکر بغاوت پر آمادہ ہوا تھا۔

کم سے کم دوبارہ بستی بسانے کی ضرورت پیش آئی ؛

خود تھاسوسیوں کے خلاف کیمون بھیجا گیا اور اپنے مقصد میں وہ پہلی مہم سے زیادہ کامیاب رہا۔ اسنے انھیں بحری شکست دی اور ایک طولانی محاصرے کے بعد بغاوت کے تیسرے سال تھاسوسیوں کو ہتھیار ڈالنے پر مجبور کیا۔ اودھر اسپارٹا کی یہ خواہش تھی کہ کسی نہ کسی طرح تھاسوس کی مدد کیجائے۔ مگر اسپارٹی امداد کا شہر تھاسوس میں پہنچنا بالکل ناممکن اور محال تھا۔ اس مہم کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایتھنز نے تھاسوس کو مجبور کیا کہ وہ اپنی شہر پناہ مسمار کردے، اپنے جہاز اور ساحلی مقبوضات ایتھنز کے سپرد کردے اور آئندہ سے سال بسال خراج ادا کرتا رہے۔ اس خراج کی تعداد اولمپیاد ۸۲، ۲ (۴۵۱ ق م) میں تین تالنت تھی[1] اندرونی معاملات میں دوسرے حلیفوں کی طرح تھاسوس بھی خود مختار رہا ؛

گو کیمون نے تھاسوس فتح کرلیا تھا اور اس سے ایتھنز کی سیادت ممالک شمال میں دوبارہ عود کر آئی تھی مگر اسکی ایتھنزیوں نے اتنی قدر نہ کی جتنا وہ مستحق تھا۔ اسکے مخالفوں نے اسپر یہ الزام لگایا کہ اسنے سکندر شاہ مقدونیہ سے رشوت لیلی ورنہ مقدونیہ کا فتح کرلینا کچھ مشکل نہ تھا۔ انھوں نے یہانتک کیا کہ اسپر باضابطہ مقدمہ قائم کردیں مگر تحقیقات سے کیمون تمام الزامات سے بری ہوگیا[2] ارسطیدس کی موت کے بعد الکموئیون کے معاملات کی نگرانی چند نوجوانوں کے ہاتھ میں آگئی تھی جنمیں ایک فارقلیس بھی تھا۔ اسکے باپ زانتھی پس پر ایک زمانے میں کیمون نے استغاثہ دائر کیا تھا اور اب یہ فارقلیس کیمون کے مخالفوں میں شامل ہوگیا تھا۔ کیمون سے قوم اسوجہ سے اور بھی نالاں تھی کہ وہ تو اسپارٹا سے دوستانہ طرزعمل برتنا چاہتا تھا اور اسکے جواب میں اسپارٹا نے بالکل برعکس رویہ اختیار کیا تھا ؛

حالات متذکرۂ بالا سے یہ ظاہر ہے کہ جنگ ایران کے بعد دس برس کے اندر اسپارٹا

---

[1] اولمپیاد ۸۳، ۳ میں کالونوں پر تھاسوس کا پھر قبضہ ہوگیا تھا اور غالباً اسی لئے ایتھنز نے اسکے خراج کی مقدار تین تالنت کی جگہ تیس تالنت کردی ؛

[2] اس مقدمے کیلئے دیکھو پلوٹارک کی "سوانح کیمون" ۱۴ و ۱۵۔ کرتیس (۲۲، ۱۵۰) دیموس تھنیس کی نقل کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ کیمون پر ایتھنز کے "جدی تنظیم" بدلنے کا الزام بھی لگایا گیا تھا۔ مگر بعض مورخ "جدی تنظیم" کی جگہہ "پاردسی تنظیم" پڑھتے ہیں ؛

کی طرح ایتھنز بھی مشکلات میں پڑ گیا تھا گر وہ اسپارٹا کی مشکلات کے برابر نہ تھیں[1]

دسواں باب

ایتھنز کا خارجی طرز عمل جنگ اوئنوفیتہ تک

گو ایتھنز کے راستے میں بہت سی مشکلات حائل تھیں مگر اسکا اقتدار برابر بڑھتا ہی گیا۔ اسکی سیادت کی ماہیت پر تو آئندہ بحث کی جائیگی۔ یہاں اسکی وسعت کے اندازہ کیلئے یہ کافی ہے کہ ایجئن کے تمام جزیرے اسکے شمالی ساحل کی تمام بستیاں، درۂ دانیال سے باسفورس تک کے شہر اور پمفیلیہ تک ایشیائے کوچک کی تمام ساحلی ریاستیں، یہ سب ایتھنز کو اپنا رئیس تسلیم کرنے پر طیار ہو گئے۔ یہ بھی خالی از علت نہیں کہ سوائے تھریسی خرسونیز اور رسپہ کے بیشتر حصے کے وہ براعظم یورپ یا ایشیا کے کسی جزو پر قابض نہ تھا بلکہ اسکی قوت صرف ان ہی خطوں تک محدود تھی جو شہری فرقوں کے زیر اثر ہوں۔ اور نہ خود ایونیا اور ساحل کے بعض طبقات ایسے تھے جو اس وقت تک ایران ہی کے دست نگر تھے۔ اسکے برعکس بہت سے ممالک اور سلطنتیں ایسی بھی تھیں جو ایتھنز کے حلقۂ اثر میں آچکی تھیں۔ مثلاً تھریس اور

---

[1] بیوسولٹ کے نزدیک تسلسل واقعات :-

(۱) بہار ۴۶۵ ق م - بغاوت تھاسوس (۲، ۱۴۲ ، ۱۴۴) ؛

(۲) گرما ۴۶۵ ق م - زلزلہ اسپارٹا (۲، ۴۳۸) ؛

(۳) خزاں ۴۶۳ ق م - تسخیر تھاسوس (۲، ۱۴۱) ؛

(۴) بہار ۴۶۲ ق م - کیمون مسینیہ میں (۲، ۴۴۳) ؛

(۵) بہار ۴۶۱ ق م - کیمون کا اخراج (۲، ۱۷۱) ؛

مقابلہ کرو ہولٹ اور بیل "معلومات تاریخ یونان میں اضافہ" صفحہ ۳۲ - فیرنکیس (تھفر صہ ۱۲) کے نزدیک تھاسوس موسم بہار ۴۶۳ ق م میں فتح ہوا تھا؛

مقدونیہ میں ایتھنز کا بہت اثر تھا اور گو تھسلی کی دوستی کا زیادہ اعتبار نہ تھا مگر کم از کم بظاہر تو تھسالوی دوست ہی تھے[۱] یہ بھی یقین کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا کہ ایتھنز کے فوکس کے ساتھ کس قسم کے تعلقات تھے۔ کم از کم بیوتیہ پر تو ایتھنز کا اثر نام کو بھی نہ تھا۔ رہیں چھوٹی چھوٹی یونانی ملکتیں۔ انھوں نے ایتھنز سے ضرور معاہدے کر لئے تھے مگر ان مخالفوں کا مقصد سوائے اسکے کچھ نہ تھا کہ وہ ایتھنز کی مدد سے اپنے دشمن ہمسایوں کو نقصان پہنچائیں؛

اسکے سوائے میگارا اور ایتھنز میں محض قرب کی وجہ سے بھی دشمنی کی آگ بھڑکی ہوئی تھی[۲] اور تاریخ میں صرف ایک مرتبہ جب کارنتھ اور میگارا میں مخالفت ہو گئی تھی میگارا نے ایتھنز سے معاہدہ کیا تھا[۳] اس طرف ایتھنز یوں کو میگارا پر اسلیئے اثر قائم کرنے کی ضرورت تھی کہ میگارا کی ارضی مشرق میں خلیج سارون تک اور مغرب میں خلیج کارنتھ تک پھیلی ہوئی تھی اور اسکے قبضے میں دو نہایت اہم بندرگاہ تھے۔ ایک نسائیا جو سالامس کے بالکل مقابل تھا اور دوسرا خلیج کارنتھ کا بندرگاہ پیگائے۔ میگارا پر پورا قابو حاصل کرنے کیلئے ایتھنز یوں نے شہر سے نسائیا تک دو مضبوط دیواریں قائم کر دیں اور جب اصول قلعہ بندی کا یہ تجربہ کامیاب ثابت ہوا تو اسی کی بنا پر خود ایتھنز میں اس پر عمل کیا گیا[۴] دور و دراز پیگائے میں یہ فصیل بندی ممکن نہ تھی اسلئے ایتھنز نے

---

[۱] مقابلہ کرو طوسی دیدش ۱، ۱۰۲ و ۱۰۷؛

[۲] ہمسایوں کے آپس میں ایک دوسرے سے حسد کا تاریخ یونان پر نہایت زبردست اثر ہے۔ دیکھو میر امضمون "تنازعہ طویل" جسکو میں نے "کرِیتیس" کے نام پر معنون کیا ہے۔ یہ یونان کیلئے سخت بدبختی ہے کہ یونانی خصلت کے اِ تیوکلیس اور پولی نکیس بالکل صحیح مثالیں ہیں؛

[۳] طوسی دیدش ۱، ۱۰۳؛

[۴] میگارا کی لمبی فصیل کیلئے دیکھو طوسی دیدش ۱، ۱۰۳۔ ایتھنز کی فصیل کے متعلق طوسی دیدش ۱، ۱۰۷۔ جو واقعات طوسی دیدش نے باب ۱۰۰ میں بیان کئے ہیں وہ ضرور کیمون کے اخراج کے بعد پیش آئے ہونگے اسلئے جیسا طوسی دیدش سے ظاہر ہوتا ہے۔ اگر ایتھنز کی فصیل کی تعمیر جنگ ہائی نس اور جنگ تناگرا کے بعد ہی شروع ہوئی تو ضرور ہے کہ فارقلیس نے انکی تعمیر کی ابتدا ۴۵۸ق م میں کی ہو۔ پلوٹارک اپنے "واقعات کیمون" (۱۳) میں یہ بیان کرتا ہے کہ ان دیواروں کی بنیاد کیمون نے ہی رکھی تھی۔

پیگا کے ان جہازوں کا جو خلیج کارنتھ میں گشت لگاتے تھے مرکز مقرر کر دیا اور ان خطوں میں بھی ایتھنز کارنتھ کا گویا مد مقابل بن گیا۔ غرض یہ ہے کہ تیس سال کے امن کے سلسلے میں طوسی دیدس بیان کرتا ہے کہ ۴۵۵ ق م سے پہلے ہی ایتھنز خلیج کارنتھ کے جنوبی ساحل یعنے اکائیا کے بیشتر حصے پر قابض ہو گیا تھا[1] مگر یقین کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ اثر کس طرح پیدا ہو گیا ایتھنزی وہاں کے باشندوں کے ساتھ نہایت خلق سے پیش آتے تھے اور سوائے رنگروٹوں اور سامان رسد کے اور کسی قسم کی تکلیف انکو نہ دیتے تھے۔ اسکے برعکس خلیج کورنتھ کے شمالی ساحل سے وہ بہت کم واقف تھے۔ صرف مغربی بندرگاہ نوپاکٹس پر انکا قبضہ تھا اور آرگوس کا شہر تروئیزین نے انسے محالفہ کر لیا تھا۔ ظاہر ہے کہ خلیج سارون اور خلیج کورنتھ کے شہروں کے ساتھ اسقدر مختلف النوع تعلقات قائم رکھنے کیلئے ایتھنز کو بہت جانفشانی اور عرق ریزی کرنا پڑی۔ اور یہ ایتھنز کا ہی کام تھا کہ اسکے باوجود وہ ایک عظیم الشان اور دور و دراز مہم سر کرنے کیلئے طیار ہو گئے۔ اور کوشش کی کہ مصر کو ایران سے علحدہ کر کے اپنے طرف لے آئیں اگر ایتھنز میں زمانۂ زیر بحث یعنی پانچویں صدی کے وسط میں ان رہنماؤں سے زیادہ قابل مدبر نہ ہوتے۔ جنکے ہاتھ میں صدی کے آخری ایام میں ایتھنز کی باگ تھی تو یقین ہے کہ اس مہم کا نتیجہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۹) اگر یہ تسلیم کر لیا جائے تو پھر یہ بھی تسلیم کرنا پڑیگا کہ طوسی دیدس غلطی پر ہے۔ یہ نظریہ درست معلوم ہوتا ہے کہ کیمون نے ہی ان فصیلوں کی تعمیر شروع کر دی ہو اور اسے ایک اور واقعے سے تقویت پہنچتی ہے کہ فارقلیس نے ایک تیسری اندرونی دیوار تعمیر کی تھی۔ فارقلیس کے نزدیک یہ اندرونی فصیل مدافعت کے لیئے دیگر فصیلوں سے زیادہ اہم تھی اور یقین ہے کہ وہ اسے ہی فالیرم کی فصیل سے پیشتر ہی تعمیر کرتا۔ منجملہ زمانۂ حال کے مورخوں کے ڈنکر (۵، ۲۴۴) کو اسبات کا یقین ہے کہ کیمون ہی نے دیواروں کی بنیاد رکھی۔ واخسمتھ اپنی تصنیف "شہر ایتھنز" (۱، ۵۵) میں ایک طرف تو اس نظریئے کے موافق بہت سے ثبوت تسلیم کرتا ہے اور دوسری جانب طوسی دیدس کو بھی نظر انداز کرنا نہیں چاہتا۔ واخسمتھ کو یہ یقین ہے کہ کیمون نے اپنا ذاتی روپیہ ان فصیلوں کی تعمیر میں نہیں خرچ کیا ہوگا۔ مگر میں اس خیال کے موافق نہیں ہوں اسلیئے کہ ان فصیلوں کی تعمیر بھی تو ایک شہر کی ایک عظیم الشان خدمت ہی تھی جسکے لیئے ایتھنز یونکو کبھی عار نہیں ہوا۔

[1] طوسی دیدس ۱، ۱۱۵۔

وہی ہوتا ہے جو سلی کی مہم کا ہوا اور ایتھنز کو ایک بہت بڑی زک پہنچ جاتی۔ مصری مہمات نے اکثر دول یورپ کو نیچا دکھایا ہے اور یہ مہم انہیں سب سے پہلی تھی؛

شہنشاہ زرکسیز کے انتقال کے بعد مصر نے چاہا کہ ایرانی حکومت سے آزادی حاصل کرے اور جن لوگوں نے علم بغاوت بلند کیا ان میں سب سے پہلا شخص انارس حکمران لیبیا (طرابلس) تھا جو دولت ایران سے بغاوت کر کے مصر کا بادشاہ ہو گیا۔ چونکہ ایتھنز دریائے شرق میں اول درجے کی طاقت تسلیم کیا جاتا تھا اسلئیے انارس نے ایتھنز سے مدد طلب کی اور ایتھنز نے فوراً (غالباً ۴۵۹ ق م میں) دوسو جہازوں کا ایک بیڑا جو جزیرہ قبرس کے قریب پڑا ہوا تھا مصر روانہ کر دیا۔ وہاں پہنچکر ایتھنزی دریائے نیل کے شہر میمفس تک برابر چلے گئے اور سوائے شہر کے ایک ثلث حصّے کے جو عام طور پر "دیوار سفید" کہلاتا تھا دیگر حصّوں پر قابض ہو گئے ایتھنزی تو جنگ میں منہمک تھے وطن کے قریب ایتھنز کے دشمنوں کو یہ موقع مل گیا کہ وہ اس شہر پر جس سے انکو دلی نفرت تھی حملہ کر دیں؛

جب سے ایتھنز نے میگارا پر قبضہ کر لیا تھا اُسی وقت سے کورنتھی ایتھنز سے نہایت ناراض ہو گئے تھے۔ بظاہر اسپارٹا اور کورنتھ ایک تھے مگر چونکہ بین الاقوامی معاملات میں یونانی قواعد و قوانین کا اتنا خیال نہیں کرتے تھے اسلئیے اس نئی جد وجہد میں اسپارٹا بالفعل شریک نہیں ہوا۔ غرض یہ ہے کہ موسم گرما ۴۵۹ ق م میں ایتھنزی آرگولس کے شہر ہالی آئس میں لنگر انداز ہوئے مگر جو لڑائی جو اس مقام پر ان میں اور کورنتھی اور ایپی دورس حلیفوں میں ہوئی انہیں خود ان ہی کو شکست ہوئی بہرحال جب بمقام کیکری فالپا (جو ایپی دورس کے قریب ہی ہے) ایتھنزی فتحیاب ہوئے تو آئی گینا بھی خوفزدہ ہو کر جنگ میں شامل ہو گیا اسکا اثر جنگ پر سوائے اسکے کچھ نہیں ہوا کہ بحری لڑائی میں ایتھنزی نے غنیم کے ستر جہاز گرفتار کر لیئے اور خود جزیرہ آئی گینا میں اتر گئے۔ ادہر کورنتھیوں نے ایک طرف تو ۳۰۰ ہوپ لیت آئی گینا کی کمک کیلئے روانہ کیئے اور ساتھ ہی یہ خیال دلمیں جما کر کہ ایتھنز نے اپنی فوج مصر تو بھیج ہی دی ہے اگر انکا خیال دوسری جانب منصرف کیا گیا تو یقین ہے کہ وہ آئی گینا سے ہٹ جائیں گا کنائے کورنتھ کے قریب کوہ گیرانیا پر قبضہ کر لیا۔ کورنتھیوں کو یہ علم نہ تھا کہ آئی گینا سے قبضہ ہٹانے کے بجائے وہ اپنے خون کا آخری قطرہ تک قربان کر دینے کیلئیے طیار تھے۔ اور تمام ایتھنزیوں نے جنیں بڑے اور چھوٹے سب شامل تھے میگارا کے

علاقے میں می اونیڈیس کی سرکردگی میں پیش قدمی کرکے کورنتھیوں کو واپسی پر مجبور کیا۔ اور جب کورنتھی واپس ہو رہے تھے تو انکو ایک زبردست شکست دی جسے طوسی ڈیڈش نے خلاف عادت نہایت تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے ؛

اگر مارا تھون کی فتح پر نظر نہ کی جائے تو یہ کہنا پڑتا ہے کہ ایتھنز کی بحری اور بری قوت اسقدر کمال کو کبھی نہیں پہنچی جیسے زمانہ زیر بحث میں اسکا مفصل بیان طوسی ڈیڈش کے علاوہ اس یادگار کے کتبے میں موجود ہے جو قبیلۂ ایرختائس کے ان ایتھنزیوں کی یادگار میں نصب کی گئی تھی جو قبرس، ہالی ائس اور آئی گینا کی لڑائیوں میں مارے گئے تھے۔ اس کتبے میں کل ۱۲۰ نام کندہ ہیں اور گمان غالب ہے کہ اس قبیلے کا کوئی فرد کبکری فالیا کی لڑائی میں نہیں مارا گیا ہوگا ورنہ کتبے میں اسکا بھی ضرور ذکر ہوتا۔ ایتھنز ان قربانیوں پر جو اسکے شہریوں نے کی اور اسکے سرگروہوں کی قابلیت پر جس سے کیمون کی غیر موجودگی میں انھوں نے انتظام مملکت کیا جسقدر فخر کرے بجا اور درست ہے [1]

جب بیرونی ممالک کے ساتھ جنگ وجدل کا سلسلہ بڑھ گیا تو اسکے ساتھ ہی یہ بھی ضروری ہوگیا کہ شہر کی کماحقہ حفاظت کی جائے۔ غنیم کی فوج آسانی کے ساتھ ایتھنز اور پلی رسے اس کے درمیان حائل ہوسکتی تھی اسیئے یہ لابد تھا کہ ان دونوں کے درمیان تسلسل

---

[1] "مجموعہ نوشتہائے قدیمہ" ۱، ۴۳۳۔ ڈیٹنبرگر مع اپنی سنوی یادداشتوں کے ع ۳ ۔ ہکز ۸، ۲۷۔ دیوڈورس کو ان واقعات کے سنین کا تعین کرنے میں جسکا اس کتبے میں ذکر ہے غلطی ہوی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ مصری مہم اولمپیاد ۸۰، ۱ میں (۱۱، ۷۷)، ہالی ائس اور ائی گینیا کے واقعات ۸۰، ۲ میں (۱۱، ۷۰) اور میگارا کی جنگ ۸۰، ۳ میں (۱۱، ۷۹) واقع ہوی گو حقیقی سنین کا تیقن نہایت مشکل ہے مگر یہ بھی پیش نظر رکھنا چاہئے کہ تفصیل کیلئے محض طوسی ڈیڈش پر ہی بھروسہ کیا جاسکتا ہے، دیودورس کی کوئی وقعت نہیں۔ طوسی ڈیڈش کے نزدیک مصری مہم (باب ۱۰۹ و ۱۱۰) میرونڈیس کی میگاری مہم (باب ۱۰۵) کے بعد پیش آئی۔ مگر دیودورس کے خیال میں میرونڈیس کی مہم کا میرونڈیس کی مہم سے دو سال پیشتر ہی خاتمہ ہوچکا تھا۔ دیودورس پر کسی طرح اعتماد نہیں کیا جاسکتا۔ اور یہ ظاہر ہے کہ مصری مہم کی تاریخ اولمپیاد ۸۰، ۱ نہیں بلکہ اولمپیاد ۸۰، ۲ یا ۸۰، ۳ ہے اور بیوسولٹ تو (۲، ۱۸۲ میں) اولمپیاد ۸۰، ۲ کو ترجیح دیتا ہے ؛

بلا مزاحمت قائم رہے۔ ایتھنز نے میگارا نسیئہ کے درمیان فصیلیں تعمیر کر دی تھیں مگر اسوقت تک ایتھنز اور پی رے اس تک کوئی فصیل موجود نہ تھی۔ کیمون نے اس فصیل بننے کیلئے تجویز کی تھی اور اسی کے زمانے میں ہمہ قسم کی طیاریاں بھی ہوگئی تھیں مگر طوسی دیدیش اسکی تکمیل کا حال آئی گینا ایپی دورس اور کورنتھ کی لڑائیوں کے بیان تک نہیں کرتا۔ ان فصیلوں میں سے ایک تو فالیرم کی جنوبی حد تک اور شمالی اس جگہ تک جاتی تھی جہاں جزیرہ نما پی رے اس کا شمالی گوشہ شروع ہوتا ہے۔ گویا فالیرم کی حفاظت ہوگئی اب پی رے اس کی حفاظت کیلئے یہ رہ گیا کہ اسکے شمالی ساحل تک ایک اور فصیل تعمیر کی جائے۔ اسکی تعمیر کا کام ہو ہی رہا تھا کہ پیلوپونیز کی چند ریاستوں کے جھگڑے کے بجائے ایتھنز اور اسپارٹا میں عظیم الشان جنگ و جدل شروع ہوگئی ہ

فوکس کے باشندوں اور دریائے کیفی سس کے بالائی وادی کے زرعی جمہوریہ دورس سے جھگڑا ہوگیا تھا اور اسپارٹیوں کے اس نام نہاد مرکز کے تین گاؤں میں سے ایک پر فوکسیوں نے قبضہ بھی کر لیا تھا۔ اس واقعے پر اسپارٹا نے مداخلت کی اور کلیومبروتس کا بیٹا نکومیدیس .. ۵ الکدمونیوں اور .... ۱ ہوپلیتوں کو لیکر پلیستوناکس ولد پوسانیاس کا قائم مقام بنکر شمال کی طرف گیا اور فوکس والوں کو دورس سے نکال دیا ایتھنزی اسوقت سلسلہ زنجیرہ گیرانیا کی حفاظت کر رہے تھے۔ جب انکو اسپارٹیوں کی پیش قدمی کی خبر ہوئی تو وہ فوراً پلٹ کر اسپارٹا کی راہ میں حائل ہوگئے۔ اسپارٹیوں کے بیوتیہ میں رہ جانے کی ایک وجہ تو یہی تھی کہ انکا راستہ رکا ہوا تھا اور دوسرا سبب (جو دراصل اس مہم کا اصلی سبب تھا) یہ تھا کہ خود ایتھنز میں ایک فریق عمومیت سے بہت متنفر تھا۔ اور اسے اسمیں کچھ عار نہ معلوم ہوتا تھا کہ اسپارٹا کی امداد سے جو اسپارٹی فوج کے قیام بیوتیہ میں بآسانی میسر آسکتی تھی انقلاب پیدا کر دے۔ لیکن ایتھنزی حکومت اس قسم کی ترکیبوں سے قطعاً متاثر نہیں ہوئی۔ ایتھنز کے ہر ایک متنفس نے مدافعت کا تہیہ کر لیا اور حکومت نے تمام حلیفوں کو امداد کیلئے طلب کیا۔ ایتھنزی فوج میں جو اسپارٹیوں سے جنگ آزما ہونے کیلئے آگے بڑھی ... ۱۴ نفوس تھے جنمیں ایک ہزار آرگوسی بھی تھے۔ بد قسمتی دیکھو عین لڑائی کے دوران میں جو میدان تناگرا میں ہوئی تھسالوی سوار اسپارٹیوں سے جا کر مل گئے جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ ایتھنز کو شکست ہوئی۔ انہیں اسپارٹی فوج کیلئے راستہ چھوڑ دینا پڑا اور اسپارٹیوں نے زنجیرۂ گیرانیا کو عبور کر کے وطن کی راہ لی۔ اسپارٹی سپاہیوں نے اس مال غنیمت کی قیمت سے

جو جنگ تناگرا میں لئے ہاتھ آیا تھا ایک طلائی ڈھال طیار کرائی اور اسے زیئس دیوتا کے بت خانے کی چھت کی زیبائش کیلئے چڑھایا[1] مگر باوجود اس خوشی کے اسپارٹیوں کی فتح کوئی دو ٹوک فتح نہ تھی ورنہ اسمیں شبہ نہیں کہ اسپارٹی ایتھنز کی فصیل تک بڑھ آتے یہ ایک ایسے لشکر کی فتح تھی جو اپنے ملک کو واپس جانا چاہتا تھا مگر جسکا راستہ روک دیا گیا تھا۔ زمانۂ مابعد میں تو ایتھنزیوں نے اس تناگرا کی لڑائی کو اپنی فتوحات میں ہی شمار کیا[2] اور حقیقت یہ ہے کہ اس جنگ کے صرف ۶۲ روز

[1] بیوسونٹ ۲، ۱۹۱۲۔ اس کتبے کا ایک قصہ "نوشتہائے یونان قدیم" ۲۶ الف میں ہے۔ نکومدیس کی مہم فوکس کیلئے دیکھو بیوسونٹ ۲، ۸۰۸۔ گرینس (۲، ۱۸۹) اور کرشہوف کا خیال ہے کہ جنگ اوئنوفیتہ سے پیشتر ایتھنز میں عمومیت کا دور دورہ تھا۔ گو یہ خیال تیقن کے حد کو نہیں پہنچا مگر اسکے خلاف بھی کوئی خاص ثبوت نہیں ہے اسلئے کہ عام خیال یہ ہے کہ یونانی ریاستوں میں عمومیت ہر جگہ ایتھنز کی طرفدار اور اشرافیت اسپارٹا کی جانب دار تھی مگر اس خیال میں مبالغے کی بہت کچھ آمیزش معلوم ہوتی ہے۔

[2] گو طوسی دیدیش (۱، ۱۰۸) اسپارٹی فتح کو تسلیم کرتا ہے مگر الیفورس کا بیان تاریک ہے اور دیودورس (۱۱، ۸۰-۸۳) قطعی ناقابل یقین ہے۔ ۱۱، ۸۰ میں دیودورس لکھتا ہے کہ آرخن بیون کے عہد میں یعنی اولمپیاد ۸۰، ۳ (۴۵۸ء ۴۵۷ ق م) میں لکدمونیوں نے بیوتیہ تک پیش قدمی کی اور دو روز متواتر جنگ ہوتی رہی مگر آخرکار کچھ نتیجہ نہ نکلا اور ایتھنز اور اسپارٹا کے درمیان یہ طے پایا کہ چار ماہ کیلئے جنگ ملتوی رہے ۱۱، ۸۱-۸۳ میں دیودورس بیان کرتا ہے کہ آئندہ سال سے نسی تھائیدلیس کے آرخنی میں (یعنی اولمپیاد ۸۰، ۴ ۴۵۷ء ۴۵۶ ق م میں) اسپارٹی مع ایک زبردست لشکر کے تناگرا آئے۔ ایتھنزی بسرکردگی مرونیدیس گئے اور حملہ آوروں سے جنگ آزما ہوئے اور آخرکار ان ہی کو فتح ہوئی۔ مورخ نے مرونیدیس کی فتح کا حال نہایت مقفٰی و مسجع عبارت میں بیان کیا ہے۔ اس فتح کے بعد وہ تمام بیوتیہ کو تاراج کر دیتا ہے اور (باب ۸۳) کچھ عرصے کے بعد اوئنوفیتہ کی لڑائی میں کامیاب ہوتا ہے۔ باستثنائے ایتھنز کے تمام بیوتیہ کو ہتھیار رکھ دینے پڑتے ہیں دیودورس کے بیان مندرجہ ۱۱، ۸۰ سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ جنگ کتنی دیر رہی۔ اسکے بعد اسپارٹی فوج بالکل بے حس و حرکت پڑی رہتی ہے (۱۱، ۸۱) اور یہ بھی نہیں ظاہر ہوتا کہ بیوتیہ کی تاراجی سے قبل آخر وہ جنگ کہاں ہوئی تھی جسمیں مرونیدیس کو فتح ہوئی۔ اور جسوقت تک دیودورس ۱۱، ۸۳ تک نہیں پہنچا اسوقت تک اوئنوفیتہ کی لڑائی کا ذکر ہی نہیں۔ اصل یہ ہے کہ دو جنگوں کی تین بنا دی گئی ہیں۔ سو ظاہر ہے کہ اس قسم کے بے بنیاد بیان کی ذرا بھی وقعت نہیں ہو سکتی ہے۔

بعد ہی ایتھنزی فوج مرونڈیس کی سرکردگی میں دوبارہ بیوتیہ پہنچ گیا اور وہاں کے باشندوں نے
پھر لڑنے کیلئے طیار ہوگیا۔ اس لشکر نے بیوتیوں کو بمقام اونوفیتہ شکست دی اور انھیں اپنے ساتھ
محالفہ کرنے پر مجبور کیا۔ فوکس میں بھی جو حال ہی میں اسپارٹا کا جانب دار ہوگیا تھا ایتھنز نے
یہی طرز عمل اختیار کیا۔ اور واپسی میں ایتھنزی اپنے ساتھ لوکرس اوپنٹیہ کے ایک سو
شہری بطور یرغمال کے لیگئے۔ اسمیں شبہ نہیں کہ اس دور کے ایتھنزیوں کے کارنامے ضرور
قابل تعریف ہیں اسلیئے کہ بہادر بیوتیوں کو نیچا دکھانا کوئی معمولی بات نہ تھی اور ان فوائد سے
جو ایتھنزی حکومت کو اپنے شہریوں کی بہادری کے صلے میں حاصل ہوئے تھے جسطرح کام
نکالا گیا اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس دور کے ایتھنزی مدبر نہایت قابل و باتدبیر تھے۔
حاصل کلام یہ ہے کہ اس دور میں تمام وسطی ایتھنز کے زیر اثر آگیا تھا۔

ایتھنز نے اب اپنی طویل فصیلوں کی تعمیر اختتام کو پہنچادی اور ای گینا کو اپنی لیگ میں
شامل ہونے پر مجبور کیا۔ اس سے بھی زیادہ جنوبی سرحد میں انھوں نے کارہائے نمایاں کر دکھائے۔
چند ایتھنزی جہازوں نے بسرکردگی تولمیدیس پیلوپونیز کے گرد چکر لگا کر گیتھیم کا
سلاح خانہ جلادیا، کورنتھی نوآبادی ایتولوی خالکس پر قبضہ کر کے خلیج کورنتھ میں اپنے
حلقہ اثر کو مزید وسعت دیدی۔ اسکے بعد ایتھنزی سکیون کے ساحل پر اترے اور جو باشندے
انکی مدافعت کیلئے آئے تھے انکو شکست دی۔ غرض یہ ہے کہ اسپارٹا کی حکمت عملی کا نتیجہ صرف
یہ نکلا کہ ایتھنز دنیائے یونان میں پیشتر سے بھی زیادہ ذی اقتدار ہوگیا۔

مگر ایک اور خطے میں اسنے اپنی قوت بالکل بے نتیجہ صرف کی جس سے نہ تو ایتھنز کو
فائدہ ہوا نہ اسکی شہرت میں کسی قسم کی ترقی ہوئی۔ مصری معاملات کی روش ابتدا میں تو بالکل
حسب دلخواہ رہی اور شہنشاہ ایران کو اپنی جمعیت پر اسقدر کم بھروسہ رہگیا کہ اسنے یہ مناسب
سمجھا کہ ایتھنز کے خلاف ایک اور ریاست کو کمربستہ کرے۔ اور اسپارٹیوں کو اٹیکا پر
حملہ کرنے پر آمادہ کرنے کی غرض سے اسنے میگا بازو کو مع کچھ روپئے کے اسپارٹا روانہ کیا
اسپارٹا کے باشندوں نے روپیہ تو لے لیا مگر چپکے گھر بیٹھے رہے اور میگا بازو کو ایشیا
باقیماندہ روپیہ ساتھ لیکر واپس جانا پڑا۔ اب شہنشاہ نے اس سے بہتر طریقہ ایتھنز کو
زک دینے کا اختیار کیا اور ایک شخص مسمی میگا بیزو ولد زوپیرس کو ایک کثیر لشکر لیکر مصر روانہ
کیا۔ میگا بیزو نے تمام ملک فتح کر لیا، ایتھنزیوں کو میمفس سے نکال کر

جزیرہ پروسوپتس میں جو دریائے نیل میں واقع تھا انکو گھیر لیا۔ اور بہت کم محصورین کو لیبیا (طرابلس) اور کیرینے (برکہ) بھاگنے کا موقع دیا + گو ایک شخص امیرتائیس مصر زیرین کے دلدلوں میں برابر مدافعت کرتا رہا مگر اسکے بیٹے پئوسیرس نے ایران کے سامنے سر تسلیم خم کر لیا + اسکے بعد ایرانیوں نے اناروس کو گرفتار کرکے صلیب پر چڑھایا اور گو اسکے بیٹے ابسا نطیق اور اسکے بھائی تن نیراس نے اپنا اقتدار لیبیا میں قائم رکھا مگر آخرکار انکو بھی ایرانی سیادت قبول کرنی پڑی[9] اور جب پروسوپتس کی تسخیر کے بعد ایتھنزیوں کا ایک امدادی بیڑہ جسمیں پچاس جہاز تھے دریائے نیل میں آیا تو اسے بھی ایرانیوں نے گرفتار کر لیا + یہ تھا نتیجہ اس عظیم الشان مصری مہم کا جسکا سلسلہ چھ سال متواتر جاری رہا تھا + افسوس ہے کہ جیسے طوسی دیدس نے سیراکیوز کے محاصرے کی تفصیل ہمارے واسطے چھوڑی ہے۔ ایسا کوئی مفصل بیان اس مصری مہم کا ہم تک نہیں پہنچا + ایسے بیان کیلئے ہیروڈوٹس کی سی نکتہ رس طبیعت اور طوسی دیدس کی سی صداقت کی ضرورت تھی۔ ایتھنز کی تاریخ کے اسی دور میں ہم یہ محسوس کیئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ اس "خمسینی" کے واقعات کے متعلق ہمیں کسقدر کم معلومات ہے۔ ایک طرف تو جتنی عظمت یونان کو سنین متذکرۂ بالا میں حاصل ہوئی اس سے زیادہ اور کسی عہد میں نہیں حاصل ہوئی ہوگی۔ دوسری جانب ہمارے ذرائع معلومات ٹھیک اسی دور کے متعلق نہایت درجہ کم ہیں[10]

---

[9] ویڈیمان "تاریخ مصر" ۲۰۹ + بیوسولٹ ۲، ۵۱۰ + ہمیں ان ایتھنزی سپہ سالاروں کے نام تک نہیں معلوم جنھیں مصر میں فتح یا شکست ہوئی + ہم طوسی دیدس کے نہایت ممنون ہوتے اگر بجائے لڑائیوں کی تفصیلیں بیان کرنے کے جنسے بہت سے باب مثلاً ۱، ۱۰۶ بھرے ہوئے ہیں وہ مصری مہم کے متعلق ہمارے لیئے کچھ زیادہ واقعات چھوڑ جاتا

[10] بیوسولٹ کے نزدیک تسلسل واقعات مفصلۂ ذیل ہے:۔

۱ امداد کے لیئے اپیل سنہ ۴۵۹ ق م (بیوسولٹ ۲، ۴۸۰) ۲ ہالی ائیش سنہ ۴۵۹ ق م + ۳ کیکری فالیا ابتدائے سرما سنہ ۴۵۹-۴۵۸ ق م + ۴ آئی گینا کی لڑائی سنہ ۴۵۸ ق م + ۵ میگارا کی جنگ سنہ ۴۵۸ ق م + ۶ تسخیر آئی گینا سنہ ۴۵۷ ق م - (۲، ۴۸۴) ۷ جنگ تناگرا ستمبر سنہ ۴۵۷ ق م + ۸ جنگ اونوفیتہ نومبر سنہ ۴۵۷ ق م - (۲، ۴۸۸) +

فیریکلیس ("ایتھنز" صفحہ ۱۲) کا خیال ہے کہ جنگہائے تناگرا و اونوفیتہ سنہ ۴۵۷ ق م میں ہوئی تھیں۔

گیارھواں باب

ایتھنز کی اندرونی تاریخ کیمون کی واپسی تک

ایک طرف بیرونی ممالک میں ایتھنز اپنا حلقۂ اثر وسیع کر رہے تھے، دوسری جانب اندرونی معاملات میں انکا قدم عمومیت کی طرف بڑھ رہا تھا۔ مگر ہمیں ان تبدیلیوں کا جو اس زمانے میں دستور ایتھنز میں ہوئی تھیں قطعی علم نہیں۔ طوسی دیدیش تو انکا ذکر بھی نہیں کرتا اور مصنفین مابعد محض لفاظی ہی لفاظی پر بس کرتے ہیں۔

ارسطیدیش نے اپنی زندگی ہی میں عہدہ آرخنی پر کرنے کیلئے تمام ایتھنزیوں کو اجازت دیدی تھی۔ اسکے انتقال کے بعد ارسطیدیش کا دوست فارقلیس پسر زانتھی پس رہنمائے عموم ہوا اور اسکے عہد میں سیاسیات ایتھنز میں عمومیت نے بہت ترقی کی۔ اس کام میں اسے ایفیالتیس سے بہت مدد ملی جو گو رتبے میں اس سے کم تھا مگر عمر میں اس سے بڑا تھا[1]۔ انکی سیاسی اصلاحات کی بابت

[1] بیوسولٹ (۲/۵۰۴م) پلوٹارک کی "حیات کیمون" (۱۵) کا حوالہ دیکر کہتا ہے کہ ایتھنز میں عمومی اصلاحات کی ابتدا اسی زمانے میں ہوئی تھی جب کیمون سپنیا گیا ہوا تھا۔ بیوسولٹ اور ریول دونوں کا خیال ہے کہ پلوٹارک کا ماخذ تھیوپومپس ہے۔ ایفیالتیس کے اصلاحات کیلئے مفصلۂ ذیل کتابیں دیکھنی چاہئیں:-

توشخ ہامر کی کتاب متعلق اصلاحات اریوپاگس مطبوعہ لیپل ۱۸۷۵ء۔ شیومان: "سولن کی ہیلی آیا اور ایفیالتیس کی حکمت عملی" رسالہ انجمن فلسفہ ۹۳، ۵۸۵ وغیرہ۔ گلبرٹ: "تندیبات" ۱، ۱۴۸۔ بیوسولٹ کا مضمون "ترمیمات" امیولر کے ذخیرے (۴۰/۱۲۴) میں۔

اسکے متعلق مفصلۂ ذیل فقرے خاص طور پر قابل غور ہیں:—

ارسطاطالیس: "سیاسیات" ۲/۹/۳۔ دیودورس - ۱۱/۷۷۔ پلوٹارک: "کیمون" ۱۵۔ پلوٹارک: "فارقلیس" - ۹۔ (پلوٹارک کی ان دونوں تصنیفوں میں اکثر مقدمات کے اریوپاگس کی حد اختیار سے باہر نکال لیے جانے کا بیان ہے۔)

یہاں یہ ذکر بھی نامناسب نہ ہوگا کہ گو کیمبرج کے لغت میں لفظ "نوموفیولاکیس" کے تحت میں اسکے برعکس تحریر ہے

سوائے اس واقعے کے کہ اریوپاگس کے اختیارات پہلے سے محدود کر دیئے گئے دیگر اصلاحات کا ہمکو مفصل علم نہیں۔ مگر دستور کی صرف اسی ایک ترمیم سے انکے مجوزہ قوانین کی ماہیت سے بہت کچھ آگاہی ہوجاتی ہے۔ اریوپاگس دستور ایتھنز میں ایک شرفائی عنصر تھا اور اسکے اراکین عمر بھر کیلئے منتخب کئے جاتے تھے۔ اسلیئے اگر اسکے اہم عدالتی اختیارات سلب کر لیئے جاتے تو یقیناً یہ اشرافی عنصر بہت کمزور ہوجاتا، مگر اسکی ہم تک کوئی تفصیل نہیں پہنچی کہ اسکے اختیارات کم کر دیئے گئے ہوں، مورخین مابعد تو ضرور ایفیالتیس کی اصلاحوں کا حوالہ دیتے ہیں اور بیان کرتے ہیں کہ اسنے اریوپاگس سے عدالتی اختیارات نہایت محدود کر دیئے تھے۔ مگر قدما میں صرف ارسطاطالیس نے اسکے متعلق کچھ لکھا ہے اور وہ صرف یہ کہ اریوپاگس کے اختیارات فارقلیس اور ایفیالتیس نے کم کر دیئے۔ زمانۂ موجودہ کے بہت سے مورخ اسپر متفق ہیں کہ اریوپاگس کے محض عدالتی اختیارات دیگر مجالس کو منتقل کر دینے سے دستور کی نوعیت عمومی نہیں ہوجاتی۔ اور یہ فرض کرنا پڑیگا کہ اریوپاگس سے وہ عام اختیار نگرانی دستور جو زمانۂ قدیم سے برابر چلا آتا تھا لے لیا گیا ہوگا اور ایسی صورت میں اصلاحات مذکورہ کا میلان ضرور عمومیت کے جانب ہوگا۔ مگر افسوس ہے کہ ان اختیارات کا جو اریوپاگس کو بطور ایک عام سیاسی نگران کے حاصل ہوں کوئی قطعی ثبوت ہی نہیں ہے اسلیئے یہ رائے ماننے کے قابل نہیں کہی جاسکتی۔

یہ ممکن ہے کہ اس اقتدار کو کام میں لاکر جو اریوپاگس کو بحیثیت ایک عدالتی مجلس کے حاصل تھا وہ اپنے آئینی فرائض پورا کرتی ہو۔ وہ ایک ایسی مجلس تھی جسکے ارکان سال بسال تبدیل نہیں ہوتے تھے اور ساتھ ہی اسے شہریوں کی موت اور زیست کا کلی اختیار تھا۔ ایسی عدالتیں اکثر اپنے اختیارات کو عمل میں لاکر ہر تجویز کے ساتھ اپنی رائیں عام معاملات کی بابت جنکا اثر لوگوں کی زندگی پر پڑے، دیا کرتی ہیں اور اریوپاگس بھی اس کلیئے سے مستثنی نہ تھی۔ بعض ممالک میں

بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۷) مگر دراصل یہ "محافظان قوانین" دیمیتریئس ساکن فالیرم کی ہی ایجاد و اختراع معلوم ہوتے ہیں (گلبرٹ ۱۵۱،۱ - ۱۵۳)۔ اسی طرح "نوموتھیتائے" یا مقنن بھی غلطی سے ایفیالتیس کی طرف منسوب کیئے جاتے ہیں (گلبرٹ ۱، ۲۸۶)۔ اسی طرح "قانون تجاویز خلاف آئین" (گرافے پارانوموں) ۴۱۱ ق م میں بھی موجود تھا اسلیئے ممکن ہے کہ یہ فارقلیس کے عہد میں ہی نافذ کر دیا گیا ہو (ٹموسی دیدش ۸، ۶۷)۔

(مثلاً انگلستان میں) جہاں ججوں کی حیثیت بلند اور خود جج نہایت باعزت ہوتے ہیں وہ اپنے ہی اختیار سے ملک کے عام حالات کے گویا محتسب بن جاتے ہیں۔ مگر ایتھنز کے ہلی آیا کی صورت بالکل مختلف تھی۔ اسلیئے کہ اسکے اراکین کا قانونی اختیار صرف اس خاص مقدمے تک ہی محدود ہوتا تھا جو انکے سامنے بروقت پیش ہو۔ اسکی یہ حیثیت اریوپاگس کی حیثیت سے بالکل مختلف تھی۔ ایک طرف تو یہ سابق آرخنوں کی مجلس تھی اور دوسرے مذہبی نظام میں اسکا پایہ بلند تھا۔ اور جب اسکے سامنے فوجداری کے اہم مقدمات پیش ہوتے تھے تو اسکی تجاویز میں نصیحت آمیز الفاظ بھی ہوتے تھے جنکا مقصد قوم کی مجموعی حالت پر گویا نظر ثانی کرنا تھا[۲]۔ بدیں وجوہ اس میں شبہے کی کوئی وجہ نہیں کہ اریوپاگس کا ایتھنز میں وہی اثر تھا جو اسکی طرف بطور ایک عدالت کے منسوب کیا جاتا ہے اور اسے اس قسم کے موقعے حاصل تھے کہ شہر کی روایتوں اور شہر کے رسوم و رواج کی پشت پناہ اور محافظ بن سکے۔ جب اسکے اختیارات کم کردیئے گئے تو ایتھنز کے ذی اقتدار شہریوں کو مملکت کی بہتری کیواسطے نیک صلاح دینے کی صورتیں بہت کم باقی رہ گئیں اور اگر ایفیالٹیس اور فارقلیس کے اصلاحات سے اریوپاگس کے اختیارات میں کچھ کمی ہوگئی تو اسمیں شبہ نہیں کہ اس سے وہ روحانی بندش جو ایتھنزیوں کو آپس میں متحد کیئے ہوئے تھی اور انکے جوش و خروش پر گویا ایک روک بنتی اب ڈھیلی پڑھ گئی ہوگی۔

ان اختراعات سے ایتھنز میں بہت جوش پھیل گیا اور تعلیم یافتہ طبقہ نے جو پرانے دستور کی نہایت قدر کرتا تھا اس نقصان کو جو اریوپاگس کی اصلاح سے قدیم دستور کو پہنچا سب سے زیادہ محسوس کیا۔ آئسخیلس نے اپنے ناٹک مسمی یومنیڈیس میں جو سب سے پہلے ۴۵۹ ق م میں دکھایا گیا تھا اسی جذبے کی ترجمانی کی ہے اور ایتھینے دیوی کی زبانی اس امید کا نہایت پرزور

[۲] جو عدالتی حیثیت یہاں آریوپاگس کی طرف منسوب کی گئی ہے اسکے ثبوت میں یہاں پر بیڑی مثال پیش کرنیکی چنداں ضرورت نہیں ہے۔ مگر مشرقی ممالک کے ججوں کا ذکر کچھ نامناسب نہوگا۔ آریوپاگس کے اراکین کے الفاظ بالکل مذہبی عمائدین کے سے ہوتے تھے۔ اسکے برعکس ہیلیاستائی کے جیوری کے فیصلوں کی کوئی اخلاقی اہمیت نہ تھی۔ ایتھنز میں پجاریوں کا ایسا تو کوئی طبقہ نہ تھا جسے شہریوں کے اخلاق درست کرنے کا اختیار حاصل ہو اسلیئے یہ فرض اریوپاگس جیسی با اقتدار مجلس کو تفویض کردیئے گئے تھے۔ سکریتیس (۹۲، ۱۰۶، ۱۵۴) نے فرض کرلیا ہے کہ اریوپاگس کو کونسل اور جمعیت کی کارروائی پر حق ممانعت حاصل تھا۔ مگر مجھے اس حق کی کوئی مثال نہیں ملی۔

الفاظ میں اظہار کیا ہے کہ ایتھنز اس عدالت کا احترام کریگے جو اوریٹیس کے کفارے کے وقت اسلیئے قائم کی گئی تھی کہ اسکے ذریعے سے ایتھنز کی بہتری ہو، بری عادتیں رک سکیں اور ایتھنزیوں کو اعتدال اور نرمی کی تعلیم دی جائے۔ بہرنوع اس قسم کی تنبیہ سے کسی قسم کا خاطر خواہ نتیجہ نہیں نکلا اور ارس خیلس یا کیمون عمومیت کے راستے میں کسی قسم کی رکاوٹ پیدا نہ کر سکے۔

جس بلند مرتبے پر ایفیالتیس اپنی ذاتی قابلیت اور اپنے سیاسی گروہ کی مدد کیوجہ سے پہنچ گیا تھا وہاں زیادہ عرصے تک وہ نہ رہ سکا۔ اور بقول ارسطاطالیس اسے چند لوگوں نے جن پراسنے تغلب کا الزام لگایا تھا قتل کر دیا۔ اس واقعے کے متعلق چند مورخین کا خیال ہے کہ اس قتل کی سازش میں اشراف ایتھنز کا گروہ شریک تھا مگر ہمارے نزدیک یہ نظریہ اس لیئے بے بنیاد ہے کہ اس دور کے ایتھنزیوں میں اسقدر جوش ہرگز موجود نہ تھا کہ محض سیاسی مخالفت کی بنا پر کسی شخص کو قتل کیا جاتا جب اس سے کسی کو ذاتی خصومت نہ ہو[1]۔

اس باب کے باقیماندہ حصے میں ایتھنز کے سیاسی طرز عمل میں جو تبدیلیاں جنگ ایران

---

[1] ایفیالتیس کا ذکر پلوٹارک کی حیات فارقلیس (۷ و ۱۰) میں ہے۔ اسکے قتل کے متعلق دو متضاد روایات ہیں۔ پلوٹارک (۱۰) تو یہ کہتا ہے کہ ادومے نیس کے خیال میں ایفیالتیس کو فارقلیس نے قتل کرا دیا۔ اور ارسطاطالیس کا بیان ہے کہ اسے ارسطادیکس ساکن تناگرا نے ان لوگوں کے کہنے سے جنھیں اسنے عدالت کے سامنے ملزم گردانا تھا قتل کر دیا۔ اگر ہم اس کریہہ الزام کو جو ادومے نیس نے فارقلیس پر لگایا ہے نظر انداز کر بھی دیں تو بھی دونوں مورخوں یعنے ادومے نیس اور ارسطاطالیس کے درمیان موازنہ کرنا کوئی مشکل کام نہیں۔ بیوسوتٹ کے نزدیک ایفیالتیس کیمون کے اخراج کے کچھ عرصہ بعد قتل ہوا۔ بیولر سٹریونگ اس سے متفق ہے اور کہتا ہے کہ ایفیالتیس نے کیمون کے اخراج میں حصہ لیا۔ یہ ظاہر ہے کہ ایفیالتیس کی اہمیت محض داخلی معاملات میں ہی پائی جاتی ہے۔ اور پلوٹارک بیان کرتا ہے کہ اسے صرف یک مرتبہ سپہ سالاری کا عہدہ تفویض ہوا تھا (پلوٹارک: کیمون " ۱۳)۔ مگر صرف ایک مرتبہ سپہ سالار منتخب ہونے سے یہ ضروری نہیں کہ وہ قومی معاملات میں یکتا ہی ہو۔ ونکر نے تاریخ قدیم " جلد ۸ میں اسناد کے ان قلیل اجزا کی مدد سے جو ہم تک پہنچے ہیں ایک مسلسل و مکمل فہرست ایفیالتیس کے کارناموں کی طیار کی ہے جو دلچسپی سے خالی نہیں۔ مگر کرتیس (۲۲، ۱۳۹ اور ۲۷، ۸ وغیرہ) محض واقعات کے اعادے پر ہی قناعت کرتا ہے۔

سے کے بعد ہوئیں انکا مختصر لب لباب بیان کیا جائیگا۔ جنگ تناگرا کے بعد کیمون جلا وطنی سے واپس بلا لیا گیا، جب تک ایران کی جانب سے خطرہ رہا ایتھنز کے تمام سیاسی گروہ متفق رہے۔ اور اس زمانے میں بھی جب تھسطاکلیس جلاوطن کیا گیا ہے استبدادی اور ترقی پسندوں سے گروہوں میں اتفاق جاری تھا، کیمون استبدادیوں میں سے تھا اور ارسطیدش ترقی پسندوں کا سرگروہ تھا۔ اور اس اتفاق و اتحاد کی عملی صورت یہ پیدا کیگئی کہ کیمون تو سپہ سالار بنایا گیا اور ارسطیدش اکلیسیہ کا قائد اور شہر کا عامل اعظم مقرر کیا گیا، ارسطیدش کے انتقال کے بعد عمومی گروہ میں کوئی اور شخص اسقدر تجربہ کار یا جہاں دیدہ نہ تھا اسلیئے ایتھنز کے کل طرز عمل کو تنہا کیمون کے سپرد کردینا پڑا جو میدان جنگ میں تو ضرور قابل تھا گر بحیثیت مدبر اسقدر ہوشیار نہ تھا۔ اسی زمانے میں عمومی گروہ میں ایک نہایت قابل شخص پیدا ہوا جسنے ایفیالتیس کی مدد سے جو نیچ قوم کے طبقے کا ایک نہایت محنتی اور تندہ شخص تھا شہر کے اندرونی معاملات کا انتظام کرنا شروع کیا۔ یہ شخص فارقلیس ولد زانھتی پس تھا، اب اس گروہ میں یہ خیال پیدا ہوا کہ اب وقت آگیا ہے کہ عمومی اصولوں کو اپنے پیش نامے کے ابتداہی میں رکھ دیا جائے، اریوپاگس کے چند نہایت اہم اختیارات ضبط کر لئے گئے، چند لوگوں کو جنکی بابت تغلب کا شبہہ تھا ایفیالتیس سے سزا دلوائی، اور کیمون جسنے یہ عمومی تحریک روکنے کی کوشش کی اسکے پاداش میں جلاوطن کردیا گیا، یہ تمام واقعات اسپارٹا کی مہم دورس سے بیشتر کے ہیں جسکا حقیقی مقصد یہ تھا کہ ایتھنز کی اشرافیت پسند اسپارٹا کی فوج کی مدد سے جو قریب ہی موجود تھی ایتھنز کے عمومی دستور کو پامال کردیں، اس چال کو ایتھنز کے عمومی سمجھ گئے اور خود کیمون اس شبہہ کا شکار ہوا کہ وہ اور دیگر شرفا پیندہ اسپارٹی مہم کے درپردہ حامیدار ہیں، تناگرا کی جنگ سے پیشتر کیمون ایتھنزی لشکرگاہ میں گیا اور سپہ سالاروں سے التجا کی کہ اسے اسپارٹا کے خلاف لڑنے کی اجازت دیجائے گویہ امر مشتبہ تھا کہ محض اخراج کیوجہ سے کسی ایتھنزی کو اپنے شہر کے خلاف لڑنے اور اپنی جان قربان کرنے کا اختیار تھا یا نہیں، مگر کسی ایتھنزی سپہ سالار کو یہ جرأت نہ ہوئی کہ وہ کیمون کو جنگ آزمائی کی اجازت دیتا۔ اور جب انھوں نے ایتھنز سے اسکے لیئے اجازت طلب کی تو وہاں بھی کوئی ایسا شخص نہ نکلا جو اکلیسیہ کے سامنے کیمون کی عرضداشت کی منظوری کی تحریک پیش کرتا، اس سے مایوس ہوکر کیمون کے پاس اسکے سوائے کوئی چارۂ کار باقی نہ رہا کہ اپنے دوستوں اور ساتھیوں کے دل بڑھائے تاکہ وہ دکھادیں کہ انکے لیئے زندگی کا سب سے

اعلیٰ مقصد یہ ہے کہ وہ عمدہ ایتھنزی بن جائیں + اور میدان جنگ میں کیمون کے بہت سے دوستوں نے وطن کی خاطر اپنی جانیں دیدیں + بعض کا یہ خیال ہے کہ اگر ایتھنزی کیمون کی تجویز کو مان لیتے اور اسے جنگ میں حصہ لینے دیتے تو ایتھنزیوں کو ہی فتح ہوتی۔ مگر یہ قرین قیاس اسلئے نہیں کہ اسکے پاس فوج کی کمان نہ تھی۔ اور گو وہ ایتھنزی سپہ سالاروں میں سب سے زیادہ قابل تھا مگر تناگرا اور اوئنوفیتہ کی لڑائیوں میں یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی تھی کہ اسکے سوا بھی ایسے ایتھنزی موجود تھے جو فن سپہ سالاری میں کمال رکھتے تھے + تناگرا کے بعد ہی اسے ایتھنزیوں نے یہ سمجھ کر کہ اتنے قابل شہری کا شہر ہی میں رہنا مناسب ہے اسے واپس بلالیا اور واپسی پر کیمون نے شہر کی نئی فضا اور نئے حالات بخوشی قبول کر لیئے + وہ محض یونانی سیاسیات سے متنفر ہوگیا تھا اور اسنے یہ منظور کر لیا کہ ایتھنز کے اندرونی طرز عمل کا دارمدار فارقلیش اور دیگر مدبروں پر رہے اور اسے جنگ ایران کا منتظم بنا دیا جائے + اس انتظام سے شرفا پسند گروہ کی گویا کمر ٹوٹ گئی اسلیئے کہ بیشک کیمون زندہ تھا اسوقت تک کوئی شرفا پسند ایسی تحریکات کو کبھی شکست نہیں دیسکتا تھا جکی کیمون نے مخالفت نہ کی ہو+

بارھواں باب

ادبیات علوم وفنون کیمون کے زمانے میں
ایتھنز کے مختلف سیاسی فریقوں کے درمیان جو تنازعات اور جھگڑے تھے انیں

کیمون کے دائرۂ اثر کا رفتہ رفتہ محدود ہونا خالی از دلچسپی نہیں + ہمیں اسکا مفصل علم نہیں کہ اسنے ایتھنزی دستور کے عمومی سطح پر لانے کی کسطرح مخالفت کی۔ مگر اسمیں شبہ نہیں کہ ایفیالتس کی کامیابی کیلیئے کچھ عرصہ ضرور لگا ہوگا + ابتدا میں تو کیمون ایتھنزی سیاسیات پر اسقدر حاوی ہے کہ وہ اسپارٹا کی امداد کیلئے ایتھنزی فوج تک بھجانے میں کامیاب ہوتا ہے۔ مگر رفتہ رفتہ فارقلیس یونان میں اپنا زبردست اثر قائم کر لیتا ہے اور بیچارا کیمون محض یونان کے موروثی دشمن کے خلاف جنگ آزمائی کرنے پر قناعت کرتا ہے +

ایک قسم کا سکون پیدا ہو چلا ہے، اسلیئے بہتر ہے کہ سیاسی تاریخ کو آئندہ کیلیئے ملتوی کر کے عموماً یونان کی تہذیب اور شائستگی کا ذکر کیا جائے اور اسی سلسلے میں ایتھنز کی علمی ترقی کا بیان ہو۔ اس کتاب کے ساتویں باب میں ان مدارج کا مجمل ذکر کر چکے ہیں جو علوم و فنون نے اصول جنگ ایران سے (جب ہر شخص کے سامنے سوائے جنگ کے کچھ نہ تھا) صدی کے آخری ایام تک طے کیئے۔ اب اسوقت ہم ان میں سے پہلے درجے کا بیان کرینگے۔

یوں تو ایتھنز اس ذہنی ارتقا کے تینوں دوروں میں ممتاز ہے مگر پہلے دور میں اسکی ترقی اتنی نمایاں نہیں جتنی دوسرے اور تیسرے دور میں۔ اور پانچویں صدی ق م میں آخر کار ایتھنز علمی دور میں دیگر یونانی ریاستوں سے آگے نکل گیا۔ سسلی کے متعلق یہ کہا جا سکتا ہے کہ اسکی حیثیت بھی بلا دیونان میں بہت ممتاز تھی۔ مگر خود سسلی بھی ایتھنز کی برابری کا دم نہیں بھر سکتی۔ کسی زمانے میں ایونیا نے ضرور دیگر یونانی مملکتوں کی دماغی قابلیتوں کے میدان میں رہبری کی تھی مگر اب ایونیا کی وہ حالت نہیں رہی۔ اور عظیم الشان لڑائیوں سے ایشیائے کوچک کے باشندوں پر یہ عیاں ہو گیا تھا کہ انکو اپنی حفاظت کیلیئے اسکی ضرورت ہے کہ وہ کسی زبردست یونانی ریاست کے دست نگر ہو جائیں۔ ایسی یونانی ریاست جو انھیں انکے دشمنوں سے بچا سکنے کی قدرت رکھتی تھی ایتھنز ہی تھی۔ کسی ایسے باشندۂ ایشیائے کوچک کیلیئے جسکے کارنامے اور آرزوئیں وسیع تھیں (خواہ اسکے حوصلے محض شاعریت کے دائرے تک ہی محدود ہوں) کسی بیرونی ملک کے طرف ہی لو لگانی پڑتی، اور تمام یونانی ممالک سے زیادہ ایتھنز ہی میں علمی باتوں کی قدر و منزلت کی جاتی تھی۔ غرض یہ ہے کہ پانچویں صدی ق م میں بہت سے ایونیائی جنھوں نے اپنے فن میں کمال حاصل کیا تھا اپنی زندگی کا ایک حصہ ایشیائے کوچک میں بسر کر کے ایتھنز ہی چلے آئے اور یہیں بود و باش اختیار کر لی۔ اور اسیطرح بہت سے باشندگان سسلی بھی (جو اپنے حال کے وارث کی طرح اپنے جزیرے کو دیگر ممالک سے بہتر و افضل سمجھتے تھے) اپنے اپنے شہر چھوڑ کر ایتھنز یا کسی اور یونانی شہر میں آ کر آباد ہو گئے۔ اسکے سوائے گو سسلی کی شائستگی نہ صرف نہایت وسیع ہے بلکہ اسکا پایہ بہت بلند ہے، لیکن اسمیں وہ آزادی یا تعمق نہیں جو مشرقی یونان کی تہذیب میں پائی جاتی ہے۔ یہ تحریک گیلون اور ہیئرون کے زمانے میں ایک حد تک شاہی دربار ہی سے پیدا ہوئی تھی اور دو جمہوریہ میں سسلی سے بہت سے ایسے شر پیدا ہوئے جنسے یونانیوں کو سراسر نقصان ہی پہنچا۔

اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ گو بعض علمی شعبہ جات میں ابھی ایتھنز پیچھے تھا مگر عام طور پر
دیکھا جائے تو وہ بلاد یونان کا رہبر بن گیا تھا۔ اسوقت تک ایتھنز میں مزاری نظم کو فروغ نہیں
پہنچا تھا اور پنڈار کی نظموں کو ایتھنز سے اتنا ہی کم تعلق ہے جتنا دیگر حصص یونان سے ہے اسمیں
بہ نسبت ایونیائی تمدن کے دوریائی عنصر کہیں زیادہ غالب ہے اور وہ دراصل یونان قدیم کا یعنی
اس تمدن کا جو جنگ ایران سے پیشتر ملک میں رائج تھا قائم مقام ہے۔ یہ وہ تمدن تھا جو مختلف اقسام
مذہبی اور عمرانی تخیلات سے پر تھا اور پنڈار ان تخیلات کا گویا ایک زندہ مجسمہ ہے۔ اس دور میں
یونانی زندگی کے دو ذہنی مرکز تھے ایک ڈیلفی میں اور دوسرا ان زبردست کھیلوں میں جو مختلف
حصص یونان میں ہوتے تھے اور جسے یونانیوں کی جسمانی اور عقلی تادیب ہوتی رہتی تھی۔ پنڈار نے
ان جذبات کا جو ان کھیلوں میلوں کی وجہ سے پیدا ہوتے تھے نہایت خوبی سے اظہار کیا ہے۔
یوں تو فلسفیانہ اور مذہبی نظریے عوام الناس کے کانوں تک پہنچ نہیں سکتے تھے، پنڈار نے
ان نظریوں سے اپنے تصانیف کو مزین کر کے لوگوں کے خیالات کو بالا کرنیکی کوشش کی ہے اور
اپنی نظموں کو جو ان مقابلوں کے فتوحات کی شان میں یادگار کے طور پر لکھی گئی تھیں ایک مثالی چیز
بنا دیا ہے۔ پنڈار بازیوں میں جیتنے والوں کے کارنامے محض سرسری طور پر بیان کرنے پر اکتفا کرتا ہے
اسلئے کہ اسکے قول کے مطابق بازی لیجانے والوں کا اگر کوئی کارنامہ ہے تو یہی کہ وہ اپنے گھوڑدوں
کو نہایت عمدہ طرز پر سدھائیں۔ اسکی بجائے وہ فاتح کا نسب نامہ اور اسکے شہر کی اہمیت یا تمثیل
بیان کرنا زیادہ مناسب خیال کرتا ہے۔ نہ صرف یہ بلکہ وہ ان روایات اور افسانوں کا بھی ذکر کئے
بغیر نہیں رہتا جنکا تعلق فاتح کے آباؤ اجداد یا اسکے وطن سے ہو۔ اور ان قصوں سے وہ عمدہ عمدہ
سبق اخذ کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اور فن شاعری کو انتہائے کمال کو پہنچا دیتا ہے۔ اسکے نزدیک
نیکی ایک نہایت عمدہ اور قابل قدر چیز ہے مگر اس پر جس چیز کا نیکی سے بھی زیادہ اثر ہے وہ خدا کا
خوف ہے۔ اسی لیئے اسکے نزدیک یہ ناممکن ہے کہ خدا کی طاعت محض ظاہری طرز پر کی جائے۔
اور چونکہ انسان کا دیوتاؤں سے تعلق بلا واسطہ ہے اسلیئے انسان کو چاہیئے کہ انکی طرف کسی قسم کی
برائی نہ منسوب کرے اور ہومر کیطرح یہ خیال نکرے کہ دیوتاؤں میں بدی کرنے کی قابلیت بھی ہے۔

لہ ان مصنفین کے لیئے جنکا اس باب میں ذکر ہے ان تاریخہائے ادبیات کے سوائے جو ابتدا میں لکھی گئیں حال کے
مورخوں کی تاریخیں مثلاً برگ، سٹل اور کرسٹ کی تصانیف قابل ذکر ہیں (میولر کے "مجموعہ آثار قدیمہ" جلد، تورڈ انگلش)

پنڈار سیاسیات کے ان مسائل سے جنھیں یونانی نہایت اہم خیال کرتے تھے قطعاً بے پرواہ ہے اور اسکے نزدیک تمام دساتیر اور آئین قریباً ایک سے ہی ہیں ۔ یہانتک کہ اگر حاکم قطعی خود مختار ہو تو خود سری حکومت میں بھی پنڈار کو حرج نہیں اور کریسس کا اسکی نظر میں وہی رتبہ ہے جو ازمنۂ وسطیٰ کے جرمن شاعروں (یعنی سینے زنگروں) کے نزدیک اس زمانے کے شرفا کا تھا ۔ اسکی زندگی بالکل ویسی ہی تھی جو ترو بادور یعنی فرانسیسی قرون شعرا کی تھی ۔ وہ ایک امیر کے گھر سے دوسرے امیر کے گھر اور ایک محل سے دوسرے محل جاتا تھا اور جہاں کبھی کوئی تہوار منایا جاتا وہاں اس تہوار کو وہ اپنی غزلوں سے آراستہ کرتا اور انعام اکرام لیکر گھر واپس آتا ۔ گو پنڈار کو جنگ ایران کا زیادہ جوش نہ تھا مگر وہ بھی اس تحریک سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہا جسنے یونان میں ایک عام ہیجان پیدا کر دیا تھا اسکے ساتھ یہ یاد رکھنا بھی ضروری ہے کہ وہ شہر تھیبز کا باشندہ تھا جسکا طرز جنگ ایران کے زمانے میں غدارانہ نہیں تو تیم گرم ضرور تھا اور خود ڈیلفی نے بھی حب وطن کی کوئی اعلیٰ مثال قائم نہیں کی تھی ۔

پنڈار کے خیالات خواہ کتنے ہی اعلیٰ ہوں، اسکی زبان خواہ کتنی ہی سلیس ہو، اسکی نظموں کا نفس مضمون ایسا ہے کہ اس سے صرف چند ہی لوگ کماحقہٗ استفادہ حاصل کر سکتے ہیں جو لوگ آجکل کے زمانے میں پنڈار کی نظمیں پڑھتے ہیں وہ صرف اسکے علمی مفہوم سے ہی حظ اٹھا سکتے ہیں ۔ مگر جو اثر اسکی غزلوں سے اسکے ہمعصروں پر ہوتا تھا وہ دراصل اُس لئے پر مبنی تھا جس پر غزلیں سنائی جاتی تھیں اور یہ آجکل ممکن نہیں ۔ اگر یہ باآواز بلند پڑھی جائیں اور پڑھنے والا اس اتار چڑھاؤ کا خیال نہ رکھے جو سٹروفے* اور انتی سٹروفے* میں بار بار آتا ہے اور آخر ایپوڈوس** پر پہنچکر ختم ہو جاتا ہے تو غزلوں کا آدھا لطف جاتا رہتا ہے ۔ اسکے سوائے ہم پنڈار کی غزلوں سے پوری طور پر اسلئے بھی محظوظ نہیں ہو سکتے کہ ہم اس موسیقی عنصر سے بالکل ناواقف ہیں جو انمیں موجود تھا اور جسکا غزلوں کے اوزان سے نہایت گہرا تعلق تھا بوجوہ متذکرۂ بالا یہ وثوق کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ موجودہ زمانے کے بہترین ماہران یونانی بھی

* گیت کے اس حصے کو جو کورس کے اور کیتھرا کے دائیں طرف ناچنے کیوقت گایا جاتا تھا سٹروفے اور اس حصے کو جو بائیں جانب ناچنے کے وقت گایا جاتا تھا انتی سٹروفے کہتے تھے ۔

** ایپوڈوس = بند ۔ [مترجم]

اس اثر کے عشر عشیر کا اندازہ نہیں کر سکتے جو پنڈار کے ہمعصروں پر ہوتا ہوگا اس شاعر کے صرف ترانہائے فتح اور چند غزلیات کے بعض اجزا ہی ہم تک پہنچے ہیں۔ انکے سوائے اسکے وتھرامب (یا بکیس دیوتا کی حمد میں اشعار) بھی کہے تھے اور یہ فن شعر گوئی کی وہی شق ہے جسے زمانہ مابعد میں پیوطیون اور سکیونیوں نے ترقی دی اور جسمیں ایتھنز ہی کے نئے سپاس نے (جس کو ارسطوفانیس نے اپنی ہجو ملیح کا نشانہ بنایا ہے) اسقدر کمال پیدا کیا۔

پنڈار سنہ ۵۲۲ ق م میں پیدا ہوا اور سنہ ۴۴۲ ق م میں مرگیا[1]

سیمونڈیس کے ظاہری حالات قریبا ویسے ہی تھے جیسے پنڈار کے اور وہ بھی یونان کے درباروں اور شہروں میں گشت لگاتا پھرتا تھا سیمونڈیس سنہ ۵۵۶ ق م میں پیدا ہوا اور سنہ ۴۶۸ ق م میں مرگیا۔ اور گو وہ پنڈار سے عمر میں بڑا تھا مگر اُسکی طرز تحریر موجودہ طرز سے کہیں زیادہ ملتی جلتی ہے۔ اسکی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ وہ پنڈار کیطرح ایولی نہیں تھا بلکہ ایونی تھا اور کیوس کا باشندہ تھا جو ایتھنز کے قریب ہی ایک جزیرہ ہے۔ پنڈار کی طرح اسنے بھی درباری نظمیں لکھی ہیں اور بھجن، وتھرامب اور قصائد فتح کہے ہیں اسی کی طرح وہ یہ بھی خوب سمجھتا تھا کہ شہزادوں اور حکمرانوں کے درباروں کی پشت پناہی سے علوم و فنون کی ترویج میں بہت مدد ملتی ہے، اسی لیئے اپنی خدمات ایتھنز کے حاکم ہپارخوس تھسلی کے خاندان الیوادے اور سسلی کے حاکم ہیئرون کے سامنے پیش کردیں، گو جنگ ماراتھون کے وقت سیمونڈیس کی عمر ساٹھ سال کے قریب تھی مگر اسنے ان جذبات کی جو یونان کی تاریخ کے اس دور میں ہمہ گیر تھے نہایت جوش و خروش کے ساتھ ترجمانی کی اور ان احساسات کا اپنی نظموں میں نہایت نفیس اور واضح طور سے اظہار کیا، اسوقت تک بعض پتھر جو جنگ ایران کے بعد بطور اظہار شکریہ بعض مندر میں یونانیوں نے نصب کیئے موجود ہیں اور انمیں سیمونڈیس کے جو کتبے مندرج ہیں وہ اپنی طرز کے بالکل لاثانی نمونے ہیں، سیمونڈیس کی شیریں کلامی اور اسکی فراست نے اسکا رتبہ ہفت عقلائے یونان

---

[1] حقیقت یہ ہے کہ موجودہ زمانے کے چند شعرا نے قدیم طرز پر طبع آزمائی کی ہے مگر پنڈار کے اشعار کی کوئی اسوقت تک کامیابی کے ساتھ نقل نہیں اتار سکا۔ وتھرامبوں وغیرہ کے لیئے دیکھو مرسل کی تاریخ ادبیات یونان" ۔ ۳، ۱۱۱ وغیرہ ۔ ایتھنز اور سکیون کے لیئے "تاریخ یونان جلد ا باب ۲۳ دیکھنا چاہیئے"

سے برابر کردیا ہے* اسے اخلاقی اور دردانگیز مرثیہ مرتب کرنے میں جو اس زمانے میں نہایت ہردلعزیز تھا کمال حاصل تھا، اور خود ہوریس اسکی نظم کہانی نیا کی تعریف کرتا ہے۔ سمونیدیس اپنی عمر کے آخری ایام میں ہیئرون کے دربار میں، جسنے حال ہی میں یونانی حملہ آوروں کو نیچا دکھایا تھا، گیا اور اپنے بھتیجے باکی لیدیس کا سیراکیوز کے حاکم سے تعارف کرایا۔ اسمیں ایک بات قابل ذکر تھی وہ یہ کہ گو وہ جنگ ایران کے شجاعانہ کارناموں کا نہایت جوش سے ذکر کیا کرتا تھا مگر لوگوں کے عمومی خیالات سے اسے بہت ہی کم دلچسپی تھی۔ وہ پنڈار سے کہیں زیادہ دنیا پرست تھا، وہ پنڈار سے زیادہ اپنی غرض پوری کرنا چاہتا تھا اور جہانتک ہمکو علم ہے وہ لطف زندگی سے خوب اچھی طرح واقف تھا یہانتک کہ لوگوں کو یہ گمان تھا کہ وہ زر پرست بھی ہے۔ سمونیدیس نے اپنی عمر کے آخری ایام سسلی ہی میں گذارے۔

پنڈار اور سمونیدیس کے بعد ہم ایتھنز کی طرف متوجہ ہوتے ہیں جسنے اپنے احوال کی علوی کیفیت سے متاثر ہوکر فنون لطیفہ کی ایک شاخ (یعنی ڈرامہ) کو ترقی دی جس کا نشو و نما خاص سرزمین اٹیکا ہی میں ہوا تھا اور اسمیں وہ کمال پیدا کیا جو کسی اور خطۂ یونان کو حاصل نہ ہو سکا۔

ڈرامہ اور ہجوی ناٹک دونوں کا ماخذ دراصل ڈیتھرامب کا ضمیمہ تھا جو ڈایونیسس دیوتا کے واسطے گایا جاتا تھا اسلئیے دونو قسم کے ناٹک گویا ڈرامہ کے ہی توسیع سے نکلے ہیں۔ ہجوی ناٹک کا صرف ایک نمونہ یعنی یوریپڈیس کا ناٹک مسمی سیکلوپس ہم تک پہنچا ہے۔ نیم افسانہ تھسپس کے بعد ڈرامہ کا سب سے پہلا استاد ایسکلس ہے جسنے جنگ ہائے آزادی خود اپنی آنکھ سے دیکھی تھیں۔ مگر اسمیں شبہ نہیں کہ حقیقی ناٹک کا ایجاد کرنے والا فرینکوس

* ہفت عقلائے یونان:-

۱۔ سولن ساکن ایتھنز۔

۲۔ طالیس ساکن ملطیہ۔

۳۔ پٹاکوس ساکن متی لنہ۔

۴۔ بیاس ساکن پری اینے۔

۵۔ کلیوبوس خودسر حاکم لنڈس (روڈس)۔

۶۔ خیلون ساکن اسپارٹا۔

۷۔ پیری اندر خودسر حاکم کورنتھ۔ (مترجم)

ہی کو کہنا چاہیئے جسنے ماسوائے سنگت گروہ کے ایک اور ایکٹر کو رواج دیا جو عورت مرد دونوں کا روپ بھر سکے اور اسطرح یہ ممکن ہوگیا کہ تماشہ گاہ پر ایکٹر آپسمیں گفتگو کریں + زمانۂ مابعد کے درد یہ نویسوں کے بہ نسبت فری نکوس ہمعصر واقعات کا ذکر زیادہ کرتا ہے + اسکا ناٹک "متخیر ملطہ" جسکی وجہ سے اسے ایک ہزار درہم جرمانہ ادا کرنا پڑا نہایت مشہور ہوگیا اور اتنی ہی شہرت اسکے ایک اور درد یہ "زنان فنیقیہ" نے پیدا کی جسمیں اسنے وہ اثر دکھایا تھا جو جنگ سلامس کی خبر کا دربار ایران پر پڑا ہوگا + یہ موخر الذکر ناٹک ایک اور وجہ سے بھی ممتاز ہے۔ ممکن ہے کہ یہ وہی ناٹک ہو جسکی بابت پلوٹارک کا بیان ہے کہ تمسٹو کلیس ہی کی زندگی میں اسکی خواہش سے دکھایا گیا تھا اور جسپر انعام بھی تجویز ہوا تھا۔ نوشتے میں ذکر ہے کہ یہ نقل آدی مانتس کی آخری میں کیگئی تھی اور اسمیں تمسٹو کلیس ساکن فریاری سنگت گروہ تھا اور فری نکوس نے سنگتیوں کو تعلیم دی تھی + اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ ۴۷۶ ق م میں پیش آیا +

درد یہ کو آئس خیلوس نے حقیقی معنوں میں ایک فن بنادیا + آئس خیلوس ایتھنز کے ایک شریف خاندان کے رکن یوفوریون کا بیٹا تھا اور ۵۲۵ ق م میں پیدا ہوا تھا[۱] وہ لڑکا ہی تھا کہ ایتھنز نے اپنے کندھوں پر سے خودسری حکومت کا جوا اتار کر پھینک دیا اور اسنے ماراتھون، ارتمی میزیم، سلامس اور پلاٹیہ کی لڑائیوں میں شریک ہوکر اپنی نوجوانی کے ہی عالم میں یونان کو آزاد کرنے کیلئے اپنے ہم قوموں کا ساتھ دیا۔ اور ایک آزمودہ وطن دوست اور پختہ کار ماہر فن کی حیثیت سے فنون لطیفہ کی اس شاخ کو ترقی دینے میں منہمک ہوگیا جس سے ایتھنزیوں اور زمانہ مابعد میں دنیائے یونان کو گہری دلچسپی پیدا ہوگئی + اس نے اندرونی اور خارجی اصلاحات کے ذریعے سے درد یہ کو ایک نمایاں خصوصیت دی۔ پہلے تو صرف ایک ہی ایکٹر کافی سمجھا جاتا تھا۔ آئس خیلوس ایک اور ایکٹر کو تماشہ گاہ پر لے آیا اور اسطرح مکالمے میں گویا جان ڈالدی۔ زمانۂ مابعد میں سوفوکلیس بلکہ خود آئس خیلوس بھی تین ایکٹر

[۱] آئس خیلوس کے ناٹک کیلئے فون ویلاموو یٹز میولینڈورف کا مضمون جو ۱۸۸۶ء کے رسالہ ہرمیس میں چھپا ہے دیکھنا چاہیئے۔ پانچویں صدی ق م کی تماشا گاہ کی ساخت کا مسئلہ معرض بحث میں آگیا ہے۔ اسکے لئے کاوے راؤ کا مضمون۔ میو مینسٹر کی تحقیق موسومہ "آثار" صفحہ ۱۷۳۰ وغیرہ قابل دید ہے اور شہر راکاریا کے موقع کیلئے (جو دراتا سے قریب ہی ہے) امیر بام کے مرتب کردہ "روئداد مدرسہ امریکن در ایتھنز" ملاحظہ کیجئے

روا رکھتا ہے۔ تین سے زیادہ ایکٹر (سوائے چھوٹے چھوٹے غیر اہم رولوں کے) اٹیکائی ناٹک میں نہیں پائے جاتے۔ گو اس ناٹک کا وہ مقصد نہیں ہے جو آجکل حقیقی ناٹک کا سمجھا جاتا ہے یعنی زندگی کا عکس اتار دینا، اور اس ناٹک کیلئے ایسے مقصد کی تکمیل ناممکن العمل تھی (جیسا باب ۲۰ کے مطالعے سے معلوم ہوگا) مگر ناٹک کی شخصیتوں سے لکھنے والے کا یہ مطلب ضرور تھا کہ ایک قسم کی نقل اتاری جائے۔ اور آئس خیلوس نے اپنی تمام کوشش اسی میں صرف کر دی۔ اس کیلئے آئس خیلوس نے متعدد تدابیر اختیار کیں۔ مصنوعی چہروں کا رواج تو پہلے ہی سے تھا، اپنے ایکٹروں کیلئے نفیس پوشاکیں تیار کرائیں، پس منظر اور پہلو منظر کو رائج کیا، بھوت پریت یا تو آسمان سے اترنے یا فرش میں سے نکلنے لگے۔ اور گو سنگیت کی اب بھی ناٹک میں ایک خاص اہمیت تھی، اور زمانہ آئندہ سے اسکا حصہ دخل ناٹک کے واقعات دکھانے میں کہیں زیادہ تھا مگر آئس خیلوس نے اسکے ساتھ ہی مکالمے کو پہلے سے کہیں زیادہ دلچسپ بنا دیا۔ وہ یہ چاہتا تھا کہ سنگیت کی تقاریر اور باتعلق مکالمات کو ایسا یکجا جمع کیا جائے کہ ان سے کسی عظیم الشان واقعے کی تصویر نظر کے سامنے آجائے جس سے ناظرین کو جذبات انسانی اور خداوند عالم کی قوت نگرانی کے باہمی تعلق کا عکس ظاہر ہو جائے۔ اسطرح اسنے تھیٹر کو گویا ایک تعلیم گاہ کی حیثیت دیدی۔ اسکے ناٹک کا ڈھانچہ تو ایسے خاندانی قصص ہیں جنکی ممتاز خصوصیات سے عوام آشنا تھے (مثلاً تھیبز اور آرگوس کے افسانے)۔ اور اسکے ذریعے سے آئس خیلوس نے الوہی تنظیم عالم سمجھائی اور بتایا کہ انسان کو کیا کرنا چاہیئے اور کن کن امور سے احتراز کرنا چاہیئے۔
آئس خیلوس کے جو ناٹک قابل ذکر ہیں۔ ان میں سے ہر ایک میں تین دردیئے تھے اور ایک ہجویہ اور چاروں ایک ہی دن میں کھیلے جاتے تھے گو انکا ایک دوسرے سے تعلق تھا مگر یہ ظاہر ہے کہ ہجویہ کا تعلق دردیوں سے کم ہی ہوگا۔ یہ بھی ضروری نہ تھا کہ تینوں دردیئے بھی ایک ہی قصے کے مختلف حصے ہوں اسلیئے کہ بعض مرتبہ مختلف قصوں سے ایک ہی قسم کے حالات پائے جاتے تھے اور انھیں تین دردیوں کے پیرائے میں بیان کر دیا جاتا تھا۔ یہ بھی ممکن تھا کہ ایک ہی خاندان کے حالات تینوں دردیوں میں بیان کیئے جائیں مثلاً "ہفت خلاف شہر تھیبز" دراصل "لائیوس" "اوڈیپوس" اور "ہفت" کے تہ ناٹکا کا آخری دردیہ ہے جسکے بعد ہجویہ "ابوالہول" آتا ہے۔ آگے میمنون خوئے فورائے اور یومنڈیس کا تہ ناٹکا بھی ہم تک پہونچا ہے جسمیں اس بدعا کا ذکر ہے جسکی وجہ سے خاندان اتریوس برباد ہوگیا اور جسمیں اتھینے کی دست اندازی اور اریوپاگس کے

اتفاق سے آخرکار ایک عمدہ نتیجہ ظہور پذیر ہوتا ہے۔ ناٹک موسومہ "ملتجیان" کے ساتھ کے دو دیگر
ہم تک نہیں پہنچے جنمیں دانائیدیس کا ذکر ہے جو ائی گپتوس کے بیٹے تھے اور جنکا آرگوس میں
خیر مقدم کیا گیا تھا۔ ائس خیلوس نے اپنے ناٹک دانائیدس میں قتل کا واقعہ دکھایا ہوگا پرومی تھیوس
میں کسی شجاعانہ کارنامے کی تکمیل میں جو تکلیف ہوتی ہے اسکا دردی عنصر نہایت خوبصورتی کے ساتھ تلمیذ
کیا گیا ہے۔ اسی طرح "زنان ایران" میں ائس خیلیس نے اس اثر کی تصویر کھینچی ہے جو اس کے
خیال میں جنگ سلامیس کی خبر سننے کے بعد دربار ایران پر ہوا ہوگا اور اسطرح ناٹک نویس اس
عظیم الشان فتح کو اور بھی زیادہ نمودار کرنے میں کامیاب ہوگیا ہے۔ اس تہ ناٹکے کے اجزاء
"فینیس" اور سمندر کا دیوتا گلاؤکوس کا تعلق "مردمان ایران" سے معلوم نہیں ہوتا اور ہم اس
رشتے کو بھی سمجھنے سے قاصر ہیں جو پرومی تھیوس کو دیگر اجزاء کے ساتھ ہے۔

ائس خیلوس کی زبان میں غیر معمولی تنوع پایا جاتا ہے۔ اسکے ناٹک موسومہ
"زنان ایران" "ہفت اشخاص" اور پرومے تھیس کی سادہ بیانی کا مقابلہ اس جرأت آگیں دلیرانہ
اور قریباً ناقابل فہم ترتیب الفاظ اور تخیلہ سے کیا جاسکتا ہے جو "اگامیمنون" میں پائی جاتی ہے۔

سالہا سال اپنے وطن کے معاملات میں گہری دلچسپی لینے کے بعد ائس خیلیس نے
پیرانہ سالی میں اپنے وطن کو خیرباد کہہ کر سسلی کی راہ لی۔ سوائے اسکے کہ وہ چند واقعات کو جو ایتھنز
میں پیش آئے ناپسند کرتا تھا ہمیں اسکے ترک وطن کے اسباب کا علم نہیں۔ اغلب ہے کہ وہ ایتھنز کی
نئی عمومیت سے خوش نہ تھا یا اسے کسی مذہبی راز کے فاش کرنے کے جرم میں وہیں نکالا دیا گیا ہو۔ بہرحال
اس سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اس دور میں ایتھنز دوست اور دشمن کی تمیز کرسکتا تھا اور اپنے
سچے بہی خواہ کی قدر کرنا نہ جانتا تھا۔ ائس خیلوس نے ۴۵۶ ق م میں بمقام گیلا وفات پائی۔

ایک طرف تو ایتھنز میں ایک نئی قسم کی نظم ظہور میں آرہی تھی جو انسان کے دلی جذبات
میں اسکا ہمنوا بنکر گہری دلچسپی پیدا کرتی ہے، دوسری جانب ایونی عظمت کے ساتھ ایونی تمدن
بھی مفقود ہورہا تھا۔ ایونی قوم نے حقیقت کائنات کے مسئلے میں کمال حاصل کرلیا تھا ایک زمانے
میں ایتھنز ہی جغرافیہ، تاریخ، فلسفہ طبیعی اور تاریخ موالید کا مبدا اور منبع تھا اور ایشیائی ساحل
پر بھی یہی علمی میلان پایا جاتا تھا۔ مگر جس درخت میں ایک عہد میں اس درجہ جوش نمو تھا وہاں
اب صرف جہاں تہاں ایک آدھ کلی نظر آجاتی تھی۔ بڑے بڑے مشہور و معروف ایونیوں نے
ایشیائے کوچک کی بود و باش چھوڑ دی تھی اور اس درخت علم کی ایک شاخ یعنی فلسفہ طبیعی تو

بہت ہی جلد مرجھا گئی۔

ایونی تمدن کا آخری قائم مقام ہیراقلیطس تھا۔ ہیراقلیطس[1] کے اکثر پیشرو تو ملطہ کے باشندے تھے اور یہ شہر حقیقی علم کے تفحص اور تجسس میں ہمیشہ کوشاں رہتا تھا۔ مگر وہ خود ایفی سس کا رہنے والا تھا۔ ایفی سس کا تعلق سمندر پار کے ممالک کے بجائے اس مذہبی رو اور عام تہذیب سے تھا جو اندرون ایشیائے کوچک رائج تھی۔ وہ ۵۳۵ ق م میں پیدا ہوا اور ۴۷۵ ق م میں مر گیا اور اپنی زندگی میں وہ ہمیشہ سیاسیات سے الگ تھلگ رہا۔ قدما نے اسے "فیلسوف گریاں" یا "قنوطیوں کے سرتاج" کا لقب دیا تھا۔ جہانتک ابتدائی عنصر کے نظریے کا تعلق ہے اس نے ان فلسفیوں کی جو اس سے پہلے ہو گذرے تھے پیروی کی مگر اسکے نزدیک یہ ابتدائی عنصر آگ تھی اور اس ضمن میں اسکے اور اسکے پیشروؤں کے نقطۂ نظر میں گونہ فرق تھا۔ اسکا خیال تھا کہ آخر کار ہر چیز آگ میں حلول کر جاتی ہے بلکہ اس نظریے سے وہ در اصل اس تبدیلی کا اظہار کرتا تھا جو کائنات میں ہمیشہ ہوتی رہتی ہے اور وہ اس لفظ کو اسی مخفیانہ طرز سے استعمال کرتا تھا جیسے **فیثاغورث** "اعداد" کو۔ ہیراقلیطس کا عقیدہ ایلیاتیوں کے عقیدے سے مختلف تھا اسلئے کہ ان کے لئے تو "ہستی" اور اسکے لئے "حدوث" فلسفے کا حقیقی مرکز تھا۔ اسکا اور اسکے بعد ایمپی دوکلیس دونوں کا قول تھا کہ دنیا میں ہر ایک چیز کی اصل تنازع ہی ہے۔ اسے بعض مصنف "شخص تاریک" کا بھی لقب دیتے ہیں۔ اسکے مقولوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ محض تبحر علمی عقلمندی کی نشانی نہیں ورنہ ہیسیود، فیثاغورث، زینوفانیس اور ہیکاتائیس ضرور عقلمند ہوتے۔ اس سخت کلامی کی اصل وجہ اسی وقت سمجھ میں آسکتی ہے جب یہ یاد رکھا جائے کہ ایک طرف تو ہیراقلیطس محض تنہائی کی زندگی بسر کرتا تھا اور ان لوگوں کی یاد تازہ کرنا چاہتا تھا جنھوں نے اس دنیا سے کنارہ کشی اختیار کی تھی اور دوسری طرف جن لوگوں سے وہ سخت متنفر تھا وہ ایسے تیز طبیعت اور راز جو یونانی تھے جنھوں نے عالم حقیقت کا مطالعہ کیا تھا اور اپنے معاصروں پر [illegible]

---

[1] ہیراقلیطس کیلئے منجملہ مورخین زمانہ حال کے منصفۂ ذیل کا مقابلہ کیا جا سکتا ہے:-

۱۔ شوستر "ہیراقلیطس ساکن ایفی سس" (روئداد انجمن فلسفہ۔ لائپزگ جلد ۳ – ۱۸۷۳ء)۔

۲۔ بائی واٹر "آثار ہیراقلیطس ساکن ایفی سس" لندن ۱۸۷۷ء۔

۳۔ لاسال "فلسفہ ہیراقلیطس مخفی اسرار کی روشنی میں" برلن ۱۸۵۸ء۔

...نوشش میں عمر بسر کی تھی۔ جو اہمیت اس نے آگ کو دی ہے اس سے ایرانی مذہب کا خیال آتا ہے
ہراقلیطس نے اپنی تمام تحریریں آرتےمس کے مندر میں اسلئے رکھ دیں کہ وہ اس دیوی کو کائنات کی
قوتوں کا قائم مقام سمجھے ہوئے تھا۔

ایونیا کا آخری فلسفی تو الیتی مس کے کوہستان میں راہبانہ زندگی بسر کر رہا تھا، ادہر ایتھنز
میں اسوقت تک فلسفے اور حکمت کے دور کی ابتدا بھی نہیں ہوئی تھی۔ ایرانی طرز کے ایتھنزیوں کے لیے تو
سیاسیات اور فنون لطیفہ ہی گویا تمدن کی جان تھے۔ یہاں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ ایتھنز کے ہر ایک
شعبۂ زندگی پر مذہب کا اثر تھا۔ یہ ایک کلیہ ہے کہ مذہب محض اسی حد تک فنون لطیفہ اور تعلیم کے ساتھ رواداری
سے پیش آتا ہے جس وقت تک وہ ان ہی جذبوں کا اظہار کرتے رہیں جنہیں وہ رواج دینا چاہتا ہے۔ مگر
خالص حکمت ایسی مملکت میں جسکے ہر ایک رگ و ریشے میں مذہب نے حلول کر لیا ہو بالکل ناممکن ہے۔ اسکی
اصل وجہ یہ ہے کہ شعر گوئی اور فنون لطیفہ تو انسانی جوش کو موجزن کرتے ہیں اور انسے نہایت آسانی
سے مذہبی خدمت لی جا سکتی ہے۔ لیکن حقیقی حکمت نقاد ہے اور اس سے ان جذبات میں جو مذہب
کی اصل جڑ میں سخت ٹھیس لگتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ حکمت کسی آقا کے ماتحت ہونا گوارا نہیں کر سکتی۔
سقراط کے انجام سے یہ عیاں ہے کہ عرصۂ دراز تک مذہب ایتھنز کی رگ و پے میں سرایت کئے رہا اور اس
دور کے ایک صدی بعد تک اسنے کسی آزاد حکمی تنظیم کی عملی رواداری نہ کی۔

اس دور سے پچاس سال بعد تو فنون لطیفہ کے میدان میں ایتھنز نمبر لے گیا تھا مگر
جس زمانے کا اسوقت ہم ذکر کر رہے ہیں اسمیں ایتھنز کے سوائے دیگر مملکتیں سنگتراشی اور مصوری
میں یونان کی رہبر تھیں۔ پیلوپونیز نے فن سنگتراشی میں جو ترقی کی اسکے دو سبب تھے۔ ایک تو کریٹ
سے اسکا ایک خاص قسم کا تعلق تھا اور دوسرے خود اولمپیا میں جو رغبت انسانی جسم کے نشو و نما اور
پختگی کی طرف دلائی جاتی تھی اس سے پیلوپونیز کے فنون لطیفہ میں بہت ترقی ہوئی۔ سنگتراشی دراصل
ایک دوریانی فن تھا اور مدت دراز تک یہ دوریانی ہی رہا۔ سکیون میں اس فن کا استاد
کناخوس تھا اور اگر یہ کہا جائے کہ اسی کی وجہ سے اس شہر میں سنگتراشی نے ترقی کی تو کچھ بیجا نہ ہوگا
یہ وہی کناخوس تھا جسنے ملطیوں کیلئے دیدیمائی اپولو کا بت تراشا تھا۔ پیلوپونیز کی
سنگتراشی کا ایک نہایت عمدہ نمونہ وہ بتوں کا مجموعہ ہے جو آئی گینا والی اتھینا کے مندر کے
دو سہ گوشوں پر تھا اور جو اسوقت تک میونخ میں موجود ہے[5] دونوں سہ گوشوں میں

[5] آئی گینا کے یادگاروں کے لئے جن کا ذکر جلد اول باب ۲۸ میں کیا گیا ہے مفصلہ ذیل کتابیں

منبت کاری کے ذریعے سے اصل قد انسانی سے ذرا چھوٹے مجسموں کے مجموعوں میں آئی گینی سورماؤں اور ٹروآئے کے باشندوں کے درمیان لڑائی دکھائی گئی ہے۔ مشرقی میں تو تیلاموں اور ہرقل ایشیائیوں کے ساتھ لڑتے ہوئے نظر آتے ہیں اور مغربی میں ایاکس ولد تیلاموں اور تیوکر دشمنوں سے ایک نعش کی حفاظت کر رہے ہیں جو یا تو اکیلیس کی ہے یا پیتروکلس کی۔ اور دونوں مجموعوں کے وسط میں اتھینا دیبی کھڑی ہوئی یونانی سورماؤں کی حفاظت کر رہی ہے + ان مجموعوں کی ترتیب میں تساوی اعضا کا خیال ضرور رکھا گیا ہے مگر افراد کے چہروں پر بجائے سختی کے حسب دستور مسکراہٹ نمایاں ہے۔ صورتیں حقیقت کے مماثل ہیں اور انکی حرکات میں (جنکی ماہیت نوعی ہے نہ کہ فردی) موزونیت اور مناسبت پائی جاتی ہے + تمام طور پر مغربی سرمثلث مشرقی سے بعد کا خیال کیا جاتا ہے۔ اور کیکولے کا قیاس ہے کہ مشرقی مثلث تو تمام تر کچھ عرصے قبل اور مغربی کچھ عرصے بعد تراشا گیا ہوگا اسمیں شبہ کی گنجائش نہیں کہ ان سرمثلثوں کا اصلی مقصد یہ تھا کہ دنیا کے سامنے ائی گینا کے باشندوں کے قومی جوش کی تصویر پیش کی جائے جو گو اتھنز سے ہمیشہ متنفر رہے مگر گزشتہ قوم کی جنگ میں تمام یونانیوں سے زیادہ بہادر شمار کیے جاتے تھے + یہ ظاہر ہے کہ اس جنگ میں ٹروائے کے مشرق اور مغرب کی لڑائی نے یونانیوں کے تخیل میں ایک خاص جگہ حاصل کر لی تھی اور ائی گینا کی بہادری کی تصویر اس جنگ کے ہی آئینہ میں دکھائی گئی + اس جزیرے میں بعض نہایت قابل سنگتراش موجود تھے اور ان سب میں سب سے زیادہ مشہور اوناٹس تھا جسنے نہ صرف اولمپیا اور دلفی کیلئے مجسمے طیار کیے بلکہ جسکی کاریگری کے نمونے سسلی میں تارنتم اور فگالیا کی ریاستوں میں جہاں فنون لطیفہ کی قدر ہوتی تھی اور دنیائے یونان کے دوسرے مثلاً دی نومیس اور ہیرون کے درباروں میں پہنچتے تھے جنمیں سب سے نمایاں انسانوں اور گھوڑوں کے مکمل مجموعے تھے۔ اس سنگتراش کو پیتل ڈھالنے میں بھی بڑا کمال حاصل تھا اور کچھ بعید از قیاس نہیں کہ ائی گینا کے بت خانہ اتھینے میں جو مجسمہ ہے وہ اسی کی ساخت ہو۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) دیکھنی چاہئیں +

برن "شاہ لڈوگ کے مجموعہ مجسمات میونخ کے حالات"

ک۔ ہ۔ لنگے: "ائی گینا کے مجسموں کی ترتیب" ۱۸۹۵ء۔ فریڈرش وولٹیرز "قدیم سنگتراشی میں پلاسٹر کا کام" برلن ۱۸۸۵ء ص ۳۲ +

اولمپیا میں مگاریوں کے خزانے کے سرمثلثوں پر جو منبت کاری ہے[1] اور سیلی نوس کے مندر "ف" (F) سقفی حاشیے کے بت غالباً اسی دور کے یادگار ہیں۔ سوائے ایک سر کے باقی جتنے بت سیلی نوس کے مذکورۂ بالا بت خانے میں ہیں انکے صرف دھڑ ہی دھڑ رہ گئے ہیں یہ سر ایک نیم مردہ مفتوح دیو کا ہے اور اسکی وضع بالکل وہی ہے جو الی گینا کی مورتوں کی عام طور پر ہوتی ہے۔ مندر "ی" (E) کی مورتیں غالباً زمانہ مابعد کی ہیں مگر انہیں وہ تکمیل ساخت نہیں ہے جو فدیاس کے بتوں میں خصوصیت کی پائی جاتی ہے۔ ہمیں یہ معلوم ہے کہ سسلی کی نوآبادیوں کے تعلقات اپنے اصل شہروں سے بہت اچھے تھے۔ سیلی نوس مگارہ کی نوآبادی تھی اور اسمیں شبہ نہیں کہ پیلوپونیزی فنون لطیفہ کا سسلی پر اور خاصکر مگارا کا سیلی نوس پر ضرور اثر پڑا ہوگا۔

زمانۂ حال کی کھدائیوں میں چند مجسمے دستیاب ہوئے ہیں جنسے اولمپیا کے مندر کی آرائش منظور تھی۔ مگر انسے وہ امیدیں پوری نہیں ہوتیں جو پیُوسانیاس کے بیانات کے مطالعے سے ہوئی تھیں۔ پیُوسانیاس کا بیان ہے کہ مشرقی سرمثلث کے مجسمے سنگتراش پایونیس ساکن مینڈے کے اور مغربی مثلث کے مجسمے الکامینس کے تراشے ہوئے ہیں جو فدیاس کے ایک مشہور و ممتاز شاگردوں میں تھا۔ پایونیس کا ایک نہایت خوبصورت مجسمہ "فتح" حال ہی میں اولمپیا میں دستیاب ہوا ہے۔ مشرقی سرمثلث میں اتنا حسین بت کوئی نہیں ہے، اور جو مورتیں او نُومائس اور پیلوپس کے رتھ دوڑ میں ہیں انکی سختی اور کرختگی صاف طور پر یہ کہے دیتی ہے کہ یہ شبیہیں اور

---

[1] اولمپیا کیلئے جلد ۱ باب ۱۹ دیکھنا چاہئے۔ اسکے ساتھ مفصلۂ ذیل کتابوں کا مطالعہ بھی فائدے سے خالی نہیں۔ خزانہ اولمپیا" برلن ۱۸۸۲ء، مضمون "اولمپیا" بقلم افلاش جو بومئیسر کے مجموعے میں ہے۔ فلاش کی عام خیال کے خلاف یہ رائے ہے کہ اولمپیا کے سرمثلث پایونیس اور الکامینس کی تعمیر کردہ ہیں۔ لیوشکے کی کتاب "اولمپیا کے مندر کا غربی مجموعہ سرمثلث" (دورپت ۱۸۸۷ء) بھی دیکھنا چاہیئے جس میں مصنف نے یہ رائے پیش کی ہے کہ مغربی سرمثلث ایک اور الکامینس کا تعمیر کردہ ہے جو فدیاس کے شاگرد کا ہمنام تھا۔ مگر اس نظریہ کی تردید فلاش نے برلن کے ہفتہ وار رسالہ فلسفہ ۴۲ ۱۸۸۸ء میں کی ہے۔ سیلی نس کے لئے دیکھو بین ڈورف کی کتاب "سیلی نوس کے سقفی حاشیے کے مجسمے"۔ برلن ۱۸۷۳ء۔

"فنیقی" کی [illegible] کاریگری نہیں ہے اسلئے کہ "فنیقی" کی صفائی یا تناسب اعضا
سے مجموعہ مشرقی میں ہرگز نہیں پایا جاتا۔ اسی طرح مغربی سہ مثلث میں پی ری تھوس کی شادی کے موقع پر جو
لڑائی لاپیتھوں اور قنطوروں کے درمیان ہوئی تھی وہ دکھائی گئی ہے۔ مگر اسکی شبیہوں میں
اس درجہ عدم آسائش عیاں ہے اور حرکات سے اسقدر تیزی ظاہر ہوتی ہے کہ ہم کسی صورت سے
اس نتیجے پر نہیں پہنچ سکتے کہ ان مجموعوں کا صناع پارتھے نون کے سہ مثلثوں کے تراشنے والے کا
شاگرد ہوگا۔ اب روایت اور حقیقت کا اختلاف رہ گیا۔ اسکے لئے مختلف مصنفوں نے بہت سے حل پیش
کیے ہیں جنمیں سب سے قرین قیاس یہ ہے کہ پوسانیاس کو غلطی ہوئی اور درحقیقت پایونیس اور
الکامنیس کو ان سہ مثلثوں سے کسی قسم کا تعلق نہیں ہو سکتا۔ واقعتہً مجموعے کسی مقامی صناع کی
دستکاری کا نمونہ ہیں جسکے ذہین ہونے میں تو کلام نہیں مگر جو عام تناسب اعضا اور تفصیل کی بجا آوری
میں اسقدر باشعور نہ تھا جو ہم اس دور کے بہترین صناعوں میں پانے کے عادی ہیں۔ ان سہ مثلثوں
کے سوائے بعض مجسمے جو سنگی حاشیوں پر تھے اسوقت تک موجود ہیں جنمیں سے چند ان سہ مثلثوں
[illegible] عمدہ صناعی کے نمونے ہیں۔

یونانی فن پیکر پذیری کی تاریخ میں سنگتراش فیثاغورث کا ایک خاص رتبہ ہے۔ یہ ساموس
یا ریگیم کا باشندہ تھا اور گو وطن کے لحاظ سے ایونی تھا مگر اسمیں شبہ نہیں کہ ریگیم میں مسینہ کا اثر پایا جاتا
تھا اور اسکے فن میں دوریائی عنصر صاف طور پر ظاہر ہے۔ اسکی طرف متعدد اولمپی فاتحوں کے
مجسمے منسوب کیے جاتے ہیں۔ اور اسنے ایک مجسمہ ترتیب دیا تھا جسمیں اسنے دو بھائیوں یعنی ایتیوکلیس
اور پولی نکیس کو ایک دوسرے کو قتل کرتا ہوا دکھایا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ اسکا ایک مجسمہ جو ایک لنگڑے آدمی
کا ہے اور جو اسکے دیگر مجسموں سے زیادہ مشہور ہے دراصل فلوکتیتس کی شبیہ ہے۔ اسکے سوائے
سیلی نوس کے آخری منقش حاشیے کے مجسمے اور کروتونا کے سکے جنپر اپولو اور اژدہے کی لڑائی کی تصویر
بنی ہے اسی فیثاغورث کی طرف منسوب کیے جاتے ہیں اور ان سے اس سنگتراش اور صناع کی
کاریگری کا نہایت اچھی طرح سے اندازہ ہو سکتا ہے۔

فنون لطیفہ کے مزید ارتقا کی تاریخ میں آرگوس کے گروہ کی ایک خاص اہمیت ہے۔

ؔ اس فیثاغورث کے متعلق والڈشٹائن نے اپنے مضمون میں جو رسالہ "مطالعات یونان" سنہ ۱۸۸۰ و سنہ ۱۸۸۱ میں
نکلا تھا بحث کی ہے۔ اسکے لیے اتھنس کی انجمن کلیئر کا ماہوار سالہ ۱۸۸۵ لندن برگ سنہ ۱۸۸۵ بھی دیکھنا چاہیے۔

اس گروہ کا سب سے ممتاز رکن آگے لاداس تھا۔ اس زمانے میں مختلف دیوتاؤں کے چڑھاووں کیلئے بت بنانے کا عام دستور تھا اور خود آگے لاداس بھی اس میدان میں کچھ پیچھے نہ تھا۔ منجملہ دیگر کاریگریوں کے اسکا ایک مجموعہ گھوڑوں اور دیلفی کی گرفتار شدہ عورتوں کا تھا جو استے باشندگان تارنتم کی درخواست پر تراشا تھا۔ آگے لاداس اتنا مشہور اپنی صناعیوں کی بدولت نہیں ہوا بلکہ اسکا نام شہرۂ آفاق اسلئے ہوا کہ جن سنگتراشوں کو قدما اپنے فن میں کامل کہتے تھے (یعنی میرون، پولیکلیتس اور فدیاس) وہ سب اسی کے شاگرد تھے۔ ان تینوں میں سے آرگوس پولیکلیتس نے اپنے فن کی روایات کو پیلوپونیز میں جاری رکھا اور میرون اور فدیاس کیوجہ سے اٹیکا سنگتراشی کے میدان میں انتہائے کمال کو پہنچ گیا۔[1]

ان صناعوں کے بیان سے پہلے اٹیکائی صناعوں کے سلسلے میں کلامس کا بیان مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کلامس کی جائے پیدائش کا ہمیں علم نہیں صرف یہ معلوم ہے کہ اس نے نہ صرف اٹیکا کیلئے اپنی صناعی کے نمونے تکمیل کو پہنچائے بلکہ دیگر یونانی ممالک اور یونانی حکام کیلئے بھی کام کیا مثلاً ہئیرون کے حکم سے اسنے ایک اولمپی چڑھاوا طیار کیا جسمیں ایک رتھ اور چار گھوڑے تراشے گئے تھے۔ اسکی سنگتراشی میں خاص بات یہ تھی کہ وہ صناعی کے قدیم حدود سے باہر نہیں نکلا اور اسپر بھی انسانوں اور حیوانوں کے

---

[1] اٹیکا کے ارتقا فنون لطیفہ کیلئے کرتیس کی "تاریخ یونان" ۲، ۱۳۱ دیکھنا چاہیئے۔ اس کتاب میں کرتیس کا بیان ہے کہ اٹیکا میں مٹی کے برتن بنائے جاتے تھے اور ان پر تصویریں کھینچی جاتی تھیں۔ سنہ ۶۰۰ ق م سے مرتفع اور بنانے کا رواج ہو گیا تھا اور فنون لطیفہ کی اس شاخ میں خاک ریطیوں، یوفرونیس، دوریس اور دیگر صناعوں نے کونہ کامیابی حاصل کی اور پولیگ نوتس اپنے وطن تھاسوس کو خیرباد کہکر اٹیکا کر آباد ہوا اور وہاں عظیم الشان تاریخی طرز کو رواج دیا۔ اسی مصنف کے نزدیک مرمری منبت کاری اٹیکا ہی کی ایجاد تھی اور پیلوپونیز میں سکیون اگی گینا اور آرگوس نے بتوں پر عورتوں کی تصاویر بنانے میں کمال حاصل کیا تھا اور یہ ہی اگی گینا کی سنگتراشی کی اصلی بنیاد معلوم ہوتی ہے۔ اس کے بعد کرتیس کلامس، میرون، پولیکلیتس کے زمانے میں جو فنون لطیفہ کو انتہائے کمال حاصل ہوا تھا اسکا ذکر کرتا ہے اور بیان کرتا ہے کہ اٹیکا میں فیموس اور حلقہ دار جزائر کے طرز کا رواج ہو چلا تھا اور فدیاس کا فن تکمیل کو پہنچ چکا تھا۔ اس کے ساتھ ہی صفحہ ۴۴۵ کا حاشیہ بھی دیکھنا چاہیئے جہاں بہت سا تاریخی مواد خلاصے کے طور پر دیا ہوا ہے۔

معمولی حرکات کی نہایت خوش اسلوبی سے نقل کرنے کی کوشش کی۔ خود لوسیئن نے اس کے سوسانڈرا کے بت کی مسکراہٹ کی تعریف کی ہے[۹] جس سے ظاہر ہے کہ وہ اپنی صنعت میں فطرت کا تتبع کرنا چاہتا تھا۔ میرون ساکن ایلیو تھیرئے جو عمر میں فدیاس سے چند سال بڑا تھا کلامس سے بھی ایک قدم آگے بڑھ گیا۔ اسکا اصل مقصد یہ تھا کہ انسانی حرکات کا مجسموں کی ہیئت میں ظاہر کرے اور اسمیں شبہ نہیں کہ وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوگیا۔ اسکی مثال کیلئے لیکو نے کے الفاظ بجنسہ نقل کر دینے مناسب ہیں۔ وہ کہتا ہے کہ "اسکا کارنمایاں یہ تھا کہ برہنہ دوڑتے ہوئے انسانوں کے تخیل کو مجسموں کی صورت میں ظاہر کرے۔ مثلاً خمیدہ دسکوبوس بالکل ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے کوئی تیر کمان سے نکل کر جا رہا ہو۔ جب اتھینے یکایک ظاہر ہوکر مارسیاس کی بانسری میں زور سے ہاتھ مارتی ہے تو مارسیاس فرط خوشی میں ناچتے ناچتے چکر کھا کر ایک دم پیچھے کی طرف ہٹ جاتا ہے۔ جب لاداس دوڑ کے اختتام پر پہنچتا ہے تو یہ معلوم ہوتا ہے گویا اسکا دم واپسیں اسکے لب پر آچکا ہے، اور پرسیس میدوسا کو زغند لگا کر پکڑ لیتا ہے"۔ میرون نے گائے کا ایک مجسمہ طیار کیا تھا جو قدما میں بہت مشہور تھا اور جسپر طباعوں نے طبع آزمائیاں کی تھیں۔ الغرض میرون ہی صناع عصر تھا، راتے دسکوبوس اور مارسیاس کے مجسموں کے قدیم نقول ہم تک پہنچی ہیں۔ حاصل کلام یہ ہے کہ میرون نے تو اپنے فن کو حد و تکمیل تک پہنچایا، فدیاس اسے اس حرم کے اندر ہی لے آیا۔

جو روایات ہمارے پاس آئی ہیں انکا ماحصل یہ ہے کہ دور کیمون میں فن تصویر کشی کا قائم مقام پولیگ نوٹس ہے مگر سوء اتفاق سے ہمیں اسکی بابت صرف یہ علم ہے کہ وہ اپنے زمانے میں نہایت ممتاز تھا اور تھاسوس کا باشندہ تھا۔ پانچویں صدی ق م کے قرب یونانی صنعت و علوم اور عام تمدن اور شائستگی میں ایونیائی اور دوریانیوں کا مقابلہ کرتے

[۹] اس مجسمے کی خصوصیت یہ ہے کہ اسمیں قدیم یونانی صنعت کا وہ کمال نظر آتا ہے جو اس زمانے میں مسکراہٹ کی نقل اتارنے میں سنگتراشوں نے حاصل کیا تھا۔ اس سے ہمیں یونان کے عام اوصاف معلوم ہوتے ہیں اور ساتھ ہی یہ بھی عیاں ہو جاتا ہے کہ یونانی شرفا کے چہرے کی ساخت مجسموں میں دکھانے کی کس درجہ کوشش ہو رہی تھی۔ حال ہی میں اس ڈھیر میں سے جس سے کیمونی عہد کے تعمیر کاروں نے قلعہ کی عمارات کا بھراؤ کیا تھا چند مجسمے شکستہ قدامت سے پیشتر یعنی اکروپولس کی تباہی سے پہلے کے نکلے ہیں۔ ان مجسموں کی تصاویر بیوٹی شر کی کتاب اکروپولس میں موجود ہیں۔

سے تھے۔ اُور دمقریطس اور پروتاغورث ساکن ابدیرا کی تحریرات سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ تھریس یونانیوں نے اختتام وجود تک کے مسئلے کیطرف اپنی توجہ مائل کی تھی۔ مگر اسکے متعلق بعد میں بحث کیجائیگی۔ مورخ ستسمبروشن ساکن تھاسوس کی تصانیف سے معلوم ہوتا ہے کہ تھریسیوں میں بہت سے ایسے بھی لوگ موجود تھے جنکو دنیا کے عام معاملات میں گہری دلچسپی تھی۔ ظاہر ہے کہ اگر ان ممالک میں تمدن کی سطح کافی بلند نہ ہوتی تو بقراط اور اسکی طرح بہت سے اور غیر ملکی آآکر آباد نہ ہوجاتے۔ اسکے سوائے تھریسی باشندوں کے تعلقات ایتھنز کے ممتاز کنبوں مثلاً ملیتادیس اور طوسی دیدش کے خاندانوں سے پائے جاتے ہیں جس سے ہم انکی شائستگی کا اندازہ کرسکتے ہیں جو غالباً ساحلی شہروں کے اثرات کا نتیجہ ہوگا۔ تھاسوس کے باشندے نہ صرف مجسموں کے شوقین تھے بلکہ فنون لطیفہ میں خود بھی مہارت پیدا کرلی تھی۔ انھوں نے اوناتاس سے کئی مجسمے بنوائے تھے اور ہمارے پاس متعدد ثبوت فنون لطیفہ میں انکی مہارت کے موجود ہیں پایونیس ساکن مینڈے کے متعلق اس سے پیشتر کہا جاچکا ہے۔ اسکے سوا شمالی یونان کے قیمت کاری اور مینڈے، اولنتھوس، ائی نس، ابدیرا، تھاسوس اور مقدونیہ کے سکوں سے انکے شوق کا پتہ لگتا ہے۔ ان سب باتوں سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ ممالک تہذیب و تمدن میں بہت بڑھے ہوئے تھے۔ اور جس شخص نے یونان خاص پر اسکا اثر ڈالا وہ پولیگنوتس تھا جس نے اپنی قابلیت کے جوہر یونان کے مذہبی مرکز ڈلفی میں دکھائے۔ اسنے ڈلفی کے ایک وسیع کمرے کی دیوار و پیرد و تصویریں کھینچیں۔ ایک ٹروائے کی بربادی کا نقشہ اور دوسری عالم زیریں کی تصویر۔ پہلی تصویر تو دراصل بڑے بڑے شعراء کی نظموں کے بہترین مناظر کا مجموعہ تھا اور دوسری تصویر میں گنہگاروں کی سزا پابی دکھائی گئی تھی۔ ان تصاویر کے متعلق یہ کہنا کہ وہ ہومر ہی سے لے گئی ہیں یا انکی کتاب کے منظروں کی تصویریں ہیں درست نہ ہوگا۔ مگر اسمیں شبہ نہیں کہ انکا تعلق اسکی کتاب "اوڈیسی" سے ہے اور دنیائے زیریں کی تصویر میں تو خود اوڈیسی اس بھوت پریت کو برآمد کرتا ہوا نظر آتا ہے۔ ایک اعتبار سے یہ تصاویر ہومر سے ضرور متعلق ہیں

ما اس اثر کیلئے جو یونانی فنون لطیفہ پر شمالی یونان کا پڑا برن کا مضمون "پایونیوس اور شمالی یونان کے فنون لطیفہ" (رپورٹ اجلاس ہائے میونخ ۱۸۸۷ء صفحہ ۳۱۵ وغیرہ) دیکھنا چاہیئے۔ وہ ثابت کرتا ہے کہ ایشیائے کوچک کی صنعت کا شمالی یونان پر بہت زبردست اثر ہے۔ اسکے لیئے قون رودن کے مضمون کا بھی جو ٹیوبیسٹر کے مجموعے میں شامل ہے مطالعہ بہتر ہے

اسلیئے کہ انہیں اسکی نظموں کا اخلاقی پہلو عیاں ہوجاتا ہے۔ پہلی تصویر میں توالیاد کی شدید جنگوں کا اختتام دکھایا گیا ہے دوسری میں انسانی زندگی کے آخری لمحے معہ تمام مسرتوں رنجوں اور آرزوں کے پیش کیئے گئے ہیں جنکا اوڈیسی میں ذکر ہے۔ پولیگ نوٹس نے خود ایتھنز میں ٹروائے کے فتوحات کی تصاویر پی سیانا کتی کمرے میں جو چوک میں واقع تھا بنائی تھیں جنکی زمانہ مابعد میں کیموں نے تجدید کی اور اسکا نام پوئکیلے ایوان بو قلموں رکھا تھا۔ اسکے سوائے اس نے دیوسکوری خاندان کے بت خانے کو بھی اپنی تصاویر سے آراستہ کیا اور اسکے دوستوں مکون اور پانائینس نے جنگ مارا تھون کی ایک تصویر پوئکیلے میں کھینچی جسمیں ملتادیس کالی ماخوس اور تھیمنے گیرس پہچانے جاسکتے تھے۔ پولیگ نوٹس کے ہی زمانے میں انس خیلیس اپنا ناٹک مسمیٰ "مرہ مان ایران" تماشہ گاہ پر لایا۔

غرض یہ ہے کہ دور مذکورہ بالا میں فنون لطیفہ نے نہایت دلیری سے معصر واقعات پر بحث کرنا شروع کی حقیقت یہ تھی کہ عظیم الشان کارنامے وقوع پذیر ہوچکے تھے اور لوگوں کو انکی تمثیلات دیکھ کر مسرت ہوتی تھی۔ اسکے برعکس جو لڑائیاں فارقلیس کے زمانے میں ہوئیں انکی اسقدر اہمیت نہ تھی اسلیئے کہ محض خانہ جنگی کو کبھی باعث فخر نہیں سمجھا جاتا اور بجائے اسکے کہ فی زمانہ کے تاریخی واقعات پیش کرنے کا موقع ملے فنون لطیفہ میں ایک دوسرے معنی میں تقلید پیدا ہوگئی۔

پولیگ نوٹس کی تصاویر کا ایک دھندلا سا عکس اس عہد کے برتنوں کی تصاویر میں پایا جاتا ہے اور اسی میں وہ سرخ مورتوں والے برتن بنائے گئے تھے جنکا تعلق اسی مصور سے اکثر دکھایا گیا ہے[1]۔

پولیگ نوٹس کی کیموں سے ذاتی واقفیت تھی وہ اس کا صلاح کار اور

[1] اسکے لیئے فون روڈن کا مضمون "برتن بنانے کا فن" بومیسٹر کے مجموعے میں دیکھنا چاہیئے۔ پٹوسانیاس کا خیال ہے کہ پولیگ نوٹس نے امیدواروں کے اس قتل عام کی تصویر کھینچی ہے جسکا اوڈیسی اس ایتھنے آریا کے مندر میں مرتکب ہوا تھا۔ یہ خیال کیا جاتا ہے کہ لسیبہ میں جو منبت کاری گیول باشی کے مقبرے میں ہورہی تھی اور جواب وائنا میں موجود ہے اس سے پولیگ نوٹس کے طریقے کا پتہ چلتا ہے اور یہی اثر اس برتن کی ساخت سے ظاہر ہوتا ہے جسکی تصویر ۲۱۳۹ بومیسٹر کے صفحہ ۱۹۹۴ پر درج ہے۔ پولیگ نوٹس کیلیئے کلائن "اطلاع متعلق آثار قدیمہ و نوشتہ جات آسٹریا ہنگری" جلد ۱۱ دیکھنا چاہیئے۔

پینعلنے کا گویا فدیاس تھا۔ اور پولگنوٹس کی تصاویر میں اسنے ٹروجن عورت لاؤدیکے کا بجنسہ وہی قیافہ بنایا جو کیمون کی بہن الپی نیکے کا تھا۔

غرض یہ ہے کہ سنہ ۵۰۰ ق م اور سنہ ۴۵۰ ق م کا درمیانی زمانہ زور، علویت، عظمت اور شان کا زمانہ ہے۔ ملیتادیس اور کیمون، اسُخیلوس اور پولیگ نوتس یہاں تک کہ میرون سب کا ایک ہی مطمح نظر ہے۔ سیاسی، ذہنی اور فنی حیثیت میں یکجہتی پائی جاتی ہے اور اس دور کے عام خصوصیات کا پیرایہ نہایت قابل اطمینان ہے۔

تیرھواں باب

ایتھنز کے حالات کیمون کی وفات تک

کیمون کی واپسی پر وہ اور فارقلیس ملکت ایتھنز کی دوش بدوش رہبری کرنے لگے۔ کیمون نے تو آئندہ کیلئے یہ تہیّہ کر لیا کہ وہ دستور ایتھنز کو عمومی شاہ راہ پر چلنے میں مانع نہ ہوگا اور فارقلیس نے یہ وعدہ کیا کہ ایتھنز کی تمام قوت ایران ہی کے خلاف استعمال کیجائیگی۔ اسمیں شبہ نہیں کہ آئندہ بھی ایتھنز نے اسبات کو گوارا نہ کیا کہ ارض یونان میں اسپارٹا کی سیادت قائم ہوجائے اور وقتاً فوقتاً اسکی راہ میں روڑے اٹکائے۔ مگر اس قسم کی مزاحمت میں کیمون کو کسی قسم کا دخل نہ تھا۔

غالباً یہ کیمون کی واپسی کے بعد ہی کا واقعہ ہے کہ ایک شخص مسمیٰ اوریستیس تھسلی سے ایتھنز آیا۔ اس شخص کے باپ نے شاہی خطاب اختیار کر لیا تھا اور وہ خود کم از کم فارسالس کا حکمراں ضرور تھا۔ اسے فارسالس کے باشندوں نے اپنے شہر سے نکال دیا تھا اور اب اسنے ایتھنزیوں سے التجا کی کہ وہ اسے بحال ہونے میں مدد دیں۔ اسکے جواب میں غالباً سنہ ۵۴ ق م میں ایتھنزی چند بیوطی اور فوکسی سپاہی لیکر فارسالس گئے مگر وہاں اُن کو

۱۔ طوسی دیدش ۱، ۱۱۱۔ دیودورس ۱۱، ۸۳۔

حسب دلخواہ کامیابی نہیں ہوئی اور اویسٹیس کو واپس آنا پڑا ۔ اسی دوران میں (غالباً ۴۵۳ ق م
میں) ایک ہزار ایتھنزی خود فارقلیس کی سرکردگی میں ہگارا کے بندرگاہ پیگا سے سے پہلے
سکیونی علاقے میں لنگر انداز ہو کر سکیونیوں کو شکست دی اور چند اکائیوں کو ساتھ لیکر اکارنانیا کے
شہر اوئیناوے پر حملہ کر دیا ۔ مگر جب اس مہم میں بھی کامیابی نہ ہوئی اور فارقلیس کو بلا حصول مقصد
ایتھنز واپس جانا پڑا تو ایتھنزیوں سے سوائے اسکے کچھ بن نہ پڑا کہ اپنے دلوں کو یہ کہکر سمجھالیں
کہ اس مہم سے کم سے کم خلیج کورنتھ میں ایتھنزی قوت اور جبروت کا مظاہرہ تو ہو ہی گیا ہے ۔[2]

طوسی دیدش کا بیان ہے کہ اس واقعے کے تین سال بعد یعنی ۴۵۱ ق م میں ایتھنز
اور اسپارٹا کے درمیان پانچ سال کیلیئے عارضی صلح ہو گئی ۔[3] طوسی دیدش یہ بیان نہیں کرتا کہ فارقلیس
کی مہم اور صلح کے درمیان کیا کیا واقعات پیش آئے اور غالباً کوئی ایسا اہم واقعہ پیش ہی نہ آیا ہو گا ۔
یہ ظاہر ہے کہ ایتھنز نے یونانی ریاستوں کے ساتھ تو جھگڑے طے کر لیئے مگر ایران کے ساتھ جنگ
جاری رکھی ۔ نوشتوں سے بھی یہ عیاں ہوتا ہے کہ ایتھنز نے ۴۵۰ ق م میں خراج کی رقم ۵ ٹالنٹ
کم کر کے ۴۰۰ ٹالنٹ رہنے دی[4] جس سے یہ ظاہر ہے کہ اسکا مقصد خود یونانیوں سے جنگ آزمائی کا نہ تھا ۔
کیمون کی حکمت عملی کا تو مقصد ہی یہ تھا کہ اسپارٹا سے صلح و آشتی رہے ، اب پچھلی مہم کے بعد جب ایتھنز
پیلوپونیزیوں کے خلاف کوئی کارنمایاں نہ کر سکا خود فارقلیس نے بھی یہ محسوس کر لیا کہ ایسی دشمنی کو پالنا
جس سے وقتاً فوقتاً ایتھنز کو نقصان پہنچنے کا خطرہ ہو بیکار محض ہے ۔

اسکے برعکس ایران کے خلاف جنگ پہلے سے بھی زیادہ تیزی سے جاری رہی اور ۴۴۹
ق م میں کیمون دوسو جہاز لیکر قبرص چلا ۔[5] افسوس ہے پلوٹارک اس مہم پر کوئی روشنی نہیں ڈالتا
ڈیو دورس حسب معمول خلط مبحث کر دیتا ہے ۔ اور طوسی دیدش اسکا بیان صرف چند فقروں ہی میں

---

[2] طوسی دیدش ۱ ، ۱۱۱ ۔ اس مہم کا ڈیو دورس میں بھی دو جگہ یعنی ۱۱ ، ۸۵ اور ۸۸ میں ذکر ہے اور پلوٹارک کے "واقعات
فارقلیس" میں بہت کچھ مدح سرائی کی گئی ہے ۔

[3] طوسی دیدش (۱ ، ۱۱۲) تیس سال کے امن کی طرح اسے بھی مذہبی جامہ پہناتا ہے ۔ اسکے لیئے بیوسولٹ
۲ ، ۴۰۵ دیکھنا چاہیئے ۔

[4] بیوسولٹ ۲ ، ۵۰۶ کا مقابلہ کیا جائے ۔

[5] طوسی دیدش ۱ ، ۱۱۲ ۔ پلوٹارک و کیمون ۱۸ ، ۱۹ ۔ ڈیو دورس ۱۲ ، ۳ ، ۴ ۔

ختم کر دیتا ہے۔ طوسی ڈیڈش کا بیان ہے کہ "اس بیڑے کے ساٹھ جہاز تو امیرتاس کی دعوت پر (جو مصر کے دلایوں کا بادشاہ تھا) مصر چلے اور پس ماندہ جہازوں نے کیتیم واقع قبرس کا محاصرہ کرلیا۔ کیمون کے انتقال کے بعد سامان رسد میں کچھ کمی پڑ گئی تھی اسلیئے انھیں کیتیم کا محاصرہ اٹھا دینا پڑا اور جب وہ سلامس واقع جزیرہ قبرس کے قریب ہوکر گزر رہے تھے تو انھیں فینیقیوں اور سلیسیوں کے ساتھ لڑنا پڑا جسمیں ایتھنزیوں نے اپنے حریفوں کو شکست دی اور ایتھنز واپس چلے آئے۔ جو جہاز مصر گئے تھے انھوں نے بھی اسی قسم کے کارہائے نمایاں انجام دیئے"

بس یہی طوسی ڈیڈش کا مکمل بیان ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ اسمیں نہ تو کیمون کی موت کے حالات سے آگاہی ہوتی ہے نہ ان مشکلات کا علم ہوتا ہے جو ایتھنزیوں کو کیتیم میں پیش آئیں اس سے یہ بھی ظاہر نہیں ہوتا کہ جب بیڑا واپس ایتھنز جانا چاہتا تھا تو پھر اسنے مغربی راستے کے بجائے مشرقی راہ کیوں اختیار کی اور جب لڑائی میں ایتھنزیوں کو فتح ہوچکی تھی تو پھر قبرس تسخیر کیوں نہیں کیا گیا۔ خود سلامس کی فتح کی اہمیت سے ہم بالکل ناواقف رہ جاتے ہیں۔ اور ان مسئلوں کو حل کرنے کیلیئے ہمیں اپنے قیاس دوڑانے پڑتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس سال ساحل ایکیئن پر کاشت کی حالت اچھی نہ تھی اور غالباً اسی وجہ سے محاصرین کی فرودگاہ میں قحط کے آثار نمایاں ہوں اور ایتھنزی مشرق کی جانب دشمن سے جنگ آزما ہوئے اور معاملات کا ایک بار تصفیہ کرنے کی غرض سے گئے ہونگے۔ قبرس کو اپنے حال پر چھوڑ دینے کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ ایتھنزیوں کا ایران کے خلاف جوش اب کم ہوچلا تھا۔ زمانہ بدل رہا تھا اور پچھلے چند سال جنگ محض کیمون کی خاطر داری ہی سے جاری تھی ورنہ جو لوگ ماراتھون سلامس اور یوریمدون پر لڑے تھے وہ یا تو اس دنیا کو خیرباد کہہ چکے تھے یا اسقدر ضعیف ہوگئے تھے کہ معاملات حالیہ پر اثر نہ ڈال سکتے تھے اور نئی نسل کے خیالات انکے خیالات سے بالکل مختلف تھے۔ اس جوش کے کم ہونے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ پچھلی لڑائیوں کا نتیجہ ایتھنز کے حق میں کچھ ایسا مفید بھی نہ نکلا تھا[1]

[1] اسکے لیئے بیوسولٹ ۲ ۱۹ - ۵۰ دیکھنا چاہیئے۔ ان واقعات کے کچھ عرصے کے بعد ایبرے موں نے جو کیتیم یا صور کا بادشاہ تھا یونانی خاندان ئیوکریکو تخت سے نکال کر اسے پھر ایک مرتبہ ایران کے زیر اثر کر دیا۔ اسوکریٹس ۹ - ۲۱ ۱۹ ، ۹۷ م ، ۶۶ + دیو دورس ۱۴ ، ۹۸ +

اسکی ضرورت ہے کہ اب ایک نہایت اہم مسئلے پر غور کریں جو اس تاریک دور کے عظیم الشان مسائل میں سے ہے۔ چوتھی صدی ق م میں سننے میں آتا ہے کہ اس سے ایک صدی پیشتر (یعنی پانچویں صدی میں) ایک صلحنامہ ایرانیوں اور یونانیوں (بالخصوص ایتھنزیوں) کے درمیان ہوا تھا جس کا نام صلحنامہ کیمون تھا اور جسکا ذکر صلح انتالکداس کے مقابلے کی غرض سے کیا جاتا تھا[1] + کہا جاتا تھا کہ

---

[1] دیودورس اس صلحنامہ کا ذکر ۱۲، ۴ میں کرتا ہے مگر اس ضمن میں کیمون کا نام نہیں لیتا - اسکا بیان ہے کہ ارتابازو اور میگابیزد نے بھی (جنھوں نے مصر کے ساتھ بھی صلح کروائی تھی) (۱۱، ۷۷) کالیاس کے ساتھ اس صلح کی تکمیل میں شریک تھے، دیودورس دونوں صلحنامے کیلئے ایک سے ہی الفاظ استعمال کرتا ہے اور دونوں صلحنامے خلاف قیاس ہیں - کالیاس کا بیان پلوٹارک کے "واقعات کیمون" (۱۳) میں ہے اور ہیرودوتس میں اسکے سفر کا حوالہ دیا ہوا ہے (۷، ۱۵۱) + صلحنامے کے لیئے ڈنکر ۹، ۱ا۴ دیکھنا چاہیئے جسکی پیروی بُیوسولٹ (۲، ۵۱۲) نے کی ہے۔ صلحنامہ کیمون "ڈالمان کی تحقیقات متعلق اقلیم تاریخ" (التونا ۱۸۲۲ء جلد ۱ وغیرہ) اور رکے، و کریوگر کے مطالعات فلسفہ تاریخ (جلد ۱) کی اشاعت سے متواتر زیر بحث رہا ہے - اور ڈنکر کی کتاب میں اسکے متعلق حال کی تمام کتابوں کی فہرست دی ہوئی ہے + اس فہرست میں اموت کی کتاب "صلحنامہ کیمون" (گینٹ ۱۸۸۰ء) کا بھی اضافہ کرنا چاہیئے جسکے مصنف کو یقین ہے کہ صلحنامہ کیمون فریقین کے درمیان واقعتہً ہوا تھا + چوتھی صدی والوں کیلئے صلحنامہ انتالکداس کے مقابلے کیلیئے ایک ایسے صلحنامہ کی ضرورت تھی جسکی وساطت سے ایتھنزی حب وطن کا مقابلہ اسپارٹی غداری کے ساتھ کیا جاسکے - یہ روایات الیسوکراتیس ۱۲۰ میں درج ہیں ڈنکر کا خیال ہے کہ ممکن ہے کہ اس نوشتے میں جو کراتیرس نے پڑھا تھا اور جو پلوٹارک کے "حیات کیمون" (۱۳) میں مذکور ہے وہ شرائط ہوں جنپر ایتھنز صلح کرنے کیلیئے تیار تھا - مگر سوال یہ ہے کہ آیا اس قسم کی باتیں ضبط تحریر میں لائی بھی گئی تھیں + تھیوپومپس کے اجزا میں جو ہم تک پہنچے ہیں (۱۶۷، ۱۶۸) اور جسکے پڑھنے میں بوجہ ایونی حروف تہجی کے دقت پیش آئی ہے اس نام نہاد صلحنامے کا بیان نہایت تاریک ہے + خاص صلحنامے کے متعلق یہ کہنا پڑتا ہے کہ شہنشاہ کو اس قسم کی باضابطہ صلح سے کسی قسم کا فائدہ نہ پہنچتا تھا مگر طوسی دیدیش ۸، ۵ و ۵۶ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس زمانے میں دونوں مملکتوں کے درمیان صورت واقعات ایسی ہی تھی جیسی صلحنامے میں درج ہے + ۸، ۵۶ میں مذکور ہے کہ تسافرنس نے درخواست کی کہ اسے بحیرۂ ایجین میں جہاز رانی کی اجازت دیدی جائے - اس سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ شہنشاہ اس سمندر سے دستبردار ہوچکا تھا - اسکے برعکس طوسی دیدیش ۸، ۵ میں یہ صاف تحریر ہے کہ ایرانی کبھی ایونیا کے خراج سے دستبردار نہیں ہوئے اور ساموسی جنگ کے

یہ صلحنامہ یونان کیلئے اتنا ہی باعث فخر تھا جتنا صلحنامہ انتالکداس اسکے لیئے باعث ذلت تھا۔ اسلیئے کہ اس صلحنامے نے تو ان یونانی بستیوں کو جو ایشیائے کوچک کے ساحل پر دا قع تھیں ایران کے حوالے کردیا اسکے برخلاف صلحنامہ کیموں کے متعلق یہ امر طے شدہ تھا کہ اسکی رو سے قرار پایا تھا کہ ایرانی فوج ساحل ایجئن سے کم از کم تین یوم کے کوچ کے مقام پر رہیگی۔ اور اسکا بیڑا سوائے فاسیلس اور خئی لدونی جزائر سے جنوب و مشرق) اور شمال میں بحر اسود کے سوائے بحیرہ ایجئن میں نہ آنے پائیگا + اس قسم کے صلحنامے کا طوسی دیدش کے مختصر بیان میں تو ذکر ہی نہیں ہے۔ دیو دورس ضرور اسکا ذکر کیموں کی موت سے پہلے کرتا ہے اور اسکا یہ خیال ہے کہ اس صلحنامے کا اصل بانی کیموں ہی تھا۔ مگر طوسی دیدش کے بیان سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ کیموں کی دفات کے بعد بھی جنگ برابر جاری رہی اور ایک اور مرتبہ دیودورس کا بیان ہمیں یقین کے قابل نہیں نظر آتا +

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۹۴) واقعات سے (جنمیں ایک فنیقی بیڑے کا انتظار کیا جاتا ہے) میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ ایتھنز اور ایران کے درمیان ایسا کوئی عہدنامہ نہ تھا جسپر وہ اعتماد کرسکتا + اسمیں بھی شبہ نہیں کہ محض ساحلی جھگڑے بھی صلحنامے کا عدم ثابت نہیں ہوتا اسلیئے کہ خود ایرانی صوبہ دار بھی چھوٹے چھوٹے تنازعات کا باعث ہو سکتے تھے + مگر جنگ ساموس کے حالات مختلف تھے، ایرانی بیڑہ براہ راست شہنشاہ کے ماتحت تھا اور اگر یہ خیال تھا کہ بیڑا ساموس آجائیگا تو اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ایتھنز کے پاس کوئی دستخطی عہدنامہ موجود نہ تھا + اس مسئلے پر ل ہولتسا پفیل نے اپنے مضمون "ایتھنز اور ایران کے تعلقات ۴۶۵ء تا ۴۱۲ء ق م" (اضافہ جات بتاریخ یونان "برلن" کالواری ۱۸۸۴ء) میں بسیط بحث کی ہے + صفحہ ۴۲ پر وہ طوسی دیدش کے فقرہ مندرجہ ۸، ۶، ۵ پر تنقید کرتا ہے جو رہی فقونیولدیکے کے "مضامین متعلق تاریخ ایران" (لائپزگ ۱۸۸۷ء) میں عہدنامے کے ثبوت میں جابکس نے استعمال کیا ہے + ہولتسا پفیل (صفحہ ۳۰ وغیرہ) میں یہ فرض کرلیتا ہے کہ کالیاس ایران ۴۶۴ء ق م میں بھیجا گیا تھا اور کرا تیرس نے اصل اس عارضی صلح کے الفاظ محفوظ کیئے ہیں۔ جسپر ارد شیر کی تخت نشینی کے وقت فریقین کے دستخط ثبت ہوئے تھے + اندوکلیس کی کتاب "حالات متعلق صلح" وغیرہ کا تتبع کرکے وہ اس نتیجے پر پہنچتا ہے کہ دارا (داریوش) دوم کی تخت نشینی کے بعد ۴۲۴ء ق م کے اختتام پر اپی لکوس نے ایک صلحنامے پر دستخط کیئے تھے جو اسوقت تک برابر قائم رہے جب ایتھنز نے اموریس کو مدد دی (طوسی دیدش ۸، ۲۸) میں اپنی تاریخ مرتب کرتے وقت ان صنعت آمیز قیاسات کا لحاظ نہیں کرسکا +

اسکے بعد پلوٹارک اس تاریخی ابتری کو اور بھی زیادہ ابتر کر دیتا ہے اور کہتا ہے کہ یا تو اس صلحنامہ کا حقیقی باعث جنگ یوریمیدون تھی ورنہ کم از کم اسپر اس لڑائی کے بعد دستخط ہوئے ہوں گے۔ پلوٹارک کے یہ دونوں نظریے خلاف قیاس ہیں۔ وہ خود ایک اور جنگ کا ذکر کرتا ہے جو کیمون نے ایران سے لڑی مگر یہ نہیں بتاتا کہ اس عجیب و غریب صلحنامہ کو کس فریق نے توڑا۔ اس سے یہ عیاں ہے کہ اس صلحنامہ پر سنہ ۴۶۶ ق م یا اسکے قریب کے زمانے میں دستخط نہ ہوئے ہونگے سوال یہ ہے کہ آیا اسپر کسی زمانے میں بھی دستخط ہوئے؟ کیا یہ قرارداد جنگ سلامس (قبرس) کے بعد ہوئی اور اسے کیمون کی طرف محض اسکے کارہائے نمایاں کے اقبال کے طور پر منسوب کیا گیا؟ بلاشبہ ہمارے پاس اسبات کی شہادت موجود ہے کہ صلح کیلئے ایتھنز بہت کوشاں تھا۔ پلوٹارک دیودورس کا ہمزباں ہو کر کہتا ہے کہ کالیاس اس صلحنامے کا بانی مبانی تھا اور ہیرودوتس کالیاس کی سوس میں موجودگی تو بتاتا ہے مگر یہ ظاہر نہیں کرتا کہ کالیاس وہاں کس مقصد کیلئے گیا تھا اور آیا وہ مقصد حاصل ہوا یا نہیں بیشک پلوٹارک کا دعویٰ ہے اسکے علم میں صلحنامۂ مذکور کراتیرس کے مجموعۂ تجاویز عوام میں موجود تھا مگر کیا یہ ممکن نہیں کہ پلوٹارک کے اسناد غلطی پر ہوں یا جس دستاویز کو وہ صلحنامہ بتاتا ہے دراصل وہ کوئی ایتھنزی تجویز عوام ہو جسکی رو سے سلطنت چند خاص شرائط پر شہنشاہ کے ساتھ صلح کرنے پر راضی ہو گئی ہو۔ بدیں وجوہ محض کراتیرس کے مجموعۂ تجاویز عوام سے کوئی ثبوت صلحنامۂ مذکور کے وجود کا نہیں ملتا۔ فی نفسہٖ خود اس صلحنامے کا وجود بھی دراصل خلاف قیاس ہے۔ اس سے قبل کوئی اور مثال اس طرز کے صلحنامے کی ہمکو نہیں ملتی اسلیئے کہ صلحنامہ انتالکداس ایرانیوں اور یونانیوں کے درمیان صلح نہ تھی بلکہ خود یونانیوں ہی کے درمیان ایک عہدنامہ، اور اسوقت ایران نے ایک بالا والی مملکت کی حیثیت سے معاملات میں دست اندازی نہیں کی تھی بلکہ اسکے احکام کی نوعیت وہ ہی تھی جو ایک شہنشاہانہ مملکت کے احکام کی ہونی چاہیئے۔ یہ بیان کیا جاتا ہے کہ سنہ ۴۴۹ ق م میں شاہ ایران نے وعدہ کیا کہ وہ چند خاص خاص مواقع میں اپنی فوج نہ لے جائیگا مگر سوال یہ ہے کہ اس قسم کے وعدے سے سوائے اسکے کہ ایران کی عزت میں بٹا آئے اور اسے کیا حاصل ہوتا تھا؟ ان تمام وجوہ کی بنا پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ اگر کراتیرس کے قبضے میں کوئی نوشتہ صلحنامے کی صورت میں تھا تو یقیناً وہ جعلی تھا اور "صلحنامہ کیمون" یا "صلحنامہ کالیاس" کا سرے سے وجود ہی نہ تھا۔ بہرحال ان تمام باتوں کے ساتھ ہی یہ یقینی طور پر کہا جا سکتا ہے کہ ان الفاظ سے جو صلحنامے کی طرف

منسوب کیئے جاتے ہیں ۴۷۹ قم سے ۴۴۹ قم تک کے ایران اور یونان کے حقیقی تعلقات کا پتہ چلتا ہے ۔ اس چالیس سال میں ایران نے ایشیائے کوچک کے ساحلی شہروں میں کسی قسم کی مداخلت کی اور نہ بحیرۂ ایجئن میں اپنے جہاز روانہ کیئے۔ دوسری جانب یونانی بھی ایران کے خلاف کسی قسم کے جھگڑے میں شریک نہوئے ۔ غرض یہ ہے کہ اس چہل سالہ دور کے واقعات اس سے قبل کی نصف صدی کے واقعات سے بالکل مختلف قسم کے ہیں + بدیں وجوہ اگر نام نہاد "صلحنامہ کیمون" سے یہ معنوی مفہوم سمجھا جائے کہ وہ ان کامیابیوں کا پتہ چلتا ہے جو کیمون کے ذریعے سے ایتھنز کو ایران پر ہوئیں تو اسمیں چنداں جرم نہیں ۔ اور ممکن ہے کہ کالیاس ہی نے حکومت ایران سے یہ طے کیا ہو کہ دونوں مملکتیں ایک دوسرے کو نقصان پہنچانے سے باز رہیں اور اپنا دائرۂ اثر چند معین حدود کے اندر رکھنے پر قناعت کریں +

کیمون کی موت سے ایتھنز کا ایک عظیم الشان سپوت ضائع ہو گیا جو جری، آزاد دست خوش خلق اور حقیقی معنے میں شرفا پسند تھا، اور جو ضرورت کے وقت نہایت تندہی سے کام کرنے کا عادی تھا اور جب ضرورت رفع ہو جاتی تو اپنے لیئے تفریح کے سامان مہیا کرنے میں کوئی گریز نہ کرتا تھا اور اسکے ساتھ ہی عوام کی خوشنودی کے اسباب بھی اپنی جیب سے مہیا کرنے کیلیئے تیار رہتا تھا، اسکے باغات، اسکا دستر خوان، اسکی تھیلی، یہ سب ہمیشہ غربا کیلیئے وقف تھے + یہ درست ہے کہ سیاسیات کے متعلق اسکی ذاتی رایوں سے ایتھنز کو شاید زیادہ نفع نہ پہنچتا ۔ مگر ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ فارقلیس کے عمیق تر دماغ نے ایتھنز کو کچھ زیادہ ترقی کے شاہراہ پر نہ ڈالا بلکہ شاید پہلے سے زیادہ ہی ابتری پیدا کر دی + ایتھنز کبھی اسقدر قوی نہ ہوا جتنا دور کیمون میں۔ یہ سچ ہے کہ ایتھنز کے اقتدار کا باعث صرف کیمون ہی نہ تھا اسلیئے کہ میرونڈیس بھی اسی دور کا ایک فرد تھا + کیمون کی مثال سے عمدہ نتائج پیدا ہوئے + اسکے عہد اور دور فارقلیس میں یہ فرق ہے کہ اسکے زمانے میں تو مملکت میں دیگر قابل افراد کیلیئے بھی جگہہ تھی درآنحالیکہ فارقلیس نے اپنے تمام معصروں کو ماند کر دیا تھا + دونوں ایسے زمانے میں مرے جب ایتھنز معرض خطر میں تھا۔ فرق یہ تھا کہ کیمون کی موت کے وقت صرف فوج کو خطرہ تھا، فارقلیس کی موت کے وقت خود شہر ایتھنز میں زوال آرہا تھا + غرض تمام باتوں پر نظر کر کے ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ کیمون خوش قسمت تھا، فارقلیس بدقسمت +

چودھواں باب

فارقلیس[1] کے حالات تیس سال کے صلحنامہ تک

گو کیمون کی موت کے بعد ایتھنز تنہا فارقلیس کا دست نگر ہوگیا تھا مگر زمانہ دراز تک اسے کیمون کے ایک ساتھی طوسی دیدش ولد ملے سیاس سے جنگ زرگری کرنی پڑی۔ ان دونوں میں اچھے تعلقات اسلیئے ناممکن تھے کہ طوسی دیدش بھی فارقلیس کی طرح جمعیت عوام کی رہبری کرنا چاہتا تھا اور کیمون کیطرح اسکامیلان جنگ کی طرف نہ تھا[1]۔

ابتدا میں فارقلیس کو اپنی تمام تر توجہ خارجی معاملات کے طرف مبذول کرنی پڑی۔ اسی نے یہ تحریک کی تھی کہ کالیاس سوس بھیجا جاوے اور اس سفارت کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایتھنز کے تمام مطالبات حاصل ہوگئے اور شہر ایتھنز نہ صرف دور فارقلیس میں بلکہ کلیون اور نکیاس کے عہد میں بھی امن چین سے رہا۔ یہ ظاہر ہے کہ ایک ایسا مدبر جسکا اصول یہ ہو کہ جنگ ایران کا خاتمہ ہو جائے اس سے زیادہ اپنے شہر کیلئے کچھ نہ کرسکتا تھا[2] اور یہ کہنا کہ "صلحنامہ کیمون" فارقلیس کی ناکامیوں میں سے ایک تھا بالکل خلاف واقعہ ہے۔ اسکے ساتھ ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ جو کاشت فارقلیس درو کر رہا تھا

---

[1] پلوٹارک کی "حیات فارقلیس" (۹ - ۱۵) میں جن سیاسی اوصاف کا ذکر ہے وہ غالباً تھیوپومپس کے اختراع ہیں اور یہاں توجہ کے قابل نہیں۔ فارقلیس کی وہی تصویر وہاں پیش کی گئی ہے جو عام طور پر کھینچی جاتی ہے۔ یعنی ایک فارقلیس جو گویا فطرتاً اشراف پسند ہے (کرتیش ۲ ۶ ا ۳۲۰) جو سرا نبوہی زینے کے ذریعے سے مقبول عوام ہوجاتا تھا اور جب اپنے مخالفوں کا خاتمہ کردیتا ہے تو خود مصنوعی چہرہ اتار کر پھینک دیتا ہے اور شاہی طرز اختیار کرلیتا ہے۔ مگر یہ فارقلیس تاریخی فارقلیس نہیں ہے۔ وہ دراصل گویا عمومیت پسندہی پیدا ہوا تھا اسنے اپنے گروہ کے اصولوں کی بلا عذر تکمیل کی اور کبھی اس ذمہ داری سے گریز نہیں کیا جو اسپر بحیثیت سرگروہ کے عائد تھی۔ ہمارے پاس اس امر کا کوئی ثبوت نہیں کہ وہ ان اصلاحات کو جنھیں عام طور پر انتہائی کہا جاتا ہے (مثلاً خدمت ملکی کا معاوضہ) دل سے منصفانہ نہ سمجھتا تھا اور اسکے اعمال کی بنا پر ہم یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ وہ حکومت عموم کا یکساں مؤید رہا ہے۔

[2] ڈنکر نے بالکل غلط فرض کرلیا ہے کہ فارقلیس کو یہاں ناکامی ہوئی (تاریخ قدیم جلد ۹ باب ۲)۔

اسکی تخم ریزی کیمون نے کی تھی کیتیم پر ایتھنزیوں کو شکست مل چکی تھی اور سلامس کی فتح ان کے لیئے ویسی ہی کار آمد تھی جیسے تناگرا کی فتح اسپارٹیوں کے لیئے۔ اگر کیمون چند روز اور زندہ رہتا تو یقیناً جنگ جاری رہتی، مگر یہ طرز عمل فارقلیش کے فطری میلان کے خلاف تھا اور وہ جنگ کو ایک نیک مقصد کی تکمیل کیلیئے ایک بالکل غلط راستہ سمجھتا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ ایک خاص تدبیر سے ایتھنز کو ایک باسطوت مملکت بنادے، اور اسکے نزدیک ایران کے ساتھ مسلسل مناقشے اسکے قطعی منافی تھے

یہ بادی النظر میں عجیب وغریب معلوم ہوتا ہے کہ عین اسوقت یونان حقیقی مشکلات میں مبتلا ہوگیا۔ صورت حال ماقبل سے جسکو عام طور پر "صلحنامۂ کیمون" کا لقب دیا گیا ہے ایتھنز کا رویہ اور اسکے بہت سے شہریوں کی جانیں بچ گئیں۔ اور اسکا نتیجہ یہ ہونا چاہیئے تھا کہ وہ یونان میں ایک نہایت طاقتور مملکت بن جاتا۔ مگر حالات اسکے بالکل برعکس نظر آتے ہیں اسلیئے کہ اول پیلوپونیزیوں نے ایتھنز پر حملہ کردیا اور سب سے تعجب خیز امر یہ ہے کہ انھیں اس حملے میں گو نہ کامیابی بھی ہوئی۔ ان امور کی سب سے بڑی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ کیمون اب موجود نہیں تھا۔ اسکی شخصیت کا تعلقات ایتھنز و پیلوپونیز پر دہرا اثر تھا، ایک تو وہ اسپارٹا سے دوستی رکھنا چاہتا تھا اور دوسرے پیلوپونیزی اس بات سے واقف تھے کہ وہ میدان جنگ میں نہایت قابل سپہ سالار ہے اور نہ صرف وہ اسے اچھا آدمی سمجھتے تھے بلکہ یہ جانتے تھے کہ اگر ایتھنز سے جنگ ہوئی تو کیمون ان کے لیئے ایک تازیانے کا کام دیگا۔ اسکی موت کے بعد ایک طرف تو ایتھنز کے تعلقات اسپارٹا سے ویسے نہ رہے جیسے پیشتر تھے اور اسپارٹی بھی اب اتنے خوفزدہ نہ رہے اسلیئے کہ نہ تو انھیں فارقلیس سے کسی قسم کی امید تھی اور نہ وہ اسکی مہارت حربی سے ڈرتے تھے۔ اسپارٹا اور ایتھنز میں یوں تو آئے دن جھگڑے پیدا ہونے کے موقع رہتے ہی تھے اسپارٹا کو علم تھا کہ کیمون کی موت کے بعد دونوں مملکتوں میں کبھی نہ کبھی لڑائی ہونی ہے، وہ یہ چاہتا تھا کہ ایتھنز کی عظیم الشان قوت کو توڑدے اور اس عزم میں وہ کامیاب ہوا۔

تنازعات کی ابتدا غالباً ۴۴۸ق م میں ایک نہایت معمولی واقعے سے ہوئی۔ اسپارٹیوں نے مذہبی حیثیت کی ایک مہم سرکی اور دیلفی کا بت خانہ فوکس کے باشندوں کے قبضے سے نکال کر خود دیلفی کے باشندوں کے حوالے کیا۔ مگر انکی واپسی پر ایتھنزی آگئے اور پرانا انتظام عود کر آیا۔[۳]

---

[۳] طوسی دیدیش۔ ۱، ۱۱۲۔ پلوٹارک "فارقلیس"۔ ۲۱۔ مجموعۂ نوشتہائے قدیمہ۔ ۴، ۲۲ (ب)۔

مگر روز بروز معاملات الجھتے ہی گئے یہانتک کہ بالآخر صدائے جنگ بیوطیہ سے اٹھ گئی۔ بیوطیہ میں ایتھنزی فوج کی تعداد اسکے معاملات کی صحیح طور پر حفاظت کرنے کیلئے بالکل ناکافی تھی اور مختلف شہروں سے اتنے ایتھنزی نکل جانے پر مجبور ہو گئے تھے کہ اور توممیتس اور خیرونیہ جیسے اہم مقامات پر بیوطیوں نے قبضہ کر لیا۔[1] آخر کار ایتھنزیوں نے تولمیدیس کو مع ایکہزار ہوپلیتوں کے خیرونیہ بھیجا اور انھوں نے اس شہر پر قبضہ کر لیا۔ مگر واپسی میں انکی مڈبھیڑ خیرونیہ کے قریب اسی فوج کے ساتھ ہوئی جو مذکورہ بالا شہروں پر قابض ہوگئی تھی اور اپنے حریفوں کے مقابلے میں جنکے ساتھ لوکرس اور یوبیہ کے جلاوطن باشندے بھی تھے ایتھنزیوں کو تحت شکست ہوئی۔ یوں بھی یہ شکست ایتھنز کیلئے ایک سخت زک تھی مگر چونکہ گرفتار شدہ شہریوں میں ایتھنز کے چند نہایت سربرآوردہ لوگ تھے اسلئے اسکا اثر اور بھی ولخراش ہوا۔ اور ان قیدیوں کی واپسی کے عوض ایتھنز نے وعدہ کیا کہ وہ آئندہ بیوطیہ کے معاملات میں کسی قسم کی مداخلت نہیں کریگا۔ اسکے ساتھ ہی بیوطیہ کے ان باشندوں کو بیوطیہ سے چلے جانے کی اجازت دیدی گئی جو ایتھنز کا دم بھرتے تھے۔

بیوطیوں کی اس حکمت عملی کی اس درخشاں کامیابی کے بعد اب ناٹک کا دوسرا منظر ہمارے سامنے آتا ہے۔ یوبیہ اور بیوطیہ کے چند باشندوں نے ایتھنزی سی ملکت کے خلاف اسقدر کامیابی حاصل کر لی تھی کہ اب اسپر ایک عظیم الشان حملے کی طیاریاں ہونے لگیں اور سب سے پہلے تو یوبیہ نے بغاوت کر دی۔ یوبیہ کی بغاوت نے ایتھنز کے پہلو میں نشتر کا کام دیا اور ایک لشکر کو لیکر خود فارقلیس بغاوت فرو کرنے کیلئے اٹھا۔ مگر وہ یوبیہ پہنچا ہی تھا کہ اسے خبر ملی کہ میگارہ بھی آمادۂ بغاوت ہوگیا ہے اور سوائے نسائیہ کے باقی تمام میگاری شہروں سے ایتھنزی نکال دئے گئے ہیں اور کارنتھی، سکیونی اور اپی دورسی باغیوں کے مددومعاون ہیں۔ ان تمام خبروں کے ساتھ ہی اسے یہ بھی معلوم ہوا کہ پیلوپونیتری بڑے زور وشور سے اٹیکا کے حملے کی تیاریاں کر رہے ہیں۔ ان واقعات کا علم ہوتے ہی فارقلیس ایتھنز واپس آیا مگر پلیئس تونانکس ولد پوسانیاس میدان تھریاسس پر جو ایلیوسس کے قریب ہے قابض

[1] طوسی دیدش ۱؍۱۱۳۔ طوسی دیدش ۴؍۹۲ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ۴۴۷ ق م میں انکی شہروں نے ایتھنز سے الحاق کی خواہش ظاہر کی۔ شاید دونوں فریقوں میں توازن ہوگا اور دونوں میں آسانی سے حکومت میں انقلاب پیدا کرنیکی قابلیت ہوگی۔

ہو چکا تھا اور گو بالفعل فارقلیس نے اسکے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی اسکے واپس آتے ہی پیلوپونیزی فوج اسپارٹا واپس چلی گئی + یہ خطیرہ رفع ہوتے ہی فارقلیس یوبیہ جانے کیلئے تیار ہو گیا اور وہاں پہنچتے ہی اسنے بغاوت فرو کردی فارقلیس نے سوائے ہستائیہ کے یوبیہ کے شہروں کے ساتھ اچھا سلوک کیا - مگر ہستائیہ کے باشندے جلا وطن کر دیئے گئے اور انکی اراضی ایتھنزی ہجرت کرنے والوں میں تقسیم کردی گئی اور شہر کا نام بدل کر اوریوس رکھ دیا گیا[۵] + طوسی دیدش لکھتا ہے کہ ان واقعات کے کچھ عرصے کے بعد ۴۴۵ ق م میں ایتھنزیوں، لاکے دیمونیوں اور اسکے حلفا کے درمیان تیس سال کیلئے صلح ہو گئی اور ایتھنز نسائیہ، پیگائے، تروزین اور اکائیہ سے دست بردار ہو گیا +

طوسی دیدش کی کتاب میں جس سے مذکورۂ بالا بیان اخذ کیا گیا ہے بہت سی ایسی باتیں ہیں جو قابل غور ہیں + یوبیہ اور میگارہ کی بغاوتوں، بیوطیہ کے ہاتھوں شکست اور پیلوپونیزی حملۂ اٹیکا کے باعث ایتھنزی نہایت سخت شرائط صلح منظور کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں اور بیوطیہ اور میگارہ کے ملک ایک حصہ ارگوسی آ گئے اور اکائیہ سے دست بردار ہو جاتے ہیں + گو عام حالات میں واقعات مذکورۂ بالا کیوجہ سے بہت کچھ تبدیلی ہو گئی تھی مگر سوائے بیوطیوں اور میگاریوں کے باقی کوئی مملکت اس تبدیلی سے کلیتہً خوش نہ تھی - اور اسپارٹا میں تو اسقدر بے چینی پھیلی ہوئی تھی کہ شاہ پلیئس توانا کس پر یہ الزام لگایا گیا کہ اسنے فارقلیس سے رشوت لی ہے اور وہ بالآخر اسپارٹا چھوڑ دینے پر مجبور ہو گیا + اسکے متعلق ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ پلیئس توانا کس ضرور اپنی ہی ذمہ داری پر اسپارٹا سے واپس آیا ہو گا ورنہ اگر ایفوروں کی ہدایت سے واپس آیا ہوتا تو اسپر یکہ یہ الزام عائد نہ کیا جاتا - بہر نوع کم از کم رشوت ستانی کا قطعی ثبوت نہیں ہے + باوجود اظہار ناراضی کہ اسپارٹی فوج ایک بادشاہ کی سرکردگی میں اٹیکا گئی اور یوبیہ کو مدد دینے کے بغیر جیسے خود اسپارٹا نے

---

[۵] خالکس کے ساتھ جو عہدنامہ ہوا اسکے اجزا اسوقت تک موجود ہیں - اسکے لیئے "مجموعۂ نوشتہائے قدیمہ" ۲۷ (الف) اور ڈٹن برگر - ۱۰ دیکھنا چاہیئے + جو برتاؤ ہستائیہ کے ساتھ کیا گیا وہ خالکس سے سخت تھا (پلوٹارک "حیات فارقلیس" ۲۳) + بیوسولٹ (۲، ۵۵۵) کے نزدیک صلحنامے پر جو طوسی دیدش ۱، ۱۱۵ میں دیا ہوا ہے) موسم سرما ۴۴۶-۴۴۵ ق م میں دستخط ہوئے تھے +

بیوسولٹ کے نزدیک تسلسل واقعات مفصلۂ ذیل ہے -

لاکے دیمونی مہم فوکس ۴۴۸ ق م (۲، ۵۴۳)، جنگ کورونیہ ۴۴۷ ق م - (۲، ۵۴۶) +

بغاوت پر آمادہ کیا تھا واپس چلی آئی اسمیں شبہ نہیں کہ اسپارٹی اپنی کامیابی پر کلیتہً غیر مطمئن نہ تھے ورنہ وہ شرائط صلح ماننے کیلئے طیار نہ ہوجاتے۔ اصل میں انکا فائدہ بیچارے یوبیہ نے ادا کر دیا تھا۔ اور گو پلیسٹوانا کس کی تیزی اور مستعدی سے ممکن ہے کہ اسپارٹی فوج کو زیادہ کامیابی ہوتی مگر اسوقت بھی یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اسے ناکامی ہوئی ہو۔ اور اسمیں شبہ نہیں کہ ایتھنز کے خلاف بغاوتیں عمدگی سے طیار کی گئی تھیں اور انھیں نہایت خوبصورتی سے انجام کو پہنچایا گیا تھا۔

فارقلیس کو اپنے فوجی جوہر دکھانے کا تو موقع ہی نہیں ملا مگر اسنے اپنی مدبری کی ایک عمدہ مثال قائم کردی اور ایتھنز کا یوبیہ پر قبضہ اسکی ہی گفت و شنود کی وجہ سے باقی رہا۔ یہ قطعی طور پر نہیں کہا جاسکتا کہ اس نے اس بغاوت سے پیشتر اپنا فرض بحیثیت حاکم ایتھنز پورا کیا یا نہیں۔ کم از کم ایتھنز کو ایسا انتظام کرنا چاہئے تھا کہ ایک ہی وقت میں مختلف اطراف سے اس پر زد نہ پڑے۔ دوسرے قرین قیاس صورت یہ ہوسکتی ہے کہ اب ایتھنز کو اپنی قوت برقرار رکھنا اپنی اختیار سے باہر ہوگیا تھا اسمیں تو کوئی شبہ نہیں کہ بالفعل تو ایتھنز کو فارقلیس نے ایک شدید مصیبت سے اپنے تدبر کو کام میں لاکر نجات دی مگر یہ آئندہ کیلئے کوئی ضمانت نہ تھی اسلئے کہ اسپارٹا کو نیچا دکھانے کا صرف ایک ہی طریقہ تھا اور وہ یہ تھا کہ ایتھنز اپنے فوجی جاہ و حشمت کے بالاعلان نمائش کرے۔

آخر میں یہ کہنا ضروری ہے کہ اگر بجائے پلیسٹوانا کس کے ایتھنز کی کمان ایک براسی ڈس کے پاس ہوتی تو ضرورت کے وقت ایفوروں کو اپنا ہم خیال بنائے رکھتا تو ایتھنز کو ان پیچیدگیوں سے اتنی آسانی کیساتھ نجات نہ مل جاتی [1]۔

---

[1] یہ بات قابل لحاظ ہے کہ اس صلحنامے نے ایتھنز کو پیشتر سے زیادہ طاقتور کر دیا۔ اب اسکے پاس اندرون ملک میں کوئی مقبوضہ باقی نہ رہا تھا اور اسطرح اسے اس قسم کے مشکلات سے نجات مل گئی جنکا اس باب میں ذکر ہے یہ بجائے اسکے اب وہ ایک محض بحری مملکت رہ گیا تھا اور اب اگر اسپر کوئی دیگر مملکت حملہ آور ہوتی تو اسے صرف دارالصدر کو محفوظ رکھنا کافی تھا اسلئے کہ سمندر پر اسکا بیڑا ناممکن التسخیر تھا اور رہا کر غنیم کو ایتھنز کو اپنے حال پر چھوڑ دینا پڑتا۔ افسوس ہے کہ گو فارقلیس نے جنگ پیلوپونیز کے ابتدا ہی میں اسکا اظہار کر دیا تھا مگر اسے اکثر لوگ بالکل بھول جاتے ہیں۔ یہ بھی افسوس کا مقام ہے کہ خود شکست کی وجہ سے ایتھنز کی حالت پہلے سے بہتر ہوگئی۔ اب اس کا کسی کو خوف نہ رہا تھا اور وہ زمانہ جلد آنیوالا تھا کہ ایتھنز کی بحری سیادت پر بھی اعتراض کیا جائیگا۔ زمانہ مابعد میں ونیس نے بھی اپنے بری مقبوضات سے کوئی فائدہ نہیں اٹھایا اسلئے کہ صرف ان ہی مقبوضات کی وجہ سے

نوٹ

حال میں فارقلیس اور اسکے دور کا مفصلۂ ذیل کتابوں میں ذکر کیا گیا ہے :۔

(۱) اونکن : "ایتھنز و یونان"۔ دو جلد۔ لائپزگ ۱۸۶۵-۶۶ء۔ (جلد ۲) +

(۲) فلیول : "تاریخ دور فارقلیس"۔ ۲ جلد پیرس ۱۸۷۳ء + جرمن ترجمہ دیولر۔ لائپزگ ۱۸۷۴ء

(۳) کوکس : "تاریخ یونان"۔ ۲ جلد۔ لندن ۔ ۱۸۷۴ء +

(۴) والوئڈ : "دور فارقلیس"۔ ۲ جلد۔ لندن ۔ ۱۸۷۵ء +

(۵) اشمڈٹ : "دور فارقلیس"۔ ۲ جلد۔ یے نا۔ ۱۸۷۷-۷۹ء +

(۶) فون ولاموو تز میولینڈورف : "شہنشاہی اٹیکا" اسکی "فلسفیانہ تحقیقات" جلد ا میں ،

(۷) ڈنکر : "تاریخ قدیم" جلد ۹ +

(۸) ایگل ہافت : "تجربیہ تاریخ"۔ شٹٹگارٹ ۱۸۸۶ء +

(۹) اکرٹیس : "تاریخ یونان۔ جلد ۲ +

ان کتابوں کے سوائے شمڈٹ کے "دور فارقلیس" میں فہرست کتب دیکھنی چاہیئے +

اسے ایسے معاملات میں دخل اندازی کرنی پڑی جنسے وہ علیحدہ رہ سکتا تھا +

اسکے لیے مفصلۂ ذیل کتاب دیکھی جائے :۔

ھ ، دیلبرک : "اصول جنگ فارقلیس کا حال اور اسکا مقابلہ فریڈرک اعظم کے اصول جنگ سے" پرشوی کتب سالانہ جلد ۶۴۔ حصہ ۳ و ۴ +

پندرھواں باب

فارقلیس کے حالات جنگ ساموس کے اختتام تک

فارقلیس پر غالبًا یہ الزام لگایا جاتا تھا کہ اسمیں جلبت پھرت اور تیزی نہیں ہے۔ اور وہ زمانہ بعید نہ تھا کہ اس کمی کا اثر اسکی زندگی پر پڑے۔ اشرافی گروہ ہمیشہ اسکی مخالفت پر کمربستہ رہتا تھا اور اسنے اکرولپس کے تعمیرات کو خاص طور پر ہدف ملامت بنالیا تھا۔ گو فارقلیس نے طوسی دیدش[1] کا اخراج غالبًا سنہ ۴۴۳ ق م میں صلحنامہ کی قرارداد کے وقت کرایا تھا اور اس اخراج سے اس نے اشرافیوں کی کمر توڑ دی مگر اسے اسپر بھی بہت ہی کم آرام لینا نصیب ہوا۔[1] ایک توان ریاستوں کی فہرست سے جو خراج ادا کرتی تھیں یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس سے قبل سنہ ۴۴۳ ق م میں آئی پچیس تیس شہر سلطنت ایتھنز سے علحدہ ہوگئے تھے اور خراج کی مقدار ۴۹۳ تالنت کے بجائے (جسکا تخمینہ کیا گیا تھا) صرف ۴۰۰ تالنت رہ گئی تھی۔[2] اسکے سوائے ایونیا کی صورت حال سے گونہ تفکر پیدا ہوگیا تھا اسلیئے کہ طوسی دیدش کے بیان کے مطابق تیس سال کے صلحنامے سے چھٹے برس ساموس اور ملطہ کے مابین پری اینے کی بابت ایک جھگڑا[3] پیدا ہوگیا جس سے خود ایتھنز کو بھی تعلق تھا اور

---

[1] طوسی دیدش کے اخراج کیلیئے پلوٹارک "حیات فارقلیس" ۱۴ اور ۱۶ دیکھنی چاہیئے۔ اسکا بیان ہے کہ اس واقعے کے بعد فارقلیس پندرہ سال تک یعنی غالبًا سنہ ۴۴۳ ق م سے سنہ ۴۲۹ ق م تک استراتیگوس یا سپہ سالار تھا۔ بوسولٹ[4] ڈنکر اور مسٹر لوئینگ کی مخالفت کرتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ واقعہ "بہار سنہ ۴۴۵ ق م" میں پیش آیا ہوگا۔ ڈنکر[5] کے بیان (جلد ۹، باب ۸، صفحہ ۱۶۲ تا ۱۹۱) سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ بعض مورخوں نے تاریخ یونان میں ایسے واقعات کے متعلق اپنے قیاسات چسپاں کردیئے ہیں جنکے حقیقی حالات سے ہم قطعی آگاہی نہیں رکھتے۔ اس قسم کے حالات میں وہ کچھ ایسا افسوں پھونک دیتے ہیں کہ پڑھنے والے کے دل میں یہ خیال تک پیدا نہیں ہوتا کہ اسمیں چند ذاتی تخیلات بھی موجود ہیں جب ہم کرتینس (۲ ۶ / ۱۸۶) میں یہ پڑھتے ہیں کہ پہلے تو شرفائی گروہ نے اخراج کی کل فارقلیس کے خلاف چلانی چاہی اور پھر اسے طوسی دیدش کیطرف موڑ دیا جو انہی میں سے ایک تھا تو ہمیں یاد رکھنا چاہیئے کہ اس نظریے کی بنیاد گرمٹ کی ایک رائے ہے لوئیس (۳ / ۲۴)

[2] بوسولٹ ۲ / ۵۵۴۔

جسکی وجہ سے اسے بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا[1] اس لڑائی سے نہ صرف فارقلیس کے طرز عمل کے اچھے اور برے پہلو عیاں ہوگئے بلکہ اس سے وہ بےچینی ظاہر ہوگئی جو اس زمانے میں ایشیائے کوچک کے حلفائے ایتھنز میں پھیلی ہوئی تھی۔ چند نوشتوں کے اجزا اسوقت تک موجود ہیں اور اگر انکی تاویل میں غلطی نہیں ہوئی اور اگر انکا سلسلہ ان روایات سے صحیح طور پر مل جاتا ہے جو قدما سے ہم تک پہنچی ہیں تو ہم لامحالا اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ اس بےچینی کے آثار اس دور سے قبل ہی موجود تھے۔

جو مضمون ملکت ایتھنز کے متعلق زینوفون کی طرف منسوب کیا جاتا ہے اس میں یہ دکھانے کیلئے کہ ایتھنز کی عمومیت نے حلیف ریاستوں کی اشرافی حکومتوں کا ساتھ دینے یا انکے ساتھ رواداری کا برتاؤ کرنے میں عقلمندی نہیں کی، ملطہ کے اعیان کے ہاتھوں وہاں کی جمہوریہ کی بربادی کا حال لکھا ہے۔ ۴۵۰ق م یا ۴۴۶ق م کے ایک کتبے کا ٹکڑا اسوقت تک موجود ہے جسمیں ایتھنز اور ملطہ کے آپس کے تعلقات کا ذکر ہے اور جسمیں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ ملطہ کے باشندوں نے یہ منظور کر لیا تھا کہ وہاں ایک ایتھنزی لشکر رہے[2] اس امر سے کہ گو ملطہ ایتھنز کا حلیف تھا موخر الذکر کو اس قسم کے انتظام کی ضرورت پیش آئی یہ ظاہر ہے کہ کوئی نہ کوئی بات ایسی ضرور ہوئی ہوگی جس سے امن عامہ میں فرق آگیا ہو، اور کیا عجب ہے کہ اسکے باعث وہی واقعات ہوں جنکا فقرہ مفصلۂ بالا میں ذکر ہے۔ ایسی صورت میں ہمیں یہ فرض کرنا پڑیگا کہ ملطہ میں ۴۵۰ق م سے پہلے اشراف ایتھنز کے زیر سایہ حکومت کرتے تھے۔ اور جب انھوں نے ایرانی صوبہ داروں کی مدد سے

---

[1] جنگ ساموس کے متعلق پفلک ہارٹنگ کی کتاب "فارقلیس بطور سپہ سالار کے" (شٹگارٹ ۱۸۸۲ء) دیکھنی چاہیئے۔ اسکے متعلق اسناد مفصلۂ ذیل ہیں:-

طوسی دیدیس ۔ ۱۱۵ ۔ ۱۱۷۔

دیودورس ۱۲، ۲۷، ۲۸ (خاص قسم کے معلومات کیلئے)۔

پلوٹارک "حیات فارقلیس" ۲۵ ۔ ۲۸۔

دیودورس غالبًا ایفورس کا تتبع کرتا ہے اور پلوٹارک نے اسکے ساتھ ہی دورس باشندۂ ساموس سے واقعات اخذ کیے ہیں۔

[2] "جمہوریہ ایتھنز" ۳، ۱۱۔

"مجموعۂ نوشتہائے قدیمہ" ۔ ۱، ۲۲ (الف) (ملطہ)

"مجموعۂ نوشتہائے قدیمہ" ۱، ۹ ۔ ۱۱۔ (ایریتھرائے)۔

وہاں کے عوام کو شکست دیدی تو اس جذبے کو ایتھنزیوں نے دبادیا اور ملطہ میں اپنی فوجی چھاؤنی قائم کردی، عہدنامۂ ملطہ سے بھی اچھی حالت میں وہ عہدنامہ ہے جو ایتھنز اور ایریتھرائے کے درمیان ہوا تھا۔ اس عہدنامے میں اس برتاؤ کا ذکر ہے جو ان باشندگان ایریتھرائے کے ساتھ ہونا چاہئے جنھوں نے جاکر ایران میں پناہ لی تھی، ان دونوں مثالوں سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ایونیا میں ستوقتک ایسے لوگ موجود تھے جنکے ایران کیساتھ گہرے تعلقات تھے۔

طوسی دیدش کا بیان ہے کہ ملطہ اور ساموس کے آپس کے تنازعے میں ملطہ کو شکست ہوئی اور وہاں کے باشندوں نے ایتھنز سے آکر ساموسیوں کی شکایت کی۔ اسیطرح چند ساموسیوں نے جو جمہوریت پسند تھے اپنے جزیرے کی اشرافی حکومت کے خلاف آواز بلند کی، اسپر ایتھنزیوں نے چالیس جہاز طیار کر اکے اپنی فوج ساموس بھیجدی اور وہاں کی موجودہ حکومت ہٹاکر جمہوریت قائم کردی۔ ایتھنزیوں نے اپنا ایک لشکر ساموس میں چھوڑ دیا اور اپنے ساتھ پچاس لڑکے اور پچاس مرد بطور یرغمال کے لیکر لیمنوس آگئے، بہرحال یہ تمام کارروائیاں قطعی بے سود ثابت ہوئیں۔ چند ساموسی ارض براعظم بھاگ گئے تھے۔ اور وہاں ایرانی صوبہ دار سارد پسوتھنیس ولد ہیستاسپیس سے مدد لیکر اور سات سو مسلح آدمیوں کو ساتھ لے راتوں رات ساموس آگئے، اسکے بعد انھوں نے جزیرے کی اشرافیہ پلٹ دی اور ایتھنزی سپاہی گرفتار کرکے پسوتھنیس کے حوالے کیا اور لیمنوس کے یرغمال کو کسی ترکیب سے رہا کرا کر اور ملطہ کے خلاف طیاریاں شروع کردیں عین اسی زمانے میں بیزنطہ ایتھنز سے باغی ہوگیا۔

بیان مندرجۂ بالا میں بہت سی باتیں غور طلب ہیں، اول تو لیگ کی کوئی باضابطہ تنظیم نہیں ہے اور دو حلیف ریاستیں ایک تیسری ریاست پرینی کے واسطے باہم گرجنگ آزما ہیں۔ ایتھنز بعض ایک فریق کی شکایت پر بلا کسی قسم کی پیشگی اطلاع دیتے ہوئے ایک حلیف ریاست پر حملہ کرا دیتے ہیں، اسمیں شبہ نہیں کہ ایسے طرز عمل کے بغیر وہ اپنے مقصد کے حصول میں کامیاب نہیں ہوسکتے تھے اسلیئے کہ نہ تو وہ دونوں حریفوں کی جنگ روک سکتے تھے اور نہ انھیں ساموس کے اندرونی معاملات میں دخل دینے کا کسی قسم کا اختیار تھا۔ اسکے ساتھ یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ ملطہ کی حکومت اشراف ایتھنز کے خلاف تھی اور اپنے مقاصد میں کامیابی حاصل کرنے کیلیئے ایتھنزیوں

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) "مجموعۂ نوشتہائے قدیمہ" ۱، ۱۳۱، (کولوفون)۔

کیواسطے یہ ضروری تھا کہ وہ اسقدر تیزی سے اپنی قوت وسطوت کا مظاہرہ کریں کہ ملطیوں کو اس کا علم بھی ہو سکے ۔ متقدمین کی رائے تھی کہ ملطی عورت اسپازیہ کی ترغیب سے فارقلیس نے ساموس کیساتھ جنگ چھیڑ دی، خواہ یہ سچ ہو یا نہ ہو یہ بالکل ممکن ہے کہ اسپازیہ کے کہنے سے وہ اپنے ساموسی طرز عمل پر پہلے سے زیادہ جم گیا ہو ۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جو فوائد اسے اس مداخلت سے حاصل ہوئے تھے اونکو وہ برقرار رکھ سکتا تھا یا نہیں؟ یرغمال اپنے قبضے میں کرنے سے کسی کو اختلاف نہیں ہو سکتا، مگر انکو غیر محفوظ مقام پر رکھنا صریح حماقت تھی ۔ اسی طرح ساموس میں لشکر ضرور چھوڑنا چاہیئے تھا، مگر اس لشکر کو ہمیشہ ہوشیار رہنا از بس ضروری تھا ۔ ان مثالوں سے یہ ظاہر ہے کہ خود فارقلیس فوجی معاملات سے قطعی نابلد تھا اور اسکے عہد میں فوجی معاملات کما حقہ تگ و دو بیر کے ساتھ طے نہیں ہو سکتے تھے ۔ واقعہ یہ تھا کہ حکومت باد مخالف سے بچ ہی نہیں سکتی تھی، اور یوبیہ، میگارہ، ساموس اور لیمنوس میں گھبرا جانا محض چند افسوسناک اور ناگزیر واقعات کیطرف منسوب نہیں کیا جا سکتا ۔ اسکے ساتھ ہی یہ ایتھنز کیلیئے باعث فخر ہے کہ ساموس کے سوا منجملہ باقی حلیفوں کے صرف بیزنطہ نے ہی بغاوت کی ۔ یہ شہر فی نفسہ ایتھنز کا وفادار تھا اسلیئے وہاں ممکن ہے کہ اندرونی سازشیں متواتر کام کر رہی ہوں ۔ اس امر سے کہ سوائے بیزنطہ کے دیگر شہروں نے بغاوت نہیں کی یہ عیاں ہے کہ ایتھنز اپنے ماتحت حلیفوں پر ظالمانہ طرز پسند نہ کرتا تھا اور عام طور پر خود مختار شہروں کی طرف سے آنکھ کھول کر خبردار رہتا تھا ۔

ساموس اور بیزنطہ کی بغاوتوں کے بعد ایتھنز کی قوت پھر عود کر آئی اور جہانتک ہم کو علم ہے وہ پہلے سے زیادہ محتاط ہو گیا ۔ خود فارقلیس ایتھنز سے ساٹھ جہاز لیکر ساموس چلا ۔ مگر راستے میں اسنے سولہ جہاز علیحدہ کر دیئے تاکہ لیسبوس اور خیوس سے امداد آسکے اور ساتھ ہی فنیقی بیڑے کی اچھی طرح سے مدافعت ہو سکے جسکا ہمیشہ خطرہ لگا رہتا تھا[۵] ۔ باقی چوالیس جہازوں کو لیکر اسنے ساموس پر حملہ کر دیا ۔ گو ساموسیوں کے پاس پچپن جنگی اور بیس بار برداری کے جہاز تھے مگر خلیج لامیا کے دہانے پر جزیرۂ ترا گیا کے قریب ساموسیوں کو ہی شکست ہوئی[۶] اب

۵ اسوقت تک ۴۴۱ ق م کے سپہ سالاروں کی فہرست موجود ہے جن میں ایک سوفوکلیس بھی تھا ۔ اسکے لیئے بوسولٹ ۲، ۷۹۲ دیکھنا چاہیئے ۔

۶ ترا گیا کے موقع کیلیئے فون پفلگ ہارٹنگ ۱، ۱، صفحہ ۱۲۴ وغیرہ دیکھنا چاہیئے ۔ اس لڑائی کے

ایتھنزیوں کے پاس کمک بھی پہنچ گئی جسمیں چالیس[۴۸] جہاز تو خود ایتھنز کے تھے اور خیوس اور لیسبوس سے پچیس[۲۵] جہاز آئے تھے، ایتھنزی ان جہازوں کے ملاحوں کو لیکر جزیرے پر لنگر انداز ہوئے اور شہر ساموس کا محاصرہ کر لیا، مگر جب فارقلیس نے سنا کہ فنیقی بیڑہ آرہا ہے اور ساموسی اتیساغورث پانچ جہاز لیکر انکے استقبال کو گیا ہے تو اسنے محاصرہ اٹھالیا اور ساٹھ جہازوں کو لیکر جنوب کیطرف چلدیا۔ گویا اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ ان چالیس جہازوں میں جو کمک کے طور پر آئے تھے وہ سولہ جہاز بھی شامل تھے جو ابتدا میں فارقلیس نے علیحدہ کر دیئے تھے تو ان ایتھنزیوں اور حلیفوں کے جہازوں کی تعداد جو جزیرہ ساموس کے مقابل پڑے ہوئے تھے صرف انچاس[۴۹] رہجاتی ہے، اب ان باقیماندہ جہازوں نے مورچہ بندی کر کے اپنی جائے قیام لنگرگاہ کو مضبوط کر لیا، دوسری جانب ہمکو ارسطاطالیس کے اقتباس سے جو پلوٹارک میں دیا ہوا ہے پتہ چلتا ہے کہ ساموسیوں کا رہبر ایک شخص ملیسوس تھا جو سیاسی رہنما ہونے کے ساتھ ہی فلسفی بھی تھا، ساموسیوں نے خوب سوچ سمجھ کر حملہ کیا پہلے تو انھوں نے ان جہازوں کو تباہ کیا جو باقیماندہ جہازوں کی حفاظت کیلئے کھڑے کئے گئے تھے اور پھر ان جہازوں کو جو مورچہ بندی کے حدود سے باہر نکلے شکست دیکر بندر کے گذرگاہ کو بالکل صاف کر دیا۔ مگر اس موقع پر جہاں ایتھنزی جہاز پڑے ہوئے تھے کوئی حملہ نہیں کیا، یہ حالت متواتر چودہ روز تک جاری رہی اور اس دوران میں ساموسی برابر اپنے شہر میں سامان رسد بھیجتے رہے۔

فارقلیس جو ایتھنزیوں کو ساموس چھوڑ کر کاونس اور کاریہ چلاگیا تھا اب واپس آگیا اسکا کسی مورخ نے ذکر نہیں کیا کہ راستے میں اسے فنیقی بیڑا ملا یا نہیں۔ یا تو اس نواح میں اس بیڑے کا وجود ہی نہ ہوگا ورنہ اسنے اپنے پڑاؤ سے نکلنے کی جرأت نہ کی ہوگی، اسکے کئی اسباب ہوسکتے ہیں۔ ممکن ہے کہ فنیقی بیڑہ موجود تو ہو مگر فارقلیس سے خوفزدہ ہو کر بغیر جنگ آزمائی کیئے ہوئے واپس چلاگیا ہو یا جیسے ٹمیستوناکس کے حملے کے زمانے میں فارقلیس نے اپنے تدبر کے جوہر دکھائے تھے اسی طرح سے ایک بحری مظاہرے کے بعد اسنے غنیم سے گفت وشنود شروع کر دی ہو۔ یہ بھی امکان سے باہر نہیں کہ فنیقی امیر البحر اس خبر کا منتظر ہو کہ ساموسیوں نے ایتھنزی باقیماندہ جہازوں کو جو پیچھے رہ گئے تھے شکست فاش دیدی ہے تاکہ وہ عین وقت نازک پہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) نتیجے کے متعلق طوسی دیدیش اور ایفورس کی تو یہ رائے ہے کہ اسمیں ایتھنزیوں کو فتح ہوئی مگر بعض دیگر مورخین جیسے ارسطاطالیس بھی ہے (پلوٹارک۔ فارقلیس ۲۴) کہتے ہیں کہ اسمیں ساموسی سپہ سالار ملیسوس کو ہی فتح ہوئی

موجود ہوا اور دوسروں کی محنت کا پھل اپنے آقا شہنشاہ ایران کیلئے حاصل کرلے۔ یا یہ کہ یہ تمام قصہ دراصل ساموسیوں کی ایک چال تھی تاکہ ایتھنزی بیڑے کا ایک بیشتر حصہ فنیقیوں کے آنے کی غلط خبر سنکر انکے تعاقب میں چلا جائے۔ یہ ظاہر ہے کہ اگر یہی انکا مطمح نظر تھا تو گو وہ اپنی چال میں کامیاب ہوگئے مگر ایسی صورت میں انکو ایک زبردست شکست ایتھنزیوں کو دینا لازم تھا اور اس کی ناکامی کی صورت میں یہ تفریح ساموسیوں کیلئے کچھ سودمند ثابت نہ ہوا۔

فارقلیس نے ایک عظیم الشان بیڑا جسکا ایتھنز کی آئندہ تاریخ میں ثانی ملنا محال ہے مجتمع کیا اور سمندر کی جانب سے شہر کی ناکہ بندی کردی اس بیڑے میں چالیس جہاز طیسی دیدس، اگنون اور فورمیون کی سرکردگی میں، بیس سکلے پولیموس اور انتکلیس کی ماتحتی میں اور تیس جہاز خیوس اور لیسبوس کے تھے اور ان سب جہازوں کی مجموعی تعداد نوے تھی۔ ان کے سوا ۱۰۹ جہاز ساموس میں پیشتر سے موجود تھے اور اگر ہم یہ مان بھی لیں کہ ان میں سے چند ضائع ہوگئے پھر بھی اسوقت کم از کم ایک سو اسی ایتھنزی جہاز ساموس کے مقابلے کیلئے موجود ہوگئے، اسمیں شبہ نہیں کہ نہ صرف ساموسی بھی اس عظیم الشان نمائش سے لرز گئے ہونگے بلکہ اس سے تمام بلاد یونان میں حرکت پیدا ہوگئی ہوگی۔ ساموسیوں نے ایک آخری مرتبہ کوشش کی کہ سمندر پر اپنا اقتدار پہلے کیطرح سے قائم رکھیں مگر ایتھنزیوں کی کثرت اور قابلیت کے سامنے وہ کچھ نہ کرسکے اور بالآخر انکو اپنی فصیل کی حفاظت پر ہی قناعت کرنی پڑی۔ اب ساموس کی فصیلیں پولیکراتیس کے زمانے سے نہایت مستحکم کردی گئی تھیں اور گو ایتھنزیوں کو محاصروں میں ید طولیٰ حاصل تھا مگر ان استحکامات کی تسخیر کوئی آسان کام نہ تھا۔ بہرحال اس مرتبہ انھوں نے اپنی قابلیت اور کمال کے لاثانی جوہر دکھائے۔ دیودورس کا بیان ہے کہ کلازومینے کے انجنیر ارتیمون نے مختلف قسم کے آلات حیل جنسے محاصرے میں آسانی پیدا ہو مثلاً منجنیق، سقف نما اور دیگر آلات طیار کیئے تھے۔

ٹ یہ بھی کچھ بعید از قیاس نہیں کہ درحقیقت ایک ایرانی بیڑا روبراہ ہو مگر فارقلیس نے اس کے امیرالبحر کو پہلے صلحنامہ کالیاس یاد دلایا مگر اس کا جواب ملا کہ اس صلحنامے پر باضابطہ دستخط ثبت نہ ہوئے تھے۔ اسکے بعد فارقلیس نے اس سے پہلے کے ایک اقرارنامے کا تذکرہ کیا جو شہنشاہ اور کالیاس کے درمیان ہوا تھا اور اسکے ساتھ ہی اپنے بیڑے کی قوت اور جبروت کی طرف اشارہ کیا جو کسی صورت میں حقیر نہ تھا۔ قصہ مختصر آخرکار فارقلیس نے ایرانی امیرالبحر کو واپس چلے جانے پر آمادہ کردیا۔

اور غالباً اسی سے، مرعوب ہوکر شہروالوں نے اپنے ہتھیار ڈال دیئے۔ بغاوت کو اب نو مہینے گذر چکے تھے مگر اب بھی ساموس میں یہ قدرت تھی کہ وہ برابر مقابلہ کیئے جائیں۔ اس موقع پر دو اموس ایتھنزیوں کے ممدّ و معاون ہوئے۔ ساموسیوں کو یہ یقین تھا کہ اگر کوئی بیرونی کمک نہ پہنچی تو وہ کسی نہ کسی روز ہتھیار ڈالدینے پر مجبور ہوجائینگے اور دوسرے جو شرائط فارقلیس نے پیش کیئے وہ نہایت نرم تھے۔ ساموسیوں کو ہدایت کیگئی کہ وہ اپنے استحکامات مسمار کردیں، یرغمال ایتھنز کے حوالے کریں، ایتھنزیوں کو خرچہ جنگ بالاقساط حوالے کریں اور اپنے تمام جہاز ایتھنز کے حوالے کردیں۔[۹] یہ شرط نہیں لگائی گئی کہ ساموس اپنا دستور تبدیل کردے یا عمومیت قائم کردے اور ممکن ہے کہ بہت سے ساموسیوں نے اس شرط کو حسن کر مزید مداخلت کا خیال ترک کردیا ہو۔ غرض یہ ہے کہ ان شرائط سے ساموس ایتھنزی لیگ کا ایک ماتحت رکن بن گیا۔

خود ایتھنز کیلیئے بھی یہ بہتر تھا کہ بغاوت جلد فرو کردیجائے۔ یہ بالکل ممکن تھا کہ یہ نظیر دیکھ کر اسیطرح دوسرے حلیف شہر بھی باغی ہوجاتے یا پیلوپونیز بھی ایتھنز کے خلاف شریک جنگ ہوجاتا بلکہ پیلوپونیزی سینات میں تو اس امر پر بحث بھی ہوئی کہ ساموس کو امداد دیجائے یا نہیں۔[۱۰] اور زمانۂ مابعد میں کورنتھیوں نے یہ مشہور کردیا کہ دراصل ان ہی نے پیلوپونیزیوں کو ایتھنز کے خلاف

---

[۸] فریقین کے تلخ تعلقات کا اس بات سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ ایتھنزیوں نے ساموسی قیدیوں کے جسم پر ایک الّو کی تصویر اور ساموسیوں نے ایتھنزی قیدیوں کے جسم پر ایک ساموسی کشتی کی تصویر داغی۔ اسکے لیئے بوسولٹ ۲، ۲۵۹ دیکھا جائے۔ پلوٹارک (فارقلیس ۲۶) کہتا ہے کہ ایتھنزیوں نے بھی ساموسی کشتی کا نشان لگایا تھا مگر یہ قرین قیاس نہیں۔

[۹] شرائط صلح کی تفصیل کیلیئے ٹکر ۹، ۲۱۱ وغیرہ اور بوسولٹ ۲، ۶۰۰ دیکھنا چاہیئے۔ بوسولٹ میں ان رقوم کا بھی تذکرہ ہے جو ایتھنز نے جنگ ساموس میں خرچ کیں۔ انکی تعداد ان ۱۲۰۰ تالنت سے زیادہ ہوگی جو ایتھنز نے دیوی کے خزانے سے لیئے۔ اسمیں بوسولٹ بقایا اخراج کے ۸۰ تالنت کا اضافہ کرتا ہے۔

[۱۰] طوسی دیدس ۱، ۴۰ و ۴۱۔ اس جنگ سے لیگ کے اندرونی تعلقات پر بہت اثر پڑا اور اسکے بعد کاریہ کے حلیف شہروں کی تعداد میں اسقدر کمی ہوگئی کہ اس ضلع کا ایونیہ کے ساتھ الحاق کردیا گیا اور ۴۳۹ق م میں ایتھنز نے ہر شہر کے خراج کی تعداد میں اضافہ کردیا۔ (بوسولٹ ۲، ۶۰۲)۔ سو سالہ امن کے بعد

ہتھیار اٹھانے سے یہ دلیل پیش کرکے باز رکھا کہ ہر ایک مملکت کو یہ پورا اختیار حاصل ہے کہ کسی
حلیف ماتحت کی بغاوت کو بزور شمشیر فرو کر دے۔ بہر حال غالبا یہ سب کچھ محض شیخی ہی شیخی تھی
اس میں پیلوپونیزی بیٹھے دیکھتے رہے کہ اب کیا ہوتا ہے۔ ایتھنز کی جنگی تیاریاں ایک وسیع پیمانے پر
تھیں، ساموس کی تسخیر میں کسی قسم کے شبہہ کی گنجائش باقی نہیں رہی تھی اور پیلوپونیزیوں نے یہ خیال
کیا کہ اگر انھوں نے ایسے وقت میں لڑائی چھیڑ دی تو وہ نہ صرف ہدف مضحکہ بنیں گے بلکہ معرض خطر میں
پڑ جائینگے اور انھوں نے یہ طے کر لیا کہ ایتھنز پر اسی وقت کامیاب حملہ ہو سکتا ہے جب ساموس
عرصۂ دراز تک متواتر مدافعت کرتا رہے، پہلے کی طرح اس مرتبہ بھی پیلوپونیزیوں نے
علیحدگی ہی بہتر سمجھی اور منصوبے باندھنے شروع کیئے۔ اگر کورنتھیوں نے واقعی امن کی صلاح
دی ہوگی تو صرف اسوجہ سے کہ انسے اور ایتھنزیوں سے کسی قسم کی پرخاش نہ تھی اور جب تک
ایتھنز نے دیار مغربی میں دست اندازی نہ شروع کر دی اسوقت تک دونوں کے تعلقات
اچھے ہی رہے۔

یہ ہر گز نہیں کہا جا سکتا کہ ایتھنز نے اپنی فتح کا بیجا استعمال کیا اسلیئے کہ جو شرائط اس نے
ساموس پر عائد کیئے ان سے زیادہ نرم شرائط ناممکن تھے۔ اول تو تدبیر اور پیش بینی کا تقاضا ہی
یہ تھا اور پھر اس زمانے میں فارقلیس کے برسر اقتدار ہونے کی وجہ سے بھی ترحم برتی گئی۔ فارقلیس
کی خصوصیت یہ تھی کہ وہ کبھی اس قسم کے مظالم کا مرتکب نہیں ہوا جیسے اسکے بعد باشندگان متی لنہ،
سکیونے اور میلوس کے ساتھ سرزد ہوئے۔

جو ایتھنزی جنگ میں مارے گئے تھے انکے لیئے رواج کے مطابق پبلک جنازے کا
انتظام کیا گیا اور اسمیں فارقلیس کو خطبۂ عام پڑھنا پڑا جو نہایت پسند کیا گیا اور چونکہ اسی جنگ میں
وہی ایتھنزیوں کا رہبر تھا اسلیئے عورتوں نے اسے پھولوں کے ہار پہنائے۔ مگر اس موقع پر بھی
ایلپی نکی نے جو کیمون کی بہن تھی اسے ملعون کیا کہ اسنے خود یونانیوں ہی کو شکست دی،
اسکے بھائی نے تو خیر غیروں کو نیچا دکھایا تھا۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) ایتھنز اور کورنتھ کے پرانے تعلقات جو دشمنی پر ہرگز مبنی نہ تھے پھر عود کر آئے تھے۔
اصل میں ان دونوں کے درمیان بغض و عناد کی آگ اسوقت تک نہیں بھڑکی جبتک ایتھنز نے کورکائرہ کے معاملات
میں دست اندازی نہیں کی۔

سولھواں باب

ایتھنز بماتحتی فارِقلیس ۔ انتظام بلدہ

واقعات اور حالات کا مزید تسلسل بیان کرنے سے پیشتر شہر اثنیہ کے اندرونی انتظامات کا حال معلوم کرنا زیادہ مناسب ہے ۔

فارِقلیس کے زمانے کا ایتھنز ایک نہایت عجیب وغریب ہوئی ہے اور جو ندرت اسے تاریخ عالم میں حاصل ہے وہ نہ صرف اسکی شہرۂ آفاق ذہنی اور فنی ترقی کیوجہ سے ہے بلکہ اسکا ایک بہت بڑا سبب اسکی سیاسی ہئیت ترکیبی بھی ہے ۔ دراصل جو نسلیں فارِقلیس سے پہلے گزر چکی تھیں انھوں نے اپنے اپنے زمانے میں اس سیاسی عمارت کی تعمیر میں کچھ نہ کچھ حصہ لیا اور آخر کار مکمل ایوان فارِقلیس کے زمانے میں تیار ہوگیا ۔ محض سطحی اور بیرونی نقطۂ نظر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ فارِقلیس نے اپنی طرف سے اس ایوان کی تعمیر میں کچھ افزائش نہیں کی، مگر جب اس پر نظر غائر ڈالی جائے تو یہ ظاہر ہوجاتا ہے کہ اسنے نہ صرف اسکے مختلف حصوں کو ایک خاص صورت میں ترتیب دیا بلکہ اسمیں ایک بالکل نئی روح پھونک دی ۔

اس دور میں مملکت ایتھنز کا نظام ایک مکمل ترقی یافتہ عمومیت پر مبنی تھا اور جہانتک ممکن تھا اسمیں عوام ہی برسر اقتدار تھے اور ان میں وہ تمام افراد شامل تھے جن پر قدما کے نزدیک اس لفظ "عوام" کا اطلاق ہوسکتا تھا اسلیئے کہ ارسطیدش نے تو ان بندشوں کا جو سیاسی اختیارات کے ضمن میں باقی رہ گئی تھیں خاتمہ کردیا تھا اور ایفیالتیس نے وہ تمام رکاوٹیں اٹھادیں جو میعاد عہدہ کے متعلق تھیں اور جب اسنے اریوپاگس کا اثر زائل کردیا تو اسکے بعد کسی اہم عہدے کیلیئے ایک سال سے زیادہ کے واسطے انتخاب نہ ہوتا تھا ۔ جس شخص کے والدین اراکین ملت تھے وہ سترہ سال کی عمر میں باشندگان دیمے کی رائے لیکے اپنے باپ کے دیمے میں شامل کرلیا جاتا تھا اور اسکے بعد وہ نہ صرف اپنے دیمے کے

۱؎ فارِقلیس نے کئی ہزار اشخاص کو جنکے ناموں کی فہرست شہریاں میں غلط اندراج ہوگیا تھا نکال کر شہریوں کی تعداد کم

اندرونی معاملات میں بلکہ تمام قوم کے سیاسیات کے متعلق مباحثات میں آزادانہ طور سے شریک ہوسکتا تھا[2]۔ مگر اس سے قبل کہ وہ پبلک معاملات میں حصہ لے اسے فوجی تعلیم نہ صرف ایتھنز میں بلکہ دور افتادہ قطعات ملک میں حاصل کرنی پڑتی تھی اور اسکے ساتھ ہی اسپر لازم تھا کہ ان سرحدی لشکروں میں جو حلیفوں کے ممالک میں جگہ جگہ پھیلے ہوتے تھے فوجی خدمت انجام دے۔ سیاسی مسائل کے تین شق تھے یعنی معاملات دیمے (دیہات) معاملات فیولے (قبیلہ) اور معاملات پولس (شہری مملکت) ان میں سے دیمے کی تو محض مقامی اہمیت تھی۔ کلس تھنیس کے زمانے سے فیولے یا قبیلے کی محض مذہبی حیثیت باقی رہ گئی تھی اور اسکے ذریعے دیوتاؤں کے تہواروں کیلئے سنگتیے مہیا کیے جاتے تھے۔ اب رہی پولس یا شہری مملکت۔ ظاہر ہے کہ اسکے معاملات نہایت اہم تھے اور سوائے غیر معمولی جلسوں کے جو ضرورۃً منعقد ہوتے رہتے تھے ہر ۳۶ روز کے میقات صدارت (پریتانی) میں چار معمولی جلسے ہوتے تھے گویا اس شہری کی مصروفیت کا سامان

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ تخفیف کردی۔ اسکے متعلق حال میں نہایت بایک بحث ہوئی ہے۔ فلوخوروس ان خارج شدہ شہریوں کی تعداد ۴۷۶۰ بتاتا ہے اور پلوٹارک اپنی "حیات فارقلیس" میں ۵۰۰۰ پر قناعت کرتا ہے۔ اسکے لیئے ڈنکر "فارقلیس کا ایک نام نہاد قانون" (برلن اکاڈمی کی رپورٹ ص ۹۳۶ وغیرہ) "تاریخ قدیمہ" (۹، ۱۰۰)، بیلوخ "یونانی اور رومن دنیا کی آبادی" (لائپزگ ۱۸۸۶ء ص ۷۵ وغیرہ) اور بوسولٹ (۲، ۴، ۵ وغیرہ) دیکھنا چاہیئے۔ ابتداء میں تو فلوخوروس کا یہ بیان صحیح تسلیم کیا جاتا تھا کہ فارقلیس نے ایک قانون کا نفاذ کرایا جسکی رو سے صرف وہی لوگ ایتھنزی حقوق شہریت کے مستحق سمجھے جاتے تھے جنکے باپ اور ماں دونوں ایتھنزی شہری ہوں اور اسکے ساتھ یہ بھی خیال تھا کہ یہ قانون محض ایک قدیم قانون کی تجدید تھی۔ مگر غالباً یہ اپنی طرز کا تنہا قانون تھا جسکا مقصد محض یہ تھا کہ یہ اندازہ ہوسکے کہ ان لوگوں سے کیا کیا حقوق ہیں جو غیر معمولی حصۂ غلہ کے خواستگار تھے۔ ظاہر ہے کہ ایسی حالت میں اس سے زیادہ تیقیمہ مدد تحت امر کوئی نہ ہوسکتا تھا کہ ان کے ماں اور باپ دونوں ایتھنزی شہری ہیں۔

[2] دیمی کی طرز معاشرت کیلئے ہوسو لئے کی کتاب موسومہ "اٹیکا میں بلدی زندگی" (پیرس ۱۸۸۴ء) دیکھنی چاہیئے۔ گو اس میں صرف چوتھی صدی ق م سے ہی بحث کی گئی ہے مگر اس سے پانچویں صدی ق م کے متعلق نتائج بھی اخذ کیئے جاسکتے ہیں۔

جو سیاسی امور میں دلچسپی لے ہر ہفتے مہیا ہوا کرتا تھا۔ جمعیت کے سب سے اہم جلسے میں عمّال کی ایپی خیئرو تونیہ تحقیقات ہوتی تھی جس میں یہ دریافت کیا جاتا تھا کہ کسی شہری کو کسی قسم کا اختلاف کسی عامل کی کارروائی سے تو نہیں یا کسی کو کوئی اعتراض انتخاب عمّال یا عمّال کی مالی رپورٹ یا مملکت کے طریق حفاظت یا کسی خاص شخص کے خلاف کسی کارروائی یا الزام الی سلنگے لیا پر تو نہیں ہے۔ دوسرے معمولی جلسے میں ان محاصل کی تحریکات پر بحث ہوتی تھی جو حکومت عائد کرنا چاہتی تھی۔ تیسرے جلسے میں معاملات خارجی پر مباحثہ ہوتا تھا اور چوتھے میں مذہبی معاملات اور روئداد میں پیش ہوتی تھیں۔ جمعیت عوام میں کسی تحریک کے پیش کرنے کا حق نہ صرف اراکین مجلس (کونسل) کو تھا بلکہ ہر ایک شہری کوئی تحریک جمعیت میں پیش کر سکتا تھا۔ مگر ہر ایک تحریک کو مجلس (کونسل) کے ابتدائی حکم (پرو بولیوما) کے ذریعے سے جمعیت میں رجوع کیا جاتا تھا اور وہ تحریکات جو محض ترمیمیں نہ ہوتی تھی۔ پہلے مجلس (کونسل) میں پیش ہوتی تھیں، خود مجلس کیلئے یہ ضروری نہ تھا کہ ہر ایک معاملے میں اپنی رائے دے ہی دے بلکہ وہ معاملات پر رائے زنی کیئے بغیر ہی انکا تصفیہ جمعیت عوام کے سامنے پیش کر سکتی تھی۔ ہمیں پوری طور پر یہ نہیں معلوم کہ پانچویں صدی ق م میں ایتھنز میں قوانین کیونکر بنائے جاتے تھے۔ مگر یہ ضرور ہے کہ قانون سازی کوئی آسان امر نہ تھا[۳۶] موجودہ قوانین کے خلاف جمعیت عوام کو کوئی تجویز منظور کرنے کا اختیار نہ تھا اور قبل اسکے کہ کوئی تحریک پیش کیجا سکے وہ ایک خاص مجلس ماتحت کے سامنے پیش ہوتی تھی۔ اس پر بھی زیادہ دباؤ یہ تھا اگر کوئی رکن جمعیت عوام کوئی تحریک پیش کرے اور وہ منظور ہو جائے تو ایک سال تک وہ اس تجویز کا تنہا ذمہ دار ہوتا تھا اور اس دوران میں اسپر خلاف ضابطگی (پارانوموں) کا الزام عائد ہو سکتا تھا۔ کی تحقیقات معمولی جج یعنی ہیلیاشتائے کرتے تھے۔ اس مدت کے بعد بھی اسپر الزام لگایا جا سکتا تھا مگر ایسی حالت میں اسکا اثر صرف یہ ہوتا تھا کہ تجویز منسوخ ہو جائے۔

علاوہ ان مقدمات کے جو اریوپاگس کے سامنے پیش ہوتے تھے باقی تمام مقدمات ہیلیاشتائے کے حد اختیار میں تھے اور ان کی تحقیقات کے دوران میں وہی

---

[۳۶] وضع قوانین کیلیئے دیکھو بوسولٹ (میولر ۴، ۱۷۵)۔ گراف پارانوموں (مواخذہ خلاف ضابطگی) کیلیئے گلبرٹ: "حکومت قدیمہ" ۱، ۲۸۱ - ۲۸۵ دیکھنا چاہیئے۔ بوسولٹ (میولر ۴، ۱۷۴)

صدارت کرتے تھے۔ ہر ایتھنزی شہری جس کی عمر تیس سال سے تجاوز کر گئی ہو ہیلیایا کا رکن ہو سکتا تھا۔ اسے آرخنوں کے سامنے جا کر حلف دینا پڑتا تھا اور اسکے نام کے اندراج پر اسے ہیلیایا کے کسی جزو میں جسکے اراکین کی تعداد پانچسو ہوتی تھی شریک کر لیا جاتا تھا۔ اسکے سوا خاص خاص مقدمات کے فیصلے کیلیے مخصوص جیوریاں مقرر کیجاتی تھیں جنکے اراکین کی تعداد مختلف ہوتی تھی۔ ان جیوریوں میں دو سو جوں سے لیکر تین ہزار تک سننے میں آئے ہیں۔ ہیلیاستائے کو قانون کے مطابق فیصلہ کرنا پڑتا تھا اور اگر قانون نہ ہو تو ان پر لازم تھا کہ وہ اپنی ضمیر کے حکم کے مطابق فیصلہ کریں۔ بہرحال انکا تصفیہ قطعی تھا اور اسکی نہ تو نظر ثانی ہو سکتی تھی اور نہ مرافعہ۔ جس مقدمے میں جو چاہتے فیصلہ دیدیتے اور کسی شخص کو انسے جواب طلب کرنے کا حق نہ تھا اور حقیقت تو یہ ہے کہ یہ عوام کی مطلق العنانی کی ایک زندہ مثال تھی۔ ایتھنزی فطرتاً مقدمہ باز تھے اور ذاتی مقدمات کے سوا ایتھنزی حلیفوں کے مقدمات اور تنازعات بھی اس عدالت کے سامنے پیش ہوتے تھے۔ بدیں وجوہ عام طور پر اسکے جج نہایت مصروف رہتے تھے۔

مجلس (کونسل) کے متعلق آخری امر جو قابل تذکرہ ہے وہ یہ ہے کہ اسکی رکنیت کیوجہ سے قوم کا ایک معتد بہ حصہ کام میں لگا رہتا تھا۔ اسکے انتخاب کے لیئے ہر امیدوار کو پہلے اطلاع کرنی ہوتی تھی تاکہ اسے مدعو کیا جا سکے۔ اور ہر ایک قبیلے (فیوٗلے) سے پچاس بُولیُوتائے یا نمایندے چنے جاتے تھے جنمیں سے ایک کارٹیہ باقی نمایندوں سے ذرا برتر ہوتا تھا۔ چونکہ اس مجلس کا فرض یہ تھا کہ شہر کی حکومت کی باگ اسی کے ہاتھ میں ہو اسلیئے سوا تہوارونکے

۱؎ بہت سے سیاسی معاملات عموماً اور شخصی مسائل خصوصاً ہیلیاستائے کے سامنے پیش ہوتے تھے۔ اسکے لیئے گرینیس کی تاریخ یونان (۶۲، ۲۱۹) دیکھنا چاہیئے۔ گر بلاشبہ گرینیس کا یہ قول کہ انکا فرض یہی تھا کہ عہد ناموں کی جانچ کریں اور انکو منظور کریں اور انھوں نے ہی خالکس کے عہد نامے کو اپنے حلف سے مستحکم کر دیا حقیقت حال سے بہت دور جا پڑتا ہے۔ اسلیئے کہ ان عہدناموں کی تصدیق جو آئین کے مطابق طے پائے ہوں مجلس دستوری کا فرض تھا نہ کہ محض استحقاق۔ اور جن شہریوں نے نام نہاد صلحنامۂ نکیاس کی تصدیق کی تھی انسے یہ سوال نہیں کیا گیا تھا کہ وہ اسے منظور بھی کرتے ہیں یا نہیں۔

۲؎ ہیلیایا خاص طور پر معاملات متنازعہ فیہ میں دست اندازی کرتی تھی۔ ڈنکر نے اسے "دیوان بالا" کا لقب دیکر اسکی اہمیت کو بڑھا دیا ہے

باقی ہر روز یہ مجلس نشست کرتی تھی۔ مگر یہ ظاہر ہے کہ اتنی بڑی مجلس سے حکومت کے معمولی فرائض مثلاً امور عامہ کی متواتر نگرانی رکھنا عمدگی سے ادا ہونا ناممکن تھا۔ اسی لیئے اسکے ارکین میں سے ایک مستقل ماتحت مجلس منتخب کیجاتی تھی جسکے ممبروں کو پری تانیس کہتے تھے جو ایک ہی قبیلے یا قبیلے کے نمائندے ہوتے تھے اور جو سال کے دسویں حصے یعنی ۳۶ روز تک ایوان پری تانیم میں مملکت کے خرچ پر رہتے تھے۔ اس ماتحت مجلس کا صدر ہر روز نیا منتخب ہوتا تھا اور وہی جمعیت عوام کی صدارت بھی کرتا تھا۔

گو ابتداءً جماعت عاملہ کے افسر آرخن ہی تھے جو اقتدارات شاہی کے حقیقی وارث تھے مگر کلس تھنیس کے زمانے سے انکے تمام واقعی اختیارات لے لیئے گئے تھے۔ اور جو کچھ تھوڑے بہت باقی رہ گئے تھے وہ ایسے تھے جنسے عزت تو ضرور تھی مگر اثر عشر عشیر بھی نہ رہا تھا۔ مثلاً وہ ان تمام رسوم میں جو انھیں حکومت کی طرف سے انجام دینی ہوتی تھیں مملکت کے قائم مقام سمجھے جاتے تھے اور بڑے بڑے تہوار و نکا انتظام اور حکومت کی طرف سے مذہبی قربانیوں کا اہتمام بھی انھی کے سپرد تھا۔ یہ فرائض اس مذہبی اقتدار کا بقیہ تھا جو قدیم بادشاہوں کو کسی زمانے میں حاصل تھا۔ عدالتی اختیارات میں سے اب انکے پاس صرف ہر ایک مقدمے کی ابتدائی تحقیقات اور عدالتوں کی صدارت باقی رہ گئی تھی مگر تجویز کا اختیار صرف جیوریوں کو تھا۔ تیسرے اہم شاہی منصب یعنی سپہ سالاری کے متعلق پہلے ہی ذکر آچکا ہے یہ عرصے سے استراتی گوس کی مجلس کو تفویض ہوچکا تھا۔ آرخنوں کی بے اختیاری کا اثر مجلس اریو پاگس پر بھی پڑا جو آرخنوں ہی سے بنی تھی اور یہ مجلس بھی محض نمائشی اغراض کیلیئے استعمال ہونے لگی۔

مندرجۂ بالا واقعات محض ایک فطری ارتقا کا نتیجہ تھے۔ سولن کے دستور کو نفاذ ہوتے صرف چند ہی سال کا عرصہ ہوا تھا کہ ایتھنز کے حکومت کی باگ پی سستراتوس کے ہاتھ میں آگئی۔ اسکا اصول یہ تھا کہ جہانتک ہوسکے لوگ اسے مطلق العنان نہ سمجھیں اسی لیئے اسنے آرخنوں کو برقرار رکھا مگر پی سستراتوس یہ کرتا کہ اپنے کسی عزیز کو آرخنوں کی مجلس میں شامل کردیتا اور فی نفسہ یہ مجلس بالکل بے اختیار ہوگئی تھی۔ اس خاندان کے زوال کے بعد ایساغورث نے جو ارخن اعظم تھا چاہا کہ جو اختیارات اسی مجلس کو قانوناً حاصل تھے وہ دوبارہ عود کر آئیں۔ اسی لیئے اصلاح پسند کلیس تھنیس نے

کوشش کی کہ آرخنوں کی قوت قانوناً بھی گھٹ جائے اور اسکے مقابلے کیلئے اسنے دس فیولوں (قبیلوں) کے فوجی قائم مقاموں یا استراتی گوعہ کا تقرر کیا اور انکی اہمیت کو بڑھانا شروع کیا۔ ابتدا میں اس نئے عہدے کے محرکوں کا یہ مقصد نہ تھا کہ یہ فوجی قائم مقام آرخنوں کے اختیارات پر تسلط کریں۔ خود جنگ ماراتھون کے ایک واقعے سے پتہ چلتا ہے کہ وہ پولیم آرخ کے ماتحت ہو گئے اسلئے کہ جب ایسے معاملات میں جنمیں وہ متفق الرائے نہ تھے پولیمارخ نے اپنی رائے دی اور اسی پر عمل درآمد ہوا تو اس سے صاف ظاہر ہے کہ اس لڑائی کے زمانے میں اس عہدہ والے کا کچھ نہ کچھ واقعی اقتدار باقی تھا۔ مگر یہ اپنی طرز کی آخری مثال ہے اور اسکے بعد نہ تو میدان جنگ میں اور نہ جنگ کی تیاریوں کے ضمن میں پولیمارخ کا نام سننے میں آتا ہے۔ بعینہ یہی صورت حال تاریخ یورپ کے آخری دور میں بھی پائی جاتی ہے۔ مگر ارتقاء حالات ذرا مختلف ہے۔ جب یورپ میں جاگیرات کا دور دورہ تھا تو مختلف ملکوں میں میر مجلس عدالت، سپہ سالار وغیرہ کے عہدے موروثی عہدے تھے۔ مگر جب حکمرانوں نے اپنے جاگیردار مستاجروں پر کافی اثر پیدا کر لیا تو ایک طرف تو وہ اپنے ہی اختیار سے بلالحاظ حق میراث ان عہدوں کو پُر کرنے لگے

ہ آرخنوں کی اہمیت میں کمی اور سپہ سالاروں کی اہمیت میں افزائش دراصل پئی سِسترِاتوس کے عہد ہی میں شروع ہوئی۔ مگر ایک جانب تو اس نے مطلق العنان کیطرح حکومت کی اور دوسری طرف آرخنوں کو اپنے اختیارات صرف ضابطہ ہی کے طور پر استعمال کرنے دیئے۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اسنے خود اپنے لیئے ضرور کوئی ایسا دائرۂ عمل مخصوص کر لیا ہوگا جسکے اندر وہ اپنی خواہش کے موافق عمل پیرا ہو سکتا تھا اور دیگر عمال پر بھی اپنا اثر قائم کر سکتا تھا۔ اور یہ ظاہر ہے کہ یہ صرف ایک سپہ سالار کی حیثیت سے ممکن تھا۔ ہم اس نتیجے پر پہنچ جاتے ہیں کہ خود پئی سِسترِاتوس کے عہد میں استراتی گوس آرخن پولیمارخ سے آزاد ہوگا۔ فیساغورث نے تو عہدۂ آرخنی کی اہمیت بڑھانے کی کوشش کی تھی۔ اسکے بعد کلیس تھینیس نے ایک طرف تو پئی سِسترِاتوس کا تتبع کر کے پولیمارخ کو گویا عضو معطل کر دیا اور دوسری جانب استراتی گوعہ کی مجلس قائم کر کے گویا عمومیت کا رنگ چڑھا دیا۔ اس اصلاح کی ترویج کیلئے ۵۰۱ء ق م یا ۵۰۰ء ق م میں اور بھی سہولت پیدا ہو گئی ہوگی اسلئے کہ ۵۶۰ء ق م سے ۵۱۰ء ق م کی پنجاہ سالہ مدت میں عوام الناس پولیمارخ کو لاشئے محض سمجھنے کے عادی ہو چکے تھے باعتبار اپنے عہدے کے استراتی گوس کے فرائض نہ صرف ظاہری اعتبار سے پئی سِسترِاتوس کی یاد تازہ کرتا تھا

[illegible]

اور نئے عہدہ دار پرانے بیرنوں کے فرائض انجام دینے لگے اور دوسری جانب قدیم نبلا کے قبضے میں پرانے عہدوں کے خطاب ہی خطاب باقی رہ گئے۔ یہ کلیہ فرانس کی مثال سے واضح ہو جائیگا وہاں جب شاہِ فرانس نے اپنے بیڑے کی کمان ان قابل عہدہ داروں کے سپرد کردی جو اپنے فرائض منصبی کو بہ نسبت موروثی امیر البحر کے زیادہ سمجھ سکتے تھے اسوقت بھی وہ امیر البحر بعض انتظامی اور قانونی فرائض برابر انجام دیتا رہا+ ایتھنز میں متواتر بیرونی مہمات کی وجہ سے نہ صرف فطرۃً استراتیگوس کی اہمیت بڑھ گئی بلکہ انہیں سے ایک باقی سب میں زیادہ باختیار و باقتدار ہوگیا گو اسمیں شبہ نہیں ملتیادیس، تمستاکلیس اور کیمون کی قابلیت اور شہرت سے یہ جدید نظام پہلے سے کہیں زیادہ مضبوط اور منضبط ہوگیا مگر اسکی تفصیل کا ہمکو کافی علم نہیں۔ اور یہ یقین کیساتھ نہیں کہا جاسکتا کہ سال کے ابتدا میں کسی استراتیگس کو اپنے ساتھیوں سے زیادہ اختیار دیا جاتا تھا یا نہیں یہ ہم ضرور کہہ سکتے ہیں کہ کم از کم کیمون اور فارقلیس کی حیثیت تو اپنے دوسرے ساتھیوں سے برتر تھی+[۶]

---

[۶] مضامین متعلق استراتیگوس کیلیے مفصلۂ ذیل تصانیف دیکھنی چاہئیں:۔

عہدے کی از سر نو تنظیم فون ولاموویٹز میولینڈورف کی کتاب "تحقیقات متعلق لسانیات" جلد ۱ صفحہ ۶۲-۹۳

استراتیگوئی کی حیثیت اور "رہنمایان عوام" یا "سر عموموں" کی عام حالت کا اندازہ:۔ گلبرٹ: اضافہ جات وغیرہ، صفحہ ۱-۶۱

عام حالات:۔ اوویت سبے لو، "ایتھنزی استراتیگوئی" پیرس ۱۸۸۴ء۔ وبوسولٹ ۲، ۳۴۳+

بوسولٹ کا خیال ہے کہ کسی عام یونانی جنگ میں ایتھنز کی کامیابی کیلیے اس بات کی ضرورت تھی کہ سپہ سالاری کے مکمل اختیارات ایک ہی شخص کے سپرد کر دیئے جائیں اور اسی لیئے استراتیگوس کی حیثیت اور اختیارات میں گونہ تبدیلی پیدا ہوگئی+ بیلوخ نے اپنی کتاب "اٹیکائی سیاسیات بعہد فارقلیس" (لائپزگ ۱۸۸۴ء) میں صفحہ ۲۶۸-۲۸۹ پر یہ رائے ظاہر کی ہے کہ ان افسروں میں سے ہر سال ایک افسر اعلیٰ مقرر ہوتا تھا۔ اگر اس قسم کا کوئی باضابطہ قاعدہ ہوتا تو ضرور تھا کہ ہمارے مورخ اسکا صاف صاف ذکر کرتے+ یہاں ایک امر کا اظہار ضروری معلوم ہوتا ہے مجلس استراتیگوئی کی صدارت محض ایک ضابطہ پر ہی تھی اور اسکے متعلق قواعد خواہ کچھ بھی ہوتے اصل اصول

[illegible] جا سکتا۔

بہر حال رفتہ رفتہ اشتراتی گو ع کے ہاتھ میں نہ صرف میدان جنگ میں رہبری کا اقتدار آ گیا بلکہ وہ مختلف مہموں کی تیاری میں بھی نمایاں حصہ لینے لگے اور اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ امور خارجیہ بھی قانوناً نہیں تو واقعاً انکے اختیار میں آ گئے۔ ایتھنزیوں کا قاعدہ تھا کہ گو وہ قانون سازی کا اختیار ان لوگوں کو تفویض کر دیتے تھے جن پر انکو اعتماد تھا مگر جہانتک ہو سکتا وہ مختلف انتظامی امور کی نگہداشت خود ہی کرتے۔ اسی لیئے امور خارجیہ کے متعلق بہت سی ایسی باتیں تھیں جو انھوں نے اپنے لیئے مخصوص کر دی ہوں۔ باقی ہر ایک کام کے متعلق اشتراتی گو ع ہی کو انتظام کرنا پڑتا تھا۔ یہ ظاہر ہے کہ ایتھنز کے خارجی معاملات کی متواتر نگرانی کی ضرورت تھی اور ایتھنزی مدبروں کا کام صرف اتنا ہی نہ تھا کہ اُن ممالک کیساتھ اچھے تعلقات رکھیں جنسے ایتھنز کے مراسم دوستانہ تھے؛ بلکہ ہر ایک ریاست کے حالات بہم پہنچانا انکا فرض تھا جیسے تعلقات پیدا ہو سکتے ہوں۔ بدیں وجوہ یہ امر کچھ تعجب انگیز نہیں ہے کہ ان مدبروں کو کبھی کبھی ایسے رقوم کی ضرورت لاحق ہوتی تھی جسکا وہ حساب نہ دے سکتے تھے۔ اور یہ اغلب ہے کہ اس قسم کے اخراجات جیسے وہ دس تالنت جو فارقلیس نے پلیستوناکس کے حملے اٹیکا کے وقت خرچ کیئے تھے بار بار پیش آتے رہتے تھے؛ فارقلیس گویا جو شخص بھی ایتھنز میں برسر اقتدار ہو

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ مثلاً اسپارٹی الفوروں اور رومن عمومی ٹربیونوں کا کون صدر ہوتا تھا؟ ظاہر ہے کہ جب کوئی قومی مہم سر کیئے جانے پر بھیجے جاتے تو عموماً یہ فیصلہ کرتے کہ ان میں سے کون کون جائیگا اور ان کے ناموں کی ترتیب ہی سے گویا یہ معلوم ہو جاتا کہ کون صدارت کا مستحق ہوگا۔ ایتھنزی اشتراتی گو ع کی ایک نقل رومن فوجی ٹربیونوں کی حالت میں پائی جاتی ہے۔ مگر رومنوں نے اس تبدیلی کو ناپسند کیا اور پھر قدیم انتظام عود کر آیا۔

ؔ ان دس تالنت کا ذکر جو فارقلیس نے "بوجوہات ضروری" خرچ کیئے سب سے پہلے پلوٹارک (حیات فارقلیس - ۲۳) پلیس توناکس کے حملے کے واقعات کے ضمن میں بیان کرتا ہے۔ مگر تھیوفراسطوس کے نزدیک جسکا حوالہ اسی فقرے میں دیا گیا ہے فارقلیس ہر سال اسپارٹا پر دس تالنت خرچ کر دیا کرتا تھا اگر یہ امر واقعہ ہے کہ کئی سال تک فارقلیس کو خفیہ اخراجات کیلیئے دس تالنت سالانہ دیئے جاتے تھے تو بھی ظاہر ہے کہ تمام رقوم صرف اسپارٹا ہی کو نہ جاتی تھیں۔ بلکہ یہ در اصل تدبرانہ مقاصد کیلیئے گویا ایک سرمایہ کا کام دیتی تھیں۔

اسمیں شبہ نہیں کہ قائم مقام (پرو کسے نوء) بہت کچھ کرتے تھے۔ اُنکے لیئے مولسو کی کتاب

اسے کریمیہ سے نیپلز تک کے تمام شہروں کے حالات سے کما حقہٗ واقفیت حاصل کرنی پڑتی تھی اور وہ ان سازشوں کے حالات دریافت کرنے کیلئے جو ان میں سے کسی شہر میں ایتھنز کے خلاف ہو رہی ہوں محض کسی رازدار سیاح یا کسی ایسے ایتھنزی قائم مقام (پروکسی نوس) کی اطلاع کا انتظار (جسے خود مشکلات میں پڑ جانے کا ہر وقت اندیشہ رہتا تھا) نہ کر سکتا تھا۔ ظاہر ہے کہ حکومت کی طرف سے عمال کو مختلف ممالک کے حالات دریافت کرنے کیلئے سفر بھی کرنا پڑتے اور اس سے زیادہ کیا خلاف عقل کارروائی ہو سکتی تھی کہ اگر کوئی ایتھنزی شہری کے اخراجات کے لیے جو حکومت کے کام کو تجارت وغیرہ کے بہانے کارنتھ یا تھیبز جاتا جمعیت عوام کو خاص تجویز منظور کرنی پڑے۔ اس سے تو یہ بدرجہا بہتر تھا کہ کسی معتبر شخص مثلاً فارقلیس کے پاس خفیہ معاملات کیلئے ایک خاص رقم جمع کر دی جائے۔ ہم آجکل کے زمانے میں اس قسم کے اخراجات اور معاملات کا بہ نسبت قدما کے زیادہ اندازہ کر سکتے ہیں۔ اور دس تالنت کی رشوت والے قصے سے محض فارقلیس کے دشمنوں کی مخالفت ظاہر ہوتی ہے اور بس۔

یوں تو اشتراتی گوئے ایتھنز کے عام طرز عمل کی رہبری کرتے ہی تھے، قانوناً بھی انکی دستور ایتھنزی میں ایک خاص حیثیت تھی اسلیئے کہ انھیں کا یہ کام تھا کہ امور عامہ کے متعلق مختلف تحریکات پیش کریں۔ ایسی کوئی تجویز پر جسکی وجہ سے عموم پر بار پڑتا ہو حکم لگانے کی ذمہ داری خود جمعیت عوام پر تھی اور یہ لازم تھا کہ ایسی تمام تحریکیں اسکے سامنے بہت روشن اور شرح پیش کی جائیں۔ ظاہر ہے کہ اس لیے محرک کیلئے فن خطابت میں مہارت لازمی

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ "یونانی قائم مقام" (پیرس ۱۸۸۳ء) دیکھنی چاہیئے۔ مگر اس امر پر قادر نہ تھے اسلیئے کہ ان کو ہر وقت یہ خطرہ رہتا تھا کہ ان ہی کے شہر والے انسے باز پرس نہ کر بیٹھیں۔ بعض مرتبہ خود قائم مقام روپیہ لینے میں تعارض نہ کرتے تھے۔ (مونسو صـ۹ و صـ۱۱۳)

یونان میں جس قسم کی خفیہ کارروائیاں پانچویں صدی ق م میں ہوا کرتی تھیں انکی مثالیں ان بغاوتوں سے عیاں ہو جاتی ہیں جو جنگ کورونیہ سے پہلے ہوئی تھیں۔ جب یہ ہکو معلوم ہے کہ نکیاس کے سیراکیوز سے تعلقات تھے تو پھر اس سے کس کو انکار ہو سکتا ہے کہ وہ اس ضمن میں کبھی کوئی رقم خرچ نہ کرتا تھا۔

فارقلیس نہ صرف مستقل اشتراتی گوس تھا بلکہ نگران امور عامہ اور اتھوسٹھیتس یا منتظم تقریبات مذہبی بھی تھا اور اسطرح اسکو اپنا اثر ڈالنے کے متعدد موقع تھے۔ دیکھو گرٹس "تاریخ یونان" ۴۲ ۸ ۲۲۸

اور لابدی تھی اور یہ ضروری تھا کہ اسٹراتی گوءیں سے کم از کم ایک نہایت اعلیٰ درجے کا مقرر بھی ہو اور چونکہ اسکی مدد کے بغیر اسکے باقی ساتھی کچھ نہیں کر سکتے تھے یہ ہی ان سب کا افسر شمار کیا جاتا تھا۔ چونکہ عمدہ تقریر ہی مجلس اسٹراتی گوء اور حکومت میں امتیاز حاصل کرنے کا معیار ہو گئی تھی اسلیئے گو اسٹراتی گوس کے نام سے فوجی عہدے کا اظہار ہوتا تھا مگر اسکے فرائض منصبی کا مرکز ثقل رفتہ رفتہ اندرونی سیاسیات کی جانب ہٹ گیا؛ یہ صورت حال در اصل فارقلیس کے زمانے ہی سے شروع ہو جاتی ہے۔ گو اسکا اصول ہمیشہ یہ رہا کہ حتی المقدور جنگ میں گئی ہو مگر وہ سال بسال اسٹراتی گوس منتخب ہوتا اور اسی حیثیت سے ایتھنز پر حکومت کرتا۔ فارقلیس، نکیاس اور الکبیادیس تینوں سپہ سالار بھی تھے اور رہنمایان جمعیت عوام بھی تھے اور بعض مدبر کلیون کو بھی سپہ سالار کا روپ بھرنا پڑتا تھا۔ مگر کلیون کے دور میں ہی دونوں عہدوں کے درمیان تفریق شروع ہو گئی اور کلیون حقیقت میں محض سیاسی رہنما اور "رئیس عموم" ہی تھا۔ مدبر اور فوجی سپہ کے عہدے جو نصف صدی سے اسٹراتی گوس ہی کے اختیارات کے اجزا تھے اب علحدہ ہونے لگے اور ہم چوتھی صدی ق م میں "رئیس عموم" اور سپہ سالار کے مناصب ایک ہی شخص میں نہیں پاتے۔ رہنمائے عموم عام طور پر کوئی خاص افسر نہیں ہوتا مگر یہی جمعیت کے سامنے تحریکات وغیرہ پیش کیا کرتا۔ یوں تو ہر ایک شخص کو اختیار تھا کہ وہ اپنی صوابدید جمعیت کے سامنے پیش کرے اور حقیقت میں یہی ایک نکتہ ہے جو ایتھنز کے عمومی اصول کا مرکز ہے۔ مگر ان تحریکات کو کامیاب ہونے کیلیئے سوائے خطابت اور مستعدی کے مختلف امور کی معلومات بھی ضروری تھی۔ اور صرف وہ ہی شخص جسمیں اوصاف بالا موجود ہوں ایسا؛ وہ دلیکتا تھا جو مضحک نہ ہو۔ اسٹراتی گوس کیلیئے رہنمائے عوام بن جانا اسلیئے مشکل نہ تھا کہ ایک طرف تو اسکے دفتری تعلقات سے اسے معاملات کا علم ہو جاتا تھا اور دوسری جانب اسکو اختیار تھا کہ جب کبھی وہ چاہے جمعیت عوام کو یکجا کرے۔

؎ پوسانیاس (۱، ۲۹، ۱۵) نے ایفیالتیس کو "مقرر" کے نام سے خطاب کیا ہے جو "مدبر" کا مترادف ہے۔ ایتھنزی مدبر کا مقرر ہونا ضروری تھا۔ اس کی حال کی مثال خود انگریزی مدبر گلیڈسٹن تھا جو اپنے گروہ کا حقیقی رہبر صرف اس وجہ سے تھا کہ اس کا سب سے زبردست خطیب تھا۔

جہانتک مالیات کا تعلق ہے اِسٹراٹیگوئی کو اتنا اختیار تھا کہ وہ اس روپے کے خرچ کے ذمہ دار تھے جو جنگ کیلئے یا دیگر فوجی ضروریات کے لئے دیا جاتا تھا اور انکی رائے اس محاصل کے عائد کرنے کے وقت جو براہ راست لئے جائیں یا ترَی آرخیا (جہازی محصول) لگانے کے وقت لی جاتی تھی ایسے مالی انتظام کا پتہ جسکا تعلق خاص ایتھنز سے ہو اور لیگ سے کوئی واسطہ نہ ہو چوتھی صدی ق م میں تو پایا جاتا ہے مگر پانچویں صدی میں اسکا ذکر بھی نہیں۔ خود عموم حکومت کے ہر شعبے کی طرف یہانتک کہ مالیات کی جانب بھی متوجہ ہوتے تھے اور یہ طے کرتے تھے کہ کون کون سی رقم اخراجات کی کس کس مد میں صرف کی جائیگی[۹]۔

لیگ کی آمدنی کی دو شقیں تھیں۔ ایک براہ راست دوسرے بالواسطہ۔ بالواسطہ میں کرورگیری کی آمدنی اور لاؤریون کی کانوں کے محاصل تھے اور براہ راست آمدنی میں صرف وہ محاصل تھے جو میتوئکوئی یا غیر ملکی باشندگان ایتھنز کو ادا کرنے پڑتے تھے۔ خود ایتھنزی صرف غیر معمولی حالت میں صرف ایک ایک محصول براہ راست ادا کرتے تھے اور اس محصول کو ائس فورا کہتے تھے۔ دولتمندوں اور امراپر ایک طرف تو بحیثیت ترَی آرخوں کے جنگی جہاز

۹؎ چوتھی صدی ق م کی طرح پانچویں صدی ق م میں مالیات کے افسر اعلیٰ کا وجود اِدومے نیس میں جو ایک یوریپیڈیس کا شاگرد تھا اور جسنے سرائیو ہوں کے متعلق کتاب لکھی تھی نہیں پایا جاتا۔ اسکے سوائے ہمارے پاس کوئی ثبوت نہیں اور خود اسکا حوالہ پلوٹارک کے خیالات ارسطیدیس (۴) میں دیا گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ محض چٹکلوں کے جمع کرنے والے کو کسی خاص عہدے کے نام کی صحت کی بابت زیادہ تگ و دو کی ضرورت نہ تھی۔ پلوٹارک نے حیات ارسطیدیس (۴) میں ارسطیدیس کے متعلق وہی لکھا ہے جو اسنے حیات فارقلیس (۱۶) میں ایفیالتیس کے بارے میں لکھا ہے اور اسکا بیان ہے کہ موخر الذکر اپنی ذاتی حیثیت سے اسکا ہمیشہ کوشاں رہتا تھا کہ ایتھنز کو مالی نقصان نہ پہنچے۔ اسکے برعکس ارسطیدیس کو صاحب عہدہ بتایا گیا ہے گو ممکن ہے کہ یہ عہدہ اسٹراٹیگیا ہی ہو۔ مورخ میولر شٹریوبنگ نے اس زمانے کے ایتھنزی طرز عمل کی بنیاد ایک عہدہ دار "ناظم مالیات" کو قرار دیا ہے اور وہ بیان کرتا ہے کہ اسکے لئے ہر چار سال کے بعد انتخاب ہوتا تھا۔ مگر اب اسکا کوئی دوسرا مورخ ہمزبان نہیں اور بوسولٹ کی رائے بھی (۳، ۲۴۵) اس کے خلاف ہے۔

تعمیر کرنا اور انکی کمان کرنا اور مملکت کو بیڑہ رکھنے میں مدد دینا ضروری تھا اور دوسری جانب ان پر لازم تھا کہ بطور ممکنت گروؤں کے مذہبی پوجا پاٹ کو برقرار رکھیں اسکے برعکس عوام اتھنز کو حکومت سے وقتاً فوقتاً مختلف النوع منافع ہوتے اور ظاہر ہے انکا فائدہ اکثر غربا ہی کو ہوتا تھا۔ سب سے پہلے تو یہ بات قابل لحاظ ہے کہ خدمات مملکت کے صلے میں معاوضہ دیا جاتا تھا[1] مثلاً مجلس خاص کے پانچسو اراکین کو ایک درہم (قریب ۱۰ ار) یومیہ مجلس کی نشست کے دوران میں ملتا تھا جو عام طور پر غالباً ۳۰۰ روز رہتی تھی۔ اس رقم کی مجموعی تعداد قریب ۲۵ تالنت سالانہ ہوتی تھی۔ اسی طرح ہیلیاسٹائے کو بھی اجرت ملتی تھی اور فارقلیس کے زمانے میں اسکی تعداد کم از کم دو اوبول (قریب ۳ ر) روزانہ تھی۔ اس کے سوائے فارقلیس نے تھیوریکون یا "ناٹک بھتہ" کو بھی رواج دیا جسے دی اوبلیا کہتے تھے اور جو ہر اتھنز شہری کو اس مالی نقصان کے معاوضے کے طور پر دیا جاتا تھا جو اسے ناٹک دیکھنے کی وجہ سے ہوا ہو۔ اتھنزی اس محصول سے سب سے زیادہ چمٹے رہے۔ اسلئے کہ ایک طرف تو ناٹک کی حاضری ایک مذہبی رسم تھی اور دوسری جانب امتداد زمانہ سے اتھنزیوں کے دیگر ذرائع آمدنی مسدود ہوگئے تھے۔ بدیں وجوہ یہ نہیں کہا جاسکتا کہ تھیوریکون کی مسلسل ادائی اتھنزیوں کے قومی تنزل کی وجہ سے تھی بلکہ اس سے چارہ کار ہی نہ تھا۔ چوتھی صدی ق م کی ابتدا میں ان لوگوں کو جو جمعیت میں نشست کرتے تھے روزانہ ایک اوبول (قریب ار) ملتا تھا بعض مؤرخین کا خیال ہے کہ خود فارقلیس کے دور میں انھیں یہ رقم ملتی تھی مگر اسکے متعلق کوئی امر یقین کیساتھ نہیں کہا جاسکتا۔ ممکن ہے کہ فارقلیس کی عام سیاسی تنظیم میں یہ بھی شامل ہو مگر کم از کم زمانہ مابعد میں یہ بات ظاہر نہیں کی جاتی کہ جمعیت عوام میں حاضری کی اجرت کی ابتدا فارقلیس نے کی ہو۔ ان تمام رقوم کے علاوہ اتھنزی سپاہیوں اور ملاحوں کو

---

[1] طوسی دیدش (۸، ۶۷) کہتا ہے کہ یہ اجرت کا طریقہ دراصل عموم کیلئے رائج کیا گیا تھا اور جب چارسو کی مجلس مرتب ہوئی تو یہ منسوخ کر دیا گیا اور جس دستور کا طوسی دیدش اسقدر معترف ہے اسمیں اس قاعدے کو برقرار رکھنے کی صلاحیت نہ تھی۔ خدمات عامہ کے معاوضے کیلئے گلبرٹ "آئین قدیمہ" ۱، ۳۲۵ وغیرہ اور بوسولٹ (میثولوجی ۱۹۰۱) دیکھنا چاہیئے۔ جمعیت عوام (ایکلیزیا) میں حاضری کی اجرت کے لئے ویلوز تز کی کتاب "اجرت اراکین جمعیت عوام" (۱۸۸۳ء) اور گروٹس "تاریخ یونان" (۲، ۸۳۵) دیکھنی چاہئیں۔

تنخواہوں کے سوا جب کوئی حلیف حکمراں ایتھنز کو تحفتہً غلہ بھیجتا یا جب صرف حکومت ہی اناج خرید کر کم قیمت پر فروخت کرتی اسوقت انکو غلے کی کثیر مقداریں ملتی رہتیں[۱۱]۔ بڑی مذہبی تقریبات کے مواقع پر بھی شہریوں کی دعوت کی جاتی تھی اور ان اشخاص کے ساتھ جو جنگ یا اپنے کسی خاص کام کیوجہ سے ناتوان ہو گئے ہوں مدد اور بعض حالتوں میں پرورش بھی کی جاتی تھی مثلاً حکومت ہی ان یتیموں کی پرداخت کرتی تھی جنکے پالنے والے جنگ میں کام آئے ہوں۔

ایتھنز نے اپنی سیاسی حیثیت سے بیشتر حصۂ یونان اور ساحل شرق کی تجارت پر قبضہ کرنے کیلئے خوب فائدہ اٹھایا اور اسطرح بحیرۂ اسود تھریس، الیوتیا، فینیقیہ، مصر، سرنہ، اسلی اور اٹلی کی پیداوار پریئس اور ایتھنز میں اس قیمت سے کچھ ہی زیادہ پر فروخت ہوتی تھی جو خود ان دور دراز ممالک میں غلے کی تھی[۱۲]۔

غیر ملکیوں کو بھی ایتھنز میں آباد ہونے کی ترغیب دی جاتی تھی اور بہت سے غیر ملکی پریئس اور ایتھنز میں آکر آباد ہو گئے تھے۔ ایسے آبادکار ایک محصول یعنی "محصول حفاظت" ادا کرتے تھے مگر اگر انمیں سے کوئی ایتھنز کی کوئی نمایاں خدمت کرتا تو اسے ایتھنز کا "مساوی الحقوق" قرار دیا جاتا اور وہ اس محصول سے مستثنیٰ کر دیا جاتا[۱۳]۔ اس عمدہ برتاؤ سے جو ایتھنزی ان کے ساتھ کرتے تھے انکے اعلیٰ تمدن اور شائستگی کا پتہ چلتا ہے۔

ان تعلقات کے بیان سے جو ایتھنز اپنے حلیفوں کے ساتھ روا رکھتا تھا اور اس طریقے کے اعادے سے جس سے وہ اٹیکا سے باہر اپنے شہریوں کی نگرانی رکھتا تھا ایک ایتھنزی کی عام زندگی کا نقشہ مکمل ہو جاتا ہے جو غالباً ہر وقت فارکلیس کے

---

[۱۱] اٹیکا کے خرچ کا اکثر اناج باہر ہی سے آتا تھا۔ اسکے لئے بوئخ کی کتاب "مالیات ایتھنز" جلد ۱ حصہ ۱۵ دیکھنا چاہئے یہ بھی قاعدہ تھا کہ اس اناج میں سے جو پیریئس میں آتا تھا صرف ایک تہائی کی برآمد ہو سکتی تھی۔ اور اناج کی عام تجارت کیلئے قواعد مقرر تھے اور اسکا انتظام "نظمائے غلہ" کرتے تھے۔

[۱۲] کرٹیس: "تاریخ یونان" ۲ (۶) ۲۶۸۔

[۱۳] اسکے لئے ٹمزر کی کتاب "غیر ملکیان اٹیکا" (مطالعہ جات وائنا) اور کرٹیس کی "تاریخ یونان" (۲ (۶) ۱۸۹) دیکھنا چاہیئے۔ اس سے قبل ملطیوں کی اس بڑی آبادی کا جو ایتھنز میں تھی ذکر کیا جا چکا ہے جس سے ان خوشگوار تعلقات کا پتہ چلتا ہے جو ایتھنز اور ملطہ کے درمیان ہونگے۔

پیش نظر رہتا ہوگا۔
اسکی ضرورت ہے کہ ایک خاص امر پر جسپر کافی غور نہیں کیا جاتا یہاں زور دیا جائے۔ یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ بظاہر تو ایتھنزی دستور کی شکل ایک مکمل عمومیت کی تھی مگر حقیقت میں فرق یہ تھا کہ عوام اسکے دعویدار نہ تھے کہ انھیں وضع قوانین کا کلیتہً اختیار ہے اور دوسرے وہ صرف ان تحریکات کو منظور کرنا پسند کرتے تھے جنکے متعلق محرک اپنی پوری ذمہ داری کرتا تھا۔ اس قاعدے کے برعکس (جو بلاپس وپیش قانون سازی پر ایک بہت بڑی روک تھی) روما میں قانون سازی کا اصول موجودہ اصول سے بہت ملتا جلتا تھا اور وہاں کثرتِ رائے کی قرارداد کے بعد محرک کی کوئی ذمہ داری باقی نہ رہتی تھی۔[14] اسکے ساتھ ہی یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ ایتھنزیوں کی یہ رائے کہ جو شہری کسی قرارداد کی منظوری کیلئے تحریک کرتا ہے جسکا مقصد مختلف افراد قوم کی بہتری ہو تو اسے محض اثبات یا نفی میں رائے دینے والے سے زیادہ ذمہ داری اٹھانے کیلئے تیار رہنا چاہیئے۔ یہ ایتھنزی سیاسیات کے بیشتر خصوصیات کی گویا کنجی ہے کہ ایسی عمومیت انکے فہم و ادراک سے بالاتر تھی جن میں کسی تجویز کے محرک پر دیگر اراکین جمعیت سے زیادہ ذمہ داری نہ ہو۔[15]

---

[14] اور من لیکس "یونانی نوموس" سے مختلف اور یونانی پسیفزما سے مشابہ تھا۔

[15] اس قسم کی ذاتی جوابدہی ایتھنز کی دولت عامہ کے ہر شعبے میں پائی جاتی ہے اور اس اصول کو مدنظر رکھ کر بہت سے ایسے واقعات ہماری سمجھ میں آجاتے ہیں جو اسکے بغیر سمجھنے مشکل ہیں۔ مثلاً ملتیادیس پر الزام بہت سے رہبر ونکا زوال، جلاوطنی، وغیرہ۔ اور اس ذاتی جوابدہی کے طریقے پر کاربند ہونے کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس محض تاتراشیدہ اور سیدھے سادھے طرز سے ذمہ داری کا اصول ایک مضبوط بنیاد پر قائم ہوگیا۔ اس نکتے کا ذکر سقراط نے اپنی مشہور آفاق تنقید عمومیت میں تو کیا نہیں مگر جیسے ایک اچھے شہری کو کرنا چاہیئے تھا اسنے اپنے ہمسر شہریوں کی محض مطلق العنان تجویز کے سامنے اپنا سر تسلیم خم کردیا۔ تھا "سرا ہوہ" بھی جسے زمانۂ مابعد میں ارسطو فانیس اور دیگر مصنفوں نے خراب معنے پہنا دئے در اصل ایک نہایت معزز فرض کا نام تھا جس میں اس سخت حکم میں رہنایان قوم کی گراں ذمہ داری کا لحاظ کرکے بہت کچھ ترمیم کرنا پڑیگی جو شیومان (۱۳۱ ۱۸۶) اور دیگر مورخ عمومیت پر لگاتے ہیں۔ گرتیس نے بھی جہاں یونانی قانون (Gesely) کی اسقدر تعریف کی ہے (۲ ۶ ۱۵۸) اور ایتھنزی عمومیت

فارقلیس کی تنظیم جس میں اشتراکی عنصر خاص طور پر نمایاں تھا اور جسکی نقل زمانہ مابعد میں روما میں لیگئی تھی اسکے موجد کی موت کے بعد زیادہ دن تک قائم نہ رہ سکی - یہ ایک کلیہ ہے کہ جس قوم کو اس حد تک سوراج کی خواہش ہو اسکے لیئے ضروری ہے کہ خود اپنی روک تھام کر سکے - اور ایتھنزیوں میں یہ قابلیت بالکل نہ تھی ان کی فروگذاشتیں اس وجہ سے اور بھی زیادہ نمایاں ہوگئی تھیں کہ لوگ اور انکی مال و دولت مشرقی بحیرۂ روم کے سیاسی اور تجارتی مستقر میں جمع ہونے کی وجہ سے امیر اور دولتمند اپنے عیش و عشرت میں پھنس گئے تھے - خود فارقلیس کے رشتہ دار الکیادیس کے حالات سے ہمیں یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ اس عہد میں نیکی اور بدی کس حد تک موجود تھیں - بہرحال یہ نہیں کہا جا سکتا کہ ایتھنز اپنے شہریوں کے زنانہ خصائل کی وجہ سے برباد ہوگیا - اسکی وجہ دراصل اور ہی تھی اور ہم عنقریب دیکھینگے کہ فارقلیس نے اسکے استیصال کی کیا کوشش کی اور وہ کیوں ناکام رہا -

نوٹ

فارقلیس کے ایتھنز کے دستور پر آثار قدیمہ کی دو مشہور کتابوں میں تبصرہ کیا گیا ہے

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ - ذکر کیا ہے وہاں اس ذمہ داری کا کافی اندازہ نہیں کیا ہے جو کسی تجویز کے محرک پر عائد ہوتی تھی -

۱۶ افلاطون کی رائے جو اسنے "گورجیاس" ۵۱۵ وغیرہ میں فارقلیس پر لگائی ہے اکثر صائب قرار دی جاتی ہے مگر ہم اسے ماننے کیلیئے تیار نہیں ہیں اسلیئے کہ یہ فقرہ درحقیقت کج بحثیوں سے مملو ہے - افلاطون کا قول ہے کہ ایک قابل منتظم ان جانوروں کو جو اسکے زیر تعلیم ہوں سدھاتا ہے - فارقلیس کے زیر تربیت ایتھنزی نہایت شریر ہو گئے اور بالآخر خود اپنے منتظم پر مقدمہ قائم کر دیا گو کالکلیس مروۃً تسلیم کر لیتا ہے کہ انسانوں پر جانوروں کا حکم لگانا مناسب نہیں ہے مگر سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ افلاطون یہ بھول جاتا ہے کہ آدمی گھوڑے سے نہیں - دوسرے اگر گھوڑوں کے محافظ تعلیم کے دوران میں کوئی شخص حارج ہو تو گھوڑے بھی وحشی ہو جاتے ہیں - اور یہ ہمکو معلوم ہے کہ فارقلیس کو بدقسمتی سے اپنے راستے پر نہیں چلنے دیا گیا - گو افلاطون کی یہ تنقید تاریخی نقطہ نظر سے خفیف سی ہے مگر اس جگہ پر اسوجہ سے یہاں بیان کی گئی ہے کہ

ایک گلبرٹ کی کتاب دستور قدیمہ" اور دوسری بوسولٹ کا تذکرہ (میولر کی دستی بیاض جلد ۴) اور ناظرین کو مختلف اقتباسات مطالعہ کرنے کیلیئے ان دو کتابوں کا حوالہ ضروری ہے۔ میں نے محرک تجاویز کی ذمہ داریوں پر اسلیئے زیادہ زور دیا ہے کہ عام طور پر انکی اہمیت واضح نہیں کی جاتی۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ فائیلیس کا مقصد یہ تھا کہ وہ اس طرز کا ایک عمدہ حکمران بن جائے جو سقراط کا مقصود تھا۔

سترھواں باب

ایتھنز بعد فارقلیس لیگ کے اراکین۔

جو رتبہ ایتھنز کو لیگ میں حاصل تھا در اصل اسی پر اس کی تمام تر قوت و جبروت کا دارومدار تھا۔ اور ایتھنز نے اس رتبے میں مزید اضافہ کر کے گویا لیگ کی سیادت حاصل کر لی تھی گو اس کا سنگِ بنیاد سنہ ۴۷۸ ق م کے بعد ہی رکھا گیا تھا مگر بیس سال کی قلیل مدت میں وہ اپنی معراجِ کمال کو پہنچ گئی[1] سنہ ۴۵۴ ق م کے بعد جب تمام سلطنت

---

[1] لیگ کا نام ابتداء میں "ہے آتھنے نائیون سیئوماقیا" (معاہدہ ایتھنز) تھا مگر بہت جلد اسکی بجائے "ہے آرخے ہے آتھنے نائیون" (سلطنت ایتھنز) پڑ گیا اور مختلف حلفاء "بلدیات" کہلانے لگے۔ (بوسولٹ ۲، ۱۸۱۴) ۔ ارسطوفانیس کہتا ہے کہ لیگ میں ایک ہزار شہر شامل تھے مگر بیان میں مبالغہ معلوم ہوتا ہے۔ اور ہمیں صرف ۲۰۰ بلدیات کا علم ہے جنکے نام کرشہوف نے "مجموعہ نوشتہائے قدیم" جلد ۱ صفحہ ۲۲۶ وغیرہ میں اور گروٹیس نے "تاریخ یونان" ۶۲، صفحہ ۵۸۶ تا ۵۸۸ میں جمع کیئے ہیں اور گروٹیس نے ایک نقشے کے ذریعے سے انکے مواقع بتائے ہیں۔ اس موضوع کے لیئے بوئخ کی کتاب "مالیات ایتھنز" بھی مطالعہ کرنا چاہیئے۔

جنگ دریائے یوریمدون کے بعد بھی ہالی کارناسوس پر لیگڈامیس ہی حکومت کرتا رہا ہوگا اسلیئے کہ بالکل ممکن تھا کہ ایک شہر پر کوئی خود سر حکمراں بھی ہو اور ساتھ ہی وہ شہر ایتھنزی لیگ کا بھی رکن ہو۔ لیگ کے اراکین کی تعداد میں ربط اہر کمی بیشی اسلیئے ہوا کرتی تھی کہ ہر سال بقایا وصول نہ ہوتی تھی اور بعض مرتبہ باقی دار حلیف کے تہدید میں عرصہ لگ جاتا تھا (بوسولٹ۔ میولر کے مجموعہ صفحہ ۲۱۲ میں) اور ساتھ ہی پونتوس کے شہروں کو بھی لیگ میں شامل کرنے کی کوشش برابر جاری تھی۔ ایک اور وجہ تعداد کے کمی بیشی کی یہ تھی کہ بعض چھوٹے چھوٹے شہر بڑے شہروں کے ساتھ شامل ہوکر روپیہ ادا کرتے تھے اور بعض مرتبہ بطور خود مثلاً سنہ ۴۳۶ ق م میں

(سوائے اِن بلدیات کے جن کا فرض جہاز مہیا کرنا تھا) پانچ صوبوں یعنی ایونیہ، ہیلسپونٹ،

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گذشتہ۔ حلقۂ ایونیا حلقۂ کاریا کے ساتھ شامل کر دیا گیا جسکی وجہ سے باجگزار ریاستوں کی تعداد میں کمی ہوگئی۔ (اس کے لیئے گرٹیس کی رائے اسکی "تاریخ یونان" ۶۲، ۸۳۸ میں دیکھنی چاہیئے۔

سلطنت ایتھنز کی مردم شماری کا اندازہ یقیناً خالی از دلچسپی نہ ہوگا۔ اس موضوع پر بیلوخ کی کتاب "یونانی اور رومن دنیا کی مردم شماری" نہایت پر از معلومات ہے (لائپزگ ۱۸۸۶ع) اگرچہ چندہ کی مقدار اور تعداد نفوس میں وہی مناسبت تھی جسکا بیلوخ نے حساب لگایا ہے تو ایتھنز کی سلطنت کے شہروں میں ۹۰۰۰۰ سے ..... تک کی آبادی ہوگی۔ اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ ساموس ملطہ کا مقابلہ کرسکتا تھا تو یہ قیاس بعید نہیں کہ دونوں کی آبادی قریباً مساوی ہوگی۔ بیلوخ (صفحہ ۲۳۲) کا یہ خیال ہے کہ ساموس ستر سہ طبقہ جہاز ایتھنز کے حوالے کرسکتا تھا اسلیئے اسکی آبادی تقریباً نو ہزار نفوس ہوگی۔ ملطہ دس تالنت ادا کرتا تھا اور اسکی آبادی کا اندازہ آٹھ ہزار کچھ زیادہ نہیں۔ اگر اسکے برعکس یہ فرض کر لیا جائے کہ بعض ارکین اس سے چوگنا خراج ادا کرتے تھے یعنی ہر دو ہزار شہریوں پر دس تالنت خراج لیا جاتا تھا تو اس مناسبت سے ۴۰۰ تالنت سے یہ مراد ہوگی کہ سلطنت ایتھنز میں نوے ہزار (۹۰۰۰۰) شہری آباد تھے۔ مگر غالباً یہ تخمینہ حقیقی آبادی سے بہت کم ہے۔ یہ امر یقین کے ساتھ نہیں بیان کیا جاسکتا کہ ایشیائی ساحل پر کتنے ایسے باشندے تھے جنکو حقوق شہریت حاصل نہ تھے۔ یہاں صرف بیلوخ کی رائے کا اعادہ کافی ہے کہ جزیرۂ خیوس میں جو جزیرۂ ساموس سے دوگنا ہے ایک لاکھ غلام اور بیس ہزار آزاد شہری آباد تھے اور اگر سلطنت ایتھنز کی آبادی کا بھی اسی مناسبت سے اندازہ کیا جائے تو بیس لاکھ نفوس کچھ بعید از قیاس نہ ہونگے۔ اسی مورخ کی رائے میں یوبیہ، جزائر اسپوراڈیس (افشاق) اور کیکلادیس (حلقہ دار) میں ایک لاکھ اور اٹیکا میں دو لاکھ تیس ہزار نفوس آباد تھے۔ مگر محض انسانی آبادی کے شمار سے سلطنت کی عظمت کا صحیح اندازہ اس وقت تک نہیں ہوسکتا جبتک ذہنی اور علمی دولت کا بھی خیال نہ کر لیا جائے۔ اور اسمیں کوئی شبہ نہیں کہ ایتھنز کی سلطنت اس دولت میں بھی ممتاز تھی اور اتنے شہروں کے اتحاد کی نظیر ملنی جو اس درجے دولتمند، متمدن اور ترقی پذیر ہوں نہایت مشکل ہے۔

جزائر، تھریس اور کاریہ میں تقسیم کردی گئی۔ ۴۲۵ ق م کے چند نوشتے اسوقت تک موجود ہیں جن میں سے ایک تاوان باجگزار ریاستوں کی فہرست ہے اور دوسرے نوشتے میں اس نذرانے کی تفصیل درج ہے جو بقدر قریب ڈیڑھ فیصدی کے اتھینا دیوی کو نذر کیا جاتا تھا۔

سلطنت ایتھنز پانچ صوبوں میں منقسم تھی۔ صوبۂ جزائر میں سوائے دوریانی جزیرۂ میلوس کے جو جنگ پیلو پونیز تک فتح نہ ہوا تھا مکمل مجمع الجزائر کیکلادیس (حلقہ دار جزیرے) شمال و مشرق میں امبروس اور لیمنوس اور ایتھنز کے قریب جزیرہ آئی گینا

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گذشتہ۔ اسمیں شبہ نہیں کہ سلطنت ایتھنز کے عام ارکین کو عموماً اور جزائر کو خصوصاً ایتھنز کے تجارتی طرز عمل سے جس سے وہ خود ایک تجارتی مرکز بن گیا تھا نقصان پہنچا۔ اور یہ امر خاص طور پر قابل غور ہے کہ جب کبھی بغاوت کی صدا بلند ہوتی ہے تو صرف جزائر سے مثلاً ناکسوس نے ۴۶۶ ق م میں، تھاسوس نے ۴۶۵ ق م میں، ساموس نے ۴۴۰ ق م میں لیسبوس نے ۴۲۸ ق م میں، خیوس نے ۴۱۳ ق م میں بغاوت کردی۔ اسکے ساتھ ہی یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ بعض جزائر کے قبضے میں ساحلی اراضی تھی اور یہ بھی بہت سے جھگڑوں اور تنازعات کا باعث ہوا کرتی تھی۔ جیسے ساموس اور ملطیہ میں محض اسکی مقبوضات کے متعلق جھگڑا ہوا، ایسے ساحلی مقبوضات کی بہت سی مثالیں ملیں گی۔ مثلاً تھاسوس کی کانیں ساحل ہی پر تھیں، روڈس، لیسبوس یہانتک کہ ٹینیڈوس کے قبضے میں ساحلی علاقہ تھا اور کم از کم ۴۱۳ ق م میں خیوس اور اریتھرائے کے درمیان سیاسی اتحاد پایا جاتا ہے۔ براعظم کے ساتھ اس تعلق کی وجہ سے یہ جزیرے ایشیائی تجارت میں بھی حصہ لے سکتے تھے۔ مگر وہ خود صرف اس تجارت سے براہِ راست مستفیض ہو سکتے تھے جو دو مقاموں کے درمیان ہو۔ اور اس پر ایتھنز نے اجارہ قائم کرنا چاہا اور اسکے اس طرز عمل سے ان جزائر میں بغاوت کی آگ مشتعل ہوگئی، گو تھریس کے شہروں میں بھی جمہوریت کے جذبات موجزن تھے اور ساتھ ہی دولت مند اور بااثر دوست بھی تھے مگر ان کو ایتھنز سے اس درجہ شکایات نہ تھیں اور وہ اس کی مخالفت پر کمربستہ نہ ہوئے ۔

شامل تھے۔ صوبۂ تھریس یا شہر ائی سون اور رہے تھوفنے سے جو دریائے
ہالیاکمون کے جنوب میں واقع ہے شہر ائی نوس تک (جو نہایت خوبصورت
سکوں کی وجہ سے جن پر ہرمیس کی تصویر بنی ہوئی ہے مشہور ہے) پھیلا ہوا
تھا، اور اس میں ائی نیا سے پوتی دیہ تک کی تمام بستیاں، مینڈے (جہاں
کے سکوں سے بالخصوص دیوتا کی پرستش ظاہر ہوتی ہے)، سکیونے، اولنتھوس
(جو دیموس تھنیس کے دور میں نہایت مشہور و معروف ہوگیا)، توروونے۔
سنگوس، اکروتھواس، اولوفیکسوس، غرض گنجان خالکدیس کے تمام
شہر اس میں شامل تھے۔ اسی صوبے میں ارسطاطالیس کا مسقط الراس ستاگیرا،
آرگیلوس، دولتمند جزیرہ تھاسوس جہاں جمالیات کی بہت قدر ہوتی تھی، مصروف
کار ابدیرا جو تمدن اور شائستگی میں نہایت ممتاز تھا، اور مارونیہ جہاں کی شراب
یکتائے زمانہ تھی، شامل تھے۔ تیسرا صوبہ ہیلسپونٹ تھا جس میں خرسونیز کے تمام
شہر تھے جن میں سب سے ممتاز سیستوس، بحیرہ مارمورا کے شمالی ساحل کے
شہر مثلاً بساتھے، پرنتھوس، سلیمبریا، اور خود باکی زنطہ، اور ایشیائی ساحل
پر اشتاکوس، کیوس، واسکلیون، کیزکوس، جزیرہ پرکونیسس،
پاریون، لمپاکوس (جس کے سکوں کے حسن کی اتنی شہرت تھی جتنی خود کیزکوس
کے سکوں کی)، پرکوتے، ابی دوس، سگیوم اور کیشرینے (جو دریائے
سکاماندر پر واقع تھا) سے تھے۔ صوبۂ الونیہ شمال میں ایسوس سے شروع
ہوتا ہے (جسے بعض مرتبہ آسوس بھی کہتے ہیں۔ یہ شہر اپنے بتخانے کی وجہ سے
مشہور تھا)۔ اسکے بعد جزیرہ لیسبوس کے شمال میں گارگارہ اور اشتیرا
اور اسی جزیرے کے جنوب میں پتانے، گری نیوم اور میرنا (جو زمانہ حال میں
ان برتنوں کی وجہ سے نہایت مشہور ہوگیا ہے جو ماہرین آثار قدیمہ نے زمین سے
کھود کر نکالے ہیں) اور چند دیگر نہایت نفیس بستیاں بھی اسی صوبے میں
شامل تھیں جنکی اہمیت کا اندازہ یہاں نہیں کیا جا سکتا مثلاً کیمے، فوکائیہ،
کلازومے نائے، آیریتھرائے، ژتیوس، کیبیدوس، کولوفون اور
اس کا متعلقہ بندرگاہ نوتیون، ایفی سوس، پرینے، می اوس، ملطہ

اور جزائر اکاروس، لیروس اور نسی روس منجملہ ان بلدیات کے ملطہ اور ایفی سوس خصوصاً ممتاز تھے اور تیوس اور ایرتھرائے کا پایہ بھی ان دونوں سے کچھ ہی کم تھا۔ ایک بات خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہے اور وہ یہ کہ سمرنا (جسکی ایک صدی سے مختلف محالوں میں تقسیم ہوگئی تھی) اور دونوں مگنیشیا انجمن ہی ایک کے ارکین نہ تھے، چوتھا اور آخری صوبہ کاریہ تھا۔ اسمیں اول تو وہ شہر تھے جو ملطہ کے مغرب میں واقع تھے یعنی ہیرو موس، میلاسا اور پیداسوس جن کی تاریخ میں اتنی زیادہ اہمیت نہیں ہے۔ دوسرے یاسوس، کاریاندا، میندوس، ترمیرا، ہالی کارناسوس، کنیدوس مع جزیرہ نمائے متعلقہ، اور جزائر کالیدنا کوس، سیمے، کارپاتھوس، کاسوس، رودس کا بڑا اور دولتمند جزیرہ جس کے مختلف شہروں کا اسوقت تک جزیرے کے صدر مستقر کے ساتھ الحاق نہیں ہوا تھا، لدیہ کے بیشمار بلدیات تھے اور فاسیلس لیگ کے مقبوضات میں جنوب ومشرق کی جانب سب سے آخر شہر تھا۔

یہ سب بلدیات خراج ادا کرتے تھے اور صوبے باجگزار صوبے تھے اسی لیئے فوروس یا خراج کی فہرستیں صوبہ وار مرتب کی جاتی تھیں[1] اور ان فہرستوں کا

---

[1] کرشہوف ("نوشتہائے قدیمہ" جلد ۱ ص ۲۲۶) کے نزدیک مفصلہ ذیل ان شہروں کی فہرست ہے جو اولمپیاد ۸۱، ۳ (۴۵۴ ق م) میں دو تالنت یا اس سے زیادہ خراج ادا کرتے تھے۔

۱۔ خراج صوبہ الیونیہ:۔

ہینے ریوئی*	ایفی سوس	کولوفون	کیمے	لیبے دوس	ملطہ	تیوس	فوکیہ
۳ تالنت	۷ت، ۴۰۰ درہم	۳ت	۱۲ت	۳ت	۱۰ت	۶ت	۳ت

ایرتھرائے
۷ت

(* تیوس کے مغرب میں ایک شہر ایرائے تھا۔ طوسی دیدش (۸، ۱۹، ۲۰) کہتا ہے کہ یہاں کے باشندوں کو ہینے ریوئی کہتے تھے۔ اسکے لیئے کیپرٹ کا نقشہ مغربی ایشیائے کوچک (نقشہ ۷) اور رؤسگے کا مضمون برلن کے ہفتہ وار "جریدہ فلسفہ" سنہ ۱۸۹۲

جو خراج کی بجائے جہاز اور ملاح مہیا کرتی تھیں یعنی جزیرہ لیشبوس اور خیوس

بقیہ صفحہ حاشیہ گذشتہ ۔ ص ۱۳۹ ملاحظہ ہو) +

۲۔ خراج صوبہ ہیلسپونٹ :۔

خالکدون ۹ ت، کیبتر ۳ ت، بینٹے ۱۲ ت، لمپساکوس ۱۰ ت، پرنتھوس ۴ ت، تینیدوس ۴ ت ۳۰۰۰ درہم، خرسونیز کے شہر ۱۸ ت

ابی دوس ۴ ت، ارشیبے ۲ ت، بائی زنطہ ۱۵ ت تا ۱۸ ت، کیزکوس ۹ ت، پروکونے سوس ۳ ت، سیلیمبریا ۵ ت

۳۔ خراج صوبہ تھریس :۔

ابڈیرا ۱۵ ت، ائے نوس ۱۲ ت، افیتہ ۳ ت، قوم بوتیہ ۲ ت، دکائیا (؟) ۴ ت، تھاسوس ۳ ت (ابدا و لیبیا ۲۱ ت)، تھرامبے اور اسکیونے ۶ ت

مینڈے ۸ ت، پپے پارے تھوس ۳ ت، ساموتھریس ۶ ت، سنگوس ۴ ت، اکانتھوس ۳ ت

پوتی دیہ ۶ ت تا ۱۵ ت، سرمیلے ۳ ت، توروسنے ۴ ت تا ۱۲ ت

۴۔ خراج صوبہ کاریہ

کنیدوس ۳ ت، باشندگان کیلندیا ۲ ت، مرناسائے ۲ ت، لندوس ۸ ت ۲۵۰۰ درہم، ترمیرا ۱ ت ۳۰۰۰ درہم، فاسلیس ۶ ت

قوم خرونی سی ۳ ت، استی پالیا ۲ ت، کوس ۴ ت، باشندگان لسیہ ۱۰ ت، یالی سوس ۱۰ ت، کامیروس ۴ ت

(اسطرح رو ڈس نو ۹ تالنت دیتا تھا مگر ہالی کارناسوس سے صرف ایک تالنت صرف ۱ ت ۔ ۔ ۔ ۴ درہم وصول ہوتے تھے) {واضح ہو کہ یالی سوس، کامیروس لندوس جزیرہ رو ڈس میں تھے ۔ مترجم}+

۵ ۔ خراج صوبہ جزائر :۔

کارستوس ۷ ت ۲۰۰۰ و، ابی گینہ ۳۰، اندروس ۱۲، لیمنوس ۹، (جزیرہ کیوس) ۲ ت ۔ ۔ ۵ ا و، کوریسوس، سیرلفوس ۲ ت

اور ساموس کے مثل دولتمند جزیروں کے شہر شامل تھے کہیں ذکر نہیں + ہم ان اسباب
کے متعلق جن کی وجہ سے اس نہایت مفید اصول سے (یعنی بجائے روپے کے جہاز
مہیّا کرنا) دیگر شہروں نے استفادہ حاصل نہیں کیا محض قیاس سے ہی کام لے سکتے
ہیں + ابتدا میں تو یہ سب بالکل خودمختار شہر تھے جو محض ایران کے حملے کی مدافعت
کے لیئے آپس میں متحد ہو گئے تھے۔ اسوقت تو ایتھنز کا یہ ارادہ ہو ہی نہیں سکتا
تھا کہ یہ سب شہر بجائے اسکے کہ بنے بنائے جہاز ایتھنز کے حوالے کریں ایک رقم
معیّنہ اسکی نذر کر دیا کریں۔ مگر امتداد زمانہ سے ان میں سے اکثر شہروں نے
مختلف وجوہ سے رفتہ رفتہ جہازوں کی طیاری کا مکمل انتظام خود ایتھنز ہی پر
چھوڑ دیا[۳] + اغلب ہے کہ ان میں سے بہت سے شہر تو ابتدا ہی سے جہاز مہیّا کرنے
کے قابل نہ ہونگے اور انھوں نے نہایت خوشی سے جہاز سازی کا کام ایتھنز ہی کے

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گذشتہ۔

ایریتریہ	خالکس	تھےرا	اینڈروس	کیوس	کیتھنوس	ناکسوس
۱۵ت	۱۰ت	۳ت	۲ت	۴ت	۳ت	۶ت...۴۰۰۰د

پاروس	سفنوس	تینوس +
۱۶ت...۱۲۰۰د	۴ت	۳ت

ظاہر ہے کہ خراج کا بار سب سے زیادہ جزائر ہی پر پڑتا تھا +

[۳] پلوٹارک (حیات کیمون ۱۱) کی رائے ہے کہ کیمون کے سوائے دیگر ایتھنزی
سپہ سالاروں نے بھی لیگ کے ان حلفا کو سزا دی جو خراج تو ادا کرتے تھے مگر "ملاح"
اور "جہاز" مہیّا نہ کرتے تھے۔ مگر کیمون نے ان حلیفوں کو جو لڑنا نہیں چاہتے تھے
یہ اجازت دی کہ وہ محض خالی جہاز مہیّا کرنے اور "صلاح نیک" دینے پر اکتفا کریں +
اگر اس بیان کی صحت فرض کرلیجائے تو اس سے دو امروں کا اظہار ہوتا ہے۔ ایک تو
یہ کہ ایتھنز میں یہ خیال کہ بہ نسبت جہازوں کے روپیے لینے میں زیادہ فائدہ ہے غالب
نہ تھا۔ اور دوسرے یہ کہ اس امر کا تصفیہ اکثر مختلف سپہ سالاروں پر ہی چھوڑ دیا جاتا
تھا + ایتھنزی مدبّروں نے اس کلیے کی بنیاد جسپر ایتھنز عام طور پر عمل پیرا ہوگیا۔ بتدریج
ڈالی اور یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اسکا ہر جگہ ایک ہی طرز پر نفاذ ہوتا تھا۔ مثلاً طوسی دیدش کے

سپرد کر دیا ہوگا اور اسکے معاوضے میں روپے کی ایک خاص مقدار ادا کرنے لگے ہونگے اور یہی طریقہ برابر جاری رہا ہوگا۔ بعض حلیف ایسے بھی ہونگے جنھوں نے محض اپنے آرام اور سہولیت کے خیال سے ابتدا ہی سے سیاسیات کے پیچیدہ مسائل اور انتظام جنگ کو ایتھنزیوں پر چھوڑ دیا ہو۔ اسکے سوائے ایسے بھی حلیف تھے جنھوں نے ابتدا میں تو جہاز ہی مہیا کیئے مگر ایتھنز کے خلاف بغاوت کے جرم میں انکو یہ سزا دیگئی کہ آئندہ بجائے جہازوں کے نقد روپیہ خزانے میں داخل کیا کریں۔ مشکل یہ ہے کہ ان تمام اسباب کو مدنظر رکھنے کے باوجود بھی وہ وجوہ صاف طور پر ظاہر نہیں ہوتے جنکی وجہ سے صرف لیسبوس، خیوس اور ساموس ہی ایسے حلیف رہ گئے تھے جو خراج نہ ادا کرتے ہوں۔ یہ بالکل ممکن ہے کہ ابتدا ہی سے ایتھنز نے یہ ترکیب چلی ہو کہ اراکین لیگ حتی المقدور روپیہ ہی ادا کیا کریں اور ظاہر ہے کہ حلفا میں سے بہت سے ایسے ہونگے جنھوں نے بلا جنگ آزمائی کیئے ہوئے بتدریج اس اصول کو تسلیم کر لیا ہو۔

اسکے ساتھ ہی ہمیں طوسی دیدیش کا یہ فقرہ یاد رکھنا چاہیئے کہ لیگ کے آغاز ہی میں خود ایتھنزیوں نے جہاز مہیا کرنے والے اراکین کی ایک فہرست مرتب کر لی تھی اور خراج گزار اراکین کا تعین کر لیا تھا۔ اس سے یہ عیاں ہوتا ہے کہ ابتدا ہی سے ایتھنز کو اپنے حلیفوں پر کافی اقتدار اور نئی عضویت کے ترتیب دینے کیلیئے اسے کافی اختیارات حاصل تھے جو بالکل ایسے قانون ساز کے اختیارات کے مساوی تھے جو یونانی سیاسیات کے میدان میں ذی اقتدار ہو۔ اسکے سوائے ایک اور امر کا اعادہ ضروری ہے۔ طوسی دیدیش کا بیان ہے کہ خراج ادا کرنے میں تساہل کرنے کی پاداش میں حلیف ریاستوں کو جبراً مغلوب کیا گیا۔ اس سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ تمام ریاستیں جنھیں خراج دینا پڑتا تھا کبھی نہ کبھی ضرور مغلوب ہی کیگئی ہوں۔

بقیہ حاشیہ صفحۂ گذشتہ۔ ایک فقرے سے (۵، ۱۸) یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ممکن تھا کہ ایک شہر خراج بھی ادا کرے اور ساتھ ہی اسے اندرونی معاملات میں اختیارات بھی حاصل ہوں۔

حقیقت حال یہ ہے کہ محض ان ہی ریاستوں پر تشدد روا رکھا گیا تھا جنکی صورت حال اور واقعات انکے لیئے ناموافق تھے + نظر برایں امر ہم یہ کلیۂ عام پیش کر سکتے ہیں کہ باجگزار حلیفوں کے تعلقات مختلف نوع کے تھے، اور تمام شہروں کے متعلق ایک ہی رائے قائم کرنا کسی طرح سے درست نہیں ہے[۴] + مختلف حلفا کے خراج کے تعین کا کام ارسطیدیش نے اپنے ذمے لیا اور ہر ایک شہر کے خراج کی تعداد مقرر کر دی۔ طوسی دیدیش کے نزدیک[۵] پہلے ہی سال میں خراج کی تعداد چار سو سات تالنت

---

[۴] محض خراج کی ادائی سے کوئی بلدیہ سپاہی مہیا کرنے سے بری الذمہ نہ ہوتا تھا۔ اور یہ امر اور ہے کہ بہت جلد بڑی جنگ ایران کا خاتمہ ہو گیا اور ایتھنز کو سپاہیوں کی ضرورت اسقدر زیادہ نہ رہی اسکے لیئے میولیٹیڈورف کی کتاب "تحقیقات بابت مسائل لسانیات" جلد ا صفحہ ۱، تا ۳، دیکھنا چاہیئے جسیں فاضل مورخ نے یہ ثابت کرنیکی کوشش کی ہے کہ ایک محدود دائرے سے باہر جو حلیف تھے وہ ہی سپاہی مہیا کیا کرتے تھے اسلیئے کہ غالباً انکی حیثیت پہلے سے کم ہو گئی تھی + اسکے خلاف بوسولٹ کا نظریہ ہے (۲ ، ۳۵۱، ۳۷۰) +

[۵] طوسی دیدیش (۱، ۹۶) کے نزدیک پہلے سال کے خراج کی مقدار ۴۶۰ تالنت تھی۔ مگر کرشھوف کی تنقید کے بعد (ہرمیس ۱۱، ۳) منجملہ دیگر مورخین کے گلبرٹ (۱، ۳۹۴) اور بوسولٹ (۳، ۲، ۳۵۲) اسے غلط قرار دیتے ہیں اور بہت سے مصنفوں کا یہ گمان ہے کہ طوسی دیدیش متذکرۂ بالا فقرہ در اصل زمانہ مابعد کا اختراع ہے + مگر بیلوخ طوسی دیدیش کو صحیح سمجھتا ہے۔ اسکا خیال ہے کہ در اصل ارسطیدیش کے زمانے ہی سے اکثر اراکین لیگ میں شامل ہو گئے تھے اور انہیں سے ایک جزیرۂ روڈس بھی تھا۔ وہ یہ بھی کہتا ہے کہ لیگ کی جغرافی تقسیم سے (جو ۴۴۲ ق م یا اس سے پہلے ہی عمل میں آئی ہوگی) یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ مختلف اراکین کب لیگ میں شامل ہوئے +

خراج کی مقدار کے متعلق طوسی دیدیش (۲، ۱۳) سے معلوم ہوتا ہے کہ بہ آغاز جنگ پیلوپونیز کے وقت حلفا سے ۶۰۰ تالنت سالانہ کی آمدنی تھی۔ مگر فہرست ہائے خراج سے ۵۰۰ سے کم ہی کا پتہ لگتا ہے + اسکے لیئے بوسولٹ کا (میولر ۴، ۲۱۶) مطالعہ کرنا چاہیئے + غالباً طوسی دیدیش نے ساموسی چندہ بھی اپنی رقم مقررہ میں شامل کر لیا ہے +

سالانہ تھی۔ مورخین مابعد نے اس خراج کا نام "تشخیص ارسطیدیش" رکھا ہے۔ مگر اب اس تمام قصے کو خلاف حقیقت سمجھا جاتا ہے اسلیئے کہ بعض مورخوں کا قول ہے کہ جنگ دریائے یوریمدون کے بعد تک خراج کی مقدار اسقدر نہیں ہوئی۔

گو اس جنگ سے لیگ کے حلقۂ اثر میں گونہ اضافہ ضرور ہوگیا تھا مگر ہمیں شبہ نہیں کہ خراج نہیں بڑھایا گیا۔ بہرحال اس سے یہ تو لازم نہیں ہوتا کہ اس لڑائی سے بیشتر مقدار میں کچھ کمی تھی۔ اغلب یہ ہے کہ جو کچھ خراج لیا جاتا ہوگا وہ ان جہازوں کی تعداد پر منحصر ہوگا جو حلفا کو ایرانیوں کے خلاف مہیا کرنے پڑتے تھے۔ یہ بیان کیا جاچکا ہے کہ پانچویں صدی ق م میں ایک جہاز کی تیاری میں ایک تالنت صرف ہوتا تھا اور ٹری ارآخ (کپتان) کے سالانہ اخراجات بھی اسی قدر ہوتے تھے۔ فی ملاح چار اوبول یومیہ بطور تنخواہ و اخراجات طعام ملتے تھے۔ گویا اگر جہاز سال میں آٹھ ماہ بر سرکار رہا تو قریب ۲۰۰ ملاحوں کو ۲۴۰ یوم تک یہ رقم ملیگی جسکی سالانہ مقدار ۳۲۰۰۰ درہم ہوتی ہے۔ اور اگر اس رقم میں ایک چوتھائی تالنت بطور سود قیمت جہاز اضافہ کیاجائے تو گویا کل سالانہ خرچ سات تالنت ہوا۔ بعض گویا ۴۶۰ تالنت سے صرف ۶۶ سہ طبقہ جہازوں کا انتظام ممکن ہے اور جب یہ دیکھا جائے لیگ کا حلقۂ اثر جزیرہ کیوس سے بائی زنطہ تک اور بائی زنطہ سے ملطہ اور جزیرہ رودس تک پھیلا ہوا تھا تو (گو بعض حلیف جہاز بھی مہیا کرتے تھے) یہ امر واضح ہوجاتا ہے کہ رقم کچھ زیادہ نہ تھی۔ ماسوائے جہازوں کے مہیا کرنے کے ایتھنز کو سپاہیوں کی خوراک اور وردی کا بھی انتظام کرنا پڑتا تھا اور ۵۰۰۰ سپاہیوں کے لیئے اکثر ۶۰۰۰ درہم روزانہ

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گذشتہ۔ ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ جنگ و جدال کے زمانے میں زیادہ روپے کی ضرورت تھی۔ مگر جب دائرۂ جنگ میں کمی ہوئی تو یقیناً حلفا کو شکایت کا موقع ملگیا کہ مقدار خراج کم نہیں کی گئی۔ وہ کہہ سکتے تھے کہ ارسطیدیش کو تو ضروریات جنگ پوری کرنا تھا مگر اس کے جانشین محض جبر و تشدد پر تلے ہوئے تھے۔ نتیجہ یہ ہے کہ اس وقت اول تو قطعی طور پر نہیں کہا جاسکتا کہ قریباً تمام اہم شہر ارسطیدیش کے زمانے میں اراکین لیگ نہ تھے۔ اور دوسرے ممکن ہے کہ جنگ دریائے یوریمدون کے بعد حلیفوں کو یہ امید ہوگئی کہ مقدار خراج کم کردیجائیگی مگر یہ امید پوری نہ ہوئی ہو اسکے لیئے گروٹس "تاریخ یونان" ۶۲-۴۸-۴ دیکھنا چاہیئے

درکار ہوتے ہونگے جس کے حساب سے صرف فوج کے اخراجات کے لیئے سالانہ ۸۰ اتالنت درکار ہوئے + اگر ایتھنز اپنی جیب سے یہ رقم ادا کرتا تھا اور اسکے ساتھ ہی ۶۶ سہ طبقہ جہاز بھی تیار رکھتا تھا تو گویا اسکے ذمے باقی سب حلفا کے مجموعی خراج سے نصف عائد ہوا حالانکہ حلیف ابتدا میں ایتھنز سے چھ گنے زیادہ مالدار تھے اور یہی مناسبت حلیفوں اور ایتھنز کے آبادی میں تھی + اگر دریائے یوری میدون کی لڑائی کے بعد خراج کی مقدار میں اضافہ نہیں کیا گیا تو اس سے ایتھنز کی انصاف پسندی عیاں ہوتی ہے اس لیئے کہ اسنے اتنی ہی مجموعی رقم برقرار رکھی جو کسی زمانے میں اس نے ضروری سمجھی تھی اور ارکین لیگ سے انفرادی مطالبہ جات میں کمی کردی + اس کے سوائے یہ امر بھی قابل غور ہے کہ مطالبہ جات نہایت قلیل تھے مثلاً ۴۳۶ ق م میں بائی زنطہ نے ایتھینا دیبی کو اپنے خراج کا ساٹھواں حصہ ادا کیا گویا اس خراج کی مجموعی مقدار ۱۰ اتالنت سے کچھ ہی زیادہ ہوگی ۔ اور بائی زنطہ حقوق تجارت کے معاوضے میں یہی قلیل رقم ادا کرتا تھا ۔ درآنحالیکہ اگر وہ خود انتظام کرتا تو یقیناً اس رقم سے تین جہاز بھی مہیا نہ ہوسکتے جو چھوٹی سے چھوٹی مہم کے لیئے بھی کافی نہ ہوتے اور قربانیاں مزید برآں ہوتیں اس کے برعکس ساموسیوں کو ۶۰ سہ طبقہ جہاز تیار رکھنے کی قدرت تھی اور انکے پاس مستقل طور پر ۲۵ جہاز تھے جن پر وہ سالانہ ۸۰ اتالنت خرچ کرتے تھے + بوجوہات متذکرہ بالا یہ کوئی انصاف کے خلاف امر نہ تھا کہ ایتھنز وہ روپیہ جو حفاظت عامہ سے پس انداز ہوتا تھا اپنی ذاتی ضروریات پر خرچ کرتا تھا + قریب ۴۵۴ ق م میں لیگ کا خزانہ ڈیلوس سے ایتھنز کو بسلیئے منتقل کردیا گیا کہ ڈیلوس جیسے مختصر اور غیر محفوظ مقام پر خزانہ رکھنا خطرے سے

---

۶ پلوٹارک "ارسطیدیس" ۲۵ + مجموعہ نوشتہائے قدیمہ ۱/۱ ۲۶۰ میں اس سال (۴۵۴ ق م) کا تعین کیا گیا ہے اور اسی کی تطبیق ساؤپے نے گیوٹنگن کے رسالہ انجمن علمیہ ۱۸۶۵ء میں اور کیوہلر نے اپنی تصنیف "نوشتہائے (صـ۱۰۲ــــ) میں کی ہے + انتقال مستقر کی تحریک ساموس کی جانب سے پیش کی گئی تھی +

خالی نہ تھا۔ اب اس خزانے کی محافظہ بجائے دلیوسی اپولو کے اتھینا دیبی ہوگئی اور اسکا اتھینا کا بت خانہ ہی اسکا مستقر بنا دیا گیا۔ ہر سال خراج کا ساٹھواں حصہ یعنی ہر ٹالنٹ پر ایک مینا اس دیبی کے نذر کیا جاتا تھا اور یہ رقم بطور ایک رقم محفوظ کے ایتھنز اور لیگ کی اغراض کیلیئے جمع ہوتی رہتی تھی۔ اگر ایتھنز پس ماندہ رقوم کو (جن کا اصل مقصد تو مصرف جنگ ضرور تھا مگر جسکی ضرورت نہ پڑتی تھی) اتھینا دیبی کی تزئین میں خرچ کرتا تھا تو ایسا کون سا یونانی تھا جو اس کا الزام ایتھنز پر لگا سکتا۔ اس لیئے کہ یونانیوں کے نزدیک تزئین اور تحسین تو مذہب کے گویا زر خرید لونڈیاں تھیں۔

گو ایتھنز یہ نہیں چاہتا تھا کہ ان بلدیات کے اندرونی معاملات میں بھی، جو خراجگزار تھے، دست اندازی کرے مگر بالکل ممکن ہے کہ ابتدا ہی سے انھیں چند شرائط کی پابندی کرنی پڑی ہو جو ایتھنز اور لیگ نے عائد کیئے ہوں۔ ایتھنز کی یہ عام خواہش تھی کہ ان شہروں میں عمومیت کا دور دورہ ہو، مگر اسکی یہ خواہش ہمیشہ پوری نہ ہو سکتی تھی۔ اس ضمن میں یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ جو رسالہ "مملکت ایتھنز" کے موضوع پر ہم تک پہنچا ہے اس سے یہ بھی پایا جاتا ہے کہ بعض مرتبہ ایتھنز اشرافیہ کا بھی طرفدار ہو جایا کرتا تھا اسلیئے کہ وہاں کے عموم کا کبھی کبھی یہ بھی خیال پیدا ہو جاتا تھا کہ مواقع پیش آسکتے ہیں جب بہ نسبت ایک انبوہ کثیر کے جسکی رائے میں مطلق

ؑ زمانہ حال کے مورخ اس بات پر متفق نہیں ہیں کہ آیا علاوہ بت خانے کے خزانے کے ایتھنز میں کوئی اور بھی ملکی خزانہ تھا جسے لیگ سے کوئی تعلق نہ تھا۔ (بُوسولٹ ۲، ۲۲۳) اکثر مورخوں کی رائے ہے کہ ایسا خزانہ ضرور تھا اور کرشہوف اور بُوسولٹ (میولر ۴، ۱۸۹) اس نظریے کو تسلیم کرتے ہیں مگر بوئخ اور بیلوخ کی رائے خلاف ہے۔ کرشہوف کی رائے اس کے مضامین رسالۂ برلن اکاڈمی ۱۸۶۲ء و ۱۸۶۴ء و ۱۸۷۶ء میں دیکھنی چاہئیں۔ کرٹیس (تاریخ یونان ۶۲، ۲۵۱-۲۵۲) کا نظریہ صحیح معلوم ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ ساٹھواں حصہ منہا کرنے کے بعد باقیماندہ روپیہ مملکت کا مملوکہ ہو جاتا تھا اور خود عامۃ القوم کے زیر انتظام آجاتا تھا مقدس خزانے سے جسمیں یہ ساٹھواں حصہ جمع ہوتا تھا حکومت صرف روپیہ قرض لیکر خرچ کرنیکی مجاز تھی۔

ؑ اگر مملکت کے خزانے کا روپیہ دار الملکت کی آراستگی میں صرف کرنا بیجا ہے تو یہ جرم نہ صرف ایتھنز سے سرزد ہوا

دیرپائی نہو وہ شرفا کے مختصر جماعت پر زیادہ بھروسہ کر سکتے تھے۔ ساموس کی مثال سے مطلب براری ہو سکتی ہے۔ وہاں ابتدا میں تو فارقلیس نے عمومیت قائم کی مگر سنہ ۴۱۲ ق م میں اشرافیہ برسر اقتدار ہو گئی تھی[9]۔ بعض مرتبہ ایتھنز اپنے کسی حلیف کے محض اندرونی معاملے میں براہ راست دخل اندازی کرتا تھا اور بالآخر تمام معاملات کا تصفیہ ایک عہدنامے کے ذریعے سے عمل میں آتا تھا۔ اس قسم کے ان عہدناموں کے اجزا جو ایتھنز، ملطہ اور ایریتھراٗ کے درمیان ہوئے ہم تک پہونچے ہیں۔ اور

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ بلکہ ہر ایک دارالریاست سے سرزد ہوتا ہے۔

[9] طوسی دیدش ۸، ۲۱۔ مجھ کو گلبرٹ (۱، ۴۰۰) کی رائے سے اتفاق نہیں ہے اور میں کوئی وجہ نہیں سمجھتا کہ باشندگان سلیمبریا کو تبدیلی دستور کی جو آزادی دی گئی تھی وہ کیوں مستثنیات سے شمار کیجائے۔ بوسولٹ (۲، ۴۲۶) اور دیگر مصنفین کی تحریروں سے معلوم ہوتا ہے کہ ایتھنز اور ہر حلیف ریاست کے تعلقات جداگانہ تھے۔ یہاں یہ بیان کرنا بھی لازمی ہے کہ اشرافیہ اور عمومیہ کی حدبندی اسقدر صاف اور صریح نہیں ہے کہ ہم قطعی طور پر تصفیہ کر سکیں کہ ان میں سے کون طرز حکومت کسی خاص عہد میں رائج تھا۔ ایتھنز کیلئے تو سب سے زیادہ اہمیت اس فریق کے برسر اقتدار ہونے میں تھی جو ایتھنز کا ہمنوا ہو۔ اور اگر اسکے دوست تعداد میں تو کم تھے مگر تھے دولتمند تو اسکے لیئے عدبدیت سے بہتر کوئی طرز حکومت نہ تھا۔ ظاہر ہے کہ یہ ضروری نہیں تھا کہ ہمیشہ طبقہ ادنیٰ کے افراد ہی ایتھنز کے مداح ہوں اور اسکے برعکس تجارتی بلدیات میں تو قرین قیاس یہ تھا کہ امرا ہی کے تعلقات ایتھنز سے ہونگے اس لیئے اس کی حفاظت میں وہ بآسانی بحری تجارت کر سکتے تھے۔

تھسالوی معاملات کی حالت میں اسدرجہ یکسوئی نہ تھی جو بوسولٹ فرض کر لیتا ہے (۲، ۴، ۴) اسکی رائے ہے کہ طبقہ امرا (جو قبائل الیوادئے اور شکوپادئے کے زیر اثر تھا) ایتھنز کے اقتدار کا دشمن تھا۔ ممکن ہے کہ بوسولٹ کا استدلال حقیقت پر مبنی ہو مگر الیوادئے جو بہرنوع عمومیت پسند نہ تھے ایتھنز کی دوستی کا دم بھرتے تھے۔ غرض سیاسیات کی عام صورت حال اسوقت بھی وہی تھی جیسی اب ہے اور ملک کا سیاسی نقشہ

ان سے یہ پتہ لگتا ہے کہ ایتھنز اور اسکے حلفا کے تعلقات محض عام سیاسی اصولوں پر مبنی نہ تھے بلکہ وہ ہمیشہ واقعات متعلقہ اور ماحول کا اندازہ کرلیا کرتا تھا، واضح ہو کہ بجنسہ یہی حالت رومنوں کی تھی اسلیئے کہ رومانے اپنی سلطنت کے بعض صوبوں میں مختلف قبائل کو بالکل مختلف نوع کے اختیارات دے رکھے تھے،

ایتھنز نے حلفا کو سکے بنانے کی ایک حد تک آزادی دے رکھی تھی، اور اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ انھیں محض رعایا نہیں سمجھتا تھا، سکوں کے عام مسئلے پر ہم نے ایک علیحدہ حاشیہ میں مفصل بحث کی ہے[1]

اب عدالتی انتظامات پر غور کیجیئے، یہ امر ثابت ہے کہ اگر کوئی بلدیہ یا کوئی شخص ایتھنز کے خلاف غداری کرتا تھا تو اسے خود ایتھنز ہی عدالتوں کے سامنے پیش ہونا پڑتا تھا[11] اور غالباً ایسے جرائم کی تحقیقات بھی جنکی سزا موت تھی ایتھنز میں ہی ہوتی تھی اور چونکہ حلیفوں کو بہ نسبت مقامی عدالتوں کے ایتھنزی عدالتوں سے زیادہ انصاف کی امید تھی اسلیئے اس ضابطے سے کسی کی کوئی خاص حق تلفی مقصود نہ تھی، اسکے سوا یہ یقین کے ساتھ نہیں کہا جاسکتا کہ دیگر معاملات میں مقامی عدالتوں کو کسقدر اختیارات حاصل تھے اور اسکی بابت قوانین وضوابط فرض کرلینا صریحاً غلطی ہے۔ اغلب تو یہ ہے کہ اول تو حلیف شہروں کی عدالتوں کے حد اختیار میں امتیاز تھا اور دوسرے امتداد زمانہ سے انکے اختیارات برابر کم ہی ہوتے گئے، خاص خاص ریاستوں کے حد اختیار کے متعلق ان عہدناموں سے پتہ چلتا ہے جو ہم تک پہنچے ہیں مگر عام حدود کی بابت صرف مختلف مصنفین کی تحریریں پیش کیجا سکتی ہیں جو ہرگز اس قدر وقیمت کے مستحق نہیں ہیں جو عام طور پر خیال کیجاتی ہے مثلاً "مملکت ایتھنز"

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ اصول پرستی کے خیال سے نہیں بلکہ سودمندی کے لحاظ سے تیار کیا جاتا تھا۔ اور حق تو یہ ہے کہ خود اسوقت بھی دنیا میں عمومیت کا راج نہیں کہا جاسکتا،

حاشیہ [1] طویل ہونے کی وجہ سے باب کے آخر میں لکھا گیا ہے۔

[11] غداری کے مقدمات کے تصفیے کیلیئے ارسطوفانیس کا ناٹک "صلح" ۶۳۹ وغیرہ دیکھنا چاہیئے اور اسکے ساتھ ہی گلبرٹ ۱، ۴۰۲ کا بھی مطالعہ کیا جائے،

نامی کتاب میں جو اس وقت تک زیر مباحثہ ہے یہ لکھا ہے کہ ہر ایک تجویز کے لیئے حلیف ایتھنز آنے پر مجبور رہتے تھے۔ اب یہ تو ظاہر ہے کہ ہر ایک معاملے کے تصفیے کے لیئے ہر ایک اہل معاملہ کا ایتھنز آنا قرین قیاس نہیں ہے۔ اور چونکہ اس وقت تک یہاں اس رسالے کے متعلق یہ طے نہیں ہو سکا کہ یہ قابل وثوق ہے یا نہیں اس لیئے یہ نہیں کہا جا سکتا حلفا کی بیشتر تعداد بھی ایسی تھی جنکے باشندوں کو تجویز مقدمات کیلئے ایتھنز آنے کی ضرورت ہوتی تھی۔ اور سوائے محض قیاس کے اور کوئی امر ہماری رہبری نہیں کر سکتا کہ وہ کون سے امور تھے جنکے تصفیے کیلئے وہاں آنا لازم تھا۔ غالباً وہ مقدمات جنمیں فریقین ایک ہی ریاست کے شہری ہوں اور مناط نالش ایک خاص رقم سے تجاوز نہ کر گئی ہو انکو ایتھنز لانے کی ضرورت نہ ہوگی اور وہ معاملات جنمیں بنائے دعوی کوئی معاہدہ ہوتا غالباً اسی جگہ ہوتے ہونگے جہاں معاہدے کی قرارداد ہوئی ہو۔ یہ ہرگز نہیں کہا جا سکتا کہ ایتھنزی خلاف انصاف تصفیہ کرتے اور اپنی سیادت کا بیجا استعمال کرنے پر تلے رہتے تھے۔ نہ یہ صحیح ہے کہ حلیفوں کو ایتھنز جانے میں طرح طرح کی صعوبتیں اور تکالیف برداشت کرنی پڑتی تھیں۔ اس لیئے کہ ہر ایک حلیف زیادہ سے زیادہ دو روز میں ایتھنز پہنچ سکتا تھا اس ضمن میں آخری امر جو قابل لحاظ ہے یہ ہے کہ ایتھنزی جیوریوں پر یہ لازم نہ تھا کہ انکو مختلف حصص سلطنت کے مقامی قوانین پر عبور رہی ہو اور ایسے معاملات میں وہ محض اپنی ضمیر اور ذاتی پسند کے اعتبار سے تجویز دیتے تھے۔ اسی لیئے فریقین کا فرض تھا کہ وہ ججوں کو تمام فراز و نشیب سمجھائیں۔ بہرحال یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اول تو ایتھنز جانا کچھ زیادہ تکلیف دہ نہ تھا اور اگر بالفرض فریقین وہاں جانا نہ چاہتے اور آپس میں سمجھوتہ کر لیتے تو اس سے بہتر کیا ہو سکتا تھا اور حلیفوں کو اس سے شکایت کا کیا موقع تھا۔[۱۲]

[۱۲] تفصیل کے لیئے بوسولٹ (۲، ۴۳۰) مطالعہ کیا جائے۔ بعض مورخوں کی رائے میں "خودمختار" بلدیات کے حد اختیار میں کوئی کمی نہ تھی۔ مگر مشکل یہ ہے کہ لفظ "خودمختار" نہایت مبہم ہے اور محض اس لفظ کی بنا پر ہماری معلومات میں کوئی اضافہ نہیں ہوتا۔

اراکین لیگ ماہ ایلافے بولیون میں ایتھنز آکر خراج مخصوص افسروں کو جنکا نام ہیلینوتامی اے تھا ادا کرتے تھے + اسکی ادائی کی نگرانی مجلس خاص کرتی تھی اور اگر وقت پر خراج ادا نہ کیا جاتا تھا تو ایتھنز سے ایک عہدہ دار محصل خراج "ازیکلوگائس" جنگی جہازوں میں باقی دار شہروں میں تحصیل خراج کے لیئے جاتے تھے + جملہ دعاوی متعلق خراج ایتھنزی عدالتوں میں ہی طے پاتے تھے + بہت سے شہروں میں ایتھنزی فوج مخصوص افسروں یعنی "فرلورآرخی" کے ماتحت میں رہتی تھی اور انکے سوائے حکومت کے طرف سے ناظر بھی مقرر تھے جنکا سیاسی رنگ تھا۔ مگر ایتھنزی عدالتوں کے عملے میں گلٹے توریس ہارے اور اپی ملے تائی (منتظم) ہوتے تھے جنکا کام یہ ہوتا تھا کہ لیگ کے شہروں میں ایتھنزی سیادت کی حفاظت کریں یعنی مقدمات میں ترتیب دیں اور بوقت ضرورت خود بھی صدارت کے فرائض انجام دیں +[۱۴]

سال میں آٹھ مہینے ایتھنزی جہاز بحیرہ ایجین میں گشت لگاتے تھے تاکہ تمام ریاستوں کو معلوم ہو جائے کہ سلطنت اندرونی اور بیرونی دشمنوں کی مدافعت کرنے کیلیئے مستعد ہے + عام طور پر ایتھنز مذہبی معاملات میں مداخلت نہ کرتا تھا۔ مگر لیگ میں ایتھینا دیبی کو گویا ایک قسم کی خصوصیت حاصل تھی اور حلیف اسکے لیئے نذرانے لانے پر مجبور تھے ایتھنزی ایلیوسس کے دیوتاؤں کو بھی الہیہ لیگ سمجھتے تھے اور انکے سامنے حلیف اپنے نام سے چڑھاوے چڑھاتے تھے +[۱۴]

ابتدا میں تو مجالس لیگ جس میں حلیف شہروں کے قائم مقام ہوتے تھے دلوس میں منعقد ہوتی تھیں۔ مگر یہ رفتہ رفتہ مسدود ہو گئیں[۱۵]۔ اور اس میں شبہ ہے

---

[۱۳] فرارخوئے کیلیئے میولینڈورف کی کتاب تجسسات ۱ صـ۳ و صـ۲ دیکھنا چاہیئے۔ مناسب مقامات پر قلعے بنے ہوئے تھے جنمیں نوجوان ایتھنزیوں کی فوج رہتی تھی جسکی نگہداشت فرنورائے اور فرنوارخوئے (محافظ اور صدر محافظ) کرتے تھے + آئیس کو پوئے (تاظر) کا تعلق ملکی انتظامات سے تھا۔ اسکے لیئے میولینڈورف صـ۵ و صـ۲ کا مطالعہ کرنا چاہیئے مثلاً پلوٹارک: "حیات فارقلیس" + اگر ایتھنزی لیگ کو ایتھینا دیبی کا اتحاد کیا جائے تو کچھ بیجا نہ ہوگا +

[۱۵] طوسی دیدش ۱، ۹۶-۹۷ + ان مجالس کے جلسوں کے خاتمے کے وجوہ بالکل قرین قیاس ہیں + ہر حلیف کے ایتھنز کے ساتھ مختلف قسم کے تعلقات تھے +

جب جلسے ہونا بند ہو گئے تو ایتھنز نے ان شہروں سے جو جہاز مہیا کرتے تھے کبھی عام مسائل کے متعلق رائے لی یا نہیں۔ اسمیں تو شبہ نہیں کہ جب فارنیلیس برسر اقتدار تھا تو اس زمانے میں کسی شخص کو لیگ کی مجلس طلب کرنے کا خیال بھی نہ آتا تھا۔

چونکہ مذہبی آزادی مذہب کے حدود کے اندر شمار کیجاتی تھی اور ایتھنز نے اپنے حلفا کو مذہبی معاملات میں مکمل آزادی دیدی تھی اسی لئے انکو مذہبی آزادی بھی حاصل تھی۔ اسمیں شبہ نہیں کہ اسنے اسکے برعکس اپنے لئے نہایت سخت مذہبی قوانین بنا لیئے تھے اور ایتھنزی شہریوں کو قدیم مذہبی عقائد کی خلاف ورزی یا نئے دیوتاؤں کی پرستش کی متعلق اجازت نہ تھی۔ مگر دیگر شہروں کے مذہبی عقائد سے وہ کلیتاً علیحدہ رہتا تھا۔ یہ تو عیاں اور ناقابل انکار ہے کہ ایتھنز نے اپنے شہروں کے لیئے تو مذہبی آزادی محدود کر دی مگر ساتھ ہی اسنے ناروا داری کی تبلیغ کا بیڑا اپنی چار دیواری سے باہر کیلیئے نہیں اٹھایا۔ اور وہ شخص جو مذہب میں آزادی پسند ہونے کی وجہ سے ایتھنز میں قیام نہ کر سکتا تھا لیگ کے ان شہروں میں نہایت اطمینان کیساتھ اپنے عقائد کی تبلیغ کر سکتا تھا جہاں کا قانون اسے اجازت دے۔

شہر اور مملکت بالکل ہم معنے تھے اور مذہب کا ان دونوں سے نہایت گہرا تعلق تھا اسی وجہ سے یہ مسئلہ پیدا ہی نہیں ہوا کہ دور افتادہ ریاستوں کو شہری حقوق دیکر مملکت کو وسیع کیا جائے۔ غیر ملکی فرداً فرداً ایتھنزی بن سکتے تھے مگر بستیاں کی بستیاں ایتھنزی قومیت حاصل نہ کر سکتی تھیں۔ اور باقی زنطی یا نئی زنطی ہی رہے اور یا روسی یا روسی۔ مگر اسکے ساتھ ہی یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ بطور میتوئکی کے غیر ملکیوں کو خاص کر ایسی حالت میں خوش آمدید کہا جاتا تھا جب وہ

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ تعین خراج کا مسئلہ ایتھنز اور فرداً فرداً ہر ایک ریاست پر چھوڑ دیا گیا تھا، ایتھنز کا کوئی دستور بھی نہ تھا جو مابہ النزاع ہو سکتا، اور اگر مسئلہ جنگ ایران پر بھی ان مجالس میں بحث نہیں ہوتی تو پھر آخر کوئی معاملہ زیر بحث نہیں ہو سکتا تھا اور مجالس کی ضرورت ہی باقی نہ رہتی تھی۔ ایسی حالت میں اگر لیگ امور مباحثہ طے کر لیتی اور ایک ضابطے کا اختراع کر لیتی تو یہ نہایت تعجب کی بات تھی۔ زمانۂ حال کے مورخوں کی رائے کیلئے بوسولٹ ۱۲ ۱ ۱ دیکھنا چاہیئے۔

بوجہ فضیلت دولت یا علم یا ہنر برتر ہوں، باوجود اس امر کے ملطہ، بالی زنطہ اور ہالی کارناسوس کے باشندے بہ نسبت اپنے شہروں کے ایتھنز میں رہنا زیادہ پسند کرتے تھے۔ ان کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ وہ کسی بات میں کم ہوں۔ انہیں سے بعض تو اسقدر طاقتور تھے کہ انھوں نے ایتھنز کے خلاف علم بغاوت بلند کیا اور اسمیں کامیابی حاصل کی اور خود جزیرہ روڈس نے عین دوران جنگ پیلوپونیز میں اپنے صدر مستقر روڈس کی بنیاد ڈالی۔ اور ان حلیف شہروں نے جو براعظم کے کناروں پر آباد تھے باوجود ایتھنز کے دست نگر ہونے کے اپنے ان ہمسایوں کو جو تہذیب و تمدن میں اتنے کم تھے برابر شائستگی اور تمدن کا سبق دینا جاری رکھا اور اپنا اقتدار کھٹنے نہ دیا۔ ان میں سے سب سے زیادہ کارہائے نمایاں ایتھنز ہی کی بدولت کئے تھے۔ مگر جب ہم ان کا مقابلہ ایتھنز کے حالات سے کرتے ہیں تو ہم پر یہ عیاں ہو جاتا ہے کہ ہم انھیں کسی طرح سے ان روشنی کی شعاعوں سے تشبیہ نہیں دیسکتے جو ایتھنز کی فضا سے نمودار ہوتی تھیں۔

ایتھنز نے حلیف اضلاع میں اپنی سیادت اور اثر کو ایک اور طریقے سے تقویت پہنچائی۔ اس نے بجائے ایپوکیا کے یا پرانی طرز کی نوآبادیوں کے کلیروخیاں یعنی نئی طرز کی نوآبادیاں قائم کرنا شروع کیا۔[۱۶]

[۱۶] کلیروخیوں کیلئے پلوٹارک کی حیات فارکلیس ۱۱ اور کرشہوف کی کتاب کلیروخیاں اور طریق تحصیل خراج (مضامین انجمن علمیہ۔ برلن۔ ۱۸۷۲ء) اور فوکارٹ کی کتاب پانچویں صدی ق م کے ایتھنز کی نوآبادیاں" دیکھنی چاہئیں۔ بریا کی نوآبادی کا حال اسکے نوشتہ ضابطۂ آبادکاری (مجموعۂ نوشتہائے قدیمہ" ۱، ۳۱) سے معلوم ہوتا ہے۔ مختلف کلیروخیوں کے حال کیلئے جنکا اس کتاب میں ذکر ہے بوسولٹ کے مفصلۂ ذیل اجزا کا مطالعہ بہتر ہے:۔

۲، ۳۶۴ (ائیون)۔ ۳۹۸ (سکیروس)۔ ۲۵۶ (خرسونیس)۔ ۵۳۸ (لیمنوس اور امبروس)۔ ۵۴۰ اسنوفس، امی سوس، استاکوس۔ اسکے لئے ۱، ۳۲۸ بھی دیکھنا چاہیئے)۔ ۵۴۲ (یوبیہ)۔ ۵۴۳ (ناکسوس، اندروس، بریا)۔

عام یونانی نوآبادیاں تو خود مختار شہر تھے مگر ایتھنزی اور رومن نوآبادیوں کی خصوصیت یہ تھی وہ بیرونی ممالک میں شہریوں کی بستیاں تھیں جنکے افراد متواتر مادر وطن کے دست نگر رہتے اور جنکے اصل حقوق شہریت میں کسی قسم کی کمی واقع نہ ہوتی۔ ان کا ایتھنز سے بجنسہ وہی تعلق تھا جو میسینہ کو اسپارٹا سے، سوائے اسکے کہ جغرافی نقطۂ نظر سے انکو مادر شہر سے اس درجے قرب حاصل نہ تھا بلکہ انکے مساکن دور و دراز مقامات پر تھے اور انکا مقصد رومن شہریوں کی طرح محض روزی پیدا کرنے کے بجائے اپنی سلطنت کی حفاظت کرنا بھی تھا۔ رومنوں کی طرح وہ بعض مرتبہ سلسلہ وار اضلاع میں جاکر آباد ہو جاتے اور وہاں سلطنت جمہوریہ ایتھنز کے اندر ایک ایسی ہی مملکت کی بنیاد ڈالتے جیسے زمانہ مابعد میں ہجرت اقوام کے دور میں جرمنوں نے رومن شہنشاہیت کے اندر قائم کر لی تھی۔ کلیروخیوں کا دستور بالکل جداگانہ تھا جسمیں ایتھنز ہی کی طرز پر آرخن، مجلس خاص، ایکلیزیا اور اشترانی کونسے تھے، مگر انکے خاص قسم کے مقدمات ایتھنز ہی میں طے پاتے تھے۔ اس طرز آبادکاری کا اختراع اسوقت ہوا جب چھٹی صدی ق م کے آغاز میں ہی ایتھنزیوں نے سلامس پر قبضہ کر لیا۔ گو اسکا زمانہ مابعد کے کلیروخیوں سے فرق یہ تھا کہ سلامس ایتھنز سے اسقدر قریب تھا کہ وہ گویا اٹیکا کا ایک حصہ شمار ہونے لگا۔ جن کلیروخیوں کا تعلق چھٹی صدی ق م کی تاریخ سے ہے وہ سب تھریسی شہر ایون کے ۴۶۵ ق م کے ناکام حملے کے بعد

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ لیمنوس اور اندروس کیلئے بوسولٹ (۲ - ۲۰) اور کرافٹ کی کتاب "تھریسی خرسونیز کے سیاسی حالات ۵۶۰ ق م سے ۳۱۳ ق م تک" (ڈیوبنگن ۱۸۸۷ء) دیکھنا چاہیئے۔

باوجودیکہ جب کسی جگہ کے باشندوں کو کلیروخی کیلئے اپنی اراضی حوالے کرنی پڑتی تھی تو (ذکر تھوسیڈیڈیز کے قیاس کے مطابق) عام طور پر خراج کم کر دیا جاتا تھا مگر اسکو اصلی باشندے نفرت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ اور ممکن ہے کہ یوبیہ کی بغاوت کا اصل سبب یہ کلیروخیاں ہی ہوں۔ امفی پولس اور تھوریی کی نوآبادیاں اس لئے ناکام ثابت ہوئیں کہ اس میں غیر ملکی عنصر بہت تھا اور یہاں کے نئے باشندوں کی سیاسی حیثیت

[illegible] منقسم [illegible] تھیں۔

(۱) [illegible] کیوس

(۲) کیرسونیسی [illegible] امبروس، لیمنوس، ناکسوس، اندروس، بزمانہ فاردش

(۳) یوبیا

(۴) استوت، امی سس، استاکوس جیسے ممالک اشرف میں ایتھنز کا اقتدار بہت بڑھ گیا۔

(۵) لیسبوس کی دوبارہ فتح کے بعد شہر متائلینیہ کی جگہ اور کلیروکس کی بنیاد۔

ذکر کا تذکرہ ہے کہ جن کی سالانہ جب گیا انہوں نے ایتھنز کی سیادت کو قائم کر دیا... ۱۵ ایتھنز کی اس قسم کے کلیروخیوں میں جاکر آباد ہو چکے تھے۔ جزائر سکیروس، لیمنوس اور امبروس، ایتھنز کی ذاتی ملک قرار دئے گئے اور چوتھی صدی میں بھی جب ایتھنز کی قوت بالکل زائل ہو چکی تھی یہ جزیرے برابر اسی کے ماتحت رہے اور خود رومانے بھی انھیں اسی حالت میں رہنے دیا۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نصف صدی سے کچھ ہی زیادہ عرصے میں قریب ... ۱۵ ایسے شہریوں کو جن کی جائداد نہایت قلیل تھی دیگر ممالک میں بھیج کر اراضی کا مالک بنا دیا گیا اور وہ کم از کم زیوگتائی بن گئے۔ خود اٹیکا میں ایتھنز کے شہریوں کا اندازہ ۲۰۰۰۰ (یا بیلوخ کے نزدیک ... ۳۵) کیا گیا ہے۔

بقیہ حاشیہ صفحۂ گذشتہ مذکورہ بالا کلیروخیوں کی سیاسی حیثیت سے بالکل مختلف تھی۔ اس موضوع کیلئے گرٹس [illegible] ۴۰ کا مطالعہ کیا جائے۔

۱ بیلوخ [illegible] اس تعداد کے ساتھ ہی اگر ... ۹ میٹوکی بھی ملائے جائیں تو آبادی ... ۵۴ شہریوں تک پہنچ جاتی ہے [illegible] آبادی کا اندازہ لگانے کے وقت بیلوخ ان کلیروخیوں کو جو نامکمل حالت میں پھیلی ہوئی تھیں اٹیکا ہی میں شمار کرتا ہے۔

آخر میں یہ بتانا ضروری ہے کہ بہ نسبت ان محاصل کے جو زرکسیز نے ایشیائی یونانیوں اور جزائر کے باشندوں سے وصول لئے ایتھنز کے محاصل سے پیچھے گئے تھے ایرانی محاصل کیلئے کتاب ہذا باب چار کا مطالعہ کیا جائے۔

اور اگر مملکت اُن کے سوا [illegible] جو ان ممالک میں پھیلے ہوئے تھے بھروسہ کر سکتی تھی تو اس سے اس کی قوت اور اقتدار میں گونہ اضافہ ہوا ہوگا۔ کلیروچی کے باشندے اسی قبیلہ اور دیمے کے اراکین رہتے تھے جیسے وہ ترک وطن کرنے سے پیشتر رکن تھے۔ چونکہ اولین رومن نوآبادیاں سلاٹس کی آبادکاری کے بعد ہی قائم ہوئیں اسلئے یہ قیاس کہ ان کا اثر رومنوں پر پڑا ہوگا کچھ غلط نہ ہوگا۔

اب یہ سمجھنا دشوار نہیں کہ ایتھنز ی کو کسقدر حفظ اور فائدہ بحری ملازمت اور لیگ کے دست نگر بلدیات وہ دورہ کرنے اور وہاں کے باشندوں کی وفاشعاری کے اظہار سے حاصل ہوتا ہوگا۔

اسناد متعلق باب ۱۷

سب سے زیادہ اہم چند نوشتے ہیں جنکے اجزا ہم تک پہنچے ہیں۔ یہ دو شقوں میں تقسیم کیئے جاسکتے ہیں۔ یعنی وہ فہرستیں جنمیں ان حصوں کا اندراج تھا جو خراج میں سے اتھینادی پر چڑھایا جاتا تھا ("مجموعۂ نوشتہائے قدیمہ" ۱، ۲۲۶) ۔ اور ۴۲۵ ق م کے تشخیص محاصل ("نوشتہائے قدیمہ" ۳۷)۔ ان سب کو کرشہوف اور کیوہلر نے جمع کرکے اس قابل بنادیا ہے کہ انسے تاریخ میں مدد لی جاسکے۔

اس موضوع پر خاص خاص کتابیں مفصلۂ ذیل ہیں:—

(۱) کیوہلر، "نوشتہ جات و تحقیقات دربارۂ تاریخ مشارکت دیلوس واٹیکا"۔ انجمن علمیہ برلن۔ ۱۸۶۹ء۔

(۲) کرشہوف: دیلوسی اٹیکائی مشارکت اپنے حیات کے پہلے دس سال میں ہرمیس ۱۱، ۱ وغیرہ۔

(۳) کرشہوف: فہرستہائے خراج۔ اولمپیاد ۸۵، ۲ تا ۸۶، ۱۔ انجمن علمیہ برلن ۱۸۷۳ء

(۳) لیو: آغاز مشارکت دیلوس و اٹیکا۔ ویسباڈن ۱۸۷۰ء
(۵) فرانکل: ایتھنزی ایگ کے حالات۔ وغیرہ۔ لاپزگ۔ ۱۸۷۸ء +
(۶) مسال: "مشارکت ایتھنز"۔ منشٹر۔ ۱۸۸۱ء +
(۷) بوئخ: "مالیات ایتھنز"۔ تیسری اشاعت +
(۸) گلبرٹ: "قدیمیات یونان" حصہ ۱ +
(۹) بوسولٹ: " " (میولر ۴، ۱۰ ۲ وغیرہ)
(۱۰) ٹریدو: "شرائط حلفا"۔ وغیرہ۔ پیرس ۱۸۸۳ء +
(۱۱) بوسولٹ: "تاریخ یونان"۔ جلد ۲ +
(۱۲) تری فیس: " " ۲ ۔ خاصکر ص ۲۴۲ وغیرہ +

حاشیہ نمبر (عنلہ) سب سے پیشتر یہ بیان کرنا ضروری ہے کہ ایک اِستاتر کا وزن (جو مختلف یونانی سکوں کی گویا بنیاد ہے) مفصلہ ذیل تھا:۔

آئی گینہ کے معیار کے مطابق - ۱۹۴ انگریزی گرین
ایرانی " " - ۱۷۷ "
بابلی " " - ۱۶۹ "
یوبیائی۔ اٹیکائی " - ۱۳۵ "
فنیقی معیار " - ۱۱۲ "

اور ایک استاتر کی قیمت مختلف مقامات میں اس درجے مختلف تھی کہ فنیقی استاتر ائی گینہ کے استاتر کے نصف سے کچھ ہی زیادہ تھا۔ اور گو ایک استاتر دو درہم کے مساوی ہی شمار کیا جاتا ہے مگر فنیقی استاتر بعض مرتبہ صرف ایک درہم کے برابر ہوتا تھا۔ بابلی اور ایرانی استاتر تقریباً ہموزن تھے اور دونوں ائی گینہ کے استاتر سے ذرا چھوٹے تھے۔ اس پیچیدگی کی وجہ سے خاص خاص مواقع پر یہ طے کرنا نہایت مشکل امر ہے کہ سکوں کا کوئی خاص سلسلہ کس معیار کے

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ - مطابق ہے، اسی لئے ہیڈ تو بعض سکوں کو ائی گینہ کے معیار کے مطابق بتاتا ہے (فٹ ۱۱۷)
مگر دیگر مورخین کی رائے ہے کہ گو وہ وزن میں ایرانی معیار سے ذرا کم تھے مگر در اصل اسی معیار
سے متعلق تھے، لطف یہ ہے کہ متعدد معیار مختلف شہروں میں یکے بعد دیگرے اختیار کئے
جاتے تھے۔ اسی لئے اکثر مسئلوں کا تصفیہ محض ذاتی رائے پر چھوڑ دینا پڑتا ہے اور معیاروں
کے اوزان سے مختلف سکوں اور بلدیات کی تواریخ کا تعین نہایت دشوار امر ہے۔

سلطنت ایتھنز میں سونے چاندی اور الکٹرون (مرکب نقرہ و زر) کے سکے ڈھالے
جاتے تھے، سونے کا سکہ رائج الوقت ایرانی دارائی تھا (غالباً اس لفظ کا تعلق شاہ
داریوش سے نہ تھا ("دارا" کے معنی محض شہنشاہ کے ہیں۔ آجکل بھی ایران میں ایک سکہ رائج
ہے جسے "شاہی" کہتے ہیں۔ مترجم) الکٹرون ایشیا کوچک میں مسکوک کیا جاتا تھا
اور ایتھنز اور بہت سے اور شہروں میں چاندی کے سکے رائج تھے، اب ہم سلطنت ایتھنز
کا مفصل حال بیان کرینگے اور ان شہروں کا شمار کرینگے جہاں ہمارے علم میں سکے ڈھالے
جاتے تھے۔

ایتھنز میں ۱۰ درہم، ۴ درہم، ۲ درہم، درہم ۳ اوبول، ۱½ اوبول،
اوبول، ½ اوبول چاندی کے تھے اور انکے ایک طرف ایتھینا دیبی اور دوسری جانب
ایک الو کی تصویر تھی۔ اسی لئے انھیں کوراٹے ("زاغی") یا گلاؤکیس ("بومی") کہتے ہیں۔
عجیب بات یہ ہے کہ فنون لطیفہ کی ترقی کی مناسبت سے ان تصاویر کی خوبصورتی میں ترقی نہیں
ہوئی اور اتھینا دیبی کی تصویر اپنی قدیم طرز پر بے ڈھنگی ہی رہی۔ اس کی اصل وجہ یہ تھی کہ
سکوں کا عام انداز برابر وہ ہی رہا جو قدیم زمانے میں تھا۔ یہ سکے غالباً غیر یونانی
اقوام میں بہت ہر دلعزیز تھے اور وہ یہ نہیں چاہتی تھیں کہ ان میں کسی قسم کی تبدیلی
کی جائے۔ اس قسم کے تعصب کی مثال آجکل کے زمانے میں بھی مشرقی افریقہ میں مل سکتی ہے
جہاں ماریا ٹیریزا کا ڈالر اس وقت تک رائج ہے، ارسطوفانیس کی ناٹک "غوکان"
(۲۰) سے قدما نے یہ نتیجہ نکالا تھا کہ جنگ پیلوپونیز میں ایتھنزی سونا ڈھالتے تھے۔ مگر
ہیڈ (۳۰۳، ۳۱۴) کی رائے میں یہ یقین کے ساتھ نہیں کہا جاسکتا، بہر حال اس
دور میں سکے بنانے میں بے پروائی ہونے لگی اور اتھینا کے سر کی وہ قدیم حالت قائم
نہ رہ سکی۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ - یوبیہ میں مخصوص یونانی معیار عرصہ دراز سے رائج تھا اور اسی کو زمانہ مابعد میں ایتھنز والوں نے بھی اختیار کر لیا - مگر سلطنت ایتھنز کے زمانے میں صرف تین شہر یعنی کارسٹوس، خالکس اور ایریٹریا میں ٹکسالیں تھیں - اور جب یوبیہ سلطنت سے علیحدہ ہو گیا (۴۱۱ ق م) [illegible] کوشش کی تو یہ ٹکسالیں بھی بند ہو گئیں -

اس بغاوت کے فرو ہونے سے چونتیس سال تک ایتھنز نے اسکو سکے بنانے کی اجازت نہیں دی مگر ۳۷۷ ق م میں وہ دوبارہ باغی ہو گیا اور یوبیائی لیگ کی طرف سے علیحدہ سکے ڈھلنے لگے جن پر لفظ "یوبوئے" کندہ تھا -

موجودہ معلومات کی بنا پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ جزائر ایجین میں صرف جزیرۂ سفنوس ہی ایسا تھا جہاں ٹکسالیں تھیں اور اس جزیرے ہی میں سونے اور چاندی کی کانیں بھی پائی جاتی تھیں (ہیڈ ۴۱۹ - ہیروڈوٹس ۳، ۵۷) - اس جزیرے کے بعض سکے تو اٹیکائی معیار کے مطابق ہیں اور بعض آئی گینہ کے معیار سے متعلق، اور آئی گینہ کا معیار ہی نہ صرف جزائر میں بلکہ جس زمانے کا ہم ذکر کر رہے ہیں سوائے کورنتھ کے باقی تمام ارض یونان میں رائج تھا -

آئی گینہ میں بھی جو اس زمانے میں ایتھنز کا باجگزار حلیف تھا برابر اس کے مخصوص سکے "تیلونائی" رائج رہے (ہیڈ ۳۳۲) - جب ۴۳۱ ق م میں وہاں کے باشندے ملک بدر کر دئے گئے تو سکے ڈھلنا بھی بند ہو گیا -

ہیڈ کی رائے ہے کہ جزیرہ نمائے خالکدیس میں اولی نیہ، پوتیدیہ، مینڈے، سکیونے، افتھوس، تیرونے اور اکانتھوس میں یوبیائی معیار کے سکے بنتے تھے - مگر ۴۲۴ ق م میں غالباً براسیداس کی مداخلت کے بعد انھوں نے بجائے یوبیائی کے فینیقی معیار اختیار کر لیا اور یہی مقدونیہ میں بھی عام طور پر رائج ہو گیا اور پانچویں صدی ق م میں خود مقدونی بادشاہ بھی اس کے مطابق سکے ڈھالنے لگے - دریائے ستریمون کے کنارے پر صرف تراگی لوس (؟) ہی ایسا شہر ہے جہاں فینیقی اوزان کے چھوٹے چھوٹے سکے ڈھالے جاتے تھے (ہیڈ ۱۹۰) -

تھریسی ساحل کے شہروں میں ابدیرا، دکائیا (جسکا ابدیرا سے دیرینہ تعلق تھا)، مارونیہ اور ائے نوس کے سکے اس وقت تک موجود ہیں جنمیں سے مارونیہ

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ اور ائے نوس کے سکے تو یوبیائی اٹیکائی معیار کے مطابق بنائے گئے ہیں اور باقی تین شہروں کے سکوں میں فینیقی معیار قائم رکھا گیا ہے۔ یہ امر ضرور قابل لحاظ ہے کہ ابدیرا اور مارونیہ کے سکوں پر عمال کے نام کندہ ہیں۔ یہ یونان میں اپنی طرز کی پہلی مثال ہے اور اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہاں کے باشندوں میں جمہوری احساس ضرور تھا مگر اشرافی حکومت کی طرف زیادہ میلان نہ تھا۔ فون سالیٹ کہتا ہے کہ چونکہ ائے نوس کے سکوں پر وہاں کے عمال کے نام کندہ ہیں اسلئے وہاں کی طرز حکومت عدیدیت لئے ہوئے تھی۔ مگر یہ لازم نہیں۔ (ہیڈ ۱۴۱)

اندرون تھریس کے اضلاع کا ایک چار درہم کا سکہ سیاراد وکوس اول (ق ۴۲۴ تا ۴۲۳ ق م) کے زمانے کا ہے (ہیڈ ۲۳۹) اور چند دو درہم کے سکے سیوتھیس اول کے (جنپر "سیوتھا ارگیریون" یا "سیوتھا آرگیریون" (سکۂ سیوتھیس یا "نقرۂ سیوتھیس") کندہ ہے) موجود ہیں۔ یہ سکے اٹیکائی معیار کے مطابق ہیں اور اس سے پتہ چلتا ہے کہ تھریس میں ایتھنز کا معتدبہ اثر ہوگا

جزیرہ تھاسوس بابلی معیار کا تابع تھا اور یہ معیار ساحلی اضلاع پانگائیا اور ایماتھیا میں مروج تھا مگر اسکا استاتر نسبتاً ہلکا ہوتا تھا۔ استاتر کے وزن میں ایتھنزی سیادت کے زمانے میں متواتر کمی ہوتی گئی یہانتک کہ وہ بالکل اٹیکائی استاتر کے برابر ہوگیا۔ جب تھاسوس ایتھنز سے ۴۱۱ ق م میں علحدہ ہوا تو اسنے خالکدیسی شہروں کی طرح فینیقی اوزان استعمال کرنا شروع کر دئیے۔ اور ہیڈ (۲۲۷) اس دور کے ایک تھاسوسی سکے کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے اسکی ساخت میں اتنی ہی مہارت دکھائی گئی ہے جتنی شاید خود فدیاس دکھاتا۔

یہ قطعی طور پر نہیں کہا جاسکتا کہ تھریسی خرسونیز اور شہر خرسونی سوس کے بعض سکے اسی زمانے کے ہیں۔ جن سکوں کو میں ملتیادیس کی طرف منسوب کرتا ہوں انکے لئے اس کتاب کا باب ۱۰ حاشیہ ۱۱ دیکھنا چاہیئے۔

ابتدا میں اپولونیا (پونتوس) کی طرح سلیمبریا کے سکے ایرانی معیار کے مطابق تھے مگر بعد میں اسنے اٹیکائی معیار اختیار کر لیا۔ اس کے برعکس خود پونتوس کے شہر میسمبریا میں ۴۵۰ ق م کے بعد اٹیکائی معیار کے مطابق سکے ڈھالے جاتے تھے۔

پانتی کاپیم کے طاقتور شہر کا ایتھنز سے عرصۂ دراز سے تعلق تھا اور چونکہ ممکن ہے کہ وہاں کے اسکیث قوم کو ایتھنزی سکے پسند آگئے ہوں اس لئے پانچویں صدی ق م تک ایتھنزی سکے ہی وہاں مروج تھے اور خود شہر میں مطلق سکے نہ ڈھالے جاتے تھے۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ تجارت کا مرکز اسٹوف تھا اور اس شہر میں جو معیار قائم تھا وہ فنیقی یا ایکائی معیار سے ذرا کم تھا اور وہاں کے دو فنیقی درہم آئی گینہ کے ایک درہم کے برابر ہوتے تھے (ہیڈ ۴۴۳ تا ۴۴۱)

اب مغرب کی جانب چلئے اور ایشیائے کوچک کے شہر شمار کیجئے۔ افیشی ہر قلیہ میں ۴۱۵ ق م سے پیشتر سکے ڈھالے نہ جاتے تھے مگر اسکے بعد وہاں اسٹوف کے سکوں کے ہم وزن سکے بننے لگے۔ خالکدون میں ایکائی معیار کے پانچویں صدی ق م کے جزو آخر میں بنے ہوئے سکے اسوقت تک موجود ہیں۔ شہر بائی زنطہ میں ۴۱۶ ق م سے پیشتر صرف لوہے کے سکے رائج تھے سونا اور چاندی اسوقت تک مسکوک نہ ہوا تھا (ہیڈ ۲۲۹)۔ اِسترابو کا قول ہے کہ گو اَستاکوس میں ۵۲۳ ق م میں ہی اینھنزی نو آبادی قائم ہوگئی تھی مگر پھر بھی پانچویں صدی ق م میں اس کا معیار وہی ایرانی ہی رہا۔ ان تمام تفصیلات سے یہ واضح ہوگیا کہ باسفورس کے ایشیائی ساحل پر اینھنزی اثر تھا تو ضرور مگر غالب نہ تھا۔

کی زکوس معاملات زر کے ضمن میں نہایت اہم شہر ہے۔ اس میں پانچویں صدی میں سب سے پہلے سکے ڈھالے گئے (ہیڈ ۴۲۹)۔ اسکے استاتر اور ہیکٹائے تو الکتروں کے تھے اور سونے کے سکے کی جگہ خالص سونے کے ایرانی دارائیاں چلتی تھیں جو پانچویں اور چوتھی صدی ق م تک کے طلائی سکوں میں سب سے زیادہ ممتاز تھیں اور اسوقت تک متواتر رائج رہیں جب فیلقوس شاہ مقدونیہ نے مقدونوی طلائی زر کو رواج دیا۔ یہاں کے سکوں کا ذکر اکثر اینھنزی نوشتوں میں آتا ہے اور ان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ نہایت خوبصورت تھے اور مختلف طرز کے تھے۔ ان ... بہترین تذکرہ گیسن گرین ول کی کتاب کی زکوس کے الکتروان کے سکے ... ہے جس سے یہ عجیب و غریب واقعہ معلوم ہوتا ہے کہ وہاں کے باشندے اپنے سکوں پر دیگر بلدیات مثلاً گیلا اور پوسیڈونیا کی مہریں لگوا دیتے تھے۔ یہاں کے اور ہینوس اور فوکائیا کے استاتر کا وزن ۲۵۰ گرین تھا مگر یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ ایونیہ کے بہت سے شہروں کے قدیم الکتروں کے سکے اور لمپساکوس اور ابی دوس کے سکوں کے اوزان ان سے مختلف تھے۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔لیمپساکوس کے الکترونکے سکون کا ابتدا میں تو وہ ہی معیار تھا جو ملطہ کا تھا (۲۲۰ گرین) مگر پانچویں صدی ق م میں یہ ۲۳۲ گرین کے ہو گئے (ہیڈ ۲۵۶) پینرکوس کی طرح اٹیکائی نوشتوں میں یہاں کے خوبصورت استاتروں کا بھی ذکر ہے۔ اور درآنحالیکہ چاندی کے سکے ۵۰۰ ق م سے پیشتر کو فیقی معیار کے مطابق مضروب کئے جاتے تھے مگر اسکے بعد ایرانی معیار ہی ملحوظ رکھا گیا +

چھٹی صدی ق م میں ابی دوس میں الکترون ملطہ کے معیار کے مطابق مضروب ہوتی تھی مگر پانچویں صدی ق م اسکے سکے ڈھلنے بند ہو گئے اسلئے کہ غالباً اس شہر کی اہمیت لیمپساکوس سے کم ہو گئی مگر اس میں شبہ نہیں کہ اس صدی میں چاندی ضرور ایرانی اوزان پر مضروب کی جاتی تھی +

ہیڈ (۴۷۰) کا خیال ہے کہ پانچویں صدی ق م میں بھی مثل چھٹی صدی ق م کے کیپرینے میں الکترون کے ہیکتاسئے ڈھالے جاتے تھے اور دارڈانوس میں (۴۷۱) الکترون کے ہیکتاسئے فوکائیا اور کیپزکوس کے اوزان پر اور استاتر ملطہ کے معیار کے مطابق مضروب کیئے جاتے تھے اور چاندی کے سکوں کیلئے ایرانی وزن کا خیال رکھا جاتا تھا + شکیپسس میں چاندی کی کانیں تھیں اور وہاں چاندی کے سکے ڈھالے جاتے تھے جو غالباً ایرانی معیار کے مطابق ہوتے تھے (ہیڈ ۴۷۴)

متی لنہ اور فوکائیہ کے درمیان جو عہدنامہ موخرالذکر شہر کے سکوں کی بابت غالباً ۴۳۰ ق م میں ہوا تھا اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ لیسبوس اور فوکائیہ میں الکترون کے ہیکتاسئے مضروب ہوتے تھے (اسکے لیئے لنورمان کی کتاب "سکہ جات قدیمہ" ۲، ۲۲۶ اور ہیڈ کی کتاب صفحہ ۴۸۴ دیکھنی چاہئیں + اسکے سوا متی لنہ میں چھوٹے چاندی کے سکے "ہیتھیمنا" میں یوبیائی اٹیکائی درہم (ہیڈ ۴۸۸) اور لیسبوس میں ایسے سکے بھی ملے ہیں جنمیں صرف ۴۰ فیصدی چاندی ہے اور جو عام طور پر "کانسے کے سکے" کہلاتے ہیں۔ یہ غالباً خوردے کیلئے استعمال ہوتے تھے (لینورمان ۱، ۱۹۷ - ہیڈ ۴۸۳) +

چھٹی صدی ق م میں ایونیہ میں الکترون کے سکے رائج تھے اور ملطہ انکا گویا مرکز تھا + یہاں کا استاتر لدیہ کی معیار کے مطابق ۲۲۰ گرین کا تھا اور فوکائیہ لیسبوس

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ اور کیزِکوس سے بقدر ۲۴۰-۵ گرین چھوٹا تھا گر کلازومنائے ایرِتھرائے خیوس، ایفی سوس، ساموس اور ایونیائی شہر داردانوس اور کیوم اور ہالی کارناسوس کے سکوں کے ہموزن تھا۔ ہمارے پاس ۲۰۰ گرین کا ایک استاتر بھی ہے جو اِجی نینہ کے معیار کے مطابق تھا اور یہ استاتر ہیڈ کی رائے میں سنہ ۴۰۰ ق م سے بعد کا نہ ہوگا۔ بہر حال پانچویں صدی ق م میں ملطیہ کے الکٹرون کے سکے مضروب ہونا تو بند ہوگیا مگر فوکائیا میں ہیکتائے ڈھالے جاتے ہیں اور استاتر کا ذکر بھی پڑھنے میں آیا ہے۔ الکٹرون کے یہ تمام سکے اتنے ہی مروج تھے جتنے کیزکوس کے۔

پانچویں صدی خاص طور پر ایونیائی شہروں کے چاندی کے سکوں کے لئے ممتاز تھی۔ اور صرف ملطیہ ہی ایسا شہر تھا جسنے غالباً اس وجہ سے اسکے ایتھنز کے ساتھ نہایت عمدہ تعلقات تھے اس صدی میں کوئی چاندی کا سکہ نہیں ڈھالا۔ جن شہروں میں چاندی سکوک ہوئی مثلاً خیوس میں اور قریب کی ساحلی بستیوں میں مثلاً کلازومنائے ایرِتھرائے اور ایفی سوس میں فنیقی معیار کا خیال کیا جاتا تھا۔ اسی معیار کا خود ساموس میں بھی لحاظ تھا مگر اسکے سکوں کے چند خصوصیات ہیں جو دیگر بلدیات میں نہیں پائی جاتیں۔ کلازومنائے میں اٹیکائی معیار کے مطابق سکے ڈھلتے تھے اور تیوس میں ابتدا ہی سے اِجی نینہ کے معیار کے مطابق عمل ہوتا تھا اور سنہ ۴۰۰ ق م کے بعد فنیقی اوزان اختیار کر گئے۔ کولوفون اندرون ملک میں واقع تھا اور اسنے ایرانی نمونے کا تتبع کیا۔ خیوس کا دودرہم کا سکہ نہایت وزنی تھا یعنی اسمیں بجائے ۲۱۱ گرین کے ۲۲۳ گرین بلکہ بعض مرتبہ ۲۳۰ گرین تک چاندی ہوتی تھی۔ ساموسی سکوں کا وزن ساموس کیلئے ہی مخصوص تھا مگر پ گارڈنر اپنی کتاب "ساموس اور ساموسی سکے" صفحہ ۵۲ میں بالکل صحیح لکھتا ہے کہ سوائے اسکے کہ یہاں بجائے ۲۰۲ گرین کے ۲۰۴ گرین کے سکے ڈھالے جاتے تھے باقی فنیقی معیار کا تتبع ہی لازم ہوگا۔ بہر حال سنہ ۴۳۹ ق م میں ساموس کو شکست ہوئی اور اسکے بعد ساموس کے سکے اٹیکا کے سکوں کے ہموزن بننے لگے۔ ان سکوں کی شبیہ سے ان کی تاریخ ضرب کا اندازہ ہوتا ہے۔ ان پر زیتون کی شاخ بنی ہوئی ہے جنپر الفاظ "سا" اور "اتھنین" کندہ ہیں اور جنکا ذکر پہلی مرتبہ بورل اور بعد میں کرٹیس سنے اپنی "تاریخ یونان" (۲، ۲۹۸) میں کیا ہے۔ کارلونز کی تصنیف صفحہ ۲۶ دیکھنا چاہیئے۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ اسکی رائے ہے کہ مثل بہت سے اور سکوں کے یہ بھی دوسری مرتبہ مضروب ہوا تھا۔
کاریہ کے سکوں کے اقسام غالباً ایونیہ کے سکوں سے بھی زیادہ ہیں + جزیرۂ روڈس کے مقابل ساحل پر شہر استیرا میں بابلی معیار کی مطابقت کیجاتی تھی مگر وہاں کا استاتر بجائے ۱۶۹ اگرین کے صرف ۵ء۱۵۹ اگرین کا تھا (ہیڈ ۵۲۱)۔ کنیدوس اور اسکے سامنے والے جزیرہ سنا میں ائی گینہ کے اوزان کا تتبع کیا جاتا تھا۔ مگر جب ۴۱۲ھ ق م میں کیندوس نے ایتھنز کے خلاف علم بغاوت بلند کیا تو اس نے فنیقی اوزان ہی اختیار کر لئے + شہر کامروس کے سکے بھی، جو روڈس کے مغربی ساحل پر واقع تھا ائی گینہ ہی کے نمونے پر ڈھالے جاتے تھے مگر لیدیات یا ئی سوس اور لندوس جو جزیرے کے شمال و مشرق میں واقع تھے، فنیقیہ کا تتبع کرتے تھے + ان ہی کی طرح ہالی کارناسوس نے بھی جہاں غالباً اس سے پیشتر چاندی سکوک نہ ہوتی تھی فنیقی اوزان اختیار کر لئے مگر جزیرۂ کوس میں اٹیکائی معیار کے مطابق سکے بنتے تھے اسلئے کہ اسکے تعلقات ایتھنز کے ساتھ نہایت گہرے تھے۔ یہ امر خاص طور پر قابل غور ہے کہ کاریہ اور تھریس دونوں میں ایتھنز سے علحدگی کے موقعے پر فنیقی معیار اختیار کیا گیا اور اسے ہی فیلقوس اور سکندر اعظم نے خود مقدونیہ میں رواج دیا (ہیڈ ۱۹۶ - ۱۹۷)+ ترمرا کے شاہی سکے غالباً پانچویں صدی کے ابتدائی حصے کے ہیں (ہیڈ - ۵۳۲)

لیسیہ کا شہر فاسےلس کے سکے جو ایتھنز کی لیگ کے شہروں میں سب سے مشرق میں واقع تھا ایرانی معیار کے مطابق ہوتے تھے۔ مگر اسکے برخلاف خاص خطۂ لسیہ کے سکے بابلی اوزان کے مطابق بنائے جاتے تھے مگر کہیں کہیں وہ یوبیہ کے معیار پر بھی اتر آتے تھے +

اس بیان کے آخر میں ہکو یہ کہنا ہے کہ مسطاکلیس نے مگنیشیہ میں ایکائی دو درہم کا سکہ مسکوک کیا +

امور بالا کا لحاظ کر کے ہم مفصلۂ ذیل نتائج اخذ کر سکتے ہیں:-

(۱) سونے کے سکے تو زیادہ سے زیادہ صرف ایتھنز میں پائے جاتے ہیں اور وہ بھی نہایت درجے کمیاب ہیں +

(۲) فنیقی معیار کے مطابق الکترون کے سکے کیزکوس، لیسبوس اور فوکائیا میں پائے جاتے ہیں۔ لمپساکوس کے اوزان ذرا مختلف ہیں ۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ (۳) چاندی کے مفصلۂ ذیل اقسام کے سکّے پائے گئے ہیں۔
معیار آئی گینہ:۔ ائی گینہ، تیوس، کنیدوس، نزسونیز، کامروس۔
معیار ایران:۔ یونتوسی اپولونیا، داردانوس، شکپیس، لیپساکوس، ابی دوس، کولوفون، فاسے لس۔
بابلی معیار:۔ تھاسوس، استیرا، لسبہ۔
یونانی اٹیکائی معیار:۔ ایتھنز، خالکدیس، ائی نوس، تھریس، تھاسوس، سیلمبریا، خالکدون، لیسبوس، کلازومنائے، ۴۲۹ ق م کے بعد ساموس، کوس، لیسبہ۔
فنیقی معیار:۔ ماروسیہ، دکائیا، ابدیرا، کلازومنائے، ایہ تیھراسٹے، خیوس، ساموس، یالی سوس، لندوس۔ خالکدیس کے شہروں اور تھاسوس نے بھی بغاوت کے بعد یہی معیار اختیار کر لیا تھا۔

ان سکّوں کے سوا ایرانی دارائیاں بطور سونے کے رائج الوقت سکّوں کے عام طور پر استعمال کی جاتی تھیں۔ تانبے کے سکّے سب سے پہلے جنگ پیلوپونیز کے اختتام پر ایتھنز میں مضروب کیے گئے (ہیڈ ۳۱۵) اور اسی زمانے میں غالباً مشرقی یونان میں رائج ہوئے۔

اس سے یہ ظاہر ہے کہ سکّوں کے اقسام غیر معمولی طور پر زیادہ نہیں ہیں۔ صرّاف ہر جگہ موجود تھے اور بٹہ لیکر ایک شہر کے سکّوں کو دوسرے شہر کے سکّوں میں تبدیل کر دیتے تھے۔ یہ عام کلیہ سمجھنا چاہیئے کہ ایتھنزیوں کی خواہش تھی کہ اپنے چاندی کے سکّوں کو دیگر بلدیات میں رائج کریں۔ مگر انھوں نے کسی کا حق ضرب سلب نہیں کیا اسلیئے کہ حلفا (اندرونی معاملات میں) بالکل خودمختار تھے۔ اسکے ساتھ ہی یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ ہر ذی اختیار ریاست کیلیئے ضروری تھا کہ وہ سکّے بھی ڈھالے اور ابتدا میں تو صرف وہی ریاستیں سکّے ڈھالتی تھیں جنکے پاس چاندی کی وافر مقدار تھی اور ایسی ریاستیں تعداد میں بہت کم تھیں۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یوبیہ اور ائی گینہ میں اسقدر چاندی کہاں سے آگئی کہ وہاں کے باشندے خود اپنے سکّے مضروب کرنے لگے۔ اسکے متعلق ہم صرف یہ قیاس کر سکتے ہیں کہ لیٹوریوں کا خطہ ایک طرح سے یوبیہ اور ائی گینہ کے درمیان واقع تھا اور غالباً ان خطوں کو وہاں سے بہ نسبت ایتھنز کے زیادہ چاندی ملتی ہوگی۔ جزائر کیکلادیس میں

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ - صرف سفنوس ہی ایسا جزیرہ تھا جہاں دورِ سیادت اتھنز میں چاندی سکوک ہوتی تھی اور اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ بہ نسبت ایشیائے کوچک اور تھریس کے یہ جزیرے ایتھنز کے زیادہ دست نگر تھے اور بظاہر محض ملطہ ہی ایسا جزیرہ تھا جو اپنے آپ کو بالکل ایتھنزی شمار کرتا تھا۔

باب اٹھارہ

ایتھنز بعہد فارقلیس

یونان کی رہبری کا مسئلہ ۔

ایتھنز نے ایک ایسی شہنشاہی کی بنا کی تھی جو نہ صرف وسیع تھی بلکہ اس میں نفیس اور نادر بلدیات بافراط موجود تھے اور جسمیں ایک خاص خوبی یہ تھی کہ اسکے مختلف اجزا کے درمیان دیگر ممالک حائل نہیں تھے بلکہ یہ سب بلدیات سمندر کے واسطے سے متحد ہو گئے تھے + یہ ممکن تھا کہ ایتھنز اپنی قسمت کی یاوری پر قانع ہوجاتا مگر ان مملکتوں کے جنکو اپنی طاقت اور قوت پر ناز ہوتا ہے + اور جنکے لئے قدرت کوئی بیرونی سرحد متعین نہیں کرتی یہ خصوصیت رہی ہے کہ وہ ہمیشہ اپنی سرحد کو وسعت دینے کی کوشاں رہتی ہیں ۔ اور چونکہ ہم کو یہ غلط خیال پیدا ہوجاتا ہے کہ جیسے جیسے انکے حدود وسیع ہو جائینگے ویسے ہی شہنشاہی کی حفاظت بھی آسانی سے ہوسکیگی اس لئے جسقدر دشمن انکے سدراہ ہوتے ہیں اتنا ہی انکے شوق وسعت میں ترقی ہوتی ہے + یہی وہ اسباب تھے جن سے ایتھنز ارض یونان میں اپنے حدود وسیع کرنے کے درپئے رہتا تھا۔ مگر اسکو علم تھا کہ اگر براہ راست اسکی کوشش کی گئی تو اسکے مخالفین کے جوش کی آگ اور بھی زیادہ بھڑکے گی اور اسکی مطلب برآری نہ ہوسکیگی اور اگر وہ دوریائی مملکتوں میں (جو اسپارٹا کی جانب دار تھیں) غیر دوریائی عناصر پر اثر ڈالے گا تو یقیناً اسپارٹا کو خبر ہوجائیگی اور وہ اپنی حفاظت کیلئے مستعد ہوجائیگا + اسکے ماسوا بیوتیہ کی طرح وہ مملکتیں جو دوریائی انسل نہ تھیں صرف ایسی حالت میں ایتھنز کی ہمنوا ہوتی تھیں جب انکے اسپارٹا سے صریح دشمنی ہوتی + ان تمام وجوہ کی بنا پر یہ ناممکن تھا کہ ایتھنز کبھی تمام یونان کا

سیاسی مستقر بن جائے [۱]۔

۱؎ اس کتاب کے پڑھنے والوں پر عیاں ہو گیا ہوگا کہ اس میں عام یونانی طرز عمل یا قومی آرزوؤں اور امیدوں کے باب میں یا ان لوگوں کی تعریف و توصیف میں کچھ نہیں لکھا گیا جنکے متعلق یہ بیان کیا جاتا ہے کہ انھوں نے ارض یونان کو متحد کرنے کی کوشش کی۔ اس ظاہری نظر اندازی کی اصل وجہ یہ ہے کہ اس قسم کے استدلال سے یہ خطرہ پیدا ہوتا ہے کہ موجودہ سیاسی حالات اور واقعات و امکانات قدیم یونان سے وابستہ ہو جائینگے۔ درآنحالیکہ ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ پانچویں صدی ق م کے یونانیوں کا سیاسی تخیل شہری مملکتوں (پولیس) اسے آگے نہیں بڑھا۔ انکے نزدیک زیادہ سے زیادہ کسی پولیس کے سیاسی اقتدار کی توسیع میں صرف یہ گنجائش تھی کہ وہ دیگر بلدیات پر قابو پا جائے مگر کسی ایسے بلدیئے کو اپنی سیاسی شخصیت کا جزو بنانا تو کسی سے قوی شہر کیلیئے بھی بالکل ناممکن تھا۔ اس قسم کا قابو ایتھنز کو حاصل ہو گیا تھا مگر جب اسپر پیلوپونیزیوں کا حملہ ہوا تو یہ اقتدار قائم نہ رہ سکا۔ اسکے برعکس پیلوپونیزیوں نے ایک لیگ بنائی جو دوسروں کو تو مغلوب کر سکتی تھی مگر خود اپنے بچاؤ کی قابلیت نہ رکھتی تھی۔ بوجوہات ہذا اتفاق اور اتحاد کی صرف ایک ہی صورت تھی کہ کیمون اور کالیکراتی دیس کی آرزو کے مطابق ایتھنز اور اسپارٹا کے درمیان ایک محالفہ ہو جائے مگر مثل دیگر بین قومی معاہدوں کے یہ بھی دیرپا نہ تھا۔ پائدار اور مضبوط بندش صرف اسطرح ممکن تھی کہ مفتوحہ شہروں میں جا بجا لشکر متعین کیئے جائیں۔ مگر یاد رکھنا چاہیئے کہ اسپارٹا تھیبز کو اسطرح قابو میں نہ رکھ سکا اور جب ایتھنز مغلوب ہو گیا تو اسپارٹا نے وہاں لشکر رکھنے کی کوشش بھی نہیں کی۔ غرض یہ ہے کہ جب تک یونانیوں میں یونانی خون موجزن تھا اسوقت تک یہ ممکن نہ تھا کہ ایتھنز ہی اس طرز عمل کا آغاز کریں اور پیلوپونیز کو اپنی ماتحتی میں رکھیں۔ ایک حقیقی متفقیت صرف اسی وقت قائم ہو سکتی ہے جب مختلف مملکتوں کے وکلا کو مکمل سیاسی اختیارات سپرد کر دیئے جائیں، مگر پانچویں صدی ق م کی یونانی ریاستیں ایسے سیاسی بندوبست کو نہایت تعجب کی نگاہ سے دیکھتی تھیں جبیں کوئی مملکت اپنے اختیارات قربان کر دے۔ اور وکلا کی تجاویز اسوقت تک قابل نفاذ نہیں سمجھی جاتی تھیں جبتک کہ مختلف مملکتوں نے انھیں فرداً فرداً منظور نہ کر لیا ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ یونانیوں نے کبھی ایسے اتفاق کی خواہش نہیں کی جسکی زمانۂ حالیہ کے قریب قریب ہر ایک قوم آرزومند ہے۔ اور ہمیں یہ کلیہ تسلیم کرنا پڑیگا کہ قدیم یونان میں قومی اتحاد صرف کسی بیرونی

مگر کیا کسی دوسرے طرز سے بھی ایتھنز یونان کا سردار نہیں بن سکتا تھا؟ اس کا جواب فارِقلیس کے عہد میں اسوقت دیا گیا جب ایتھنز نے سیاوت یونان حاصل کرنے کی کوشش کی جسے پلوٹارک مفصلۂ ذیل الفاظ میں بیان کرتا ہے:-

"جب اسپارٹا کو ایتھنز کی روز افزوں قوت اور اقتدار ناگوار ہونے لگا تو فارقلیس نے چاہا کہ لوگوں پر ایتھنز کی اہمیت اور بھی زیادہ آشکارا ہوجائے اور اپنے عوام ایتھنز سے ایک تجویز منظور کرائی جسکا ماحصل یہ تھا کہ یورپ اور ایشیا کے تمام چھوٹی اور بڑی یونانی مملکتوں کے شہری اپنے اپنے نمائندے ایک کانگریس میں بھیجیں جو ایتھنز میں منعقد ہو اور ان سے ان معبدوں کی بحالی کے متعلق استفسار کیا جائے جو ایرانیوں نے برباد کر دیئے تھے اور ان قربانیوں اور چڑھاووں کی بابت مشورہ کیا جائے جنکی یونانیوں نے اسوقت منت مانی تھی جب ایشیائی حملہ آور سرزمین یونان میں موجود تھے + اسکے سوا یہ چونکہ یہ بھی ضروری تھا کہ یونانی باطمینان کامل سمندر پر سفر کرسکیں اسلیئے فارقلیس نے یہ خواہش کی کہ حملہ بحری سال بھی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) خطرے کے مقابلے کے وقت ممکن تھا - اس قسم کا خطرہ جنگ ایران کے سال ہا سال بعد تک نہیں پیدا ہوا اور نہ تو یونانیوں نے اتحاد کی کوشش وقت پر کی اور نہ اسکی کبھی تکمیل ہوئی +

سلطنت ایتھنز کی بنیاد اس اصول پر تھی کہ لیگ شکست نہیں ہوسکتی اور جو ریاستیں اس سے علٰحدہ ہونا چاہیں وہ غدار شمار کی جائیں مگر ظاہر ہے کہ سوائے ایتھنز کے کسی حلیف ریاست نے اس عجیب و غریب اصول کو تسلیم نہیں کیا - بجنسہٖ اسی قسم کا مسئلہ ریاستہائے متحدہ امریکہ میں شمالی ریاستوں اور جنوبی ("متنازعہ") ریاستوں کے درمیان مابہ النزاع تھا - اور جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ خود ہمارے زمانے میں ایک اتحاد کے ارکین نے جنکے حقوق بالکل مساوی تھے اور جنکی آزادی کا ہر ایک معاملے کے تصفیئے کیلیئے پورا لحاظ کیا جاتا تھا یہی نظریہ پیش نگاہ رکھا ہے کہ ہر ایک رکن کو اجازت ہونی چاہیئے کہ جب چاہے متفقہ کی رکنیت سے علٰحدہ ہوجائے تو ہم بآسانی سے یہ تصور کرسکتے ہیں کہ پانچویں صدی ق م کے یونانیوں کو یہ خیال بھی نہ تھا کہ یکجا ہوکر ایک مملکت قائم رکھیں

اسی کانفرنس میں طے پاجائیں + ان امور کی قرارداد کیلئے اسنے دونوں
براعظموں کی تمام بڑی چھوٹی مملکتوں کے وکلا ایتھنز میں طلب کیئے اور اس مقصد کی تکمیل کیلئے
بیس ایسے ایتھنزی سفیر اطراف یونان کو روانہ کیئے گئے جنکی عمر پچاس سال سے متجاوز تھی۔ انمیں سے
پانچ سواحل و جزائر ایشیا، پانچ ہیلیسپونٹ و تھریس مع بائی زنطہ، پانچ بیوٹیہ، فوکس اور
پیلوپونیز اور لوکرس، اکارنانیہ اور امبریسیہ اور پانچ یوبیہ، اوٹیہ اور
خلیج مالیہ اور فطیہ کے اکائیوں اور تھسالویوں کے پاس روانہ کیئے گئے + مگر
چونکہ پیلوپونیزی اس کانفرنس کے اصول ہی کے مخالف تھے اسلیئے اس تگ و دو
کا کچھ بھی نتیجہ نہ نکلا + اس تحریک کے پیش کرنے میں ایتھنزی مدبروں نے نہایت
ہوشیاری کی چال چلی تھی + ایتھنز کو اپنی پرہیزگاری اور اتقا پر ناز تھا اور اسی لیئے
یہ تحریک مذہبی رنگ میں رنگی گئی تھی ظاہر ہے کہ اگر اسپارٹا اسے تسلیم کر لیتا تو
تمام یونانیوں کا ایتھنز ہی کو اپنا مذہبی پیشوا مان لینا کچھ بیجا نہ ہوتا + افسوس ہے
کہ اس واقعے کی صحیح تاریخ کا پتہ چلنا دشوار ہے ۔ بعض مورخ کہتے ہیں کہ
یہ تجویز سنہ ۴۴۴ ق م کے موسم خزاں میں منظور ہوئی تھی ۔ مگر اس سنہ کے مان لینے
میں یہ دقت پیش آتی ہے کہ ایسی تحریک صرف اسوقت کی جاسکتی تھی جب ایتھنز
کو کافی اقتدار حاصل ہو اور بلاشبہ سنہ ۴۴۴ ق م میں ایتھنز کو اسدرجہ اقتدار
ہرگز حاصل نہ تھا + پلوٹارک کے بیان مفصلۂ بالا کے ابتدائی الفاظ سے یہ ہرگز
نہیں پتہ چلتا کہ یہ تیس سال کے امن کے بعد کا واقعہ ہے ۔ اور اگر یہ فرض
بھی کر لیا جائے کہ "ایتھنز کی روز افزوں قوت" محض ادبی مبالغہ آمیزی
کا شگوفہ ہے پھر بھی تجویز کے الفاظ سے ہرگز سنہ ۴۴۴ ق م کا تعین نہیں کیا
جاسکتا + تجویز سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اسوقت تک نہ تو معبدوں کی مرمت
کی گئی تھی اور نہ وہ نذریں گزرانی گئی تھیں جنکی یونانیوں نے منت مانی تھی ۔ اور

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) اور حقیقت تو یہ ہے کہ انہیں اس قسم کے اتحاد کی آرزو ہی نہ تھی + دراصل مقدونیہ کی
فتح یونان اسی اصول کا نتیجہ تھا + میرا یہ بھی عقیدہ ہے کہ عدم اتحاد کیوجہ سے یونانیوں کو کوئی
ایسا نقصان نہیں پہنچا جو اتحاد کی صورت میں نہ پہنچتا ۔ مگر اس مسئلے پر یہاں تفصیل کیساتھ بحث نہیں کیجاسکتی +

یہ قیاس نہایت دشوار ہے کہ یونانی مملکتوں میں کوئی بھی ایسی ہوگی جو چھتیس[36] سال متواتر اسقدر اہم مذہبی معاملے کو معرض التوا میں ڈال رکھے - اور بحری حفاظت کا انتظام تو خود ایتھنز اور اسکے حلیف کرہی چکے تھے + اگر بالفرض ۳۴۴ق م میں ایتھنز ہی کوئی ایسی تحریک پیش کرتے تو اسکا جواب یقیناً یہ ہوتا کہ آپکی خواہش کی تکمیل تو ہو بھی چکی اور اسکی تعمیل تو خود آپ ہی کر چکے ہیں + بدیں وجوہ اغلب ہے کہ یہ واقعہ ۳۴۴ق م سے پیشتر ہی کا ہو اور ممکن ہے کہ فارقلیس کے اقتدار کے ابتدائی زمانے یعنی قریب ۳۶۰ق م کا ہو + خود نفس تجویز سے معلوم ہوتا ہے کہ اسکا پیش کنندہ ایک نوعمر شخص ہے جسکو ابھی تجربے نے یہ نہیں بتایا کہ کسی اہم معاملے کی تجویز اسوقت تک نہیں کرنی چاہیئے جبتک کہ اسکی تعمیل کم و بیش قابل یقین نہ ہو +

ماسوائے امور متذکرۂ بالا کے سفارتوں کی تقسیم بھی نہایت درجہ اہم ہے۔ اول تو دس سفرا ایتھنز کے بحری لیگ کے اراکین کے پاس روانہ کیئے جاتے ہیں - پانچ ان ریاستوں کو جنسے اسپارٹا کے خاص قسم کے تعلقات تھے اور باقی ماندہ پانچ لیگ ہمسائیگان" کے شمالی ریاستوں اور یوبیہ کو + اگر یہ کانفرنس مجتمع ہوتی تو ممکن ہے کہ اسکی وجہ سے خاص خاص یونانی مملکتوں کے درمیان مخالفت کی کوئی صورت نکل آتی جس سے لیگ ہمسائیگان کی اہمیت کم ہو جاتی -

اسی وجہ سے میرا خیال ہے کہ ایتھنز کی یہ چال دراصل اس تحریک کے خلاف چلی گئی تھی جو اسپارٹا نے اپنی لیگ کی بازتنظیم کی بابت کی تھی ہمیں یاد ہے کہ اسوقت اسپارٹا چاہتا ہے کہ ان تمام ریاستوں کو جنپر غداری کا الزام آسکتا ہے خارج کردیا جائے۔ ایتھنز نفی میں جواب دیتا ہے اور کہتا ہے کہ ہمیں فیاض طبیعت اور صاحب ہمت ہونا چاہیئے اور ہر اپنے نئے سب حلفا کو خوش آمدید کہنا چاہیئے - اس واقعے کا تذکرہ باب ۹ میں آچکا ہے + فارقلیس کی سفارتوں کی تقسیم سے یہ صاف ظاہر ہے کہ ایتھنز اپنی مطلوبات کے مطابق عملدرآمد چاہتا تھا - اور اگر ایتھنز کی چال چل جاتی تو آئندہ لیگ میں اراکین کی نصف تعداد تو ایتھنز کے حلیف ہوتے، ایک ربع اسپارٹا کے حلیف

اور باقی اراکین لیگ ہمسائگاں سے لیئے جاتے ۔ اور ظاہر ہے کہ ایسی عضویت اسپارٹا کے پسند نہ ہوتی اسلیئے کہ جب کبھی رائے لینے کا موقعہ آتا تو اسکا پلہ ہمیشہ جھکا رہتا ۔ بہرحال ان تمام باتوں سے یہ تمان ظاہر ہے کہ جنگ ایران کے بعد اسپارٹا اور ایتھنز دونوں نے کوشش کی کہ تمام یونان کے لیئے ایک دستور مرتب کیا جائے خواہ وہ دستور کتنا ہی سست و ضعیف ہو ۔ اسپارٹا یہ چاہتا تھا کہ اسکا مرکز بڑی قوت ہو اور اسے ایتھنز کی جانب سے زک پہنچے ۔ ایتھنز کوشاں تھا کہ اسکا دارومدار اقتدار بحری پر ہو اور اسکا سد راہ اسپارٹا ہو ۔ حقیقت تو یہ ہے کہ قدرت ہی نے تو ان کو ایسا بنایا تھا کہ اسکی ملکتوں میں باہمی اتحاد و اتفاق ہو ہی نہیں سکتا تھا ۔

اس امر کے لیئے کہ فارقلیس یونانیوں پر ایتھنز کی اخلاقی سیادت قائم کرنا چاہتا تھا پلوٹارک کے سوائے کوئی اور سند نہیں ہے ۔ ایلیوسس کے ایک نوشتے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسی مقصد کے حصول کے واسطے ایک اور کوشش کی گئی ۔ اسمیں عوام ایتھنز کی ایک تجویز درج ہے جسمیں سنہ تو دیا ہوا نہیں ہے مگر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ سنہ ۴۴۶ ق م کے بعد کے اور جنگ پیلوپونیز سے پیشتر کی ہے ۔ بعض مورخوں کا قیاس ہے کہ سنہ ۴۳۹ ق م کی ہے اور بعض سنہ ۴۴۳-۴۴۴ ق م کا بتاتے ہیں ۔ اسمیں یہ ہدایت کی گئی ہے کہ ایلیوسس کی دیبی کو ایتھنز ہی اور اسکے حلیف گیہوں کی پیداوار کا ۱/۶۰۰ واں اور جو کی پیداوار کا ۱/۱۲۰۰ واں حصہ بطور نذرانے کے پیش کریں اور اسکا جمع کرنا ایتھنز میں ہو تو ویماریوں اور دیگر بلدیات میں ایلگوسس کے سپرد ہو (دیکھو باب ۱۷) ان احکام کے بعد مفصلۂ ذیل عبارت درج نوشتہ کی گئی ہے ۔ اسکے ساتھ ہی مجلس خاص کو یہ ہدایت کیگئی کہ وہ دیگر یونانی ملکتوں کو بھی اس تجویز کی نقول روانہ کردے اور انکو مطلع کردے کہ ایتھنز ہی اور اسکے حلیف یہ چڑھاوا دیبی کے سامنے چڑھاتے ہیں مگر وہ یہ نہیں چاہتے کہ دیگر یونانیوں پر اسکا بار ڈالیں [یہ غالباً اسلیئے کہ اسکا جمع کرنا ناممکن ہوتا] مگر اسکے ساتھ ہی وہ درخواست کرتے ہیں کہ ڈیلفی کے کاہن کے قول کے مطابق

عملدرآمد کیا جائے اور تمام یونانی شہر ایتھنز کی طرح اپنی اپنی طرف سے نذرانے پیش کریں۔ اسکے ساتھ ہی نوشتۂ مذکور میں اسکا بھی ذکر ہے کہ ایتھنز ہی اپنے ہی اختیار سے چندے کا ایک جزو بطور چڑھاوے کے چڑھائینگے اور جس ریاست کیطرف سے غلہ وغیرہ آیا ہو اس کا نام بھی مشتہر کر دینگے۔ اس تمام تجویز کا مطلب صاف ظاہر ہے کہ ایتھنز کا مقصد تھا کہ تمام یونانی ایلیوسس کے بت خانے کو اپنے مقدس ترین مندروں میں سمجھیں اور اس ذریعے سے ایتھنز کا وقار بڑھ جائے۔ ہمیں اسکا علم نہیں اس تجویز کی کس حد تک تعمیل ہوئی۔ ایسوکراٹیس ضرور کہتا ہے کہ اکثر یونانی ملکتوں نے اپنے غلے کا ۱۰۰واں حصہ ایتھنز روانہ کر دیا۔ مگر ممکن ہے کہ مثل دیگر فقروں کے آیسوکراٹیس نے یہ فقرہ بھی محض اثر پیدا کرنے کیلئے درج کر دیا ہو۔ اسلیئے کہ ایتھنز ی تو یہ ہی چاہتے تھے کہ جسقدر توقیر ایلیوسس کے مندر کی یونانیوں کی نگاہ میں تھی اس سے زیادہ ظاہر کریں۔

خلاصہ یہ ہے کہ ایتھنز نے یونان کا رہنما بننے کی کوشش کی مگر وہ بارآور نہیں ہوئی۔ جو برتاؤ اسنے اپنے حلیفوں کے ساتھ کیا وہ ہرگز ایسا نہ تھا کہ اس سے بے تعلق یونانی اسکے طرف مائل ہو جاتے۔ چونکہ اسکی حکومت ایک خاص دائرے میں محدود تھی جسمیں وہ اپنا اثر قائم رکھتا تھا اسلیئے جو ریاستیں اس دائرے سے باہر تھیں انھیں اس سے مطلق ہمدردی نہ تھی بلکہ اسکے بجائے یہ اطمینان تھا کہ انکی قسمت ایک مطلق العنان شہر کے ساتھ وابستہ نہیں ہے اور انکے نزدیک تو ایتھنز سے اسپارٹا ہی اچھا تھا اسلیئے کہ وہ اپنے حلیفوں سے خراج تک وصول نہ کرتا تھا۔

نوٹ باب ۱۸

اس باب کیلئے اسناد مفصلۂ ذیل ہیں:۔

پلوٹارک: "حیات فارقلیس" فوکارٹ: رسالۂ امور یونانی" ۴ ، ۲۲۵

جسمیں نوشتۂ ایلیوسس کا خلاصہ دیا ہوا ہے + "مجموعہ نوشتہائے قدیمہ ا" تتمہ ۲۷ (ب) + ڈٹنبرگر۔ ۲۰

جس چال کا پلوٹارک (۱۷) نے ذکر کیا ہے اسکے لیئے ا'شمدٹ کی کتاب "دور فارقلیس ا" ۴۴ کا مطالعہ کرنا چاہیئے جسمیں اس واقعے کیلیئے سنہ ۴۴۶ ق م تجویز کیا گیا ہے۔ مگر ڈنکر (۹' ۲۰۰) کا قیاس ہے کہ یہ ۴۴۴ ق م میں اور بوسولٹ کی رائے میں ("تحریک فارقلیس بنا بر اتحاد اقوام یونان") ۴۳۴ ق م میں ہوا ہوگا + تجویز محاصل کیلیئے ڈنکر ۹' ۱۲۶ دیکھنا چاہیئے۔ ایسوکراتیس کا بیان ہے کہ اکثر یونانی شہر اپنے اناج کا ۔ اوان حصہ ایتھنز بھیجتے تھے +

جس نوشتے میں محاصل کا ذکر ہے اسی میں پیلارگی کون کا بھی بیان ہے اور سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان دونوں میں کیا خاص تعلق تھا؟ اسکے لیئے ہمیں یہ سب سے پہلے طے کر لینا چاہیئے کہ ایلیوسس کا مندر کس جگہ واقع تھا + یونانی مورخوں نے اسے "شہر کے نشیبی حصے میں" بتایا ہے اسلیئے یا تو وہ محلہ پیلارگی کون کے قریب ہوگا یا ممکن ہے کہ اس محلے کے اندر ہی واقع ہو + اس کے لیئے ملش ہوفر "ایتھنز" ("نیومیسٹر" "یادگارہائے" صفحہ ۱۹۸) دیکھنا چاہیئے۔ پیلارگی کون کے متعلق یہ قیاس کیا جاتا ہے کہ وہ اکروپولس کے مغرب میں واقع تھا۔ مگر کرتیس کا خیال ہے کہ پیلارگی کون دراصل اکروپولس کی چار دیواری کا نام تھا اور اسی کے نزدیک ایلیوسس کا مندر واقع تھا۔ اس مسئلے کیلیئے بیوتی شر کی کتاب اکروپولس کا مطالعہ مفید ثابت ہوگا + اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ دمیتر دیوتا کی پوجا اور پیلارگی کون میں کوئی نہ کوئی قریب کا تعلق ضرور تھا اور اس کا تعلق یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ پانچویں صدی ق م میں اس دیوتا کی پوجا شہر کے اس حصے میں جسے پیلارگی کون یا پیلاسگی کون کہتے تھے بحیثیت ایک پیلاسگی دیوتا کے ہوتی تھی +

انیسواں باب

ایتھنز بعہد فارقلیس

امور خارجہ اور تدبر

اوراق بالا میں فارقلیس کے تدبر اور ان تعلقات کا کہیں ذکر نہیں جو اپنے یونانی اور غیر یونانی اقوام کے ساتھ روا رکھے اسلیئے اس اثر کی تصویر جو فارقلیس کا ایتھنز ہی امور پر تھا محض ادھوری ہی رہ جاتی ہے + اس ضمن میں خود یونانی ریاستوں کے آپس کے تعلقات کا ذکر اس وجہ سے ضروری ہے کہ فارقلیس کی یہ خواہش تھی کہ اگر سب ریاستیں نہیں تو کم از کم وہ ہی ریاستیں جو اصولاً ایتھنز کے مدمقابل ہوں اسکے زیر اثر آجائیں +

سب سے پہلے تو مشرق کو لیجیئے + سلطنت ایتھنز کا رخ مشرق ہی کی طرف تھا اور اس کا قدرتی تعلق مشرقی ممالک ہی سے تھا - مگر یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ ایتھنز کی شہنشاہی میں صرف ساحلی بلدیات ہی شامل تھے اور اسکے دائرہ اثر سے باہر یا تو یونانی اشرافیتیں تھیں یا نیم یونانی یا غیر یونانی مملکتیں یا ایسے شہر تھے جو فاصلے کے سبب سے ایتھنز کے زیر اقتدار نہ آسکتے تھے +

تھسلی اور ایتھنز کے تعلقات میں ہمیشہ اتار چڑھاؤ ہوتا رہتا تھا + ہم پڑھ چکے ہیں کہ ایتھنز کی فوج میں ایک تھسالوی رسالہ تھا - مگر اسکے ساتھ ہی جنگ تناگرہ اور دیگر واقعات سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ تھسالوی سپاہی ہمیشہ وفادار نہ رہے تھے (جلد ۱ صفحہ ۴۱۸) اور اس قوم پر ایتھنز کلیتاً بھروسہ نہ کر سکتے تھے + اس نقیض کی دو وجہیں تھیں - ایک تو یہ کہ ایتھنز میں

عمومیت اور تھسلی میں اشرافیت کا دور دورہ تھا اور فطرتاً ایک دوسرے کے مقابل تھے
اور دوسرے بیوٹیوں اور فوکیسیوں کی باہمی دشمنی تو تھی ہی تھسالوی عرصۂ دراز سے
دونوں کے مخالف تھے اور فوکسی ایتھنزیوں کے دوست تھے اور چاہتے تھے
کہ وہ دیلفی کا ہن اور اسپارٹا کے گزند سے محفوظ رہیں۔ مگر مشکل یہ تھی کہ ایتھنز
اور فوکس کے روابط کے بڑھنے سے تھسالوی ناراض ہوجاتے تھے۔ اسیوجہ
سے ایتھنز اور تھسلی کے تعلقات عمیق نہ تھے۔ حقیقت یہ تھی کہ ایتھنزیوں
کو تھسلی سے صرف شمالی سرحد کی حفاظت کرانی مقصود تھی اور ظاہر ہے کہ تھسلی
کو اسکی نگہداشت خود اپنی حفاظت کیلئے بہرحال کرنی پڑتی تھی۔

مقدونیہ میں صورت حال بالکل مختلف تھی۔ ایتھنز اور مقدونیہ کے تعلقات
دیرینہ تھے اور جیسے شاہ سکندر کے آبا و اجداد ایتھنزیوں کے رفیق تھے ویسے ہی
وہ بھی انکا حلیف تھا۔ اور جنگ ایران میں اسکی کوشش ہمیشہ یہ ہی رہی کہ وہ ایتھنز
کے ساتھ عمدہ تعلقات قائم رکھے۔ اسکے تخت پر بیٹھنے سے پہلے خاندانی
تنازعات کی وجہ سے سلطنت کے ٹکڑے ہو گئے تھے۔ مگر اس نے چوالیس سال
(۴۹۸ ق م تا ۴۵۴ ق م) اکے طول طویل عہد حکومت میں نہ صرف ملک کے مختلف
حصوں کو اپنے ماتحت کر لیا بلکہ پایونیوں، لنکستیوں اور اورستیوں سے اپنی
سیادت تسلیم کرالی۔ مگر مشکل یہ تھی کہ جسقدر شاہ سکندر مرکزیت پسند تھا اتنا ہی
زیادہ عمائد ملک اور مقدونوی قوم میں نفاق کا مادہ بھرا ہوا تھا۔ اور اسکی موت
کے بعد سلطنت کے پھر ٹکڑے ٹکڑے ہوگئے۔ مغربی حصہ جو رقبے میں دیگر حصص سے
بڑا تھا پرڈکاس کے پاس پہنچا اور مشرقی حصے کا مالک فیلقوس ہوگیا۔ باقی مغربی حصے
میں قوم الیمیوتیوں کا حکمران ان دونوں کا چچازاد بھائی درداس بن گیا۔ یہ وہی
درداس ہے جس سے فارقلیس اور اسکے بعد کے ایتھنزی مدبروں کو تعلقات
قائم کرنے پڑے۔ مقدونیہ مغربی تھریس کے ان شہروں کے عقب میں واقع
تھا جنکے ایتھنز سے دوستانہ مراسم تھے۔ اور مقدونوی فرمانرواؤں کا ہمیشہ
یہ ہی میلان رہا کہ وہ سواحل کو اپنے دست نگر کرلیں۔ اسی وجہ سے دونوں ملکوں
کے تعلقات خواہ دوستانہ ہوں خواہ دشمنانہ، ہمیشہ معروف و مصرح رہتے تھے۔

ایتھنز اور مقدونیہ کے تعلقات کی طرح وہ تعلقات بھی نہایت اہم تھے جو ایتھنز مقدونیہ کے شمالی ہمسایوں یعنی تھریسیوں کے ساتھ روا رکھتا تھا۔ یہ لوگ ابتداً یونانیوں ہی کے ہم نسل تھے مگر انکے اب کئی ٹکڑے ہو گئے تھے جنمیں سے اودریسی دیگر تھریسیوں سے زیادہ طاقتور تھے۔ ان اودریسیوں کے بادشاہ تیریس نے ایک بڑی سلطنت کی بنیاد ڈالی جو دہانۂ دریائے ڈینیوب سے بجانب جنوب شہر سالمیدیسوس تک جو بحر اسود پر واقع تھا اور بجانب غرب جزیرۂ تھاسوس کے مقابل جبل رھوڈوپ تک چلی گئی تھی۔ مگر اس تیریس کے انتقال (سنہ ۳۵۸ ق م) کے بعد اسکے بیٹوں یعنی ستالکیس اور سپارادوکوس نے سلطنت کو آپس میں تقسیم کر لیا۔ بلاشبہ تھریسی اقتدار ان یونانی شہروں کیلئے باعث فکر تھا جو ابدیرا سے مشرق کی جانب واقع تھے (مثلاً مارونیہ، ائینوس، بلدیات پروپونتس تا شہر بائی زنطہ)۔ مگر چونکہ تھریسیوں کا مطمح نظر یہ نہ تھا کہ وہ ساحلی علاقے پر قبضہ کریں اور نہ وہ اپنے ہمسایوں (مقدونیوں) کے برابر متمدن ہی تھے لیلئے ان کی طرف سے یونانیوں کو اس خطرے کا زیادہ احساس نہ تھا۔

ایتھنزیوں نے یہ مناسب سمجھا کہ مقدونیوں سے دوستانہ تعلقات پیدا کریں تاکہ انکی مدد سے وہ ان دشمنوں کا توڑ کر سکیں جو بوجہ قرب کے ان سے زیادہ خطرناک تھے، اور یہ سوچ کر انھوں نے پرو کاس سے مراسم پیدا کرنے چاہے۔ چونکہ فیلقوس سے انکو یہ خوف تھا کہ وہ قریب کے سونے کی کانوں پر قبضہ کریگا اسلیئے اس ضلع میں انھوں نے نوآبادیاں قائم کرنی شروع کیں جنمیں سے ایک شہر بریا بھی تھا اس شہر کے صحیح موقعے کا تو ہمکو علم نہیں مگر ایک نوشتے سے اس کی آبادکاری کا پتا چلتا ہے۔ پے درپے کوششوں کے بعد اسی علاقے میں سنہ ۴۳۷ ق م میں ہاگنون نے دریائے استریمون کے کنارے شہر امفی پولس اسی مقام پر آباد کیا جسے پہلے اینیا ہودوئے کہتے تھے[1]۔

---

[1] باب ۹۔ امفی پولس کے موقع اور آبادی کیلیئے بوسولٹ ۲، ۱۰۱، ۱۳ وغیرہ اور گروٹیس کی "تاریخ یونان" ۲ (۶)، ۲۰۰ اور ۱۳۸ دیکھنا چاہیئے۔

تھریس اور مقدونیہ کے اندرونی معاملات روز بروز زیادہ پیچیدہ ہوتے گئے جس سے ایتھنز یوں کو سخت تردد ہوا۔ سب سے پہلے توستالکیس اور سپارادوکوس کے درمیان جنگ چھڑ گئی اور موخرالذکر کو اشکیشیہ بھاگ جانا پڑا جہاں اسکا بھتیجا اولنا ماساداس حکمران تھا۔ مگر چونکہ خود اولنا ماساداس نے اپنے سوتیلے بھائی سکیلیس کو تخت سے اتار کے تھریس بھاگ جانے پر مجبور کر دیا تھا اسلئے اسے سپارادوکوس کو اشکیشیہ میں بھی پناہ نہ ملی بلکہ ستالکیس اور اولنا ماساداس نے آپس میں ایک عہد نامہ کرکے اپنے اپنے پناہ گزیں کو ایک دوسرے کے حوالے کر دیا۔ ان ترکیبوں سے ستالکیس نہایت طاقتور ہوگیا اور طوسی دیدش کا بیان ہے کہ اسنے اپنا دائرہ اثر بائی زنطہ سے دریائے استریمون تک پھیلا لیا[۲] اور خود ایتھنز یوں کو اس سے مخالفہ کرنا پڑا۔ اسنے ابدیرا کی ایک یونانی عورت سے شادی کی تھی اور اسکا نسبتی بھائی جو اس کے دربار میں دیگر امرا سے زیادہ ذی اثر تھا، ہمیشہ تھریس اور یونان کے درمیان خوشگوار تعلقات قائم کرنے کا کوشاں رہتا تھا۔

بجنسہ اسی قسم کا سیاسی تموج مقدونیہ میں بھی پیدا ہوا جہاں پردکاس نے فیلقوس کو شکست دیکر دداس کی سلطنت الیمیوتس بھاگ جانے پر مجبور کیا۔ ابتدا میں توپردکاس اور ایتھنز کے تعلقات اچھے تھے مگر جب اسنے فیلقوس کا ملک فتح کرلیا اور ایتھنز یوں کا ہمسایہ ہوگیا تو انھوں نے اسے اپنی راہ ترقی میں حائل سمجھکر اسکے لیئے خود مقدونیہ ہی میں مشکلات پیدا کرنے کا تہیہ کرلیا۔ مگر بمقابلہ مقدونیہ تھریس میں اس قسم کی تدابیر آسانی سے کارگر ہوسکتی تھیں اور گو ابتدا میں تو نمفودوروس کے تعلقات ایتھنز سے شگفتہ نہ تھے مگر رفتہ رفتہ اسکا میلان طبع بدلگیا اور تھریس ایتھنز کا حلیف بنگیا[۳]۔

---

[۲] طوسی دیدش ۲، ۲۹، ۹۶-۹۸۔

[۳] ڈنکر ۹، ۲۹۹ کا خیال ہے کہ نمفودوروس ابتدا ہی میں ایتھنز کا طرفدار ہوگیا تھا مگر طوسی دیدش کہتا ہے کہ تھریس اور ایتھنز میں اسی وقت مخالفہ ہوا جب ایتھنز اور کورنتھ

چونکہ یونانی ساحلی بلدیات خشکی کی طرف سے قلعہ بند تھے اور بحری حملے کیلئے مقدونیوں اور تھریسیوں کے پاس خاطر خواہ بیڑا نہ تھا اس لیئے اونکو ان کی جانب سے بہت کم نقصان پہنچ سکتا تھا۔ تھریسی خرسونیز اور ایشیائے کوچک کے درمیان درۂ دانیال واقع ہے اور اس آبنائے میں ایتھنز یوں کی دلچسپی کے متعدد سامان موجود تھے۔ مثلاً انشین کے غلّے کی تجارت میں اسکا بہت بڑا حصہ تھا اور انکو یہ پسند نہ تھا کہ اس سمندر کا پیش خیمہ یعنی پروپونٹس کسی اور دولت کے قبضے میں ہو۔ اور اسی وجہ سے سولن ہی کے زمانے میں اس بحری گذرگاہ کے ایشیائی ساحل پر سگیوم نوآبادی قائم کرکے اپنا اثر پیدا کر لیا تھا اور ملتیادیس فاتح مارا تھون خاندان اپنی سسترا توس اور ایتھنزیوں کی اجازت سے خرسونیز کا خود سر حاکم ہوگیا تھا۔ بالآخر پانچویں صدی ق م میں یہ جزیرہ نما پھر سلطنت ایتھنز میں شامل ہوگیا اور اب ایتھنزی آبنائے میں ہوکر باطمینان تمام انشین جا سکتے تھے جسکے دونوں ساحلوں پر یونانی نوآبادیاں پھیلی ہوئی تھیں اور ان میں سے اکثر کو ایتھنزی ملطی اور اپنا ہم نسل خیال کرتے تھے۔ چونکہ بحر اسود میں کوئی ایرانی بیڑا تھا ہی نہیں جسکی مقاومت کے لیئے ایتھنز کی بحری مدد درکار ہو؛ اور اندرونی دشمنوں سے توان شہروں کو بہرحال بلاامداد غیرے لڑنا ہی تھا، اسی سبب سے ان بلدیات نے ایتھنز کو خراج ادا کرنا فضول سمجھا اور ایتھنزی بحری لیگ سے یہ علیحدہ ہی رہے۔ خود ایتھنز نے بھی اسکی زیادہ پرواہ نہیں کی اسلیئے کہ اگر یہ شہر اسکی لیگ میں شامل ہوجاتے تو ایتھنز کو بحر اسود میں اپنے جہاز رکھنے پڑتے۔ مگر ساتھ ہی انشین میں اپنی قوت وجبروت کا مظاہرہ کرنا بھی ضروری تھا اور ۴۷۹ ق م میں اس سمندر کو ایک بیڑا روانہ کیا گیا جسکا سپہ سالار ارسطیدش تھا۔ بلکہ روایت ہے کہ وہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) کے درمیان تفریق بڑھ گئے۔ دیموس تھینس (اشراقیات ۱۰۳) کے نزدیک ایتھنزیوں کا طرز عمل یہ تھا کہ غیر یونانی اقوام کو ایک دوسرے کے خلاف کرنے کی کوشش کی جائے۔

اسی سفر کے دوران میں مر بھی گیا[۴]۔ اس واقعے کے بعد افستین کا ذکر بہت کم سننے میں
آتا ہے اسلیئے کہ کیمون کی مصروفیت کیلئے ان اطراف میں جہاں سچ مچ کی لڑائی
جاری تھی بہت کافی مواد موجود تھا۔ مگر جب فارقلیس برسر اقتدار ہوا تو شمالی
و مشرقی ممالک کی اہمیت پھر تازہ ہوگئی۔ اور اسکا سب سے پہلا کارنامہ یہ ہے کہ
اسنے خرسونیز کو بیرونی حملہ آوروں کے دست برد سے محفوظ کرنے کے لیئے
اول تو ۱۰۰۰ اکلیروخ آباد کیئے اور پھر تھریسی قزاقوں کے مدافعت کیلئے خاکنائے
کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک ایک دیوار تعمیر کرکے اسے قلعہ بند
کردیا[۵]۔ اسکے بعد افستین والوں کو مرعوب کرنے کیلئے اسنے ایک موقع کا فائدہ اٹھاکر
ایتھنز کی قوت و اقتدار کی نمایش کی۔ ہوا یہ کہ اسنوف کے چند باشندے
اپنے خود سر حاکم تمیسی لاؤس کے خلاف ایتھنز سے امداد کے خواہاں ہوئے
اور انکی مدد کرنے کے لیئے فارقلیس بحر اسود گیا۔ واضح ہو کہ بہ نسبت بحیرۂ روم کے
ایتھنز کیلئے اس سمندر کا سردار اعلٰے بننا زیادہ آسان تھا اسلیئے کہ وہاں تو فاسیلس
کے مشرق میں ایرانی جنگی جہازوں سے ملنے کا خطرہ تھا مگر یہاں ایرانی بیڑا تھا ہی
نہیں۔ بہرحال اس مہم کا خاطرخواہ نتیجہ نکلا۔ فارقلیس کے ساتھ لاماخوس کچھ
عرصے تک اسنوف میں رہا اور ۶۰۰ ایتھنزیوں کو وہاں اراضیات مل گئیں۔
زمانۂ مابعد میں شہر امی سوس کو (جو دریائے ہالیس کے دہانے پر واقع تھا) ایتھنزی
نوآبادی بتایا جاتا تھا اور اسی وجہ سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے اسی زمانے میں
وہاں بھی ایتھنزی آبادکار پہنچ گئے ہونگے۔ چونکہ بحر اسود کے شمالی ساحل پر
غلہ بافراط پیدا ہوتا تھا اسلیئے جنوبی ساحل کے معاملات اسقدر اہم نہ تھے جتنے
شمالی ساحل کے معاملات اور اس غلے کی تجارت پر لائی اُس کیلئے نہایت اہم
تھی۔ یوں تو وہاں کا ہر یونانی شہر غلے کی تجارت کا بازار بنا ہوا تھا مگر پانتی کاپیوم

---

[۴] پلوٹارک: "ارسطیدیش" ۲۶۔
[۵] پلوٹارک: "فارقلیس" ۱۹ اسکا ڈنکر ۹، ۱۰۹ اور ۸، ۲۶۰ سے مقابلہ کیا جائے۔

(موجودہ کرچ) جو خاکنائے کریمیہ پر واقع تھا مدت دراز تک اس تجارت کا مرکز بنا رہا[۱]۔ ۴۳۸ ق م تک میتی لینہ کا خاندان آرخیاناکتیان اسپر حکمران تھا اور اسکے بعد اسپار توکوس اور اسکا خاندان سر پر آرائے حکومت ہوا۔ خود پانتی کاپیوم میں ان حکمرانوں کا درجہ محض عمال کا تھا مگر شہر کی حدود سے باہر وہ بادشاہ کہلاتے تھے اور قوم اسکیت کے ملک کے ایک وسیع حصے پر حکومت کرتے تھے۔ پانتی کاپیوم کے ذریعے سے قوم اسکیت کے ساتھ بھی ایتھنز کے تعلقات قائم ہوگئے۔ (دلچسپ نکتہ یہ ہے کہ) پنج سالہ سے ایتھنز کی خدمت میں ۱۲۰۰ اسکیت غلام تھے جن سے کوتوالی بلدہ اور جلادی کا کام لیا جاتا تھا۔ اور زمانۂ مابعد میں اس تعداد میں مزید اضافہ بھی ہوگیا۔ ایتھنز اور پانتی کاپیوم کے تعلقات عرصۂ دراز تک نہایت گہرے رہے اور اس شہر نے ایتھنزیوں کو یہ اجازت بھی دیدی کہ بمقام تھیاڈوسیا جو اسکا مقبوضہ تھا خود اپنا بندرگاہ تعمیر کریں جس سے انکی آمدنی میں ایک تالنت سالانہ کا اضافہ ہوگیا۔ چوتھی صدی ق م کے ابتدائی ایام میں بھی اسپارتوکوس کے جانشین سانیروس اور لیوکون دیگر یونانیوں سے زیادہ ایتھنزیوں کا لحاظ کرتے تھے۔ اسکے ساتھ ہی یہ بھی قابل لحاظ ہے کہ دونوں شہروں کے درمیان غلے کے سوائے دیگر اشیاء کی تجارت بھی جاری تھی مثلاً ایتھنز میں پانتی کاپیوم سے مچھلی، چمڑے اور غلاموں کی درآمد ہوتی تھی اور موخر الذکر شہر کے تجار یہاں سے شراب، تیل، ظروف گلی اور دیگر مصنوعات لیجاتے تھے۔ بہت سے ایتھنزیوں نے پانتی کاپیوم کو اپنا مسکن بنالیا تھا اور جیسے ایک سال پیشتر انکے تعلقات تھریسیوں سے قائم ہوگئے تھے ویسے ہی اب اسکیتیوں کے ساتھ بھی شادی بیاہ کا سلسلہ قائم ہوگیا۔ اور اگر طوسی دیدش غلط نہیں تھر سی تھا تو دیموس تھنیس کی پردادی بھی ایک اسکیت عورت کی بیٹی تھی[۲]۔

---

[۱] ایتھنز اور اس خاکنائے کے آپس کے تعلقات کیلئے بوسولٹ ۲/۲، ۳ ، ۵ تا ۲ ، ۵۵ دیکھنا چاہیئے۔

[۲] ائیس چیلوس ۱۷۱۔ مقابلہ کرو تھریوں :: کریمیہ میں یونانی نو آبادیاں" نائنی ۱۸۷۵ء صفحہ ۵۲

بحر اسود کی تجارت کی اہمیت کا اس واقعے سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ سنہ ۴۱۱ ق م میں الکبیادیس نے بحیثیت ایتھنز ہی سپہ سالار کے ان تمام جہازوں پر جو بحر اسود سے نکلتے تھے دس فیصدی کا محصول عائد کیا جو کالکدون کے مقبوضہ شہر کریسوپولس میں لیا جاتا تھا۔ مورخوں کا عام طور پر یہ خیال ہے کہ یہ جدید محصول نہ تھا بلکہ زمانۂ دراز سے کریسوپولس میں ایتھنز ہی محاصل وصول کرتے تھے۔ مگر یہ امر قابل غور ہے کہ اسباب کی قیمت پر دس فیصدی بہت بھاری محصول ہے اور عام طور پر اس قدر محصول نہیں لگایا جاتا۔ پونٹس کا وہ غلہ جسکی بالی زنطہ میں درآمد ہوتی ہو اس قاعدے سے مستثنیٰ تھا اور اسطرح بالی زنطہ کو دیگر بلدیات پر ایک خاص فوقیت حاصل تھی[1]۔

اب ایشیائے کوچک اور جنوب و مغربی بحیرۂ روم کو لیجئے۔ یہاں سب سے پہلے تو جزیرۂ قبرص ملے گا جسکے قبضے کی بہت سی مملکتیں متمنی تھیں اور جہاں کے باشندے بے شمار بولیاں بولتے تھے ہمیں اسکا بہت کم حال معلوم ہے کہ فارقلیس کے زمانے میں ایتھنز اور قبرص کے تعلقات کیسے تھے اس سے ہم یہ نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں کہ غالباً فارقلیس نے قبرص کے معاملات میں دست اندازی نہیں کی اور شاہ ایواغورث کے حالات سے ہمیں یہ پتہ ضرور چلتا ہے کہ اس جزیرے میں یونانی تہذیب برابر قائم رہی اور یونانی قومیت کے احساس میں کسی قسم کی کمی واقع نہیں ہوئی۔

مصر میں بھی فارقلیس نے ایتھنز کا اقتدار دوبارہ قائم کرنے کی کوشش کی۔ اسکا مطمح نظر یہ تھا کہ ایران سے عمدہ تعلقات پیدا ہوں اسلیئے وہ مصر میں کسی قسم کی ریشہ دوانیاں جائز نہ رکھ سکتا تھا۔ اور اسنے ایتھنزیوں کو مصر کی پیچیدگیوں میں الجھنے سے برابر باز رکھا۔ بہر نوع ان ممالک سے عمدہ تعلقات کی اہمیت اس سے ظاہر ہوتی ہے کہ سنہ ۴۴۶-۴۴۵ ق م میں بسامطیق شاہ لیبیا نے ایتھنزیوں کو ۳۰۰۰۰ بشل[*] گیہوں کا نفیس تحفہ

---

[1] بوسولٹ ۲ / ۱۰۱۵۔

[*] ایک بشل ۳۲ سیر کا ہوتا ہے اسطرح ۳۰۰۰۰ بشل = ۲۴۰۰۰ من
(مترجم)

پیش کیا۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دونوں ملکوں کے تجارتی تعلقات قابل لحاظ تھے۔ اس میں شبہ نہیں کہ ایتھنزیوں کو اس میں زیادہ نفع تھا کہ وہ مصر کو تجارتی حیثیت سے جائیں بہ نسبت اسکے کہ وہ بیکار ایران کی سلطنت کا حصّہ چھیننے کی کوشش کریں + اسکا ثبوت ایرانی ایتھنز کے سیاسی کشیدگی کو ہمیشہ کمزوری ہی سے تعبیر نہیں کرتے تھے زوپیروس کے قصّے سے پایا جاتا ہے + یہ زوپیروس اسی میگا بیزوس کا بیٹا تھا جسکے ہاتھوں ایتھنزیو نے مصر میں شکست کھائی تھی اور اپنے ہمنام زوپیروس کا پوتا تھا جس نے محض اپنی جان نثاری کی وجہ سے داریوش کا شہر بابل پر قبضہ کرا دیا تھا۔ خود میگا بیزوس کو شہنشاہ اردشیر نے معزول کر دیا تھا اور اب زوپیروس نے اسکے خلاف علمِ بغاوت بلند کر دیا۔ مگر اسے ملک سے بھاگ جانا پڑا اور قریب سنہ ۴۴۰ ق م میں وہ ایتھنز آگیا[۹] + یہ واقعات ما قبل کا عجیب وغریب تضاد ہے کہ پہلے تو یونانی فرما نروا اور سپہ سالار ایران میں پناہ گزیں ہوتے تھے مگر اس مرتبہ یہ واقعہ پیش آتا ہے کہ طبقۂ اعلیٰ کا ایک ایرانی بھاگ کر اس امید پہ ایتھنز آتا ہے کہ ممکن ہے کہ جمہوریہ ایتھنز پھر اسے برسرِ اقتدار ہو جانے میں مدد دے + اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایتھنز اور اسکی سلطنت کو بحیرۂ روم کے ساحلی ممالک ایران کا ہم پلّہ سمجھنے لگے تھے۔ مگر قسمت نے زوپیروس کا ساتھ نہیں دیا + وہ ایک ایتھنزی فوج سمیت کاریہ کے شہر کاؤنوس گیا جو ایتھنز سے باغی ہو گیا تھا اور وہاں لڑائی میں مارا گیا۔ اس واقعے سے

---

[۹] مصر کے معاملات اور غلے کے تحفے کے قصّے کیلئے پلوٹارک کی "حیات فارقلیس" (۲۷) اور فیلوخوروس (جزو ۹۰) اور ہیروڈوٹس (۳، ۱۶۰) اور تیسیاس ("ایرانیاں" ۴۳- ۴۴) سے مدد لی جائے۔ بعض مورخ کہتے ہیں کہ اس بادشاہ کا نام بسامطیق نہیں بلکہ امیر تائیوس تھا + ڈنکر نے تمام اجزا کو یکجا کر کے ایک تصویر تیار کی ہے جو ایک نادر ایجاد کی حیثیت سے عجوبۂ روزگار ہے + جو سکے نوکراتیس میں پائے گئے ہیں انہیں ایک خاص تعداد پانچویں صدی ق م کے ایتھنز کے سکوں کی ہے جس سے ایتھنز اور مصر کے گہرے تعلقات کا پتہ لگتا ہے اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ مصر سے ایتھنز کو غلے کی برآمد ہوتی تھی

پتہ چلتا ہے کہ ایران اور ایتھنز کے درمیان محض جزوی معاملات پر جھگڑے ہوتے رہتے تھے۔ مگر ان جھگڑوں سے عام فضائے امن میں خلل نہیں پڑتا تھا۔

اب مغرب کی طرف آئیے جہاں اٹلی ایتھنز کے اثر کا تماشہ گاہ بنا ہوا تھا افسوس ہے کہ اسکے متعلق ہمارے پاس کافی ذخیرۂ معلومات موجود نہیں ہے اسلئے کہ قدما نے اپنی عام طرز کے مطابق یا تو محض واقعات کے اعادے پر ہی اکتفا کیا ہے ورنہ ان سے محض خطابی اور اخلاقی نتائج اخذ کیئے ہیں۔ اور انکی تحریروں میں اس قسم کے معاملات مثلاً مختلف ریاستوں کے آپس کے تعلقات' نذر و تدابیر' رسل و رسائل' عہد نامجات وغیرہ کا ذکر بھی نہیں جو مورخ کے لیئے نہایت اہم ہیں بلکہ وہ مختلف ملکوں کے باہمی تجارتی تعلقات کا بیان بھی نہیں کرتے۔ اور ان کے متعلق معلومات کا تنہا ماخذ آثار قدیمہ اور چیدہ چیدہ بیانات ہیں۔ مثلاً تمسطاکلیس کی مشہور دھمکی سے کہ اگر ایتھنز ہی مغلوب ہو گئے تو سب کے سب سیبارس میں جاکر آباد ہو جائینگے یہ پتہ چلتا ہے کہ ایتھنز اور اٹلی کے درمیان دیرینہ تعلقات تھے اور ان کا ثبوت اس اثر میں بھی پایا جاتا ہے جو ایتھنز نے نیاپولس میں پیدا کر لیا تھا۔ مثلاً جب ایتھنز کی سپہ سالار دیوتی مس صقالیوں کے ساتھ برسرپیکار تھا تو اسنے نیاپولس میں ایک مذہبی میلے کی بنیاد ڈالی[1]+ گو عام خیال یہ ہے کہ یہ واقعہ جنگ پیلوپونیز کے بعد کا

[1] ڈرواسن: "ایتھنز اور دیار مغربی" برلن ۱۸۸۲ء۔

[2] تمائیوس (۹۹م) جسکا اقتباس تزیتزیس کی تفسیر لیکوفرون میں درج ہے واضح ہو کہ عہدہ لمپادو ڈرومی صرف ایتھنز ہی میں پایا جاتا ہے (ہیوسانیاس ۱، ۳۰، ۲- ہیومیئسٹر "یادگارہائے" زیر بحث "فالکین") مگر یہ مسئلہ کہ تمائیوس نے مبالغہ تو نہیں کیا ہے اسوقت تک زیر بحث ہے۔

[+ یہ اس تہوار کا نام تھا جسمیں پجاری ہاتھ میں مشعلیں لیکر دوڑتے تھے۔ اس لفظ کے لغوی معنی "مشعل دوڑ کے ہیں" ۔ مترجم]

مگر اسمیں شبہ نہیں کہ نیاپوس پر ایتھنز کا عرصہ دراز سے اثر ہوگا ورنہ محض ایک ایتھنزی سپہ سالار کا مقرر کیا ہوا تھوار اسقدر زمانے تک برقرار نہ رہتا۔ اسیطرح تھوریی کے سکوں کی طرح نیاپوس کے سکوں پر اتھینا دیبی کو نتھی خود کے بجائے ایتھنزی خود پہنے ہوئے نظر آتی ہے ایتھنز اور مغربی ممالک کے تعلقات ابتدا میں تو محض تجارتی ہی تھے اور ایتھنز ظروف گلی کے عوض غلے اور ایٹوریہ کی دھات کی اشیاء کی درآمد کرتا تھا۔ مگر پانچویں صدی ق م کے وسط میں ایتھنزیوں نے تھوریئی کی بنیاد ڈالکر اٹلی میں مستقل سیاسی قدم جمالیا'

کو سیبارس قریب پچاس سال پیشتر ہی برباد ہوچکا تھا مگر اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ اسکے باشندوں کا جذبۂ قومیت بھی مفقود ہوچکا تھا۔ تاریخ عالم میں اس قسم کی مثالیں کثرت سے ملیں گی کہ ایک شہر یا ملک تو تباہ ہوگیا ہو مگر اس کے باشندوں میں احساس قومیت اور یکجہتی برقرار ہو مثلاً اسپارٹا کی قبضہ ہونے کے بعد بھی میسنیہ کے باشندوں میں برابر جذبۂ شہری قائم رہا۔ اور زمانۂ حال میں ملک پولستان کی مثال بدیہی ہے جہاں ملک کی تقسیم کے بعد بھی پولستانیوں کی قومیت مردہ نہیں ہوئی۔ غرض سیبارس کے اکثر باشندے بحیرۂ تیرینیہ کے ساحلی اضلاع مثلاً لاوس' سکدروس' پوسید ونیہ وغیرہ بھاگ گئے اور وہاں اپنے پرانے شہر کی فتح اور اسے دوبارہ آباد کرنے کے منصوبے کرنے لگے۔

۴۵۳ ق م میں ان جلاوطنوں کے ورثا نے پرانے شہر کے موقع کے قریب ہی ایک نیا شہر آباد کیا' مگر کروتوں کے باشندوں نے انھیں وہاں سے بھی نکال دیا جب انھوں نے یہ دیکھا کہ اپنی کمزوری کی وجہ سے بلا امداد غیرے بیرونی حملوں کی کماحقہ مدافعت نہیں کرسکتے تو انھوں نے باہر کا دروازہ کھٹکھٹانا شروع کیا۔ اسپارٹا نے تو انکی صدا پر توجہ نہیں کی مگر ایتھنز نے وعدہ کیا کہ وہ انکے واسطے ایک نیا شہر آباد کرادیگا۔

ایتھنز میں اس قسم کی مہم سر کرنے کی خاص اہلیت تھی اسلیئے کہ شہر سیرس میں جو اسپارٹا کے نزدیک ہی تھا یا لاس دیبی کا بت نصب تھا اور ضلع سیرس میں خصوصاً اور جنوبی اٹلی میں عموماً ایتھنز کا لحاظ کیا جاتا تھا۔ اسکے سوا ملطہ اور

سیباریس کے آپس کے تعلقات نہایت عمدہ تھے اور ملطہ اور ایتھنز کا معاملہ گویا
واحد تھا۔ ایتھنز کا تیسرا امتیاز یہ تھا کہ تجارتی معاملات میں اسے خاص فوقیت
حاصل تھی اور وہ سیباریس سے شہر کی تجارتی اہمیت کو خوب سمجھ سکتا تھا۔ گو اسی
زمانے میں اطالوی قبائل نے اپنی قوت کا اچھی طرح اندازہ کر لیا تھا اور وہ پہلے سے
زیادہ خطرناک ہوگئے تھے، اور لوکانیوں کی قوت بھی روبہ ترقی تھی مگر ان تمام
مشکلات کے ساتھ ہی ایتھنز کی نظر میں سیباریس کا مستقبل نہایت اہم اور شاندار
تھا اور اسنے اس شہر کی دوبارہ آبادکاری کا تہیہ کر لیا[1]۔ یہ امر مشکل سے سمجھ میں آسکتا ہے

[1] اس کوشش کیلئے جو سیباریسیوں نے اپنے شہر کو دوبارہ آباد کرنے کیلئے کی دیودورس ۱۱، ۹۰
اور ۱۲، ۱۰ دیکھنا چاہیئے۔ نئے سیباریس کے سکوں کا حال (جنمیں سے بعض تو تنہا سیباریس
اور بعض سیباریس اور پوسیدونیہ کے یکجائی تھے) ہیڈ کی "تاریخ سکہ جات" سے مل سکتا ہے۔
تھوریئی کی آبادکاری دیودورس کی رائے میں ۴۴۶ ق م (عام خیال کے بموجب موسم
بہار ۴۴۳ ق م) میں ہوئی (بوسولٹ ۲، ۵۰۰)۔ تھوریئی کیلئے ل، مُلر کی کتاب
"معاملات تھوریئی" (گیوٹنگن ۱۸۳۸ء) اور ت، میولر کی کتاب "جمہوریہ تھوریئی"
دیکھنی چاہیئے۔ اس شہر کے موقع کیلئے کالاواری کی نظریات درست ہیں (لینورمون،
یونان عظمے، ۱، ۲۶۳)۔

دس قبیلوں میں سے چار کے نام تو ایتھنز اور اسکی باجگزار ریاستوں کے نام پر رکھے
گئے تھے (اتھینائس، یوبوئس، نیسیوتس، یاس) تین وسطی اور شمالی یونان پر (بیوتس،
دوریس، امفکتیونس) اور تین پیلوپونیز کی ریاستوں پر (آرکاس، اکائس، ایلیا)۔
مگر اسپارٹا اور پیلوپونیزی دوریائیوں کا کہیں ذکر بھی نہیں اسلیئے کہ انھوں نے نوآبادی
کے قیام میں کوئی حصہ نہیں لیا۔ اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ قبیلہ اکائس ایتھنزیوں کا طرفدار
تھا اور آرکاس مذبذب تو ہم اس نتیجے پر پہنچینگے تھوریئی میں ایتھنزی فریق کی حالت
کچھ قابل رشک نہ تھی۔

دیودورس (۱۲، ۱۱) کا بیان ہے کہ تھوریئی کے قوانین کو خاروندا س نے
ترتیب دیا۔ یہاں غالباً وہ تمائیوس کی جگہ افوروس کا تتبع کر رہا ہے اسلیئے کہ اتنی فاش غلطی کا

جب کروتون والوں نے اس مقام پر قبضہ کر لیا تھا تو اس کوشش میں ایتھنز کو کسطرح کامیابی حاصل ہو سکتی تھی مگر ان معاملات پر ذرا غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ جن اصولوں پر ایتھنز ہی کاربند ہوئے جسطرح وہ ڈیلفی کی کاہنہ اور دیگر یونانی ملکوں سے امداد کے خواستگار ہوئے اور ہر جگہ سے انھیں خاطر خواہ جواب بھی مل گیا' یہ سب طریقے دراصل ان ہی مشکلات کو رفع کرنے کے لیئے برتے گئے تھے۔ یونانیوں کا خیال تھا کہ اگر سیبارس کی مہم سر کرنا ضروری ہے تو اس سے صرف ایتھنز ہی کو نفع نہ پہنچے بلکہ تمام دنیائے یونان متمتع ہو۔

چونکہ ڈیو دورس ان واقعات کی تنہا سند ہے اسلیئے اسکا تتبع کرنے پر ہم مجبور ہیں۔ وہ کہتا ہے کہ ہم آباد کاری بھیجنے سے پیشتر ایتھنزیوں نے یہ عام اعلان کر دیا کہ جو شخص اس میں شامل ہونا چاہے وہ شوق سے شامل ہو۔ اور دس جہاز بسر کردگی زینوکرتیوس و لامپون بھیجے۔ روانگی سے پیشتر اپولو کی کاہنہ نے یہ ہدایت کر دی کہ شہر اس جگہ آباد کیا جائے جہاں پانی تو ناپ کر ملتا ہو مگر روٹی کی ناپ تول کی ضرورت ہو۔ جب آباد کار سیبارس کی حدود میں داخل ہوئے تو انھیں ایک چشمہ موسومہ تھوریا ملا جو قدیم شہر سے کچھ دور نہ تھا۔ اور اس چشمے میں تانبے کا ایک نل لگا ہوا تھا جسے وہاں کے لوگ "مدِمنوس" یا پیمانہ کہتے تھے۔ لامپون مذہبی قوانین سے خوب واقف تھا اور اس قسم کے معاملات میں ید طولےٰ رکھتا تھا۔ اور اسنے فوراً یہ طے کر دیا کہ یہ ہی وہ جگہ ہے جہاں پانی پیمانے میں ہو کر آتا ہے اور اسکے ثبوت کی ضرورت ہی نہیں کہ اس ملک میں غلہ بافراط پیدا ہوتا ہے۔ بالآخر یہاں ایک نیا شہر آباد کیا گیا اور اسکا نام تھوریئی رکھا گیا۔ اسکے باشندے یونانی اور قدیم سیبارسی تھے۔ اور انھوں نے شہر میں سات سڑکیں تعمیر کیں چار طول میں اور تین عرض میں۔ اول الذکر متوازی سڑکوں کے نام ہرقلیہ' افرودیسیاس' اولمپیاس اور دیونیسیاس اور باقی ماندہ متوازی سڑکوں کے نام ہیرو آ'

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ مرکب تھا بُوجش شکل ہی سے ہو سکتا ہے۔ بعض مورخوں کی رائے تھی کہ یہ ضابطہ دراصل پروتاغورث نے تیار کیا تھا اور بالکل ممکن ہے اسنے خاروندا س کے قوانین سے مدد لی ہو۔

تھوریا اور تھوریناتھے۔ اس قسم کی متوازی سڑکوں کا موجد ملطی ہپوداموس
ہے۔ جس نے شہر پرائی اُس اور بندرگاہ جزیرہ روڈس تعمیر کیے تھے اور بہ نسبت زمانہ
مابعد کے اس دور میں اس طرز تعمیر کا عام طور پر تتبع کیا جاتا تھا۔ مگر خود دیودورس
کہتا ہے کہ اس نو آبادی کے قیام میں بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ اور چند ہی روز
شہریوں میں تنازعات پیدا ہونے لگے۔ اول تو قدیم سیباریسیوں نے یہ دعوے
کیا کہ ان ہی کو بڑے بڑے عہدے ملنے چاہئیں اور نئے یونانی آبادکاروں کو
محض چھوٹے چھوٹے عہدوں پر قناعت کرنی چاہیئے۔ اور یہ اصول پیش کیا کہ سیباری
بیبیوں کو یونانی عورتوں پر سبقت حاصل ہے اور یہ کہ شہر کے قریب کی اراضی سیباریسیوں
اور بعید اراضی یونانیوں کو دی جائے۔ جھگڑوں نے اس قدر طول کھینچا کہ کھلی لڑائی کی
نوبت آگئی اور نئے آنے والوں نے بہت سے قدیم باشندوں کو مار کر باقی ماندہ کو شہر سے
نکال دیا۔ ان جلا وطنوں نے دریائے ترائس پر تیسرا سیبارس آباد کیا جس کے
چند سکے اس وقت تک موجود ہیں۔ فاتحوں نے یونانیوں سے مزید کمک طلب کی اور
ایک عمومی دستور بنایا اور کروتون کے باشندوں کے ساتھ (جو سیبارس کی آبادکاری
سے کچھ خوش نہ تھے) ایک سمجھوتہ کرلیا۔ اس نئی بستی میں دس قبیلے تھے:- آرکاس،
اکائس، ایلیا، بیوشن، امفکتیونس، دورس، یاس، اتھینائس،
یوبوئس، نیسیوٹس۔ سات سڑکوں کے باہمی اتصال سے بیس چوک بن گئے تھے۔
اور ممکن ہے کہ اس تقسیم کا کوئی تعلق دس قبیلوں سے ہی ہو۔ دیودورس کا بیان
ہے کہ اب یہاں کے باشندوں نے ضابطہ قوانین موضوعہ خاروندااس اختیار کیا جو
ان میں سب سے زیادہ عقلمند شہری تھا۔ مگر ظاہر ہے کہ یہ بیان قطعی بے بنیاد ہے۔
اس لیئے کہ خاروندااس کو مرے ہوئے عرصہ گذر چکا تھا۔ قبیلوں کے ناموں سے
ظاہر ہوتا ہے کہ اتھینز کی ہی اکثریت تھی اور اسپارٹا کی محض ایک ظاہری حیثیت تھی۔
سڑکوں کے ناموں میں کہیں اتھینا دیوی کا نام نہیں ملتا۔ مگر ممکن ہے کہ اس کا اصل سبب
یہ ہو کہ وہ دوسری دیبیوں سے کہیں زیادہ ممتاز سمجھی جاتی تھی۔ تھوریئی پہلے تو
تارنتم سے اور پھر خود اتھینز سے برسرپیکار ہوا۔ جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ بجائے
اس کے کہ اس نئے شہر سے اتھینز کو کسی قسم کا فائدہ ہوا اس کو نقصان ہی نقصان

یہ پہنچا ہم خواہ مخواہ اس نتیجے پر پہونچتے ہیں کہ اتھنزیوں نے اس تنفر کو جو انہیں عام آبادکاری کے اصول سے تھا۔ خیرباد کہتے ہیں اور بجائے کلیروخیاں قائم کرنے کے آبادکاری کی ایک وسیع اسکیم ترتیب دینے میں بہت غلطی کی۔ خاص کر ایسی حالت میں جب بلاد دوسری قوموں کی مدد کے جو اس کا شکریہ تک ادا کرنا مناسب نہ سمجھتے تھے وہ انہیں قائم نہ کرسکتا تھا۔ اور فارقلیس سے اس طرز عمل پر کاربند ہونے کی ہرگز امید نہ کی جاسکتی تھی۔ بہرحال تھوریوں نے بہت جلد مادّی اور ذہنی ترقی کی شاہراہ پر قدم بڑھایا اور چونکہ ایسی نوآبادی کا تخیل بالکل نیا تھا جس میں تمام یونانی شہر حصہ لیں۔ اس لیئے وہاں بہت سے اہل فراست جمع ہوگئے اور واضع قوانین پروتاغورث، ہیروڈوٹس اور امپی دوکلیس نے وہاں بود و باش اختیار کرلی۔

شہر تارنتم[1] تھوریئی سے بیزار تھا اور ہمیشہ قوم مساپئی سے برسرپرخاش رہتا تھا جسنے اب اتھنز سے عمدہ تعلقات قائم کرلیئے۔ سسلی کی جنگ کے زمانے میں اتھنزیوں اور ارتاس شاہ مساپیان نے اس محالفت کی پھر تجدید کرلی[2]۔

جنگ پیلوپونیز کے ابتدائی واقعات سے ظاہر ہوتا ہے ریگیوم اور لیونتی نی کے ساتھ اتھنز کے تعلقات دوستانہ تھے اور چونکہ فریقین یک جدی تھے اس لیئے یہ امر بعید از قیاس بھی نہیں اور یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ سسلی کے مغربی شہر سگستا میں بھی اتھنز کا بہت اثر تھا۔

ایترور یہ کے باشندوں کے ساتھ بھی اتھنز کا رویہ مخالفانہ نہ تھا۔ چونکہ مسینہ کی شاہراہ بحری سسلی اور زیرین اٹلی کے خالکدیسی ایونیانوں اور سیراکیوزیوں کے قبضے میں تھا اور وہ تجارتی رقیبوں کو سخت ناپسند کرتے تھے اس لیئے ابتدا میں اتھنز اور اٹیروریا کے تعلقات محض بری تجارت تک محدود تھے۔ پانچویں صدی ق م میں اٹیکائی ظروف گلی اٹیروریا، کمپانیا اور اڈریا میں پائے جاتے ہیں۔ اور زمانہ ماضیہ میں کیومے نے جو خالکدیسیوں اور کورنتھیوں کا گویا قائم مقام تھا۔ مغربی

[1] اولمپیہ میں ایک صحیح معاہدے کی تختی پائی گئی ہے جس پر تارنتم کے متعلق ایک نوشتہ ہے اسکے لیئے ڈٹن برگر ۲۰ دیکھنا چاہیئے
[2] طوسی دیدیش ۷، ۳۳ ۱۔

اٹلی کے بازاروں پر تسلط قائم کر لیا تھا۔

ہمیں ایتھنز اور قرطاجنہ کے باہمی تعلقات کا بہت ہی کم علم[۱۵] ہے۔ گو اس میں شبہ نہیں کہ جس طرح ایتھنز کی قوت و اقتدار مشرق میں ممتاز تھے اسی طرح قرطاجنہ کی دھاک مغرب میں بیٹھی ہوئی تھی اور اس عظیم الشان مملکت کے حلقۂ اثر اور طرز عمل کا پتہ لگانا فارقلیس کیلئے نہایت اہم تھا۔ یہاں ہمیں نوشتوں کی بے قاعدگی اور وہ کمی جو قدما کے وقائع میں اکثر پائی جاتی ہے صاف عیاں ہو جاتی ہے۔

دائرے کا محیط ختم کرنے کیلئے اب مشرق کی طرف آجانا چاہیئے۔ مغربی یونان میں سب سے طاقتور مملکت کورکیرا کی تھی جو ہمیشہ کورنتھ کا مخالف اور اریتریا کے تعلقات کی بنا پر ایتھنز کا دوست بنا رہتا تھا۔ تمسطا کلیس کورکیرا کا ہمیشہ ساتھ دیتا رہا۔ اور یہ فرض کرنا کچھ بیجا نہ ہوگا کہ اگر ایتھنز بحیرۂ یونان میں کورنتھ کا مد مقابل بننا چاہتا تو پہلے سے بھی زیادہ کورکیرا کی مدد پر انحصار کر سکتا تھا۔ مگر جنگ پیلوپونیز کے ابتدائی نازک زمانے تک دونوں مملکتوں کے درمیان کسی قسم کے معاہدے کی نوبت نہیں آئی۔ ایتھنزیوں نے ارض یونان کے مغربی حصے پر بھی قدم جما لیئے۔ لوکرس کے باشندے ہمیشہ ایتھنز کے مد مقابل رہتے تھے اور اب تولمید اس نے انسے مولیکریم اور نوپاکتوس چھین کر مسینیوں کو انہیں آباد ہونے کی اجازت دیدی[۱۶]۔ اس نواح کی صورت حال میں اسی سالہ امن سے کوئی تبدیلی ظہور پذیر نہیں ہوئی۔ مگر جنگ پیلوپونیز سے پہلے ہی ایتھنز نے ان اضلاع کے پیچیدہ معاملات میں دستاندازی کر دی[۱۷]۔ بات یہ تھی کہ امفی لوکی آرگوسیوں نے امبراسیہ کے چند باشندوں کو اپنے شہر میں آنے دیا تھا۔ مگر موخر الذکر نے اپنے محسنوں ہی پر ہاتھ صاف کیا

---

[۱۵] ہولٹسا پفل کا خیال ہے کہ پانچویں صدی ق م میں بھی روما کی طرح ایتھنز سے بھی قرطاجنہ سے براہ راست تعلقات تھے اسکے لیئے اس کتاب کا باب ۲۲ دیکھنا چاہیئے۔

[۱۶] طوسی دیدس ۲ ۰ ۸۰ ۔ کورنتھ اور قرطاجنہ مد مقابل تھے اسلیئے دونوں کا اثر زائل ہو جاتا تھا اور ایتھنز نہایت اطمینان سے مغرب میں تجارت کر سکتا تھا۔ بحیرۂ تیرینیہ میں سیراکیوز بہت طاقتور تھا۔

اور انھیں شہر سے نکال دیا۔ اسپر آرگوسیوں نے اکارنانیہ والوں سے مدد مانگی
ان دونوں نے دست التجا ایتھنزیوں کے سامنے پھیلایا۔ ایتھنز نے فورمیون
تیس سہ طبقہ جہازوں کو لیکر امفیراسیہ بھیجا گیا اور اسکی مدد سے امفی لوکیوں اور
اکارنانیوں نے آرگوس کا محاصرہ کرکے اسے فتح کرلیا اور ان امبراسیوں کو
جو اپنے محسنوں کو جلا وطن کرنے کے قبیح جرم کے مرتکب ہوئے تھے غلام بنالیا۔
اس واقعے سے پیشتر تو شہر امبراسیہ ہی ایتھنز کا دوست تھا۔ اب ایتھنز اکارنانیوں
پر بھی نہایت وثوق سے اعتبار کرسکتا تھا۔

اب ہمیں واضح ہوگیا ہے کہ فارقلیس کے زمانے میں ایتھنز کے تعلقات
مختلف مملکتوں سے بالکل مختلف النوع تھے اور انکا دارومدار یا تو محض سیاسی
یا تجارتی اسباب پر تھا۔ اگر ایتھنز کی یہ خواہش تھی کہ ہر چہار طرف سے محفوظ و مامون
رہے تو اسے ہمیشہ خبردار رہنا پڑتا تھا۔ اور اس حفاظت کی سب سے بڑی ضمانت
یہ تھی اسکے حلیف اسکے دوست تھے اور اسکے رقیب اور دشمن صریحاً کمزور تھے۔
مشرق میں تھریسیوں اور مقدونیوں کے اندرونی تعلقات اور آپس کے
تنازعات ایتھنز کیلئے مفید و کارآمد تھے اور تھریس اور مقدونیہ اپنی قوت
واقتدار میں کسی قسم کی ترقی نہ دے سکے۔ مغرب میں کورنتھ اور کورکیرا کے آپس کی
دشمنی ایتھنز کیلئے ایک فال نیک تھی ورنہ اسے ان دیار میں اپنا دائرہ اثر
وسیع کرنے کی اور کوئی صورت نہ تھی۔ فارقلیس کو ان تمام امور کا لحاظ کرنا پڑتا تھا۔
اور نہ صرف معاہدے وقت مناسب پر طے کرنے پڑتے بلکہ حاسد رقیبوں کی ترکیبوں
کا توڑ کرنا پڑتا اور ان مقاصد کی یکسوئی کیلئے تمام یونانی اور غیر یونانی ریاستوں کے
حالات جو پانتی کاپیوم سے سگستا تک پھیلی ہوئی تھیں معلوم کرنے کی ضرورت
ہوتی تھی۔ موجودہ طرز کی سفارتوں کا سلسلہ تو تھا ہی نہیں۔ اور خود پروکسی نوس
بھی (جنکا عام طور پر موجودہ قنصلوں سے مقابلہ کیا جاتا ہے) ان ہی مملکتوں
کے شہری تھے جہاں انکی بود و باش تھی اور اسطرح ان ریاستوں کے شہریوں
کی صرف حفاظت ہی کرسکتے تھے جنھوں نے انھیں مقرر کیا تھا مگر
ان کے لیئے ہر ایک معاملے میں ان کا قائم مقام بننا ناممکن

تھا[۱] + خواہ کوئی بھی ایتھنز میں برسر اقتدار ہو' فارقلیس ہو یا کوئی اور' اسے یہ لازم تھا کہ ہر ایک مملکت کے ساتھ عمدہ تعلقات قائم رکھے اور درآنحالیکہ معلومات بہم پہنچانے میں حکومت اسکی بہت ہی کم مدد کرتی تھی مگر پھر بھی وہ اس گتھی کو سلجھانے کیلئے ایتھنز یوں کے سامنے جواب دہ تھا + زمانۂ قدیم میں بہت کم مدبر ایسے گزرے ہیں جنھوں نے اتنی مشکلات کے باوجود معاملات خارجہ کی اسقدر عمدگی اور توجہ سے نگرانی کی ہو اور معاملات کو اس خوبی سے طے کیا ہو جتنا فارقلیس نے[۲] اور ہمارا خیال تو یہ ہے کہ اسے ضرور اپنے ذاتی روپے کا ایک جز وان مقاصد کی تکمیل کیلئے صرف کرنا پڑا ہوگا +

---

[۱] باب ۸ + ظاہر ہے کہ اگر یہ کسی نوع آجکل کے قنصلوں کی طرح اس مملکت کے عام قائمقام ہوتے جسنے انھیں مقرر کیا تو انکو اکثر خود اپنے ہی شہر کے خلاف معلومات بہم پہنچانے پڑتے ہونگے۔

[۲] پلوٹارک (" فارقلیس " ۱۵) ایتھنز اور فارقلیس کا دائرۂ اثر بالکل مساوی قرار دیتا ہے +

یہاں یہ بتانا مناسب ہے کہ اٹھارہویں صدی عیسوی کے آخر میں عام طور پر یہ تسلیم کرلیا گیا تھا کہ گو ایتھنز ذہنیات کا مرکز تھا مگر اسکی سیاسی شخصیت کا پایہ اسقدر بلند نہ تھا۔ اور گو اس نظریئے کی کافی بیخکنی ہوچکی ہے پھر بھی بعض مورخ اب بھی دل ہی دل میں اسے تسلیم کرلیتے ہیں یہ بھی خیال کیا جاتا تھا کہ مغلوں کی سی عظیم الشان سلطنتیں نہایت قابل تعریف ہیں۔ مگر اب یہ امر پایۂ ثبوت کو پہنچ گیا ہے کہ بعض باتوں میں پانچویں صدی ق م کا ایتھنز ازمنہ وسطے کی بڑی بڑی سلطنتوں سے بھی زیادہ عظیم الشان تھا + قدما اسلیئے ایتھنز کی سیاسی اہمیت پر زور نہیں دیتے کہ یہ اہمیت بہت دن تک قائم نہ رہی + مگر کم از کم پچاس سال تک تو ایتھنز اور ایران کی حیثیت مساویانہ تھی + غرض یہ کہ سنہ [illegible] ق م سے سنہ [illegible] ق م تک ایتھنز کا طرز عمل تاریخ کا ایک نہایت درخشاں ہیولیٰ ہے اور ایتھنز مقدونیہ اور روما کا حقیقی پیش رو ہے +

بیسواں باب

ایتھنز بعہد فارقلیس

ادبیات وفنون یونان

دور فارقلیس میں ایتھنز کے ایک نہایت اہم شعبے کا ذکر ابھی باقی ہے۔ یونانیوں کا خیال تھا کہ آرائش بلدہ اور شہریوں کا سامان تفریح اور وہ طریقے جنسے ایک شخص اپنی زندگی فراخ دلی سے بسر کرسکتا ہے، یہ ہی وہ امور ہیں جو انسان کی ذہنی ترقی کا حقیقی معیار ہیں۔ قدما کا متفقہ بیان ہے اور خود فارقلیس کی تحریروں سے ظاہر ہوتا ہے کہ اُسنے ان معاملات کی طرف خاص توجہ کی۔ ان باتوں کے ماسوا اسکی ایک خواہش اور بھی تھی جسکا اعلان کرنا اسنے مناسب نہ سمجھا۔ اور اس خواہش کا ذکر ہم قدیم مورخوں کی تصنیفات میں اسلیئے نہیں پاتے کہ ان کا یہ شیوہ رہا کہ اپنے تعصبات اور خیالات سے متاثر ہوئے بغیر کبھی کسی امر کی طرف توجہ نہ کرتے تھے۔ اس خواہش کا ذکر اس باب کے آخر میں کیا جائیگا۔ بہرحال جو فارقلیس نے جو توجہ آرائش بلدہ اور شہریوں کے سامان تفریح پر کی اسکے تو خود قدیم مورخ شاہد ہیں اور انکے بیانات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ایتھنز کی تاریخ کا یہ دور نہایت اہم اور درخشاں تھا۔ باب ہذا میں اسی ضمن میں یونان کی ذہنی ترقیوں کا حال بھی بیان کیا جائیگا۔

یونانیوں کا خیال تھا کہ جب خود مملکت فنون لطیفہ کی سرپرستی کرنے کیلئے تیار ہو تو اُن فنون کو دیوتاؤں کی عظمت اور خدمت کیلئے استعمال کرنا چاہیئے اور اسی اصول پر کاربند ہوکر فارقلیس چاہتا تھا کہ شہر کو زینت دیجائے اور زینت و آرائش کی بنیاد مذہب پر ہو۔

ایتھنز کی مربی دیبی پالاس اتھینا تھی اور گورس کی بود و باش اکروپولس میں تھی مگر دائرہ اثر تمام سلطنت ایتھنز میں پھیلا ہوا تھا۔ اور جب لیگ کا خزانہ

ڈیلوس سے ایتھنز منتقل ہوا تو یہی دیبی اسکی حفاظت کی خاص طور پر ذمہ دار ہوگئی۔
خود اکروپولس کا چڑھاوا اتھینا کی شان کے شایاں تھا اور جب اکروپلس کی تزئین
اور آرائش کی گئی تو خواہ مخواہ فن پیکر تراشی کو بھی کمال حاصل ہوا +
کیمون نے ایتھنز کی آرائش میں عملی حصہ لیا تھا اور چونکہ فنون لطیفہ کے میدان
میں فارقلیس نے کیمون کے ہی اصول کی پیروی کی [1] اسلیئے اس باب میں ہم
سب سے پہلے کیمون کے کارہائے نمایاں کا ذکر کرینگے + کیمون اور فارقلیس
میں یہ فرق تھا جہاں کیمون اپنے ذاتی روپے سے اخراجات بلدہ کا کفیل ہوتا تھا
وہاں فارقلیس آرائش ایتھنز پر زر عامہ خرچ کرتا تھا۔ سچ تو یہ ہے کہ دونوں کا طرز عمل
اپنی اپنی جگہ درست تھا۔ اسلیئے کہ کیمون کو تو بڑی بڑی لڑائیوں میں مال غنیمت
ملا تھا اور وہ ان امور عامہ میں اپنی ذاتی دولت باطمینان تمام صرف کر سکتا تھا
مگر فارقلیس کو اس معنے میں کبھی کامیابی نصیب نہیں ہوئی۔ اور چونکہ اسکے نزدیک
ایتھنز کی زیبائش کا اصل مقصد یہ ہی تھا کہ ایتھنزی مذہب کا بول بالا ہو اسلیئے
بہ نسبت افراد کے روپیہ کے مملکت کا روپے اس کار خیر میں لگنا ہی افضل و اولیٰ تھا

[1] پانچویں صدی ق م کے ایتھنز کے متعلق معلومات میں زمانہ حال کی کھدائیوں سے معتدبہ اضافہ
ہوا ہے اور مختلف مصنفوں کی تصانیف اور مباحث کے ذریعے سے ان کھدائیوں کے حالات
چار دانگ عالم میں شائع ہو گئے ہیں + واخسموتھ کی تصنیف "شہر ایتھنز بزمانہ قدیم" (جلد
۱ ۱۸۷۴ء) میں بنیادی اسناد پر نہایت تفصیل کے ساتھ بحث کی گئی تھی مگر اس کتاب
اور برشیان کے "جغرافیۂ یونان" (۱۸۶۲ء) پر بہت معلومات کا اضافہ ہوا ہے + اس ضمن میں
مفصلۂ ذیل کتابوں کا مطالعہ کرنا چاہیئے:-
۱ ملش ہوفر: "ایتھنز" (بومیسٹر کا "مجموعہ یادگار ہائے قدیمہ" جلد ۱ ۱۸۸۴ء) +
۲۔ لولنگ: "ایتھنز کا تفصیلی نقشہ" (میولر: "بیاض قدیمیات" جلد ۳ ۱۸۸۸ء) +
۳۔ بیڈیکر: "رہنمائے یونان" اشاعت دوم ۱۸۸۸ء +
۴۔ بیوٹشر: "ایتھنز کا اکروپولس" برلن۔ ۱۸۸۸ء +
آخر الذکر کتاب میں فاضل مصنف نے نہ صرف آخر ترین تحقیقات کا ملخص دیا ہے بلکہ اپنی کتاب کو

اسکے برعکس کیمون دراصل اس طریقے کی ایک وسیع پیمانے پر پیش بندی کر رہا تھا جو مارسیلس اور سلے جیسے رومن سرداروں نے روا رکھا اور جنھوں نے روما کو مال غنیمت کے روپے سے معبدوں اور مجسموں سے آراستہ و پیراستہ کیا۔

قدما سایہ دار مقامات پر خاص طور سے فریفتہ تھے جہاں وہ اپنا بیشتر وقت صرف کرتے تھے۔ اسی لئے کیمون نے باغچۂ اقادموس جو ڈیپلون دروازے کے سامنے تھا درست کرایا رفتہ رفتہ اسے لوگ جیم خانے کے طور پر استعمال کرنے لگے اور یہ نوجوانوں کا ورزش گاہ اور ضعیفوں کا فرودگاہ بن گیا۔ اسی مقصد سے اسنے اگورا میں درخت لگوائے اور ان ماہتابیوں کی تعداد میں اضافہ کیا جو اگورا کے ہر چہار طرف تھیں۔ کیمون کے ایک عزیز پیسیاناکس نے شہر کے چوک میں ایک بہت بڑا ایوان تعمیر کرایا جسکی دیواروں کو خود پولیگنوٹس اور میکون نے مختلف تصاویر سے مزین کیا۔ اس ایوان کا نام پوئے کیلے یا "آستانہ بوقلمون" پڑ گیا۔ جب کیمون تھیسیوس کی ہڈیاں جزیرۂ اسکیروس سے اپنے ہمراہ لایا تو اسنے ان کے لیئے ایک مقبرہ بنوایا۔ مگر اس مقبرے کا محل وقوع اسوقت تک زیر بحث ہے۔ اور یہ امر تصفیہ طلب ہے کہ آیا یہ وہی خوبصورت [illegible] ہے جو اس چھوٹی سی پہاڑی پر ہے جو شمال و مشرق سے اریوپاگس اور ڈیپلون کے درمیان موجود ہے [illegible] بازار تک چلی آتی ہے۔ اس بتکدے کی طرز تعمیر سے [illegible] پتہ [illegible] ہے یہ پارتھینون سے قبل کی عمارت ہے۔ اسکے مجسموں میں سے مشرقی اور ہر دو اطراف کی مورتی تختیاں اسوقت تک بدستور ہیں اور مشرقی

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ [illegible] سے مزین بھی کیا ہے۔

[illegible] روایت اخذ کی ہے انکو اپنی کتاب میں تسلیم نہیں کیا۔

۲۔ تھیسیوس [illegible] کا مجموعہ دیکھنا چاہیے جہاں پ گریف قرن [illegible] اور [illegible] پر بحث کرتا ہے۔ اسی مضمون پر گرایف نے مختلف تصانیف کے اقتباسات بھی [illegible] روایات کے بموجب یہ تھیسیوس ہی کا مندر تھا۔ [illegible] نے آریس کے متعلق خیال ظاہر کیا [illegible] اور اپولو پاترداس کا نام پیش کیا گیا ہے۔

تختیوں میں تو ہرقل کے کارنامے اور اطراف کی تختیوں میں تھِسِیوس کے سوانح دکھائے گئے ہیں اور بعض مورخوں کا خیال ہے کہ یہ میرون کی دستکاری کے نمونے ہیں۔ اسیطرح اس عمارت کے صحن کے ہر چہار طرف جو حاشیہ تھا اسکا بھی ایک حصہ تاحال موجود ہے جسمیں لاپیتھون اور قنطورون کی باہمی جنگ دکھائی گئی ہے اور کے کولے کا خیال ہے کہ اس حاشیے میں فدیاس کی صنعت کی علامات ہیں۔ غرض یہ ہے کہ جہانتک طرز تعمیر کا تعلق ہے ہمیں یہ باور نہ کرنے کی کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی کہ یہ مندر قریب ۴۶۹ ق م میں بنا ہوگا۔ مگر اس سے یہ ہرگز لازم نہیں کہ یہ ہی تھِسِیوس کا مقبرہ یعنی تھِسِیوم تھا۔

کیمون نے اپنی توجہ اکروپولس کی طرف بھی مبذول کی اور اسکی قلعہ بندی کا خاص طور پر لحاظ کیا۔ اسکا ہمیں پوری طور پر علم نہیں کہ ابتدا میں اسکی فصیل کی کیا حالت تھی۔ اس فصیل کا ایک حصہ تو پیلاسگی قوم کی طرف منسوب کیا جاتا تھا اور اسے اینیا پیلوس (نو درہ) یا پیلارگیکون یا پیلاسگی کون کہتے تھے۔ جنگ ایران میں شہر کا ایک حصہ مسمار ہوگیا تھا اور جب ایتھنز ایران کے پنجے سے رہا ہوگیا تو شہر پناہ کے اس حصے کی مرمت کی گئی۔ فصیل کی تعمیر کیمون کے دور میں شروع اور عہد فارقلیس میں ختم ہوگئی اور بعض مورخوں کا یہ خیال درست نہیں معلوم ہوتا کہ شمالی دیوار تمسطاکلیس کی تعمیر کردہ ہے۔ جو ارا اصلی جنوبی فصیل کی دوسری جانب تھی وہ پارتھینون کیلئے مسطح کردی گئی تھی۔ اسی میں ٹیلے کی ڈھال کے دہنی جانب جنوب و مغرب کی طرف ایک برج تھا اور اسپر نیکے اپتیروس یا "فتحمند اتھینا" کا بتکدہ بنا ہوا تھا جسکا ذکر بعد میں آئیگا۔

کیمون قلعے کی تزئین سے بھی غافل نہ تھا۔ اسنے قلعے میں نہ صرف چھوٹے چھوٹے مندر بنوائے اور اتھینا کے بتخانے کی بنیاد رکھی جسے بعد میں خود فارقلیس نے تکمیل کو پہنچایا اور جسکا پارتھینون نام پڑا بلکہ اسنے "جنگجو اتھینا" کا تانبے کا ایک عظیم الشان مجسمہ فدیاس ولد خارمیداس سے بنوایا اور یہی اس مشہور سنگتراش کی درخشاں پبلک زندگی کی

ابتدا ہوتی[۳] جب غیر ممالک کے سیاح جہازوں پر بیٹھکر ایتھنز آتے ہوئے راس

---

[۳] ان مصنفوں کے علاوہ جنھوں نے برن، اوور بیک، ل۔ م۔ مچل، مرے وغیرہ کی طرح یونانی فن پیکر پزیری پر علٰحدہ کتابیں لکھی ہیں، مفصلۂ ذیل مورخوں نے فدیاس کے حالات قلمبند کیئے ہیں:۔

۱۔ ل۔ دسے رونشو: "فدیاس"۔ پیرس ۱۸۶۱ء۔

۲۔ ا۔ پیٹرسن: صنعت فدیاس۔ برلن ۱۸۷۳ء۔

۳۔ والڈشٹائن: "فدیاس کی صنعت"۔ لندن ۱۸۸۵ء۔

۴۔ والڈشٹائن کا مختصر مضمون بیومئیسٹر کے مجموعے میں۔

۵۔ کولی نیوں: "فدیاس"۔ پیرس ۱۸۸۵ء۔ فدیاس کی موت کے لیئے:۔

میولر شٹرلیو بنگ: "روایات بابت وفات فدیاس" (۱۸۸۲ء)۔

لیو شکے: "وفات فدیاس" (بون ۱۸۸۳ء)۔

میولر شٹرلیو بنگ "فیلوخوروس (جزو ۹۷) کی تصحیح کرتا ہے اور بجائے قدیم روایات کے جسکی صحت میں کلام ہے ایسا نظریہ قائم کرتا ہے جو ہمارے خیال میں بالکل درست ہے۔ مگر اسپر ہمارا ایک اصولی اعتراض ہے۔ میولر شٹرلیو بنگ کی عادت ہے کہ وہ ایسے واقعات مطلق نظر انداز کر دیتا ہے جنکا اسناد میں تو ذکر ہو مگر اسے عجیب وغریب معلوم ہوتے ہوں اور بعض مرتبہ تو محض اپنے مطلب کے خاطر فقرے کے فقرے تبدیل کر دیتا ہے (فدیاس۔ متی لنہ) ور نہ خود مصنف پر شک وشبہ رکھتا ہے (پلاٹیہ، کور کیرا)۔ ساتھ ہی یہ یاد رکھنا بھی فائدے سے خالی نہ ہوگا کہ اور اقوام کی طرح بعض مرتبہ یونانی بھی لغو بیانی سے کام لیتے تھے اور یہ نہیں کہا جا سکتا کہ انکے افعال ہمیشہ عقل کے مطابق ہوتے تھے۔ Sen Cortsor (۸،۲) کا بیان ہے کہ فدیاس پر ایک زمانے میں ایلس میں تغلب کا الزام لگایا گیا تھا اسلیئے فیلوخوروس کے فقرے تبدیل کرنے کی کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی۔ ہم اسکا تعین کرنے سے قاصر ہیں کہ فدیاس کی عمارتیں کس ترتیب سے بنائی گئی تھیں اور جو کچھ نظریہ قائم ہو سکا ہے وہ محض قیاسات پر مبنی ہے۔ فیلوخوروس کے جزو متذکرہ بالا کی بناپر

سونیوم کا دور کرتے تھے تو اس بت کے نیزے کی نوک ان عجائبات میں سے تھی جس پر سب سے پہلے انکی نظر پڑتی تھی +

اپنی پبلک زندگی کے ابتدائی دور میں ہی اسنے ماراتھون کے مال غنیمت سے تیرہ تانبے کے مجسمے بناکر اس صنعت میں بھی کمال پیدا کیا۔ ان میں سے ایک ملتیادیس کا مجسمہ تھا جسکے ہر چہار طرف اپولو، اتھینا اور دس بڑے بڑے ایتھنزی سورما بیٹھے نظر آتے تھے۔ ایلیس کے باشندوں نے اولمپی زیوس کا بتخانہ تعمیر کیا تھا جسکے سر مثلث اور مورتی تختیوں کا ذکر باب ۱۲ میں آچکا ہے۔ اب انھوں نے فدیاس کو ایلیس بلایا اور اسے زیوس کا سونے اور ہاتھی دانت کا مجسمہ بنانے کا حکم دیا۔ زیوس قریب ۴۰ فٹ بلند تھا اسکے ایک ہاتھ میں فتح کی دیبی کا مجسمہ اور دوسرے ہاتھ میں عصائے سلطانی تھا۔ اور یونانیوں کی نظر میں اسکے چہرے سے وہ تمام علامات ظاہر ہوتی تھیں جنھیں ہومر نے ابوالالٰہ کی شخصیت کے ساتھ وابستہ کیا تھا + بعض مورخوں کا گمان ہے کہ اوتریکوئی کے زیوس کے مشہور سر سے فدیاس کے تخیل کی صحیح ترجمانی ہوتی ہے۔ مگر ہمارے نزدیک ایلیس کے سکے اس سے بھی زیادہ فدیاس کے خیالات کا اظہار کرتے ہیں + اولمپی زیوس کے تخت، کرسی، بنیاد اور جنگلا غرض ہر چیز نہایت نفیس مجسموں سے مزین تھی اور ان بے شمار افسانوں اور روایات کی تصاویر دی ہوئی تھیں جنسے خدائے برتر کی عظمت و اقتدار صنف انسانی کے سامنے آشکارا ہو +

فدیاس کی واپسی سے پیشتر ہی کیمون کا انتقال ہوگیا تھا۔ جب وہ ایتھنز آیا تو فارقلیس کی قوت شباب پر تھی اور اسنے لیگ کا روپیہ دیلوس سے

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ بہت سے مورخوں کا خیال ہے کہ فدیاس نے اولمپیہ کے زیوس کا مجسمہ اپنی زندگی کے آخری ایام میں تیار کیا تھا۔ اس کے لیئے کرٹیس کی تاریخ یونان ۲ (۶۲، ۵۴۸ و ۵۱۸) دیکھنا چاہیئے + رابرٹ اور بعض دیگر مورخوں کو اسمیں شبہ ہے کہ فی الواقع اگیلاداس فدیاس کا استاد بھی تھا +

ایتھنز منتقل کر کے قلعے کی دیبی کے خزانے میں بحفاظت تمام جمع کر دیا تھا۔ اب فارقلیس کو یہ خیال ہوا کہ اس روپے کا ایک حصّہ (جو دراصل جنگ ایران کے انتظام کے لیئے جمع کیا گیا تھا) قلعے کی زینت پر خرچ کرنا چاہیئے۔ خراج ہر سال طلب کیا جاتا تھا اور وصول بھی ہوتا تھا مگر چونکہ جہازوں اور ملاحوں کی ضرورت نہ تھی اسلیئے اسکی رقوم ایتھنز کی زیبائش پر باطمینان کلی خرچ ہوسکتی تھیں اور ساتھ ہی حفاظت یونان کے اہم فرائض میں بھی کسی قسم کی کمی آنے کا کوئی خطرہ نہ تھا۔ بلاشبہ خزانہ لیگ کی ہی ملکیت تھی مگر قلعہ ایتھنز بھی تو اسی لیگ کی مربی دیبی کا مسکن تھا اور اگر یہ روپیہ اسکی تزئین میں خرچ کیا گیا تو یقیناً بیجا نہ تھا۔ اس معاملے پر اپنا حکم لگاتے وقت ہمیں قدما کے احساسات کا اندازہ کرلینا چاہیئے۔ یہ متعدد مرتبہ بیان کیا جاچکا ہے کہ ابتدا میں یونانی اپنے مکانات نہایت سیدھی سادھی طرز کے بناتے تھے اور تمام صناعی پبلک ایوانوں پر صرف کر دی جاتی تھی۔ یونانی ایوان بلدیہ تک تعمیر نہ کرتے تھے اور یہ پبلک تعمیرات محض بتخانوں اور مندروں پر ہی مشتمل تھیں۔ اور اسمیں ہرگز مبالغہ نہیں کہ یونان میں فنون لطیفہ گویا یونانی مذہب کا جزو لاینفک تھے۔ کیمون نے اپنا ذاتی روپیہ لگا کر ہی ایتھنز کی عمدہ عمدہ روشیں اور نفیس ترین بالاخانے بنوائے۔ اسکے برعکس فارقلیس محض مملکت کا روپیہ ہی صرف کرکے مذہبی ایوان اور دیوتاؤں کے مجسمے تیار کراتا تھا اور لیگ کے اراکین کی شکایت کسی حالت میں انصاف پر مبنی نہیں ہوسکتی۔

فارقلیس کو ایسے شخص کی ضرورت تھی جو اسکی فنی تجاویز کو راستے پر لائے اور جو اسکے مدبرانہ تخیلات کو ایسا بیرونی جامہ پہنائے جو صرف ایک صناع ہی پہنا سکتا تھا۔ اور فدیاس ان صفات کا حقیقی مجسمہ تھا۔ پلوٹارک کا بیان ہے کہ فدیاس ہر شعبے کا مبدء بھی تھا اور نگران بھی۔ اسکی ماتحتی میں اس سے کمتر درجے کے بہت سے صناع کام کرتے تھے مگر اپنی شخصیت اور قابلیت کی وجہ سے وہ ان سب پر سبقت لے گیا تھا اور اسکی وہی حیثیت ہوگئی تھی جو پوپ لیو دہم کے دربار میں رافائیل کی تھی۔ بلاشبہ اکثر ایسا ہوتا ہوگا

فدیاس اپنے مکان سے اکروپولس جارہا ہو اور اسکے ساتھ مصوروں سنگتراشوں اور معماروں کی ویسی ہی فوج ہو جیسی خود رافائل کے ساتھ اسوقت ہوتی تھی جب وہ پاپائے روما کے محل کی طرف اپنے غیرفانی مجسمے تیار کرنے یا خود لیو کے سامنے اپنے نقشے اور خاکے پیش کرنے کیلیئے جاتا تھا۔[۴]

جو عمارتیں فارقلیس کے حکم سے فدیاس نے اپنی نگرانی میں تعمیر کرائیں انمیں سب سے ممتاز پارتھنون تھا جو باکرہ دیبی اتھینا کا مسکن تھا۔[۵] زمانہ حال تک

---

[۴] گرتیس کی تاریخ یونان (۲ (۶) ۴۶ ۸) میں جو حواشی دیئے ہوئے ہیں وہ تاریخ فنون لطیفہ اور مفصل نقشہ کشی کیلیئے قابل قدر ہیں۔

[۵] اگر پارتھنون کے متعلق مزید معلومات کی ضرورت ہو تو سب سے پہلے تو میکائلس کی کتاب (لائپزگ ۱۸۷۱ء) کا مطالعہ کرنا چاہیئے جسمیں فاضل مصنف نے اس تحقیقات کا ملخص دیدیا ہے جو اسوقت تک ہوئی تھی اور اسپر مدلل بحث کی ہے۔ ک۔ بوٹی شر پارتھنون کو ان بتخانوں میں شمار کرتا ہے جو دراصل عبادت گاہیں نہ تھیں بلکہ ایسی عمارات تھیں جو محض چڑھاوا چڑھانے کے لیئے بنادی گئی تھیں اور جنکا نام اسنے اگونی "بتخانوں" کا نام رکھا ہے۔ اسی نظریئے کی خود گرتیس بھی تائید کرتا ہے ("تاریخ یونان" ۲ (۶) ۴۶ ۸)۔ مگر جولیس اور بعض دیگر مورخوں نے اسکے خلاف نہایت زبردست دلائل پیش کئے ہیں۔ اسمیں تو کوئی شبہ نہیں کہ عمارت پارتھنون اتھینا کے نام پر ایک عظیم الشان نذرانہ تھا اور مثل دیگر بتخانوں کے پارتھنون میں پجاریوں کا کوئی خاص سلسلہ نہ تھا۔ اسکے لیئے لولنگ (اہیولر ۳، ۴۴) اور فون سیبل (بیومیسٹر) کے مضامین دیکھنے چاہئیں۔ حال ہی میں ڈیورپ فیلڈ کی تحقیقات سے مختلف مندروں کے باہمی تعلق اور خاصکر پارتھنون سے پہلے کے مندروں کا مسئلہ بہت نمایاں ہوگیا ہے اور ڈیورپ فیلڈ اور پیٹرسن نے رسالہ انجمن آثار قدیمہ ایتھنز ۱۸۸۵ء میں ایک دوسرے کے مخالف دلائل پیش کئے ہیں۔ اسمیں شبہ نہیں کہ پی سستراتوس کا بتکدہ (جسکی تاریخ کا تعین اسوقت تک نہیں ہوسکا) ایرکتیوم کے جنوب میں تھا۔ اور گو اتھینا کے نئے مندر کی بنیاد تو کیمون نے ہی رکھی مگر اسکی تکمیل فارقلیس نے اپنے خیالات کے مطابق کی۔ حال کی کھدائیوں سے اتھینا پولیاس

اکثر موّرخوں کا خیال تھا کہ موجودہ پارتھےنون دراصل پی ستراتوس کی ایک اور عمارت کے موقع پر استادہ ہے اور جو بنیادیں اسوقت تک ہیں وہ دراصل اسی قدیم عمارت کی باقیات ہیں۔ مگر حال ہی میں ایریکتیوم کے جنوب میں چند بنیادیں برآمد ہوئی ہیں اور اب اسمیں شبہ کی گنجائش ہی نہیں کہ یہ چھٹی صدی ق م کے ایک بتکدے کی بنیادیں ہیں۔ اسی لیئے پارتھےنون کی بنیادوں کو کیمون کی طرف منسوب کیا جاتا ہے جسنے اس موقع پر اتھینا کا ایک مندر بنانے کا ارادہ کیا تھا۔ پارتھےنون پندرہ سال تک زیر تعمیر رہا اور ۴۳۸ ق م تک مکمل نہ ہوسکا۔ فارقلیس کے زمانے میں اسکے میر عمارت اکتینوس اور کالیکراتیس تھے انھوں نے دوریائی طرز کی ستون وار عمارت تیار کی جسکے چاروں طرف ۴۶ ستون ہیں یعنی ۱۷ طول میں اور آٹھ آٹھ عرض میں۔ ہر ستون مرکز کی جانب ذرا منحدب ہیں اور ہر ستون میں بیس بیس نالیاں ہیں۔ ایونیائی طرز کے بموجب گردنے کو موتیوں کی لڑی منبت کرکے مزین کیا گیا ہے۔ اس بتخانے کے اندرونی حصے میں مشرق کی طرف پرونائوس یا برآمدہ تھا اور اسکے اور چاروں طرف ستونوں کی قطار کے درمیان صرف ستون ہی ستون تھے۔ عمارت کے وسط میں نائوس یا عبادت گاہ اور اسکے مغرب میں اوپستھودوموس یا طہری برآمدہ تھا جسکا رخ باہر کی طرف تھا۔ عبادت گاہ کے مغربی حصے کے چاروں طرف دیوار کھینچکر محدود کردیا گیا تھا اور اسی میں اتھینا اور مملکت ایتھنز کا روپیہ رکھا جاتا تھا۔ جیسے عمارت کے اندر کی طرف منبت کاری تھی ویسے باہر کی جانب بھی گلکاری اور پھول پنکھڑیوں میں رنگ آمیزی کرکے اسکو اور بھی خوبصورت بنادیا گیا تھا۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ (”مرہیر“) کے مندر کے مشرقی جانب قدیم شاہی قلعے کی فصیل برآمد ہوئی ہے اور یہ وہی عمارت ہے جسے ہومر ایریکتیوس کا مسکن بتاتا ہے (”جریدۂ لسانیات برلن“۔ ۱۸۸۶ء ص ۹) اور اس عمارت میں اور ترینز کے محل میں صریح یکسانی پائی جاتی ہے۔ ”جریدۂ لسانیات برلن“ ص ۱۵ کے مطابق اکروپولس کے عجائب خانے کے سامنے ۹۴ میٹر کے عمق پر تانبے کے برتن اور مکانوں کی دیواریں نکلی ہیں۔

اس مندر کا سب سے خوشنما اور خوبصورت زیور وہ مجسمے تھے جو سر مثلث، مورتی تختیوں اور اندرونی گردنے پر بنے ہوئے تھے۔ مشرقی سر مثلث میں اتھینا کی پیدائش کا واقعہ دکھایا گیا تھا اور مغربی سر مثلث میں اتھینا اور پوسیڈون کی باہمی جنگ کا نقشہ کھینچا گیا تھا۔ ان میں سے اکثر بت جو محض منبت کاری کے نمونے نہیں بلکہ مکمل مجسمے ہیں عجائب خانۂ برطانیہ میں اسوقت تک موجود ہیں اور ان سے یونانی فن سنگتراشی کا انتہائے کمال ظاہر ہوتا ہے۔ جو اثر ان مجموعوں کے مفصل مطالعہ سے انسان کے دل پر ہوتا ہے وہ ان افراد کے اجسام اور لباس سے ہرگز زائل نہیں ہوتا جن پر یہ مجموعے مشتمل ہیں اور ان کے سکون میں کسی قسم کی سختی ہے نہ حرکات میں بے آرامی۔ در اصل ان مجسموں کی ہی مدد سے ہیں یونانی صناعی کی ماہیت معلوم ہوتی ہے اور جب یہ مجسمے لندن آئے اور دنیا انسے واقف ہوئی تو بہترین اور بلند پایہ صناعوں اور دستکاروں نے ان کی مدح سرائی کی اور ان کا اثر ہمارے فنی تخیلات پر اسقدر پڑا کہ ان میں دفعتہً انقلاب پیدا ہوگیا۔ چونکہ مورتی تختیوں میں جو جگہ تھی وہ محدود تھی اسلیئے حسب معمول انہیں دیوتاؤں اور دیو ہیکلوں مثلاً لاپی تھیوں اور قنطوروں، ایتھنزیو اور امیزنوں، یونانیوں اور ترویانیوں کی باہمی جنگ کے نقشے دکھائے گئے تھے۔ ان میں سے بعض مورتیں تو لندن میں ہیں اور بعض خود اکرو پولس میں موجود ہیں۔ گردنوں کی منبت کاری میں بین اتھینائی جلوس کی ایک تخیل آمیز تصویر دی ہوئی ہے۔ اس تصویر میں جلوس اور اسکے ابتدائی مراحل کو مخلوط کر دیا ہے اور جلوس دیوتاؤں کے سامنے ہوکر گذرتا ہوا نظر آتا ہے۔ اس مجموعے میں متناسب اور عالی منشی کے حرکات خوب دکھائے ہیں۔ بہت سے لوگ بیٹھے ہیں۔ بہت سے کھڑے ہوئے بہت سے گھوڑوں اور گاڑیوں پر سوار بعض ساکت اور بعض متحرک۔ اور لطف یہ ہے کہ جسقدر جگہ صناع کو میسر آئی ہے اسکا یہ انتظام کیا ہے کہ نہ تو کوئی جگہ خالی ہے اور نہ زیادہ اژدحام ہی معلوم ہوتا ہے اور ایک ہی قسم کی حرکات کے تواتر سے بھی کوئی سقم نہیں پیدا ہوتا۔ یہ وہ خوبیاں ہیں جو آجکل کے بھی بڑے بڑے

صناعوں میں مشکل سے پائی جاتی ہیں + غرض یہ ہے کہ پارتھے نون کے سرشتی مجموعے نہایت اعلیٰ درجے کے مناظر سے بھرے ہیں جنمیں ناٹک کی نفاست پائی جاتی ہے اور مورتی تختیوں میں چھوٹی چھوٹی متحرک تصاویر اور گردنوں میں مسلسل قصے دئے ہوئے ہیں جنمیں رزمیانہ انداز کا اتار چڑھاؤ پایا جاتا ہے + ممکن ہے کہ فدیاس نے گردنے اور تختیاں اپنے شاگردوں سے بنوائی ہوں مگر سرمثلثوں میں تو نہ صرف اسکا تخیل بلکہ خود اسکی دستکاری نظر آتی ہے اور اسمیں تو شبہ کی گنجایش ہی نہیں کہ مندر میں جو سونے اور ہاتھی دانت کا بت تھا وہ اسی کے ہاتھ کا بنایا ہوا تھا + یہ بت استادہ اتھینا کا تھا اور اسمیں دیوی کا ایک پیر ذرا پیچھے کی طرف ہٹا ہوا اور دہنا ہاتھ جسپر دیوی "فتح" کا بت تھا آگے کو بڑھا ہوا ایک چھوٹے سے ستون پر رکھا ہوا تھا اور بایاں ہاتھ ایک ڈھال پر رکھا ہوا تھا اور جسکے وسط میں ایک گورگون※ کا سر بنا ہوا تھا + بت کے جوتے اور ڈھال اور اس ستون پر جسپر بت رکھا تھا سب پر مورتیں ہی مورتیں تھیں اور ڈھال پر مسلح عورتوں کی لڑائی کی تصویریں تھیں جنمیں فدیاس نے اپنی اور فارقلیس کی تصویریں بھی بنا دی تھیں - اس مجسمے کو ۴۳۸ ق م کے پین اتھینا کے میلے کے موقع پر حلیفوں اور غیر ملکیوں کے روبرو تحسین و آفرین کے نعروں میں بے نقاب کیا گیا -

---

ع۱ حال میں دو مجسمے برآمد ہوئے ہیں جنکی ساخت سے ہمیں فدیاس کے " اتھینا پارتھے نوس " کا بہتر اندازہ ہو سکتا ہے - ایک تو وہ مجسمہ ہے جو لینورموں کے نام پر منسوب ہے اور جو پنکس کے قریب ۱۸۵۹ء میں ملا تھا اور دوسرا وہ اہم مجسمہ ہے جو وار واکیون میں ۱۸۷۹ء میں برآمد ہوا تھا - یہ دونوں بت ایتھنز کے مرکزی عجائب خانے میں موجود ہیں اور اول الذکر کی تصویر کولی نیون کے " فدیاس " میں صفحہ ۲۵ پر دی ہوئی ہے + پارتھے نوس کے سر کے صحیح اندازے کیلئے اسپازیس کا جواہر (جواب وائنا میں ہے اور جسکی تصویر اس کتاب کی جرمن اشاعت کے سرورق پر دی ہوئی ہے) اور کول اوبا (پٹروگراڈ) کے طلائی تمغے قابل ذکر ہیں + ڈھال کیلئے سٹرنگفرڈ کی ڈھال (جواب عجائب خانہ برطانیہ میں ہے) غور سے دیکھنا چاہئے لینورموں مجسمے کی ڈھال بھی منبت کاری کی گئی ہے +

※ گورگون وہ کریہہ منظر عورتیں تھیں جنکے سر پر بجائے بالوں کے سانپ لہراتے تھے [مترجم] +

اور قریب سات سو سال تک یہ مندر اس بت کا مسکن رہا۔ مذہب عیسوی کی تبلیغ پر لوگوں نے اسے گرجا بنا کر حضرت مریم کے نام پر منسوب کر دیا مگر ۱۶۸۷ء میں ایتھنز پر وینس والوں نے حملہ کیا اور اسکے سبب سے اسکا وسطی حصہ اڑ گیا۔ انیسویں صدی کی ابتدا میں لارڈ الگن پارتھے نون کے مجسمے انگلستان لے آیا اور انھیں برطانوی حکومت نے خرید کر عجائب خانۂ برطانیہ میں رکھ دیا جہاں یہ اسوقت تک موجود ہیں۔

اکروپولس کی عبادت گاہ تو تیار ہو گئی اب اسکا صدر دروازہ بننا باقی تھا جو اسکی شان کے شایاں ہوتا۔

ف۔ فون ولاموو تز میولینڈ ورف نے اپنی کتاب "تحقیقات لسانیات" کی پہلی جلد میں شہر پناہ اور قلعے پر ایک نہایت دلچسپ مضمون لکھا ہے اور اسمیں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ پرانی شہر پناہ پی ستراتوس نے مسمار کر دی اور ۴۹۰ق م میں اسکا وجود ہی نہیں رہا۔ میولینڈورف کے اس نظریہ کا کوئی قطعی ثبوت نہیں کہ پی ستراتوس نے محض اسلیئے فصیل مسمار کرائی کہ یہ وہ غیر محفوظ شہر پر حکومت کرنا چاہتا تھا۔ مگر یہ بالکل ممکن ہے کہ اسنے ایسا ہی کیا ہو اور ۴۹۰ یا ۴۸۰ ق م میں یہ دیواریں باقی نہ رہی ہوں۔ پیلارگی کون یا پیلاسگی کون اور اسکے نو دروازوں کے متعلق مورخوں میں اختلاف ہے۔ گرتیس (۱۸۶۸ء) کے نزدیک یہ اس فصیل کا نام تھا جو قلعے کے گرداگرد کھنچی ہوئی تھی اور اسمیں نو دروازے تھے جنمیں باہر سے نو سیڑھیاں قلعے کے اندر جاتی تھیں۔ اور اسکا سطحی خاکہ بیوتی شر کی کتاب "اکروپولس" (نقشہ، ص۵) میں دیا ہوا ہے مگر جب سے شاہی محل برآمد ہوا ہے اسوقت سے وہ نظریہ دوبارہ پیش کیا گیا ہے جو گرتیس کے نظریئے سے پہلے مانا جاتا تھا اور وہ یہ ہے کہ دراصل قلعے کے اندر جانے کا راستہ تو ایک ہی تھا مگر اسکی حفاظت کیلیئے نو دروازے یکے بعد دیگرے تھے۔ غالبًا پارتھے نون کی تعمیر کیلیئے اراضی اسیوقت مسطح کی گئی ہو گی جب کیمون نے جنوبی فصیل بنائی۔ پیلارگی کون کیلیئے لولنگ کا مضمون (مجموعہ "امیولر" ۳، ص۲۳۷-۳۸) اور قلعے کے جغرافیے کے لیئے ص۳۳۶ دیکھنا چاہیئے اور بیوتی شر کے نقشۂ اکروپولس (۵) میں خاکوں کا مطالعہ کرنا چاہیئے۔ پیشگاہ یا صدر دروازے کے مسئلے پر رابون نے اپنی تصنیف "پروپی لیا" (برلن ۱۸۸۲ء) میں مفصل بحث کی ہے اور ڈرم نے "جریدۂ فن مصوری" میں اور ڈیور پ فیلڈ نے

کیمون کا مقصد تو یہ تھا کہ اس عمارت سے قلعہ کا کام بھی لے مگر چونکہ طولانی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) "معلومات متعلق شہر ایتھنز" میں کی ہے "فتح" کے مندر پر روس، شئوبرٹ اور ہیفسن نے اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے (برلن ۱۸۳۹ء) اور کیکولے نے جنگلے کی منبت کاری کا حال لکھا ہے (اسٹٹگارٹ ۱۸۸۱ء)۔ ان تصانیف کے علاوہ لو لنگ کا مضمون (ا، میولر ۳، ۱۴۱) کار آمد ہے۔ اور اسی مورخ کی تحقیقات اریکتیوم (میولر ۳، ۳۴۴) بھی قابل دید ہے جہاں اسناد کی فہرست دی ہوئی ہے اور فارفلیس کی عمارت اوویوم کے لیئے پلوٹارک کی حیات فارفلیس (۳) اور لولنگ (میولر ۳۲۶) کے خیالات کا مطالعہ کرنا مفید ہوگا۔ اکروپولس کے حالات کے متعلق المشہور فرنے اخبار "ڈوئچے رنڈشاؤ" (ماہ مئی ۱۸۸۸ء) میں ایک نہایت قابلانہ مضمون لکھا ہے جسکے چند فقرے اسقدر حسب حال اور مناسب ہیں کہ یہاں انکے نقل کرنے سے میں باز نہیں رہ سکتا۔ وہ لکھتا ہے:-

غرض یہ ہے کہ پانچویں صدی ق م سے یہ قلعہ گویا شہر کا تتمہ ہوگیا اور جسطرح اس کے نام (اکروپولس) میں لفظ "پولس" برابر قائم رہا اسی طرح وہ شہر اور اسکی بہترین عمارات کا منتخبہ تھا اور اسمیں استحکامات، حرم، خزانہ اور عجائب خانہ سب ہی چیزیں موجود تھیں چونکہ یہ اتھینا کا مسکن تھا جو ایتھنز کی محافظ تھی اسلیئے اسے ایسا بنایا گیا تھا کہ باہر سے قلعہ معلوم ہو۔ اسکے صدر دروازے کی ساخت بدلکر اب اسے پروپی لیا یا پیشگاہ کردیا گیا تھا۔ رواقوں سے باہر فتح کی دیبی اتھینا کا خوبصورت چھوٹا سا مندر تھا اور فصیل کی جگہ اب سنگ مرمر کی ایک دیوار تعمیر کردی گئی تھی اور اسکے شمالی حصے میں اتھینا کے قدیم بتخانے کے ستون اور حاشیئے چن دیئے گئے تھے تاکہ ایتھنزیوں کو ایرانی حملے کے نقصانات اور اسکی کامیاب مدافعت کی یاد تازہ رہے۔ دراصل یہ قلعہ کا قلعہ ایک عظیم الشان حرم تھا اور اسکی ساخت بہت بڑی قربانگاہ کی سی تھی اور وہ گویا اتھینا، زیوس، پوسیڈون اور دوسرے دیوتاؤں کے نام پر ایک چڑھاوا تھا۔ اس کی چوٹی پارتھینون سے مزین تھی اور اریکتیوم گویا پالاس کے بت اور اسکے متعلق قدیم روایات اور باقیات کا مسکن تھا۔ خواہ اکروپولس میں خواہ اسکے نیچے کے محترم حدود کے اندر یونان کے سب سے بڑے

فصیل کی تعمیر سے ایتھنز میں کسی قلعے کی ضرورت باقی نہ رہی تھی اور چونکہ اسے یہ بھی خوف تھا کہ اکروپولس کے مزید استحکام سے ممکن ہے کہ لوگوں کے دل میں یہ خیال پیدا ہوجائے کہ فارقلیس خودسر بننے کا آرزومند ہے اسلیئے اس نے اکروپولس کی قلعہ بندی کا خیال ہی چھوڑ دیا + اتھینا دیبی کا مسکن خاص ہونے کی حیثیت سے خود مذہبی روایات ہی گویا اس کی محافظ تھیں اور کوئی امر مانع نہ تھا کہ بجائے قلعہ بند پھاٹک کے ایک عالیشان صدر دروازہ تعمیر کیا جائے۔ اسکا علم نہیں کہ اکروپولس کی چٹان کے نیچے کس قسم کی عمارت بنائی گئی مگر چٹان کی چوٹی کے قریب ایک کنارے پر میر عمارت منے سکلس کی نگرانی میں غالباً ۴۳۷-۴۳۲ ق م میں پروپی لیا یا صدر دروازہ تعمیر کیا گیا + اس کے سامنے کے حصے میں چھ ستون تھے۔ باہر سے یہ بجائے خود ایک مندر معلوم ہوتا تھا اور اسکے اطراف کے ستون باہر کو نکلے ہوئے اور پیش گاہ کے بالکل مقابل تھے + شمالی حصے میں تصویر خانہ تھا اور یہ حصہ جنوبی حصے سے زیادہ چوڑا تھا اسلیئے کہ جنوب کی طرف پروپی لیا کے قریب ہی بازو دار نیکے ("فتح") کا مندر تھا اور اس مندر کا دروازہ حائل ہونے کی وجہ سے جنوبی حصے کو مزید وسعت نہ دیجا سکتی تھی اس مندر کی عمارت نہایت مختصر یعنی طول میں ۵½ میٹر اور عرض میں ۵ میٹر تھی +

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) دیوتاؤں اور دیبیوں کے نام پر نذریں چڑھائی جاتی تھیں اور بتوروں کے ارتمیس، دِمیتر آم الارض" ہیفائستوس، دیونی سیوس (جکی تماشہ گاہ اسوقت تک چٹان کے جنوب مشرقی حصے پر ہے)، اسکلے پیوس، افرودیت، کاری تیس، پان اور نمف۔ غرض اس قلعے میں دیوتاؤں کا مجمع تھا اور یہی اٹیکا کا "پان تھیون" (دیوآلیا) تھا + پان تھیون کے ساتھ ہی یہ قلعہ خزانے کا بھی کام دیتا تھا اور اسمیں اراکین لیگ کا خراج اور اتھینا اور دوسرے دیوتاؤں کا مخصوص روپیہ بت خانے کے ظہری کمرے (اوپستھودوموس) میں رکھا رہتا تھا۔ اسمیں عجائب خانہ بھی تھا جسمیں مختلف طرز تعمیر کے نفیس ترین نمونے اور نذروں اور پیشکشوں کا ہجوم رہتا تھا جنپر اس دور کے بڑے بڑے صناعوں نے اپنی تمام صنعت صرف کردی تھی۔ اور ان سب خصوصیات کے سوا پروپی لیا میں تصویر خانہ بھی تھا +

اس کے گرد نے کا بیشتر حصہ جن میں دیوتاؤں کے جلسوں اور باہمی جنگ و جدل کے مجسمے دئے ہوئے تھے اسوقت تک محفوظ ہے مگر وہ اتنے خوبصورت نہیں جتنی وہ منبت کاری ہے جو اس طرف کے کنگوروں پر کی گئی ہے جہاں فتح کی دیبیاں فتح و نصرت کے نشانات قائم کرتی ہوئی قربانی کے جانور چڑھاتی ہوئی نظر آتی ہیں۔

اگر کوئی مسافر فتح کے مندر کے مغرب کی طرف کھڑا ہو تو اسکے سامنے ایک وسیع بحری اور بری منظر ہوگا اور وہ الیوسس، سالامس، کوہستان میگارا، اکروکورنتھ خلیج سارون، آئی گینا تک تمام ملک بلکہ آرگولی اکتے کے جنوب میں جزیرہ ھیدریا تک دیکھ سکے گا۔ اس موقع سے وہ تمام کارروائیاں نظر آتی تھیں جو ایتھنز کے دشمن اسکے خلاف کرتے تھے اور چونکہ یہاں سے "فتحمند" اتھینا اپنی محفوظ اراضی پر اچھی طرح نظر دوڑا سکتی تھی اور اپنے حریف کورنتھ کی دیوی افرودیت کو آسانی تمام دیکھ سکتی تھی اسلیئے اسکے مسکن کیلیئے اس سے بہتر جگہ ممکن نہ تھی۔

ہمارے پاس اسکا کوئی ثبوت نہیں کہ اکروپولس کی چوتھی اہم عمارت یعنی ارکتیوم کی تعمیر فارقلیس ہی کے زمانے میں شروع ہوئی مگر باقیات سے یہ ضرور پتہ لگتا ہے کہ اسمیں کیمون کے دور کی جملہ خصوصیات پائی جاتی ہیں خواہ درحقیقت یہ اسکے بعد ہی بنا ہو۔ جس جگہ "مربیہ" اتھینا کے ساتھ ارکتیوس کی پوجا ہوتی تھی وہاں ابتدا ہی سے اسی قسم کی عمارتیں موجود تھیں اور پارتھے نون کا اولین بتکدہ اسی جگہ بنا ہوا تھا۔ مگر ان عمارتوں کی ظاہری شکل و صورت کا ہمکو پتہ نہیں۔ قلعے میں ارکتیوم ہی سب سے قدیم عمارت تھی اور یہیں زیتون کا وہ درخت تھا جسے (نعوذ باللہ) اتھینا نے پوسئیدون سے جنگ کرتے ہوئے پیدا کیا تھا۔ مگر یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ ارکتیوم کی جو صورت آج نظر آتی ہے وہ جنگ پیلوپونیز کے بعد تک مکمل نہیں رہی تھی۔ یہ ایونیائی طرز کی عمارت ہے اور اسکا رخ مشرق سے مغرب کی طرف کو ہے اور اسکی شکل بے قاعدہ ہے۔ اسکی مغربی جانب ستونوں کی دو قطاریں شمال اور جنوب کی طرف نکلی ہوئی ہیں۔ اس عمارت کا سب سے مشہور وہ برآمدہ ہے جسکی چھت بجائے ستونوں کے کاریاتی دیس یا عورتوں کے مجسموں پہ استادہ ہے اور یہ عورتیں پتھر اور مٹی کے چبوترے پر

کھڑی ہوئی ہیں۔ (واضح ہو کہ یونانی فن تعمیر کے احیاء کے بعد اسی ارکتیوم ہی کے نمونے پر اطالویوں نے اکثر کمانچے تیار کئے ہیں) اس کے قریب ہی پوسئیدون ہفائستوس بوتیس سورما، اور گکروپس کی بیٹیوں یعنی پندروسوس اور اگلاؤروس کی پوجا ہوتی تھی اور اگلاؤروس کے نام پر ایک چھتا بھی منسوب تھا جو اسوقت تک موجود ہے۔ ارکتیوم میں تو اتھینا دیبی کی خاص پجارن اور قریب کے مکانوں میں باقی پجارنیں یعنی آریفورے رہتی تھیں۔

جسطرح اکروپولس اور اسکی بڑی اور چھوٹی عمارات اور مجسمے (جنیں سے بعض کا ذکر کیا گیا ہے اور بعض کا نہیں کیا گیا) گویا ایتھنزیوں کی طرف سے ایک نذرانہ تھا جو انکی اپنی دیبی کے قدموں پر چڑھایا گیا تھا اسی طرح پین اتھینیا کا تہوار اس عقیدت مندی کا اظہار تھا جو ایتھنز کو اپنی مربیہ کے ساتھ تھی۔ یوں تو یہ تہوار ہر سال ہوتا تھا مگر ہر چوتھے برس اس میں غیر معمولی تزک و احتشام کیا جاتا تھا اور یہ مہاپین اتھینیا کہلاتا تھا۔ اسمیں تفریح کے متعدد سامان تھے۔ یعنی کشتیاں اور گھوڑوں کے کرتب (جنسے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اتھینا اور پوسئیدون دیوتا کی پوجا میں کیا تعلق ہے)۔ ورزشی کرتب، اور فن موسیقی کے مقابلے جنمیں بانسری اور بربط بجائے جاتے تھے اور محفلہائے سرود منعقد ہوتی تھیں۔ ابتدا میں تو موسیقی کے مقابلوں کے بجائے ہومر کی نظمیں پڑھی جاتی تھیں مگر فارقلیس نے ان مقابلوں ہی کو ترجیح دی اور ان کے لیئے باکھوس کی تھیٹر کے قریب ایک سرودگاہ ("اودیون") زرکسیز کے اس ڈیرے کے نمونے پر بنایا جو لڑائی میں یونانیوں کے ہاتھ لگا تھا اور اسمیں بہت سے ستون لگائے اور اسپر ایرانی جہازوں کے پردوں اور مسطولوں کی چھتگیری لگائی اس عمارت کا تو کوئی حصہ باقی نہیں رہا مگر ایک اور سرودگاہ کے کھنڈر موجود ہیں جو ہیرودیس اٹیکوس نے بنایا تھا یہ بالکل تھیٹر کی سی عمارت تھی۔ صرف فرق یہ تھا کہ اس طرز کی عمارات یعنی اودیا (سرودخانے) مسقف ہوتی تھیں اور یونانی تھیٹر عام طور پر کھلے ہوئے بنائے جاتے تھے۔

موسیقی اور ناٹک کے مقابلوں کا اصل مقصد سنگیتیے مہیا کرنا تھا اور نہیں جو لوگ

اوّل آتے تھے انھیں انعام میں تپائیاں دی جاتی تھیں۔ مگر جیتنے والے بجائے انھیں اپنے گھر لیجانے کے کسی نہ کسی دیوتا کے نام پر منسوب کرکے کسی عام گزر گاہ پر رکھ دیتے تھے۔ تپوائیں حتے المقدور آراستہ و پیراستہ کرنے کی کوشش کی جاتی تھی اور جن ستونوں پر وہ رکھی ہوتی تھیں وہ بھی نہایت نفیس ہوتے تھے۔ ایسی بہت سی تپائیاں اس سڑک کے کنارے رکھی تھیں جو دیونی سیوس کے تھیٹر سے مشرق کی طرف اکروپولس کا دور کرکے شمال کی طرف چلی گئی ہے اور ان میں سے ایک یعنی لیسکراٹس کی تپائی آجتک موجود ہے+

جہاںین اتھینا کے میلے کا سب سے نادر جزو وہ جلوس تھا جو پارتھے نون کے حاشیئے کے مجسموں کی وجہ سے غیر فانی ہوگیا ہے+ اس تہوار کے موقع پر اتھنز کے مرد، عورتیں، شہری اور غیر شہری سب اپنی مربی دیبی کے سامنے شہر کی ناکتخدا لڑکیوں کے ہاتھ کی بنی ہوئی اور زردوزی کی ہوئی ایک خلعت پیش کرتے اور زمانہ ما بعد میں یہ خلعت ایک جہاز نما گاڑی پر لہراتی ہوئی مندر کو جاتی تھی+ اور وہاں اتھینا "پولیاس" کے بت کے ہر چہار طرف لٹکائی جاتی تھی۔ اور جو بیل اس موقع پر قربانی چڑھتے تھے انکے گوشت سے ایتھنزیوں کی دعوت کی جاتی تھی+

آریوپاگس (یا کوہِ "آریس") کے شمال اور اکروپولس کے شمال و مغرب میں ایتھنز کا بازار یا چوک تھا اور اسکے مغرب میں ایک بتکدہ تھا جسے عام طور پر تھےسیوم کہتے تھے[ف] اس چوک میں اور اسکے قرب و جوار میں ایتھنزیوں کے

ف تاریخی زمانے میں بازار صرف آریوپاگس کے شمال کی جانب تک ہی محدود تھا+ کُوپرٹ نے "ہفتہ وار جریدۂ لسانیات ایتھنز" کے ضمیمہ ۱۸۵۷ء میں اگورا کی ترتیب اور مختلف پبلک عمارتوں کی شرح تصویر پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس موضوع کیلئے ملش ہوفر کا مضمون "ایتھنز" (بئومیئسٹر) اور لولنگ کا مضمون (ا'میولر) قابل ذکر ہیں+ پری تانیوم چوک میں نہ تھا بلکہ قلعے کے شمالی جانب اگلوریوم کے قریب تھا+ چوک یا بازار کے مشرق کی عمارات تو اسوقت تک باقی ہیں (مثلاً وہ عمارت جسے ورزش گاہ ہیڈرین کہتے ہیں۔ "ہوا برج" اور اس کے قریب کی بیٹھکا ہیں اور وہ دروازہ جو بازار میں نہ تھا مگر جسکا نام "درِبازار" پڑگیا ہے)۔

پبلک اور خانگی معاملات طے ہوتے تھے۔ جنوبی حصہ تو شہر کی سیاسی زندگی کا مرکز اور شمالی خرید و فروخت کے لیئے مخصوص تھا۔ شمالی حصے کے مغربی کنارے پر دو نہایت خوبصورت بالاخانے جنھیں "صحن خسروی" اور "صحن شتری" (استوا ایلیوتھریوس) کہتے تھے اور اپولو پتروئس کا بتخانہ تھا اور "صحن شتری" بارہ دیوتاؤں کی تصاویر سے مزین تھا۔ اس کے مغربی جانب ایوانہائے مملکت تھے مثلاً میتروئم (دفترخانۂ مملکت)، بولیوتیریون (دیوان مجلس خاص)، ایوان مدور یعنی تھولوس (طعام پری تانیس) استراتیگیوم (دفتر افواج)، دسوں قبیلوں کے سورماؤں کے بت، خودسروں کے قاتلوں کے مجسّمے، اور مشرق کی طرف ذرا ہٹکر میتروئم اور بولیوتیریون کے دونوں طرف پوئے کیلے تھے جنکا بیان اس سے پہلے باب دوازدہم میں کیا جاچکا ہے۔ "صحن خسروی" اور پوئے کیلے سے ایک راستہ نکلتا تھا جسے شاہ راہ ہرمیس کہتے تھے مگر یہ ٹھیک نہیں بتایا جاسکتا کہ یہ کس طرف کو جاتا تھا۔ اس بازار کے شمالی حصّے میں دوکانیں اور مشرقی جانب شاہ اتالوس دوم کا رواق تھا جسکے باقیات تاحال موجود ہیں۔ جسمیں اکثر عصر کے وقت مختلف قماش و طبائع کے لوگ جمع ہوتے تھے۔ جنوبی بیٹھکاہوں میں وہ لوگ بیٹھتے تھے جنھیں عدالتوں میں کام ہوتا شمال کی طرف وہ لوگ جاتے جنھیں کچھ خرید و فروخت کرنی ہوتی یا کسی دوکاندار سے کچھ کہنا سننا ہوتا۔ بازار میں ہر قسم کا مال و اسباب پٹاروں میں جنار رہتا۔ وہیں صراف سکوں کا ڈھیر لگائے ہوئے بیٹھتے۔ اور وہیں ایسے لوگ بھی چلتے پھرتے نظر آتے جنھیں کوئی کام نہ ہوتا۔ قدیم روایات کے مطابق نکس یا نشستگاہ جمعیت عوام اسی بازار کے جنوب کی طرف کو تھی اور شاید مقرر اسی چٹان کے ٹکڑے پر کھڑے ہوکر تقریر کرتے ہونگے

(بقیہ حاشیہ صفحۂ گذشتہ) مگر خاص چوک کی عمارتوں کے اب بہت کم نشانات باقی ہیں۔ تباہیوں کی سرلک کیلیئے لولنگ (امیولر) ۳، ۲۶، ۳ نکس کے لیئے ۳۱ ۳ وغیرہ، ایتھنزی قبرستان اور خانگی حضیروں کے لیئے جن کا رواج چوتھی صدی ق م سے پڑا) ۳۲۰ کا مطالعہ بہتر ہوگا۔

جو اسوقت تک اس موقع پر آگے کو نکلا ہوا ہے + بازار کے شمال و مغرب کی طرف شاہراہ درموس ایتھنز کے صدر دروازے یعنی دیپلون کی طرف جاتی تھی اور اسکے دونوں طرف ستونوں کی قطاریں بنی ہوئی تھیں اور شہر کے باہر قبرستان میں ہوتی ہوئی اقادمیہ اور کولونوس کی طرف چلی جاتی تھی + اس قبرستان میں بہت سے ایتھنزی سورماؤں اور مدبروں شلاً سولون اور فارقلیس کی قبریں تھیں ۔ اس محلّے کو دیموس کیرامی کوس یعنی کمہاروں کا محلہ کہتے تھے اور حال میں ہی اس محلّے میں بہت سے مقبرے برآمد ہوئے ہیں جنسے تاریخ فنون لطیفہ میں معتدبہ معلومات کا اضافہ ہوا ہے ۔ حقیقت یہ ہے کہ پانچویں صدی ق م کی اٹیکا کی قبروں پر جو نبت کاری ہے وہ اپنی سادگی کے سبب سے نہایت ہی دلفریب ہے +

ہم دیکھ چکے ہیں کہ ایتھنزی صنعت کا سب سے بڑا مقصد یہ تھا کہ اتھینا کی عظمت کا لوگوں کے دلوں پر نقش کیا جائے مگر اس سے یہ ہرگز نہ سمجھنا چاہیئے اس دیبی کے سوائے دیگر معبودوں کو یوں ہی چھوڑ دیا جاتا تھا اور بعض تپائیاں (جنکا ذکر اوپر آچکا ہے) باکھوس کے نام پر بھی چڑھائی گئی تھیں ہم رفتہ رفتہ دیوی سیوس کا بھی ذکر کرینگے مگر بہتر ہے کہ یہاں سنگتراشی کے ضمن میں ان عمارتوں کا بیان مناسب ہے جو دیمتر کی خاطر بنائی گئی تھیں + گو دیمتر کے شہر ایلیوسس کی مقدس عمارتوں کے کھنڈر اتنے عالیشان نہیں ہیں جتنے اکروپولس کے مگر اس میں شبہ نہیں کہ فارقلیس کی خواہش تھی کہ اس زمانے کے بڑے بڑے صناع صرف ایتھنز کی ہی تزئین نہ کریں بلکہ ایلیوسس کو آراستہ کرکے بھی اپنے جوہر دکھائیں[9] اور یہاں کی مذہبی عمارتوں سے

---

[9] ایلیوسس کی عمارات کیلئے بیڈیکر (دوسری اشاعت) دیکھنی چاہیئے جہاں بجائے پرانے نقشے کے جو بئو میئسٹر کے مجموعے کی پہلی جلد سے لیا گیا تھا ایک بالکل نیا نقشہ لگایا گیا ہے + بتکدے کی کھدائی کا کام یونانی انجمن آثار قدیمہ کر رہی ہے + ایلیوسس کی جو نبت کاری ایتھنز کے مرکزی عجائب خانے میں موجود ہے اسکی بئو میئسٹر میں صفحہ ۴۱۳ پر نقل ہے + مختلف

ایک مخصوص طرز تعمیر کا اندازہ ہوتا ہے۔ باہر کی طرف کی پروپی لیا یا پیش گاہوں سے تو ایتھنز کی پیش گاہوں کا نقشہ سامنے آجاتا ہے مگر ان کے علاوہ اندر کی طرف بھی چھوٹی چھوٹی پیش گاہیں تھیں جو بیرونی پروپی لیا کی نسبت سے ذرا ٹیڑھی بنی ہوئی تھیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ مذہبی رازوں کے فاش ہونے کے خیال سے اسکی ضرورت تھی کہ پروپی لیا اور بیرونی دنیا کے درمیان کوئی نہ کوئی سدراہ حائل ہو۔ خاص "تپکدۂ اسرار" کی بنیاد تو اکتینوس نے ڈالی تھی مگر یہ نہایت آہستہ آہستہ تعمیر ہوا اور جنوب و مغربی برآمدہ تو چوتھی صدی ق م میں فیلو نے اضافہ کیا تھا۔ یہ تپکدہ قریب قریب مربع تھا اور اسکے وسط میں سات سات ستونوں کی چھ قطاریں تھیں جن سے وہ متعدد ایوانوں میں تقسیم ہو جاتا تھا۔ ان ایوانوں کا اصل مقصد یہ تھا کہ مخفی رسوم کی ادائی میں بہت سے لوگ شریک ہوسکیں۔ ایلیوسس میں ایک نہایت عمدہ اُبنت برآمدہ ہے جسیں دیمیتر کورے اور ایک نوجوان شخص کی شبیہیں ہیں اور اس سے پانچویں صدی ق م کی صنعت کا اور اس اثر کا جو ایلیوسس کی پوجا کا صنعت وفنون لطیفہ پر ہوا اندازہ ہوتا ہے۔

ان عمارتوں کے علاوہ اور مقامات پر بھی دور فارقلیس کے نمونے موجود ہیں۔ راس سونیوم پر اتھینا دیبی کے نام کا ایک مندر تھا جسکے نو ستون اسوقت تک زیب راس ہیں اور انہی کی وجہ سے اب اسے راس کولونائس کہتے ہیں۔ مگر امتداد زمانہ سے اس مندر کے مجسموں کو بہت نقصان پہنچا ہے اور

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) موضوعوں کیلئے مفصلہ ذیل کتابیں دیکھنی چاہئیں:۔

سونیوم: ڈیورپ فیلڈ۔ ۹۔

رھامنوس: لوننگ ۴۔

فگالیا: تصانیف سٹاکلبرگ (روما ۱۸۲۶ء) اور کوکرل کی کتاب (جوپیٹیئن ہیلینوس کا بتخانہ آئی گینا اور اپولو اپی کیوریس کا بتخانہ باسئے)۔ لندن ۱۸۶۰ء بٹومنیسٹر کا مضمون جو اسکے مجموعے (ص ۱۳۱۹) میں درج ہے۔

آجکل لوگ اس راس کو صرف وہ خوشگوار منظر دیکھنے کیلئے جاتے ہیں جو وہاں کھڑے ہوکر نظر آتا ہے۔ اسی طرح مارا تھون کے شمال میں ایک بتخانہ بمقام رھامنوس اسوقت تک ہے جو نیمےسس یعنی انتقام کی دیبی کی طرف منسوب ہے۔ روایت ہے کہ اس دیبی کا بت فدیاس یا اگوراکریتوس نے اس پاروسی سنگ مرمر کے ٹکڑے سے تراش کر بنایا ہے جسے ایرانی اپنے فتح کی یادگار قائم کرنے کیلئے ماراتھون لائے تھے۔ اگوراکریتوس سے بھی مشہور الکامنیس ساکن لیمنوس ہے جسکا ذکر اس سے پیشتر اولمپیا کے بیان کے سلسلے میں کیا گیا ہے اور اسی الکامنیس کی طرف دسکوبولوس کا وہ استادہ مجسّمہ منسوب کیا جاتا ہے جسکی متعدد نقلیں اسوقت تک موجود ہیں۔ اٹیکا کے حدود سے باہر اسی صنعت کا ایک نمونہ وہ بتخانہ ہے جو جزیرہ نمائے پیلوپونیز میں فگالیہ کے قریب بمقام بسئے واقع ہے اور جسے اکتینوس نے عظیم الشان قدرتی مناظر کے وسط میں اپولو اپی کیوریس کے اعزاز میں غالبًا ۴۳۰ قم اور ۴۲۹ قم کے طاعون کے زمانے میں تعمیر کیا تھا۔ اس بتخانے کی اندرونی ساخت اور اسکی بیت چوتھائی بلندی کے ستون اور طاق قابل غور ہیں۔ یہاں ۱۸۱۱ء میں ایک حاشیہ برآمد ہوا جسمیں امیزنون کی جنگ دکھائی گئی ہے۔ یہ حاشیہ اب عجائب خانۂ برطانیہ میں رکھا ہوا ہے۔

کہاجاتا ہے کہ فدیاس اسی آرگوسی مدرسے کا تعلیم یافتہ تھا جسنے خود آرگوس میں بھی بڑے بڑے صناع پیدا کئیے اور فدیاس کا سب سے نام آور ہم مدرسہ ایک آرگوسی ہی یعنی پولیکلےتوس تھا جو غالبًا سنگتراش پترو کلیس کا بیٹا اور دو صناعوں یعنی نئوکیدیس اور ویدالوس کا بھائی تھا۔ اس پولیکلےتوس نے نوجوان انسان کی ایک خاص شبیہہ ایجاد کی جو بڑے بڑے اہالیان صنعت کیلئے اسوقت تک برابر نمونہ رہی جبتک لسی پوس نے فن سنگتراشی میں نئے اصول کا اضافہ کیا۔ اسکے متعدد مصنوعات کا ہمیں علم ہے۔ اسکا سب سے مشہور مجسّمے کا نام دوریفوروس تھا جسکی متعدد نقول پائی گئی ہیں۔ اور اسی نے ایک نوجوان دیادمینوس کا بت تراشا ہے جسمیں وہ اپنی آنکھوں پر

پٹی باندھتا نظر آتا ہے ۔ اور اسی کی طرف امیزن کی ایک مشہور شبیہہ منسوب کیجاتی ہے ۔ اسی پولیکلیٹوس نے آرگوس کی قدیم مربی دیبی ہیرا کا مشہور سونے اور ہاتھی دانت کا مجسمہ تراشا جو فدیاس کے زیوس کا گویا جواب تھا ۔ اسمیں بھی آرگوس کی دیبی بیٹھی ہوئی نظر آتی تھی اور ایک ہاتھ میں انار لیئے ہوئے تھی اور دوسرا ہاتھ اپنے عصا پر رکھا ہوا تھا ۔ اس مجسّمے کی متعدد نقلیں اسوقت تک موجود ہیں اور آرگوس کے سکوں پر اسکا سر کندہ ہے ۔ ان تمام بتوں کے علاوہ سکیونی آرگوسی طرز کے سنگتراش ان لوگوں کے مجسّمے بھی بناتے تھے جو مختلف مقابلوں میں اوّل آتے تھے[۱] اب صرف تصویر کشی باقی رہ گئی ۔ جسکا ذکر باب دوازدہم میں آچکا ہے ۔

گو جو کچھ باقیات جزیرہ سسلی میں دریافت ہوئی ہیں وہ سب محض عمارتوں تک ہی محدود ہیں مگر ان ہی سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایتھنز اور مشرقی یونان کی طرح وہاں بھی صناعی کمال کو پہنچ گئی تھی ۔ ان عمارتوں میں سب سے بلند مرتبہ سلی نوس اور اکراگاس کے بتخانوں کا ہے جنکی عظیم الشان وسعت اور نفیس آرائش سے خود قدما انگشت بدنداں تھے ۔ اس بڑے بتخانے کے علاوہ اکراگاس میں دو اور بتخانے ہیں جو اس سے زیادہ محفوظ ہیں اور انمیں ایک عجیب خوبصورتی اور شان نظر آتی ہے ۔ سلی نوس اور اکراگاس کے کھنڈر قدیم زمانے کے جلیل القدر کھنڈروں میں سے ہیں اور گو سلی نوس ۴۰۹ ق م میں اجڑ گیا اور اسکے بعد کبھی اسکی مرمت نہیں ہوئی پھر بھی اس کے باقیات سے معلوم ہوتا ہے کہ یونانی فن تعمیر کیا کچھ کر سکتا تھا ۔

---

[۱] پولیکلیٹوس کیلیئے بوُمیئسٹر صفحہ ۱۳۴۵ دیکھنا چاہیئے جہاں ان کتابوں کی فہرست دی ہوئی ہے جو اس صناع پر لکھی گئی ہیں ۔ حال ہی میں مورخوں کی توجہ اسکے ان مجسموں کی طرف مبذول ہوئی ہے جو اپنی دوروس (ھتھولوس) میں برآمد ہوئے ہیں ۔ ہیرا کی تصویر والے آرگوسی سکوں کیلیئے امہوف بلُومر اور پ گارڈنر کے مراسلات جو "جریدۂ مطالعۂ یونانیات" (۱۸۸۵ء تصویر ۱ ۔ ۱۲ تا ۱۵) میں شائع ہوئے ہیں دیکھنا چاہیئے ۔

پوسیدونیہ (پیستوم) کے عالیشان مندر کی تاریخ تعمیر کا تعین آسان نہیں مگر پیتاپونتوم کے مندر کے کھنڈروں سے پتہ لگتا ہے کہ ان کی بنا پانچویں صدی ق م میں ڈالی گئی تھی +

پانچویں صدی ق م میں ایتھنز میں بہت سی عمارات محض مفاد عامہ کیلیئے تیار کی گئیں اور ان میں بجائے صناعی کے عوام کا فائدہ زیادہ مقصود تھا + ان عمارتوں میں وہ آب گزار اور بدروئیں جن کا خاکہ مشہور آفاق ہیئت داں میتون نے تیار کیا تھا بلدہ اور پرئی اوس کی درمیانی فصیل اور خود پرئی اوس کی عمارات تھیں جو جنگ ایران میں مسمار ہوگئی تھیں[1] ہمیں معلوم ہے کہ اس دور سے قبل ہی دونوں مقامات کے درمیان دو طویل دیواریں تعمیر ہوچکی تھیں مگر مشکل یہ تھی کہ جنوبی دیوار اس فالیروم تک چلی گئی تھی اور خود فالیرم کی لنگرگاہ قلعہ بند حدود کے اندر آگئی تھی اسلیئے اگر بالفرض کوئی غنیم خاص فالیروم پر جہاز سے اتر آئے تو وہ طویل دیواروں کے درمیانی میدان میں ہوکر بآسانی تمام ایتھنز کو آسکتا ہے + ان ہی وجوہ سے فارقلیس ان استحکامات کو کافی نہ سمجھتا تھا اور اسنے ایک اور دیوار تعمیر کی جو شمالی فصیل کے متوازی خلیج فالیروم کی شمالی حد تک چلی گئی۔ ان دونوں یعنی شمالی اور جنوبی دیوار کے درمیان صرف ۶۰۰ گز کا فاصلہ تھا اور اسکی حفاظت ایک مختصر فوج بہ آسانی کرسکتی تھی۔ اب پرئی اوس میں ایتھنز کا بندرگاہ رہ گیا تھا اور اسمیں متعدد تجارتی گودام بنائے گئے جنمیں سے ایک عین بندرگاہ کے کنارے تھا اور چونکہ اس میں

[1] نقشہ جات اٹیکا کے پہلے نمبر (برلن ۱۸۸۱ء) میں ملش ہوفر کا مفصل و مدلل مضمون دیکھنا چاہیئے + آب گزاروں کے لیئے السلر کی تحقیقات کا جو "رودادہائے انجمن تعمیرات" (۲، ۷، ۱۰ وغیرہ) میں درج ہے مطالعہ سودمند ہوگا + ملش ہوفر ("ایتھنز" بئومیئسٹر صفحہ ۱۸۱) کہتا ہے کہ غالباً پانچویں صدی ق م سے ہی ایتھنز کیلیئے کوہ ہیتے لیکوس کے چشموں سے پانی آنے لگا تھا + گرتیس نے (۲ (۶) ۲۸۰ و ۲۸۱) میتون اور علم ہیئات کی ترقی پر بحث کی ہے +

مختلف اشیاء کے نمونوں کی نمائش ہوتی تھی اسلیئے اسے وسے اگما یا نمونہ خانہ کہتے تھے۔ شہر پرائی اوس ملطی میہ عمارت ہپوداموس کے نقشے کے مطابق شہر تھوریئی کے اصول پر بالکل باقاعدہ بنایا گیا تھا۔ اس کے اور شہر ایتھنز کے درمیان صرف چار پانچ میل کا فاصلہ تھا اور یہ ہی ایتھنز کی تجارت کا مرکز اور سلح خانہ تھا۔ اکثر باشندگان ایتھنز پاپیادہ ہی ایتھنز کو آتے جاتے تھے۔ ان ہی وجوہ سے دونوں شہروں کے درمیان تجارت میں بہت ترقی ہوئی۔

اب ہم عملی زندگی سے ہٹ کر مذہب و فلسفے کے تخیلی دائرے کی طرف مائل ہوتے ہیں۔ جسطرح اتھینا دیبی کے اثر سے ایتھنز کا مذہب ممتاز و مشرف ہوا اسی طرح دیوتی سیوس کی پوجا کا ایتھنز کی ادبیات کے ایک خاص شعبے پر اثر پڑا اور وہ شعبہ ناٹک تھا۔ ناٹک دراصل عید دیوتی سیبہ کی ایک شاخ تھی اور اس زمانے میں اسکا سب سے بڑا ماہر ایس خیلوس تھا جسکا ذکر اس سے پیشتر آچکا ہے اسی وجہ سے پیشتر کی طرح یہاں محض دردیہ کا بیان کیا جائیگا اور سرودیہ کی بحث جنگ پیلوپونیز کے دور تک چھوڑ دی جائیگی۔

فارقلیس کے عہد کا سب سے بڑا دردیہ نویس سوفوکلیس[۱۱] تھا۔ وہ ایتھنز کے

---

[۱۱] سوفوکلیس پر پسٹل کا پراز معلومات بیان اس کی "تاریخ ادبیات یونان" ۳ '۲، ۲ تا ۱ ۲۰۹ اور کرسٹ کا مضمون میولر کے مجموعے جلد ۸ ۱۶ تا ۱۰۸ دیکھنا چاہیئے۔ بلاشبہ اسکی زندگی کے بعض واقعات مخترعہ ہیں مگر یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ سوفوکلیس سردیہ نویسوں کا نشانہ تضحیک نہ تھا اسلیئے وہ کیوں اس کی خصوصیات کو خواہ مخواہ غلط جامہ پہنانے کی کوشش کرتے۔ دیکھیئے پلوٹارک کی حیات فارقلیس ۸۔ لاٹیرن عجائب خانے میں جو اسکا قابل تعریف مجسمہ ہے اس سے خود نمائی اور تصنع کی بو آتی ہے۔ فرائی تاغ نے برن ہارڈی ۲ ۲، ۱ ۳ میں اسکی صنعت کی بہت تعریف کی ہے۔ اور ال شمڈٹ نے "اخلاق اہل یونان قدیم" ۲ '۱۶۰ میں ناٹک انتی گونے کے سطور ۹۰۵ تا ۹۱۲ پر بحث کی ہے۔ برن ہارڈی نے دردیہ الکترا کو "قہرمانی آمیز" کا لقب دیا ہے (۲ '۲ '۳۶۶) اور اسکے پرحسرت انجام کی وجہ سے قدیم نقادوں نے اس ناٹک کو ہجویوں کے زمرے میں رکھا تھا۔

قریب کولونس کے دیہے میں ۴۹۶ق م میں پیدا ہوا اور سالامس کی فتحیابی کے
بعد ایتھنز میں جو میلا ہوا تھا تو جن بچوں نے اس فتح کی خوشی میں اس میلے میں نظمیں
گائی تھیں انہیں سے ایک سوفوکلیس بھی تھا + بچیس سال کی عمر میں یعنی ۴۶۸ء
میں اس نے اپنے مدمقابل ائس خیلوس کو ہرا دیا اور اسی زمانے سے ایتھنزی
اسے دل وجان سے چاہنے لگے اور فارقلیس کا خاص منظور نظر ہونے کی وجہ سے
وہ استراتی گوس بن گیا اور اسی حیثیت سے جنگ ساموس میں ایتھنزی فوج
کی کمان کی + مگر میدان جنگ میں بھی اسنے عیش و عشرت کے سامان کو خیر باد
نہ کہا اسلیئے فارقلیس کو اسے فہمائش کرنی پڑی + روایت ہے کہ اس میں اور
اسکے بیٹے یوفون میں جھگڑا ہوگیا اور یوفون نے اپنے بوڑھے باپ پر طرح طرح کی
پابندیاں عائد کرنا چاہیں تو سوفوکلیس نے اپنا ناٹک ایدیپوس کولونیوس
ججوں کو سنایا اور اسطرح اپنے ذی شعور ہونے کا ثبوت دیا + ۴۰۶ء ق م
میں اسکا انتقال ہوگیا اور اپنے عزیز وطن کا ستارہ گویا غروب ہوتے ہوئے
دیکھ لیا +

سوفوکلیس نے ائس خیلوس کی طرز کا تہ ناٹکا یعنی ایسے تین دردیلوں
کا مجموعہ جنکا ایک دوسرے کے ساتھ تعلق ہو نہیں لکھا اسی لیئے اسے ائس خیلوس
سے زیادہ اپنے ناٹکوں میں اندرونی ربط پیدا کرنا پڑا + اسکے اور ائس خیلوس
کے ناٹکوں میں یہ امتیاز ہے کہ اسکے ناٹکوں میں تیسرا ایکٹر بھی رہتا ہے اور
ائس خیلوس کے ناٹکوں سے زیادہ اصلی زندگی کی حقیقی تصویر نظر آتی ہے مگر
ترتیب مناظر میں وہ اپنے پیشرو سے آگے نہیں بڑھا + سوفوکلیس اپنے
ناٹکوں میں سنگت سے اتنا کام نہیں لیتا جتنا ائس خیلوس یعنی وہ صرف ناٹک کا
اصلی مقصد اپنی زبان سے چند نفیس اور دانشمندانہ الفاظ ادا کرکے بیان
کر دیتا ہے + سوفوکلیس یہ ظاہر کرنا نہیں چاہتا تھا کہ انسان اپنے مقدر کا
غلام ہے اور تقدیر اور تدبیر کے تنازع کا حل ناٹک کے سانگی اس اعتقاد کا
اظہار کرکے کرتے تھے کہ خود رائی اور یکطرفہ سرکشی دیوتاؤں کو پسند نہیں +
سوفوکلیس ناٹک کے "اسلوب" کا یعنی اس فن کا جس کے ذریعے سے

ناٹک کے پیرائے میں زندگی کا نقشہ پیش کیا جاتا ہے گویا استاد ہے۔ اور آجکل کے قابل ترین مبصرین کی رائے ہے کہ وہ ناٹک کی ساخت کے قواعد پر نہایت خوبی اور صحت کے ساتھ کاربند ہوتا ہے اور جہاں تک دلچسپی انتہائے کمال اور انجام کا تعلق ہے آجکل کے زمانے میں اسکے بہت کم ہمسر پیدا ہوئے ہیں +

روایت ہے کہ سوفوکلیس نے کم وبیش ایک سو سے زیادہ ناٹک اور درئیے تصنیف کیئے مگر حوادث زمانہ سے صرف سات درویئے باقی بچے ہیں اور ہم بلاخوف تردید کہہ سکتے ہیں کہ انہیں سے انٹی گونے بہترین ہے + یہ ۴۴۱ ق م میں پہلی مرتبہ کھیلا گیا تھا اور ناٹک کی دلچسپی میں متواتر اضافہ اور سانگیوں کی خصوصیات میں مسلسل ارتقا اعلیٰ ترین طریق سے دکھایا گیا ہے + بادشاہ کی بے انصافی اور اسکی وحشی مزاج اور انٹی گونے کے ایثار اور استقلال کا مقابلہ نہایت خوبصورتی سے واضح کیا گیا ہے اور ناٹک کے اختتام پر دکھایا گیا ہے کہ کریون کے بیٹے کی موت ہی اسکے افعال کی سزا ہے + "الکترا" میں ماں سے بیٹی کی نفرت پر بہت زور دیا ہے اور مصنف نے اس واقعے سے حاضرین کو تذبذب میں رکھا ہے کہ عرصہ دراز تک الکترا یہ سمجھتی ہے کہ اسکا بھائی مر چکا ہے + ناٹک "ایڈیپوس خود سر" میں بادشاہ اپنی بے صبری سے اپنی بربادی کا سامان پیدا کر لیتا ہے اور "ایڈیپوس کولونیوس" میں اس قصے کا انجام ایسے الفاظ میں ہوتا ہے جن سے ایتھنز کے اقبال اور اقتدار کا اثر پیدا ہو + نابینا بادشاہ اور اسکی بہن انٹی گونے کولونس میں یومنیدیس کے باغ میں دست اتحاد دراز کرتے ہوئے جہاں عام فانی انسان داخل نہیں ہو سکتے نظر آتے ہیں۔ اب تھیبزیوں کو معلوم ہوتا ہے کہ بغیر اس بادشاہ کی واپسی کے تھیبز کی خیریت نہیں اور اسکی واپسی کی ضرورت پر متفق ہوکر کریون اور پولی نکیس کو اسے طلب کرنے کیلئے روانہ کرتے ہیں۔ مگر ایڈیپوس واپسی سے انکار کرتا ہے اور خود شاہ ایتھنز تھیسیوس تھیبزیوں کے زور و ظلم سے اسکی حفاظت کرتا ہے ایڈیپوس سرزمین اٹیکا پر ہی اپنی جان دیتا ہے اسکی نعش کا جس تزک و احتشام سے استقبال کیا جاتا ہے

۲۷۷

وہ اس ملک کے لیئے باعث رحمت اور موجب برکت ہوتا ہے ۔ ناٹک "ایاکس" کا ہیرو اپنی اہمیت کے گھمنڈ میں اسقدر بھرا ہوا ہے کہ اس خبط میں وہ اکثر کوئی نہ کوئی حماقت آمیز فعل کر گذرتا ہے اور دوسروں کا نشانۂ تضحیک بن جاتا ہے اور آخر کار خودکشی کر لیتا ہے ۔ ناٹک فیلوکٹیٹیس میں سوفوکلیس نے شخصی خصوصیات کی تصاویر کھینچنے میں اعلیٰ درجے کی صناعی سے کام لیا ہے ۔ ناٹک کا ہیرو ٹرواسے طلب کیا جاتا ہے اسلیئے کہ اسکی کمان کے بغیر اس شہر کی تسخیر ناممکن ہے ۔ مگر وہ خود وہاں جانے سے انکار کرتا ہے ۔ اسپر اودیسیوس اور نیوپطلیموس اسے دھوکہ دیکر کہ وہ اسے وطن لیئے جارہے ہیں اپنے جہاز پر سوار کرا لیتے ہیں اور جب وہ نیوپطلیموس کو اپنی کمان امانتاً سپرد کرتا ہے اور نیوپطلیموس اودیسیوس کو دیدیتا ہے اور چونکہ فیلوکٹیٹیس سنسان و ویران جزیرے پر بغیر تیر کمان کے گزارہ نہیں کر سکتا اسلیئے وہ مجبوراً انکے ساتھ جاتا ہے مگر بالآخر نیوپطلیموس اسپر ترس کھاکر اسکا ہتھیار اسی کو دیدیتا ہے ۔ بدیں وجوہ اگر غیب سے ہرقل نہ پہنچ جاتا اور ہمارے ہیرو کی رائے نہ پلٹ دیتا تو ٹروائے ہرگز تسخیر نہ ہوسکتا ۔ سوفوکلیس کے ناٹکوں میں سب سے کمزور تراخنی سنئیے ہے جسمیں ہرقل کی موت کا ذکر ہے ۔

چونکہ اسوقت ہم یونان کے سب سے بڑے درد یہ نویس کے ناٹک پر بحث کر رہے ہیں اسلیئے مناسب ہے کہ یونانی درد یئے کی خصوصیات دکھائیں اور وہ فرق ظاہر کریں جو قدیم یونانی اور زمانۂ حال کے درد یئے میں پایا جاتا ہے اور اسطرح اوّل الذکر کی تاریخی اہمیت کو عیاں کردیں[۱۳] ۔ قدیم یونانی درد یئے اپنے

---

[۱۳] جہاں یونانی ناٹک کا ذکر آیا ہے اور اسکا مقابلہ دوسرے ممالک کے ناٹک سے کیا گیا ہے وہاں ایک خاص بات ملحوظ رکھی گئی ہے اور وہ یہ کہ قارئین کرام کی توجہ اس فرق کی طرف مبذول کیجائے جو اسپین اور رومن اور زمانۂ حال کے ناٹک میں پایا جاتا ہے ۔ قدما اسٹیج کے طویل مکالمے پسند کرتے تھے اور اس ضمن میں یہ مناسب ہوگا کہ ہم گیوٹے کے "سفر اطالیہ" (دنبس ۱۸ اکتوبر) کا ایک فقرہ درج کریں جو حسب حال ہے ۔

گیوٹے تھیٹر جاتا ہے اور ایک اطالوی درد یئے کے طویل مکالمے کو سنکر لکھتا ہے :-

اصل مقاصد اور ظاہری حالت میں نہایت ممتاز ہیں - جو تعلق اسکے اصل اور اسکے
مقاصد کا تاریخ سے ہے وہ تو صاف ظاہر ہے مگر یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ اسکے
مطالب اور معنے پر ان تخیلات کا نہایت زبردست اثر ہے جو اس زمانے کے شعرا
کے پیش نظر تھے + یونانی درویہ در اصل ان مزاری تذکروں سے نکلا ہے جسکا
مقصد یہ تھا کہ یونانی دیوتاؤں کی تعظیم و تکریم کی جائے + اسٹیج پر جو اشخاص ہوتے
تھے انکو دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے - ایک تو ایکٹر جو ایک دوسرے سے گفتگو کرتے
تھے اور جنکی تعداد تین چار سے زیادہ نہ ہوتی تھی اور دوسرے وہ لوگ جو اس
مکالمے کو سنتے تھے اور اپنے خیالات اور جذبات کا مزاری مصرعوں میں اظہار
کرتے تھے + اسکے برخلاف موجودہ ناٹک کی بنا ازمنۂ وسطے میں پڑی ہے
اور اسکے حالات قدیم یونانی ناٹک سے بالکل مختلف ہیں - یوں تو اسکا ابتدائی
تعلق بھی مذہب کے ساتھ تھا مگر چونکہ ناٹک عیسائی مذہب یا اسکی عبادت کا کبھی
جزو نہیں رہا اسلیئے یہ تعلق بہت جلد جاتا رہا - اسکے ماسوا ازمنۂ وسطے (اور
زمانۂ حال) کا ناٹک محض نظموں کی ہی کشادہ صورت نہیں ہے بلکہ زندگی کے
حرکات اور اعمال کی چلتی پھرتی تصویر ہے اسلیئے زمانۂ حال کا ناٹک حقیقی
زندگی کے مختلف شعبوں کو نہایت احتیاط کے ساتھ پیش کرتا ہے - اور چونکہ
ایکٹروں کی تعداد محدود نہیں اسلیئے بہ نسبت یونانی ناٹک کے اسمیں پلاٹ نہایت
آسانی سے قائم کیا جاسکتا ہے اور اس پلاٹ کو بسہولت تمام سمجھایا جاسکتا ہے +
مثلاً تاسو اور ایفی گینیا میں بھی جنکا حقیقی زندگی سے کوئی تعلق نہیں ہے

۲۷۹

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ ؟ اسکے بعد یونانی درویئے کی لمبی تقریریں اور لامتناہی مباحثے میں
بہ آسانی سنا اور سمجھ سکتا ہوں اسلیئے کہ موجودہ اطالیوں سے زیادہ ایتھنزی خطابوں کی تقریریں
سننے اور ان پر رائے قائم کرنے کے اہل تھے اور انھیں عدالتہائے عامہ میں جہاں وہ اپنا
اکثر عزیز وقت گذارتے تھے بہت حظ حاصل ہوتا تھا + ایک اور امر ہے جو نظر انداز نہ کرنا
چاہیئے وہ یہ ہے کہ مصنوعی چہروں اور ایسی پاپوشوں سے جنسے پنڈلیاں تک ڈھک جاتی
ہوں باریک ترین جذبات اور طبیعت کے اتار چڑھاؤ کا کامل اظہار مشکل سے ہوسکتا ہے +

گیوٹے بعض مرتبہ بیک وقت پانچ پانچ ایکٹر ایک ہی منظر کے دوران میں اسٹیج پر بلالیتا ہے + یونانی فن ناٹک نویسی کی ایک خصوصیت یہ تھی کہ ایسی صورت حال سے گریز کیا جائے' اور گو اسمیں مصنف کو حال کے ناٹک نویسوں سے زیادہ ہوشیاری اور طباعی کرنا پڑتی تھی مگر یہ ناٹک حالات اور واقعات کا آئینہ بننے کی صلاحیت نہ رکھتا تھا۔ اٹیکائی اسٹیج زیادہ چوڑی چکلی نہ ہوتی تھی اور اسپر تین چار ایکٹروں سے زیادہ ایک ہی وقت میں نہیں آسکتے تھے اور یہ ایکٹر ہمیشہ حاضرین کے سامنے رہتے تھے اور وزن دار مکالموں سے انھیں محظوظ کرتے رہتے تھے۔ اسکے برعکس آجکل کے ناٹکالیہ کا اسٹیج خوب وسیع اور کشادہ ہوتا ہے اور اسپر بعض مرتبہ ایکٹروں کا ایک انبوہ عظیم جمع ہوجاتا ہے۔ کبھی ایک دو ایکٹر علیحدہ ہوکر گفتگو کرتے ہیں کبھی اسٹیج ہی پر لڑائیاں ہوتی ہیں اور پھر یہ ایکٹر باقی ایکٹروں سے ایسے ہی مل جاتے ہیں جیسے واقعی زندگی میں + اگر یونانی اسٹیج کی فن پیکر پزیری سے مشابہت دیجا سکتی ہے تو آجکل کے ناٹک کی حالت بالکل فن مصوری کی سی ہے اور جب موجودہ ناٹک کو زندگی کی ایک تصویر قرار دیا جاتا ہے تو ظاہر ہے کہ سنگتیا نہ صرف بیکار محض ہوجاتا ہے بلکہ بعض مرتبہ تو کھیل میں اسقدر حارج ہوجاتا ہے کہ اسے ناٹک میں شامل ہی نہیں کیا جاتا + ہمارے ناٹک کی طرح قدیم ناٹک میں بھی اخلاق کا پہلو تھا مگر ہمیں یہ ضرور یاد رکھنا چاہیئے کہ قدما کا اخلاقی معیار ہمارے اخلاقی معیار سے بالکل جدا تھا اور بہت سے ایسے نادر اور نفیس جذبات ہیں جو ہمیں فطری معلوم ہوتے ہیں مگر قدما ان سے ناواقف محض تھے اسی طرح سوفوکلیس میں بہت سی ایسی باتیں ہیں جنسے ہمارے کان مطلق نا آشنا ہیں + یہ بالکل قرین قیاس ہے کہ زمانہ مابعد کے مصنفوں نے بہت سے فقرے اضافہ کردیئے ہوں مگر یہ اضافہ بھی قدیم زمانے میں کیا گیا ہوگا اور اسمیں قریب قریب انھی جذبات کا اظہار کیا گیا ہوگا جن سے خود صاحب کتاب واقف تھا۔ ایک اور امر یہاں قابل ذکر ہے اور وہ یہ کہ بعض مرتبہ شعرا اسٹیج پر ذو معنی الفاظ کی بھرمار کردیتے ہیں اسکے دو اسباب ہیں اول تو یونانی عموماً اور ایتھنزی خصوصاً اس قسم کی لفاظی پسند کرتے تھے اور دوسرے پانچویں صدی ق م کا زمانہ وہ زمانہ ہے

جب فن بلاغت کو بہت ترقی ہو رہی تھی اور اسکی ہر دلعزیزی کی وجہ سے اسٹیج کی لفاظی کو بھی بہت تقویت پہنچی در اصل قصہ یہ تھا کہ یونانی محض زندگی کی متحرک تصاویر دیکھنے ہی کے آرزومند نہ تھے بلکہ اسکے خواہشمند تھے کہ ایکٹروں کی زبان سے طویل طویل تقریریں سنیں اور جو کچھ انسان کے دماغ میں گزرتا ہے اسکی آواز اسکے کانوں میں گونجے۔ یونانی اسٹیج کے مکالموں کا مقصد یہ نہ تھا کہ زندگی کی تصویریں اتاری جائیں بلکہ شگفتہ ہوں اور طویل تذکروں اور بیانوں کی طرح وہ بھی گویا لفظی صنعت کا ایک امتحان ہی تھا۔

یونانی درد یہ نویسوں میں صرف تین بڑے بڑے درد یہ نویس ایسے ہیں جنکی تصانیف سے ہم واقف ہیں۔ ان میں سے دو کا بیان تو کر دیا گیا ہے تیسرے یعنی یوریپڈیس کا ذکر آیندہ دور میں آیگا۔ بعض مصنف ایسے بھی ہیں جنکی تصانیف تلف ہو گئی ہیں۔ مثلاً خیوس کا ایون اپنے زمانے میں اپنی قسم کی نظموں کیلیے مشہور تھا اور اگاتھون کا زمانہ موجودہ دور سے بعد کا زمانہ ہے اور اسکی شہرت کا دارمدار صرف یہ ہے کہ انکا بیان افلاطون نے اپنے سمپوزیون میں کیا ہے۔

جہانتک ہمیں علم ہے چوتھی صدی ق م سے پیشتر تھیٹر اور اورکیسترا یعنی ناچ گھر میں کسی قسم کا فرق نہ تھا اور ابتدائی باضابطہ تماشہ گاہیں جنکے کھنڈر اسوقت تک موجود ہیں اس صدی کے دوسرے حصے میں تعمیر ہوئی تھیں[۱]۔

گو ایتھنز کا نیسرا نامآور درد یہ نویس یوریپڈیس سوفوکلیس کے بعد پیدا ہوا تھا مگر اسکا انتقال سوفوکلیس سے پیشتر ہی ہو گیا۔ اسکا بیان دراصل اسلیئے ملتوی کیا گیا ہے کہ اسکی تصانیف کی خصوصیات بالکل مختلف ہیں اور دراصل وہ ایک اور تہذیب کا نام لیوا ہے جسکا اثر یونان پر عموماً اور ایتھنز پر خصوصاً پانچویں صدی

[۱] تماشہ گاہوں اور ناٹکیوں کے لیئے کاویراؤ کا مضمون (ہومینسٹر صفحہ ۱۷۳) اور امیولر کی کتاب "تاریخ تماشہ گاہ یونان" (فریبرگ ۱۸۸۶ء) دیکھنا چاہیئے یونانی تماشہ گاہ کی ساخت کے مسئلہ پر آخر ترین تحقیقات سے ایک خاص روشنی پڑتی ہے۔

ـــ کے آخری بیس سال میں پڑا اور جسکا ذکر بعد میں کیا جائیگا + مگر درصل اس نئی تحریک کی ابتدا ان ذہنی رجحانات میں تلاش کرنی چاہئیے جنکی اصل ایشیائے کوچک میں تھی اور اس سے ایتھنز ایک حد تک فارقلیس کے دور میں ہی متاثر ہوچکا تھا۔ اب بھی ایونیائی بلدیات ایتھنز کی بحری لیگ میں سب سے سرسبز اور مالدار شمار کیئے جاتے تھے اور اب بھی ان شہروں میں بڑے بڑے صناع اور علما پیدا ہوتے تھے ۔ مگر یہ صناع و علما اپنے وطن میں رہنا پسند نہ کرتے تھے اور جیسے مقناطیس لوہے کو اپنی طرف جذب کرلیتا ہے ایسے ہی ایتھنز انھیں اپنی طرف کھینچ لیتا تھا اور وہ اپنے ساتھ ایونیائی تہذیب و شائستگی کا بیج لے آتے تھے۔ مگر ان ایونیائی تخیلات میں ایک ذاتی عنصر بھی تھا جو پرانے خیال کے ایتھنز یوں کو مطلق پسند نہ تھا اسی لیئے ایونیائی اصولوں کو جنھیں ایونیائی علما، وفضلا رواج دینا چاہتے تھے ایتھنز یوں نے خوش آمدید نہیں کہا ۔

ایونیائی فلسفیوں نے اسوقت تک محض کائنات کا عنصر اولیں دریافت کرنے کی کوشش کی تھی ۔ مگر اب اس میدان میں مطلق گنجائش نہیں رہی تھی ۔ بہر حال یہ ممکن تھا کہ تحقیقات کی روش تبدیل کردی جائے اور بجائے مادے کو اس قدر اہمیت دینے کے اس قوت کی جستجو کی جائے جو مادے کو متحرک کرکے اس میں تبدیلیاں پیدا کرتی ہے + اس طریق تجسس کا موجد انکساغورس ساکن کلازومینیا تھا + [۱۵] اسکے نزدیک (ہر شئے کی اصل) ایک عنصر اولیں تھا جس میں عناصر متباینہ کی بے ترتیب آمیزش تھی ۔ اس آمیزش میں ترتیب اور تہذیب ایک اور حی و ذی شعور وجود نے پیدا کی جسے وہ نوئس ("عقل") کہتا ہے ۔۔ اسکا

---

[۱۵] انکساغورس کے واقعات کے لیئے آخرترین تحقیقات کا ملخص بوسولٹ ۲ ' ۴۰۶ میں دیکھنا چاہیئے + کرٹیس کا خیال ہے کہ (۲ ' ۶ ' ۲۴۳ ' ۸) کہ یہ فلسفی ۴۶۸ق م میں ہی ایتھنز آگیا تھا مگر یہ قابل یقین نہیں اسلیئے کہ اسپر جنگ پیلو پونیز سے ذرا پہلے ہی فارقلیس کی دوستی کا الزام عائد کیا گیا تھا + اسکے برعکس بوسولٹ کا خیال زیادہ درست معلوم ہوتا ہے اسلیئے کہ انکساغورس ۴۶۰ق م سے ۴۳۲ ق م تک ایتھنز میں رہا +

قول ہے کہ مادّے میں ابتدا سے ایک مستدیر حرکت کی قابلیت ہے اور لَونَس اس
حرکت کو کام میں لاکر مادّے میں تہذیب و ترتیب پیدا کرتا ہے اور یہ حرکت امتداد
زمانہ سے برابر بڑھتی جاتی ہے حتّےٰ کہ عمل انفصال و افتراق سے مختلف اجسام
پیدا ہو جاتے ہیں اور کائنات کی یہ تنظیم برابر ابتک جاری رہتی ہے۔ اپنے
وطن سے **انکساغورس ایتھنز** پہنچا اور نہ صرف **فارقلیس** سے دوستی پیدا کی
بلکہ ایتھنز کے دیگر نامور شہریوں مثلاً یوریپدیس اور طوسی دیدش پر بھی گہرا اثر
ڈالا۔ مگر ایتھنزیوں کا یہ قاعدہ تھا کہ وہ اپنی خصوصیات اور مذہبی رنگ قائم رکھنے
کا خاص انتظام رکھتے تھے اور جب ان امور کے متعلق کوئی سوال پیدا ہوتا تھا
تو وہ خود فارقلیس کا کہنا بھی نہیں مانتے تھے انکساغورس کو اس اصول کا
علم اپنے تلخ ذاتی تجربے کے بعد ہوا اور اسپر الحاد کا الزام لگایا گیا اور فارقلیس
کی وفات سے بیشتر ہی اسے ایتھنز چھوڑ دینا پڑا۔ سیاسی اور فرقی سازشیں بھی
فارقلیس کی کمزوری کا اصل باعث تھیں بہت سے ایتھنزی تو فارقلیس کے
تدبّر کو سخت ناپسند کرتے تھے اور کسی شخص کا فارقلیس کا دوست یا زیر حفاظت ہونا
ہی انکی نفرت کے جذبات بھڑکانے کیلئے کافی تھا۔ بعض ایسے تھے جو اس کی
سیاسی تدبیروں کے تو مداح تھے مگر اسکا غیر ملکی فلسفیانہ احوال انھیں بالکل پسند نہ
تھا۔ غرض فارقلیس کے دو قسم کے مخالف تھے جنکا ایتھنز میں بہت اقتدار تھا
مگر ان کی اہمیت اس لیئے کم تھی کہ انہیں آپس میں اتفاق نہ تھا۔ اور جب
کبھی وہ آپس میں متفق ہو جاتے اور فارقلیس اور اسکے دوستوں کو کسی نہ کسی
خطرے کا سامنا کرنا پڑتا۔ بہرحال فارقلیس کو اسلیئے بہت نقصان پہنچا کہ ایتھنزیوں
میں سے بہت سے افراد ایونیائی تہذیب سے نفرت کرتے تھے اور فلسفے کو
اسلیئے ضرر پہنچا کہ بہت سے ایتھنزی فلسفے کے اس سرپرست سے متنفر تھے
جو ایتھنز پر حکومت کر رہا تھا۔

ایونیائی تہذیب کو فارقلیس کی داشتہ اسپازیہ سے جو شہر ملطہ کی باشندہ تھی بہت
فائدہ پہنچا[۱۶] اسپازیہ اپنے فہم و دانش اور اپنے حسن دونوں کیوجہ سے شہرۂ آفاق تھی

۲۸۲

[۱۶] اشمڈٹ نے اپنی کتاب "دور فارقلیس" (ینا ۱۸۷۷ء) میں اسپازیہ کی زندگی کے

اور فن بلاغت میں یدِ طولیٰ رکھتی تھی مکالمہ مینکسے نوس میں سقراط یہ لکھتا ہے کہ
اس نے اسپازیہ کو تقریر کرتے ہوئے سنا۔ بلکہ ایتھنز میں تو یہ مشہور تھا کہ جو کچھ روانی
اور کمال نوجوان فارقلیس کو فصاحت و بلاغت میں حاصل ہوا ہے وہ سب اسی
اسپازیہ کی بدولت ہے۔ مگر بلاشبہ اس میں نہ صرف مبالغہ آمیزی معلوم
ہوتی بلکہ طعن کا پہلو بھی ہے۔ ایک اور صفت اسپازیہ کو ممتاز کرتی تھی اور
وہ امور خانہ داری میں مہارت تامہ تھی اور جب زینوفون اس مسئلے پر بحث کرتا
ہے کہ نوعمر لڑکیوں کو امور خانہ داری کیونکر سکھانا چاہیئے تو وہ اسپازیہ کا ہی
قول نقل کرتا ہے + وہ ان تمام صفات سے ملو تھی اور یقیناً اس رتبے کے
شایاں تھی جو ایتھنز میں اسکو میسر ہوا تھا اور وہ فارقلیس کے گھر اور اس دائرے کا
مرکز تھی جس میں صناع اور علما و فضلا تھے اور جیسے انکساغورس اور ایلیا کی
زینو، پروتاغورث اور سقراط مورخ جیسے ہیروڈوٹس اور غالباً طوسی دیدیش
شاعر جیسے سوفوکلیس اور صناع جیسے فدیاس، اکتی نوس، کالیکراتیس
اور منیسکلیس، مہذب و شائستہ اشخاص جیسے ہیپوداموس (جسکا عنقریب
ذکر کیا جائیگا) اور موسیقی داں دامون جسے نہ صرف موسیقی میں کمال تھا بلکہ سیاسیات
میں استعداد بیش بیش رہتا تھا کہ اسے بعضوں نے تو خود فارقلیس کا سیاسی استاد بتایا
ہے [۱۸] اور لامپون جیسے پیش بین تھے + ایسے دائرے کا مرکز بن کر اسپازیہ نے ۲۸۲

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ تقریباً ہر ایک پہلو پر بحث کی ہے، اور وہ (صفحہ ۲۸۰ تا صفحہ ۲۹۰) یہ ثابت
کرتا ہے کہ اسپر جتنے الزام لگائے گئے تھے وہ سب اسکے ہمعصروں کے گھڑے ہوئے
تھے اور امتداد زمانہ سے یہ سب الزام مدون ہوتے گئے +

[۱۸] دامون کیلئے بوسولٹ ۲، ۳۴۴ اور پلوٹارک "فارقلیس" ۴، ۹ (جس میں لفظ
"دامونیدیس" استعمال کیا گیا ہے + پلوٹارک کی "حیات ارسطیدیش" و "حیات نکیاس" سے
معلوم ہوتا ہے کہ دامون بالآخر جلاوطن کر دیا گیا + ڈنکر نے جو محض اپنے تخیل کی بنا پر
تاریخ کا گویا ضمیمہ ترتیب دیا ہے اسمیں دامون ایک ممتاز جزو ہے + فارقلیس اور
فلسفیوں کیلئے بوسولٹ ۲، ۳۴۴ دیکھنا چاہیئے +

ان عقیدت مندوں کا راستہ گویا صاف کر دیا جو ایتھنز میں آزاد انتقاد و ثنا کے حامی تھے۔ یہ تیقن کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا کہ اسپازیہ سیاسی معاملات میں بھی اپنے ساتھی کی مشیر تھی یا نہیں۔ اسمیں تو شبہ نہیں کہ ملطہ کا ساتھ دینے کیلئے اسپازیہ کو فارقلیس کو ابھارنے کی چنداں ضرورت نہ تھی مگر ساموس کی مہم کی اسپازیہ نے یقیناً مخالفت نہ کی ہوگی بلکہ حمایت ہی کی ہوگی۔ بلاشبہ فدہا کی رائے ہے کہ اسپازیہ نے فارقلیس پر بیجا سیاسی اثر ڈالا مگر اسکا کوئی کافی وشافی ثبوت نہیں مل سکا ہے۔ مگر یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ الزام ان الزامات کا عشر عشیر بھی نہیں جو اسپازیہ کے چال چلن پر لگائے گئے۔ اصل یہ ہے کہ عوادل کے لیئے یہ بالکل کافی تھا کہ اسپازیہ خوبصورت اور ہوشیار تھی اور ایتھنز کے سب سے ممتاز سیاسی کی ہمنشین تھی اور سب سے بڑی بات یہ کہ وہ غیر ملکی تھی پہلے تو سرودی شعرا نے اسپر الزام تھوپنے شروع کیئے۔ اسکے بعد قدیم علما آئے۔ اور آجکل کے طالبعلم کے دل میں جسقدر جگہ مطبوعات نے لی ہے اس سے زیادہ انکا ڈرامہ کو تحریر دلاسکتا تھا اور جو کچھ انھیں ملا فوراً ضبط تحریر میں لے آئے اس وجہ سے یہ الزامات زبان زد ہو گئے۔ اب موجودہ زمانے میں مورخوں اور فضلا کی زندہ دلانہ ملک یہ عادت رہی کہ جو کچھ انھوں نے لکھا دیکھا اسے جمع کرا لیا غرض یہ ہے کہ خوبصورت ملطیہ کے چال چلن پر جو دھبہ تھا اسپر مہر سی لگ گئی۔ حال ہی میں بعض مورخوں نے کوشش کی ہے کہ جس اعلیٰ پایہ سے اسے ان الزامات کی وجہ سے اترنا پڑا اسکا دوبارہ اندازہ کیا جائے اور جب مورخوں نے بہت سے دوسروں کو بھی مختلف قسم کے الزامات سے بری کرنے کی کوشش کی ہے تو وہ تو اسکی ان سب سے زیادہ مستحق ہے۔ اسمیں شبہ نہیں کہ اس تردید الزامات میں ہمیں حد سے زیادہ نہ بڑھنا چاہیئے اسلیئے کہ اسپازیہ کو قدیم زمانے کی خوش اخلاق نیک شعار ہوست بڑھیا کا رتبہ کبھی نہیں مل سکتا۔ قدیم یونانی طرز معاشرت اور تمدن نہ صرف زمانہ حال کے طرز معاشرت سے بالکل مختلف تھا بلکہ رومن زندگی سے بالکل متغائر تھا اور اگر فارقلیس کا تعلق ایک خوبصورت غیر ملکی عورت سے ہو گیا تھا جو یونان کے مدینتہ الحکما کے عالم ترین اور متبحر ترین اشخاص سے

ملا کرتی تھی تو ممکن ہے کہ اسکے کانوں تک ایسے امور بھی پہنچتے ہوں جنھیں ہم آجکل کے زمانے میں پسند نہ کریں۔ مگر اس سے یہ نتیجہ ہرگز نہ نکالنا چاہیئے کہ اسپازیہ آرام طلبی میں نیکی سے گریز کر جاتی تھی + جب موجودہ زمانے کے لکھے ہوئے تذکروں سے صحیح واقعات اخذ کرنے میں اسقدر دشواری ہوتی ہے تو پانچویں صدی ق م کی یونانی سوانح عمریوں میں اصلیت کی تہ کو پہنچنا کس طرح ممکن ہے +

۲۰۹

ایونیا ہی میں ہپوداموس ملطی پیدا ہوا جسکا ذکر اس سے پیشتر بھی آچکا ہے۔ ہپوداموس کی طبیعت بہت آفریں تھی۔ وہ نہ صرف میر عمارت تھا بلکہ فلسفے میں بھی کمال حاصل تھا اور اسنے ذہنی علوم کے بہت سے شعبوں میں نام پیدا کیا[۱۸]۔ اسکی شہرت کا اصل سبب یہ تھا کہ اسنے پرئی اوس، تھوری ئی اور رو ڈس کے شہروں کے نقشے تیار کیئے اور متعدد نئے شہروں کو علم ہندسہ کے مطابق ایک نہایت باقاعدہ اصول کے ماتحت تعمیر کیا + دیودورس کا بیان ہے کہ رو ڈس ۴۰۸ ق م میں اور تھوری ئی ۴۴۳ ق م میں بنا تھا اور اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ہپوداموس کی عملی زندگی نہایت طولانی تھی۔ اسکے بنائے ہوئے شہروں میں بہت سی سڑکیں ایک دوسری کو زاویۂ قائمہ پر عبور کرتی تھیں اور شہر کے متعدد مستطیل حصے بن جاتے تھے مگر اس ضمن میں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ طریقہ ہپوداموس کا ایجاد کردہ نہ تھا سالینوس کے باقیات سے پتہ چلتا ہے کہ اس شہر کی ساخت میں بھی یہ ہی اصول مدنظر رکھا گیا تھا اور اسمیں تو شبہ ہی نہیں کہ اس کی دو مرکزی سڑکیں ایک دوسری کو زاویۂ قائمہ پر

---

[۱۸] بوسولٹ ۲، ۵۶۶۔ ارسطاطالیس اپنی "سیاسیات" (۲، ۵، ۲) میں ہپوداموس کا قول نقل کرتا ہے کہ شہر میں دس ہزار اشخاص آباد ہوں + ہرمان: "ہپوداموس ملطی"۔ ماربرگ ۱۸۴۱ء م۔ ارڈمان: "ہپوداموس ساکن ملطہ" + اسکے فلسفے اور شہروں کی ساخت کے درمیان یہ تعلق ممکن ہے کہ تھوری ئی کے مکانوں کے بیس مستطیل مجموعوں میں ۱۰۰۰۰ نفوس اور شہر کے دس فیولون (قبیلوں) میں ایک ایک ہزار نفوس ہوں +

کاٹی تھیں ۔ اور یہی اصول نیپلس (کمپانیہ) میں بڑے پیمانے پر کیا گیا ۔ اصل یہ ہے کہ بعض دیگر شعبہ جات زندگی کی طرح یہاں بھی مشرقی اثر کا پتہ چلتا ہے اسلیئے کہ بابل اور دیگر مشرقی بلدیات کی تعمیر اسی مستطیل قاعدے کے مطابق ہوتی تھی اور اس طرز تعمیر کے مطالعے کا مرکز ملطہ ہی تھا ۔ غرض یہ کہ پانچویں صدی ق م سے پیشتر ہی مختلف بلدیات اسی طرز پر تعمیر کیئے جاتے تھے اور ہپوداموس کو صرف یہ امتیاز حاصل تھا کہ اسے اپنے مہذب اور ترقی یافتہ دور میں اس طریقے کو چند نہایت اہم بلدیات کی تعمیر میں رواج دینے کا موقع مل گیا اور اسکے فلسفے اور تصانیف سے اسکا نام اور بھی مشہور ہو گیا ۔ لطف یہ ہے کہ ہپوداموس کا خیال تھا ان علوم ہی میں ریاضی کی سی صحت اور پابندی کی ضرورت ہے ۔ مثلاً اسکا عقیدہ تھا کہ شہر کے باشندوں یا شہریوں کی تعداد دس ہزار ہونی چاہیئے اور اسے تین طبقوں میں تقسیم کیا جائے یعنی کاشتکاروں کا طبقہ سپاہیوں کا طبقہ اور کاریگروں کا طبقہ اسی طرح اراضی کے بھی تین ہی حصے ہوں ایک مذہب کے لیئے وقف ہو دوسرا ریاست کی ملک ہو تاکہ اس سے سپاہی متمتع ہو سکیں اور تیسرے کے مالک کاشتکار ہوں ۔ کاریگروں کے لیئے کسی حصے کو مختص نہیں کیا گیا اور وہ بہرحال مذہبی پجاریوں کے دست نگر رہتے ۔ ہپوداموس اپنے خیالات کو کبھی عمل میں نہ لا سکا ۔

285

ایونیہ سے تو انکساغورس، ایون، ہپوداموس اور اسپازیہ ایتھنز آئے مگر ہالی کارناسوس ہی کو (جو دراصل دوریائی تھا مگر جسمیں ایونیائی تہذیب سرایت کر گئی تھی) یہ فخر حاصل ہے کہ اسمیں اپنے زمانے کا سب سے بڑا مورخ ہیروڈوٹس پیدا ہوا ۔[19]

---

[19] ہیروڈوٹس کے حالات کیلیئے مفصلۂ ذیل کتب کا مطالعہ کرنا چاہیئے :-

وائڈمان : کلیات ہیروڈوٹس (اشٹائن کی تمہید خاص طور پر قابل مطالعہ ہے)

کرسٹل :- "تاریخ ادبیات یونان" ۲ : ۳۶۸ تا ۳۹۳ ۔

کرسٹ :- ص ۵۲۱ تا ص ۵۲۹ ۔

بوسولٹ :- "تاریخ یونان" ۲ ، ۸۹ تا ۱۰۲ ۔

ہیروڈوٹس سنہ ۴۹۰ قم اور سنہ ۴۸۰ قم کے درمیان پیدا ہوا جب
نہ صرف ہالی کارناسوس بلکہ کوس، نسی روس اور کالیدناپر وہی ارتے میزیا

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) میرا خیال ہے کہ خود وہ مصنف جو ہیروڈوٹس کی تصانیف کے شائق ہیں اسکے ساتھ پوری طور پر انصاف نہیں کرتے۔ مثلاً اشٹائن کہتا ہے کہ "مصنوعات اور واقعات کے انتخاب۔ مختلف واقعات کی تاریخ کا تعین اور انکی ماہیت کو سمجھنے کے اصول نہ تو قابل اطمینان ہیں اور نہ انمیں یکسانی پائی جاتی ہے"۔ نہیں معلوم وہ کونسے واقعات اور کن اشخاص کی خصوصیات ہیں جنھیں ہیروڈوٹس سمجھنے سے قاصر ہے اور تاریخ کے وہ کون سے اجزا ہیں جن کی تاریخ اور تسلسل واقعات کے تعین اشکال کے باوجود طوسی دیدش لاثانی مرتبہ رکھتا ہے۔ اشٹائن کی رائے ہے کہ ہیروڈوٹس بھی اپنے پیشرووں کی طرح "تاریخی مواد کے انتخاب بلکہ استعمال میں بھی" قابل اطمینان نہیں ہے۔ مگر جب ان "پیشرووں" کی تصانیف ہی موجود نہیں تو پھر انکا مقابلہ ہیروڈوٹس سے کیونکر کیا جا سکتا ہے۔

طوسی دیدش کا مشہور قول کہ اسکا مقصد یہ نہ تھا کہ اسے کوئی وقتی انعام مل جائے بلکہ وہ ہمیشہ کیلئے نام آوری کا خواہاں تھا، در اصل ہیروڈوٹس پر ایک حملہ تھا۔ اور آگے چلکر ہم دیکھینگے کہ طوسی دیدش کا فخر کرنا کہ اسکی تصانیف برتر و ارفع تھیں حق بہ جانب نہ تھا۔ اور اس قول کی صرف یہ تاویل ہو سکتی ہے کہ اسکی تصانیف محض دل خوش کن ناٹک کا تماشہ نہ تھیں بلکہ اسکا مطلب یہ تھا کہ ایک وقتی ضرورت پوری کیجائے اور ان ممالک کی بابت معلومات بہم پہنچائی جائیں جنسے ایتھنز کو تعلق تھا۔ ہیروڈوٹس اور طوسی دیدش میں ایک فرق یہ بھی تھا کہ ہیروڈوٹس تو ایک غیر ملکی تھا جسکی ایتھنز میں قدر کیجاتی تھی اور طوسی دیدش ایک ایسا ایتھنزی تھا جسے دیس نکالا دیدیا گیا تھا اور یہ فرق طوسی دیدش کیلئے نہایت دلخراش تھا۔ یونانی ہیروڈوٹس کی ویسی ہی قدر کرتے تھے جیسی وینس کے باشندے اپنے سفرا کی کرتے تھے اور ہمارے لیئے دونوں کی تحریرات کی ایک ہی قدر و قیمت ہے وینس اور ہیروڈوٹس دونوں انھی امور کی اطلاع دیسکتے تھے جو انکے نامہ نگاران سے بیان کرتے تھے اور جیسے قابل ترین وینسی سفرا سے بھی غلطیاں سرزد ہو جاتی تھیں اور جو اوسط درجے کے سفرا تھے وہ غیر شعوری طور پر دھوکہ بھی دیسکتے تھے ایسے ہی ہیروڈوٹس کا بھی حال تھا۔

زیر سیادت ایران حکمراں تھی جسنے جنگ سالامس کے موقع پر اپنے جوہر اور ذہانت کا ثبوت دیا تھا۔ ہیروڈوٹس کا ایک رشتہ دار پنیاسس نامی تھا جسنے رزمیہ نظموں کا احیاء کیا اور اسکی نظمیں لوگوں کو اسقدر پسند آئیں کہ بعض تو اسے خود ہومر کا ہم پلہ بتاتے تھے۔ ہیروڈوٹس اور پنیاسس میں بہت مطابقت پائی جاتی ہے بلکہ معلوم ہوتا ہے کہ اسپر اپنے دوست کا بہت زبردست اثر پڑا۔ مثلاً ہیروڈوٹس تو ہمیشہ قدیم مذہب کا راگ گایا کرتا ہے اور پنیاسس کا تو لقب ہی "معتبر علامات" تھا۔ اگر پنیاسس نے ہرقل کی فتوحات کو نظم کے پیرائے میں بیان کیا تو ہیروڈوٹس بھی مختلف اقوام انکے مذاہب اور رسوم کا مطالعہ کیا کرتا تھا۔ ہیروڈوٹس کا بچپن ہی کا زمانہ یونانیوں کی عظیم الشان فتوحات کا زمانہ ہے اور ان کا اسکے دماغ پر نہایت زبردست اثر پڑا جو مرتے دم تک نہ مٹ سکا۔ جب ہالی کارناسوس نے ایرانی جوا اپنے کندھوں پر برقرار رکھنا مناسب سمجھا اور زمانۂ دراز تک ارتمیزیا کی اولاد وہاں حکمراں رہی تو پنیاسس اور ہیروڈوٹس دونوں وہاں سے ساموس بھاگ گئے اور ساموس سے ہی اپنے شہر کو آزاد کرانے کے منصوبے گانٹھنے لگے بلکہ ان ہی کوششوں میں پنیاسس کا کام تمام ہوگیا۔ پنیاسس کے مرنے کے بعد ہیروڈوٹس نے شہر کے خودسر لیگد امیس کو نکال دیا۔ مگر چونکہ اس میں ایونیائیوں کا تجسس کا مادہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا اس لیئے وہ بہت زیادہ عرصے تک وطن میں نہ رہا بلکہ سیر و سیاحت کیلیئے نکل گیا گو ایتھنز اسے نہایت پسند تھا مگر وہ اسے بھی چھوڑ کر تھوری چلا گیا اور ایتھنز کی سیراکوزی لڑائی سے پیشتر ہی اسکا انتقال ہوگیا۔ خود اسکی تصانیف میں اسنے لکھا ہے کہ اسنے ایشیا میں اشور، افریقہ میں مصر و سرنہ اور یورپ میں پونٹوس تک کی سیاحت کی مگر اسکے "یونان عظمےٰ" (اطالیہ) اور سسلی جانے کا ثبوت محض "اندرونی شہادت" سے ہم پہنچ سکتا ہے۔ اسکی عظیم الشان تاریخ اسکی زندگی کا سب سے بڑا کارنامہ ہے اور یہ اسکے عقائد، اسکے مطالعے اور ذاتی تحقیقات کے نتائج سے مملو ہے۔ گو اس کا اکثر حصہ جنگ پیلوپونیز سے پیشتر ہی کا لکھا ہوا ہے مگر اسکی تکمیل کے بعد بھی ہیروڈوٹس اس میں برابر

۲۸۶

اضافے کرتا رہا۔ اسلیئے اسمیں اس جنگ کے ابتدائی واقعات کا بھی ذکر ہے۔
اسکا ہمارے پاس کوئی ثبوت نہیں کہ اسکی کتاب اسکی زندگی ہی میں شائع ہوگئی ہو
مگر اسکی موت سے پہلے ہی ہر شخص کو معلوم تھا کہ ہیروڈوٹس کوئی کتاب
لکھ رہا ہے اور اس کتاب کا ایک خاص مقصد ہے۔ بلکہ خود مصنف ہی نے
اسکے چند اجزا یونانیوں کے سامنے پیش کیئے تھے مثلاً اولمپیہ کے چہار سالہ
میلے میں اسنے اپنی تاریخ کے چند حصے یونانیوں اور خاصکر ایتھنزیوں
کے سامنے پڑھکر سنائے اور ایتھنزیوں نے اسکے لیئے دس تالنت انعام
تجویز کیا۔ ان تمام امور کے باوجود بھی چونکہ اسے دور و دراز ممالک کی سیاحت
کا ذوق تھا اسلیئے اسکو کبھی ایتھنز میں مستقلانہ قیام کی خواہش نہ ہوئی۔
خاکے اور ترتیب مضامین، خیالات اور طرز تحریر سب میں ہیروڈوٹس
کی تاریخ اپنی قسم کی بہترین کتابوں میں شمار کی جاتی ہے اور اسمیں نفس مضمون
اور خارجی شکل کی یکسانی، بیکار پیچیدگیوں اور نامناسب اختصار سے گریز
غرض فنی تصانیف کی جملہ خوبیاں موجود ہیں۔ جہانتک ہمکو معلوم ہے یہ کتاب ۲۸۷
ہیروڈوٹس کے پیشرو واقعہ نگاروں اور اسکے بعد کے قدیم مورخوں دونوں
کی تصانیف سے ممتاز ہے اور اسمیں اور طوسی دیدش کی تصنیف کی
تقریباً ہر تفصیل میں فرق ہے۔ اسکے ابتدا میں ہی ہیروڈوٹس کتاب کا
نام ہستوری ایس اپودی ایس یعنی "تحقیق واقعات" تجویز کرتا ہے۔
اور اسی زمانے سے یونانی لفظ "ہستوریا" (یعنی تحقیقات) فن تاریخ پر دلالت
کرنے لگا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ ہیروڈوٹس نے دائرہ زندگی اور دائرہ
عمل کی ہر چیز کی تحقیقات کی جسکا تعلق صنف انسانی سے ہو اور ہر مادی شئے
کی اصلیت کا راز دریافت کرنے کی کوشش کی اور چونکہ اسے ایسے مضامین
(جیسے مسئلہ مبدءِ کائنات) سے مطلق رغبت نہ تھی جنھوں نے یونانی
فلسفیوں کو اپنی طرف کھینچ لیا تھا اسلیئے ان سے قطعی کنارہ کشی اختیار کر لی۔
ماسوا ان مسائل کے اسکی نظر میں ماضی اور حال دونوں کا ایک ہی پایہ ہے۔
اسکی کتاب میں تاریخی بیان اور جغرافی حالات دونوں موجود ہیں اور نفس مضمون کا

تقاضا بھی یہی ہے اسلیئے کہ اسمیں جغرافی اور تاریخی معلومات یورپ اور ایشیا' یونانی وغیر یونانی اقوام کا مقابلہ کیا گیا ہے۔ یہ تضاد زرکسیز اور داریوش کے معرکوں سے نہایت بدیہی طرز سے ظاہر ہوتا ہے اور یہی وہ واقعات تھے جنکے بیان کرنے کیلیئے ہیروڈوٹس نے قلم اٹھایا۔ مگر یہ تنازعات بیان کرنے کیلیئے اسنے اپنے مقصد کو زیادہ وسعت دی اور ابتدائی واقعات سے قصہ شروع کیا۔ اسنے اپنی کتاب آیندہ نسلوں یا صنف انسانی کے فائدے کیلیئے نہیں لکھی بلکہ اسکا مقصد یہ تھا کہ اپنے ہمعصر یونانیوں کو مزید معلومات حاصل ہوں اور ہیروڈوٹس میں جو خصوصیت ہے یعنی غیر یونانیوں اور مشرقی ممالک کے حالات اور واقعات بیان کرنا اسکی اصل وجہ یہی ہے کہ وہ چاہتا تھا کہ اسکے ہمقوم ہمعصر مشرقی ممالک کی حالت سے واقف ہوجائیں۔ ظاہر ہے کہ یونانی خود اپنے عادات واطوار سے بخوبی واقف تھے اور ہیروڈوٹس کو اسکے حالات تفصیل سے بیان کرنے کی کوئی وجہ نہ تھی اسی لیئے جو کچھ حال یونانی طرز معاشرت کا اس تصنیف سے اخذ کیا جاسکتا ہے وہ صرف استدلال اور اس تضاد سے ظاہر ہوتا ہے جو مشرقی اور یونانی رسوم میں تھا۔

اس کتاب کی ترتیب عجیب وغریب ہے اور مصنف نے محض اعادۂ واقعات اور تذکرے کو نہایت صنعت کے ساتھ ایک دوسرے میں پرو دیا ہے وہ اپنے مقصد میں پورے طور پر کامیاب ہوا ہے اور لطف یہ ہے کہ انسان واقعات یا تذکرہ پڑھنے سے ہرگز نہیں تھکتا۔ ابتدا میں لدوی قوم نے ساحلی یونانی بلدیات کو فتح کیا تھا اسی لیئے ہیروڈوٹس انکا بیان اپنی کتاب کی ابتدا میں کرتا ہے اور لڈوی تاریخ پر تبصرہ کرتا ہے اور چونکہ ایرانی لدویوں کو مغلوب کرلیتے ہیں اسلیئے تاریخ ایران بیان کی جاتی ہے۔ جب کبھی ایسے ملک کا بیان آتا ہے جسے ایرانیوں نے مغلوب کیا ہو اور جسکی خصوصیات بھی قابل لحاظ ہوں فوراً ہیروڈوٹس اس موقع کو غنیمت جانکر اسکی تاریخ بیان کرنے لگتا ہے۔ اسکی کتاب کے پہلے مقالے میں بابل اور دوسرے میں مصر کا حال ہے اور تیسری جلد بھی تاریخ ہی کیلیئے وقف ہے اور اسمیں کیکاؤس اور

۲۸۸

دروغ گو اسمرویس کا ذکر ہے اور داریوش کی تخت نشینی کے ذکر کے ساتھ سلطنتِ ایران کے صوبوں کی تقسیم بتائی گئی ہے + ایرانی محض ارض ایشیا پر ہی اکتفا نہیں کرتے بلکہ جزائر کی طرف پیشقدمی کرکے ساموس پر قبضہ کر لیتے ہیں + اب داریوش شمال اور مغرب کا رُخ کرتا ہے اور اسکیتیون کے خلاف ایک مہم تیار کرتا ہے جنکے رسوم و رواج اور ملک کے خصوصیات کا ہیروڈوٹس اپنی کتاب کے چوتھے مقالے میں ذکر کرتا ہے + داریوش کو تو اسکلتیہ سے بے نیل مرام واپس آنا پڑتا ہے مگر اسکے سپہ سالار مغربیس کو فتح کر لیتے ہیں اور مقدونیہ اور سیرنہ کو مطیع کرنے میں کامیاب ہوتے ہیں + ہیروڈوٹس سیرنہ کا تو نہایت مفصل ذکر کرتا ہے مگر مقدونیہ کا حال بالکل نہیں لکھتا اسلیئے کہ اسکے نزدیک مقدونی قوم اور یونانیوں میں کوئی امتیاز نہ تھا اور جن لوگوں کے فائدے کیلیئے وہ لکھ رہا تھا انھیں مقدونیوں کے متعلق مکمل معلومات حاصل تھیں + پانچویں اور چھٹے مقالے میں الونیہ کی بغاوت کا ذکر ہے اور جب مصنف ارسطاغورس کی اپیل کا حال لکھنے لگتا ہے اور اسپارٹا اور ایتھنز کے باہمی تعلقات پر بھی بحث کرتا ہے مگر صرف اسی قدر کہ اس زمانے کے سیاسیات پر روشنی پڑ سکے + اب ایرانی ارض یونان کو مطیع کرنے کی کوشش کرتے ہیں مگر مہرنوش اپنی ابتدائی مہم میں ناکام ہوتا ہے اور اسی ضمن میں ہیروڈوٹس اسپارٹی ویکارالوس اور کلیومنیس کے باہمی تنازعات کا ذکر کرتا ہے۔ اور داتِس اور ارتافرنز کے حملوں کے بعد ماراتھون کے عظیم الشان معرکے کا حال لکھتا ہے + تختِ ایران پر زرکسیز جلوہ گر ہوتا ہے اور بہ نفس نفیس اس جلیل القدر مہم کا سامان کرتا ہے + اس جنگ کا ذکر آخری مقالوں ہی تک کیا گیا ہے + بہت سے مورخوں کی رائے ہے کہ ہیروڈوٹس کی تاریخ غیر مکمل حالت میں ہے مگر ہم اس سے متفق نہیں ہیں + محض الفاظ "ختم شد" کے نہونے سے یہ نتیجہ ہرگز اخذ نہیں کیا جا سکتا کہ تاریخ غیر مکمل حالت میں ہے۔ ہیروڈوٹس نے صرف زرکسیز کے حملوں تک کا حال بیان کیا ہے اسلیئے کہ دونوں سلطنتوں کے درمیان کسی صلحنامے پر دستخط نہیں ہوئے اور اگر ماراتھون پر جنگ ختم نہیں ہوتی تو پھر اسکے بعد کوئی اور واقعہ

۲۸۹

ایسا نہیں ملتا جس پر جنگ ختم ہوئی ہو۔ اگر ہیروڈوٹس اسکے بعد کے واقعات لکھتا تو یقیناً اسے یونانیوں کی جارحانہ کارروائی کا ذکر کرنا پڑتا جسکے حالات بالکل مختلف النوع ہیں۔ حقیقت حال یہ ہے کہ جنگ ماراتھون پر کتاب ہی ختم ہو گئی۔

ہیروڈوٹس کی تاریخ کا ہومری نظموں سے عموماً اور اوڈیسی سے خصوصاً بطور ایک تصنیف کے مقابلہ کیا جاتا ہے۔ دونوں کتابوں میں اوّل تو ہمیں بحر و بر کی سیر کرائی جاتی ہے اور پھر ایک عظیم الشان جنگ کے بعد بدکردار حملہ آوروں کو مغلوب کیا جاتا ہے۔ تھمسطا کلیس اور چالاک اوڈیسیوس دونوں قریب قریب ہم شکل ہیں اور اوڈیسیوس بھی یونانی خصوصیات کے ایک ممتاز رخ کا کوئی برا تام مقام نہیں۔ ہیروڈوٹس کی کتاب بھی سستوس کی فتح پر ہی ختم ہوتی ہے جہاں ایک مغرور ایرانی کو حسب حال سزا دیجاتی ہے۔

ابھی ہیروڈوٹس اور ایتھنز کے تعلقات کی بابت کچھ کہنا باقی ہے۔ چھٹے مقالے کے ایک فقرے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ فارقلیس کو نہایت قابل سمجھتا تھا۔ مگر یہ فرض کرنے کی کوئی خاص وجہ نہیں کہ وہ عام طور پر الکمونیوں کو بھی پسند کرتا تھا جنکے روایتی جدامجد کو اسنے تاریخ میں ایک نہایت خراب حصّہ دیا ہے۔ جس قدر عام طور پر مورخوں کا خیال ہے وہ اس سے زیادہ غیر جانب دار تھا مگر ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اسنے ایتھنز کی بہت خدمت کی اور اس خدمت کا اب اعتراف نہیں کیا جاتا۔ کم از کم مفصلۂ ذیل واقعات کی اہمیت پیش نظر رکھنی چاہیئے:۔

۲۹۰

اسمیں شبہ نہیں کہ ہیروڈوٹس کی تاریخ ایتھنز یوں کی نظر میں نہایت اہم اور مفید مطلب ہوگی۔ یہ تاریخ سی سالہ صلحنامے کے بعد لکھی گئی تھی جو ۴۴۵ق م میں ایتھنز اور اسپارٹا کے درمیان ہوا تھا اور ہمیں اسی دور کی طرف متوجہ ہونا چاہیئے۔ ان یونانیوں کیلیے جنھیں ایرانیوں کی دشمنی کا احساس تھا ایتھنز گویا نقطۂ اجتماع تھا۔ جنگ پیلوپونیز کے زمانے میں تو اسکے لیئے سب سے اہم مسئلہ خود اپنی حفاظت اور بچاؤ کا مسئلہ تھا مگر قبل اسکے کہ اس جنگ میں شدت کی صورت پیدا ہو ایتھنزی مشرق کی طرف پیش قدمی کرنا چاہتے تھے اور اسکے لیئے

یہ ازبس ضروری تھا کہ مشرقی ممالک کے حالات اور اسکے باشندوں کی طرز معاشرت اور رسم ورواج کی معلومات انکو ہوجائے اور سلطنتِ ایران کی پیداوار اور طرز حکومت اور ادارات سے ایتھنزی خوب اچھی طرح سے واقف ہوجائیں، اس اہم کام کے پورا کرنے کیلئے ہیروڈوٹس سے بہتر آدمی ملنا ممکن نہ تھا اور وہ ایتھنزیوں کو جملہ امور کے متعلق نہایت قابل اطمینان اطلاعیں بہم پہنچاتا ہے اور جن حصہ جات ایران سے ایتھنزیوں کو خاص لگاؤ تھا انکے مفصل حالات بیان کردیتا ہے۔ انھیں مصری امور سے بہت دلچسپی تھی بلکہ ہزاروں ایتھنزیوں نے مصر میں سکونت اختیار کرلی تھی۔ یہ سچ ہے کہ کیمون کے انتقال کے بعد ایتھنزیوں نے مصری معاملات سے براہ راست کنارہ کشی اختیار کرلی تھی مگر ممکن تھا کہ انکی پالیسی پھر پلٹ جائے، اور مصریوں کی طرز معاشرت کے متعلق جو اطلاع ہیروڈوٹس نے منضبط کی وہ یقیناً نہایت کارآمد تھی۔ مصر کے سوائے ایک اور خطہ شمال کی جانب تھا جہاں سے ایتھنز کو غلہ اور مچھلی آتی تھی اور ایتھنزی ہر طرح سے متمتع ہوتے رہتے تھے۔ ظاہر ہے کہ ایتھنزیوں کیلئے ایسے خطے کے حالات معلوم کرنا خالی از دلچسپی وسودمندی نہ تھا اور اس مسئلے پر ہیروڈوٹس نہایت عمدگی سے روشنی ڈالتا ہے اگر وہ اس موقع سے فائدہ اٹھاکر پونٹوس کی یونانی نوآبادیوں کا بھی مفصل حال بتاتا اور انکی تاریخ اور عام خصوصیات کا ذکر کرتا تو یقیناً بہتر ہوتا۔ مگر وہ انکی طرف متوجہ نہیں ہوتا اسلیئے کہ اسکا مقصد یہ نہ تھا کہ جن امور سے یونانی کماحقہٗ واقف تھے انکا اعادہ کرے۔ وس ٹالنٹ کا جو انعام اسے دیا گیا تھا وہ اس تعریف وتوصیف کا انعام نہ تھا جو اسنے ایتھنز اور ایتھنزیوں کی کی تھی۔ اسکے لیئے تو حسب معمول محض پتوں کا حلقہ کافی ہوتا۔ بلکہ دراصل یہ اس رقم کے معاوضے میں ایک تحفہ تھا جو ہیروڈوٹس نے ایتھنزیوں کی خاطر سیر وسیاحت میں خرچ کی ہوگی۔ اس میں شبہ نہیں کہ بہت سے مقامات کو وہ محض ایتھنز کی خاطر گیا ہوگا اور ان امور کے سوا جنکا اسنے اپنی کتاب میں اعادہ کیا ہے اور بہت سی باتیں پھر ایسی ہونگی جنسے ایتھنزیوں کو خاص دلچسپی ہوگی اور بہت سے امور سے واقفیت حاصل ہوگئی ہوگی جنکے بیان کرنے کیلئے وہی

۲۹۱

خاص طور پر موزوں تھا اور جنکی ایتھنز یوں کیلئے خاص قدر و قیمت تھی۔ جب رسل و رسائل کا سلسلہ قائم رکھنا اس درجہ مشکل تھا تو ہمیں یہ دیکھکر تعجب ہوتا ہے کہ ایتھنز نے اپنی سلطنت کے دور و دراز اجزا کو کسطرح اپنے قابو میں رکھا اور اگر کسی ایسے شخص کا پتہ مل جائے جس نے اس مشکل کام میں ایتھنز کی مدد کی ہو تو یقیناً ہمیں اس سے بہت نفع ہوگا۔ غالباً فارقلیس کی ہی کوشش سے ایتھنز یوں نے ہیروڈوٹس کو دس تالنت نذر کیئے اور انکی اور اس روپے کی نوعیت جو فارقلیس بلاحساب دیئے ہوئے خرچ کیا کرتا تھا ہم شکل تھی۔

ہیروڈوٹس نے غالباً اسوجہ سے ایتھنز میں آکر سکونت اختیار نہیں کی کہ اسے سیر و سیاحت کا شوق تھا۔ اسکے ساتھ ہی ممکن ہے کہ اسے یہ احساس ہوا ہو کہ ایتھنز یوں کو تمدن ایونیہ سے کوئی خاص ہمدردی نہیں۔ ہم انکساغورس کے انجام سے واقف ہیں اور خود حکیم بقراط نے بھی جسکا حال عنقریب بیان کیا جائیگا ایتھنز میں رہنا پسند نہ کیا۔ اور دیمقراطیس نے جو اپنے زمانے کے مشہور آفاق فلسفیوں میں سے تھا اور ہیروڈوٹس کی طرح سیر و سیاحت کا بھی شائق تھا ایتھنز میں محض آمد و رفت ہی کافی سمجھی[1]۔

۲۹۲

[1] دیمقراطیس کے حالات کی جو آخری تحقیقات ہوئی ہے اسکا پوسولٹ (۲، ۳۰۸) میں ملخص دیا ہوا ہے۔

بہت سے مورخوں نے ممتاز یونانیوں کے مشرقی ممالک کی سیاحت کے حالات کو محض استخراجی وجوہ سے مشکوک سمجھنے میں غلطی کی ہے۔ مملکت ایران میں غیر ملکیوں کے ساتھ سختی یا تشدد کا برتاؤ نہ ہوتا تھا اور جو یونانی چھٹی یا پانچویں صدی ق م میں بابل یا مصر جانا چاہتے تھے انھیں کوئی امر مانع نہ تھا اور وہ شوق سے جا سکتے تھے۔ اور جب تاریخ یونان پڑھنے سے ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ یونانیوں میں تفتیش اور تحقیقات کا مادہ تھا تو پھر کوئی وجہ شک و شبہ کی باقی ہی نہیں رہتی۔ اصل وجہ اس ظاہری شک و شبہ کی جو مورخوں کی تحریرات سے یونانیوں کی سیاحتوں وغیرہ کی بابت ظاہر ہوتا ہے یہ معلوم ہوئی ہے کہ انکی یہ خواہش نہ تھی کہ اسکا شائبہ اظہار بھی ہو کہ یونانی فلسفہ مشرقی فلسفے کا کسی طرح بھی مرہون منت تھا۔ مگر اب

دیمقراطیس ساکن ابدیرا نہایت مرفہ الحال تھا اور اپنا روپیہ سیر و سیاحت میں صرف کیا کرتا تھا۔ اسنے منجملہ دیگر ممالک کے ان ملکوں کی بھی سیر کی جہاں ہیروڈوٹس گیا تھا مثلاً وہ بابل گیا اور روایت ہے کہ اسنے مصر میں پانچ سال تک قیام کیا اور وہاںسے واپس آکر اسنے وطن مالوف میں آکر مستقل سکونت اختیار کر لی۔ اسے عام طور پر "حکیم ضاحک" کا لقب دیا جاتا ہے اور اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو تمام دنیوی اشیاء اور ان اشخاص سے جنسے وہ ملتا تھا افضل اور اعلیٰ تصور کرتا تھا اپنے دوست لیوکیپوس کی مدد سے جو غالباً اسکا استاد بھی تھا اسنے "نظریۂ سالمات" دریافت کیا اور چونکہ ابدیرا تیوس کی نوآبادی تھی اسلئے یہ نظریہ گویا آیونیہ کے فلسفہ طبیعی کی چوٹی کی دریافت تھی۔ اسکا ٹھیک پتہ نہیں لگ سکا کہ دیمقراطیس کو کس دور میں رکھا جائے۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ چوتھی صدی ق م کے ابتدائی سنین میں زندہ تھا اور اس سے بیشتر ہی آیونیائی فلسفی ان عناصر اولین کی تحقیقات کر چکے تھے جو انکے نزدیک جملہ کائنات کا مبدء و منبع تھے اور اناکساغورس اس قوت پر بحث کر چکا تھا جسمیں ان عناصر کی ہیئت میں "تغیر و تبدل" کرنے کی قابلیت تھی۔ اب صرف ایک مسئلہ باقی رہ گیا تھا اور وہ یہ کہ یہ عمل تغیر کیونکر ممکن ہے۔ دیمقراطیس اور لیوکیپوس نے یہ جواب دیا کہ کائنات دراصل نہایت باریک اجزا یا سالمات سے مرکب ہے جنکا مزید تجزیہ نہیں ہو سکتا اور جو ایک دوسرے سے مختلف ہیں اور فضائے محیط میں چکر لگاتے ہوئے اپنی باہمی مشابہت یا غیر مشابہت کی وجہ سے ایک دوسرے سے ملتے رہتے یا علیحدہ ہوتے رہتے ہیں اور اکثر محض اتفاق کی ہی بدولت ہر منفرد شئے کے حدوث کا باعث ہوتے ہیں۔

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گذشتہ۔ مورخوں کے خیالات میں گونہ تبدیلی واقع ہوگئی ہے۔
دیمقراطیس اور اسکے بھائی مسمی ہیروڈوٹس کا نام پانچویں صدی میں ابدیرا کے سکوں پر جہاں وہ حاکم تھا اور نمفودوروس کے سکوں پر کندہ ہے (طوسی دیدش ۲۹٬۲) [ہیڈ۔ تاریخ سکہ جات صـ۲۲۱ وینڈل بانڈ (۱) میولرہ ۱۱٬ صـ۲۰۷ وغیرہ]

اور ان سالمات میں سے جو نفیس ترین ہیں انسے روح کی ترکیب ہوتی ہے ۔ اس نظریئے میں عنصر اولین یا کسی خاص مادی یا ذہنی قوت فرض کر لینے کی مطلق ضرورت نہ تھی اور یہی وہ مشہور ہندسی نظریۂ کائنات تھا جسکی چار دانگ عالم میں اشاعت ہوئی ۔ ایک طرف تو دِمیقراطیس محض علم ہندسہ کے اصول پر حقیقت کائنات دریافت کرنے کا خواہشمند تھا اور دوسری جانب اسکی تصانیف کے اجزاء سے معلوم ہوتا ہے کہ خود اسکو بھی اپنے فلسفے سے اطمینان نصیب نہیں ہوا ۔ اور ہم اسے اس خیال میں غرق دیکھتے ہیں کہ وہ علم جسکا دارومدار محض حواس انسانی کے ادراک پر ہو ہمیشہ غیر مکمل رہیگا اور لطف یہ ہے کہ اسی کے ساتھ وہ یہ بھی کہتا ہے کہ بہترین خوشی وہ ہے جو خوبصورتی کے تخیل سے پیدا ہو ۔ ظاہر ہے کہ ان مختلف نظریوں میں کسی قسم کا تطابق پیدا کرنا کوئی آسان کام نہیں ۔

۲۹۳

غرض یہ ہے کہ ایتھنز نے اناکساغورس کو تو جلا وطن کر دیا' دِمیقراطیس کو اپنی طرف نہیں کھینچ سکا ؛ زمانہ مابعد میں سقراط کو الحاد کے الزام پر سزائے موت دی اور ارسطاطالیس کو ایتھنز سے چلا جانا پڑا[1] ۔ مستغیثوں نے جو الزامات اناکساغورس' سقراط اور ارسطاطالیس پر لگائے تھے وہ سب دراصل محض بہانہ سازی تھی اور انکا اصل مقصد صرف یہ تھا کہ انھیں ان حکما سے چھٹکارا ملے ۔ مگر ان مقدموں کا فیصلہ کرنے کا اختیار عموم ایتھنز ہی کو تھا اور وہ ان معاملات پر نہایت سنجیدگی سے غور کرتے تھے ۔ دور شباب میں آزادانہ تحقیقات کے ارتقا کا جولانگاہ بننے کی ایتھنز کو قابلیت نہ تھی اور اس خصوصیت کا صرف فلسفی ہی شکار نہیں ہوئے جنمیں سے بعض غیر ملکی تھے اور جنکے ساتھ مراعات کرنے کی کوئی خاص وجہ نہ تھی بلکہ خود شعرا کی بھی جنمیں اکثر ایتھنز ہی کے باشندے تھے مخالفت کی گئی ۔ اگر کوئی ہر دلعزیز شاعر بھی اپنی پرانی لکیر سے نکل آیا (جو

---

[1] ایتھنز کے ذہنی رجحان کی کمزوریوں کو شوارکس اپنی کتاب "عمومیت" (جلد ۱ ۔ لائپزگ ۱۸۸۳ء) میں خوب واضح کرتا ہے ۔ مگر فارقلیس کے مقدمہ منصوبوں پر کافی زور نہیں دیتا ۔ اور اسکے لیئے پلوٹارک ، فارقلیس (۳۵ و ۳۶) دیکھنا چاہیئے ۔

محض توصیف اعتدال اور کائنات کے جمالی تخیل تک محدود تھی تو لوگ اس سے منہ موڑ لیتے۔ اور اگر وہ خود رائے اور اپنی ذاتی قابلیت سے آگاہ بھی تھا تو اسکے لئے ایتھنز کو خیرباد کہنا ہی مناسب تھا۔ اِس خیلوس اور یورپیڈیس کے حالات بظاہر بالکل متضاد تھے مگر دونوں میں ایک خصوصیت تھی اور وہ یہ کہ دونوں اپنے خیالات تو دوسروں کے خیالات سے ممتاز سمجھتے تھے۔ اور بالآخر دونوں کو اپنی زندگی کے آخری ایام میں اپنا عزیز وطن چھوڑ دینا پڑا۔ فصاحت و بلاغت اور فنون لطیفہ یہی دو شعبے تھے جو ایتھنز میں پسند کیئے جاتے تھے۔ ان میں سے فصاحت و بلاغت پر تو حملہ ہی ناممکن تھا اسلیئے کہ اس میں کمال حاصل کرنے کیلیئے ذہانت کی مطلق ضرورت نہ تھی۔ اسکے برعکس حقیقی فنون لطیفہ کا دارومدار عقلیات پر تھا اور اگر اسکا کوئی ماہر دلعزیز ہو تو اس پر حملہ کرنا خلاف امکان نہ تھا۔ کسی نے ایتھنز والوں سے کہہ دیا کہ فدیاس نے اتھینا دیبی کی ڈھال پر اپنی تصویر کندہ کر کے مذہب کی بے حرمتی کی ہے تو وہ سب اسکے خلاف متفق الرائے ہوگئے۔ اسی طرح انھیں الزامات کا یقین ہوگیا جو ارسطاطالیس پر لگائے گئے جب انکو معلوم ہوا کہ اسنے بجائے دیوتاؤں کے ایک قصیدہ کسی شخص فانی کی توصیف میں لکھا۔ یہ سب مظاہرے دراصل یونانیوں کا مذہب، حب وطن اور قدامت پسندی کا کرشمہ تھے جو انکی فطری خصوصیات سے تھیں۔ اسی وجہ سے وہ اپنے مذہب میں کسی جدت یا بدعت کے روادار نہ تھے اور ہمیشہ اپنے کان ان الزاموں کی طرف لگائے بیٹھے رہتے تھے جنکا تعلق مذہب سے ہو۔

۲۹۴

فارقلیس کو اپنے ہم وطنوں کی ان کمزوریوں کا خوب احساس تھا اور اسنے حتی القدور انھیں ایک دوسرے راستے کی طرف مائل کرنا چاہا۔ وہ اپنی اس کوشش میں کہ تمدن ایونیہ کو تقویت پہنچائی جائے کامیاب نہیں ہوا اور اسے معلوم ہوگیا کہ ایتھنزیوں میں جو قدامت پسندی کا احساس تھا اسکی بنیاد کس درجے مستحکم تھی۔ یہ سچ ہے کہ اس مشہور تقریر میں جو طوسی دیدس اسکی طرف منسوب کرتا ہے ان خیالات کے اظہار کیلیئے ایک لفظ بھی نہیں ہے۔ مگر اس تقریر میں فارقلیس نے ایتھنزیوں کو وہ جامہ نہیں پہنایا جسمیں

وہ ملبوس تھے بلکہ وہ جامہ پہنایا ہے جسکا وہ خود خواہشمند تھا۔ وہ کہتا ہے کہ ایتھنز میں ہر شخص جو چاہے کر سکتا ہے۔ مگر واقعہ اسکے بالکل برعکس تھا اور ایتھنزیوں میں مطلق رواداری نہ تھی۔ اگر ایتھنز اور یونان ہم معنے ہوتے تو حکمت کا آزادانہ ارتقا بالکل ناممکن ہو جاتا۔ اور یہ یونان کیلئے عین خوش قسمتی تھی کہ وہاں بہت سی جمہوریتیں ایسی بھی تھیں جنمیں اہم معاملات پر نہایت آزادانہ رائے زنی ہوتی تھی اور خود ایتھنز کے حلیف بھی اسکے مذہبی اور سیاسی اصولوں کو اپنے لیئے قابل اتباع نہ سمجھتے تھے یہی سبب تھا کہ اناکساغورس نے اپنی جلاوطنی کے بعد نہایت اطمینان سے بلاخوف مزاحمت لیمساکوس میں بود و باش اختیار کر لی اور حکمت کے میدان میں ایتھنز کی جگہ یونانی تہذیب کے دوسرے مرکزوں نے لے لی۔

محض مادی نقطۂ نظر سے دور فارقلیس کے ایتھنزی شہری کی حیثیت نہایت ممتاز تھی اور فنون لطیفہ سے خاص حظ حاصل ہوتا تھا۔ شہر ایتھنز ایک عظیم الشان سلطنت کا دارالحکومت ہو گیا تھا۔ تھریس اسوقت تک قدیم تہذیب کا جولانگاہ بنا ہوا تھا۔ ہیلیسپونٹ ایسی بحری شاہ راہ تھا جسمیں ہو کر دولتمند پونٹوس کا تجارتی مال و اسباب نکلتا تھا۔ الیونیہ بے شمار بلدیات سے بھرا ہوا تھا جن میں ملطہ اور ایفی سوس سب سے مشہور تھے۔ کاریہ کی تہذیب خصوصیت کے ساتھ اسلیئے ممتاز تھی کہ اسمیں یونانی اور غیر یونانی عنصر مخلوط تھا اور جزائر مقدس جزیرۂ دیلوس کے ہر چہار طرف پھیلے ہوئے تھے۔ غرض اس سلطنت میں مشرقی یونان کے سب سے خوبصورت دولتمند اور مہذب حصے شامل تھے۔ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ ان تمام بلدیات کی حیثیت محض غلامی کی تھی۔ بلاشبہ چند معاملات میں وہ ضرور ایتھنز کے تابع تھے مگر اکثر امور میں انھیں حکومت خود اختیاری حاصل تھی اور مقامی دستور اور مذہبی معاملات میں وہ مختار کلی تھے۔ وہ ایتھنز کو روپے کی ایک قلیل تعداد بطور خراج ادا کرتے تھے اور قانوناً وہ ایتھنز کے صرف اسقدر دست نگر تھے کہ چند مقامات کے فیصلے کیلیئے انھیں ایتھنز کا سفر کرنا پڑتا تھا۔ بایں ہمہ ایتھنزی شہری کو اپنی سلطنت میں ایک خاص قسم کا اقتدار حاصل تھا۔ اگر وہ چاہتا تو سال کے کسی مہینے میں سہ طبقہ جہاز میں بیٹھکر بحیرۂ ایجین

۲۹۵

ہیلیسپونٹ اور پونٹوس میں گشت لگاتا اور دیکھتا کہ سمندر پر لوٹ مار کا بازار تو
گرم نہیں ہے اور اتھنز کے حلیف اپنا فرض منصبی ادا کر رہے ہیں یا نہیں۔ ہر حلیف
کو یہ خیال تھا کہ مبادا ایسی ایتھنزی کسی روز انکے مقدمات طے کرنے پر مامور ہو جائے
اسلیئے جہاں کہیں وہ جاتا اسکی بہت خاطر و مدارات ہوتی اور اس کے لیئے ہر طرح کا
سامان تفریح مہیا کیا جاتا + ایسے ایتھنزیوں میں سے اکثر مرفہ الحال نہ ہوتے تھے
اور مملکت کے سر اس حصۂ دنیا میں سفر کرنا بساغنیمت سمجھتے تھے + تو ایتھنز میں
رہ کر بھی انھیں خدمت مملکت کا صلہ ملتا تھا۔ اوّل تو جیوری کے اراکین کی حیثیت
سے مہینے میں کئی مرتبہ انھیں اس خدمت کا معاوضہ دیا جاتا اور بہت سے ایتھنزی مجلس
خاص کے بھی رکن تھے اور اس حیثیت سے علیحدہ مشاہرہ پاتے اسکے علاوہ
شہریوں کے تفریح کا انتظام متعدد میلوں اور تیوہاروں کے ذریعے سے کیا جاتا
تھا اور ان میلوں میں وہ باطمینان کلی شامل ہو سکتے تھے اسلیئے کہ جو مالی نقصان
انھیں ہوتا تھا اسکا معاوضہ حکومت کی طرف سے انھیں مل جاتا تھا + بہت سے
ایسے تھے جو سرکاری کاروبار پر زراعت کو ترجیح دیتے تھے اور جب کبھی کوئی فوج
مغلوب ہوتی تھی اور اسکی اراضی ایتھنزی شہریوں میں تقسیم ہوتی تھی اسوقت انھیں
اپنا استحقاق جتانے کا موقع رہتا۔ مگر اس قسم کی تقسیم کے متعلق ہماری معلومات کا
دائرہ بہت تنگ ہے اور یہ اندازہ نہیں کیا جا سکتا کہ کتنی اراضی اسطرح انھیں حاصل
ہوئی تھی۔ قصہ مختصر اگر کوئی شہری عسرت کیساتھ اپنی زندگی بسر کرتا تو یہ اسکا
ذاتی فعل تھا اسلیئے کہ اگر وہ ریاست کو اپنے حال سے آگاہ کر دیتا تو یہ ریاست
اسکے سامان خورد و نوش کا انتظام کر دیتی۔ حقیقت یہ ہے کہ ایتھنزی ایک عظیم الشان
سلطنت پر حکمراں تھے جسپر نہایت خوشگوار اور ملائم طرز سے حکومت کی جاتی تھی
اور اسکا انتظام در اصل اشتراکیت کی ایک مرتبہ صورت تھی +

۲۹۶

یہ ایسی باتیں ہیں جنسے کسی امیر یا حاکم کی بھی آرزوئیں پوری ہو سکتی تھیں مگر
ایسے فارقلیس سے حوصلہ مند شخص کی پیاس نہ بجھتی تھی۔ اور ایتھنز کی مادی مرفہ الحالی
ایتھنزیوں کی بحیرۂ روم میں سیادت' انکا فنون لطیفہ سے مسرور و محظوظ ہونا' غرض
یہ سب باتیں فارقلیس کیلیئے بالکل ناکافی تھیں وہ اسکا خواہشمند نہ تھا کہ ایتھنزی صرف

حکومت ہی کریں بلکہ وہ انھیں عالی دماغ اور قابل ترین حاکم بنانا چاہتا تھا تاکہ وہ اپنے
کاروبار کیلئے ہر طرح سے موزوں ہو جائیں + جمیل کے تخیلہ کی تلاش جسکی ایتھنز ہی نہایت
قدر کرتے تھے یونانی قدیمیات کے مستحکم بنا پر قائم تھی اسلیئے کہ فنون لطیفہ خود
مذہب کے زر خرید غلام سمجھے جاتے تھے۔ فارقلیس مذہب اور فنون لطیفہ دونوں
کی دل سے قدر کرتا تھا مگر اسکے یہ ڈر تھا کہ اگر لوگ ان ہی کی طرف توجہ کرنے لگینگے
تو کاروبار مملکت کو سخت صدمہ پہنچے گا اور وہ چاہتا تھا کہ انکے لیئے دماغی غذا بھی
بہم پہنچائی جائے تاکہ علم وحکمت کے ذریعے سے ان میں روشنی پیدا ہو + وہ اسے
محسوس کرتا تھا کہ اسکے اور اسکے ہم وطنوں کے زاویۂ نگاہ میں گونہ اختلاف ہے اور یہ اختلاف
اسقدر وسیع تھا کہ درآنحالیکہ خلاف عادت قدرتی واقعات کو ایتھنز ہی فال نیک
یا فال بد سمجھتے تھے وہ ان کو محض واقعات سے ہی تعبیر کرتا تھا + ان تمام یونانیوں کا
انداز لگا کر اسنے کوشش کی کہ ایتھنز میں علم کے ہر ایک شعبے کا نشو ونما ہو +

فارقلیس کو اپنے مقصد کے حصول کیں کامیابی نہیں ہوئی۔ ایتھنزیوں کو
اسکے کسی فلسفے کی خواہش نہ تھی۔ ایتھنز کے قدامت پسندوں کو پرانے پیشگوؤں
کی بنی بنائی فراست نئی فطرت کے فلاسفہ کی عجیب وغریب نظریوں سے زیادہ پسند
تھی۔ اور بہت سے عمومیت پسند تو عوام الناس کی تعلیم وتربیت سے بالکل ہی
بے پروا تھے + حق تو یہ ہے کہ ایتھنز کی سی قدیم قوم کسی نئی تہذیب کو بہ آسانی
اختیار کرنے کیلیئے مطلق تیار نہ تھی + فارقلیس کے پاس یقیناً اس قسم کے
ذرائع ہونگے جنسے وہ اس اختلاف کا اندازہ لگا سکے مگر اسنے ہرگز یہ پیش بندی
نہ کی ہوگی کہ اسکے خیالات کا اس شدت سے اختلاف کیا جائیگا + ہم بائیسویں
باب میں اس بحث کی طرف پھر رجوع کرینگے اور دیکھینگے اس مدبر کے آخری ایام
انا کساغورس، فدیاس اور اسپازیہ کے تصدیعہ سے کسقدر تلخ ہو گئے۔ اور
اسمیں شبہ نہیں کہ جو رنج اور ملال اسے ہوا ہوگا وہ اس خیال سے نہیں کہ یہ سب
اسکے دوست تھے بلکہ جس بات سے اسے سب سے زیادہ صدمہ پہنچا وہ یہ
تھی کہ اسنے جو طریقے ایتھنزیوں کی بہتری کیلیئے اختیار کیئے انسے انھوں نے منہ موڑ لیا + [۲۱]

۲۹۷

[۲۱] ہم باب ۱۲ کے آخر میں لکھ چکے ہیں کہ کیمون کے دور کے اواخر میں تمدن ایتھنز میں جو لاتی

اکیسواں باب

کورکائرا، پوتی دیہ، پلاٹیہ

اس مادی ترقی میں جو ایتھنز کے رتبے اور حیثیت میں ہو رہی تھی ایتھنز اور اسپارٹا میں تنازعات برپا ہونے کی وجہ سے سخت ہرج واقع ہوا جن کی ابتدا دراصل کورنتھ اور ان دونوں مملکتوں کے باہمی تعلقات سے ہوئی کورنتھ کا بحری اور تجارتی دنیا میں خاص رتبہ تھا اور اس میدان میں اسکے اور ایتھنز کے درمیان جھگڑے پیدا ہونا نہایت آسان تھا۔ اسکے برعکس پیلوپونیز ہی کو اسپارٹا "اپنی دنیا اور اپنا عالم" سمجھتا تھا اور اسکے اور کورنتھ کے درمیان بہت گہرے دیرینہ تعلقات تھے؛

جب کورکائرا نے اپی دامنوس کی آبادکاری کی تھی تو اتفاقاً وہاں کے آبادکاروں کا

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ اور جملہ فنون لطیفہ کے موضوع جنگ آزادی کے کارنامے ہی قرار دیئے جاتے تھے مثلاً ائس خیلیوس اور پولیگنوٹس نے اسی خیال کے مطابق اپنی تصانیف و تصاویر ترتیب دیں، مگر دور فارقلیس کے مقاصد بالکل جداگانہ تھے۔ اور اس زمانے کے ماہران فن قومی اور تاریخی میدان کو چھوڑ کر محض تخیلے کی طرف رجوع ہوئے اور سوفوکلیس اور فدیاس نے محض قدیم روایتوں ہی کو پیش نظر رکھنا کافی سمجھا + غالباً ایتھنز کے ملک کیلئے یہ باعث منفعت نہ تھا کہ درویہ نویس بجائے قومی مقاصد اور قومی حوصلوں پر زور دینے اور لوگوں کی ذہنی سطح بلند کرنے کے محض قدیم روایتوں اور رزمیہ قصوں پر اکتفا کریں اور حقیقی رزمیہ حالات کو سرورِ یہ نویسوں پر چھوڑ دیں جنھوں نے جو تھوڑا بہت اثر ماراتھون کے سپاہیوں کی تعریف و توصیف کرکے پیدا کیا وہ امن پسند کمزور طرز عمل کی حمایت کرکے بالکل کھو دیا۔

پیشوا ایک کورنتھی تھا۔ اب اپی ڈامنوس کے شرفا اور عوام الناس کے درمیان کسی بات پر منافقت برپا ہوا اور عوم نے شرفا کو شہر سے نکال دیا۔ مگر جب شرفا کی باری آئی تو انھوں نے ساحل براعظم کے غیر یونانی باشندوں کی مدد سے عوم کو شکست دیدی اور عوم کو اسکے سوا کوئی چارہ کار نہ رہا کہ اپنے مادر بلد یعنی کورکائرا سے امداد کے خواستگار ہوں۔ مگر مشکل یہ پڑی کہ کورکائرا والوں نے کسی قسم کی مدد دینے سے انکار کر دیا اور انھوں نے ڈیلفی سے استفسار کیا کہ آیا وہ کورنتھ کے سامنے دست استدعا پھیلا سکتے ہیں یا نہیں۔ وہاں سے جواب ملا کہ اپی ڈامنوس والے یقیناً کورنتھ سے مدد مانگ سکتے ہیں۔ کورکائرا ہمیشہ اپنے مادر بلد کورنتھ کی مخالفت پر کمربستہ رہتا تھا اسی لیئے اپی ڈامنوس کے سفرا کا کورنتھ میں نہایت جوش وخروش سے استقبال ہوا۔ اس سفارت کے جواب میں کورنتھیوں نے چند نئے آباد کار اپی ڈامنوس روانہ کئے اور چونکہ کورکائرا نے رفتہ رفتہ اپنی بحری قوت کو اعلیٰ ترین مدارج پر پہنچا دیا تھا اور بہ آسانی سوا سو سہ طبقہ جہاز میدان کارزار میں بھیج سکتا تھا اسلیئے یہ آباد کار بجائے بحری راستے کے بری راستے یعنی اپولونیا ہوکر اپی ڈامنوس گئے تاکہ کورکائرا کے چنگل سے بچ سکیں۔ اب کورکائرا والوں نے اپی ڈامنوس شرفا کی نہایت سرگرمی سے پشت پناہی کرنی شروع کی اور وہاں کے عوم کو حکم بھیجا کہ وہ فوراً شرفا کو واپس بلالیں اور جب عوم نے اس حکم کی تعمیل سے گریز کیا تو انھوں نے فوراً شہر کا محاصرہ کرلیا[1]۔ کورکائرا کی طرح کورنتھ نے بھی اس معاملے میں سنجیدگی کے ساتھ دلچسپی لینا شروع کی اور نئے آباد کاروں کی تعداد جنھیں اپی ڈامنوس روانہ کرنے کا قصد تھا بڑھادی۔ کورنتھ کا میدان عمل بھی وسیع ہوگیا اسلیئے کہ نہ صرف مگارا، اپی ڈوروس، ہرمیونے اور ترویزین بلکہ

۳۰۷

[1] اب گویا کورنتھ تو اسپارٹا کی دوستی کا دم بھر کر عومیوں کی پشت پناہی کر رہا ہے اور کورکائرا ایتھنز کا حلیف بھی ہے اور شرفا کا بھی ساتھ دیتا ہے۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مختلف مخالفوں کی بنا محض شرافیت پسندی یا عمومیت پسندی ہی نہ تھی بلکہ ایسے مخالفوں میں زیادہ تر بلدیہ کا انفرادی مفاد ملحوظ رہتا تھا۔

لیوکاس، امبریسیہ اور پالے (کیفالے نیا) بھی کورنتھ کا ساتھ دینے پر کمربستہ ہو گئے۔ اسکے علاوہ اسنے تھیبز اور فلیوس سے روپیے کا اور ایلیس سے خالی جہازوں کا مطالبہ کیا۔ مگر کورکائرا والے جنگ آزمائی پر کمربستہ نہ تھے۔ انھوں نے فیصلے کی غرض سے چند تحریکات پیش کیں اور کہا کہ اگر کورنتھ اپی دامنوس سے اپنی فوج ہٹالے تو پھر وہ جملہ معاملات پنچایت کے سپرد کر دینگے اور یہ بھی وعدہ کیا کہ اگر فریقین میں باضابطہ جنگ شروع ہو کر وقتی طور پر بند ہو گئی پھر بھی وہ ان ہی شرائط پر قائم رہینگے۔ کورنتھیوں کی یہ خواہش تھی کہ انکے مطالبات کلیتًا پورے ہو جائیں اور کسی قسم کا فیصلہ ثالثی قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ مگر قسمت نے انکی یاوری نہ کی اور انکے پچھتر جہازوں کو کورکائرا کے اسی جہازوں نے شکست دیدی اور جس روز یہ واقعہ ہوا ہے اسی دن اپی دامنوس نے کورکائرا کی فوج کے سامنے ہتیار رکھ دئیے اور کورکائرا نے اپنی فتوحات اور مغربی سمندروں کی سیادت سے فائدہ اٹھاکر لیوکاس کو تاراج کر دیا اور کی لینے میں جو ایلیس والوں کا بحری اسلحہ سازی کا کارخانہ تھا اسے جلا دیا۔ اب کورنتھ نے یہ چاہا کہ اس نواح میں اپنی قوت حتی المقدور مستحکم کرے اور کورکائرا کے مقابل والے ساحل پر اکتیوم اور کیمیریوم کی قلعہ بندی کرلی جسکے جواب میں کورکائرا والوں نے بھی جزیرہ نما ئے لیوکمنے پر جہاں انھوں نے اپنی فتح کی ایک یادگار قائم کی تھی ایک قلعہ تعمیر کرلیا۔ غرض یہ ہے کہ کورنتھ ہی کا پلہ بھاری رہا۔ جب کبھی انکا جی چاہتا وہ نہایت آزادی سے کورکائرا پر براہ راست حملہ کرسکتے تھے اور اسکے برعکس کورنتھ کے بندرگاہوں کو کورکائرا سے ڈرنے کی کوئی وجہ نہ تھی۔

اب کورکائرا والوں نے ایک طاقتور حلیف کی ضرورت کو محسوس کیا اور ایتھنز سے گفت وشنید شروع کی۔ جب کورنتھیوں کو اسکا علم ہوا تو انھوں نے بھی ایتھنز سفرا روانہ کیے تاکہ کورکائرا کے سفرا کا جواب دے سکیں۔ طوسی دیدش کا بیان ہے کہ دونوں مملکتوں کے سفرا نے ایتھنز کی جمعیت عوام میں یکے بعد دیگرے تقریریں کیں اور اسنے اپنی کتاب میں

۳۰۸

ان تقریروں کا ملخص دیا ہے[۲]۔ اس مورخ کا یہ قاعدہ ہے کہ وہ ان تقریروں کی صحت کیلئے جو اسی تاریخ میں درج ہیں صرف اپنی ہی سند کافی سمجھتا ہے اور یہ ایک کلیہ ہے کہ ان تقریروں کے دلائل و استدلال میں ذاتی رنگ آمیزی کا بھی دخل ہوتا ہے۔ اس کلیے سے کورنتھ اور کورکائرا کے سفرا کی تقریریں بھی مستثنیٰ نہ سمجھیں معلوم یہ ہوتا ہے کہ فریقین میں گفت و شنود زمانہ مدید تک جاری رہی ہوگی جسے طوسی دیدش نے ایک ہی جگہ بیان کر دیا ہے۔ بدیں وجوہ ہم محض ان دلائل کے اعادے پر اکتفا کرتے ہیں جو فریقین نے ایتھنزیوں کے سامنے پیش کیے۔

اپنی استدعا کی تمہید کی طور پر کورکائرا والوں نے کہا کہ اسوقت تک جو وہ الگ تھلگ رہے اسکا انھیں نہایت افسوس ہے اور وہ محسوس کرتے ہیں کہ انھیں کہیں نہ کہیں سے مدد کی ضرورت ہے۔ اگر ایتھنز نے انسے محالفہ کرلیا تو یہ خود اسی کیلئے مفید ہوگا۔ کورکائرا خالی ہاتھ نہیں آیا بلکہ وہ ان دو یونانی بیڑوں میں سے ایک کا مالک ہے جو ایتھنز کے اثر سے آزاد ہیں۔ اور اگر دونوں دولتوں میں محالفہ ہوگیا تو ایتھنز کیلئے یہ نہایت سود مند ہوگا اسلیئے کہ جنگ کی ابتدا کے بعد پیلوپونیزیوں کا پہلا وار ایتھنز ہی پر ہوگا۔ ایک اور امر بھی قابل لحاظ ہے اگر ایتھنز نے کورکائرا کو اپنے حلیفوں میں شامل کرلیا تو اس فعل سے کسی قانونی حق کی خلاف ورزی نہ ہوگی اسلیئے کہ پنچایت کورنتھ نے قبول نہیں کی تھی اور وہی قصوروار تھا بلکہ کورنتھ نے تو اتنی جرأت کی تھی کہ ایتھنز کے حلیف بلدیات تک سے فوج مہیا کرنے کی کوشش کی اور اسطرح گویا ایتھنز کے خلاف اعلان جنگ کر دیا۔ طوسی دیدش کا بیان ہے کہ ان دلائل کا کورنتھیوں نے یہ جواب دیا کہ نکے اور کورکائرا کے آپس کے

---

[۲] جنگ پیلوپونیز کے اسباب کیلئے بلاس کی کتاب "اسباب جنگ" آر کی وامیوس "شتافلے ۱۸۹۶ء" دیکھنا چاہیئے۔ کورکائرا کی مہم کے حالات کے نوشتے (مجموعۂ نوشتہاے قدیمہ ۱، ۱۷۹) سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ گلاؤکون کا ساتھی امداد کی دیں نہ تھا بلکہ دراکونتی دیس تھا۔ طوسی دیدش کا بیان اس کے مخالف ہے۔

تعلقات سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ کورکائرا والے بالکل لغو ہیں۔ انھوں نے پنچایت کی تحریک اسوقت پیش کی تھی جب کورکائرا ایک بالکل خلاف قانون حرکت کا مرتکب ہوچکا تھا اسلیئے یہ تحریک لغو اور بیکار محض تھی + کورنتھ کے خلاف یوں بھی ایتھنز کورکائرا والوں سے محالفہ نہیں کرسکتا اسلیئے کہ ایتھنز اور کورنتھ کے درمیان عہد نامے موجود ہیں اور چونکہ کورنتھ نے ایتھنز کے ساتھ اسوقت دوستانہ سلوک کیا تھا جب اسکے اور ساموس اور آئی گینا کے درمیان مناقشے برپا تھے اسلیئے ایتھنز ہی کورنتھ کے مرہون منت بھی ہیں + دوسرے یہ ہرگز یقین کے ساتھ نہیں کہا جاسکتا کہ ایتھنز اور پیلوپونیز کے درمیان لڑائی چھڑ ہی جائیگی ۔ کورنتھ اور ایتھنز کی دوستی امن اور صلح کیلیئے بہترین شاہراہ ہے اور ایسا نہ کرنا ہی سے بہتر کوئی حکمت عملی نہیں ہے +

غرض یہ ہے کہ دو روز کی گفت و شنود کے بعد ایتھنز نے کورکائرا کی استدعا اس حد تک منظور کی کہ اسکے ساتھ ایک دفاعی محالفہ کرلے مگر انھیں اپنی شراکت میں شامل کرنیسے انکار کردیا +

یہ قطعی طور پر طے کرنا کہ کورنتھ برسرحق تھا یا کورکائرا بالکل ناممکن ہے اور یہ ہمارا کام بھی نہیں کہ جو دلائل طوسیئی دِیدیش نے بیان کیئے ہیں انکی جانچ پڑتال کریں + کورنتھ نے ہی پنچایت کی تحریک مسترد کردی تھی اور کوئی شخص ایتھنز کو اسپر ملامت نہ کرسکتا تھا کہ اسنے کورکائرا کی پشت پناہی کی ۔ کورنتھ کا یہ کہنا کہ وہ کسی زمانے میں ایتھنز کے ساتھ مہربانی سے پیش آیا تھا مطلق بے سود تھا اسلیئے جب اسنے یہ حکمت عملی اختیار کی تھی اس زمانے میں غالبًا یہی کورنتھ کیلیئے مفید مطلب ہوگی + اگر کورکائرا کی پشت پناہی کرنے میں ایتھنز نے بے انصافی کی تو وہ ایسی بے انصافی تھی کہ اگر وہ ہمیشہ ایسی ہی حکمت عملی پر کاربند ہوا کرتا تو وہ یقیناً عدل و انصاف کا نمونہ بن جاتا + ایتھنز کی حکمت عملی کا جزو لاینفک یہ تھا کہ کورکائرا کی بحری قوت کو کسی اور مملکت کے قبضۂ قدرت میں نہ جانے دے۔ اور کورکائرا سے محالفہ کرنے میں اسے کسی کے قانونی استحقاق کی خلاف ورزی کرنے کی ضرورت نہ تھی اور چونکہ یہ محض دفاعی تھا اسلیئے کوئی شخص اس کی

ظاہری شکل وصورت پر اعتراض کرسکتا تھا۔
ابتدا میں تو ایتھنز نے کورنتھ کو ڈرانے اور دھمکانے کیلئے صرف دس جہاز کورکائرا روانہ کئے مگر کورنتھ ایسا ڈرنے والا آسامی نہ تھا اور اس نے اسی جوش وخروش سے کورکائرا کا مقابلہ کیا جس سے خود فارقلیس سامیوں کے ساتھ لڑچکا تھا۔ کورنتھ کے ڈیڑھ سو جہازوں میں بارہ مگارہ کے دس لیوکاس کے، ستائیس امبریسیہ کے اور ایک اناکتوریوں کا تھا اور ان سب جہازوں نے کیمیریوم پر لنگر ڈال دیا۔ اسکے جواب میں کورکائرا والے ایکسو دس جہازوں کو لیکر راس لیوکمنے کے قریب جزیرۂ سی بوتا پر لنگر انداز ہوئے جہاں انکی فوج اور زاکنتھوس کے ایک ہزار سپاہی خیمہ زن تھے۔ ایتھنزیوں کو یہ حکم تھا کہ لڑائی میں محض اشد ضرورت کے وقت دخل دیں اور انھوں نے کورکائرا کے بیڑے کے داہنے جانب اپنے جہاز لا کھڑے کئے۔ ان کے مقابل کورنتھی بیڑا تھا جنھوں نے کورکائرا کی طرح اپنے حلیفوں کو داہنے ہی بازو پر رکھا تھا۔ لڑائی کے دوران میں دونوں فریقوں میں سے کسی نے فن حرب کے جوہر نہیں دکھائے اور بالآخر دونوں کے داہنے بازوؤں کو شکست ہوئی یہانتک کہ ایتھنز بھی اس خطرے کو محسوس کرکے کہ مبادا کورکائرا والے بالکل مغلوب ہوجائیں جنگ میں کود پڑے۔ یہ دیکھکر کورنتھیوں نے اپنے مردوں اور تباہ شدہ کشتیوں کو تو میدان جنگ سے علیحدہ کردیا اور ایک مرتبہ اور قسمت آزمائی کرنے ہی کو تھے کہ یکایک انھوں نے بیس اور ایتھنز ہی جہاز جنوب کی طرف سے آتے ہوئے دیکھے اور چونکہ اب انہیں اتنی جان باقی نہ رہی تھی کہ وہ ان تازہ دم جہازوں سے پھر برسر پیکار ہوں اسلیئے وہ فوراً رک گئے جس سے کورکائرا والے اور انکے ساتھیوں کو بہت تعجب وتحیر ہوا اور دوسرے دن جب انھوں نے لڑنا چاہا تو کورنتھیوں نے لڑنے سے گریز کیا۔ اصل میں انھوں نے دشمن کے ایک ہزار سپاہی گرفتار کرلئے تھے اور انکی یہ خواہش تھی کہ کسی نہ کسی طرح وہ ان قیدیوں کو کورنتھ پہنچا دیں۔ کورنتھی سپاہی یہ بھی محسوس کرتے تھے کہ اگر کورنتھ اور ایتھنز میں مسلسل مڈبھیڑ ہوئی تو انپر ایک سیاسی ذمہ داری عائد ہوجائیگی جسکے وہ اسوقت تک

اہل نہ تھے جب تک کورنتھی شہریوں سے استمزاج نہ کیا جائے + اسی لیئے انھوں نے صرف اسپر قناعت کی کہ ایتھنزی سپاہیوں کو برا بھلا کہیں اور اسنسے دریافت کیا کہ اگر کورنتھی میدان جنگ چھوڑکر چلے جائیں تو وہ مزاحم تو نہ ہونگے۔ اس کا ایتھنزیوں نے یہ جواب دیا کہ اگر کورنتھی کورکائرا پر حملے کی غرض سے جانا چاہتے ہیں تو وہ ضرور سد راہ ہونگے ورنہ انکا یہ قصد نہیں کہ انکی راہ میں حائل ہوں + جب کورنتھیوں کو اطمینان کلی ہوگیا تو وہ سبی بوتا میں اپنی "فتح" کی یادگار قائم کرکے روانہ ہوگئے اسکے جواب میں کورکائرا والوں نے بھی اپنی فتح کی یادگار نصب کی اسلیئے کہ گو انھوں نے کورنتھ کے صرف تیس جہاز برباد کئے تھے (درآنحالیکہ خود انکو ستر جہازوں کا نقصان ہوا تھا) مگر یونانیوں کے نزدیک چونکہ کورنتھیوں نے لڑنے سے گریز کیا تھا اسلیئے گویا انھوں نے کورکائرا کی اعلیٰ قوت کو تسلیم کرلیا بہرحال گو واپسی میں کورنتھیوں نے شہر انکتوریوں پر دھوکے سے قبضہ کرلیا مگر اسمیں شبہ نہیں کہ کورنتھ نے جو مہم سر کی تھی اسمیں انھیں محض ایتھنز کی مداخلت کی وجہ سے ناکامی کا منھ دیکھنا پڑا +

ان دونوں مملکتوں کے باہمی تنازعات کو ان واقعات سے اور بھی قوت پہنچی جو مشرق میں رونما ہو رہے تھے + پوتی دیہ خالکنائے پالینے پر ایتھنز کا ایک باجگزار شہر تھا۔ مگر اپنی مادر بلد کورنتھ کے ساتھ اسکے نہایت گہرے تعلقات تھے اور کورنتھ ہی سے ہرسال ایک عامل (ایپی دیمیورگوس) پوتی دیہ آتا تھا + اب ایتھنز نے اس سے ڈرکر کہ مبادا کورنتھ کے مسلسل اثر کی وجہ سے پوتی دیہ ایتھنز سے بغاوت کر بیٹھے اس شہر کو یہ حکم دیا کہ آئندہ سے ایپی دیمیورگوس کورنتھ سے نہ آنے پائے اور شہر پالینے کی طرف کی فصیل جو سمندر کی جانب شہر پناہ کا کام دیتی تھی مسمار کردی جائے تاکہ جب ایتھنزیوں کی خوشی ہو وہ شہر میں داخل ہوسکیں + اسمیں شبہ نہیں کہ اگر پوتی دیہ کے ہمسائے یعنی مقدونوی اسے بغاوت پر آمادہ نہ کرتے تو محض دوروراز کورنتھ کے کہنے سے وہ ہرگز بغاوت پر آمادہ نہ ہوتا + گو پردکاس اور ایتھنز میں دوستی تھی مگر ایتھنز کی یہ خواہش تھی کہ انکی قوت حد سے زیادہ تجاوز نہ کرجائے اسی لیئے بعض سرتبہ

ایتھنز پروکاس کے مخالف درداس اور فیلقوس کی طرفداری کرنے لگتا۔ بہرحال یہ تو ایتھنز ہرگز نہ چاہتا تھا کہ پوتی دیہ اور مقدونوی شاہزادونمیں زیادہ ربط ضبط ہو۔ اسکے جواب میں پردکاس نے کالکدیسیوں، بوتیوں اور پوتی دلیوں کو ورغلانا بلکہ خود انکے لیئے مدد طلب کرنے کیلئے اسپارٹا کو سفارت بھیجی۔ جب ایتھنز کو اسکی خبر ہوئی تو اسنے فوراً تیس جہاز اور ایک ہزار ہوپ لیت مقدونیہ روانہ کیئے تاکہ وہاں سے وہ پوتی دیہ جاکر یرغمال حاصل کریں اور شہر کی فصیل مسمار کردیں۔ اسی دوران میں پوتی دیہ والوں نے ایتھنز اور اسپارٹا دونوں جگہ اپنے سفیر روانہ کئے تاکہ ایتھنز سے تو یہ استدعا کریں کہ وہ اسکی موجودہ حیثیت کو حسب حال رکھے اور اسپارٹا سے یہ کہیں کہ اگر ایتھنز پوتی دیہ پر زیادتی کرے تو وہ اسکی مدد کرے۔ مگر قبل اسکے کہ ایتھنزی فوج پوتی دیہ پہنچے اس نے اور کالکدیس کے باشندوں اور بوتیوں نے علم بغاوت بلند کردیا اور کالکدیسیوں نے جو ساحل پر آباد تھے پردکاس کے کہنے سے یہ طے کیا کہ اپنے قدیم مساکن کو خیرباد کہدیں اور اولنتھوس میں جاکر آباد ہوجائیں۔ مگر اولنتھوس نے اونکو خوشی سے قبول نہ کیا اور وہ بولبے جھیل پر مقدونیہ کے زیر سایہ آکر آباد ہوگئے۔

بجائے اسکے کہ باغی شہروں کے خلاف ایتھنزی کوئی مہم سر کریں انھوں نے اپنی فوج ان باغیوں کے پشت پناہ پردکاس کے طرف روانہ کی۔ دوسری طرف کورنتھ نے ارتیوس ولد ادیمانتوس کی کمان میں ۱۶۰۰ ہوپلیت اور ۴۰۰ ہلکے ہتیار والے رضاکار اور اجیر سپاہی بھیجے۔ جب ایتھنز کو پوتی دیہ کی بغاوت کی خبر ہوئی تو اسنے دو ہزار ہوپلیت اور چالیس جنگی جہاز کالیاس اور چار اور افسروں کی ماتحتی میں کالکدیس روانہ کئے اور انھیں یہ معلوم ہوا کہ ایتھنزیوں نے تھرمے پر (جسکا بعد میں تھسالونیکا نام پڑگیا) قبضہ کرکے تو مقدونوی پایہ تخت پیدنا کو محصور کرلیا ہے۔ جب افسروں کو ان نمایاں کامیابیوں کا علم ہوا تو انھوں نے مشورہ کرکے یہ تصفیہ کیا کہ ایتھنز کے لیئے سیاسی بساط میں کچھ تبدیلی پیدا ہوجانا ہی بہتر ہے اور یہ سوچکر پردکاس کے ساتھ ایک معاہدہ کرلیا۔ اور چھ سو مقدونوی

سوار اور تین ہزار ہوپلیت لیکر پوتی دیہ کی طرف روانہ ہوئے۔ مگر قبل اسکے کہ اس مہم میں کچھ کیا جاسکے پردِکاس دفعتہ پوتیدیہ کا طرفدار ہوگیا اور وہاں کے سواروں کی کمان اپنے ہاتھ میں لے لی۔ حکمت عملی کے اس تبدیلی کی دو ہی وجوہ ہوسکتے ہیں۔ یا تو پردِکاس۔ فیلقوس اور ایتھنز کی باہمی دوستی کو اپنے لیئے خطرے سے خالی نہ سمجھتا تھا ورنہ ممکن ہے کہ ابتدا ہی میں اسکا مقصد صرف یہ ہو کہ کسی نہ کسی طرح سے وہ اثر زائل کردے جو ایتھنزیوں کا پیدا ہوگیا تھا۔ وجہ خواہ کچھ ہی ہو اب اسکا اور اسکے حلیفوں کا مقصد صرف یہ تھا کہ ایتھنزیوں پر دو طرف یعنی اولنتھوس اور پوتیدیہ کی سمتوں سے حملہ کریں اور انکی فوج کو تباہ کردیں مگر جو جوش و خروش ابتدا میں انکی صفوں میں تھا وہ بہت جلد ٹھنڈا ہوگیا اور جس فوج کو اولنتھوس کی طرف سے حملہ کرنے پر مقرر کیا تھا اسنے صرف اسی پر کفایت کی کہ ایک ٹیلے پر سے لڑائی کا معائنہ کرے تاکہ عین وقت پر آکر جنگ میں شریک ہوکر سستی شہرت مول لے۔ اسکا نتیجہ یہ نکلا کہ پوتیدیہ کے حملہ آور تنہا رہ گئے اور انھیں ناکامی کا منھ دیکھنا پڑا اور ارتیوس کو شہر پوتیدیہ بھاگ جانے میں مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ واضح ہو کہ یہی وہ معرکہ تھا جسمیں خود ایتھنزی سپہ سالار کالیاس کام آیا اور جسمیں حکیم سقراط نے الکبیادیس کی جان بچائی۔[۱] اب ایتھنز سے کمک بھی آپہنچی اور ایتھنزیوں نے پوتیدیہ کو چاروں طرف سے محصور کرلیا۔ ارتیوس پیلوپونیز سے فوج لانے کے بہانے یہاں سے چلاگیا اور پھر واپس نہ آیا اور اسوقت تک برابر کالکدیس ہی میں رہا جب فورمیوں کی پیشوائی میں ایتھنزی اس ضلع میں لڑرہے تھے۔ اب کورنتھی یہ محسوس کرنے لگے کہ وہ ایتھنزیوں کی برابری نہیں کرسکتے اور کسی مددگار کو چاروں طرف اس خیال سے ڈھونڈنے لگے کہ ایتھنز کے خلاف تمام پیلوپونیزی لیگ کو کھڑا کردیں۔ ایک طرف تو آئی گینا کے باشندے

---

[۱] "مجموعہ نوشتہہائے قدیمہ" ۱، ۴۴۲ میں اس منظوم کتبے کی نقل ہے جو مقتول ایتھنزیوں کی قبروں پر لگایا گیا تھا۔

محض مجبوراً ایتھنز کا ساتھ دیرہے تھے اور پوتیدیہ کی آگ بھڑکانے میں خفیہ طور سے مدد دے رہے تھا۔ دوسری طرف غالباً موسم گرما ۴۳۲ ق م میں ایتھنز نے مگارا کے باشندوں کو ایک تجویز عوام سے ایتھنز کی بازاروں اور بندرگاہوں سے نکال دیا تھا اور اب مگاری علی الاعلان ایتھنز کی مخالفت پر کمربستہ ہو گئے[1] یوں تو ایتھنز اور مگارا میں زمانہ قدیم ہی سے مناقشے برپا رہتے تھے مگر وہ قعر جو دونوں ریاستوں کے درمیان تھا اسوقت سے اور بھی وسیع ہو گیا جب سیبوتا کی لڑائی میں مگاریوں نے شرکت کی۔ اور اگر ایتھنزیوں نے اپنے دشمنوں کا اپنی سلطنت کے بازاروں سے اخراج کر دیا تو یقیناً وہ مورد الزام نہیں ہو سکتے تھے۔ مگر

[1] اُرخ کی کتاب "مگاری پسے فزما" (ہامبرگ ۱۸۳۰ء) کا مقابلہ ڈنکر (۹ ، ۳۲۹) سے کیا جائے۔ گ ، ہرتسبرگ ("تاریخ یونان وروما" برلن ۱۸۷۹ء ۔ ا ، ۲۹۵) کہتا ہے کہ حریف کی تجارت کو تلف کرنا ان طاقتور اسلحہ میں سے تھا جو جمہوریہ وینس اپنے حکومت یونان کے دور میں استعمال کیا کرتی تھی۔

ارسطوفانیس اپنے ناٹک موسومہ "اکارنیان" (۴۲۰) میں اسپازیہ کی بدکاری کا ذکر کرتا ہے اور کہتا ہے کہ مگاری اسپازیہ کو لیکر بھاگ گئے ۔ مگر ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اس قسم کے بہت سے قصے جنکے صدق و کذب کا ہمیں مطلق علم نہیں باشندگان ایتھنز کی تفریح کیلئے مرتب کئے جاتے تھے ۔ اور اس جگہ مثال کی طور پر ایسے افسانوں کا ذکر بے موقع نہ ہوگا۔

کہا جاتا ہے کہ پی ستراتوس یا سولن کے زمانے کے لڑائیوں میں مگاری چند ایتھنزی عورتوں کو اپنے ساتھ بھگا لے گئے تھے اور اسی طرح اس واقعے کے بہت عرصے کے بعد پیلاسگی قوم نے براؤرون کی چند عورتوں کو اپنے ساتھ فرار کر دیا اور ایک روایت کے بموجب براؤرون کی دیونیسیا کے میلے کے موقع پر اکثر مرتبہ لوگ شراب پی پی کر عورتوں کو بھگالے جاتے تھے اور انسے بدکاری کرتے تھے لہذا یہ جو عورتوں کے بھگائے جانے کے الزامات اور ان افسانوں کا تماشہ گاہ پر لایا جانا ایکا کیلئے کوئی نئی بات نہ تھی اور ایسے سوانگوں کے سلسلے میں اسپازیہ کا نام بھی شامل کر لیا جاتا تو حاضرین یقیناً محظوظ ہوتے۔ اب علمائے قدیم آئے اور انھوں نے اس افسانے کو تاریخی جامہ پہنا دیا۔

یونانی خیال کے مطابق جو شرکت مگاریوں نے سیبوتا کی لڑائی میں کی تھی وہ صرف یہ تھی کہ وہ اپنے دوستوں کی مدد کریں اور محض اس امداد سے ایتھنزیوں کا یہ استدلال کہ مگاری انکے دشمن تھے صریح غلطی تھی۔ بدیں وجہ ایتھنز کو کوئی اور بہانہ تلاش کرنا ضروری تھا۔ اور اب انھوں نے یہ معلوم کیا کہ مگاریوں نے نہ صرف ایسی اراضی کی کاشت کی تھی جو ایلیوسس کے دیوتا کی ملک تھی بلکہ کچھ متنازعہ فیہ سرحدی اراضی پر بھی قبضہ کر لیا تھا اور ایتھنز کے مفرور غلاموں کو اپنی حمایت میں لے لیا تھا۔ یہ الزامات لگانے سے ایتھنزیوں کا مقصد یہ تھا کہ یونانیوں کی نظر میں دونوں کی باہمی عداوت پایۂ ثبوت کو پہنچ جائے۔ ممکن ہے کہ یہ واقعات ایک حد تک صحیح بھی ہوں مگر ایتھنزی احکام سے مگارا کی تجارت کو سخت صدمہ پہنچا تھا اور اب اسکا غصہ اور بھی بڑھ گیا۔

چونکہ چند ایتھنزی ایلچی اسپارٹا میں موجود تھے اور انھیں اسپارٹی کونسلیوں کی تقریریں سننے اور انکا جواب دینے کی اجازت دیتے تھے اسلیئے جسقدر امید تھی اس سے زیادہ مدلل و مفصل طور سے اسپارٹا میں ایتھنز کے خلاف شکایتوں اور الزاموں کے متعلق گفت و شنود ہوتی رہی۔ طوسی دیدس کہتا ہے کہ یہ ایلچی محض اتفاقاً اسپارٹا میں موجود تھے اور انھیں کسی اہم مسئلے پر رائے زنی کی اجازت نہ تھی۔ مگر اس موقع پر بھی گفت و شنود غالباً اتنے سیدھے سادھے طریقے سے نہ ہوئی ہوگی جیسا وہ فرض کر لیتا ہے بلکہ گفتگو سے قبل خفیہ بات چیت بھی ضرور ہوئی ہوگی اور ایتھنزیوں نے اپنے قائم مقاموں کو ان مسائل کے متعلق پوری ہدایتیں کر دی ہونگی جنکے پیش ہونے کی انھیں امید تھی۔ اسمیں بھی شبہ نہیں کہ جو تقریریں طوسی دیدس سفیروں کی طرف منسوب کرتا ہے ان میں وہ الفاظ استعمال نہ کئے گئے ہونگے جو اسکی کتاب میں دیئے ہوئے ہیں۔ بلکہ در اصل اسکا بیان ان تمام خفیہ اور علانیہ دلائل و استدلال کا ملخص ہے جو فریقین کیجانب سے پیش کی گئیں۔ؔ

ؔ اس موقع پر ایتھنزی ایلچیوں نے یہ اعلان کیا کہ ایتھنز جملہ امور کے متعلق پنچایت کرنے پر آمادہ ہے اور اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ انھیں ضرور مملکت کی جانب سے یہ ہدایت ہوگی۔

کورنتھی اسکے ثبوت کی ضرورت نہیں سمجھتے کہ ایتھنزیوں نے بین قومی قانون
کی خلاف ورزی کی ہے بلکہ صرف اسی پر اکتفا کرتے ہیں کہ کورکائرا اور پوتیدیہ کی طرف
ایتھنز کی دست درازی سے آئندہ کیلئے بہت بڑا خطرہ پیدا ہو گیا ہے۔ اسپارٹا کا
جوش بڑھانے کیلئے وہ اسکی تعویقانہ کارروائیوں پر اسے مطعون کرتے ہیں اور کہتے ہیں
کہ اسکے مقابلے میں ایتھنزی پھر بھی بھاری بھرکم ہیں اور انمیں چلت پھرت کی ممتاز
خصوصیت ہے۔ اس امتیاز کو نمایاں کرنے کی غرض سے وہ دونوں اقوام کے
عام خصوصیات کا تجزیہ اور تفصیل بیان کرتے ہیں اور اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ یا تو
اسپارٹا ایتھنز پر حملہ کرے ورنہ کورنتھ اسپارٹنی لیگ سے علیحدہ ہو جانے پر مجبور
ہو جائیگا۔ اسکے جواب میں ایتھنزی ایلچی بعض قانونی مسائل کا اعادہ کرنے سے
گریز کرتے ہیں بلکہ ابتدا ہی میں وہ ایتھنز کی تعریف و توصیف کرکے ایتھنزی کارنامہائے
جنگ ایران پر زور دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس نازک زمانے میں اسپارٹا نے
ہرگز ایتھنز کے برابر یونان کی خدمتیں انجام نہیں دیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ایتھنز سے
لوگ صرف اسلیئے متنفر ہیں کہ اسنے اپنی لیگ کے اراکین میں سیادت کا مرتبہ حاصل
کرلیا ہے مگر یہ سیادت تو خود اسپارٹا نے اپنی ہی خواہش سے ایتھنز کے سپرد کی
ہے اور اگر دونوں کی صورت حال یکساں ہو تو یقیناً اسپارٹا کو بھی اسی قسم کے
اہتمام کیلئے تیار ہونا پڑیگا اسلیئے کہ دنیا کا قاعدہ ہے کہ طاقتور اپنے احکام میں
حق و ناحق کا خیال نہیں کرتا اور فطرت اسی کی متقاضی ہے کہ انسان اپنے برابر والونکے
دعوے ماننے کیلئے اتنی آسانی سے تیار نہیں ہوتا جتنی ایک قوی دشمن کی اطاعت
کرنے کیلئے۔ اسپارٹا[26] کو خوب سوچ سمجھ کر ایسے جھگڑوں میں شریک ہونا چاہیئے جس میں
امور تنقیح طلب کا پتا ہی نہو۔ بہرحال ایتھنز گفت و شنود کرنے اور پنچایت کے
اصول کو تسلیم کرنے کیلئے تیار ہے۔
اکثر اسپارٹی اصولاً جنگ کے مؤید تھے مگر شاہ آرکی داموس کے خیال میں

۲۶ طوسی دیدش ۱، ۶، ۷۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہاں اور اسکے بعد ساموسی گفت و شنود کے موقع پر
طوسی دیدش نے فارقلیس پر اظہار ناراضی کیا ہے۔

موجودہ موقعہ ایتھنز سے لڑنے کیلئے مناسب نہ تھا۔ اسنے کہاکہ ایتھنز کی قوت واقتدار کادار ومدار اس کے بیڑے اور اسکے روپے پر ہے اور ان دونوں کے مہیا کرنے میں یقیناً اسپارٹا کو زمانہ دراز درکار ہوگا جسکے بغیر اسپارٹی کسی طرح ایتھنزیوں کو ہتیار ڈالنے پر مجبور نہیں کرسکتے۔ اس لیئے بہتر ہے کہ وہ آہستہ آہستہ جنگ کی تیاری میں مشغول ہوجائیں۔ اور اسمیں شبہ نہیں کہ اگر جنگ دو تین سال تک ملتوی رہی تو وہ اتنی تیاری کرینگے کہ اسکے بعد جنگ کا نتیجہ بالکل مختلف ہوگا چونکہ جنگ کا دارومدار مادی سرمائے پر ہے اسلیئے ہمیں محض التوائے جنگ سے ہرگز شرمانا نہ چاہیئے۔ دراصل وہی حزم واحتیاط جسکا الزام کو تھی ہم پر رکھتے ہیں ہماری قوت کا حقیقی راز ہے۔ ان وجوہ سے مناسب ہے کہ بالفعل ہم ایتھنزیوں کو یہ کہہ کے ٹال دیں کہ وہ ہمارے حلیفوں کے ساتھ انصاف سے پیش آئیں۔

آرکی داموس کے بعد ایفور ستھینے لائڈاس کھڑا ہوا اور اسنے نہایت ایمانداری اور بیباکی سے آرکیداموس کے دلائل کا جواب دیا۔ اسنے کہاکہ ایتھنزیوں نے یہ ثابت کرنے کی کوشش تک نہیں کی کہ انپر غلط الزام لگایا گیا ہے اسپارٹا کی عزت ووقار کو ملحوظ رکھکر صرف ایک بات باقی رہ جاتی ہے اور وہ جنگ ہے۔ اس تقریر کے بعد اس نے حاضرین سے بہ آواز بلند رائے لی کہ لڑائی کا اعلان کیا جائے یا نہیں۔ جو واقعات اس رائے زنی کے بعد پیش آئے اسکا ہمیں پوری طور پر علم نہیں ہے اسلیئے کہ طوسی ڈیڈیش کا بیان بالکل ناکافی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ محض آواز سے کوئی بات قطعی طور پر طے نہیں ہوئی۔ بہرحال ایفور مذکور الصدر نے تمام بقیہ کارروائی کو نظر انداز کردیا اور لوگوں سے نام بہ نام رائے دینے کیلئے درخواست کی۔ مگر بجائے مسئلہ جنگ پیش کرنے کے اب سوال کا پیرایہ بدل دیا اور جو سوال پیش کیا وہ صرف یہ تھا کہ آیا ایتھنز نے صلحناموں کی خلاف ورزی کی ہے یا نہیں اور وہ برسر ناحق ہے یا نہیں۔ ایسے سوال کا جواب نفی میں دینے کیلئے جس سادگی کی ضرورت تھی وہ ہرگز اسپارٹیوں میں موجود نہ تھی اسلیئے ستھینے لائڈاس کو کثرت رائے کا گویا پہلے ہی سے یقین تھا۔ اور جب اکثریت یہ قرار پاگیا کہ ایتھنز غلط راستے پر تھا تو پھر جب اسپارٹا کی تیاریاں تکمیل کو پہنچ جاتیں

اسی وقت لڑائی چھیڑ دینے میں کسی قسم کی قباحت ہوگی رائے دینے کے وقت اسپارٹیوں نے یہ ہنیں سوچا کہ انسے جنگ و صلح کے متعلق پوچھا ہی ہنیں گیا اور قرار داد صرف یہ تھی کہ اتھینز نے صلحناموں کے خلاف ورزی کی ہے۔ اب الیفوروں نے یہ حکم دیا کہ اسپارٹا کے حلیف بھی اپنی رائے اسپارٹا ہی میں ظاہر کریں۔ اور اس سے جنگ کی امید میں اور بھی اضافہ ہوگیا۔ اس یقین کو اور بھی قوی کرنے کی غرض سے ڈیلفی کے دیوتا سے تفاول کیا گیا اور وہاں سے وہی جواب ملا جس نے تمام اسپارٹیوں کو قوی امید تھی یعنی یہ کہ خواہ اس سے مدد طلب کیجائے یا ہنیں وہ اسپارٹا کا ضرور ہی ساتھ دیگا۔ اگر یہ ہی دیوتا ہومر کے عہد کا کوئی دیوتا ہوتا اور تفاول سنہ ۴۲ ق م سے پیشتر کیا جاتا تو یقیناً ہر شخص اتھینز کے طاعون کو اسی دیوتا کے غیض و غضب کی طرف منسوب کرتا۔ مگر اب وہ زمانہ ہی نہ رہا تھا اور سوال یہ تھا کہ آخر اتھینز سے ایسا کونسا گناہ سرزد ہوا تھا جو اس دیوتا کو اسدرجہ ناپسند ہوا۔

مجلس حلفا اسپارٹا ہی میں منعقد ہوئی اور اسمیں کورنتھی ہی جنگ کے سب سے زیادہ خواہاں نظر آئے اسلیئے کہ اس سے انھیں کو دیگر حلفاء سے زیادہ فائدہ پہنچتا تھا۔ انکو یہ خوف دامنگیر ہوا کہ کہیں انکی چال کھل نہ جائے۔ اسلیئے انھوں نے یہ دلیل پیش کی کہ اندرون ملک (یعنی اسپارٹا) کے باشندوں کو یہ خیال نہ کرنا چاہیئے کہ ان پر اتھینز کی حکمت عملی کا کوئی اثر نہ پڑیگا۔ اسلیئے کہ اگر ساحلی شہروں (مثلاً کورنتھ) پر دشمن کا قبضہ ہوگیا اور تجارت درآمد و برآمد دونوں مسدود ہوجائیگی (یعنی ملک کو قحط اور افلاس کا سامنا کرنا پڑیگا)۔ اور بالآخر اتھینز کے ساتھ جنگ آزمائی اسدرجہ مایوس کن ہم بھی ہنیں جیسا لوگوں کا خیال ہے۔ ہم بہ آسانی تمام جہاز تعمیر کرسکتے ہیں اور اولمپیا اور ڈیلفی کے مقدس خزانوں سے روپیہ لے سکتے ہیں (جب فوکس کے باشندے اس خیال کو عمل میں لائے تو انکے ساتھ کس قسم کا برتاؤ کیا گیا!!)۔ اور یہ ظاہر ہے کہ اتھینز کی قوت و جبروت کا دار و مدار صرف انکے جہازوں اور روپے پر ہے۔ کورنتھیوں نے یہ دعویٰ بھی کیا کہ ہم اتھینزیوں سے بہادر بھی ہیں (کورنتھی اور اتھینزیوں سے بہادر!!)۔ اور جب ہمارے ہی باپ داداؤں نے یونان کو آزاد کیا تھا تو کیا اب ہم

کسی شہر کو دوسرے کی اجازت دینگے؟ اور اگر ہم ایسے شہر سے لڑنے کیلئے آپس میں اتحاد نہ کریں تو یقیناً ہم کہیں کے نہ رہینگے اسلیئے کہ بلا شبہ ایتھنز ہم میں سے ہر ایک سے (خود اسپارٹا سے بھی) زیادہ طاقتور ہے۔ کورنتھیوں کے اس مظاہرے کے بعد جنگ کے مسئلے پر رائے لی گئی اور حلیفوں کی کثرت رائے اسکے موافق نکلی۔ مگر چونکہ وہ فی الفور جنگ کیلئے تیار نہ تھے اسلیئے اٹیکا پر پہلا پیلوپونیزی حملہ اس قرار داد سے ٹھیک چھ مہینے بعد ہوا۔

اب فوری تدبیریں کیا اختیار کی جائیں؟ یہ سوال اس لئے اہم تھا کہ اگر پیلوپونیزی قرار داد کے بعد ہی ایتھنز لڑائی چھیڑ دیتا تو پیلوپونیز کے ساحلی شہر کسی حالت میں اسکی دست برد سے محفوظ نہ رہ سکتے تھے اور ایتھنز کا یہ فعل قانوناً نہیں تو عملاً بالکل درست ہوتا۔ اس سے محفوظ رہنے کیلئے یہ ضروری تھا کہ ایتھنز کے ساتھ گفت وشنود کا سلسلہ فوراً شروع کر دیا جائے۔ یونانی محض ضابطہ پر کاربند ہوتے اور الفاظ قانون کے تتبع کو بڑی اہمیت دیتے تھے۔ اور اسی اصول کو ملحوظ رکھکر پیلوپونیزیوں کی طرف سے یہ دلیل پیش کی گئی کہ جنگ کی قرار داد ان کا اپنا خانگی معاملہ تھا اور جب تک اسکی باضابطہ اطلاع ایتھنز کو روانہ نہ کی جائے اسوقت تک انھیں اس سے انکار کرنے کا پورا حق تھا۔ نظر بر صورت حال مفصلہ بالا ایتھنز کی بہتری اس میں تھی کہ جنگ فوراً شروع کر دی جائے تاکہ دشمن کو جنگی تیاریوں کی فرصت ہی نہ ملے اور اسے یہ چاہیئے تھا کہ فوراً اسپارٹا کو ایک پیغام آخری روانہ کر دیتا۔ مگر مشکل یہ تھی کہ فارقلیس میں فریڈرک اعظم شاہ پروشیہ کی سی تنومندی نہ تھی۔ اسنے دشمن کے مطالبات کا انتظار کیا۔ اور باہمی گفت وشنود میں جو وقت ضائع ہوا اس سے دشمن کو گونہ فائدہ پہنچا اور اسے جنگ کی تیاریاں کرنے کا وقت مل گیا۔

جو مطالبات اسپارٹیوں نے ایتھنز روانہ کئے وہ اسقدر جہ خلاف انصاف تھے کہ ایتھنز انھیں کسی حالت میں منظور نہیں کر سکتا تھا۔ مگر چونکہ وہ روانہ کر دیئے گئے تھے اسلیئے ایتھنز کو اسکا جواب دینا لازم تھا اور اس پیام رسانی میں جو وقت صرف ہوا وہ اسپارٹا کی تیاری کیلئے نہایت کارآمد ثابت ہوا۔ پہلا مطالبہ

تو یہ تھا کہ ایتھنز کیلون کے ساتھیوں کے قتل عام کا کفارہ دیں جسکے وہ مرتکب ہوئے تھے۔ اس مطالبے کا اصل مقصد یہ تھا کہ ایتھنز کیلون کے مخالفوں یعنی الکمیونی فارقلیس کو جلا وطن کر دیں! یونان کے عام رواج کے مطابق دشمن کی ہمیشہ یہ خواہش ہوتی تھی کہ وہ مکروفریب میں اپنے مخالف سے بڑھ جائے اور اس مطالبے کا ایتھنز یوں نے یہ جواب دیا کہ پہلے اسپارٹی تینارویں اور ایتھینے خالکیو یکس کے دو گناہوں کا کفارہ تو دے لیں جو ہیلوتوں کے قتل عام اور پوسانیاس کی موت سے انپر واجب ہوا تھا۔ ان جوابوں سے بظاہر تو اسپارٹیوں کو خود اپنے ہی اسلحہ سے شکست ہو گئی مگر دراصل اس بیکار گفتگو سے انھیں جنگی تیاریوں کیلئے بہت وقت مل گیا۔ اب اسپارٹی نفس مطلب پر آگئے اور پوتی دیہ اور ائی گینا کی آزادی اور مگاری تجویز عوام کے استرداد کا مطالبہ کرنے لگے۔ ظاہر ہے کہ ایتھنز نے اس مطالبے کو بھی نامنظور کر دیا۔ مگر ابھی اپنی تیاریاں مکمل کرنے کیلئے اسپارٹا کو تھوڑا سا وقت اور درکار تھا اسلیئے انسنے ایک اور سفارت بسر کردگی رامفیوس ملی سپوس اور اگے ساندر ایتھنز روانہ کی تاکہ ایتھنز سے اسکی لیگ کی برخاستگی کیلئے کہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ مطالبہ پوتیدیہ اور آئی گینا والے مطالبے سے بھی کہیں زیادہ سخت تھا۔ اسپر ایتھنز میں عوام کا ایک جلسہ ہوا جسمیں مختلف شہریوں نے مختلف جذبات کا اظہار کیا اور بعض نے کہا کہ اسپارٹیوں نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ اگر مگاری تجویز واپس لے لی گئی تو وہ راضی ہو جائینگے اس لیئے بہتر ہے کہ یہ تجویز مسترد کر دیجائے۔ مگر مشکل پیش آئی کہ فارقلیس کسی قسم کی اطاعت کے قطعاً مخالف تھا۔ اسنے کہا کہ اسپارٹا کے مطالبات میں روزافزوں ترقی ہو رہی ہے اور اس سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ایتھنز کی توہین و تذلیل ہی اسکا تنہا مقصد ہے۔ اور اسمیں مطلق شبہ نہیں کہ اگر ایتھنز نے مگارا کے معاملے میں سرخم کیا تو اسکے سوا اور مطالبات پیش کئے جائینگے۔ بوجوہات متذکرہ یہ ظاہر ہے کہ اسپارٹا کے ساتھ جنگ ضرور ہونی ہے اور ایتھنز کو اس سے ڈرنے کی کوئی وجہ نہیں۔ انھیں یاد رکھنا چاہیئے کہ اسپارٹا کے حلیف خود مختار ہیں اور انکے اور اسپارٹا کے حقوق بالکل برابر کے ہیں اسلیئے وہ اسپارٹا کو اپنا اتالیق تسلیم

کرنے کیلیئے تیار نہیں ہے[1] اس کے برعکس ایتھنز کے پاس روپیہ اور جہاز ہیں۔ بدیں وجہ جو
پیلو پونیزیوں کی حالت کچھ اچھی نہیں ہے۔ یہ سچ ہے کہ پیلو پونیزی اٹیکا پر چھاپہ
ماریں گے مگر ہم کم از کم اسیقدر آسانی سے خود دشمن کے سواحل پر اپنے جہازوں سے
حملہ کر سکتے ہیں۔ اور چونکہ پیلو پونیزی اتنی جلد بیڑا تعمیر نہیں کر سکتے اسلیئے انھیں
مشکلات کا سامنا کرنا پڑیگا۔ یہاں طوسی ویدیش ان دلائل کا جواب دیتا ہے
جو اسکے نزدیک کورنتھ کی جانب سے اسپارٹی مجلس میں پیش کئے گئے تھے اور
فارقلیس کی زبانی کہتا ہے کہ اگر پیلو پونیزی اولمپیا اور ڈلفی کے خزانوں پر بھی
قبضہ کر لیں پھر بھی وہ اس روپیے کو کسی مفید کام میں خرچ نہیں کر سکتے اسلیئے کہ اول
تو انھیں ملاحوں کی ضرورت ہوگی۔ اور یہ ظاہر ہے کہ ہم میں سے وہ بہت سے
افراد کو اپنا طرفدار اسلیئے نہیں بنا سکتے کہ ہمارے حلیف شہروں کے باشندے
خود اپنے ہی شہروں کے خلاف لڑنا پسند نہ کرینگے۔ دوسرے ہمارے جہازوں
کے جتنے ناخدا ہیں وہ سب ایتھنزی ہی ہیں اور وہ کسی حالت میں دشمن سے
میل گوارا نہ کرینگے۔ (یہاں طوسی دیدیش یہ بھول جاتا ہے کہ خود کورنتھ ہی
میں نہایت آسانی سے ملاح اور ناخدا مہیا ہو سکتے تھے) بالفرض اگر اٹیکا
بھی تاراج کر دیا جائے پھر بھی ایتھنز کے قبضے میں بہت سے جزیرے اور
ساحلی اراضی رہ جاتی ہے اور اگر خود اٹیکا جزیرہ ہی ہوتا تو یقیناً وہ ناقابل تسخیر ہوتا
اور بہتر تو یہ ہے کہ تمام اٹیکا خالی کر دیا جائے اور ایتھنز کی حیثیت بالکل ایک
جزیرے کی سی کر دیجائے۔ ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ کسی صورت اور حالت
میں ہمیں بری لڑائی نہ لڑنا چاہیئے اسلیئے اگر ہم ایسا کرینگے تو جو کچھ ہمارے پاس
ہے اسکے بھی ہاتھ سے چلے جانے کا خطرہ ہے۔ آدمی ملک اور اراضی کیلیئے
نہیں پیدا کیئے گئے بلکہ ملک اور اراضی انسانوں کیلیئے ہے۔ اور اگر آپ لوگ

[1] طوسی دیدیش ۱، ۱۴۱ "مساوی الآراء" جن حلیفوں کے حقوق اور حیثیت ایک ہی ہوتی تھی
وہ زمانۂ قدیم میں زیادہ کارآمد نہ ہوتے تھے۔ اسلیئے کہ جب چاہتے وہ محالفے سے علٰحدگی اختیار
کر لیتے۔ اور ایتھنزیوں کی خود سری ایک حد تک عام مفاد کے مطابق تھی۔

ہیرا کہنا مانیں تو میری تو خواہش یہ ہے کہ آپ خود اپنا ملک تاراج کر دیں۔ لہذا ہمیں جنگ کیلئے تیار رہنا چاہیئے مگر اپنی عزت و وقار قائم رکھنے کیلئے ہمیں پنچایت کا اصول بھی مان لینا بہتر ہوگا۔ ایک بات یاد رکھنا نہایت ضروری ہے کہ اس جنگ میں ہمیں اپنے مقبوضات وسیع کرنے کا خیال بھی نہ کرنا چاہیئے اور ہمیشہ اپنے آباؤ اجداد کی یاد تازہ رکھنی چاہیئے جنھوں نے اس سے بھی زیادہ مشکلات کا سامنا کر کے ایرانیوں کا مقابلہ کیا۔ ان ہی امور کو مدنظر رکھکر جواب لکھا گیا اور جوابی تحریکات کو منسلک کر کے اسپارٹی سفرا کے حوالے کر دیا گیا۔ اب گفت و شنود ختم ہو گئی اور فریقین جنگ کی تیاری میں کلیتہً مصروف ہو گئے۔

اسپارٹی جنگ پر تلے ہوئے تھے اور جنگ لابد تھی۔ ان کے تازہ مطالبات میں ایتھنز کے کسی مفروضہ گناہ کا ذکر نہ تھا بلکہ اس سے سیدھی سادی درخواست یہ کی گئی تھی اپنی لیگ کو برخاست کر دے۔ اور ایتھنز کے لیئے فوجی عمل کے سوا اب کیا چارہ کار باقی تھا۔ اسکے سوا یہ باور کرنے کی بھی کوئی وجہ نہ تھی کہ جنگ میں اسپارٹیوں کو کامیابی ہوگی۔ اسلیئے کہ اس سے قبل بھی انھیں دونوں میں میدان کارزار گرم رہ چکا تھا۔ اور حق تو یہ ہے کہ اسکی جو حالت سی سالہ امن سے پیشتر تھی اس سے یقیناً اسکی موجودہ حالت بہتر ہی تھی اسلیئے کہ اول تو اب اسکا دست نگر کوئی بری مقبوضہ نہ تھا اور دوسرے انکی مدد کیلیئے اب کورکائرا کا بیڑا موجود تھا ان تمام امور کو مدنظر رکھکر ایتھنز کو گیا ضرورت تھی کہ اگر عزت کے ساتھ جنگ سے نہ بچ سکے تو اسمیں شامل ہونے سے بے کار خوفزدہ ہو۔

جنگ کی ابتدا میں فریقین کی حالت کا نہایت عمدگی سے اندازہ کیا جا سکتا ہے ایک طرف نہایت طاقتور فوج اور دوسرے جانب ایک با اثر بیڑہ تھا۔ اسپارٹا کی ماتحت ایک بڑی بری لیگ اور ایتھنز کی ایک عظیم الشان بحری سلطنت تھی جو سواحل اور جزائر پر مشتمل تھی۔ قریباً سب اسپارٹی مزارعین اور قریباً تمام ایتھنزی تجار اور اہل معاملہ تھے۔ اسپارٹی دیہات اور ایتھنزی بلدیات کے باشندے تھے۔ اگر (پچھلی صدی کے آخری دور میں) روس اور انگلستان کے درمیان لڑائی ہوئی ہوتی تو صورت حال قریب قریب ویسی ہی ہوتی جو جنگ پیلوپونیز کی ابتدا میں تھی

مگر فرق صرف اتنا ہے کہ اٹیکا انگلستان کی طرح پانی سے گھرا ہوا نہ تھا اور بہ نسبت
انگلستان کے اسکی حالت ہالینڈ سے زیادہ مشابہ تھی جب موخر الذکر ملک کو پہلے
اسپین سے اور پھر فرانس سے لڑنا پڑا۔ یہ بیان کیا جاچکا ہے کہ ابتدا ہی سے
فارقلیس کی امید تھی کہ اگر پیلوپونیزیوں نے اٹیکا پر حملہ کیا تو یقیناً انھیں ناکامی ہوگی۔
یہ امید اس حدتک پوری ہوتی نظر آتی تھی کہ کبھی نہ کبھی پیلوپونیزیوں کو یہ معلوم
ہونا لابد تھا کہ وہ شہر ایتھنز کو کسی حالت میں نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ اور اس میں
بھی شبہ نہ تھا کہ اگر دوران جنگ میں کسی غیر مرئی وجوہ سے ایتھنز بالکل ہی زیر
نہ ہوگیا تو ایتھنز کی کامیابی کے مادی اسباب یقیناً بار آور ہوتے* اسکے علاوہ

---

* اصولاً تاریخ کا دارومدار واقعات کی فہرستوں پر ہونا چاہیئے۔ مگر مورخ اگر وقتاً فوقتاً اس
دلچسپی کا اظہار بھی کرے جو اسے اپنے مضمون میں ہے تو یقیناً اسمیں کوئی مادی حرج نہیں ہوسکتا۔
اسپارٹا کی روایات اور اسکی فطری خصوصیات کے مطابق جب وہ ایتھنز پر غالب ہوگیا پھر بھی
اسے کوئی خاص فائدہ نہیں ہوا بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ اسپارٹا کی فتح کی وجہ سے دنیا کو گو نہ
نقصان ہی پہنچا۔ ایتھنز کبھی اسپارٹا کے اقتدار کو نیست ونابود کیا توڑ بھی نہیں کرسکتا تھا۔
پھر اسپارٹا کو جنگ آزمائی کی صرف یہ حاجت تھی کہ کورنتھ کی مادی ضروریات پوری ہوسکیں
ایونیائیوں اور دوریانیوں میں جو نسلی امتیاز تھا وہ ضرور اس جنگ میں ممد ومعاون ہوا ہوگا۔
مگر محض یہ ہی وجہ جنگ کیلئے کافی نہ تھی اسلیئے کہ یونان میں بہ نسبت غیروں کے ہم نسل ہمسایوں
میں ایک دوسرے سے زیادہ دشمنی اور رقابت تھی۔ مثلاً ہم دیکھتے ہیں کہ تھیبز اور کورنتھ کے
باشندے ایتھنز کے سب سے سخت دشمن تھے۔ اسمیں تھیبزی تو دوریانی النسل تھے ہی نہیں
اور اگر اسپارٹا کو دوریانی خصوصیات کا نمونہ قرار دیا جائے تو کورنتھیوں کی خصوصیتیں ہرگز
دوریانی نہ تھیں۔ در اصل تجارتی بغض وحسد ہی ایتھنز کی بربادی کا باعث ہوا۔ کورنتھ
کی یہ خواہش کہ وہ اپنی تجارت دیار مغرب میں آزادی کیساتھ جاری نہ رکھ سکے اصل میں
اسپارٹا کے زوال کا باعث تھا۔
کرٹیس نے سچ کہا ہے کہ کورنتھ کی نوآبادیوں کا چھٹی صدی ق م تک پتا چلتا
ہے اور اسکے اس اقتدار میں کورکائرا ہمیشہ رخنہ انداز رہتا تھا۔ مگر جب کورکائرا اور

دو اور امر کامیابی کیلیئے لازمی تھے - یعنی ایتھنز یوں کی قابلیت اور انکی قسمت کی یاوری آ اسلیئے کہ ایتھنز کی شہری بیرونی حملوں سے اسقدر محفوظ نہ تھے جتنا فارقلیس نے سمجھ رکھا تھا - اور خود پیلوپونیز یوں میں فن ملاحی کی قابلیت موجود تھی اور انکے لیئے ایک تفیس بیڑا تیار کرنے میں کوئی امر مانع نہ تھا - اسکے برعکس طوسی دیدس کی روایت کے بموجب فارقلیس نے ایتھنز کی جمعیت عوام کے سامنے یہ اظہار کیا کہ ایسا بیڑا نہایت مشکل سے تیار ہوگا اسلیئے کہ خود ایتھنز کو اپنا بیڑا تیار کرنے میں پچاس سال کا عرصہ لگ گیا + ایتھنز کی جمعیت عوام کے اراکین کو فارقلیس کا یہ خیال یقینًا دلخوش کن معلوم ہوا ہوگا مگر افسوس ہے کہ اسکا مدار واقعات اور حالات پر نہ تھا - جب سیراکیوز کو ایتھنز یوں نے چاروں طرف سے محصور کر لیا تو اسنے اسی حالت میں دو سال کی قلیل مدت میں اپنا بیڑا آراستہ کیا جسنے ایتھنز کی حملہ آور بیڑا کو شکست دی - اور جنگ پیلوپونیز میں جب بالآخر ایتھنز یوں کے اعدا نے انھیں مغلوب کیا تو وہ بھی اس نوساختہ بیڑے ہی کا کرشمہ تھا جسکا فارقلیس بطلان کر رہا تھا + لہذا ایک بری اور ایک بحری دولت کا مقابلہ اور بحری دولت ایسی جو ناقابل تسخیر ہو اور ہمیشہ اپنے دشمن کے چنگل سے نکل جائے ضرور ہوسکتا تھا مگر یہ صورت حال مستقل نہ تھی - مگر اسکے قیام میں یہ شرط تھی کہ کوئی ایسی آفت ارضی وسماوی نہ آئے جس سے اسکی قوت کو صدمہ پہنچے + یہ نازک زمانہ

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ - ایتھنز میں اتفاق ہوگیا تو پھر کورنتھ میں قوت برداشت مطلق نہ رہی + اگر ہم نام نہاد جنگ پیلوپونیز کو ایتھنز اور کورنتھ کا خانگی تنازعہ تصور کریں تو اس جنگ کے واقعات میں گونہ مطابقت نظر آئیگی + یہ امر ملحوظ رہنا چاہیئے کہ سوا کورنتھ کے ایتھنز ہر فریق سے فیصلے کیلیئے آمادہ تھا + جنگ ایران تک کورنتھ اور ایجائینا میں تجارتی رقابت تھی اسیوجہ سے کورنتھ نے ایتھنز کو ایجائینا کے خلاف مدد دی تھی - مگر جب ایتھنز کی قوت و اقتدار میں اضافہ ہوا تو دونوں کے درمیان بغض وحسد کی آگ بھڑک اٹھی اور رفتہ رفتہ یہ حسد صریح دشمنی کی صورت میں تبدیل ہوگیا + کورنتھ کو اسوقت تک امن و آرام نصیب نہیں ہوا جبتک لیساندر نے ایتھنز کو بالکل پست نہ کر دیا ؛

اسوقت آپہنچا جب ایتھنز میں طاعون کی وجہ سے وہاں کی آبادی کا بیشتر حصہ
فنا ہو گیا اور وہ شخص بھی وبا کی بھینٹ چڑھ گیا جس کے بعد ایسا کوئی نہ تھا جو ایتھنز کو
اس نازک حالت سے چھڑا سکے + کامیابی کی دوسری شرط یہ تھی کہ ایتھنزیوں کا
جوش اسی حالت پر قائم رہے جیسا ابتدا میں تھا اور جنگ میں جو نقصانات پہنچیں
انھیں برداشت کرنے کی قوت برابر قائم رہے + ایسے صحیح قسم کے جوش نے
جس سے لوگ اپنے پیشوا کا ہر حالت میں ساتھ دیتے ہیں اور ہر قسم کی قربانی پر
آمادہ ہو جاتے ہیں سولھویں اور سترھویں صدی عیسوی میں ولندیزی آزادی کو
بچا لیا۔ مگر افسوس ہے کہ جس زمانے کا ہم ذکر کر رہے ہیں اسمیں ایتھنز میں یہ جوش یا
موجود ہی تھا اور خود فارقلیس نے بھی جنگ کی رہبری کما حقہ نہیں کی [۹] + اگر خاندان
آرنیج کے بہترین افراد ولندیزیوں کی رہبری نہ کرتے تو اس قوم کی بقا نہایت
مشکل ہو جاتی - یہ عام کلیہ ہے کہ عظیم الشان خطرات کے موقع پر تھوڑے زمانے
کیلیے مطلق العنان حاکم لابد ہوتے ہیں - اور فارقلیس کی موت کے بعد ایتھنزی
فوج کی حالت بالکل ایک غیر منتظم انبوہ کی سی ہو گئی جسمیں فوری اثرات کی زد میں
آجانے اور عین دوران جنگ میں خطرناک مہمات میں در آنے کی خاص قابلیت
تھی + اس عام تبصرے کے بعد اب وقت آگیا ہے کہ ہم رفتہ رفتہ ان عناصر پر
نظر ڈالیں جو در اصل یونانی تاریخ تمدن کے اجزا ہیں اور جنکے سبب سے آخرکار

---

[۹] اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ ایتھنز کی بعض ابتدائی مہمات (مثلاً میگارا کے حملے) میں سنجیدگی
اور باقاعدہ فوجی قواعد سے کام نہیں لیا گیا بلکہ ایک حد تک محض سیاسی پہلو لئے ہوئے تھیں اسکے ساتھ ہی اسمیں بھی
شبہ نہیں کہ پیلوپونیز ی اٹیکا کے حملوں کا رتبہ بھی کچھ اس سے برتر نہ تھا اور دونوں فریق یہ چاہتے
تھے کہ وہ اسوقت تک باضابطہ جنگ میں شریک نہوں جبتک وہ دشمن سے بہتر فوج میدان جنگ میں
نہ لاسکیں + مگر ان سب باتوں کا لحاظ کرنے کے بعد بھی ہم اسی نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ فارقلیس کو اسوقت
کارہائے نمایاں دکھانے تھے جب وہ خاص ارض پیلوپونیز پر حملہ آور ہوا - معلوم ہوتا ہے کہ
اسے میدان جنگ میں ضرورت وقت سے زیادہ انسانوں کی جانوں کا خیال
تھا +

ایتھنز کو زوال ہو گیا۔

آغاز جنگ میں دونوں فریقوں سے غلطیاں سرزد ہوئیں۔ اوّل تو محض کورنتھ کے تجارتی بغض وحسد کی وجہ سے پیلوپونیزیوں کو ایتھنزیوں پر حملہ آور نہ ہونا چاہیئے تھا اور جب وہ میدان میں آ گئے تو انھیں یہ معلوم ہونا چاہیئے تھا کہ ایتھنز اسپارٹا کو مستقل طور سے نقصان پہنچانے پر قادر نہیں۔ اسی طرح جنگ میں ایتھنزی مجبوراً شامل ہوئے تھے اسلیئے انھیں اسمیں نہایت ہوشیاری اور دوراندیشی سے شریک ہونا چاہیئے تھا۔ ظاہری صورت حال کا نتیجہ تو یہ ہوتا کہ آیندہ چوتھی صدی ق م کی طرح بالآخر ایتھنز اور اسپارٹا دونوں کی حیثیت بالکل مساویانہ رہے۔ مگر مشکل یہ ہے کہ اکثر مرتبہ مملکتیں محض فوری اور وقتی جذبے کے اثر میں آجاتی ہیں اور عقل سے کام نہیں لیتیں۔

لڑائی جس سرعت کیساتھ شروع ہوئی اسکا اصل سبب فریقین کا غیظ وغضب تھا۔ مارچ ۴۳۱ ق م میں تھیبز کے تین سو سپاہیوں نے یوتارخوس کی سرکردگی میں ایتھنز کے حلیف پلاٹیہ پر اسلیئے حملہ کیا کہ وہ اُس شہر کی وفاداری کو گزند پہنچائیں۔ حملہ آوروں کو پلاٹیہ کے چند باشندوں نے جو ایتھنزی اقتدار کے مخالف تھے شہر میں داخل کر لیا اور انھوں نے شہر کے چوک کو اپنا مستقر قرار دیا۔ اب اگر تھیبزی فوراً ایتھنزی خیر خواہوں کو گرفتار کر لیتے تو غالباً انکا پلاٹیہ پر قبضہ ہو جاتا۔ مگر بجائے اسکے انھوں نے یہ کوشش کی کہ اس مداخلت کو قانونی حیثیت بخشیں اور ایک اعلان شایع کیا جسمیں انھوں نے پلاٹیہ کے باشندوں کو اپنے ساتھ ملا لینے کی ترغیب دی۔ پلاٹیہ والے اس اعلان سے نہایت متعجب ہوئے اور جب انھیں دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ حملہ آوروں کی تعداد زیادہ نہیں تو انھوں نے اپنے مکانوں کی درمیانی دیواریں توڑ ڈالیں اور تھیبزیوں پر ہر چہار طرف سے یعنی راستوں سے، مکانوں سے اور چھتوں سے رات کے وقت حملہ کیا۔ اسوقت بارش کیوجہ سے راستوں میں پھسلن تھی اور تھیبزی شہر کے مضافات سے قطعی ناواقف تھے۔ اور جب خود انکے دوستوں نے ان کا ساتھ چھوڑ دیا تو اسکے سوا کوئی چارہ کار باقی نہ رہا کہ بے تحاشا پلاٹیہ سے

فرار ہو جائیں + بعض شہر پناہ سے کود پڑے، بعض کو وہ دروازہ ملگیا جس میں سے وہ ابتدا میں داخل ہوئے تھے اور اسے توڑ کر وہ شہر سے نکل بھاگے کچھ ایسے بھی تھے جنھوں نے غلطی سے مکانات کے دروازوں کو شہر کے دروازے تصور کیا اور انھیں توڑ کر بجائے شہر سے باہر نکلنے کے مکانات میں داخل ہو گئے اور آخر کار اپنے دیگر ساتھیوں کے ساتھ جو بھاگ نہ سکتے تھے ہتیار رکھ دیئے +

اتھنز نے اپنے حلیفوں کی مدد کیلیئے کمک روانہ کی تھی جو دریائے اسوپوس کی طغیانی کے سبب سے پیچھے رہ گئی تھی - اور جب یہ سب کچھ ہو چکا تو یہ کمک پلاٹیہ پہنچی اور اسکی وجہ سے پلاٹیہ کے باشندوں کی کمر ہمت مضبوط ہو گئی + اہل پلاٹیہ کی ایک تعداد کثیر اسوقت شہر پناہ سے باہر تھی اور یہ خطرہ تھا کہ تھبز والے انھیں گرفتار کرکے بطور یرغمال لیجائینگے - اسلیئے فریقین کے درمیان گفت وشنود کا سلسلہ شروع ہوا اور بظاہر یہ قرار پایا کہ پلاٹیہ تھبزی قیدیوں کے ساتھ کوئی بدسلوکی نہ کرے - اور اسکے معاوضے میں پلاٹیہ کے شہری جو فصیل سے باہر تھے وہ محفوظ و مامون ہو گئے + مگر پلاٹیہ والوں نے ان شرائط پر عمل نہیں کیا اور ان ایک سو اسی قیدیوں کو جنھیں انھوں نے گرفتار کرلیا تھا قتل کردیا + اسطرح محض جوش حیوانی سے پلاٹیہ والوں کی انسانیت بھی کالعدم ہو گئی اور چشم تدبر بھی بند ہو گئی اور ان بے دست وپا قیدیوں کے قتل سے انھوں نے تھبز کے ساتھ گفت وشنود اور اپنے دشمن پر دباؤ ڈالنے کا دروازہ گویا بند کردیا + جب تھبزی حملے اور انکے قیدیوں کی گرفتاری کا اتھنز میں علم ہوا تو اتھنزیوں نے فوراً ایک پیامبر روانہ کیا مگر اسکے پلاٹیہ پہنچنے سے پہلے ہی تھبزی قیدیوں کا قتل عام ہو چکا تھا + اسکے بعد اتھنزی افواج پلاٹیہ روانہ کردی گئیں اور عورتیں اور بچے اور وہ لوگ جنھیں لڑنے کی اہلیت نہ تھی پلاٹیہ سے اتھنز بلوالیئے گئے +

اب فریقین نے نہایت زور وشور سے تیاریاں شروع کردیں اور دونوں اپنے حلیفوں کی تعداد میں اضافے کی کوشش کرنے لگے + اسپارٹی چاہتے تھے کہ شہنشاہ ایران انکا طرفدار ہو جائے اور اٹلی اور سسلی کے یونانی روپے اور پانچسو سہ طبقہ جہاز انکے حوالے کردیں + مگر مشکل یہ پیش آئی کہ ایران اسوقت بھی اتھنزیوں کو

عزت کی نگاہ سے دیکھتا تھا اور اسنے اسپارٹا کی استدعا منظور کرنے سے صاف انکار کر دیا۔ اٹلی اور سسلی سے بھی روپیہ اور جہاز آنے کی امید نہ تھی اسلیئے کہ وہاں کے یونانیوں کو اپنے ہی گھر کے معاملات سلجھانے سے فرصت نہ تھی اور محض کورنتھ کے تجارتی حوصلوں کی وجہ سے اپنا نقصان کرنا نہ چاہتے تھے۔ اسکے برعکس ایتھنز کو امید تھی کہ کورکائرا' کیفلے نیہ' اکارنانیہ اور زاکنتھوس کی مدد سے ہر چہار طرف سے پیلوپونیز پر حملہ ہو سکے گا اور اسپارٹا اور اسکے حلیف مشکلات میں گرفتار ہو جائینگے۔ مگر بہت جلد ایتھنز کو یہ معلوم ہوگیا کہ اسمیں علیحدہ علیحدہ حصص ملک کو نقصان پہنچانے کی بہت کم قابلیت ہے۔ جو عجیب و غریب علامات ظہور پذیر ہوئے اور جن شگونوں کا اظہار ہوا انسے ظاہر ہوتا ہے کہ ایتھنز کو اپنی کامیابی کی امید نہایت مبالغہ آمیز تھی۔ عام یونانیوں کی یہ حالت تھی کہ وہ چاہتے تھے کہ لڑائی تو ضرور ہو مگر وہ الگ تھلگ رہیں۔ اگر وہ کسی کے طرفدار تھے تو اسپارٹا کے اسلیئے کہ اسپارٹا تو ایک سیدھی سادی مملکت تھی جسمیں ہر شخص خصوصاً اسکے حلیف نہایت اطمینان سے زندگی بسر کرتے تھے اور اسکے برخلاف ایتھنز اپنی لیگ کے اراکین پر طرح طرح کے جبر و استبداد کو روا رکھتا تھا۔ اور عام یونانیوں کی یہ خواہش تھی کہ کسی نہ کسی طرح ایتھنز کو مغلوب کیا جائے۔ مگر اس نصب العین کیلیئے وہ خود کوئی نقصان برداشت کرنے کیلیئے ہرگز تیار نہ تھے۔ طوسی دیدس ان اضلاع اور بلدیات کا شمار کرتا ہے جنھوں نے فریقین کا ساتھ دیا۔ اسپارٹا کے ساتھ سوائے آرگوس اور اکائیا کے تمام پیلوپونیزی ریاستیں تھیں۔ آرگوس تو متواتر ایتھنز کا حلیف رہا۔ اکائیائی بلدیات میں سے شہر پیلینے نے جو سکیون کا ہمسایہ تھا ابتدا ہی سے دوریانی لیگ کا رکن ہوگیا۔ اور دوسرے بلدیات رفتہ رفتہ اسپارٹا کے تابع ہوگئے۔ جزیرہ نما سے باہر مگارا' بیوتیہ' فوکس' لوکرس' امبریسیہ' لیوکاس' اور انکتوریون' اسپارٹا کے طرفدار تھے۔ کورنتھ' مگارا' سکیون' پیلینے' ایلیس' امبریسیہ اور لیوکاس سے جہاز۔ بیوتیہ' فوکس اور لوکس سے سوار اور دوسرے حلیف بلدیات سے پیدل سپاہی

جھتا ہوئے تھے + خیوس، لسبوس، پلاٹیہ، نوپاکتوس، بیشتر حصہ اکارنانیہ، کورکائرا، زاکنتھوس اور ایتھنز کی جملہ باجگزار ریاستیں ایتھنز کا حکم مانتی تھیں اور انہیں سے خیوس، لسبوس اور کورکائرا سے جہاز اور باقی شہروں اور جزیروں سے روپیہ اور سپاہی آتے تھے ؀

ف۱ جنگ لیوکمنے سے ابتدائی حملہ اٹیکا تک کے سنوات کے لیئے ل، ہولستایفل کا بسیط رسالہ "تحقیقات متعلق تاریخ یونان (برلن سنہ ۱۸۸۸ء) دیکھنا چاہیئے + اسکے نزدیک مختلف واقعات کی تاریخیں مفصلہ ذیل ہیں:۔

جنگ لیوکمنے ۔ سنہ ۴۳۲ ق م ۔
جنگ سبی بوتا ۔ مئی سنہ ۴۳۲ ق م ۔
بغاوت پوتیدیہ ۔ جولائی سنہ ۴۳۲ ق م +
مگاری تجویز عوام ۔ موسم گرما سنہ ۴۳۲ ق م +
انعقاد مجلس عوام اسپارٹا ۔ اوائل اکتوبر سنہ ۴۳۲ ق م ۔
انعقاد مجلس مشارکت اسپارٹا ۔ نومبر سنہ ۴۳۲ ق م ۔
حملہ پلاٹیہ ۔ ۵ و ۶ مارچ سنہ ۴۳۱ ق م ۔
حملہ اٹیکا ۔ ۲۵ مئی سنہ ۴۳۱ ق م ۔

ہولستایفل طوسی دیدش ۲، ۲ میں "پانچ مہینے" کی بجائے "دو مہینے" پڑھتا ہے + یہ مسئلہ کہ جنگ کے اولین ایام میں ایتھنز کی فوجی قوت کیا تھی اسوقت تک متنازعہ فیہ ہے اور اسکا دار و مدار کلیتہً طوسی دیدش ۲، ۳ پر ہے + بیلوخ اپنی کتاب "*Bevölkerung der griechisch-römischen Welt*" (لائپزگ سنہ ۱۸۸۶ء) میں ایتھنز میں صرف چالیس ہزار غلاموں کا اندازہ کرتا ہے ۔ مگر اس کی تردید کچھ مشکل نہیں + اسکا بیلوخ صفحہ ۶۰ - ۶۶ اور ھ، لانڈو ہیر کے مضمون "تحقیقات متعلق تاریخ یونان" حصہ ۲ (رسالہ *Philologus* جلد ۴۷ - صفحہ ۱) سے مقابلہ کیا جائے ؀

نوٹ

طوسی ویدیس کی کتاب میں سنہ ۴۱۱ ق م تک کے حالات دئے ہوئے ہیں اور اس باب اور آیندہ ابواب کا دارومدار زیادہ تر اسی پر ہے ۔ اس زمانے کے ایسے نوشتے بہت کم ہیں جو طوسی ویدیس کی برابری کر سکیں اور انہیں جو سب سے اہم ہیں ان کے اقتباس ہم نے دیدیئے ہیں ۔ زمانہ دراز سے مورخ طوسی ویدیس کی کتاب کا نہایت غور سے مطالعہ کر رہے ہیں ۔ اس کے بارے میں جو کچھ تحقیقات ہوئی ہے اسکے متعلق کلیات طوسی ویدیس کی تمہید جو کلاسن نے لکھی ہے اور مُلّر کی تاریخ ادبیات یونان" ۲، ۱۰۴ کا مطالعہ کرنا چاہیئے ۔ یہ سوال اسوقت تک زیر بحث ہے کہ طوسی ویدیس نے اپنی تاریخ کب تصنیف کی ۔ آیا یہ کتاب اسوقت لکھی گئی جب جنگ پلوپونیز چند روزہ وقفے کے بعد دوبارہ شروع ہوئی یا (جیسا الرخ کی رائے ہے) طوسی ویدیس نے اپنے پہلے مقالے میں ہم آرکی دامویس کا ذکر اس جنگ کے بعد ہی کیا جب اسے دیکیلیا کی لڑائی کا علم نہ تھا ۔ مگر یہ مسائل ایسے ہیں جن سے طوسی ویدیس کی تاریخی قدروقیمت دریافت کرنے میں زیادہ مدد مل سکے ۔ زمانہ حال تک طوسی ویدیس سے استناد کرنے میں کسی شخص کو چون وچرا کی گنجایش نہ تھی ۔ مگر اب بہت سے مورخ ایسے ہیں جنکے خیال میں طوسی ویدیس اسقدر اہم نہیں ہے ۔ جو لوگ یہ باور کرتے ہیں کہ نہ صرف آٹھواں مقالہ بلکہ تمام کتاب غیر مکمل حالت میں ہے تو اسکی قدر ایک حد تک کم ہو جاتی ہے اگر یہ رائے قائم ہو جائے کہ اس کتاب میں تحریف کی گئی ہے اور متن کی حالت نہایت ابتر ہے تو اس کی قیمت اور بھی گھٹ جاتی ہے ۔ مگر جب مورخ اور محقق یہ کہنے پر تیار ہوں کہ خود طوسی ویدیس میں ایسے نقائص موجود ہیں جو کسی تاریخی استناد کے ناقص کرنے کیلیئے کافی ہیں مثلاً سچی بات کو چھپانا یا جان بوجھ کر افترا پردازی کرنا تو طوسی ویدیس بالکل ہی بیکار معلوم ہوتا ہے ۔ مورخ بلا شبہ ہم آواز ہیں کہ اس کتاب میں

متعدد غلط بیانیاں موجود ہیں۔ مگر ہمارا مقولہ ہے کہ ان غلط بیانیوں سے واقعات کی اصلیت پر کوئی خاص اثر نہیں پڑتا۔ میولر اشٹریونگ نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ طوسی دیدش پر اعتبار نہ کرنا چاہیئے۔ مگر اے باؤر اپنی کتاب "طوسی دیدش د میولر اشٹریونگ" (نوردلنگن ۱۸۸۷ء) میں یہ ثابت کرتا ہے کہ میولر اشٹریونگ کو اپنے مقاصد میں مطلق کامیابی نہیں ہوئی۔ م۔ اسٹریونگ کے طرز تنقید پر رائے زنی کرتے ہوئے باؤر کہتا ہے کہ رفتہ رفتہ اسکے خیالات بالکل متضاد ہو جاتے ہیں۔ اپنے پہلے مضمون "ارسطوفانیس و تنقید تاریخی" (۱۸۷۳ء) میں اشٹریونگ صرف اس رائے پر اکتفا کرتا ہے کہ یہ مورخ ہمیشہ غیر جانب دار نہیں اسکے بعد اپنے رسالے "تحقیقات متعلق طوسی دیدیا" (۱۸۸۱ء) میں وہ ذرا آگے بڑھتا ہے اور کہتا ہے کہ طوسی دیدش نے واقعات کا تمام سلسلہ ایک فن کی حیثیت سے مجتمع کر دیا ہے۔ لیکن اگر کوئی بات اس کے پسند خاطر نہیں ہوتی (مثلاً ایک ہزار باشندگان متی لنہ کا قتل عام) اسکے متعلق وہ یہ رائے قائم کرتا ہے کہ وہ بعد میں اضافہ کر دی گئی ہے۔ ظاہر ہے کہ اس تنقید سے خود طوسی دیدش کی قدر و قیمت میں کوئی خاص فرق پیدا نہیں ہوتا۔ پلاٹیہ کے محاصروں و کورکائرا پر نظر ڈالتے ہوئے ("روئداد سالانہ ۱۸۸۶ء و ۱۸۸۸ء") وہ کہتا ہے کہ طوسی دیدش نے ایسے شاعر کا رنگ اختیار کیا ہے جو یا تو یہ سمجھانے کیلئے کہ مختلف امور کیونکر پایہ تکمیل کو پہنچتے ہیں واقعات اختراع کرتا ہے (مثلاً کسی شہر کا محاصرہ) یا لوگوں کے سامنے ہولناک مناظر پیش کرنے میں اسے خاص لطف آتا ہے (مثلاً کورکائرا کے واقعات)۔ انمیں سے پہلی اور دوسری تنقید میں اصولاً صحیح اور واقعات کے لحاظ سے ایک حد تک درست ہیں۔ مگر تیسری کا کوئی ثبوت نہیں۔ اور ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ اصول یا طرز کے اعتبار سے میولر اشٹریونگ کی تنقید بے کار محض ہے اور اسمیں چند ایسے خیالات کا اظہار کیا گیا ہے جو خود قابل تنقید ہیں۔ کرسٹ اپنی کتاب "تاریخ ادبیات یونان" (امیولر، ۲۶۶) میں میولر اشٹریونگ کا تتبع کرتا ہے اور کہتا ہے کہ طوسی دیدش کی تصویر واقعات

تخیل محض اور نیم وہمی ہے"۔ مگر یہ خیال اشٹریونگ کی اس رائے سے جو وہ پانچویں
باب میں ظاہر کرتا ہے مختلف ہے اور جہاں تک کوبہ کا ئرا کے واقعات کا تعلق ہے
ناقابل ثبوت ہے + غرض یہ ہے کہ میرے اس خیال کی کہ طوسی ویدش راست گو
ہے اسوقت تک تردید نہیں ہوئی ہے۔ اسمیں شبہ نہیں کہ وہ بہت سے مضامین
محض واقعات کے اعتبار سے یکجا نہیں کرتا بلکہ انھیں محض فن کے اعتبار سے
ایک ہی قسم کے ہونے کی وجہ سے جمع کر دیتا ہے۔ مثلاً اس نے تقریروں اور
موعظوں کو بالکل اسی لحاظ سے مجتمع کیا ہے جس سے خود ہیرو ڈوٹس نے
واقعات کو طوسی ویدش نے بہت سے اہم واقعات کو بھی نظر انداز کر دیا ہے
اور اسکی شخصی خصوصیات کی تنقید صرف اسی حالت میں قابل تسلیم ہوسکتی ہے
جب واقعات اور حالات سے بھی اسکی تائید ممکن ہو۔ (مثلاً اس نے جو رائے
کلیون اور نکیاس کے بارے میں قائم کی ہے وہ غالباً درست نہیں) + یہ بھی
ممکن ہے کہ اسنے اپنے مخالفوں کے بہت سے ایسے واقعات کو چھپایا ہو جنسے
انکی ذاتی خصوصیات کے اندازہ کرنے میں ہمیں یقیناً مدد ملتی۔ اور یہ بھی ممکن ہے
کہ جو کچھ اس سے کہا گیا اسنے بلا چون وچرا تسلیم کر لیا خصوصاً جب اسے ایسے
واقعات حسب حال اور دلپسند نظر آئیں۔ یہ ہوسکتا ہے کہ اسے اشراف کی
سختیوں اور عموم کے مظالم کی مبالغہ آمیز داستانیں پہنچی ہوں اور اس نے
ان واقعات کی بالکل غلط تصویر کھینچی ہو۔ مگر ان تمام امور کو باور کرنے کے
بعد بھی اسکا کوئی ثبوت نہیں ملتا کہ اسنے محض اپنے تخیل کی بنا پر ہی اس تصویر کی
تفصیل پوری کی ہے۔ اور ان تمام اعتراضات کے ساتھ ہی طوسی ویدش
کی تاریخی استنادی حیثیت اسوقت تک قائم ہے + اگر بلا کسی قطعی ثبوت کے
ہم اسکی سند تسلیم کرنے سے انکار کریں تو پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پھر
اسکی جگہ کسے دیجائے؟ ممکن ہے کہ اٹیکائی اخبار نویسوں نے زمانۂ مابعد کے
مورخین کو ایتھنز کے متعلق واقعات بہم پہنچائے ہوں مگر طوسی ویدش کی تاریخ
میں ایسے واقعات بہت کم ہیں + چونکہ وہ جنگ کے حالات لکھ رہا ہے اسلیئے
اگر کوئی مورخ بظاہر اس سے بہتر ہوسکتا ہے تو وہ ایفورس ہے۔ مگر ہم

باب ۷ کے نوٹ میں لکھ چکے ہیں کہ افیورس دور "خمسینی" کے واقعات کے لیئے قابل استناد نہیں تسلیم کیا جاتا - اور جیسا میں اپنی "تاریخ سسلی" اور "بیان آثار قدیمہ سیراکیوز" میں ثابت کر چکا ہوں محاصرۂ سیراکیوز کے متعلق بھی اسکی شہادت قابل وثوق نہیں + فولکوار ڈشن اپنی کتاب "تحقیقات ماخذ دیودورس" (صفحہ ۳۹ وضمیمہ جات ۳۰۲) میں ثابت کرتا ہے کہ دیودورس نے جسپر ہماری جملہ معلومات متعلقہ افیورس کا دار و مدار ہے ان واقعات کا جو اسنے افیورس سے نقل کئے ہیں بالکل بیجا استعمال کیا ہے + پھر افیورس میں کیا باقی رہجاتا ہے جسے طوسی دیدش پر ترجیح دیجا سکے ؟ اب رہا پلوٹارک - وہ بھی بجائے جنگ کی تاریخ کے محض ممتاز اشخاص کی خصوصیات کا خاکہ پیش کرنے پر اکتفا کرتا ہے اسلیئے ان واقعات کے باب میں جنکا تعلق مملکتوں کی اندرونی تاریخ سے نہیں بلکہ حالات جنگ سے ہے معتبر نہیں ماناجاتا + پلوٹارک کیلیئے فریکے: "تحقیقات ماخذ پلوٹارک تذکرہائے نکیاس و الکبیادیش" (لائیزگ ۱۸۶۹ء) دیکھنا چاہیئے + بدیں وجوہ اس دور کے اسناد کے استعمال کا طریقہ جسکے واقعات کا طوسی دیدش میں ذکر ہے بالکل صاف ہے - سوا چند خاص خاص مواقع کے جب مضمونی Objective یا ظہوری Subjective اسباب کی بنا پر اسکا کلی تتبع نہیں ہونا چاہیئے باقی جملہ امور میں دیگر اسناد کا اعتبار صرف اس حالت میں کیا جائے جب انمیں اور طوسی دیدش میں تطابق ہو ؛

جنگ پیلو پونیز کے دور کے اہم ترین کتبے ہکس نے اپنے مجموعے "کتابجہ نوشتہ جات تاریخ یونان" (۱۸۸۲ء) میں جمع کر دیئے ہیں - مگر اسوقت سے اور بھی کتبے برآمد ہوئے ہیں + ظاہر ہے کہ ہمعصر اور زمانہ مابعد کی تصانیف بھی معلومات سے پر ہیں مگر یہاں انکی فہرست نہیں دیجا سکتی + مجموعہ حکایات پر (جو در اصل بعد کی تالیف ہیں) شک و شبہ کیا جاتا ہے اور ارسطوفانیس میں جو گپ شپ بھری ہوئی ہے وہ اسوقت تک صرف اسوجہ سے باور کیجاتی ہے کہ مشکلات و دقائق کے حل میں فراست و فہم درکار ہے + ظاہر ہے کے اس دور کے مفصل حالات لکھنے کیلیئے یہ تمام مواد استعمال کرنا ہوگا ؛

بائیسواں باب

جنگ پیلوپونیز کا بیان فارقلیس کی وفات تک ۴۳۱ سنہ ق م تا ۴۲۹ سنہ ق م

اسپارٹیوں نے اپنی فوج کا دو تہائی حصہ خاکنائے کورنتھ کو روانہ کیا اور وہاں پہنچکر سپہ سالار شاہ آرکی داموس نے مختلف رسالوں کے افسروں کے سامنے تقریر کی اور کہا کہ ایک سپاہی کی مخصوص خوبیاں یہ ہیں کہ وہ دور اندیش بھی ہو اور ساتھ ہی اپنے افسروں کی فرمانبرداری کرے۔ مگر اسنے لڑائی چھیڑنے سے پہلے اتمام حجت کیلئے اپنے ایلچی ایتھنز روانہ کئے اور دریافت کیا کہ اب بھی اہل ایتھنز راہ راست پر آنا چاہتے ہیں یا نہیں۔ مگر ایتھنزیوں نے ان ایلچیوں کا پیغام تک سننا گوارا نہ کیا اور جب انھیں سرحد پار کیا گیا تو انکے سرگروہ میلیسپوس نے باآواز بلند کہا کہ آج یونان کی مصیبتوں کا دور شروع ہوگیا۔

آرکی داموس کی تقریر سے ذرا پہلے فارقلیس نے ایتھنز کے شہریوں کے روبرو ایک تقریر کی اور صورت حال انکے ذہن نشین کردی اور نصیحت آمیز پیرائے میں اپنی تجاویز انکے سامنے پیش کیں۔ اسنے کہا کہ ایتھنزیوں کو اپنے مالی وسائل پر کلیتہً تکیہ کرنا چاہیئے اور میدان جنگ میں کود پڑنے کا خیال بھی نہ کرنا چاہیئے بلکہ انکے لیئے یہی مناسب ہے کہ دیہات خالی کرکے ایتھنز کی شہرپناہ کے اندر آجائیں۔ ایتھنز کی مالی حالت بھی کچھ بری نہیں ہے۔ چھ سو تالنت سالانہ تو خراج کی مد میں آمدنی ہوتی ہے اور گو دو ہزار سات سو تالنت اکروپولیس کی عمارتوں اور پوتی دیہ کے محاصرے میں صرف ہوچکے ہیں تاہم اسوقت چھ ہزار تالنت خزانے میں موجود ہیں اور ان کے علاوہ قلعے سے بہت سے قیمتی چڑھاوے مل سکتے ہیں اور صرف اتھینا دیوی کا بالاپوش ہی چالیس تالنت کا ہے اور یہ آسانی مجسمے سے اتارا جاسکتا ہے[1] فوج میں

---

[1] جنگ کی ابتدا میں "فتح" کے دس سونے کے مجسمے تھے جنمیں ۵۲۶ کلوگرام (تقریباً ۱۴ من)

بظاہر تو تیرہ ہزار ہوپ لیت ہیں مگر انکے ماسوا سولہ ہزار ایسے سپاہی بھی ہیں جو اپنی
عمر کے اعتبار سے فوج باقاعدہ میں شامل نہیں مگر شہر پناہ اور برجی اوس کی بہ آسانی
حفاظت کر سکتے ہیں۔ فوج میں ایک ہزار دو سو سوار اور تیر انداز سولہ سو پیدل
تیر انداز اور تین سو سہ طبقہ جہاز بھی ہیں جن سے فوراً کام لیا جا سکتا ہے + بہرحال
سپہ سالار کی ہدایات پر لفظاً اور معناً عمل ہوا اور دیہات سے ہر نقل و حمل کی چیز ایتھنز
کو منتقل کر دی گئی۔ دیہات کے باشندے تو شہر ایتھنز میں آگئے اور مویشی
یوبیہ اور دوسرے جزیروں میں بھیج دیئے گئے + اٹیکا کے باشندوں کیلئے
اپنے آبائی مکانات چھوڑنا جہاں کی بود و باش سے وہ ابتدا سے ہی عادی تھے
اور جہاں انھوں نے ایرانیوں کی واپسی کے بعد بہ اطمینان کلی سکونت اختیار کر لی
تھی نہایت مشکل کا سامنا کرنا تھا۔ شہر ایتھنز میں ہرگز اتنی گنجائش نہ تھی کہ سب
کیلئے مکان مہیا کر سکیں۔ اور اکثر ایسے بیچارے تھے جنکے لیئے کسی گھر میں
جگہ نہ نکل سکی بلکہ جنھوں نے ہیکلوں اور مندروں کے ہر چہار طرف پڑاؤ ڈال
لیئے تھے + اسی طرح پیلاژگی کون اور طویل دیواروں کا درمیانی حصہ عارضی
مکانات سے بالکل بھر گیا اور بعض بیچارے دیہاتیوں کو تو فصیل کے برجوں
ہی پر قناعت کرنی پڑی +

پہلے تو پیلو پونیزیوں نے شہر اونوئے کی طرف پیشقدمی کی مگر انھیں
اس سرحدی قلعہ پر کئی روز رکنا پڑا جسکی وجہ سے عرصۂ دراز کے بعد مئی کے مہینے
میں جب غلہ پک گیا تھا وہ تھریا کے میدان میں پہنچے + انھوں نے پہلے تو
اتھینا دیبی کے ملوکہ کھیتوں کو برباد کیا اور کوہ ائے گیلیوس کو داہنے ہاتھ پر چھوڑ کر
راستے میں ملک ویران کرتے ہوئے اکارنائے کے دیہے پر رک گئے + شاہ
آرکی داموس کا یہ خیال تھا کہ جب اکارنائے کے باشندے اپنی عزیز کاشت
برباد ہوتے ہوئے دیکھینگے تو انھیں شہر پناہ کے اندر بند رہنا گوارا نہ ہوگا۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ وزن تھا + اسکے لیئے نوکارٹ کی کتاب "مجسمات فتح در اکروپولس"
دیکھنی چاہیئے + ("رسالہ معاملات یونان" جلد ۱۲ صـ۲۸۳ـ وغیرہ)

ایتھنزی فوج کا بیشتر حصہ اکارنانیہ کے باشندوں کا ہے اور انھوں نے تین ہزار (؟) ہوپ لیت مہیا کئے ہیں اسلیئے انکے انتشار کی وجہ سے ایتھنزی فوج کو شکست دینے میں آسانی ہوگی + مگر آرکی داموس کا خیال غلط نکلا۔ اکارنیوں نے چار دیواری سے نکلنے کی کوشش ہی نہیں کی اور چونکہ فارملیس بیکار بحث ومباحثے کا موقع نہیں دینا چاہتا تھا اسلیئے اسنے مجلس عوام کو طلب بھی نہیں کیا + اسنے صرف یہ کیا کہ ایتھنزی اور تھسالوی سوار غنیم کے مقابلے کیلیئے بھیج دیئے جنیں سے موخرالذکر لارِسّا' فارسالوس' کرانون' بیراسوس' گیرتون اور فےرائے کے باشندے تھے + جو چھوٹی چھوٹی لڑائیاں ان سواروں اور پیلوپونیزیوں کے درمیان ہوئیں اس میں بہت کم خونریزی ہوئی اور آخرکار پیلوپونیزی اٹیکا کے اس حصّے میں چلے گئے جو کوہ پارنیس اور بری لیسوس کے درمیان میں واقع ہے اور وہاں سے اور واپس ہوتے ہوئے بیوتیہ کا راستہ لیا +

غنیم کے تخلیۂ ملک سے پہلے ایتھنزیوں نے خود ایک چھوٹی سی مہم سر کی + انتہائی خطرے کے لیئے انھوں نے ایک ہزار تالنت اور ایک سو جنگی جہاز بچا رکھے تھے۔ اسکے علاوہ جو روپیہ اور جہاز تھے انھیں کام میں لانیکی ان کو خواہش پیدا ہوئی اسلیئے وہ سو جہاز لیکر چلے اور راستے میں دم لیئے بغیر سیدھے لقونیہ کے شہر مےتھونے پر جاکر ٹھیرے + اس ضلع کا سپہ سالار براسی داس تھا۔ اور اگر وہ ایتھنزی صفوں کو چیرتا ہوا شہر میں گھس نہ جاتا تو اغلب ہے کہ مےتھونے ضرور فتح ہوجاتا + اس شخص کا یہ پہلا معرکہ تھا اور اسکی قسمت میں یہ لکھا تھا کہ وہ ایتھنزیوں کو اس جنگ کے دوران میں چین و آرام سے نہ بیٹھنے دیگا + اب ایتھنزی پیلوپونیز کے مغربی ساحل کے متوازی شمال کی طرف چلے اور رالیس کا شہر فی یا لیکر چھوڑ دیا اور اکارنانیہ کے چند مقامات فتح کرنے کے بعد جزیرۂ کیفالے نیا کو اپنی لیگ میں شامل ہونے پر آمادہ کیا + اسکے بعد وہ گویا ایک مہم کو سر کرنے میں کامیاب ہوکر ایتھنز واپس چلے آئے +

اب ایتھنزیوں نے ائی گینا کے سے اہم مقام پر اپنے قدم پوری طور سے جمانے کیلیئے وہاں کے باشندوں کو جزیرے سے نکال دیا اور ان کی جگہ ایتھنزی

کلیر وقیاں قائم کردیں۔ ان بیچارے آئی گینیوں کو اسپارٹا کے سامنے دست احتیاج پھیلانا پڑا اور آخر انھیں ضلع تھریا میں آباد ہونے کی اجازت مل گئی جو عرصۂ دراز سے اسپارٹا اور آرگوس کے درمیان مایہ النزاع چلا آتا تھا۔ اسکے بعد ایتھنز یوں پر اثر ڈالنے کیلئے فارقلیس تیرہ ہزار ہوپ لیت مگارا لے گیا تاکہ ایتھنزی اس خیال سے مطمئن ہوجائیں کہ تمام جزیرہ نمائے پیلوپونیز کا کفارہ اسکے قابل نفرت ہمسایوں یعنی مگاریوں کو ہی دینا پڑیگا۔ اس مہم میں کچھ زیادہ کامیابی نہیں ہوئی۔ اس سے زیادہ سودمند لوکرس اوپنتیا کی مہم تھی جس میں ایتھنزیوں نے جزیرہ اتالانتا پر قبضہ کرلیا۔ ان تمام طریقوں سے ایتھنز نے اپنے دشمنوں پر واضح کردیا کہ وہ ڈرنے والے آسامی نہیں ہیں اور دشمن کے کمزور مقبوضات پر حملہ کرنے کیلئے ہمیشہ تیار رہتے ہیں۔ کورنتھیوں نے بھی مغربی ساحل پر یہی طریقہ اختیار کیا۔ مگر انکا میدان عمل اتنا وسیع نہ تھا اور گو انھیں اکارنانیہ میں کچھ کامیابی ہوئی مگر کیفالےنیہ میں وہ کچھ نہ کرسکے۔ غرض یہ ہے کہ جنگ کے پہلے سال یعنی ۴۳۱ ق م کی مہموں کا نتیجہ علے العموم ایتھنز کیلئے مفید ہی نکلا۔

جب فوجی مہمات کا سلسلہ ختم ہوا تو قدیم رواج کے مطابق ایتھنزیوں نے ان لوگوں کے جنازے کی آخری رسوم ادا کیں جو جنگ میں مارے گئے تھے۔ اس موقع پر ہر قبیلے کے مردوں کی ہڈیوں کیلئے دس تابوت اور ان مردوں کی یاد تازہ کرنے کیلئے جنکی ہڈیاں دستیاب نہیں ہوئی تھیں ایک تابوت بنایا گیا اور انھیں نہایت تزک و احتشام کے ساتھ کیرامی کوس لے گئے جہاں حکومت کی فرمائش کے بموجب فارقلیس نے ایک تقریر کی۔

اسمیں شبہ کرنے کی ضرورت نہیں کہ طوسی دیدیش نے اس سلسلۂ خیالات کا صحت کیساتھ اعادہ نہیں کیا ہوگا جو فارقلیس کے اس خطبے میں تھا۔ اگر بالفرض اسکے بیان میں نقائص ہیں تو بھی اسمیں شک ہو ہی نہیں سکتا کہ اس تقریر کو دیگر واقعات اور حالات سے گہرا تعلق ہے اور یہ ان تقاریر کا گویا ایک تتمہ ہے جو ایتھنز کے موافق اور مخالف کی گئی تھیں اور ساتھ ہی آئندہ کیلئے نصیحتوں پر مشتمل ہے۔ اور بالکل ممکن ہے کہ اس تقریر سے خود فارقلیس کا بھی یہی مقصد ہو کہ

اس قسم کی دلائل پیش کرے اور حالات و واقعات کا اعادہ کرے + اس میں ایک خاص زاویہ نگاہ کو مدنظر رکھ کر ایتھنز کے حالات کا ایک خاکہ دکھایا گیا ہے اور ایتھنز کے اس تخیل کی تجدید و تبریک کی گئی ہے جو ہر وقت فارقلیس کے پیش نظر رہتا تھا + وہ کہتا ہے کہ بجائے افراد کی حمد و ستائش بیان کرنے کے وہ اس شہر کی مدح و ثنا بیان کریگا جسکی وجہ سے یہ افراد بڑھے + فارقلیس نہایت دلیری اور جرأت سے یہ نظریہ بیان کرتا ہے کہ ایتھنز نے اپنے اداروں کی ترتیب میں دیگر مملکتوں کی نقل نہیں کی بلکہ اوروں کے سامنے گویا ایک نمونہ پیش کیا۔ (اسمیں تو خود ہمیں بھی شبہ نہیں معلوم ہوتا کہ ایتھنزی تمدن کے ارتقا میں ایک خاص بات ضرور پائی جاتی ہے) + فارقلیس کہتا ہے کہ ہمارے یہاں محض افلاس کیوجہ سے کسی شخص کی ناقدری نہیں کی جاتی بلکہ اسکی قابلیت اور فراست ہی اسکے لیئے باعث عزت و نعمت ہوتی ہے۔ کسی شخص کو اپنے ہم وطنوں کی خوشی اور آرام پر حسد نہیں ہو سکتا اور چونکہ حکام بالادست کے احکام کی تعمیل ہماری سرشت میں داخل ہو گئی ہے اسلیئے ہم قوانین کی خلاف ورزی نہیں کرتے + اس کے علاوہ سال کے بارہ مہینے متواتر مذہبی قربانیوں اور میلوں کے ذریعے سے ایتھنزی شہری کی تفریح طبع کیلیئے سامان مہیا ہوتا رہتا ہے اور ہماری عالم گیر تجارت کے باعث دنیا کی اشیا ہمارے قدموں پر پڑی رہتی ہیں۔ اسپارٹا کی طرح ہم اپنے شہر سے غیر ملکیوں کو نکالتے نہیں تاکہ وہ دیکھیں کہ ایتھنزی کس طرح ایک طرف تو اپنی زندگی بظاہر عیش و عشرت سے بسر کرتے ہیں اور دوسری جانب خطرے کے وقت اپنی جرأت اور ہمت کا ثبوت پیش کرتے ہیں ہمارے دشمنوں کا یہ بیان کہ وہ ایتھنز کی تلوار کا مقابلہ کرنے کی قابلیت رکھتے ہیں یقیناً غلط ہے اسلیئے کہ انھوں نے کبھی ایتھنز کی متفقہ قوت کا سامنا نہیں کیا اور گو اسپارٹا میں لوگوں کی فوجی تعلیم میں ایتھنز سے زیادہ وقت صرف کیا جاتا ہے لیکن اس میں شبہ نہیں کہ اسپارٹی کسی حالت میں ایتھنزیوں سے زیادہ بہادر نہیں فارقلیس کہتا ہے کہ ایتھنزی عیش پرست نہیں بلکہ انھیں ہمیشہ خوبصورتی کی تلاش رہتی ہے۔ انکے لئے غربت باعث ذلت نہیں بلکہ اگر کوئی شخص امیر بننے کی خواہش نہ کرے تو

اسے ذلیل سمجھا جاتا ہے۔ ہم میں سے ہر ایک شخص سیاسی معاملات میں دخل رکھتا ہے۔ مگر ان معاملات کے سمجھنے سے پہلے ہم یہ مناسب خیال کرتے ہیں کہ اسکے متعلق ہم مختلف تقریروں کو سن لیں۔ جب ہم کسی بات پر غور کر لیتے ہیں تو اسکی تکمیل میں جرأت دکھلاتے ہیں۔ اور چونکہ ہم اپنے دوستوں کی خدمت کرتے ہیں اس لیئے ہمارے دوست ہماری خدمت کیلیئے ہر وقت تیار رہتے ہیں۔ اقوام عالم میں ہمیں ایسے ہیں جو اپنے دوستوں کے محض ذاتی مفاد کیلیئے ہی مدد نہیں کرتے بلکہ ہماری جبلت ہی میں کشادہ دلی کا مادہ بھرا ہوا ہے اور اسی لیئے ہمیں اپنے اوپر پورا اعتماد ہے۔ فارقلیس اپنی تقریر کے اختتام پر مردہ سپاہیوں کے درخشندہ کارناموں کا ذکر کرتا ہے اور انکے متعلقین کو نصیحت کرتا ہے۔

چونکہ یہ تقریر قدیم زمانے کی ایک نہایت سر برآوردہ قوم کے حالات اور صفات سے بھری ہوئی ہے اور ان صفات کو اس قوم کے دو بہت بڑے قائم مقاموں یعنی فارقلیس اور طوسی ویدش نے بیان کیا ہے اسلیئے اس سے ہمیں تمدن کی تاریخ سمجھنے میں بہت مدد ملتی ہے۔ اگر ہم منصفانہ انداز سے اس زمانے کا خاکہ کھینچیں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ اس تقریر میں حقیقت اور مبالغہ دونوں کے پہلو ہیں۔ فارقلیس کا یہ قول یقیناً مبالغے سے خالی نہیں کہ چونکہ اتھینز کے دشمنوں نے کبھی میدان جنگ میں تمام اتھینزیوں کا مقابلہ نہیں کیا اسوجہ سے وہ انکی برابری کا دم نہیں بھر سکتے۔ حقیقت یہ ہے کہ جنگجو فریق کی تمام تر قوت ایک ہی مرکز پر کبھی مجتمع نہیں ہوتی بلکہ سپہ سالار کی جنگی قابلیت کا معیار یہی ہے کہ وہ اپنی فوج کے بیشتر حصے کا زور اس مرکز پر ڈالے جس پر فیصلہ ہو جانے کا مدار ہے۔ اسیطرح فارقلیس کا یہ کہنا کہ صرف اتھینز ہی اپنے دوستوں سے مہربانی آمیز برتاؤ کرتا ہے ہرگز صحیح نہیں۔ یہ اتھینز کی خصوصیات کا تذکرہ نہیں بلکہ محض خوشامد اور چاپلوسی ہے۔ فارقلیس یہ بھی کہتا ہے کہ گو اتھینزیوں کو اسپارٹیوں کی سی تعلیم نہیں ملتی مگر وہ انسے زیادہ بہادر ہیں۔ یہاں بھی وہ مبالغے سے کام لیتا ہے اسلیئے کہ زمانۂ جنگ میں سب سے عقلمند قوم بھی سخت ترین قواعد تادیب کے بغیر کامیاب نہیں رہ سکتی۔ غرض یہ ہے کہ یہ تقریر اتھینزیوں کی یاوہ گوئی کا نہایت حیرت انگیز ثبوت

دیتی ہے[۲]+

جنگ کے دوسرے سال یعنی سنہ ۴۳۰ ق م میں پہلے سال کے واقعات کا گویا پھر اعادہ ہوا اور پیلوپونیزی اپنے لشکر کے سپاہیوں میں سے دو تہائی لیکر اٹیکا پر حملہ آور ہوئے + فی نفسہ اس حملے سے ہی نقصان عظیم کا خطرہ تھا۔ مگر ایتھنز پر ایک اور آفت ناگہانی آگئی وہ یہ کہ اول تو پریئی اس میں اور پھر خاص ایتھنز میں طاعون نمودار ہوا۔ اس وبائے شدید کے حالات طوسی دیدش نے بیان کئے ہیں جو خود اس مرض میں مبتلا ہوا تھا۔ مرض کا اثر پہلے سر میں ہوتا تھا اور آہستہ آہستہ تمام بدن ماؤف ہوجاتا تھا۔ مگر موت فوراً نہ آتی تھی بلکہ انسان قریب قریب ایک ہفتہ تک گھلتا رہتا تھا اور بدن میں اسقدر حدت پیدا ہوجاتی تھی کہ بعض تو محض گرمی کو دور کرنے کیلئے پانی میں کود پڑتے تھے۔ بہت سے ایسے بھی تھے جو طاعون سے تو بچ گئے مگر ان بیماریوں سے جانبر نہ ہوسکے جو طاعون کے بعد نمودار ہوئیں + مرض متعدی تھا اسلیئے لوگ ایک دوسرے سے علیحدہ ہوگئے تھے اور بیچارے مریض بھیڑ بکریوں کی طرح بلاکسی دوا دارو یا پرسان حال کے پڑے رہے اور مرگئے۔ یہ معلوم ہوتا تھا کہ اس کمبخت مرض کا استیصال نہ تو کسی دوا سے ہوگا اور نہ کسی غذا سے + ایتھنزی عام طور پر یہ خیال کرنے لگے کہ دشمن نے

---

[۲] فارقلیس کی یہ تقریر طوسی دیدش ۳۵ - ۴۶ میں درج ہے + اسمیں بہت سی ایسی باتیں ہیں جنمیں کچھ کچھ اہل فرانس کی خصوصیات کی جھلک معلوم ہوتی ہے۔ مثلاً فارقلیس کا یہ بیان کہ اسکی قوم ہی ایسی قوم ہے جو نہ صرف سیاسیات میں بلکہ دیگر امور میں بھی غیر جانبداری کو اپنا نصب العین بنائے رکھتی ہے یا یہ کہ ذکی الطبع ایتھنزی جنگ میں وہی کام قواعد کی بندشوں کے بغیر بھی انجام دیسکتے ہیں جو دیگر مملکتوں کے تادیب یافتہ لشکر + بعینہ یہ ہی خیال مضمون "جنگ سے پہلے فرانسیسی لشکر کی حالت" (سنہ ۱۸۶۹ء) میں ظاہر کیا گیا ہے اور اسمیں مضمون نگار نے فرانسیسی فوج کی مدح سرائی کی ہے اور بتایا ہے کہ اسے صرف وقت مقررہ پر ہی حکم برداری کی ضرورت ہے اسکے بعد سپاہی آزاد رہتا ہے + مگر جنگ امفی پولس کے واقعات سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ نظریہ کم از کم ایتھنزیوں پر صادق نہیں آتا +

پانی کے چشموں کو زہر آلود کر دیا ہے۔ مگر ہمیں اسکی کوئی اطلاع نہیں پہنچی کہ ایتھنزیوں نے کسی ایسے شخص کو سزا دی ہو جو اس قبیح گناہ کا مرتکب ہوا ہو + طوسی ویدیش ایک امر کو سب باتوں سے زیادہ ہولناک بیان کرتا ہے۔ وہ یہ کہ شہر والوں کا شیوہ ہو گیا تھا کہ جہاں کہیں انھوں نے کوئی چتا دیکھی بس اپنے مُردے اسپر رکھے اور بھاگ گئے +. بہت سے ایسے بھی تھے جنکا یہ خیال ہو گیا کہ اب موت تو آتی ہی ہے جو کچھ زندگی باقی ہے اسے خوب خوشی و خرمی عیش و عشرت سے گزار دو[۳]+

ایتھنز تو اس بلا میں مبتلا تھا، پیلوپونیزیوں نے لاؤریون کی کانوں تک تمام اٹیکا برباد کر دیا۔ مگر وہ فورًا واپس چلے گئے اسلئے کہ انھیں خوف تھا کہ مبادا انھیں بھی طاعون کا شکار بننا پڑے + انکے جانے سے پہلے ہی فارقلیس سو ایتھنز کا جہاز اور پچاس خیوسی اور لسبوسی چار ہزار ہوپ لیت اور تین سو سوار لیکر اپی دورس

[۳] طاعون کا حال طوسی ویدیش ۲، ۴۸ میں درج ہے + طاعون کی ابتدا ملک حبش سے ہوئی اور وہاں سے مصر، طرابلس الغرب اور دیگر بلاد مقبوضہ شہنشاہ ایران میں پھیل گیا + بہت سے مورخ اس رائے پر متفق ہیں کہ لیوی (۴، ۲۱ و ۲۵) روما میں جس طاعون کا ۳۱۸ و ۳۱۹ و ۳۲۱ بنیادی (۴۳۶ و ۴۳۵ و ۴۳۳ و ۴۳۲ ق م) میں ہونا بیان کرتا ہے اسکی ابتدا بھی یہیں سے ہوئی ہوگی۔ ایتھنز میں یہ ۴۳۰ و ۴۲۹ و ۴۲۷ و ۴۲۶ ق م میں برابر رہا + ہولتسا یفل ("سنویت روما") یہ واقعہ اپنے مخصوص طریق سنویت کے ثبوت میں پیش کرتا ہے۔ اگر اسکا نظریہ درست ہے تو ۳۱۸ بنیادی اور ۴۳۰ ق م بالکل مطابق ہیں اور اسکے نزدیک طاعون روما اور ایتھنز دونو جگہ قرطاجنہ ہی سے آیا + بہرحال اس سے ان تجارتی تعلقات کی جھلک نظر آتی ہے۔ جو زمانۂ قدیم کے عظیم ترین شہروں کے درمیان تھے + آجکل طاعون کے زمانے میں اکثر ممالک کی یہ حالت ہوئی ہے اس سے ایتھنز کا طریقہ یقینًا مہذب اور متمدن تھا۔ اور سکے لئے لندن کے طاعون کی مثال جو منتسونی نے ہمارے سامنے پیش کی ہے اور ان اضلاع کی مثال جہاں ہیضہ نمودار ہوتا ہے بالکل کافی ہیں + یہ بھی ایتھنزیوں کی تہذیب اور شائستگی کی دلیل ہے کہ طوسی دیدیش میں ایسے کسی شخص کا ذکر نہیں جسپر زہر پھیلانے کے شبہ میں مقدمہ قائم کیا گیا ہو۔

پہنچا ۔ یہ شہر تو بال بال بچ گیا مگر فارقلیس نے ہرمیونے اور تروائیزن کا ملک ویران کر دیا اور پرازی اسے پر قبضہ کر لیا ۔ ساتھ ہی ساتھ ہاگنون اور کلیوپومپوس پوتیدیہ گئے مگر اسے تسخیر نہ کر سکے ۔ جب ہاگنون اور فارقلیس کی فوجیں ایسی دوروش میں تھیں تو انہیں بھی طاعون پھیل گیا اور چالیس روز میں چار ہزار سپاہیوں میں سے کم سے کم پندرہ سو اسکی نذر ہو گئے ۔

اٹیکا پر دوسرا حملہ ہو چکا تھا' طاعون نے ایتھنزیوں کے خاندان کے خاندان برباد کر دیئے تھے' ایسی دوروش میں بھی کوئی خاطر خواہ کامیابی نظر نہ آتی تھی ۔ اور کچھ تعجب نہیں کہ ان واقعات کے بعد ایتھنزیوں میں سراسیمگی پھیل گئی اور ان ناکامیوں کا مورد الزام فارقلیس ہی گردانا گیا ۔ اسے بد دعائیں دی گئیں اور کوسا گیا' اور یہ صورتِ حال اس درجہ دگرگوں ہو گئی کہ اسے ایک تقریر کرنی پڑی جو طوسی دیدش نے نقل کی ہے اور کوشش کی کہ اپنے ہم وطنوں کی ہمت بڑھائے اور انھیں تسکین دے مگر ایتھنزی اسقدر مایوس ہو گئے تھے کہ انھوں نے صلح کی غرض سے اسپارٹا ایلچی روانہ کیئے ۔ مگر اسپارٹی تو یہ چاہتے تھے کہ ایتھنزیوں کو اور بھی زیادہ ذلیل کریں اور اس سفارت کا کوئی خاطر خواہ نتیجہ نہ نکلا اور ناچار لڑائی جاری رکھنی پڑی[۴] مگر فارقلیس بھینٹ چڑھایا گیا اور اسپر جرمانہ کیا گیا ۔ پلوٹارک کا بیان ہے کہ مختلف مورخوں نے مختلف شہریوں کو (مثلاً کلیون' سمیاس اور لکراتی داس کو) مستغیث بتایا ہے ۔ اور وہ یہ بھی کہتا ہے کہ فارقلیس پر پندرہ یا پچاس تالنت جرمانہ کیا گیا اور اسے اپنے عہدے سے دست کش ہونا پڑا ۔ مگر اسکے بغیر ایتھنزیوں کا کام چلنا ایک امر دشوار تھا اسلیئے ۴۳۰ تا ۴۲۹ ق م میں وہ پھر سپہ سالار مقرر ہوا طوسی دیدش کہتا ہے کہ اسی زمانے میں یعنی ۴۲۹ ق م میں ہی اسکا انتقال بھی ہو گیا[۵] ۔

---

[۴] طوسی دیدش ۲' ۶۰ و ۶۴ ۔

[۵] طوسی دیدش (۲' ۶۵)' گروٹ (۳' ۴۴۴) اور ۱' تسمڈٹ ("فارقلیس" ۱' ۱۷۴) ۴۳۰ ق م کا ۔ اور گلبرٹ ("اضافہ جات" ۱۲۱)' بیلوخ ("سیاسیات اٹیکا" ۲۱۰)

زاکِنتھوس کے باشندے اکائیائی نسل کے تھے اور ایتھنز کے حلیف تھے۔ اور جب موسم گرما سنہ ۴۳۰ق م میں اسپارٹیوں نے انھیں اپنی طرف لانا چاہا تو اسمیں انھیں ناکامی کا منھ دیکھنا پڑا + تھریس کے حکمراں سادوکوس ولد ستالکیس نے جو ایتھنزیوں کا حلیف تھا چھ پیلوپونیزی ایلچیوں کو انکے حوالے کر دیا جو یونان سے ایران جا رہے تھے + ان ایلچیوں میں سے تین یعنی انیرِستوس، نکولاؤس اور استراتودیموس اور ایک کورنتھی ارستےاوس تھے + پیلوپونیزیوں نے یہ قاعدہ مقرر کر لیا تھا کہ اگر کوئی شخص کسی جہاز میں گرفتار کر لیا جائے اور وہ اسپارٹا کا طرفدار نہ ہو تو وہ جان سے مار ڈالا جائیگا + اب اس قاعدے کے جواب میں ایتھنزیوں نے ان چھ ایلچیوں میں سے ہر ایک کو جان سے مار ڈالا[۶] +

آیندہ موسم سرما میں ایتھنز نے فورمیون کو بیس جہاز لیکر نوپاکتوس میں روانہ کیا تاکہ وہ خلیج کورنتھ کے دہانے کی نگرانی کرتا رہے اور اسیطرح میلےساندر چھ جہاز لیکر کاریہ اور لسیہ چلا۔ اس مہم میں میلےساندر کو نہ صرف شکست ہوئی بلکہ وہ خود بھی جنگ میں کام آیا اور چونکہ اب خلیج کا دہانہ بالکل غیر محفوظ ہوگیا۔ اگر ایتھنزیوں کے قبضے میں اسکے مگاری ساحل پر کوئی بندرگاہ ہوتی تو یقیناً اونکو اطمینان ہوتا مگر اب ادھر کی طرف ایتھنزیوں کو دشمن سے بہت خطرہ پیدا ہوگیا +

فروری سنہ ۴۲۹ق م میں قحط زدگی کی وجہ سے آخر کار پوتیدیہ نے

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ اور ڈنکر (۹، ۱۰۰) سنہ ۴۲۹ق م کا تعین کرتے ہیں + ایتھنزیوں نے اپنے کسی اور مدبر کیساتھ اتنی مہربانی کا برتاؤ نہیں کیا جتنا فارقلیس کے ساتھ + اسکا انتقال غالباً اکتوبر سنہ ۴۲۹ق م میں ہوا ہوگا +

[۶] سمندر کسی کی ذاتی ملک نہ تھا اسلیئے یہاں کسی قاعدہ و قانون پر عمل نہ ہوتا تھا + بلاشبہ ایتھنزی سمجھتے تھے کہ بحیرہ ایجیئن انکی ذاتی ملک ہے مگر اسپارٹیوں کے اس قول سے کہ سمندر دشمن کا ملک ہے ایتھنزیوں نے کام نکالا +

ہتھیار ڈال دیئے۔ ایتھنز ی اس محاصرے کے طول سے عاجز آ گئے تھے اور انکے دو ہزار تالنت خرچ ہو چکے تھے اسلیئے اب انھوں نے محصور شہر کے باشندوں کو اسبات کی اجازت دیدی کہ وہ سفر خرچ اور اپنے کپڑے لیکر خوشی چلے جائیں اور خود محض ان اشیاء کے قبضے پر اکتفا کیا جو وہ شہر میں چھوڑ گئے۔ مگر ان پس ماندہ اشیاء کی قیمت سے اور اس عظیم الشان رقم سے جو ایتھنزیوں کو اس طول طویل محاصرے میں خرچ کرنی پڑی تھی کسی قسم کی مناسبت نہ تھی۔

پلاٹیہ کی قسمت کا فیصلہ ایتھنز کے خلاف ہونے کو تھا۔ ایتھنز میں دور و دراز پوتیدیہ کو بہ آسانی تسخیر کرنے کی قابلیت تھی مگر قریب تر پلاٹیہ کو نہ تو وہ بچا نا چاہتے تھے نہ انھیں اسکے بچانے کی قوت حاصل تھی۔ یہاں کھلے میدان میں لڑنے کا سوال تھا۔ اور باوجود فارقلیس کی لفاظی اور تقریر بازی کے اس فن میں ایتھنزی کسی طرح سے بھی پیلوپونیزیوں کی برابری نہ کر سکتے تھے۔ غرض یہ ہے کہ موسم گرما ۴۲۹ ق م کو آرکی داموس پلاٹیہ کی طرف چلا۔ اور وہاں پہنچکر اہالیان شہر سے گفت و شنود کا سلسلہ شروع کیا۔ اس گفتگو سے ہمیں اس زمانے کے حالات اور خیالات کا اچھی طرح سے پتہ چلتا ہے۔ پلاٹیہ والوں نے دعوی کیا کہ پوسانیاس نے انکے شہر کو غیر جانبدار ٹھیرایا تھا اسلیئے آرکی داموس انھیں بالکل الگ تھلگ اپنے حال پر چھوڑ دے۔ آرکی داموس نے جواب دیا کہ وہ شوق سے غیر جانبدار ہاں مگر اس غیر جانبداری کا ثبوت انھیں اسطرح دینا چاہیئے وہ ان بیچارے شہریوں کے آزاد کرنے میں مدد دیں جنھیں ایتھنز نے اپنا دست نگر بنا لیا ہے۔ یا اگر وہ اس جنگ میں اتنا حصہ بھی لینا پسند نہ کرتے ہوں تو انھیں کم از کم پیلوپونیزیوں کو تو شہر میں داخل ہونے سے نہ روکنا چاہیئے۔ پلاٹیہ والوں نے یہ عذر پیش کیا کہ انکے بیوی بچے سب ایتھنز میں ہیں اور دوسرے اگر انھوں نے اسپارٹیوں کو اپنے شہر میں داخل ہونے دیا تو انھیں یقین ہے کہ ایتھنزی انکے ساتھ عمدہ سلوک نہ کرینگے۔ آخر الامر آرکی داموس نے یہ تحریک پیش کی کہ پلاٹیہ والے اپنے جملہ مملوکات اپنے درخت اور اپنی اشیا شمار کرلیں اور جبتک جنگ جاری رہے اسوقت تک

کہیں چلے جائیں اور جنگ کے بعد واپس آکر اپنی اشیاء پر قبضہ کرلیں۔ پلاٹیہ والوں نے چند روز کی مہلت لیکر ایتھنز سے استفسار کیا تو جواب ملا کہ وہ پلاٹیہ کی مدد کرنے کیلئے تیار ہیں اسوجہ سے انھوں نے اسپارٹیوں کی بات ماننے سے انکار کردیا۔ اسپرآرکی داموس نے ملک کے دیوتاؤں کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا کہ وہ دیکھیں کہ پلاٹیہ والوں نے کتنی بے انصافی کی ہے۔ اور شہر کا محاصرہ کرلیا۔ گو پلاٹیہ نے محض ایتھنز کے وعدے کے زور پر پیلوپونیزیوں کی تحریک رد کردی تھی مگر انھیں دوران جنگ میں ایتھنز سے مطلق مدد نہیں ملی۔

پیلوپونیزیوں نے سب سے پہلے تو ایک ٹیلا تعمیر کیا تاکہ اسکی مدد سے وہ شہر کی فصیل پر بہ آسانی چڑھ سکیں۔ اسپر پلاٹیہ کے باشندوں نے یہ ہوشیاری کی کہ جس جگہ انکو خطرہ تھا وہاں کی فصیل اونچی کردی اور اسکے نیچے سرنگ بنا کر اسکے ذریعے سے اس ٹیلے کی بنیاد خالی کرنا شروع کردی۔ اور فصیل کے اندر ایک اور شہر پناہ نصف دائرے کی شکل کی بنائی تاکہ اگر غنیم ایک دیوار کو عبور بھی کرے تو اسے دوسرے پر چڑھنا پڑے۔ اور جب فصیل مسمار کرنے کے لئے منجنیق لگائے گئے تو انھوں نے انکی قوت زائل کرنیکی غرض سے انپر شہتیر پھینکنے شروع کردیئے۔ اب پیلوپونیزیوں نے لکڑیوں کا ایک انبار لگایا اور اسے آگ دیدی جس سے ایسی آتش زدگی ہوئی کہ اس سے پیشتر کبھی نہ ہوئی تھی۔ مگر یکایک بارش ہونے لگی جس سے یہ آگ فرو ہوگئی۔ اسپر پلاٹیہ والوں نے ایک دیوار تعمیر کی اور اسکے ہر چہار طرف خندق کھود دی اور حفاظت کیلئے چند پیلوپونیزیوں اور بیوتیوں کو اسپر مامور کیا۔ طوسی دیدیس کہتا ہے کہ اسوقت پلاٹیہ میں علاوہ ایکسو دس عورتوں کے جنھیں روٹی وغیرہ پکانے کی غرض سے رکھ لیا تھا صرف چارسو پلاٹیہ کے اور اسی ایتھنز کے باشندے تھے اور یہ ظاہر ہے کہ محض چارسو اسی مرد ایک شہر پناہ کی کماحقہ حفاظت نہیں کرسکتے۔ اسمیں شبہ نہیں کہ اس زمانے کا پلاٹیہ آیندہ زمانے کے پلاٹیہ سے کہیں چھوٹا سا مگر ساتھ ہی ہمیں یہ بھی فرض کرلینا پڑیگا کہ پیلوپونیزیوں نے یہ تصفیہ کرلیا تھا کہ وہ شہر پر حملہ کرنے میں حتی المقدور ایک سپاہی کا خون بھی نہ بہنے دینگے۔

ملکہ جو تنقید پلاٹیہ کے محاصرے کے بیان پر ہوئی ہے اس کیلئے آیندہ باب کا حاشیہ دیکھنا چاہیئے۔ پلاٹیہ کے رقبے کیلئے فابریکیوس کی کتاب "تھبز" (فرائیبرگ ۱۸۹۱ء صفحہ ۱۷) کا مطالعہ کیا جائے۔

اسی سال (۴۲۹ ق م) کے موسم گرما میں ایتھنزیوں نے دوہزار ہوپلیٹ اور دوسو سوار خالکدیسیوں اور بیوٹیوں کے خلاف روانہ کیئے۔ مگر بمقام سپارٹولس ایتھنزیوں کو شکست ہوئی اور انھیں پوتیدیہ بھاگ جانا پڑا۔ اسکے برعکس مغرب میں انکی قسمت نے یاوری کی۔ لکدمونی فوج جسمیں اسپارٹیوں کے علاوہ امبریسیہ اور اپائرس کے باشندے بھی شامل تھے کنیموس کی سرکردگی میں اکارنانیہ پر قبضہ کرنے کی غرض سے سٹراتوس کے خلاف چلی۔ حملہ آور دستے میں اپائرسیوں کی تعداد ایک ثلث کے قریب تھی۔ انھوں نے غلطی سے قبل ازوقت پیشقدمی کردی جسکے جواب میں سٹراتوسیوں نے ایک کمینگاہ بنائی اور وہاں سے گوپھن میں پتھر پھینکنے شروع کیئے جسکی وجہ سے کنیموس کو آخر اوئے نیادائے واپس ہونا پڑا جہاں پہنچکر اسنے اپنی فوج برخواست کردی۔ اسی حصۂ ملک میں ایتھنزیوں کو بحری جنگ میں بھی کامیابی ہوئی۔ کورنتھی اور دیگر پیلوپونیزی خلیج کورنتھ سے سینتالیس جہاز لیکر اس خیال سے نکلے کہ فورمیون کے پاس صرف بیس جہاز ہیں اور وہ انکی مخالفت پر آمادہ نہ ہوگا۔ مگر فورمیون نے فوراً انکو روکنا چاہا جسکے جواب میں انھوں نے دفاعی طریقۂ جنگ اختیار کیا اور اپنے جہازوں کے "اگر بھاگوں" کو اوپر کی طرف کرکے انھیں نصف دائرے میں کھڑا کردیا۔ اب فورمیون نے اس ساکت بیڑے کا بہ اطمینان تمام طواف کیا اور متعدد مرتبہ حملوں کے مظاہرے کیئے جسکی وجہ سے خواہی نخواہی جہازوں کو ایک دوسرے کے قریب تر آجانا پڑا۔ اب ہوا نے مشرق کی طرف سے سر اٹھایا اور اس موقع سے فائدہ اٹھاکر فورمیون نے غنیم کے جہازوں پر جنمیں ابتری پھیل گئی تھی یک بارگی حملہ کیا اور بہت سے جہازوں کو جنمیں امیرالبحر کا جہاز بھی تھا برباد کرکے پاترے اور دیمے تک باقی جہازیوں کا تعاقب کیا۔ فاتح ایتھنزیوں نے راس ریھیوم پر ایک یادگار قائم کی اور ایک گرفتار شدہ کشتی بطور پوسیڈون دیوتا کے نذرانے کے اس یادگار کے بازو میں رکھکر خود نوپاکتوس واپس آگئے۔ مغلوب پیلوپونیزی ایلیس کے بحری سلح خانے کیلینے چلے گئے جہاں کنیموس مع اپنے بیڑے کے اسنے جاملا۔

بہر حال اس سمندر میں یہ آخری بحری جنگ نہ تھی۔ پیلوپونیزیوں کو یہ خیال تھا کہ ان کے بیڑے میں اس سے زیادہ قابلیت دکھانے کے جوہر موجود ہیں انھوں نے تموکراتیس، براسی داس اور لیکرو فون کو تقریباً اسی طرح کینموس کا صلاح کار بنا کر بھیجا جیسے پہلی جمہوریۂ فرانس کی مجلس ملکی نے نمایندوں کو اپنے سپہ سالاروں کا شریک بنا کر بھیجا تھا۔ فورمیون نے بھی ایتھنز سے مدد مانگی اور اسکے جواب میں بیس جہاز اسکے پاس روانہ کیے گئے۔ مگر بدقسمتی تھی کہ حکومت نے یہ شرط لگائی کہ فورمیون کے پاس جانے سے پہلے وہ نکیاس ساکن گورتینہ کو کیدونیہ فتح کرنے میں مدد دیں۔ اس مہم میں ایتھنزی ناکام ہوئے اور اس سے صرف یہ نتیجہ نکلا کہ ایتھنزیوں کا نہایت قیمتی وقت ضائع ہوگیا اور بیچارے فورمیون کو ایسے نازک وقت میں بھی صرف بیس کشتیوں پر ہی اکتفا کرنا پڑا اور اسنے وہ نہایت جرأت اور جوانمردی کے ساتھ دشمن کے ستہتر جہازوں کا مقابلہ کرتا رہا۔ پیلوپونیزی بندرگاہ پنورموس پر پڑے تھے جو نوپاکتوس کے مقابل راس ریام سے بجانب غرب واقع ہے۔ اور فورمیون اسکے بالکل سامنے راس مولیکریوم یا انتی رہیوم کے قریب تھا اور خیال ہوتا تھا کہ عنقریب جنگ شروع ہونے والی ہے اب اسپارٹی سپہ سالاروں نے ایک چال کی اور اگر یہ چل جاتی تو یقیناً ایتھنزی بیڑا صفحۂ ہستی ہی سے معدوم ہوجاتا۔ وہ یکایک مشرق کی طرف بہ جانب نوپاکتوس مڑ گئے جسمیں نہ تو فوج تھی اور نہ کسی قسم کا سامان حفاظت۔ اور انکے مڑتے ہی فورمیون بھی اسی طرف چلدیا۔ اب دونوں بیڑے مشرق کی طرف اسطرح گئے کہ دونوں کے راستے متوازی تھے اور پیلوپونیزی راستہ ایتھنزی راستے سے جنوب کی طرف تھا۔ دونوں میں فرق یہ تھا کہ ایتھنزیوں کی صرف ایک ہی صف تھی مگر پیلوپونیزیوں کی تعداد ایتھنزیوں سے چوگنی تھی اور وہ اپنے جہاز چار صفوں میں برابر برابر جا رہے تھے یک بیک پیلوپونیزی جہاز بائیں جانب مڑ گئے اور ایتھنزیوں پر آپڑے اور ہر ایتھنزی جہاز کو غنیم کے چار جہازوں کا مقابلہ کرنا پڑا۔ ان کے

بیس بہترین جہاز اس جدول جنگ کے سرگروہ تھے + باوجود اس فرق کے بیس ایتھنزی جہازوں میں سے گیارہ فرار ہوگئے اور باقی نومیں سے صرف چند کو ایتھنزی گرفتار کرسکے ۔ فراری جہازوں کو پیلوپونیزی بیڑے کے سربرآوردہ جہازوں نے نوپالتوس تک تعاقب کیا اور اس بندرگاہ سے باہر ایک ایتھنزی اور ایک لیوکاس کے جہاز میں مڈبھیڑ ہوگئی ۔ مگر ایتھنزی جہاز نے ایک تجارتی جہاز کا جو بندرگاہ میں پڑا ہوا تھا دورکیا اور لیوکاس کے جہاز کو ایسی ٹکر لگائی کہ وہ اس صدمے سے ڈوب گیا + اس جہاز کے عرشے پر خود ٹموکراٹیس موجود تھا اور وہ اسقدر مایوس ہوا کہ اسنے خودکشی کرلی + اب پیلوپونیزی بیڑے میں سخت انتشار پیدا ہوا اور جب ایتھنزیوں کو اسکا علم ہوا تو انھوں نے نکل کر اس بیڑے پر حملہ کیا اور ایک جہاز کے علاوہ وہ سب جہاز بھی واپس لے لیے جو پیلوپونیزیوں نے گرفتار کرلیے تھے بلکہ دشمن کے چھ جہاز اور بھی پکڑ لیئے اور اس کارنامے کی یادگار انھوں نے بہ مقام انٹی رھیوم قائم کی + اسیطرح پیلوپونیزیوں نے بھی بمقام رھیوم ایک یادگار بنائی مگر رات کی تاریکی میں وہ لیوکاسیون کو تنہا چھوڑ کر خود خلیج کورنتھ کی طرف چلے گئے + جب یہ تمام مراحل طے ہوگئے اسوقت ایتھنزی بیڑے نے جو جزیرہ کریٹ میں بیکار اپنا وقت ضائع کررہا تھا اپنی صورت دکھائی +

اس ناکامی سے بھی کینموس اور براسیداس کو مایوسی نہیں ہوئی تھی اور اب انھوں نے ایک اور محاذاۃ میں حملہ کرنے کا ارادہ کیا اور اپنے ملاحوں کو حکم دیا کہ اپنے چپو اور گدیاں لیکر کورنتھ سے خشکی کے راستے نسیا جائیں اور وہاں سے چالیس جہازوں پر بیٹھکر پرئی اوس کو جادبائیں ۔ یقیناً اس چال سے ایتھنزیوں کو نقصان عظیم برداشت کرنا پڑتا ۔ مگر ملاحوں کو اس حکم کی تعمیل کرنے کی جرات ہی نہیں ہوئی بلکہ رات کے وقت انھوں نے محض سالامس پر حملہ کرنے پر اکتفا کیا اور تین خالی جہاز گرفتار کرکے چلے گئے + جب آتشی نشانوں کے ذریعے سے ایتھنزیوں کو انکی آمد کی خبر ہوئی تو وہ موقع پر پہنچ گئے ۔ مگر انکے پہنچنے سے پہلے ہی غنیم لنگر اٹھا کر چلدیا تھا +

اسی زمانے میں فارقلیس کا انتقال ہوگیا + اسکا ہمیں علم نہیں کہ وہ خود نُوپاکتوس کی لڑائی اور سالاہس کے حملے کے وقت میں فورمیون کے خلاف شریک جنگ تھا یا نہیں۔ اسکی موت کی نسبت ہمیں اتنا معلوم ہے کہ اسے اپنے آخری ایام میں بہت سے صدمے دیکھنے پڑے اور ایک نہایت مزمن مرض کے تمام مصائب برداشت کرنے کے بعد راہی ملک عدم ہوا + اسپر سروری تماشا گاہ پر پھبتیاں اڑائی گئیں اسلیئے کہ سروری ناٹک میں اشرافیت پسندوں کا عنصر غالب تھا۔ اسکے اقربا اور اسکے دوستوں کا مضحکہ اڑایا گیا اور اسکے تختۂ مشق ایسے لوگوں کو بنایا گیا جیسے متی کوس اور پی رلاہیس جنمیں سے ایک کا قصور تو یہ تھا کہ اسکے پاس دولت زیادہ تھی اور دوسرے کو ایک ہی وقت میں بہت سے عہدے دیدیئے گئے تھے + سازشیوں نے ایک صناع مے لون کی خدمات حاصل کیں اور اسکے جسنے اکروپولس کی تعمیر میں فدیاس کے ساتھ کام کیا تھا اور استغاثہ کی اجازت لیکر (جو آئین کے مطابق لینا ضروری تھا) یہ دعوی کرادیا کہ فدیاس ان رقوم کے تغلب کا مرتکب ہوا ہے جو اسے مختلف عمارتوں کی تکمیل کیلیئے وقتاً فوقتاً دی گئیں + اس مقدمے کی کارروائی کا کوئی قابل اعتبار جزو ہم تک نہیں پہنچا مگر ہمارے نزدیک یہ بالکل ناممکن ہے کہ اس بڑے صناع پر ایسا کوئی الزام ثابت ہوگیا ہو + اس تحقیقات میں خود فارقلیس کا نام بھی لیا گیا اور یہ بات کھلے خزانے کہی گئی کہ اسپارٹی جنگ کا مقصد صرف یہ تھا کہ لوگوں کا دھیان بٹ جائے اور وہ جنگ کے معاملات میں مصروف ہوجائیں + معلوم ہوتا ہے کہ اس مقدمے کے بعد جو اپنی نوعیت کا

---

[۱] گرتیوس کی تاریخ یونان ۲ (۶) ۵۱۰ و ۵۲ میں ان تمام الزامات کا ذکر ہے جو فارقلیس کے دوستوں پر لگائے گئے + اسکا یہ خیال (صفحہ ۳۹۶) صحیح معلوم ہوتا ہے کہ فارقلیس کے دوستوں پر یعنی اونکی وساطت سے خود اسپر جو الزام عائد کیئے گئے تھے انکی وجہ سے ممکن ہے کہ اسکی یہ خواہش پیدا ہوگئی ہو کہ جنگ جلد شروع کردینی چاہیئے۔ اس لیئے کہ وہ اس طریق جنگ سے اچھی طرح سے واقف تھا جو ایتھنز کے مفاد کو مدنظر رکھکر اسے اختیار کرنا چاہیئے +

پہلا مقدمہ تھا فدیاس ایلس چلا گیا جہاں ایلسیون نے اسے کسی کام پر مامور کیا تھا اور وہیں اسکا انتقال ہو گیا +

فارقلیس اور اناثی غورس میں آپس میں نہایت گہرے تعلقات تھے اور اب اسپر حملہ کیا گیا۔ ایتھنز میں ایک شخص دیوپی تھیس تھا جسے مذہبی معاملات میں خاص دخل تھا اور جونکیاس کا بہت دوست تھا۔ اور اسنے جمعیت عوام میں یہ تحریک پیش کی کہ ان لوگوں کے خلاف ائی سانگلیا (استغاثہ) کیا جائے جو یونانی دیوتاؤں کے وجود سے منکر ہوں یا ایسے عقائد پھیلانے میں کوشاں ہوں جنکا تعلق حوادث سماوی سے ہے + یہ تحریک منظور ہو گئی اور اسکے مطابق شاید کلیون نے اناثی غورس پر استغاثہ دائر کر دیا + جب کسی مملکت کے بہترین افراد کے خلاف وہاں کے راسخ الاعتقاد اور مستبد اور وہاں کے ترقی یافتہ عمومیت پسند افراد جمع ہو جائیں تو پھر اس مملکت کی بدقسمتی انتہا کو پہنچ جاتی ہے۔ خود فارقلیس نے اپنے دوست کا ساتھ دیا مگر وہ اسے بری الذمہ کرنے میں کامیاب نہیں ہوا۔ عدالت کی یہ خواہش نہ تھی کہ اسے فلسفہ کا درس دیا جائے اور اناثی غورث پر پانچ تالینت جرمانہ ہو گیا۔ اسکے بعد وہ ایتھنز کو خیر باد کہکر لمپساکوس چلا گیا اور وہیں مستقل سکونت اختیار کر لی +

فارقلیس کے دو عزیز ترین دوست جو اسکے راز داں تھے اور جو اسکے علمی اور فنی خیالات سے واقف تھے شہر بدر کر دیئے گئے تھے اب صرف ایک بات باقی تھی کہ اسکے جذبۂ محبت کو نہایت بیرحمی کے ساتھ ایک کاری ضرب لگائی جائے + جب اناثی غورس کا معاملہ ختم ہوا تو دیوپی تھیس نے جمعیت عوام سے ایک اور قرارداد کی منظوری لی کہ اسپازیہ پر بدچلنی کا الزام لگایا جائے اور اسکی تعمیل میں ایتھنز کے ایک سرور یہ باز ہرمیپوس نے اسپر یہ استغاثہ دائر کیا کہ وہ فارقلیس کی کٹنی کا کام انجام دیتی ہے + اس مقدمے میں فارقلیس نے خود اپنی محبوبہ کی برئیت کیلئے پیروی کی اور اپنی تقریر میں اس نے آنسو تک بہائے جو وہ آنسو نہ تھے جو عام طور پر مقرر اور فصحا محض اثر پیدا کرنے کی غرض سے بہاتے ہیں بلکہ وہ اسکے دلی جذبات کا ایک ادنیٰ نمونہ تھے +

بہرحال اسپازیہ پر جو الزام عائد کیا گیا تھا اسکا ثبوت بہم نہ پہنچ سکا اور وہ بری ہو گئی۔

فارقلیس کے دو بیٹے زانتھی پوس اور پارالوس ایک ہفتے کے اندر اندر مرض طاعون سے مر گئے اور اسکی بہن کا بھی انتقال ہو گیا۔ ان تمام مصائب کا مقابلہ اسنے نہایت دلجمعی اور بہادری سے کیا اور اپنے خاندان کا تسلسل قائم رکھنے کی غرض سے اسنے اپنے اور اسپازیہ کے بیٹے فارقلیس کی اولاد جائز ہونے کی باضابطہ اجازت حاصل کر لی اور یہ اس شخص کی خدمات کا جسنے اپنے مقدور اور امکان کے اندر مملکت کیلئے اپنی جان لڑا دی ہو نہایت مختصر معاوضہ تھا۔ مگر اب اسکی قوت جواب دیگئی اور جب اسکی موت کا وقت قریب آیا تو اسکے اندرونی جذبات اپنے خاص انداز سے ظاہر ہوئے۔ اسکے دوست اس کے بستر مرگ کے چاروں طرف جمع تھے اور کھڑے ہوئے اسکے بے حس جسم کیطرف دیکھ رہے تھے اور خیال کر رہے تھے کہ فارقلیس کی روح پرواز کر چکی ہے۔ مگر فارقلیس ابھی زندہ تھا۔ اور اسنے ان توصیفانہ الفاظ کو سن لیا جو اسکے دوست اسکے متعلق استعمال کر رہے تھے۔ اور اپنی طاقت مجتمع کر کے کہا کہ میرا صرف ایک دعویٰ ہے اور وہ یہ کہ اسوقت تک کسی اتھنزی نے میری وجہ سے ماتمی لباس نہیں پہنا۔ حقیقت بھی یہ ہے کہ اسکی خصوصیات میں سے انسانیت ایک نہایت ممتاز صفت تھی اور اس صفت میں ایسے دور میں جبکہ پلاٹیہ اور کورکائرا، متی لنہ اور میلوس میں انتہائی بیرحمی اور سفاکی کا طریقہ جائز رکھا گیا۔ کا مرتبہ نہایت ارفع و اعلیٰ ہے۔

جب ہم فارقلیس جیسے اہم شخص کی موت کا حال بیان کر رہے ہیں تو اسوقت یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اسکی زندگی کے حالات اور اس کے کارناموں کا لب لباب بھی بیان کر دیں۔[۹] اس کام کی انجام دہی میں بہت سی

ع۹ حال میں فارقلیس کی جنگی قابلیت پر بہت بحث کیگئی ہے مگر یہاں تفصیلی واقعات کے اعادے کا مطلق موقع نہیں ہے ہم بتا چکے ہیں کہ اسکی دور اندیشی اور تدبر میں کسی کو کلام نہیں اور

دقتیں ہیں اسلیئے کہ جس مملکت کو اسنے منظم کیا وہ اپنے مخالفوں کے سامنے سرنگوں ہوگئی اور اسکے مدبرانہ اوصاف کے اندازہ کا وہی معیار قائم کرنا پڑیگا جو اسکے مخالف نقاد اپنی سیاسی رائے کے مطابق مقرر کرینگے۔ ان دونوں باتوں کے علاوہ سب سے بڑی مشکل یہ پیش آتی ہے کہ اسنے اس نصب العین کا کبھی اعلان نہیں کیا جو ہر وقت اسکے پیش نظر رہتا تھا اور جہاں تک وہ اپنی بدقسمتی سے کبھی پہنچ نہ سکا + جو حکم بھی فارقلیس پر لگایا جائے اسکا انحصار اسپر ہوگا کہ آیا اس کے نقادوں کی وہی رائے ہے جو ہماری ہے یعنی یہ کہ اسکے اصل مقاصد ان ظاہری مقاصد سے کہیں زیادہ بلند پایہ تھے جنکا اظہار اسنے مناسب سمجھا۔ اس

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ اسمیں بھی شبہ نہیں کہ اس کے خصائل بھی برے نہ تھے۔ ہمارا یہ بھی خیال ہے کہ جنگ کے زمانے میں وہ ہمیشہ دانائی اور استقلال کا ثبوت دیتا تھا مگر سوقت تک ہمیں یہ منکشف نہیں ہوا کہ کسی مہم کو سر کرنے کی اسمیں کوئی خاص قابلیت بھی تھی۔ اُس زمانے میں فن حرب ایک مخصوص فن کی شکل اختیار کر چکا تھا جس میں مہارت حاصل کرنے کیلیئے اسکی ضرورت تھی کہ انسان نہ صرف اسکی مشق ہی کرے بلکہ اسی کا ہو رہے مگر ہمیں یقین ہے کہ اپنے تیس سال کے مدبرانہ زمانے میں اس فن کا مطالعہ کرنے کیلیئے اسے ہرگز کافی وقت نہیں ملا۔ فارقلیس ایتھنز جیسی مملکت کے اندرونی اور خارجی معاملات کا تصفیہ کرنے کا ذمہ دار تھا اور جو کچھ اس کتاب میں بیان کیا گیا ہے اس سے ایتھنز کی اہمیت اور اس کے مختلف مسائل کے اشکال کا کچھ نہ کچھ پتہ لگ گیا ہوگا۔ یہ ظاہر ہے کہ ایسی حالت میں خواہ فارقلیس میں کتنی ہی فطری قابلیت کیوں نہ ہو وہ ایک بڑا سپہ سالار کبھی نہ بن سکتا تھا۔ ہمیں اس کا بھی یقین ہے کہ اسے اپنے ہم وطنوں کی جانوں کا اتنا خیال تھا کہ اسمیں نتائج سے وہ بے پروائی اور بے فکری باقی نہ رہی تھی جو بعض مرتبہ جنگ میں ضروری ہوتی ہے۔ اس کے بار بار استراتی گوس مقرر ہونے سے یہ نتیجہ نہیں نکالا جاسکتا کہ ایتھنز والوں کے نزدیک اسے فن سپہ گری میں کمال حاصل تھا بلکہ ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ استراتی گوس کے فرائض آجکل کے سپہ سالار کے فرائض سے بالکل مختلف تھے۔ ہم یہ مانتے ہیں کہ وہ ایک اچھا وزیر جنگ تھا مگر اس سے زیادہ تسلیم کرنیکی گنجائش نہیں + فارقلیس کا نستور اور انتی نور سے اسیطرح مقابلہ کیا جاتا ہے جیسے براسیداس کا اکی لیس سے، مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ اسکی سپہ سالاری کا سکہ بیٹھ گیا تھا۔ اسمیں کیا شبہ ہے کہ نستور جیسے شخص کا کسی جنگ میں سپہ سالار ہونا اس کی کامیابی کے لیئے کوئی ضمانت نہیں +

موضوع پر جو کچھ بیسویں باب میں بیان کیا جا چکا ہے اس پر چند امور کے اضافے پر ہی اکتفا کیا جائے گا۔

مملکت اتھینز میں دو باتیں خاص طور پر پائی جاتی تھیں۔ ایک تو اس میں ان اصولوں کا بیرونی مظاہرہ تھا جو عمومیت کی گویا بنیادیں اور دوسرے اشتراکیت کے اصول کو عمل میں لانے کی کوشش کی گئی تھی۔ اتھینزیوں کا یہ خیال تھا کہ ایک طرف تو چند خاص قوانین کے ماتحت ہر شہری امور عامہ کے متعلق اپنی رائے دے سکے اور ساتھ ہی ساتھ اس سیاسی ضرورت کو پورا کرنے میں ذاتی نقصان بھی نہ اٹھائے۔ اصل میں یہ ہی اس قاعدے کی بنیاد ہے کہ ہر قسم کی پبلک خدمت کا خدمت کرنے والے کو معاوضہ دیا جائے۔ اگر غریب سے غریب شخص بھی حکومت بلدیہ میں حصہ لینا چاہتا تو وہ اپنے مقصد میں محض اس لیئے کامیاب ہوتا کہ مملکت اس کے خورونوش کا سامان مہیا کرنے کیلیئے تیار رہتی تھی۔ اس طرح فارقلیس نے اس خاص معاملے میں اتھینزیوں کو اسپارٹا والوں کا ہم پلہ کر دیا۔ اگر کوئی اتھینزی سیاسیات میں کچھ حیثیت پیدا کرنا چاہتا تو وہ کر سکتا تھا اور جیسے اسپارٹی اپنی تمام تر توجہ امور عامہ کی طرف مبذول کر سکتے تھے اسی طرح اتھینزیوں کو بھی یہ جرات حاصل ہو گئی تھی۔ اور جہاں تک لیاقت اور رتبے کا تعلق ہے بلا دیونان میں سوائے اسپارٹا کے صرف اتھینز ہی ایسی جگہ تھی جہاں یہ ممکن تھا۔

مادی وسائل میں بھی اتھینزی اسپارٹیوں کے دوش بہ دوش چلتے تھے سپاہیوں کی تعداد اور ان کے ہتھیاروں کی حالت دونوں مملکتوں میں یکساں تھی مگر یہ ظاہر ہے کہ ملک کو با اثر بنانے کے لیئے محض مادی قوت ہی کافی نہیں ہوتی اور یہ روحانی قوت ہی ہے جو ملک کو طاقتور بنانے کا سب سے بڑا آلہ ہے۔ اسپارٹا میں یہ روحانی قوت ان کے اصول تادیب اور فرمانبرداری اقتدار اعلیٰ کی شکل میں موجود تھی۔ مگر اتھینزی خصوصیات اس کے بالکل برعکس تھیں۔ ان کی تفصیل تو آگے چل کر بیان کی جائے گی۔ یہاں یہ کہنا کافی ہے کہ آزادی کا جذبہ اتھینزیوں کی رگ و پے میں سرایت کر گیا تھا اور ان کے معمولی دستور نے انھیں اور بھی مدد دی۔ ایک اتھینزی شہری کا دماغ ہر وقت حاضر اور ہوشیار رہتا تھا اور اس کی ہمیشہ یہ خواہش رہتی تھی کہ ہر مسئلے کی تفصیل بھی وہ خود ہی طے کرے۔ بدیں وجہ اس اہم کام کو انجام دینے

کے لیئے اس کی ضرورت تھی کہ اسے اعلیٰ ترین تعلیم حاصل ہو۔ اور چونکہ اس کی فطرت میں کسی شخصیت مقتدر کے سامنے بلا تامل سر تسلیم خم کرنا نہ تھا اس لیئے اس کی ضرورت تھی کہ وہ خود ہی صحیح نتائج پر پہنچ سکیں + ہماری رائے ہے کہ فارقلیس کا مقصد یہ تھا کہ اتھنزیوں کو اس قابل بنا دے + سب سے پہلی ضرورت یہ تھی کہ ان سے تعصب کی بو بالکل نکل جائے اس لیئے کہ اگر انسان کی آنکھ پر تعصب کا پردہ پڑا ہو تو وہ صحیح نتیجے پر نہیں پہنچ سکتا + عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ فارقلیس نے اتھنز کو مختلف تعمیرات اور مجسموں سے زینت دی اور اس کے شہریوں کی تفریح کے لیئے سامان بہم پہنچائے + مگر دیگر امور میں اس نے مطلق ہاتھ نہیں ڈالا۔ اور یہ ہی ان تقریروں میں پایا جاتا ہے جو طوسی ویدیش نے اس کی طرف منسوب کی ہیں + لیکن اگر ہم چند واقعات پر غور کریں تو ہمارے سامنے ایک بالکل مختلف تصویر آجائیگی + پہلی بات تو خود فارقلیس کی شخصیت کا مسئلہ ہے۔ اس میں اس قدر سنجیدگی اور اس کے مقاصد میں اس درجہ بلندی تھی جو بہت کم مدبروں میں پائی جاتی ہے + ممکن ہے کہ ہم اس واقعے کو بالکل اہمیت نہ دیں کہ وہ کسی جلسۂ شراب خوری میں کبھی شریک نہیں ہوا۔ یا اگر ہم اس کی تذلیل کے درپے ہوں تو اس واقعے کو طعنہ آمیز لہجے میں بیان کریں کہ جب ایک مرتبہ ایک شہری اسے برا بھلا کہتا ہوا اس کے دروازے تک گیا تو واپسی میں اس نے ایک غلام کو روشنی دیکر اس کے ساتھ کر دیا اور اسے حکم دیا کہ اجنبی کو اس کے گھر تک پہنچا آئے۔ مگر یہ ہمیں تسلیم کرنے پر مجبور ہونگے کہ اس کی بعض صفات میں غیر معمولی سنجیدگی پائی جاتی ہے اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کو خود پر کس قدر قابو حاصل تھا + مثلاً وہ جو تقریر کرتا تھا اس کو پیشتر سے نہایت حزم و احتیاط کے ساتھ مرتب کر لیا کرتا تھا۔ اور اسے اتھنزیوں کا اتنا لحاظ تھا کہ محض ان کی وجہ سے اسے بعض مرتبہ فوجی ضروریات سے درگذر کرنا پڑتا تھا + کیا یہ ایک فطرتی تقاضا نہیں ہے کہ جس غور و فکر کی وہ اپنے آپ میں ضرورت سمجھتا تھا اسی کو وہ اپنے ہم وطنوں کے لیئے بھی ضروری خیال کرتا بلکہ ایک مثال ہمیں ملتی ہے جب اس نے یہ نقص سوفوکلیس میں پایا اور اس پر اس کا الزام لگایا + فارقلیس کی شخصیت کا اندازہ کرنے سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ انسانی صفات کا ایک نمونہ بننا چاہتا تھا۔ اور کیا یہ ممکن ہے کہ اس کا مطمح نظر صرف اخلاقی برتری ہو اور قوائے ذہنیہ کے ارتقا سے

اسے کچھ مطلب نہ ہو؟ ایتھنزی اوہام پرست تھے۔ اور نکیاس کے دوست دیوپی تھیس کی اوہام پرستی سے سسلی کے حملے میں ایتھنزیوں کو جو نقصان عظیم ہوا وہ اس کے ثبوت میں پیش کیا جاسکتا ہے اس کے برعکس فارقلیس وہم کے پاس بھی نہ پھٹکتا تھا اور عین مہمات کے دوران میں وہ قدرتی ہیولوں کی محض عقلی تاویل کرتا تھا۔ اس کام میں اناثی غورس نے اپنے علم ذخار کے ذریعے سے اس کی ہر طرح کی مدد کی + اگر ہم یہ کہیں کہ فارقلیس کی خواہش تھی کہ ایتھنزی شہری علوم طبیعی میں کمال حاصل کریں اور اس طرح ان میں حاکمانہ حیثیت قائم رکھنے کی قابلیت پیدا ہو جائے تو یقیناً ہم غلطی کے مرتکب نہ ہونگے + آج کل ہر شخص اس اہمیت سے واقف ہے جو کسی ملک میں عورتوں کو حاصل ہونی چاہیے۔ مگر ایتھنز میں عورتیں تعلیم یافتہ سوسائٹی سے علٰحدہ رکھی جاتی تھیں اور اس میں صرف مرد ہی شریک ہو سکتے تھے۔ ایتھنز کے بڑے سے بڑے معترف کو بھی یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ وہاں کی طرز معاشرت میں یہ بہت بڑا سقم تھا + مگر اسپازیہ فارقلیس کا ہر طرح ہاتھ بٹاتی تھی اور خود ہرمیپوس کے الزام سے ظاہر ہوتا ہے کہ فارقلیس کے مکان میں تعلیم یافتہ لوگ جمع ہوا کرتے تھے۔ کیا یہ ممکن ہے کہ فارقلیس جیسے سنجیدہ اور تعلیم یافتہ شخص کی یہ خواہش نہ ہو کہ اگر ایتھنزی کی سی ہوشیار قوم کی طرز معاشرت میں اصلاح ہو سکتی ہے تو اس کا صرف ایک طریقہ ہے اور وہ یہ کہ اس کی مثال پر عمل کیا جائے۔ ایشیائے کوچک کے تمدن کا ایک جزو لاینفک علوم طبیعی کا مطالعہ اور عورتوں کا اعلیٰ معاشرتی رتبہ تھا جس کی مثالیں سافو اور ارتیمیزا کی سوانح عمری میں پائی جاتی ہیں + فارقلیس کا یہ خیال کہ ان خیالات کو ایتھنز کے جری صنعت پسند، تجارت پیشہ شہریوں میں رائج کیا جائے یقیناً اسی کی شان کے شایاں تھا۔ کیا اس کا یہ نتیجہ نہ ہوتا کہ ایتھنز جس نے اپنی سلطنت کی اس شان سے بنیاد ڈالی تھی اس کی حفاظت بھی کر سکے؟ بد قسمتی سے واقعات نے فارقلیس کی آرزوؤں پر پانی پھیر دیا۔ کاہنوں نے اس کے دوست اناثی غورس سے چھٹکارا حاصل کر لیا اور پھر سسلی کے حملے کا خرابہ کیا اور ایک سرور یہ نویس نے یہ الزام لگا دیا کہ اسپازیہ بدچلن تھی حالانکہ قدیم سرور یہ خود بھی اس قبیح الزام سے پاک وصاف نہ تھے۔ (۱۰)

عشا۔ میرا خیال ہے کہ فارقلیس نے زمانے کے حسب حال سولن کا کام جاری رکھا + سولن نے

یہ امر کہ فارقلیس کی علو شان کا جو اندازہ اس کتاب میں کیا گیا ہے اس کا

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ اپنا مقصد یہ قرار دیا تھا کہ حکومت کی باگ مختنی اور ایماندار امرا کے ہاتھ میں ہو اور اس نے مملکت کی ترتیب اس زمانے کے حکما اہل بصیرت کے خیال کے مطابق دی۔ دور فارقلیس میں ایسا دستور جس کا مدار دولت پر ہو متروک ہو گیا تھا اور عمومیت کے رہبروں یعنی کلس تھینس اور ارسٹیڈیش سیاسی حقوق کی مساوات کو ایک امر واقعی بنا چکے تھے۔ فارقلیس سمجھتا تھا (اور اس کا یہ سمجھنا بالکل درست تھا) کہ مملکت پر حکومت کرنے کے لیئے شہری میں قابلیت ہونی چاہیئے اور اس کے لیئے تعلیم یافتہ اور روشن خیال ہونا نہایت ضروری ہے۔ سلی کے حملے کے واقعات سے ظاہر ہوتا ہے کہ پانچویں صدی ق م کے یونانیوں کے لیئے روشن خیالی کی کسقدر اہمیت تھی۔

سولن اور فارقلیس دونوں اس تمدن کے بہترین قائم مقام تھے اور یہ تمدن دراصل اس تہذیب کا ثمر تھا جو ایونیہ میں مروج تھی۔ جو کامیابی ان دونوں کو ہوئی اس کا اندازہ چند الفاظ میں نہایت مشکل ہے۔ یہاں ہم صرف اس پر اکتفا کرتے ہیں کہ دونوں کا کام ان ہی کے عزیزوں اور رشتہ داروں نے بگاڑ دیا۔ سولن کا پی سسترٹوس نے اور فارقلیس کا الکبیادیس نے۔

فارقلیس کے سیاسی دوست اور ساتھیوں یعنی فورمیون، ہاگنون وغیرہ کے لیئے گلبرٹ کی کتاب صفحہ ۱۰۵ وغیرہ اور فورمیون کے لیئے گوکس کی کتاب "مدبران یونان" جلد ۲ صفحہ ۱۱۱ دیکھنا چاہیئے۔

فارقلیس کے خود دار لہجے کے بیان کے لیئے فریڈرکس وولٹرز کی کتاب (صفحہ ۱۸۴) کا مطالعہ کیا جائے۔ اس کے سر سے اسکے تصورات اور اس کا مطمح نظر صاف عیاں ہیں۔

یہ سچ ہے کہ ایتھنزیوں نے ہیئت دان میتون کی قدر کی اور بعض مرتبہ یہ مثال ان کی قدردانی علوم کے ثبوت میں پیش کی جاتی ہے۔ مگر یا تو وہ علم ہیئت کے ساتھ نجوم میں بھی ید طولیٰ رکھتا تھا ورنہ اس میں مکر و فریب کا بھی مادہ تھا جو کسی عالم متبحر کے لیئے ہرگز سزاوار نہیں (پلوٹارک "الکبیادیس" "نکیاس" ۱۳)۔ کہا جاتا ہے کہ میتون پر بیکار تہمت لگائی جا رہی ہے۔ مگر اس میں شبہ نہیں کہ اس کے متعلق یہ مشہور تھا کہ اسے مختلف شگونوں کی تاویل کرنے میں کمال حاصل تھا۔ اور یہی وہ خصوصیت تھی جو ایتھنزیوں کو سب سے زیادہ پسند تھی۔ بے شک میتون نے اپنا اثر قائم کر لیا تھا۔ مگر یہ اثر اس لیئے نہ تھا کہ وہ علم ہیئت کا ماہر تھا بلکہ اس کا راز یہ تھا وہ مختلف علامات ارضی و سماوی کی تاویل بھی کر سکتا تھا۔

قدما کی تصانیف میں بہ این الفاظ پتا نہیں لگتا زیادہ قابل لحاظ نہیں + خود طوسی دیدش کہتا ہے کہ **فارقلیس** کسی کا تتبع نہ کرتا تھا بلکہ وہ خود رہبر تھا۔ کیا یہ قیاس میں آسکتا ہے کہ اس کی آرزو صرف یہ تھی کہ وہ رہبر ہی بنا رہے ؟ اگر ہمارا اندازہ صحیح ہے تو اس کے اصل مقاصد پر رائے قائم کرنے میں صرف قیاس ہی سے کام لیا جا سکتا ہے اسلئے کہ اگر فارقلیس ان کا اعلان کرتا تو اسے یقیناً ناکامی کا منہ دیکھنا پڑتا۔

اور اس کی ناکامی کی اصل وجہ نامساعدت زمانہ ہی ہے۔ اس کا جو مطمح نظر تھا یعنی یہ کہ ایتھنزیوں کی تعلیم کو کمال ہو جائے حاصل نہ ہو سکا۔ صرف اس تخیل تک پہنچنے کا آلہ باقی رہ گیا اور یہ بے لگام عمومیت تھی۔ مگر اس سے بھی امید کے مطابق نتائج نہ نکلے۔ گو اس میں شبہ نہیں کہ یہ عمومیت اس قدر نقصان رساں نہ تھی جتنا آج کل کے بعض مورخوں کا خیال ہے۔ گمان غالب یہ ہے کہ ہر قسم کی طرز حکومت سے مملکت کو فائدہ ہی پہنچتا ہے جس میں اظہار رائے کی آزادی ہو۔ اور کم از کم ایتھنزی عمومیت پر تو ایک نہایت نادر روک تھی جو آجکل کسی مملکت میں نہیں پائی جاتی اور وہ یہ کہ سیاسی رہبر کلیتہً ذمہ دار گردانا جاتا تھا۔

بریں وجوہ ہمارا خیال ہے کہ جب ایتھنزی عمومیت کا سردار فارقلیس تھا اس وقت وہ اپنی نوع کے نہایت درخشاں اور مکمل ادارات میں سے تھی اور جب وہ اس دنیا سے اٹھ گیا اس وقت بھی اس کا رتبہ نہایت ارفع و اعلیٰ تھا۔

باب (۲۳)

جنگ پیلوپونیز کا حال
صلحنامہ نکیاس تک

(سنہ ۴۲۹ ق م تا سنہ ۴۲۱ ق م)

فارقلیس کی موت کے بعد اتھنز میں کوئی شخص ایسا نہ رہا جس کا صاحب اثر ہونا مسلم ہو یا جس میں مملکت کے سرگروہ بننے کی اہلیت ہو+ سب سے زیادہ جو شخص ممتاز تھا وہ نکے راتوس کا بیٹا نکیاس[1] تھا نکیاس امن پسند گروہ کا

---

[1] نکیاس کے لئے گ، یولیوس کی کتاب "نکیاس، سرابوہ وسپہ سالار افواج" (اوٹرخت ۱۸۵۸ء) اور گلبرٹ کی کتاب (صفحہ ۲۴۶،) کا مطالعہ مناسب ہے نکیاس ایک اوسط درجے کی قابلیت کا آدمی تھا اور اس کی طبعیت میں تذبذب کا مادّہ بھرا ہوا تھا۔ وہ غلاموں کی بیع وشریٰ کرتا تھا اور کلیون اور ہی پربولوس کی طرح تجارت پیشہ تھا۔ صرف فرق یہ ہے کہ قدیم مورخ اور زمانہ حالیہ کی محقق دونوں کلیون اور ہی پربولوس کو تو اُن کے پیشوں کے نام سے (توہیناً) دبّاغ، چراغ ساز اور مویشی فروش کہہ کر پکارتے ہیں مگر نکیاس کو محض اس کے حسب نسب کی وجہ سے غلام فروش نہیں کہا جاتا۔ مگر اصل فرق دونوں میں یہ تھا کہ کلیون تو اس وقت موجود رہتا تھا جب اس کے ماتحت دباغت میں لگے ہوتے تھے مگر جب نکیاس کے غلام لوریون کی کانوں میں کام کرتے تھے تو اس وقت نکیاس موجود نہ ہوتا تھا بلکہ اتھنز میں ہوتا تھا۔ اور محض اس فرق کی بناء پر ایک کا پایہ دوسرے سے بڑھا دینا ہرگز مناسب نہیں+ نکیاس کی وقعت کلیون سے زیادہ اس لئے سمجھی جاتی ہے کہ عام طور پر مورخوں کا خیال ہے کہ انصرام مملکت کی ذمہ داری کا بار اٹھانے کیلئے نکیاس اور اس کے ہمسر اپنی تعلیم وتربیت کی وجہ سے کلیون جیسے جہلا سے زیادہ موزوں تھے+ مگر یہ تیقن کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا کہ اتھنز میں دولتمندوں کی تعلیمی حالت عوام الناس سے بہتر تھی۔ اور حق تو یہ ہے کہ بعض اہل نجابت

رہبر اور ایک اچھے خاندان کا رکن تھا اور خود اہل ثروت میں سے شمار کیا جاتا تھا۔ مگر وہ طبعاً کوتاہ نظر اور کند ذہن تھا۔ اور گو اس کے متعلق یہ مشہور تھا کہ وہ میدان جنگ میں نہایت حزم واحتیاط سے کام لیتا ہے مگر ساتھ ہی اوہام پرست اس قدر تھا کہ نازک وقت میں بھی وہ خیالات فاسدہ کا شکار ہو جاتا تھا+ اپنی سیاسی زندگی کی ابتدا میں تو نکیاس فارقلیس کا ہم آواز تھا مگر آخرالامر اس نے فارقلیس سے قطع تعلق کر لیا اور اس گروہ کا ہم نوا ہو گیا جس کے سیاسی اور مذہبی خیالات اور فارقلیس کے اصول میں کوئی مطابقت نہ تھی+ فارقلیس کے بعد جس شخص نے جنگ پسند گروہ کی رہبری کا بیڑہ اٹھایا وہ لی سکلیس تھا جس نے اسپازیہ سے نکاح کر لیا تھا مگر وہ جنگ میں کام آیا۔ اور اس کے بعد دیموس تھنیس[۲] جو نہایت جری، تنومند اور

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ خاندانوں میں تعلیم کا کچھ زیادہ چرچا نہ تھا۔ مثلاً الکبیادیس اپنے بچپن کے زمانے میں اتھنز کی سڑکوں پر مشغول لہو ولعب نظر آتا ہے اور گو فینی فوس نجیب الطرفین نہ تھا مگر اس کی پرورش عدیدیوں نے کی تھی۔ اور غالباً کلیون ہی پر یولوس اور دیگر عمومیوں کی تعلیمی حالت ویسی ہی تھی جو نکیاس اور الکبیادیس کی تھی+ اس موضوع پر اسی کتاب کے ستائیسویں باب میں مزید بحث کی جائیگی۔ یہاں اس پر اکتفا کیا جاتا ہے کہ اس کا کوئی ثبوت نہیں کہ کلیون اور ہی پر بولوس کے عہد میں اتھنز پر ان پڑھ اور جاہل حکمراں تھے جیسا طوسی دیدش اور بعض سروبیہ نویسوں نے ظاہر کرنے کی کوشش کی ہے؛

۲۔ بیلوخ نے اپنی کتاب "سیاسیات اٹیکا" (صفحہ ۳۱) میں دیموس تھنیس کو بالکل محض بیجا مورد الزام ٹھیرایا ہے۔ اس کا ثبوت ہمیں اس وقت تک نہیں ملا کہ بیوتیہ میں دیموس تھنیس ہی تاریخ مقررہ کے خلاف پہنچا اس کے برعکس اس میں شبہ کی بہت کم گنجائش ہے کہ اسفاکتیریہ میں جو کامیابی اتھنزیوں کو ہوئی اس کا باعث وہی تھا اور سیراکیوز کے محاصرے میں بھی اس نے نہایت عقلمندی اور فراست سے کام کیا+ دیموس تھنیس کلیون کا دوست اور سیاسیات میں غالباً عمومیت پسند تھا۔ اس نے کلیون کے ساتھ مل کر اسفاکتیریہ کی تسخیر کی مگر اس کی قسمت میں لکھا تھا کہ جب اس کا نکیاس کا ساتھ ہو تو وہ محض چاند گہن کی وجہ سے چالیس ہزار نفوس کا ایک لشکر جرار بالکل برباد ہوتا ہوا دیکھے؛

صاحب اقدام تھا اس گروہ کا سب سے ممتاز رکن ہو گیا مگر اس وقت اس گروہ کی گویا جان اور عمومیت پسندوں کا رہبر کلیون تھا جس کی فطرت انقلاب پسند واقع ہوئی تھی اور اُسی نے ۴۳۰ ق م میں نکیاس کے ساتھ مل کر فارقلیس کو زک دینے کی کوشش کی تھی مگر اب خود نکیاس کا مدمقابل بن گیا تھا۔ جنگ اپنی قدیم روش پر برابر جاری رہی سوائے اس کے کہ امتداد زمانہ کے ساتھ ہی ساتھ جنگجو مملکتوں کی تعداد روز افزوں ترقی پر تھی۔ اب ہم طوسی دیدش کے بیان کے بموجب جنگ کے خاص خاص واقعات کا اعادہ کرتے ہیں :

۴۲۹ ق م کے موسم سرما کے ابتدا میں ایک ایسا واقعہ پیش آیا جس سے بعض کو خیال ہوا کہ اتیھنز کی قسمت کھل گئی۔ یعنی تھریس کا بادشاہ ستالکیس تماشا گاہ سیاست پر نمودار ہوا اور ایک عظیم الشان لشکر کو لے کر جس کی تعداد ایک لاکھ پچاس ہزار بیان کی جاتی ہے مغرب کی طرف چلا۔ اس مہم کی ابتدا اس طرز پر ہوئی کہ ستالکیس نے اپنے قدیم ساتھی فیلقوس کا ساتھ چھوڑ دیا اور پرد کاس اور اتیھنز یوں کے بیچ میں پڑ کر ان میں صلح کرا دی جس کے معاوضے میں پرد کاس نے ستالکیس سے وعدہ کیا کہ وہ ان کے ساتھ چند مراعات کرے گا۔ مگر جب وقت آیا تو اس نے ان وعدوں کے ایفا کرنے سے گریز کیا۔ اب ستالکیس نے یہ تہیہ کر لیا کہ پرد کاس کو اس حرکت کی سزا ملنی چاہیے اور اس موقع کو غنیمت سمجھ کر اتیھنزیوں کو کالکدیس کی فتح کی امید دلائی۔ اور فیلقوس کے بیٹے امینتاس

۲۵۰

ے۲ کلیون کے حالات کیلئے آنتو آن کا مضمون "کلیون" (جریدۂ علم تاریخ ۳ - ۶) ایمنگر۔ "کلیون" (۱۸۸۵ء)، اونکن، "اتیھنز و یونان" جلد ۲ اور وہ مضامین جن کا اقتباس گلبرٹ کی تالیف میں شامل ہے قابل مطالعہ ہیں۔ طوسی دیدش کے نزدیک کلیون ایک خود بیں سفلہ ہے جو اشرافیوں کے جملہ عیوب سے باخبر ہے مگر اپنے غلطیوں سے بے خبر۔ اگر اسے اپنے نقائص کا احساس ہوتا تو وہ تھریس کی آخری مہم سے بے تعلق رہتا۔ مگر خود طوسی دیدش سے (جو کلیون کیلئے کبھی کلمۃ الخیر نہیں کہتا) یہ پتا لگتا ہے کہ جہاں تک اتیھنز اور اسپارٹا کے باہمی برتاؤ کا تعلق ہے کلیون کے سیاسی اصول ہی درست تھے۔

کوچ کر کے بالائی مقدونیہ کی طرف کوچ کیا۔ مگر اس طرف یہ زیادہ دور تک نہیں گیا بلکہ میگدونیا، کریستھونیا اور انتھےموس میں قیام کرتا ہوا آخر کالکدیس پہنچ گیا لیکن یہاں وہ مہم ختم ہو گئی جس سے یونانیوں کے دلوں میں طرح طرح کے جذبات موجزن ہوئے تھے اور بعض کو امیدیں اور بعض کو خطرات محسوس ہونے لگے تھے۔ یہ نہیں کہ تھریسیوں کو کوئی شکست ہوئی بلکہ یہ کہنا چاہیئے کہ ان کا لشکر بتدریج غائب ہو گیا اور جو طوفان اٹھا تھا وہ ملک پر ہو کر نکل گیا اور اپنی کوئی نشانی تک نہ چھوڑی + حق یہ ہے کہ مقدونوی کبھی اس جنگ کی طرف سنجیدگی سے مائل نہیں ہوئے تھے۔ اصل میں پردکاس نے کسی آیندہ خطرے سے محفوظ رہنے کے لیئے خود ستالکیس کے بھتیجے سیوتھیس کو اپنے دربار میں جگہ دی تھی اور غالباً یہی شاہزادہ اس مہم کے اختتام کا اصلی باعث ہوا ہو گا + اس کے علاوہ یونانیوں کو اس قسم کے تھریسی حملے سے خوف زدہ ہونے کی کوئی وجہ نہ تھی اس لیئے کہ اس میں یہ قابلیت نہ تھی کہ فصیل بند بلدیات پر حملہ کریں اور وہ صرف یہ کر سکتے تھے کہ شہروں کو ویران و برباد کر دیں + اگر اتیھنزی عین موقع پر میدان میں پہنچ جاتے تو اس کا کچھ اثر ممکن بھی تھا۔ مگر وہ ساکت رہے۔ اور ستالکیس تیس روز کے اندر اندر (جن میں سے آٹھ روز اس نے کالکدیس میں قیام کیا تھا) واپس گھر پہنچ گیا اور اس کے بعد اتیھنز کے دشمنوں کی جان میں جان آئی +

بجنسہ ایسے ہی فورمیوں کی مہم اکارنانیہ بھی کچھ قابل لحاظ ثابت نہ ہوئی +

جنگ کے چوتھے سال یعنی ۴۲۸ء ق م میں پیلوپونیزیوں نے حسب معمول اٹیکا پر حملہ کیا مگر اس مرتبہ اتیھنزیوں پر اس کا مطلق اثر نہیں ہوا اس لیئے کہ جو کچھ تھا وہ برباد اور ویران ہو چکا تھا + مگر اتیھنز کو ایک بڑی مصیبت کا سامنا کرنا پڑا۔ اس کے لیئے اس سے زیادہ کوئی امر باعث بدقسمتی نہیں ہو سکتا تھا کہ جزیرۂ لسبوس کے تمام بلدیات (سوائے متھیمنا کے) میتی لنہ کی سرکردگی میں باغی ہو جائیں۔ میتی لنہ میں زمانۂ دراز سے ایک فریق اتیھنز کا مخالف تھا اور بغاوت محض اس روز کے لیئے ملتوی ہو گئی تھی جب باشندوں کی دسترس میں جہاز

قلعے اور کافی سامان رسد کا ہو اور وہ اپنی بندرگاہ بہ آسانی بند کرسکیں + مگر ایک فریق اتیھنز کا طرفدار بھی تھا۔ اور اس نے اس کی خبر اتیھنز کو کردی جس کے جواب میں اتیھنز نے اپنے سفیر لسبوس روانہ کیئے تاکہ وہ متی لنہ کے باغیوں کو اس کرتوت سے باز رکھیں + مگر متی لنہ پر اس کا مطلق اثر نہ ہوا۔ اور اتیھنز نے مجبوراً چالیس جہازوں کا ایک دستہ لسبوس بھیجا اور اُسے یہ حکم دیا کہ جب متی لنی اپنے سالانہ میلے میں جو اپولو دیبی کے اعزاز میں شہر سے باہر ہوا کرتا ہے مصروف ہوں تو وہ یکایک ان پر جا پڑیں اور اگر یہ ناممکن ہو تو باضابطہ جنگ شروع کردیں + لسبوسیوں کو پہلے ہی سے اس حملے کا علم ہو گیا تھا اس لیئے حملہ کرنا بیکار سمجھا گیا اور فریقین میں علی الاعلان جنگ شروع ہو گئی[1] + مگر لسبوسیوں کی تیاری میں ابھی کسر تھی۔ اور گو ابتدائی حملے میں کچھ کامیابی ہوئی مگر اس کا انھیں کوئی خاص فائدہ نہیں ہوا اور آخر کار اتیھنزیوں نے شہر کی ناکہ بندی کردی + متی لنہ کو یہ امید تھی کہ پیلوپونیزی مدد بہت جلد آجائے گی۔ اور اسپارٹیوں کے سامنے اپنی استدعا پیش کرنے کے لیئے انھوں نے اولمپیہ کے میلے کے موقع پر اپنے سفیر روانہ کیئے + اگر طوسی دیدش نے حلیفوں کی شکایتوں کا محض اعادہ ہی نہیں کردیا بلکہ اصل واقعات کو بیان کیا ہے تو اس کے کیفیت سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے موقعے کو غنیمت سمجھ کر ان اسباب کو بیان کیا جو اتیھنزی سلطنت سے علیحدگی کا باعث ہوئے۔ انھوں نے کہا کہ حلیفوں نے زمانۂ ماضیہ میں اتیھنزیوں کو صرف اسی لئے مدد نہیں دی تھی کہ وہ اس مدد سے دوسرے یونانیوں کو غلام بنائیں۔ مگر اب اتیھنزیوں کا مقصد

---

[1] ۱۔ ہربسٹ "بغاوت متی لنہ"، کولون ۱۸۶۱ء + اتیھنز نے پوتیدیہ کے میدان میں پہنچنے میں دیر لگائی تھی اور اب بھی متی لنہ دیر میں پہنچا ہے + بلاشبہ اتنی بڑی سلطنت کے انتظام میں بہت سی دقتیں ہونگی۔ مگر جب ہم دیکھتے ہیں کہ ایک حلیف بغاوت کرتا ہے اور بغاوت فرو کرنے کیلئے سب سے پہلی ترکیب یہ چلی جاتی ہے کہ حالت امن میں باغیوں پر یک بہ یک حملہ کردیا جائے تو اس سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ صورت حال قابل اطمینان نہ تھی۔ یہ بالکل وہی حکمت عملی تھی جس پر ساموس کی بغاوت کے وقت عمل کیا گیا تھا (باب ۱۵)۔

محض یہ ہی معلوم ہوتا ہے اور اسے اب اس کا انتظار ہے کہ موقع ملے تو جیسے دیگر حلفاء کی آزادی سلب کرلی ہے ویسے ہی ان کی آزادی بھی سلب کرے۔ حقیقت یہ ہے کہ دونوں کے دلوں میں ہمیشہ سے رنجش رہی ہے اور مسئلہ زیر بحث محض یہ ہے کہ دونوں میں سے کون جنگ میں پیش بندی کرے + یہ بحث سن کر پیلوپونیزیوں نے لسبوسیوں کو برائے نام اپنی لیگ میں شامل کرلیا۔ مگر انھیں بالفعل کوئی عملی مدد نہ دی۔ وہ عنقریب اٹیکا پر از سر نو حملہ کرنے والے تھے اور ظاہر ہے کہ لسبوس کا وجود اس حملے کے لیئے بالکل بے کار تھا اور خود حلفاء کے حلقوں میں بھی اب یہ حملے پہلے کی طرح ہردلعزیز نہ رہے تھے + بہرحال انھوں نے ایک بیڑا بحیرۂ ایجین کو بھیجنے کی تیاری شروع کی اور تعجب ہے کہ فارقلیش کو اس تیاری کا وہم وگمان بھی نہ ہوا +

۲۵۲

متی لنہ کے باشندے اب بھی انتیسا، پرھا اور ایرے سوس کا استحکام کرسکتے تھے اور اُن میں اتنی قوت تھی کہ وہ میتھمنا پر حملہ کریں۔ مگر ایتھنزیوں کو پاکیس کی سرکردگی میں کمک پہنچ گئی تھی اور اس کی مدد سے اُنھوں نے شہر کے چاروں طرف ایک فصیل اور قلعے تعمیر کرکے ناکہ بندی کردی تھی اُدھر اسپارٹا سے ایک سفیر سالائے تھوس کے آنے سے محصورین کے دل بڑھ گئے تھے۔ ایتھنزیوں پر جنگ کا اس قدر اثر پڑا تھا کہ وہ اخراجات جنگ کے لیئے ایک مزید محصول بلا واسطہ (الِسُ فورا) اجرا کرنے پر مجبور ہوگئے جس سے انھیں دو سو تالنت وصول ہونے کی امید تھی[۵]۔ اس کے علاوہ انھوں نے روپیہ وصول کرنے کی خاطر جنوبی ایشیائے کوچک (کاریہ) پر چھاپے مارنے شروع کیئے۔ مگر پہلا حملہ سخت ناکام ہوا اس لیئے کہ اس میں سپہ سالار لی سکلیس اور اس کی فوج کے بہت سے سپاہی میوس کے قریب کام آئے +

جنگ کے پانچویں سال یعنی ۴۲۷ق م میں پیلوپونیزیوں نے حسب معمول اٹیکا پر حملہ کیا اور ایک بیڑا متی لنہ بھی روانہ کیا۔ مگر قبل اس کے کہ وہ

---

[۵] الِسُ فورا کیلئے گلبرٹ صفحہ ۱۲۸ وغیرہ کا مطالعہ کیا جائے + گلبرٹ کی رائے ہے کہ اس محصول کے اجراء کی تحریک کلیون ہی نے کی تھی +

متی لنہ پہنچے وہاں کے باشندے ایتھنزیوں کے سامنے ہتھیار رکھ چکے تھے +
جب سامان خورونوش ختم ہونے کو آیا تو سالائے تھوس نے یہ صلاح دی
کہ شہری فصیلوں سے نکل کر جنگ آزمائی کریں ۔ اور یہ فیصلہ کیا کہ یہ مقصد صرف
اسی صورت میں حاصل ہوگا جب وزنی اسلحہ بھی عوام کے سپرد کر دئیے جائیں۔ مگر
جب عوام کو یہ اسلحہ مل گئے تو اب انھوں نے اپنے سرگروہوں کا کہنا ماننے سے قطعی
انکار کیا اور یہ مطالبہ کیا کہ یا تو غلہ تقسیم کر دیا جائے ورنہ وہ ایتھنزیوں سے بطور خود صلح
کرلیں گے + اب اشراف نے محسوس کیا کہ ان کے قبضۂ قدرت سے اختیارات نکلے
جا رہے ہیں اور یہی مناسب ہے کہ وہ بھی ایتھنزی گفت وشنود میں شریک ہو جائیں
تاکہ بدنامی صرف ان کے ہی سر نہ پڑے بلکہ اُسے سب ہی برداشت کریں۔ بدیں وجوہ
متی لنہ نے صرف اس شرط پر ہتھیار رکھ دئیے کہ جبتک ایتھنزی حکم نہ لگائیں اس وقت تک
پاکیس انھیں کسی قسم کی سزا نہ دیگا۔ اس شرط کے ہوتے ہوئے ان لوگوں نے جو بغاوت
کے بانی مبانی تھے بت خانوں میں پناہ لی اور ان میں سے صرف اسی وقت نکلے جب
پاکیس نے ان سے یہ وعدہ کرلیا کہ وہ اُن کو کسی قسم کا گزند نہ پہنچائیگا + اور جب وہ
اپنی پناہ گاہوں سے نکل آئے تو اُس نے انھیں تنیدوس منتقل کر دیا ؂

۳۵۳
جب یہ سب ہو چکا اس وقت لکذمونی الکی داس متی لنہ پہنچا اس
کے ساتھ ایلیس کے جو سپاہی تھے ان کا فوجدار تیو تیاپلوس تھا۔ اس نے
الکی داس کو رائے دی کہ اب ایشیائی بلدیات کو ایتھنز کے خلاف بھڑکانا چاہئیے
مگر الکی داس نے نہ مانا اور بہ سرعت تمام پیلوپونیز کی طرف واپس ہوا + اس کے
جانے کے بعد پاکیس نے کولوفون کی بندرگاہ نوتیون پر قبضہ کرلیا اور وہاں
ایک ایتھنزی نو آبادی قائم کر دی اور متی لنہ میں واپس آکر فریق مخالف کے سرگروہوں
کو پا بہ جولاں مع فوج کے بیشتر حصے کے ایتھنز روانہ کر دیا۔ اور گو سالائے تھوس
نے یہ وعدہ کیا کہ اگر اس کی جان بخشی کی گئی تو وہ ایتھنزیوں کو پلاٹیہ کے محاصرے میں
مدد دے گا مگر اس کی گردن فوراً مار دی گئی + ایتھنزی جمعیت عوام میں یہ تحریک منظور
کی گئی کہ نہ صرف وہ باغی جو ایتھنز کے اسیر ہیں بلکہ تمام معمر متی لنی قتل کر دئیے جائیں
اور عورتیں اور بچے غلام بنا کر فروخت کر دئیے جائیں اور یہ تجویز منظور ہوتے ہی اس

حکم کے اطلاع دینے کے لیئے ایک جہاز پاکیس کے پاس متی لنہ روانہ کیا گیا۔ مگر دوسرے ہی دن اتیھنزیوں کو اس تجویز کے پاس کرنے کا بہت تاسف ہوا اور اسی مسُلے پر دوبارہ غور کرنے کے لیئے جمع ہوے طوسی دیدش ان تقاریر کا جو کلیون اور دیودوتوس نے کیں اعادہ کرتا ہے۔ کلیون نے تحریک کی کہ ایک روز پیشتر کی قرارداد کی توثیق کی جائے مگر دیودوتوس نے اس کے استرداد کی جوابی تحریک پیش کی۔ ہم ان مقرروں کے دلائل پیش کرتے ہیں مگر اس بارے میں قارئین کرام کو وہ باتیں یاد رکھنی چاہئیں جو اس سے پیشتر ہم طوسی دیدش کی تحریرات کے وثوق کے متعلق بیان کر چکے ہیں + کلیون نے کہا کہ متی لنہ کے تمام باشندے ملزم ہیں اور اتیھنزی قیادت قائم رکھنے کا یہ ہی ایک طریقہ ہے کہ بغاوت کا انسداد سختی کے ساتھ کیا جائے + دیودوتوس نے جواب دیا کہ اس وقت مسُلہ زیر بحث صرف یہ ہے کہ مصلحت ملکی کیا ہے۔ تجربے سے ثابت ہوا ہے کہ شدید ترین سزا ہمیشہ بیکار ہوتی ہے اور کبھی بغاوت کو روکنے میں ممد و معاون نہیں ہوتی بلکہ باغی اور بھی زیادہ ہوشیار اور چالاک ہو جاتے ہیں۔ متی لنہ کے باشندوں کو اس لیئے سزا نہیں دینی چاہیئے کہ وہاں اشراف اور عوام میں جو مناقشے برپا تھے انھیں پر اتیھنز کے اقتدار کا دارومدار تھا۔ بدیں وجوہ مناسب یہ ہی ہے کہ صرف وہی سرگروہ بغاوت سزائے موت کے مستحق سمجھے جائیں جنھیں پاکیس نے اتیھنز روانہ کیا ہے +

طوسی دیدش کلیون سے دل سے متنفر تھا اور اگر اس نے محض بدنام کرنے کے لیئے اس کی تقریر میں زیادہ رنگ آمیزی نہیں کی ہے تو اس سے یقیناً اس آزادی کا انکشاف ہوتا ہے جس سے اتیھنزی مقرر عوام کے سامنے تقریر کرنے کی جرأت کرتا تھا۔ اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ نازک زمانے میں بھی مقرر اور سامعین دونوں طول طویل تقاریر کو پسند کرتے تھے اور ان سے محظوظ ہوتے تھے + بہرحال اگر طوسی دیدش نے اصل تقریر میں اضافے بھی کیئے ہیں پھر بھی اس میں شبہ نہیں کہ اس تقریر سے ایک قسم کی گستاخی ظاہر ہوتی ہے اور اس پر ظاہری ایمانداری کا گویا رنگ چڑھا ہوا ہے اور کلیون کی اصل تقریر میں یہ جذبات ضرور مضمر ہوں گے + دونوں تقریروں میں اس کا ذکر بھی نہیں کہ متی لنہ کے باشندے برسرحق تھے یا نہیں۔ مسُلہ زیر بحث صرف

یہ تھا کہ سب کو تہ تیغ کیا جائے یا صرف چند کو۔ **ڈیوڈوتوس** یہ ثابت کرنے کی کوشش بھی نہیں کرتا کہ **متی لنہ** کے شہری بے گناہ تھے یا انھوں نے مجبور ہو کر بغاوت کی اور حقیقت امر یہی معلوم ہوتا ہے کہ **متی لنہ** والے ایتھنز سے دشمنی اور پرخاش رکھتے تھے ورنہ **سالائے تھوس** ان کے قبضے میں عمدہ قسم کے ہتھیار نہ رکھ دیتا محض ان کی اطاعت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ خود ان میں آپس میں نقیض تھے اور یہ اس بات کی دلیل نہیں کہ انھیں ایتھنز سے کوئی خاص ہمدردی تھی۔ بدیں وجوہ اگر ایتھنز نے ایک حد تک رحم کا برتاؤ کیا تو صرف یہ انسانیت کی وجہ سے اور اس روش میں سیاسی مصلحت کا لگاؤ بہت کم تھا۔ اگر **کلیون** کی تحریک پر عمل کیا جاتا اور **متی لنیوں** کا قتل عام کر دیا جاتا تو یہ نہ صرف ایک جرم ہوتا بلکہ بالکل بے کار ہوتا۔

بدیں وجوہ ایک دن پیشتر کی قرارداد مسترد کر دی گئی اور ایک اور جہاز بسرعت تمام اس لیے **لسبوس** روانہ کیا گیا کہ پاکیس کو اس کی اطلاع دے تاکہ وہ سزائے موت کا حکم منسوخ سمجھے۔ جب جہاز چلنے کو ہوا تو **متی لنہ** کے قائم مقاموں نے ان کے لیے کھانے پینے کا کافی سامان مہیا کر دیا تھا اور انھیں اجرت بھی معقول مل گئی تھی چونکہ انھیں اس بات کا بھی احساس تھا کہ انھیں پر ہزاروں جانوں کے بچنے کا دارومدار ہے اس لیے انھوں نے اپنی کشتی کھینے میں پوری قوت صرف کر دی۔ اور گو باوجود اس تعجیل کے پہلا جہاز دوسرے جہاز سے پیشتر ہی **متی لنہ** پہنچ گیا مگر دونوں کے پہنچنے کے وقت میں اس قدر کم وقفہ تھا کہ **پاکیس** اپنے ناگوار کار مفوضہ کا آغاز نہ کر سکا تھا۔ بہرحال وہ **متی لنی** جنھیں **پاکیس** نے ایتھنز روانہ کر دیا تھا اور جن کی تعداد ایک ہزار سے زائد تھی قتل کر دئے گئے[۶]۔ باغیوں کی جملہ مملوکہ اشیا بحق ایتھنز ضبط کر لی گئیں۔

ع۶ میو، لراشٹرلوئینگ ("تحقیقات متعلق طوسی دیدش" وائنا ۱۸۸۱ء) یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے کہ ایک ہزار سے زیادہ متی لنیوں کے قتل کا قصہ محض استدلال اور قیاس پر مبنی ہے مگر اس مسئلے کے اسباب جو اس نے لکھے ہیں تشفی بخش نہیں۔ ہولتساپفل (صفحہ ۴۸، ۴۹ وغیرہ) اور باؤڈر کا مضمون ("جریدہ لسانیات" جلد ۴۳) کا مطالعہ اس ضمیمے میں مفید ہوگا۔ یونانیوں کا ایک ہزار آدمیوں کو بہ یک وقت قتل کر دینا کوئی غیر معمولی بات نہ تھی۔ سنہ ۴۹ ق م سے سنہ ۴۸ ق م تک الی گینا کے

۲۵۵

مگر چونکہ اکثر اتیھنزی جنھیں لسبوس میں اراضی دی گئی تھی وہاں نہیں گئے اس لیئے یہ لسبوسیون کو اس شرط پر واپس دے دی گئی کہ فی قطعہ دو مینا (قریب سو اسو روپئے) سالانہ کے حساب سے لگان ادا کریں۔ اور اس طرح قریب دو ہزار سات سو اتیھنزی باضابطہ زمیندار بن گئے+ ان کے علاوہ اٹیکا کے مندروں کو تین سو حصے ملے جن سے انھیں پنتیس ہزار (۳۵۰۰۰) روپئے سالانہ کی مستقل آمدنی ہوگئی ؛

متی لنہ کی بغاوت فرو ہونے کے بعد اتیھنزیوں نے مگاری ساحل پر جزیرۂ نسیہ پر قبضہ کرلیا تاکہ ۴۲۹ ق م کے سے حملوں سے آیندہ محفوظ و مامون رہیں+

گو اتیھنزیوں کو سمندر پر کامیابی ہوئی تھی مگر بری جنگ میں انھیں ایک ایسی شکست پہنچی جس کا غالبًا ہر شخص بہت دن سے منتظر تھا۔ وہ یہ کہ آخر کار پیلوپونیزیو نے پلاٹیہ پر قبضہ کرلیا+ اس سے سال بھر پیشیر ہی محصورین نے یہ سمجھ لیا تھا کہ مزید مدافعت ممکن نہیں اور وہ جب ہی سے اتیھنز بھاگ جانے کی تدابیر سوچ رہے تھے انھوں نے یہ تدبیر کی کہ جو فصیل پیلوپونیزیوں نے تیار کی تھی اس کی اینٹیں گن لیں اور اس سے اُس کی اونچائی کا اندازہ کرلیا۔ اس کے بعد اسی اونچائی کی سیڑھیاں بناکر ان کی مدد سے ایک روز جب کڑاکے کا جاڑا پڑ رہا تھا اور باد و باراں کا طوفان برپا تھا قریب ۲۲۰ باشندے دیوار پر چڑھ گئے اور دو برجوں پر قبضہ کرکے میدان کی طرف فرار ہوگئے+ بھاگنے کا ارادہ تو سب محصورین نے کیا تھا مگر صرف ۲۲۰ ہی بھاگ سکے باقی ماندہ کو آخری لمحے پر ہمت اور جرأت نے جواب دے دیا اور وہ شہر میں ہی رہے+ جب پیلوپونیزیوں کو اس کا علم ہوا تو وہ ان کے تعاقب میں نکلے اور انھیں دھوکہ دینے کی غرض سے پلاٹیہ والے پہلے تو تھیبز کی طرف چلے اور پھر جنوب کی راہ لی اور ان میں سے دو سو بارہ اتیھنز پہنچ

بقیہ حاشیہ صفحۂ گذشتہ۔ سات سو باشندے قتل کیئے گئے اور خود اتیھنزیوں نے اپنے تسلط کے زمانے میں ہزاروں افراد کو تہ تیغ کردیا۔ حقیقت یہ ہے ان کا رحم غیر معمولی اور قابل اعادہ تھا مگر ان کی سختیاں اور مظالم اس قدر عام تھے کہ ان کا اعادہ کرنے کی کوئی خاص وجہ نہ تھی اور ہمیں اس پر تعجب نہ ہونا چاہیئے کہ زمانۂ مابعد کے وقایع نگاروں نے متی لنہ کے شرفا کے قتل عام کا ذکر نہیں کیا۔

گئے + ۴۲۷ ق م کا سال ان لوگوں کے لیئے جو پلاٹیہ میں رہ گئے تھے نہایت سخت تھا۔ سامان خور و نوش میں کمی ہونے لگی تھی اور ہر طرف قحط کے آثار نمودار ہونے لگے تھے۔ اور اگر پیلوپونیزی چاہتے تو وہ ایک بہ یک حملہ کر کے پلاٹیہ بہ آسانی تسخیر کر لیتے مگر دو وجہ سے اس سے باز رہے۔ ایک تو یہ کہ اگر حملہ کیا جاتا تو اس سے بہت سی جانیں بیکار قربانی چڑھتیں اور صبر سے کام لینے میں ان سب کے بچ جانے کا یقین تھا۔ دوسرے یہ کہ ممکن تھا کہ صلح کے وقت پلاٹیہ والے اپنے شہر کی واپسی کا دعویٰ کر بیٹھیں اگر پلاٹیہ کو پیلوپونیزیوں نے یلغار کر کے فتح کیا تو ممکن ہے کہ واپس دینا پڑے۔ لیکن اگر پلاٹیہ والے خود ہتھیار ڈال دیں تو ایسی حالت میں بیوتیون کا قبضہ پلاٹیہ پر مستقل ہو جائے گا۔ اسی وجہ سے اس کی ضرورت تھی کہ طرح طرح سے ترغیب دے کر محصورین کے دل میں یہ خیال پیدا کیا جائے کہ وہ ہتھیار ڈال دیں۔ ان سے اسپارٹیوں نے یہ کہلوایا کہ اگر انھوں نے اطاعت قبول کر لی تو ان کے معاملے کا تصفیہ بیوتیون کے سپرد نہیں کیا جائے گا بلکہ خود اسپارٹی اس کے ذمہ دار ہوں گے + مگر اسپارٹا بالکل بیوتیہ کے زیر اثر تھا۔ اور جب صلح کا وقت آیا تو جو پانچ اسپارٹی تصفیئے کی غرض سے اسپارٹا سے آئے انھوں نے کوئی عدلی تحقیقات نہیں کی بلکہ تقریباً اسی قسم کی کارروائی کی جیسی زمانہ انقلاب میں پیرس کے انقلابی محکمے میں ہوتی تھی، بدبخت قیدیوں سے دریافت کیا گیا کہ دوران جنگ میں انھوں نے اسپارٹیوں یا ان کے حلیفوں کی کوئی خدمت کی تھی یا نہیں اور ان پر یہ بھی مہربانی کی گئی کہ انھیں اپنی بریت میں تقریر کرنے کا اختیار دے دیا گیا۔ ان بیچاروں نے جو دلائل پیش کر نا ممکن تھے وہ پیش کیئے مگر ان کے جواب کی مطلق پروا نہیں کی گئی، اور ۲۲۵ گرفتار شدہ باشندگان پلاٹیہ سب کے سب قتل کر دیئے گئے، شہر پلاٹیہ مسمار کر دیا گیا اور صرف ایک هیرا کا بت خانہ باقی رہ گیا اور اس کے پجاریوں کے لیئے ایک فرودگاہ اس مسالے اور اینٹوں سے بنائی گئی جو ڈھائے ہوئے مکانوں سے نکلی تھیں اور پلاٹیہ کی تمام اراضی تھبزیوں کو پٹہ پر دے دی گئی + اس میں شبہ نہیں کہ پلاٹیہ کے باشندوں کے قتل عام کا اصلی باعث یہ تھا کہ اس سے

۲۵۶

پیشتر اتیھنزیوں نے متی لنہ والوں اور خود پلاٹیوں نے تھبزیوں کا قتل عام کیا تھا۔+

ٹ۔ میو، لر اشتر یونگ (محاصرۂ پلاٹیہ کے حالات اور ان کی صحت کا اندازہ" جریدۂ لسانیات جلد ۱۳ صفحہ ۲۸۹ تا صفحہ ۳۴۸) نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ طوسی دیدش نے محاصرۂ پلاٹیہ کا جو حال لکھا ہے وہ دراصل اسی کا مخترعہ ہے اور اس کا مقصد صرف یہ ہے کہ اس زمانے کے محاصروں کا حال ناظرین کے ذہن نشین کر دے۔ مگر میو، لر اشتر یونگ یہ ثابت کرنے میں کامیاب نہیں ہوا+ ڈوریس کے بیان کے سلسلے میں شمواَبرٹ یہ خیال ظاہر کرتا ہے (مضمون متعلق ماخذ پلوٹارک وغیرہ) کہ مورخ کا یہ بھی کام ہے کہ بعض موقوں پر محض اپنے تخیل کی بنا پر یہ بتائے کہ فلاں واقعات کیسے پیش آئے ہوں گے۔ کچھ عجب نہیں کہ بعض مرتبہ ایسا ہی کرنا پڑتا ہو۔ مگر دوریس کے عہد میں تو یہ ممکن تھا اس لیئے کہ اس کے زمانے میں فن علم تاریخ میں فن خطابت حلول کر گیا تھا۔ طوسی دیدش کے زمانے کے حالات بالکل مختلف ہیں۔ اس لیئے کہ اس کے دور میں خطابت کا تعلق صرف تقریروں سے رہ گیا تھا۔ اور جیسا میں نے اس باب کے آٹھویں حاشئے میں بیان کیا ہے یہ خیال طوسی دیدش کے متعلق بالکل ہی بے بنیاد معلوم ہوتا ہے+ ڈنکر اس بارے میں میو، لر اشتر یونگ سے متفق الرائے ہے (۹، ۴۹۱) کہ طوسی دیدش نے پلاٹیہ کے محاصرے کے جو حالات بیان کئے ہیں وہ ایسے واقعات ہیں جن کا پیش آنا بالکل ناممکن تھا+ میں یہ تسلیم کیئے لیتا ہوں کہ اس محاصرے کے ذکر میں چند نہایت غیر معمولی قصوں کا اعادہ کیا گیا ہے۔ مگر ممکن ہے کہ یہ رنگ آمیزی ان لوگوں نے ہی کی ہو جنھوں نے طوسی دیدش کو اطلاع بہم پہنچائی میو، لر اشتر یونگ کا یہ خیال بالکل صحیح ہے کہ جب پلاٹیہ کے محافظوں کی تعداد اس قدر کم ہو گئی تھی اور جب پیلو پونیزی یلغار کر کے بہ آسانی تمام پلاٹیہ فتح کر سکتے تھے تو محصورین کو پھر مدافعت کا انتظام کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ مگر اس کی وجہ ایک یہ بھی ہو سکتی ہے کہ تھبزیوں کو اپنے آخری مفاد کا لحاظ تھا اسلیئے وہ یہ چاہتے تھے کہ پلاٹیہ والے بغیر یلغار کیئے ہوئے ہتھیار ڈال دیں۔ دوسرے ہمیں یہ بھی معلوم ہونا چاہیئے کہ یونانیوں کو عموماً اور پیلو پونیزیوں کو خصوصاً انسان کی زندگی کی بہت قدر تھی۔ وہ میدان جنگ میں لڑنے میں کچھ حرج نہیں سمجھتے تھے اسلیئے

پلاٹیہ کی تسخیر سے تھبزیوں کو بہت اطمینان ہوا۔ مگر چونکہ ایتھنز نے اس کی حفاظت کا خیال پہلے ہی سے چھوڑ دیا تھا اس لیے اس کے دشمنوں کو اس تسخیر سے کوئی سیاسی مفاد حاصل نہیں ہوا+ ابتدا سے ہی اس کی خواہش تھی کہ اپنے دشمنوں سے سمندر ہی پر نبرد آزما ہو اور اس مقصد کے واسطے مشرق کی نسبت مغرب کا میدان بہتر تھا+ آخر کار دونوں فریقوں میں جزیرۂ کورکائرا آکر تصادم ہوا اور یہاں جو واقعات پیش آئے وہ نہایت درجہ جاں فگار ہیں+ کورنتھیوں نے ان کورکائریوں کو جو پچھلی لڑائی میں گرفتار ہوئے تھے رہا کر دیا تھا۔ جب یہ واپس گھر پہنچے تو انھوں نے یہ کوشش کی کہ کسی نہ کسی طرح جزیرے کو ایتھنزی لیگ سے علحدہ کریں۔ اور مجلس میں داخل ہو کر قریب ساٹھ عمومیوں کو جن میں سے ایک ایتھنزی پروکسی نوس بھی تھا تہ تیغ کر دیا اور کورکائرا کی غیر جانبداری کا اعلان کر دیا۔ ۴۲۷ مگر عموم نے اپنی شکست تسلیم نہیں کی اور اکروپولس اور بندرگاہ ہی لایا پر قبضہ کر لیا۔ اس کے جواب میں اشراف چوک کے تمام مکانوں پر قابض ہو گئے اور اس محدود مقام پر نہایت زور و شور سے خانہ جنگی جاری رہی+ جب غلاموں نے بھی عموم ہی کا ساتھ دینا شروع کیا تو اشراف نے مکانوں میں آگ لگا دی+ عین اس موقع پر ایتھنزی نکوستراتوس بارہ جہازوں کا بیڑا لیکر کورکائرا پہنچا اور نہ صرف دونوں گروہوں میں صلح کرا دی بلکہ کورکائرا کو دوبارہ ایتھنزی لیگ میں شامل کر لیا+ مگر اشراف کو اس امر پر اس قدر کم اطمینان تھا کہ ان میں سے چار سو ہیرائیوم بھاگ گئے اور وہاں سے قریب ہی کے ایک چھوٹے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) کہ اس میں بہادری سے کام لیا جاتا تھا۔ مگر یہ انھیں بالکل بیکار اور بے ضرورت معلوم ہوتا تھا کہ دشمن کی فصیل پر چڑھ کر سینکڑوں جانیں بھینٹ چڑھائیں خاصکر جب وہ ہی نتیجہ محض محصورہ فوج کو بھوکا مارنے سے اور بغیر اس کے کہ فریق کا ایک آدمی بھی ضائع ہو حاصل ہو سکتا تھا+

پلاٹیہ اور ایتھنز کے باہمی تعلقات کے مطالعے کے لیئے جانتو کا مضمون "مطالعات وانتا" جلد ۲ میں دیکھا جائے+

سے جزیرے میں چلے گئے + اب الکیداس اور براسی داس ایک
پیلوپونیزی بیڑا لے کر کورکائرا پہنچے اور ایک بحری معرکے میں تیرہ
کورکائری جہاز گرفتار کر لیے۔ مگر انھیں شہر کورکائرا پر حملہ کرنے کی جرات
نہ ہوئی بلکہ محض راس لیوکمنے پر اتر کر قریب کی اراضی تباہ و ویران کرنے پر
قناعت کی + اب اتھنزی امیر البحر یوریمیدون ساٹھ اتھنزی جہازوں کو
لے کر میدان کارزار میں پہنچا۔ اس کی آمد کی خبر سنتے ہی اسپارٹی فوج میں اس
درجے سراسیمگی پھیلی کہ بجائے لیوکاس کا دور کرنے کے انھوں نے اپنے سے طبقہ
جہاز اس خاکنائے کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک گھسیٹے۔ جو
لیوکاس کو براعظم سے ملاتی تھی + اب عموم کورکائرا کو موقع ملا اور اپنے دشمنوں
پر ٹوٹ پڑے۔ بعض تو فوراً قتل کر دیے گئے۔ بچاس کو ہیرائیوم سے کورکائرا
کشاں کشاں آنا پڑا اور یہاں آکر ان پر باضابطہ سزائے موت کا حکم سنایا گیا۔
اور جب ان اشراف نے جو ہیرائیوم رہ گئے تھے اپنے ساتھیوں کی قسمت
کا حال سنا تو بجائے اس کے کہ وہ جلاد کے وار کا انتظار کریں انھوں نے
اپنے ہی ہاتھوں اپنا کام تمام کر لیا + خاص کورکائرا میں یوریمیدون اور
باقی اتھنزیوں کے روبرو متواتر سات روز تک مرفہ الحال کورکائریوں کا قتل عام
ہوتا رہا۔ اور خود طوسی دیدش کا بیان ہے کہ اس کا اصل باعث یہ ہی نہیں تھا
کہ فریقین میں سیاسی اختلاف تھا بلکہ خانگی نفرت اور ذاتی مفاد بھی مدنظر تھے اور ۸ ۵ ۳
در اصل بجائے سیاسی اصولوں کے یہ ہی اس ظلم اور سفاکی کا موجب تھے جو
کورکائرا میں روا رکھی گئی۔ جو لوگ ملتجیان رحم تھے وہ مندروں اور بتکدوں
سے کشاں کشاں باہر نکالے گئے اور انھیں وہیں قتل کر دیا گیا۔ بعض مندروں
کے اندر ہی ملک عدم پہنچائے گئے اور بعض کو دیونی سیوس کے بتخانے
میں چن دیا گیا۔ سفاکی اس حد کو پہنچی کہ باپوں نے اپنے لڑکوں تک کو اپنے ہاتھوں
قتل کر دیا + مغلوب فریق کے پانچ سو افراد ارض براعظم چلے گئے اور وہاں سے
وقتاً فوقتاً کورکائرا پر چھاپے مارتے رہے اور پھر جزیرے میں آکر
کوہ استونے پر اتر کر اس مقام کو خندقیں وغیرہ کھود کر مستحکم کر لیا۔

ان کا حال آیندہ بیان کیا جائے گا[۵]۔

۵۔ کورکائرا کے واقعات پر میو' لراشتہ یونگ نے اپنے مضمون "تنازعات کورکائرا کے متعلق طوسی دیدش کا بیان" ("تجریدۂ لسانیات" جلد ۳۳ صفحہ ۱۰۵ تا ۱۲۸) میں بحث کی ہے۔ اس کے نزدیک طوسی دیدش کے بیان میں اس قدر ناممکن الوقوع حالات ہیں کہ ممکن ہے کہ سب کا سب مورخ کا خود ساختہ ہو۔ اس میں شبہ نہیں کہ طوسی دیدش کی تاریخ میں بعض تفصیلی واقعات ایسے ہیں جو خلاف قیاس ہیں مگر ہر شخص جانتا ہے کہ بعض واقعات ایسے بھی ہوتے ہیں جن میں انسان کا فہم و ادراک کچھ کام نہیں دیتا۔ اور بالآخر ہر شخص مختار ہے کہ جتنا چاہے طوسی دیدش کا اعتبار کرے۔ ممکن ہے کہ طوسی دیدش نے مبالغے سے کام لیا ہو۔ مگر اس کا کوئی ثبوت نہیں کہ اس کے بیانات سر سے پاؤں تک افترا اور کذب سے بھرے ہوئے ہیں۔ کم سے کم بنیادی واقعات کیلئے وہ اس قدر قابل وثوق ہے کہ اس کا یقین نہیں آتا کہ کوئی شخص بھی اسے از سرتا پا جھوٹا ثابت کر سکے۔ اس کے علاوہ اگر میو' لراشتر یونگ کا قول درست ہے تو ہمیں طوسی دیدش میں مختلف واقعات تفصیل وار ملنے چاہئیں۔ مگر ہم اس جستجو میں مایوس ہو جاتے ہیں اور موقعۂ زیر بحث میں بھی ہمیں اس کے تصانیف میں کہیں تفصیل نہیں ملتی۔ وہ (۲، ۸۲، ۸۳) کہتا ہے کہ جنگ میں فوجی تادیب کا خیال باقی نہیں رہا تھا اور لوگوں کے اخلاق خراب ہو گئے تھے۔ اگر وہ تفصیلی واقعات کا شائق ہوتا تو وہ اس اصول کی مثالیں دیکر اسے پایۂ ثبوت کو پہنچانے کی کوشش کرتا۔ مگر جو واقعات وہ بیان کرتا ہے ان کا محض عام الفاظ اور فقرات میں اعادہ کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ جنگ پیلوپونیز کی وجہ سے اخلاق میں سقم پیدا ہو گیا تھا۔ اور یہی آج کل کے مورخوں کی رائے ہے۔ مگر یونانیوں کی عادت میں جنگ میں بے رحمی داخل تھی اور اس کی مثال ہمیں اس قتل عام سے ملتی ہے جو (ق سنہ ۶۳۲ ق م میں) کیلون کے ساتھیوں کا کیا گیا تھا (ہیروڈوٹس ۶، ۹۱) اور ان میں جو کچھ بھی نئی خامیاں (مثلاً برائی کی پردہ پوشی) پیدا ہو چلی تھیں وہ در اصل کج بحثی کی عادت اور علم البیان کی ترویج کا نتیجہ تھیں اور انکا جنگ سے کوئی براہ راست تعلق نہ تھا۔ خود طوسی دیدش باب ۸۲ اور ۸۳ میں محض غیر ارادی طور پر لفاظی کا مرتکب ہو جاتا ہے۔ اور جب اُس نے ۳، ۱۱۳ میں (اوو مینے کے معرکے کے بیان میں) یہ لکھا کہ وہ تعداد کا تعین محض اس لیئے نہیں کرے گا کہ اگر اس نے تعداد بتائی تو بھی اس کی بات کا یقین نہیں کیا جائے گا اس وقت بھی وہ لفاظی ہی لفاظی کر رہا تھا۔ جو شخص

ایتھنز نے **کورکائرا** میں اپنی سیادت قائم کرنے کے بعد جزیرۂ **سسلی** کے معاملات میں مداخلت شروع کی + اس جانب سب سے اہم امر متنازعہ فیہ یہ تھا کہ آبنائے **مسانا** پر کس کا قبضہ ہو۔ اس لیئے کہ اگر ایتھنز ی مغربی سمندروں میں اپنی تسلط و تفوق کے قیام کی خواستگار تھے تو اس آبنائے پر قبضہ کرنا ان کیلئے نہایت ضروری اور لابدی تھا۔ مگر یہاں اس کا بیان نہیں کیا جا سکتا اور اسے اس وقت کے لیئے ملتوی کیا جاتا ہے جب ہم آئندہ باب میں سسلی کے معرکوں کا مفصل ذکر کریں گے + یہاں ان کامیابیوں کا حال بیان کرنا مناسب ہے جو اس وقت ہوئیں جب ان کے جہاز مغرب کی طرف جا رہے تھے۔ اور اس کے بعد ان واقعات کا اعادہ کیا جائے گا جو سسلی کی دوسری اور بڑی مہم کے دوران میں پیش آئے + ایتھنز میں طاعون کو آئے ہوئے دو برس گزر چکے تھے کچھ دنوں کے لیئے اس کا زور و شور ذرا کم ہو گیا تھا۔ مگر اب پھر وہ ویسی ہی تیزی سے نمودار ہوا۔ اُدھر جب **پیلوپونیزی** **اٹیکا** پر حملہ کرنے کی غرض سے خاکنائے **کورنتھ** پہنچے تو انھیں خبر ملی کہ خود **اسپارٹا** ایک نہایت شدید زلزلے میں تباہ ہوا ہے اور یہ خبر سنتے ہی انھوں نے اپنا ارادہ فسخ کر دیا۔ غرض یہ ہے کہ اسی لیئے جنگ کے چھٹے سال یعنی ۴۲۶ھ ق م میں **اٹیکا** پر کوئی حملہ نہیں ہوا؛

جب سسلی کی مہم برسر راہ تھی تو ایتھنز اس کے علاوہ دوسرے میدانوں میں بھی قسمت آزمائی کر رہا تھا۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ گو ایتھنز میں طاعون پھیلا ہوا تھا مگر جنگ سے اسے معتدبہ نقصان نہیں پہنچا تھا اور یہ **فارقلیس** کی حکمت عملی میں کامیابی کا ایک بڑا ثبوت ہے + **ویموس تھنیس** نے تیس جہاز لے کر **پیلوپونیز** کا دورہ کیا اور **نکیاس** جو اب جنگ کے معاملات میں مملکت ایتھنز کا ایک ممتاز رہبر ہو گیا تھا ساٹھ جہاز لے کر جزیرۂ **میلوس** اس غرض سے گیا کہ اسے ایتھنزی لیگ میں شامل ہونے پر مجبور کرے۔ مگر اسے اس مقصد کے حصول میں کامیابی نہیں

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ غیر معمولی تحیر آمیز واقعات کے اعادے سے اس درجہ خائف ہو وہ ہرگز ان کے اختراع پر قادر نہیں ہو سکتا خواہ وہ محض تقریروں کی اختراع کی کتنی ہی قابلیت کیوں نہ رکھتا ہو۔

۴۵۹

ہوئی اور اب وہ وہاں سے اور واپس چلا تاکہ اس فوج کے ساتھ مل کر جو ایتھنز سے
براہ راست آرہی تھی تناگرا پر حملہ کرے۔ یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ ایتھنزیوں کا اصل مقصد
کیا تھا۔ کیا انھوں نے تناگرا پر قبضہ رکھنا پلاٹیہ کے قبضے سے آسان سمجھ لیا تھا؟
یہاں بھی گو نکیاس کو میدان جنگ میں کامیابی ہوئی مگر وہ شہر پر قابض نہ ہوسکا۔
اس کے برعکس اسپارٹا نے یہ کوشش کی کہ مشرقی میدان جنگ میں چند مقامات
پر قابض ہوجائے جس سے اسے ایتھنز کے مقابلے میں فضیلت حاصل ہوجائے۔ شمال
میں تراخینی مالس اور دورس کے باشندوں اور ایتیون میں باہم کشیدگی تھی
اس لیے مالسیون اور دوریون نے اسپارٹا سے مدد مانگی جس کے جواب میں
اسپارٹیوں نے مالس کے حدود کے اندر ایک نوآبادی قائم کی۔ اور چونکہ ہرقلیس کا
انتقال اسی نواح میں ہوا تھا اس لیے اس نوآبادی کا نام ہرقلیہ رکھا۔ اس نئے مرکز
سے اسپارٹیوں کی بڑی بڑی امیدیں وابستہ تھیں وہ چاہتے تھے کہ یہاں سے تھسلی اور
تھریس کو راستہ نکل آئے اور ساتھ ہی یوبیہ پر حملہ ہوسکے۔ مگر ظاہر ہے کہ اگر یہاں
سے یوبیہ پر آسانی سے حملہ ہوسکتا تو بیوتیون نے کبھی کا کر دیا ہوتا۔ ہرقلیہ کی
نوآبادی زیادہ دن تک مرفہ الحال نہیں رہی اس لیے کہ ہر بات میں تھسالویوں نے
رخنہ ڈالنا چاہا اور دوسری طرف اسپارٹی سپہ سالاروں نے بھی اپنے طرز عمل کو کامیاب
بنانے میں کسی قابلیت کا اظہار نہیں کیا۔

پیلوپونیز کا دورہ کرنے کے بعد دیموس تھینس نے لیوکاس پر قبضہ
کرلیا۔ اس نواح میں ایتولیہ اور نئوپاکتوس میں ہمیشہ رنجش رہتی تھی اور چونکہ
ایتولوی نئوپاکتیوں کو دق کیا کرتے تھے اس لیے ایتھنز کی دست اندازی لازمی
تھی اور خود نئوپاکتیوں کا خیال تھا کہ چونکہ ایتولوی قلعہ بند شہروں میں رہنے کے
عادی نہیں ہیں اور تمام ایتولیہ میں پھیلے ہوئے ہیں اس لیے ان پر غلبہ حاصل کرنا
کوئی آسان کام نہیں۔ اس مہم کو خود دیموس تھینس ایک بڑی مہم کا پیش خیمہ
سمجھے ہوئے تھا۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ وہ ایتولیہ کو مغلوب کر کے وہاں سے
لوکرس اوزولس ہوکر دورس پر یک بیک حملہ آور ہو اور کوہ پارناسوس
کو دائیں جانب چھوڑ کر ایتھنز کے حلیف فوکسیوں سے مل جائے اور مغرب کی جانب سے

بیو تیہ پر حملہ کر کے اسے فتح کرنے کے بعد بصد تزک واحتشام ایتھنز میں ایک فاتحانہ حیثیت سے داخل ہو + اس کی اولوالعزمی میں کسی کو کلام نہیں ہو سکتا اور جو حالت اس نواح کی سیاسی گروہ بندی کی تھی اس کے لحاظ سے یہ منصوبہ کچھ ناممکن العمل بھی نہ تھا۔ عام طور سے یونان میں تو یہ قاعدہ تھا کہ ہمسایہ ریاستیں ایک دوسرے کی مخالفت پر کمر بستہ رہتی تھیں اور شمالی یونان میں تو یہ ایک کلیہ ہو گیا تھا۔ مثلاً امبریسیہ اسپارٹا کا اور اکارنانیہ اور آرگوس امفی لوکی کم ایتھنز کا جانب دار تھا۔ ایتولیہ اسپارٹا کے اور لوکرس اوزولس ایتھنز کے ساتھ تھا۔ دورس اسپارٹا کا حلیف تھا اور سوائے ولیئی کے باقی تمام فوکس عام طور پر ایتھنز کا ساتھ دیا کرتا تھا۔ الس اسپارٹا کا اور ایتھا ایتھنز کا ہم آواز تھا اور اس سے ہم خوب واقف ہیں کہ بیوتیہ اور ایتھنز کے تعلقات ہرگز دوستانہ نہ تھے + بدیں وجوہ اگر کوئی ایتھنزی فوج اس ملک میں ہو کر گزرنے کا قصد کرے تو ہر مرتبہ چند روز کے کوچ کے بعد اسے دوستوں اور حلیفوں کا ملک مل جائیگا مگر بیوتیہ کی سرحد کو عبور کرنا آسان نہ تھا اس لیئے کہ وہاں کے ہوپلیت ڈیموس تھینیس کی فوج کا بہ آسانی مقابلہ کر سکتے تھے۔ لیکن اگر وہ اپنے عزم میں کامیاب ہوتا اور کسی نہ کسی طرح سے بیوتیہ کی سرحد تک پہنچ جاتا تو اس سے بیوتیہ کے اس فریق کا دل بڑھ جاتا جو ایتھنز کی دوستی کا دم بھرتا تھا۔ بہرحال ڈیموس تھینیس کو اس کا موقعہ ہی نہیں ملا کہ وہ بیوتیوں سے جنگ آزمائی کرے اور اس کے تمام منصوبے ابتدا ہی سے خاک میں مل گئے + اسنے تمام تنومند اقوام کے افراد کی طرح بہت جلد بازی کی۔ اسے چاہیئے تھا کہ وہ لوکرسیوں کا انتظار کرتا تاکہ ان کے ذریعے سے اسے مقامی حالات معلوم ہو جاتے مگر ان کے آنے سے پہلے ہی وہ آگے بڑھتے چلا گیا اور آخر کار ایتولیہ میں پہنچ گیا + جب وہ ائی گیتیوم آیا تو ایتولیہ والوں نے اس پر حملہ کر دیا اور چونکہ ان کی تعداد زائد تھی اور وہ ایک سطح مرتفع پر مقیم تھے اس لیئے ڈیموس تھینیس نہ آگے نہ بڑھ سکا بلکہ اسے ایک جنگل میں پناہ لینی پڑی۔ ایتولیوں نے اس میں بھی آگ لگا دی اور آخر کار اپنے پیچھے ایک سو بیس مُردے چھوڑ کر جہاں سے اس نے ابتدا میں پیشقدمی کی تھی وہاں ہی (یعنی لوکرس کے شہر اوئے نیوم) واپس چلا جانا پڑا۔ ظاہر ہے کہ اب اسے ایتھنز پہنچنے کی خواہش نہ تھی بلکہ وہ جہاں تھا وہیں رہا۔ اور اس سے

۳۶۰

ایتھنز کو صریح فائدہ ہوا۔ ایتولیوں نے سوچا کہ انھیں ایتھنزیوں پر غلبہ حاصل ہو گیا ہے۔ اور اس کا وقت آگیا ہے کہ مغربی یونان کی سیاسی بساط میں تبدیلی کر دی جائے لہذا وہ سپارٹا سے امداد کے خواہاں ہوئے + اسپارٹا نے اس کے جواب میں یوری لوخوس کو ایک فوج لے کر بھیجا جس میں نئے بلدیہ ہرقلیہ کے بھی پانچ سو سپاہی تھے۔ حلیفوں کا رخ مغرب کی طرف تھا اور ان کا جائے اتصال دیلفی قرار پایا + یوری لوخوس نے اوزولی لوکرسیوں کو حکم دیا کہ وہ اس کا ساتھ دیں اس کے جواب میں امفسائیوں اور چند بلدیات کے باشندوں نے اس کا ساتھ دیا اس لئے کہ لوکرس اوزولس فوکس کے قریب ہی تھا اور اس قاعدے کے مطابق جو یونان میں رائج تھا ان دونوں اضلاع میں ہمیشہ نقیض رہتی تھی۔ بعض بلدیات نے یرغمال بھی اس کے حوالے کئے جنھیں شہر کی تیتیوم بھیج دیا گیا + پیلوپونیزیوں کا خیال تھا کہ اگر وہ نئوپاکتوس پر قابض ہو جائیں گے تو اس سے انھیں دیموس تھینس کی کارروائیوں کا گویا انتقام مل جائے گا۔ اسی وجہ سے وہ اور اس کے حلیف نئوپاکتوس کی طرف چلے + اگر دیموس تھینس اکارنانیوں سے مدد کا طالب نہ ہوتا اور وہ مدد نہ دیتے تو اس میں شبہ نہیں کہ پیلوپونیزی نئوپاکتوس پر قبضہ کر لیتے + اب امبراسیوں کی باری آئی اور یوری لوخوس سے امفی لوکی آرگوس کے خلاف مدد کے خواستگار ہوئے۔ اور اس مہم کی تیاری کرنے کی غرض سے یوری لوخوس پروسکیوم (ایتولیہ) کی طرف چل دیا + امبراسیوں نے معرکے کی اس طرح ابتدا کی کہ آرگوس کے ملک پر

۴۲۶

ع۹۔ اُرنخ: "امفی لوکی آرگوس کا میدان"۔ ہامبرگ ۱۸۶۳ء

اسی دوران میں ایتھنزیوں نے ایک نہایت اہم مذہبی کارگذاری انجام دی۔ اور وہ یہ کہ جزیرۂ دیلوس کو تمام مردہ نعشوں سے پاک و صاف کر دیا اور یہ قاعدہ مقرر کر دیا کہ آیندہ اس جزیرے میں نہ تو کوئی بچہ پیدا ہو اور نہ اس کی مٹی میں کوئی مردہ دفن کیا جائے (طوسی دیدش ۳، ۱۰۴) + ۴۲۶ قم میں ایتھنزیوں نے یہ طے کیا کہ اگر جزیرے سے تمام باشندے خارج کر دیئے جائیں تو پھر کوئی خطرہ باقی نہ رہے گا اس لئے انھوں نے تمام دیلوسی اور امیتیوم منتقل کر دیئے (طوسی دیدش ۵، ۱) + مگر آیندہ سال (یعنی ۴۲۱ قم میں) وہ سب پھر

حملہ کرکے اولپائے پر جو سمندر کے قریب ہی تھا قبضہ کرلیا جس کے جواب میں امفی لوکیوں
نے دیموس تھینیس سے مدد چاہی اور استدعا کی کہ بیس ایتھنزی جہاز جو پیلو پونیزی سمندر
میں اس وقت موجود تھے اس کی مدد کریں۔ اور دوسری طرف امبریسیوں نے یوری لوخوس
سے امداد کی التجا کی جس پر وہ فوراً پروسکیوم سے چل دیا اور دریائے آخے لوئس کے مغرب
میں اکارنانیہ ہو کر شمال کی طرف کوچ کیا اور آخرکار امبریسیوں سے اولپائے جا ملا۔
یہاں اس کے اور دیموس تھینیس کے درمیان معرکہ آرائی ہوئی جس میں نہ صرف ایتھنزیوں
کو بدرجۂ اتم فتح ہوئی بلکہ خود یوری لوخوس بھی لڑائی میں کام آیا اور مغلوب فوج اولپائے
میں محصور ہو گئی۔ یوری لوخوس کی جگہ مینے دایوس اسپارٹی سپہ سالار مقرر ہوا اور اس
نے آتے ہی اس کا اندازہ کرلیا کہ اولپائے میں ایتھنزیوں کے حملے کی مدافعت نہیں
کی جا سکتی اور کچھ دیر نہیں گزرتی کہ سمندر کی طرف سے بھی ایتھنزی اس کی ناکہ بندی کرلینگے
اس نے خیال کیا کہ اسپارٹا اور مین تی نیہ کے باشندوں کی زندگی نہایت قیمتی ہے اور
ان کا یہ انجام نہ ہونا چاہیئے کہ وہ یونان سے باہر نیم یونانیوں کے ہاتھوں قتل ہوں۔
اس لیئے اس نے دیموس تھینیس سے گفت و شنود شروع کردی اور اس کا وہی نتیجہ ہوا
جس کی اُسے خواہش تھی۔ اسپارٹا اور مین تی نیہ کے سپاہی امبریسیوں کو دھوکہ دے کر
اور یہ کہکر کہ وہ سامان رسد اور لکڑیاں لیئے جاتے ہیں اولپائے سے نکل کھڑے ہوئے
صرف چند اجیر سپاہی جن کا وطن ایائرس تھا شہر میں رہ گئے مگر ظاہر ہے کہ اسپارٹیوں
کے مقابلے میں وہ کسی مصرف کے نہ تھے۔ امبریسیوں نے اب اس چال کا مطلب سمجھ
لیا اور خود بھی شہر چھوڑنا چاہا مگر انھیں اکارنانیوں نے جانے نہ دیا اور دونوں میں نہایت
شدت کے ساتھ دست بدست لڑائی ہوئی جس میں غلطی سے بہت سے پیلوپونیزی بھی
کام آئے مگر اکثر دوسری اجیر سپاہی بچ گئے اور امبریسیوں میں سے جو بھاگ سکے وہ

بقیہ حاشیہ صفحۂ گذشتہ۔ واپس بلا لیئے گئے (طوسی دیدش ۵، ۱۷) گروتوس (تاریخ یونان" ۲
(۶، ۱۰، ۵) لکھتا ہے کہ دلیریوں کے جلا وطن کرنے میں اس سیاسی گروہ نے جو متقی اور پرہیزگار نکیاس کے
مخالف تھا گویا منھ چڑایا کیونکہ یہ نزدیک ۴۲۲ ق م کی قرارداد کا قدرتی نتیجہ تھا اور یہ بعید از قیاس نہیں کہ
نکیاس کے مذہب کی خاطر انتہائی کارروائیاں کی ہوں گی۔

اگرائے کی اراضی میں چلے گئے۔ اب امبریسیہ والوں کے لیے امبریسیہ سے کمک آگئی
اس نواح میں دو چھوٹی چھوٹی پہاڑیاں تھیں اور دونوں کا نام ازدمینے تھا۔ ان
میں سے ایک پر دیموس تھینیس قابض ہوگیا اور دوسری کو امبریسیوں نے اپنا مرکز
بنالیا۔ دیموس تھینیس فوجی چالوں کا بڑا استاد تھا اور اس نے علی الصباح چند مسینیوں
کو امبریسیوں کی طرف روانہ کیا اور چونکہ مسینی دوریانی زبان بولتے تھے اسلیے
امبریسیوں نے انھیں حلیف پیلوپونیزی سمجھا اور اپنے فوجی پڑاؤ میں آنے دیا۔ اب
دونوں میں دست بہ دست لڑائی ہوئی اور اس میں امبریسیوں کو سخت شکست
ہوئی اور چند ہی امبریسی ایسے تھے جو میدان جنگ سے بھاگ کر امبریسیہ پہنچ سکے۔
دوسرے ہی دن ان امبریسیوں نے جنھیں اولپائے میں شکست ہوئی تھی اور
جو اگرائے بھاگ گئے تھے ایک ہرکارہ بھیجا اور معمول کے مطابق دیموس تھینیس
سے استدعا کی کہ وہ مردے اٹھالینے کی اجازت دیدے۔ اس کے جواب میں
اتھنزیوں نے اسے وہ مردے دکھلائے جو ادومینے کے معرکے میں کام آئے
تھے۔ امبریسی ہرکارہ مردوں کی یہ تعداد دیکھ کر نہایت متعجب ہوا اور جب اس سے
یہ پوچھا گیا کہ اس کے خیال میں اولپائے میں کتنے سپاہی کام آئے ہوں گے تو
اس کے جواب میں اس نے دوسو کی تعداد بتائی۔ اور جب اسے معلوم ہوا کہ جو کٹے
ہوئے اعضا وہاں پڑے ہیں وہ ایک ہزار سے زیادہ سپاہیوں کے ہیں تو اس نے
ان سے بے تعلقی کا اظہار کیا اور کہا کہ ہم سے تم سے ایک روز پیشتر کوئی لڑائی نہیں ہوئی
مگر جب اتھنزیوں نے اس سے کہا کہ یہ لوگ امبریسیہ سے آئے تھے اور ہم سے جنگ آزما
ہوئے تھے اس وقت اس ہرکارے کو حقیقت حال معلوم ہوئی کہ جو کمک امبریسیہ
سے آئی تھی وہ بھی کام آگئی۔ اس نے یہ سنتے ہی ایک چیخ ماری اور گھبرا کر واپس اپنے گھر
کا راستہ لیا۔ طوسی دیدیس ان مردوں کی تعداد کا جو ادومینے کے معرکے میں کام
آئے تھے محض اس وجہ سے ذکر نہیں کرتا کہ اس کا بیان قابل یقین نہ سمجھا جائے گا
اور یہ ایک مورخ کی زبان سے نہایت عجیب بات معلوم ہوتی ہے۔ بہرحال اندازہ لگایا
گیا ہے کہ انکی تعداد قریب چھ ہزار کے ہوگی[1]۔

۳۶۳

[1] اس نظریے کے خلاف بیلوخ کی کتاب "آبادی دنیائے یونان" صفحہ ۱۹۳ دیکھنی چاہیے۔

اب امبریسیہ کی تسخیر بہ آسانی ہو سکتی تھی۔ لیکن اگر امبریسیہ فتح ہو جاتا تو ایتھنزی اس شہر میں ایک محافظ دستہ ضرور رکھتے۔ اور اس کے برعکس اکارنانی ہرگز نہ چاہتے تھے کہ اس نواح میں ایتھنز کی قوت اور اس کے اقتدار میں مزید اضافہ ہو۔ ان اسباب کی بناء پر امبریسیہ اور اکارنانیہ میں صلح ہو گئی۔ اور اگر ہم اس کا لحاظ کریں کہ امبریسیوں کو پچھلی لڑائی میں بہت بڑی ہزیمت اٹھانی پڑی تھی تو پھر یہ کہنا خلاف واقعہ نہ ہو گا کہ اس صلحنامے کی رو سے انھیں زیادہ نقصان کا بار نہیں اٹھانا پڑا + امبریسیہ حسب معمول خود مختار رہا۔ مگر اسے آیندہ کے لیئے اکارنانیوں سے معاہدہ کرنا پڑا کہ اگر وہ اناکتوریوم پر حملہ آور ہوں تو امبریسیہ کم سے کم غیر جانب دار رہے۔ اصلیت یہ تھی کہ اکارنانیوں کے ملک سے امبریسیہ کافی فاصلے پر تھا اور اس کی انھیں زیادہ پروا نہ تھی درآنحالیکہ اناکتوریوم خود ان کے ہی ملک کا ایک جزو تھا اور وہ اس پر کبھی نہ کبھی قبضہ کرنا چاہتے تھے + جب صورت حال یہ تھی کہ ہر فرد اپنے ہی مفاد کا خیال رکھتا تھا اور ایتھنز کے حلیفوں کی گویا تنہا خواہش یہ تھی کہ اس کی مدد سے وہ اپنے دشمنوں کو نیچا دکھائیں مگر اس کے اقتدار کو ایک خاص حد سے متجاوز نہ ہونے دیں تو ظاہر ہے کہ اتحاد یونان کے خواب کی تعبیر کا وقت ابھی دور تھا +

آیندہ سال ۴۲۵ق م میں پیلوپونیزیوں نے پھر اٹیکا پر حملہ کیا۔ مگر وہ اس ملک میں زیادہ نہیں ٹھہر سکے اس لیئے کہ خود پیلوپونیز میں ایسے واقعات پیش آئے جن سے یہ نہایت متردد ہوئے اور انھیں بہت جلد واپس ہونا پڑا + ایتھنز سسلی میں برسرپیکار تھا اور یوریمدون اور سوفوکلیس چالیس جہاز لے کر اسی طرف چلا اس بیڑے میں خود دیموس تھینیس بھی موجود تھا جو اولیاٹے کی فتح کے بعد ایتھنز واپس آگیا تھا۔ اور گو وہ سسلی کی طرف محض خانگی حیثیت سے جا رہا تھا مگر ایتھنزیوں نے اسے یہ اجازت دی کہ اگر اس کا جی چاہے اور وہ مناسب سمجھے تو اس بیڑے کو ساحل پیلوپونیز پر حسب دلخواہ استعمال کرے۔ ظاہر ہے کہ اس میں بہت سی دشواریاں تھیں۔ ایک اہم مسئلہ تو یہ تھا کہ اس کے مختلف امیرالبحروں سے کس قسم کے تعلقات ہوں گے اور دوسرے دشمن کی قوت کا اندازہ کرنا بھی کچھ معمولی بات نہ تھی + دیموس تھینیس نے اس مہم کا پیش نامہ پیشتر ہی سے تیار کر لیا تھا مگر اس کی کامیابی

یا ناکامی کا انحصار اس پیش نامے کی رازداری پر تھا تاکہ اس کا منصوبہ یکایک پورا ہوجائے۔ دیموستھینس کا تو اصل مقصد یہ تھا کہ وہ پیلوس پر قبضہ کرلے[۱۱] + مگر مشکل یہ تھی ۳۶۴

[۱۱] اس میں کوئی شبہ نہیں کہ طوسی دیدش نے پیلوس کی تسخیر کا حال صحت سے بیان کیا ہے۔ مگر یہاں مناسب ہے کہ ہم اپنے چند خیالات کا بھی اظہار کریں جس سے اشخاص متعلقہ کے خصائص کا اندازہ ہوسکے اس مہم کا پیش نامہ دیموستھینس نے ہی تیار کیا ہوگا اور اس کے بعد کلیون نے اپنے ذمے یہ کام لیا ہوگا کہ وہ اسے سیاسی اعتبار سے کامیاب بنائے + ظاہر ہے کہ اس مہم کو صرف ایسی صورت میں کامیابی حاصل ہوسکتی تھی جب اسے بدرجۂ اتم صیغۂ راز میں رکھا جائے۔ یہانتک کہ جب ایتھنزی پیلوس پہنچ جائیں اس وقت بھی ان کے افعال سے یہ ظاہر نہ ہوکہ انھیں اس مقام پر قبضہ کرنیکی خواہش ہے۔ ورنہ جب وہ اپنے قلعے تیار کرنے کی فکر میں تھے اسی وقت ممکن تھا کہ اسپارٹی حملہ کردیتے اور انھیں شکست دیدیتے + بالکل ایسے ہی کلیون کے طرز عمل پر غور کیجئے۔ اگر وہ چال نہ چلتا تو غالباً پیلوس روانہ نہ کیا جاتا۔ نکیاس کبھی جزیرے پر قابض نہیں ہوسکتا تھا۔ اور اگر ایتھنزی کامیابی کے خواہاں تھے تو اس کی صرف ایک ہی صورت تھی کہ کلیون سپہ سالاری کے فرائض انجام دے۔ لیکن اگر انکی اس خواہش کا اعلان ہوجاتا تو اس کی کامیابی ناممکن تھی۔ اس لیئے اس نے یہ ظاہر کیا کہ وہ محض لوگوں کے کہنے سے جارہا ہے اسی طرح اسپارٹیوں کی یہ تحریک کہ تحقیقات دعاوی کے لیئے ایک جماعت مقرر کی جائے دراصل ان کے دشمنوں کے لیئے ایک چال تھی اور حال ہی میں روسی افغانی سرحد کے معاملے میں جو تحقیقاتی مجلس مقرر ہوئی تھی اس کی کارروائیوں سے ایسی مجالس کا نتیجہ معلوم ہوتا ہے + اسپارٹیوں کا مقصد یہ تھا کہ جملہ معاملات موسم سرما تک کے لیئے ملتوی ہوجائیں اور اس کیلیئے مجلس تحقیقات کی ترکیب نہایت عمدہ تھی + ان کی اصلی خواہش یہ تھی کہ کوئی بات طے نہو۔ اور اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ جب اسفاکتیریہ کا لشکر گرفتار رہا ہے اس وقت بھی انھوں نے صلح کی گفت وشنود انہاک کے ساتھ نہیں شروع کی +

اس میں شبہ نہیں کہ نکیاس نے اپنا فرض منصبی ادا کرنے میں کوتاہی کی۔ ممکن تھا کہ جیسے ارسطیدش نے پسی تالیہ میں ایرانیوں کا کام تمام کیا تھا ایسے ہی نکیاس ان سپاہیوں کو قتل کردیتا جو اسفاکتیریہ میں گرفتار ہوئے تھے مگر نکیاس مستقل مزاج نہ تھا اور اس سے کچھ نہ ہوسکا

دونوں میں سے ایک امیرالبحر بھی اس کی رائے سے متفق نہ تھا مگر اتفاقاً اتھنزی بیڑے کو طوفان نے آگھیرا اور اسے مجبوراً پیلوس کی بندرگاہ میں پناہ لینی پڑی۔ ڈیموستھینس نے اپنے ساتھیوں کو پھر سمجھایا کہ اس بندرگاہ کا خوب اچھی طرح سے استحکام کرلینا چاہیے مگر اس کا جواب اسے یہ ملا کہ ساحل پیلوپونیز پر ایسے بہت سے مقامات ہیں اور ظاہر ہے کہ ان سب پر قبضہ کرنا بالکل غیر ممکن ہے۔ انھوں نے پیلوس کے خصوصیات پر غور نہیں کیا کہ وہ دراصل ایک راس پر واقع ہے اور اس کی قلعہ بندی نہایت آسانی سے ہوسکتی ہے۔ اس کے علاوہ اس کے قریب ہی ایک قدرتی بندرگاہ ہے جسے اب خلیج ناوارینو کہتے ہیں اور چونکہ اس کے عین مقابل جزیرۂ اسفاکتیریہ ہے اس لیے یہ بندرگاہ بالکل محفوظ و مامون ہوگئی ہے۔ اس میں ایک اور خوبی بھی تھی اور وہ یہ کہ نسطور* کا مسکن

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ کلیون کم سے کم تنومند تو تھا۔ اتھنزیوں کا طریق کار کلیتہً استراتی گوئ کے انتخاب اور اس کی شخصیت پر منحصر تھا۔ اس معاملے کے متعلق گلبرٹ اور بیلوخ نے نہایت مدلل اور مفصل بحث کی ہے اور ناظرین کو ان ہی کی کتابیں پڑھنی چاہئیں۔

اس سلسلے میں یہ بھی ممکن ہے کہ طوسی دیدش کے بیان کی تفصیلی تنقید کی جائے اور اس کے چند حصوں کو خود ساختہ قرار دیا جائے۔ مثلاً کیا یہ قرین قیاس ہے کہ اسپارٹیوں کے پاس آہنی اوزار نہ تھے یا یہ کہ اسپارٹیوں نے چار سو ہوپ لیت جزیرۂ اسفاکتیریہ میں اتار دیے؟ آخر وہ کس مصرف کے تھے؟ پیلوس تو اس جزیرے سے کبھی تسخیر نہ ہوسکتا تھا اگر اسپارٹی ہی فتح مند ہوتے تو وہ بہ آسانی اتھنزیوں کو بغیر اس مہم کے گرفتار کرسکتے تھے اگر انھیں شکست ہوتی تو ان چار سو کا پتہ بھی نہ ملتا۔ پھر یہ کیسے ممکن تھا کہ اسپارٹیوں سے اس قدر بے وقوفانہ حرکت سرزد ہوئی؟ اس کے جواب میں ہم فوراً اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ جیسا کسی شخص نے خوب کہا ہے کہ پیلوس کی تفصیل طوسی دیدش نے اس لیے گھڑی تھی کہ وہ محاصرۂ پلاٹیہ کا گویا جواب ہوجائے اور تاکہ وہ دکھا سکے کہ کسی شہر کا محاصرہ کس طرح کرنا چاہیے۔

* نسطور جنگ ٹروئے کے زمانے میں پیلوس کے ایک بادشاہ کا نام تھا جس کی سیتیوں کے دل میں بہت وقعت تھی (مترجم)

ہونے کے سبب سے مسینیاؤں کے دل میں اس کی ایک خاص وقعت تھی۔ اس لیئے اگر اس کی قلعہ بندی ہوگئی تو وہ مسینیوں اور ہیلوتوں کے لیئے بمنزلہ جائے پناہ ہوجائے گا + طوسی دیدش کا بیان ہے کہ باوجود ان تمام باتوں کے ایتھنزی بیڑے میں ایک متنفس بھی ایسا نہ تھا جو دیموس تھنیس کا ساتھ دینے کے لیئے تیار رہوا اور اگر ایتھنزی ملاح اس کی بات ماننے کے لیئے تیار ہوگئے تو محض اس لیئے کہ وہ تھک کر پست پڑ گئے اور آرام لینا چاہتے تھے۔ اور چونکہ طوفان باد و باراں برابر جاری رہا اس لیئے انھیں پیلوس میں خلاف امید زیادہ قیام کرنا پڑا۔ انھیں وہاں کچھ کرنا تو تھا ہی نہیں یہ ہی شروع کر دیا کہ ویران ٹیلوں کی چوٹیوں کو حلقہ بند کریں اور جب اس کی ابتدا ہوگئی تو پھر یہ کام نہایت جوش و خروش سے جاری رکھا + چونکہ ایتھنزیوں کے پاس ایسے آہنی اوزار نہ تھے جن سے پتھر توڑے جا سکتے اس لیئے جیسے پتھر ملے ویسے ہی اٹھا لیئے اور انھیں اپنی کمروں پر رکھ کر ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنا شروع کیا۔ انھیں اس وجہ سے اور بھی آسانی ہوگئی کہ قدیم شہر کے چاروں طرف اونچے اونچے ٹیلے تھے اس لیئے اس کے اکثر حصے کو قلعہ بند کرنے کی چنداں ضرورت نہ تھی + اس وقت اسپارٹی افواج مسینیہ اور لقونیہ میں تھیں۔ اور گو انھیں اس کا علم ہوگیا کہ ایتھنزی پیلوس میں اتر گئے ہیں مگر انھوں نے اس طرف مطلق توجہ نہ کی اور کوئی فوری دفاعی تدبیر صرف اس وجہ سے نہیں سوچی کہ اس وقت وہ ایک مذہبی تہوار میں مصروف تھے۔ انھوں نے خیال کیا کہ کچھ عرصے کے لیئے سیاسیات کو بالائے طاق رکھ دینا بہتر ہے اور جب انھیں فرصت ہو گی تو بہ آسانی تمام وہ اس چھوٹے سے قلعے پر قبضہ کرلیں گے + ادھر ایتھنزیوں نے اپنا کام چھ روز میں ختم کرلیا اور پانچ جہاز دیموس تھینس کے سپرد کرکے باقی ماندہ بیڑے نے کورکائرا اور سسلی کا رخ کیا +

گو اسپارٹی مرکزی حکومت اور عہدہ داروں نے ان معاملات میں کسی قسم کی مداخلت نہیں کی مگر جو اسپارٹی فوج اٹیکا میں تھی وہ ان واقعات سے نہایت متردد ہوئی۔ انھیں اٹیکا آئے ہوئے صرف پندرہ روز ہی ہوئے تھے مگر جوں ہی انھوں نے پیلوس کے قبضے کی خبر سنی فوراً وہ دشمن کا ملک چھوڑ کر واپس چلدیئے تاکہ جتنی جلد ہوسکے ایتھنزیوں کو پیلو پونیز سے بھگا دیں + اس مقصد کی

تکمیل کے لیئے انھوں نے چاروں طرف سے مسلح سپاہی جمع کیئے اور شمال کیجانب سے سات جہازوں کا بیڑا ان کی مدد کے لیئے آگیا+ اس وقت یوریمدون جزیرۂ زاکنتھوس میں تھا جو پیلوس سے صرف ستر میل کے فاصلے پر واقع ہے (گویا اتنی ہی دور جیسے جنوا سے لوورنو) اور اب ڈیموس تھینیس نے اسے بلانے کے لیئے بسُرعت تمام ایک آدمی روانہ کیا+ اسپارٹیوں نے خلیج کے دونوں راستوں پر قبضہ کرلیا یعنی شمالی راستے پر جو پیلوس سے بالکل متصل تھا اور جنوبی راستے پر جو شمالی راستے سے زیادہ وسیع تھا اور ساتھ ہی چار سو بیس ہوپ لیت اور ان کے ساتھ چند ہیلوت قریب کے جزیرۂ اسفاکتیریا پر اتار دیئے جو دونوں آبناؤں کے درمیان میں واقع تھا۔ اپنے اس کارنمایاں سے اسپارٹی نہایت خوش ہوئے اس لیئے کہ جو شخص بھی آنا چاہتا تو وہ یا تو قدرتی بندرگاہ میں لنگرانداز ہوتا یا جزیرے پر اور انھیں یہ خیال ہوا کہ اگر اتھنزیوں نے آنا چاہا تو انھیں فوج اتارنے میں نہایت دقت کا سامنا کرنا پڑیگا مگر انھیں یہ گمان بھی نہ ہوا کہ اتھنزیوں کے لیئے سب سے زیادہ آسانی اس میں ہوگی کہ اسپارٹی بیڑے پر باضابطہ حملہ کریں اور اسے شکست دیں۔ جب ڈیموس تھینیس نے دیکھا کہ اسپارٹی پیلوس کو یلغار کرکے لینا چاہتے ہیں تو اس نے ان سپاہیوں کو جن کے اسلحہ نسبتہً خراب تھے اس کنارے پر کھڑا کیا جو یونانی ساحل کے مقابل تھا اور جو نسبتہً محفوظ تھا اور ساٹھ ہوپ لیت اور چند تیرانداز لے کر فصیل سے باہر مغربی کنارے پر خود کھڑا ہوگیا جہاں صرف چند ہی جہازوں کے قیام کی جگہ تھی اس مقام کی حفاظت نہایت ضروری تھی اور اگر اس پر دشمن کا قبضہ ہوگیا تو فصیل بالکل بیکار ثابت ہوجاتی۔ بریسی داس نے اپنے سپاہیوں کا دل بڑھانے میں مطلق کوتاہی نہیں کی اور خود بھی ان کے ساتھ حملے میں شریک کار رہا مگر مٹھی بھر اتھنزیوں نے اسپارٹیوں کا حملہ پسپا کردیا۔ براسی داس خود بھی زخمی ہوا اور اس کی ڈھال سمندر میں گر گئی جہاں سے اتھنزیوں نے اسے نکال کر بطور یادگار فتح کے نصب کردیا+ دو روز تک اسپارٹی حملے برابر جاری رہے پھر بھی ان کا غلبہ نہیں ہوا اور آخرکار ان کو اپنے سپاہی منجنیق لینے کی غرض سے ازینے روانہ کرنے پڑے+ اب اتھنزی بیڑا بھی آپہنچا جس میں پچاس جہاز تھے۔ مگر اسپارٹیوں نے کوئی حرکت نہیں کی اور دوسرے دن بھی

۴۲۶

ان کا بیڑا اس قابل نہ تھا کہ کچھ کر سکے شاید اس وجہ سے کہ اس وقت تک برا سڈی اس تندرست نہ ہوا تھا کسی نے خلیج کے دونوں راستوں کا خیال بھی نہیں کیا، ایتھنزی نہایت اطمینان سے خلیج میں داخل ہوئے اور پانچ جہاز گرفتار بھی کر لیے باقی میدان سے بھاگ گئے، اب اسفاکتیریہ کی فوج کے رسل و رسائل منقطع ہو چکے تھے اور ایتھنزی گویا خلیج کے مالک تھے۔ انھیں اتنی جرات تو نہ ہوئی کہ ان پر براہ راست حملہ کرتے اس لیئے انھوں نے جزیرے کے ہر چہار طرف چکر لگانا شروع کیا تاکہ اسپارٹی وہاں سے نہ نکلنے پائیں۔ یوں تو کل اسپارٹی فوج پیلوس کے مقابلے کے لیئے تیار تھی مگر وہ بالکل بے دست و پا تھی اس لیئے کہ ایک طرف تو اسپارٹیوں میں قلعے مسخر کرنے کی مطلق اہلیت نہ تھی اور ایتھنزی بیڑے پر حملہ کرنا خارج از بحث تھا جو اسپارٹی بھی یہ محسوس کرنے لگے تھے اسفاکتیریا کے لشکر کو بچانا قطعی محال ہے۔ مگر چونکہ اس میں بہت سے اسپارٹی شہری بھی تھے اور ان کی زندگی خطرے میں تھی اس لیئے ہر شخص ان کی رہائی کی تدبیریں سوچ رہا تھا۔ ایک تدبیر سمجھ میں آئی کہ صلح کی گفت و شنود شروع کر دی جائے اس لیئے کہ کم از کم گفت و شنود کے دوران میں تو ان کے ساتھیوں کی جانیں محفوظ رہیں گی۔ ممکن ہے کہ جیسے لیسی تالیا میں ایتھنزیوں نے ایرانی قیدیوں کو تلوار کے گھاٹ اتارا اسی طرح وہ اسپارٹیوں کو تہ تیغ کر دیں، ان کا اصل مقصد یہ تھا کہ انھیں کافی وقت مل جائے اور یہ مقصد گفت و شنود کے بہانے سے نہایت عمدگی سے حاصل ہو سکتا تھا۔ بدیں وجوہ اسپارٹیوں کی تحریک سے دونوں فریق اس معاہدے پر راضی ہو گئے کہ اسپارٹی بیڑے کے وہ جہاز جو بروقت لقونیہ میں موجود تھے وہ سب ایتھنز کے حوالے اس شرط پر کر دیئے جائیں کہ اسفاکتیریہ کی فوج کو دوران گفت و شنود میں برابر سامان رسد پہنچتا رہے اور اسپارٹی سفیر ایک ایتھنزی سہ طبقہ جہاز پر ایتھنز جائیں اور ان کی واپسی تک جنگ ملتوی رہے۔ جب وہ واپس آجائیں اسوقت مہلت کا وقت ختم ہو جائے اور اسپارٹی جہاز اسپارٹا کو واپس دیئے جائیں گے

۳۶۷

یہ ایک انوکھی بات تھی اور ایتھنزیوں کے لیئے اس سے زیادہ کوئی امر قابل اطمینان نہیں ہو سکتا تھا کہ اسپارٹی ایک ایتھنزی کشتی میں ایتھنز آئیں اور صلح کے لیئے دست اسئتعا پھیلائیں، ان اسپارٹی سفراء نے ایتھنز پہنچ کر یہ کہا کہ اسپارٹی ہر حال میں

صلح کے لیئے تیار ہیں اور ایتھنزیوں پر زور ڈالا کہ وہ اپنے دعاوی میں اعتدال سے کام لیں تاکہ اسپارٹیوں کو شکریے کا موقع ملے انھوں نے یہ بھی بیان کیا کہ اسپارٹا ایتھنز سے معاہدہ کرنے پر تیار ہے اور اگر ایسا معاہدہ ہوگیا تو دونوں دولتیں گویا تمام یونانیوں پر تنہا حکمرانی کرسکیں گی + اس کے جواب میں کلیون کے کہنے سے ایتھنزیوں نے یہ مطالبہ کیا کہ جو اسپارٹی جزیرۂ اسفاکتیریہ میں تھے وہ سب ایتھنزیوں کے حوالے کر دیے جائیں اور اس کے ساتھ ہی نسیہ، پیگائے، ترزین اور اکائیہ کا مملکت ایتھنز میں الحاق کر دیا جائے۔ اس پر اسپارٹی سفرا نے یہ استدعا کی کہ ایتھنزی اپنے قائم مقام منتخب کریں جو ان سے ان مطالبوں کے متعلق گفتگو کر کے کسی خاص طرز عمل پر متفق الرائے ہوسکیں۔ مگر کلیون نے اس تحریک کی نہایت زور وشور سے مخالفت کی اور کہا کہ اصل یہ ہے کہ اسپارٹی چاہتے ہیں کہ ایتھنزیوں کی آنکھوں میں خاک ڈالیں اور چونکہ ہر معقول تحریک پر برسر عام مباحثہ ممکن ہے اس لیئے کسی قائم مقام کے تقرر کی مطلق ضرورت نہیں + کلیون کی یہ رائے بہت صائب تھی حقیقت یہ ہے کہ کمیشن کے ذریعے سے گفتگو کرنے کا مقصد ہی یہ ہوتا ہے کہ مزید تیاری کے لیئے وقت مل جائے اور ہم دیکھتے ہیں کہ اسپارٹا کا مطلب بھی یہ ہی تھا + بہرحال سفرائے اسپارٹا نے ایتھنزی مطالبوں کا برسرعام جواب دینے سے انکار کر دیا اور ایتھنز سے پیلوپونیز کی راہ لی + جب وہ پیلوس پہنچے تو انھوں نے مطالبہ کیا کہ عارضی صلح ختم ہوگئی اور اب ایتھنزی اپنے وعدے کے مطابق اسپارٹی بیڑا واپس کر دیں۔ مگر ایتھنزیوں نے یہ جواب دیا کہ دوران التوا میں ہی اسپارٹیوں نے پیلوس پر حملہ کر کے شرائط کو توڑ دیا تھا اس لیئے انھیں اپنے وعدے پر قائم رہنے کی کوئی وجہ نہیں + اس پر اسپارٹیوں نے صدائے احتجاج بلند کی اور فریقین میں پھر جنگ شروع ہوگئی ہے[12]

---

[12] گریتوس "تاریخ یونان" ۲ (۶) ۴۸۲ وغیرہ + اس کے نزدیک کلیون بڑی اجڈ طبیعت کا شخص تھا اور اس نے جو سوال جواب کیئے ان سے اس کی غیر ذمہ داری اور اوچھاپن ظاہر ہوتا ہے وہ کہتا ہے کہ "ایتھنزیوں نے اسپارٹی بیڑے کی واپسی سے جو خلاف انصاف انکار کیا وہ صرف اس وجہ سے قابل معافی ہے کہ خود پیلوپونیزیوں کے بیان کے بموجب اسپارٹیوں نے عارضی صلح کے

مگر واقعات ایتھنز کے حسب دلخواہ رونما نہیں ہوئے۔ اسپارٹیوں نے
اپنی فوج اور سامان توپیلوس کے قریب جمع کردیا اور آخر کار صحیح طرز عمل پر کاربند
ہونے لگے یعنی چند ہیلوتوں سے انعام اور آزادی کا وعدہ کیا اور ان کے ذریعے سے
خفیہ طور پر اسفاکتیریہ سامان خورونوش بھیجنا شروع کیا۔ اب موسم بھی خراب ہو چلا
اور ایتھنزیوں کو یہ خوف ہوا کہ عنقریب وہ طوفان کے سبب سے جزیرے کی ناکہ بندی
نہ کرسکیں گے اور اس طرح وہ انعام جو ابھی گویا دست غیب سے ملنے والا تھا اور
جس کے وہ نہایت درجہ منتظر تھے انھیں نہ مل سکے گا یعنی اسپارٹی قیدی ان کے
نیچے سے نکل جائیں گے۔ ایتھنز کی عام رائے بھی پلٹ گئی اور کلیون پر یہ الزام لگایا
گیا کہ اسی نے صلح نہیں ہونے دی۔ اس الزام کا اس نے یہ جواب دیا کہ یہ خود سپہ سالاروں
کی غلطی ہے کہ انھوں نے اسفاکتیریہ کے قیدیوں کے گرفتار کرنے میں اس قدر تاخیر
کی۔ جماعت استراتی گود کے سرگروہ نکیاس کو کلیون کی یہ نیش زنی پسند نہ آئی
اور اس نے یہ جواب دیا کہ اسفاکتیریہ کی تسخیر اور وہاں کے لشکر کی گرفتاری کوئی آسان
کام نہیں۔ اگر کلیون اسے آسان سمجھتا ہے تو وہ نہایت خوشی سے خود اس مہم کو
سر کرے اور استراتی گوڈ جملہ سامان اس کے حوالے کرنے پر تیار رہیں۔ مگر ابتدا میں
توکلیون نے یہ کہکر ٹال دیا کہ وہ کوئی استراتی گوس تھوڑا ہی تھا کہ اس کی

۳۶۸

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) شرائط خود توڑ دیے تھے۔ مگر اسپارٹیوں نے اس سے اس کا کبھی اقرار نہیں کیا
کہ وہ شرائط صلح پر کاربند رہے۔ محض صدائے احتجاج بلند کرنے سے کوئی بات پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچتی
اور نہ یہ واضح ہوتا ہے کہ وہ مرتکب نہ تھے۔ بدیں وجوہ اس کے باور کرنے کی کوئی وجہ نہیں کہ اسپارٹیوں
نے ان شرائط کو خود ہی توڑ دیا تھا۔ اور اس میں شبہ نہیں کہ ایتھنزی حقیقتہً اور قانوناً برسرحق تھے اور
انھیں اپنا بچاؤ پیش کرنے کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ جنگ پیلوپونیز میں اسپارٹا نے اس کے علاوہ
اور مواقع پر بھی شرائط طے شدہ سے علانیہ منھ موڑا تھا مثلاً صلح نامۂ نکیاس میں جو شرائط امفی پولس
کے متعلق تھے وہ انھوں نے پورے نہیں کیے۔ بدیں وجوہ اگر بالفرض ایتھنز میں عمومی گروہ ہی برسر اقتدار
ہوتا اور اسی کے کہنے سے ایتھنزی اپنے حقوق پر سختی سے قائم رہتے تو بھی ان پر ہرگز الزام نہیں لگایا
جاسکتا۔ مگر اس وقت تو کلیون کو جنگ کے انتظام سے کوئی تعلق ہی نہ تھا۔

ذمہ داری ہو۔ مگر جب ایتھنزی بہت مصر ہوئے تو وہ راضی ہو گیا اور کہا کہ وہ اس مہم کے لیئے شہریوں کو زیادہ تکلیف نہیں دینا چاہتا۔ بلکہ اگر لیمنوس اور امبروس کی کچھ فوج اس کے حوالے کی جائے اور ائی نوس کے گو پھینئے اور چار سو تیر انداز اسے دیدیئے جائیں تو وہ یا تو بیس روز میں اسفاکتیریہ کے اسپارٹیوں کو گرفتار کرے گا ورنہ خود اپنی جان ہلاک کرے گا۔ ان شرائط سے اور خاصکر دوسری شرط سے کلیون کے مخالف مطمئن ہو گئے ؎

کلیون نے اس مہم کی تیاریاں بہت جلد ختم کرلیں اور دیموس تھینیس کو جو پیلوس ہی میں تھا اپنا مددگار مقرر کیا۔ طوسی دیدش کا بیان ہے کہ وہ اس سے واقف تھا کہ عرصہ دراز سے دیموس تھینیس اسفاکتیریہ کے حملے کی فکر میں ہے۔ مگر وہ صرف تقاریر اور واقعات پر ہی اکتفا کرتا ہے اس لیئے ہم اس کے اس مجمل بیان پر چند خیالات کا اضافہ کریں گے جن سے ایتھنز کی اندرونی تاریخ واضح ہو جائے گی معلوم ہوتا ہے کہ دیموس تھینیس اور ذی اثر سرا نبوہ کلیون میں باہمی اتحاد عمل ہو گیا تھا اسیلئے کہ دیموس تھینیس کے ذہن میں اسپارٹیوں کو شکست دینے کی جو ترکیب آئی تھی اس کی تکمیل کا یہی ایک ذریعہ تھا کہ ایک تو پیلوس کو فوج بھیجی جائے اور ایتھنزی فوج اسفاکتیریہ پر اتر پڑے۔ یہ دونوں باتیں ان دو رہبروں نے پہلے ہی سے سوچ لی تھیں ان واقعات کو پیش نظر رکھ کر وہ طریقہ بحسن خوبی سمجھ میں آسکتا ہے جس سے کلیون اسپارٹی سفراکے ساتھ پیش آیا۔ یہ سفیر ایک ایتھنزی کشتی میں ایتھنز آئے اور کشتی بان کے ذریعے سے دیموس تھینیس نے کلیون سے یہ کہلوا دیا کہ وہ اس امر پر زور دے کہ کسی نہ کسی طرح سے اسفاکتیریہ کا لشکر گرفتار ہو جائے اور یہ ایک معقول فوج کے ذریعے سے بہ آسانی تمام ہو سکتا ہے۔ یہ ہی وجوہ تھے جن سے کلیون نے اسفاکتیریہ کے اسپارٹیوں کی اطاعت کا مطالبہ کیا اور التوائے جنگ کی کیفیت کو ختم کرنے میں جلدی کی۔ اس لیئے کہ اگر سال کے بدترین حصے میں عارضی صلح جاری رہی تو ایتھنزیوں کو بڑی دقت کا سامنا کرنا پڑے گا۔ جب تک ان کا بیڑا لڑنے کے قابل رہے گا۔ اس وقت تک تو اسفاکتیریہ کا لشکر گرفتار نہ ہو سکے گا اور موسم سرما آتے ہی اسپارٹی گفت وشنود ختم کرکے جزیرے سے ارض یونان کو بھاگ جائیں گے۔ مگر جب تک نکیاس استراتی گو

۳۶۹

کا صدر تھا اس وقت تک اسفاکتیریہ کے خلاف کوئی قطعی کارروائی نہیں ہو سکتی تھی صرف کلیون اور دیموس تھینس ہی میں یہ قابلیت تھی کہ وہ جزیرے کو تسخیر کر لیتے۔ مگر مشکل یہ تھی کہ کلیون خود کو پیش نہیں کر سکتا تھا ورنہ وہ ایتھنزیوں کا مورد طعن بن جاتا۔ اس لیئے اس نے نہایت دانشمندی سے یہ ظاہر کیا کہ اسے سپہ سالاری کی ہرگز ضرورت نہیں اور صرف اسی حال میں عہدہ قبول کیا جب اس پر ایتھنزیوں نے دباؤ ڈال کر گویا مجبور کر دیا۔ کلیون بظاہر تو اکھڑ معلوم ہوتا ہے مگر درحقیقت اس میں سیاسی قابلیت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے اور چونکہ اس کی پشت پر دیموس تھینس سا مبصر تھا جسے فوجی امور میں کمال حاصل تھا اس لیئے وہ اپنے رتبے اور حیثیت پر بہ آسانی فخر کر سکتا ہے۔

وقت بھی حملے کے لیئے مناسب تھا اور اس میں مزید تعویق نہیں کی گئی۔ جزیرۂ اسفاکتیریہ میں ایک جنگل تھا جس سے اُس کے مدافعوں کو اپنے بچاؤ کا بہت موقعہ تھا ایک مرتبہ خود دیموس تھینس کو ایتولیہ کے جنگل میں راستہ بھول جانے سے نقصان عظیم برداشت کرنا پڑا تھا۔ اور جب اس نے یہ سنا کہ اسپارٹیوں کی سہل انکاری اور غفلت سے اسفاکتیریہ کے جنگل میں آگ لگ گئی اور سب درخت برباد ہو گئے تو اس کی خوشی کی انتہا نہ رہی۔ اب ایتھنزیوں کے لیئے دشمن کی قوت کا اندازہ کر لینا کوئی مشکل بات نہ تھی اس لیئے کہ ان کے پڑاؤ سے اسپارٹی صاف نظر آتے تھے اور وہ بہ آسانی اپنے منصوبے قائم کر سکتے تھے۔ جب اسپارٹی حکومت نے کلیون کے اس مطالبے کو مسترد کر دیا کہ اسپارٹا کا لشکر ہتھیار ڈال دے تو ایک دن آرام لیکر دیموس تھینس نے جزیرے پر حملہ کر دیا۔ پہلے تو اس نے راتوں رات آٹھ سو ہوپ لیت اس میں اتار دیئے۔ اسپارٹیوں کی مرکزی فوج جزیرے کے وسط میں کھارے پانی کے ایک چشمے کے قریب پڑی تھی اور شمالی راس پر جو سب سے زیادہ ڈھالواں تھی ایک مختصر دستہ متعین تھا اور جہازوں کی گودی کی حفاظت کے لیئے بیس ہوپ لیت کھڑے کر دیئے گئے تھے۔ سب سے پہلے یہ ہوپ لیت ہی زد میں آگئے اور ایتھنزیوں نے ان میں سے ایک کو بھی زندہ سلامت نہیں چھوڑا۔ اب میدان خالی تھا اور صبح ہوتے ہی باقی ماندہ ایتھنزی بھی اتر آئے اور مرکزی اسپارٹی فوج پر حملہ شروع ہوا۔ ہلکے ہتھیار والے سپاہیوں کے دو دو سو دستوں کو حکم ہوا اسپارٹیوں کا حصار کر کے انھیں دق کریں

۳۷۰

نگران کے قریب نہ آئیں۔ اسپارٹی ان چھوٹے چھوٹے حملوں سے تنگ آگئے اس لیے کہ وہ دشمن سے دوبدو نہ ہو سکتے تھے اور اسے نقصان نہیں پہنچا سکتے تھے۔ انھیں سب سے بڑی دقت یہ ہوئی کہ حملہ آوروں کا اس قدر شور تھا کہ سپاہی افسروں کے احکام بالکل نہیں سن سکتے تھے اور چونکہ ہوا میں جلے ہوئے درختوں کی راکھ اڑ رہی تھی اس لیئے وہ اپنے چاروں طرف دیکھ بھی نہ سکتے تھے۔ غرض یہ ہے کہ جو اثر ان حملوں کا ہوا وہ خود حملہ آوروں کی امید سے کہیں زیادہ تھا۔ بہر حال اسپارٹی اس قدر مجبور ہو گئے کہ انھیں قلب جزیرہ کو خیرباد کہنا پڑا اور شمال میں ایک بلند زمین پر چلے گئے۔ مگر وہاں پانی کی کمی تھی اور جب میسینی دستے کا سرگروہ ایتھنزی سپہ سالار سے اجازت لے کر ایک ٹیلے پر چڑھ گیا جہاں سے یہ مقام جہاں اسپارٹیوں نے پڑاؤ ڈال لیا تھا اس کی دسترس میں آگیا تو اسپارٹیوں کو چارو ناچار ہتھیار رکھ دینے پڑے۔ ان کے سامنے دو راستے تھے جن سے ایک کو وہ پسند کر سکتے تھے۔ یعنی اطاعت اور موت۔ ایتھنزیوں کی تو یہ خواہش تھی کہ وہ اطاعت پر راضی ہو جائیں اور اسی لیئے اسپارٹیوں نے اپنے ہم وطنوں سے جو ارض بر اعظم پر تھے استفسار کیا۔ اور وہاں سے یہ جواب پا کر کہ اپنی عزت کو ملحوظ رکھ کر وہ جو چاہیں کر سکتے ہیں انھوں نے آخر کار ہتھیار رکھ دیئے۔ چار سو بیس ہوپ لیتوں میں سے صرف ۲۹۲ باقی رہے تھے اور ان میں سے ایک سو بیس اسپارٹی شہری تھے۔

کلیون نے جس خوبی سے اپنے وعدے کا ایفا کیا تھا اس سے ایتھنزی بہت متاثر ہوئے۔ اور انھیں پہلی مرتبہ اس کا انکشاف ہوا کہ ایسے اسپارٹی بھی ہیں جو زندگی کو موت پر ترجیح دیتے ہیں اور انھیں ان خوبیوں میں کمی کے آثار معلوم ہونے لگے جو ان کی نظر میں اسپارٹی قوم کی تھیں۔ اس میں بھی شبہ نہیں کہ ان واقعات سے لوگوں کی نظر میں ایتھنزیوں کی بہادری کی بھی وقعت نہیں بڑھی اس لیئے کہ حملہ آور ایسی چال چلے تھے جس سے ان سب کی جانیں بچ گئیں۔ بہر حال ایتھنزی جملہ اسپارٹی قیدیوں کو ایتھنز لے گئے اور وہاں پہنچ کر ایک اسپارٹی نے اپنی شکست کے واقعات کو اس انداز سے بیان کیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ باوجود ہزیمت کے اس کی طبیعت میں اس وقت تک خوش مزاجی کی خوبو باقی تھی جب ایتھنزیوں نے اسیروں سے توہین آمیز پیرائے میں کہا کہ جو لوگ اسفاکتیریہ میں کام آئے وہ یقیناً نہایت بہادر ہوں گے تو اس نے

۴۲۱

اس کا یہ جواب دیا کہ جن تیروں نے چن چن کر بہادروں کو ملک عدم کا راستہ بتایا ان تیروں کی چالاکی اور عقلمندی میں بھی شبہ نہیں ہو سکتا + اس مہم میں سب سے زیادہ قابل لحاظ امر یہ ہے کہ اس میں دیموس تھینس نے نہایت دانشمندی کا ثبوت دیا اور وہ ان مبصرین فن حرب کا گویا پیشرو ہے جنھوں نے آئندہ چوتھی صدی ق م میں کارہائے نمایاں انجام دیئے +

اسپارٹی شہریوں کی گرفتاری کا فوری نتیجہ صرف یہی ہوا کہ اس کے بعد اسپارٹیوں نے اٹیکا پر حملہ نہیں کیا۔ ایتھنزیوں کو اپنی فصلیں اتنی ہی عزیز تھیں جتنی اسپارٹیوں کو اپنے ہم وطنوں کی جانیں۔ اور ایتھنزیوں نے اس کا اعلان کر دیا کہ اگر ان کے ملک پر حملہ ہوا تو جو قیدی ان کے قبضے میں ہیں وہ فوراً قتل کر دئیے جائیں گے + اس کے علاوہ باقی میدانوں میں جنگ برابر باقی رہی اس لیئے کہ اسپارٹی ایتھنزی شرائط تسلیم کرنے پر تیار نہ تھے۔ ایتھنزیوں نے خاکنائے کے قریب متعدد حملے کیئے اور ترواے زین کے قریب جزیرہ نمائے میتھونے پر قبضہ کر کے اس چھوٹی سی خاکنائے پر جو اسے آرگولسی ساحل سے ملاتی ہے ایک فصیل تیار کی اور اس طرح چونکہ میتھونے جزیرۂ ائی گینا کے بالکل مقابل تھا اس لیئے ایتھنزیوں کو آرگولس کے ساحل پر جانے کا گویا ایک بنا بنایا راستہ مل گیا جہاں جب ان کا جی چاہتا وہ جا سکتے تھے بلکہ موقع پاکر اس کے ذریعے سے قدیم ایونیائی بلدیہ ٹروائے زین پر بھی قبضہ کر سکتے تھے +

تقریباً اسی زمانے میں کورکائرا کی خانہ جنگی آخر کار اختتام کو پہنچی اور دونوں فریقوں میں اس قدر مخاصمت تھی کہ جن اشرافیوں نے کوہ استونے کو مستحکم کر لیا تھا انھوں نے اپنے ہم وطنوں کے سامنے سر اطاعت خم کرنا مناسب نہیں سمجھا بلکہ ان ایتھنزیوں کے سامنے ہتھیار رکھ دیئے جو یبلوس سے عوام کے بلائے ہوئے آئے تھے + ایتھنزی انھیں جزیرۂ پتی کیا لے گئے جو کورکائرا سے بالکل قریب تھا اور ان سے یہ ٹھیرا کہ اگر ان میں سے ایک فرد بھی بھاگنے کی کوشش کرے گا تو باقی افراد کی حفاظت کے وہ ذمہ دار نہیں ہوں گے + ہمارا خیال ہے کہ ایک ایتھنزی سپہ سالار کو اس قسم کے معاہدے پر زور دینا نہیں چاہئیے تھا اس لیئے کہ اس سے ایک شخص کی بیوقوفی سے گروہ کے گروہ کی جان کا اندیشہ پیدا ہوتا تھا۔ اور اگر طسی ویدش نے غلطی نہیں کی

تو اس کے بیان سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ ایتھنزیوں کی نیت ابتدا ہی سے بد تھی اور نتیجہ وہی ہوا جس کا اندیشہ تھا۔ کورکائرا کی عموم نے قیدیوں کو رائے دی کہ وہ چپکے سے بھاگ جائیں اور خفیہ طور پر اس کی اطلاع ایتھنزی سپہ سالار کو کر دی جس پر ایتھنزیوں نے بدبخت قیدیوں کو ان کے ہم وطنوں کے سپرد کر دیا۔ ان میں سے بعض تو فوراً تہ تیغ کر دئے گئے باقی نے خودکشی کر لی۔ اصل میں قصہ یہ تھا کہ ایتھنزی سپہ سالار سسلی جانا چاہتے تھے اور یہ نہیں چاہتے تھے کہ محض کورکائرا کے اسیروں کی وجہ سے وہ اپنا وقت بیکار ضائع کریں۔

ایتھنزیوں کو مغربی یونان میں ایک اور کامیابی ہوئی۔ ہم اوپر کہہ چکے ہیں کہ امبرلیسیہ نے شہر اناکتوریوم پر سے قبضہ اٹھا لیا تھا اور اب ایتھنزیوں اور اکارنانیوں نے مل کر اس پر قبضہ کر لیا۔ مشرق میں انھیں ایک اور طرح کی کامیابی ہوئی۔ انھوں نے شہر ایون میں جو دریائے استریموں پر واقع تھا ایک ایرانی امیر مسمی ارتافرنز کو گرفتار کر لیا اور جب ایتھنزیوں نے وہ خطوط پڑھے جو اس کے پاس برآمد ہوئے تو ان سے معلوم ہوا کہ وہ شہنشاہ اردشیر کے لکھے ہوئے اسپارٹی حکومت کے نام مراسلے ہیں اور ان میں شہنشاہ کہتا ہے کہ یوں تو اسپارٹیوں نے بہت سے سفیر ایران کو بھیجے ہیں مگر ان میں سے کوئی شہنشاہ کو یہ نہیں بتا سکا کہ اسپارٹی درحقیقت کیا چاہتے ہیں اور اب ارتافرنز صرف اس لئے روانہ کیا جاتا ہے کہ اسپارٹی ایک سفیر کو مفصل ہدایات کر کے ایران روانہ کریں۔ ایتھنزیوں نے اس سفیر کو افیسوس کے راستے ایران کو واپس بھیج دیا۔ اور جو ایتھنزی اس کے ساتھ گئے تھے ان کی زبانی یہ خبر معلوم ہوئی کہ شہنشاہ اردشیر کا انتقال ہو گیا۔ ارتافرنز کے وفد سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اس وقت ایتھنز کے روز افزوں اقتدار کی وجہ سے ایران یونان کے معاملات میں دست اندازی کرنا خلاف مصلحت سمجھتا تھا۔ ایتھنز نے اپنی دور اندیشی کا ایک اور ثبوت دیا اور خیوسیوں سے ان کے شہر کی فصیل مسمار کرنے کا مطالبہ کیا تاکہ انھیں مِتی لنہ کی طرح بغاوت کرنے کی آرزو نہ ہو جائے۔ ان تمام واقعات اور مہمات کا ایتھنزی خزانے پر بہت برا اثر پڑا تھا۔ و سب اس کی ضرورت محسوس ہوئی کہ لیگ کے خراج میں اضافہ کر دیا جائے اور کلیون کی تحریک پر اس کی مقدار بعض حالتوں میں پہلے سے دونی اور بعض میں اس سے بھی زیادہ کر دی گئی۔ معلوم ہوتا ہے کہ ساتھ ہی ساتھ ۴۲۴

ہیلیاستائے کی روزانہ اجرت بھی بڑھا کر تین روپول ہوگئی؀۱۳۔

جنگ کے آٹھویں سال کی ابتدا میں یعنی مارچ ۴۲۴ ق م میں ان لسبوسیوں نے جو اپنا جزیرہ چھوڑ کر چلے گئے تھے ٹرواے کے قریب ہلیسپونت کے شہر رھوئے تیوم پر قبضہ کرلیا۔ مگر جب انھیں کچھ مال مل گیا تو انھوں نے یہ شہر چھوڑ دیا اور لسبوس کے مقابل شہر انتاندروس پر قابض ہوگئے اس لئے کہ انھیں یہ امید تھی کہ وہ اس مقام پر مستقل طور پر متصرف رہ سکیں گے + دنیا کا یہ حصہ جو گویا ایران اور یونان کے ڈانڈے پر واقع تھا ہر ذی ہمت شخص کے لئے ہمیشہ رزمگاہ بن جاتا تھا اور بعض مقامات میں تو ایک دن یونان کا اور دوسرے دن ایران کا راج ہوجاتا تھا مگر ظاہر ہے کہ اس قسم کے واقعات سے ایتھنز کے اقتدار میں کوئی بین فرق نہیں پیدا ہوسکتا تھا + کلیون کی کامیابی نے نکیاس کو خواب سے بیدار کردیا تھا اور اس نے اب یہ چال چلی کہ ساٹھ جہاز اور دو ہزار ہوپ لیت لے کر وہ جزیرۂ کی تھرا پر حملہ آور ہوا اسپارٹا کے لئے یہ جزیرہ نہایت اہم تھا اس لئے کہ یہ لقونیہ، اور مصر و افریقہ کے درمیان حائل تھا اور جب اس پر اسپارٹا کا قبضہ ہوتا تھا تو یہاں سے لقونیہ کی بہ آسانی حفاظت ہوسکتی تھی اور اگر کوئی اور حکمت اس کی تسخیر کرلیتی تھی تو اسپارٹا کو لقونیہ کی طرف سے اندیشہ پیدا ہوجاتا تھا + پہلے تو ایتھنزیوں نے بندرگاہ اسکاندیہ

؀۱۳۔ جس نوشتے میں جمعبندی خراج کا ذکر ہے اسکے اجزا رکیوہلر نے جمع کئے ہیں اور یہ سنہ اولمپیاد ۸۸،۴ میں مرتب ہوئی تھی (مجموعہ نوشتہ ہائے اٹیکا ۱، ۳۷ + مقابلہ کرو کیوہلر:- نوشتہ جات و تحقیقات صفحہ ۴۲ وغیرہ۔ اور گلبرٹ صفحہ ۱۸۵) لو، سولٹ ۲، ۱۴۱ ۵ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ پونتوس سے بھی روپیہ وصول کرنے کی کوشش کی گئی اور اسی مقصد کے لئے لاماخوس پونتوس گیا (طوسی دیدش ۴، ۷۵)؀۔

ہیلیاستائے کی تنخواہ میں اضافے کیلئے گلبرٹ صفحہ ۱۸۱ دیکھنا چاہئے + کلیون کی نظر ہمیشہ روپئے کی طرف رہتی تھی۔ اور اس زمانے میں اس کی یہ کوشش بھی ہوئی کہ آرگوس کو ایتھنز کی طرف لے آئے (گلبرٹ صفحہ ۱۸۹ وغیرہ) مگر ارسطوفانیس نے صفحہ ۴۲۴ ق م میں اس کا مذاق اڑایا اور اسے "پفلاگونیا کے بدبخت باشندے" کا لقب دیا؀۔

پر قبضہ کیا اور پھر شہر کی تھراکی طرف بڑھے جہاں کے پیریوئیکی باشندوں نے فوراً ہتھیار رکھ دیئے۔ اب انھوں نے خاص لقونیہ کے ساحل پہ اترنے اور پیلوس کے قرب وجوار کی اراضی کو تباہ و برباد کرنا شروع کیا اور کیتھرا کے مقابل خلیج بویا پر لکدمونی فوج کو شکست دے کر خاص لقونوی ساحل پر ایک یادگار فتح نصب کی۔ اسکے بعد وہ راس مالیہ کا دورکرکے پیلوپونیز کے مشرقی ساحل پہ پہنچے اور وہاں شہر تھریا پر جہاں ای گینا کے غریب الوطن باشندے آباد تھے قبضہ کر لیا۔ اس مہم میں ایتھنزیوں نے اپنا رعب بقدر قائم کر لیا تھا کہ گو اس کے قرب میں ایک لکدمونی فوج موجود تھی مگر اس نے ایتھنزیوں کا مقابلہ تک نہیں کیا۔ ایتھنزی ای گینیوں کو ایتھنز لائے اور وہاں زن و بچہ کو مار ڈالا جزیرۂ کیتھرا ایتھنزی لیگ میں شامل ہوگیا اور چار تالنت سالانہ یعنی وہی رقم جو چھوٹے سے جزیرۂ تینیدوس کو ادا کرنی پڑتی تھی خراج قرار پایا۔

جنوبی یونان میں تو ایتھنزی فتوحات ہورہی تھیں گر جو کچھ ایتھنزی اقتدار سسلی میں تھا اس کا خاتمہ اس قرارداد سے ہوگیا جو وہاں کے مقامی یونانیوں نے آپس میں کرلیا اور جس کی رو سے انھیں سسلی کو خیرباد کہنا پڑا۔ یہ قرارداد گویا اس گفت وشنود کا تتمہ تھا جو اس سے پہلے امیرینیہ اور اکارنانیہ کے مابین ہوچکا تھا۔ اوران دونوں معاہدوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہر مملکت ایتھنز کی روز افزوں قوت اور ترقی سے خوف زدہ اور متفکر ہوگئی تھی۔ سسلی سے اخراج کا الزام ایتھنزیوں نے اپنے سپہ سالاروں پر رکھا اور اس کی پاداش میں انھیں سزا برداشت کرنی پڑی۔

اس ناکامی کے گویا معاوضے میں انھیں اپنے قریب ہی کے محاذ میں جزوی کامیابی ہوئی۔ اس زمانے میں مگارا کی حکومت پر عمومیوں کا جھنڈا لہراتا تھا اور اس کے تعلقات ایتھنز سے کچھ برے نہ تھے[۱۴]۔ مگارا کو ایک تو ایسے ہی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا تھا اس لیئے کہ وہ ایتھنز کا گویا ایک قدرتی نشانہ بنا ہوا تھا اور اب

---

[۱۴] مگارا کے ان واقعات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ محض سیاسی گروہوں (اشرافیت یا عمومیت) کے غلبے سے یہ یقین نہیں کیا جاسکتا کہ کوئی بلدیہ ایتھنز کا طرفدار تھا یا اسپارٹا کا۔ بلکہ بہت سے دیگر امور بھی ان تعلقات میں ممد ہوتے تھے اور خوف یا مادی منفعت کا بھی ان پر بہت اثر پڑتا تھا۔

۴۷۴

اس کے چند اشرافی خاندان خلیج کورنتھ کے شہر ہیگائے میں جا کر آباد ہو گئے اس لیئے
اس کی حالت اور بھی ناقابل برداشت ہو گئی تھی۔ اُن باتوں سے متاثر ہو کر اب عمومیوں
کی یہ خواہش ہوئی کہ شہر کو ایتھنزیوں کے حوالے کر دیں۔ مگر کئی وجوہ سے اس کی ضرورت تھی
کہ وہ نہایت پھونک پھونک کر قدم رکھیں۔ خاص نسیہ میں پیلوپونیزی لشکر تھا
جو بہ آسانی تمام مگارا آ کر شہر پر قبضہ کر سکتا تھا اور دوسرے خود عمومیوں کی عام رائے
بھی کلیتہً ایتھنز کے طرفدار نہ تھی۔ سب سے پہلے تو ایتھنزی فوج اس حصے میں کر دی گئی
جو دونوں طویل دیواروں کے درمیان تھا اور اس طرح یہ نسیہ اور شہر کے درمیان حائل
ہو گئی۔ اس کے بعد ایتھنزیوں کو شہر میں لانے کے لیئے یہ تدبیر سوچی گئی کہ مگاری فوج
ایتھنزیوں پر حملہ کرنے کے بہانے شہر سے نکل آئے اور شہر کے دروازوں کو کھلا رہنے دے
اور ایتھنزی ان میں ہو کر شہر میں داخل ہو جائیں مگر یہ ترکیب چلی نہیں اسلیئے کہ کسی نہ کسی طرح
فریق مخالف کو یہ چال معلوم ہو گئی اور انھوں نے مگاری فوج کو شہر سے نکلنے کی ممانعت
کر دی۔ نسیہ کے پیلوپونیزی لشکر اور شہر کے درمیان تو ایتھنزی حائل تھے
اس لیئے نسیہ والوں نے ہتھیار رکھ دیئے اور آخر کار اس مہم کا نتیجہ صرف یہ ہی ہوا کہ
نسیہ پر ایتھنزیوں کا قبضہ ہو گیا۔ براسی داس کورنتھ میں تھریس کے حملے کے لیئے
ایک لشکر آراستہ کرنے میں مشغول تھا۔ جب اس نے یہ سنا کہ مگارا کی لمبی دیواروں پر
ایتھنز کا قبضہ ہو گیا ہے تو وہ فوراً ایک چھوٹا سا دستہ لے کر مگارا آیا اور شہر میں داخل ہونے
کا مطالبہ کیا۔ مگر ابتدا میں اسے داخلے کی اجازت نہیں دی گئی اس لیئے کہ خود شہر کے اشرافیوں
کو بھی اس کا یقین نہ تھا کہ براسی داس وقت پر کام دے سکے گا یا نہیں۔ اور اگر
بالفرض وہ ناکام ہوا تو پہلے سے بھی زیادہ بدامنی پھیل جائے گی اور اشرافیوں
کا رہا سہا اقتدار بھی خاک میں مل جائے گا۔ براسی داس نے اپنی قابلیت
کا یہ ثبوت دیا کہ فوراً لڑنے کے لیئے تیار ہو گیا مگر ایتھنزیوں نے لڑنے سے انکار
کیا اور اشرافیوں اور عمومیوں نے یہ دیکھ کر کہ وہ براسی داس سے ڈر گئے
اور گویا انھوں نے مگارا سے دست کشی اختیار کر لی براسی داس کے لیئے شہر کے
دروازے کھول دیئے۔ اسپارٹیوں نے اب اس زمانے کے رواج کے بموجب
فریق مخالف کے قریب ایک سو سربرآوردہ افراد کو جن کے افعال پر وہ سب سے زیادہ

۲۷۵

معترض تھا تہ تیغ کیا اور ایک ایسی حکومت قائم کر دی جس میں سپارٹا کے فریق کو غلبہ حاصل تھا۔
مشرق میں بھی ایتھنز کو خاطر خواہ کامیابی نہیں ہوئی اس لئے ایشیائے کوچک
کی مہم کو بھی کوئی اہمیت حاصل نہیں اور اس سے سیاسی بساط میں کوئی فرق نہیں پیدا ہوا
ایتھنزیوں نے مِتی لِنی جلاوطنوں سے انتاندروس واپس لے لیا اور بتھینیا کے
ساحل پر ایک ایتھنزی بیڑا جس کا امیرالبحر لاماخوس تھا طوفان میں تباہ ہو گیا +
اس کے برعکس براسی داس کے عزم اور عقلمندی کی وجہ سے ایتھنز کو تھریس میں
پے در پے ہزیمتیں پہنچیں۔ اس نے یہ سمجھ لیا تھا کہ اسپارٹا کی کامیابی کی صرف ایک صورت
ہے اور وہ یہ کہ ایتھنزی قوت وجبروت کا سرچشمہ یعنی ایتھنزی لیگ برباد کر دی جائے۔
مگر چونکہ ایتھنز کی بحری قوت برابر قائم ہے اس لیئے ایشیائی حلیفوں کو تو ہاتھ لگایا نہیں
جاسکتا۔ اب رہا تھریس، وہاں ضرور برّی راستے سے فوجیں روانہ کی جاسکتی ہیں۔
اسی لیئے اس نے حکومت سے درخواست کی کہ اسے تھریس بھیج دیا جائے +
اسپارٹی اس مہم کی صحیح اہمیت کا تو اندازہ کر نہیں سکتے تھے۔ وہ محض اس لیئے
براسی داس کے شمال کی طرف بھیجنے کے لیئے راضی ہو گئے کہ اس سے اس طرح
چھٹکارا مل جائے گا اور اسے اجازت دی کہ وہ اپنے ساتھ ایک ہزار پیلوپونیزی رنگروٹ
اور سات سو ہیلوت لے کر روانہ ہو جائے + جب سے پیلوس اور کیتھرا پر ایتھنزی
قبضہ ہوا تھا اسی وقت سے اسپارٹی ہیلوتوں کی طرف سے سخت متفکر تھے۔ طوسی دیدیس
کا بیان ہے کہ اس سے کچھ ہی دن پیشتر اسپارٹیوں نے ہیلوتوں کی ایک جماعت کے
ساتھ ایک چال چلی تھی۔ سرکاری اعلان ہوا کہ جو ہیلوت اپنی خدمات پیش کریں گے
اور اپنی بہادری کے کرشمے دکھائیں گے انھیں آزادی عطا کی جائے گی ۔ جنھوں
نے اپنی خدمات پیش کیں ان میں سے دو ہزار چن لیئے گئے اور ان سے شہر کی قربانگاہوں
کا طواف کرایا اور پھر اسپارٹی انھیں شہر سے باہر لے گئے۔ اس کے بعد پھر کبھی
ان کا ذکر سننے میں نہیں آیا اور گمان غالب ہے کہ وہ سب کے سب قتل کر ڈالے گئے۔
ظاہر ہے کہ سب ہیلوتوں سے ایسا سلوک نہیں کیا جاسکتا تھا اور ان میں سے بہت سے
ایسے بھی تھے جو میدان جنگ میں نہایت بہادری سے لڑ سکتے تھے۔ اس لیئے تھریس
کا میدان ان کی جنگ آزمائی کے لئے نہایت موزوں تھا۔ اگر انھیں فتح ہوئی تو اس سے

۳۷۲

اسپارٹا ہی کو فائدہ ہوگا۔ اگر شکست ہوئی تو اسپارٹا کا نقصان ناقابل تلافی نہ ہوگا۔
خود براسی داس ان لوگوں میں سے تھا جو یہ سمجھتے ہیں کہ وہ ہی اپنے جلیسوں میں سب
سے زیادہ عقلمند ہیں اور جن کے حرکات ہمیشہ ناقابل برداشت ہوتے ہیں اور اسپارٹیوں
نے خیال کیا کہ اگر وہ اسپارٹا سے دور تھریش میں جاکر اپنی قسمت آزمائی کرے تو یہ
یقیناً نہایت مناسب ہوگا + براسی داس نے تھریس کے راستے میں ہی اپنے جوہر
دکھائے۔ تھسلی اور ایتھنز کے باہمی تعلقات بہت اچھے تھے مگر وہ اپنی فوج کو اس
ملک میں ہوکر اس انداز سے لے گیا کہ مخالفت کی ایک آواز بھی سننے میں نہیں آئی۔ [15]
میدان جنگ میں بھی اس نے ایسی صفات کا ثبوت دیا اور ان لوگوں کو بھی اپنا ہمدرد
اور ہمنوا بنالیا جو اسپارٹا کا ساتھ دینا پسند نہ کرتے تھے + ایتھنزی اور ان کے
خصائص کے بڑے پہلو شہرۂ آفاق تھے۔ اسپارٹی نسبتاً ایک غیر معروف قوم تھی اور
اب جو تھریسیوں کے سامنے اسپارٹی رہبر پہنچا تو ایسا جس کی فراست اور قابلیت میں کسی
کو شبہ ہی نہیں ہوسکتا تھا + اس میں شبہ نہیں کہ براسی داس مقدونیہ کے ساتھ
حسب دلخواہ تعلقات پیدا نہیں کرسکا اس لیئے کہ براسی داس پردِکاس کو اور
پردِکاس براسی داس کو اپنا آلہ بنانا چاہتا تھا۔ مثلاً براسی داس سے یہ کہا گیا
کہ وہ پردِکاس کو ارھی بایوس کے مغلوب کرنے میں مدد دے جو قوم لنکستائے کا
حکمراں تھا مگر براسی داس کی خواہش ہرگز نہ تھی کہ پردکاس بہت طاقتور ہوجائے۔
ایسے ہی پردکاس نے اسپارٹیوں سے وعدہ کیا تھا کہ ان کی فوج کا نصف خرچ
اس کا خزانہ برداشت کریگا۔ مگر اس نے صرف تہائی خرچ دینا کافی سمجھا بہر حال
براسی داس کا مقصد یہ تھا کہ وہ خالکدیسیوں کو اپنا جانب دار کرلے اور اس میں
وہ بدرجہ اتم کامیاب ہوا۔ طوسی دیدش اس ماہرانہ تقریر کو نقل کرتا ہے جو براسی داس ۴۷۸
نے اکانتھوسیوں کے سامنے کی اور جس کے بعد وہ اسپارٹی لیگ میں شامل ہوگئے
اور اسی طرح استاگیرا کو بھی اس نے اپنا جانب دار کرلیا + ایکطرف تو براسی داس

۱۵۔ اسی طرح ۱۵۶۶ء میں الوا کے ڈیوک نے بھی اٹلی سے نشیبستان (نیدرلینڈز) تک کوچ کرکے
اپنی شہرت کا بیج بویا +

تھریس میں اپنی قابلیت کے جوہر دکھا رہا تھا اور دوسری طرف ایتھنز یوں کو خود اپنی ہی سرحد پر نہایت زبردست شکستیں مل رہی تھیں۔

ایتھنز ی اس خیال میں تھے کہ کسی نہ کسی طرح بیوتیہ کے ایک حصے پر قابض ہوجائیں[16]۔ اور اس مقصد کے لیئے دیموس تھینس نے چند بیوتیوں سے جو اپنی حکومت سے نالاں تھے گفتگو کرنی شروع کی اور انھوں نے یہ امید دلائی کہ خیرونیہ اور سفائے پر (جو خلیج کورنتھ پر واقع تھا آسانی کے ساتھ قبضہ ہوسکتا ہے خیرونیہ سرحد فوکس پر واقع تھا اور اس پر اورکومینوس کا اثر تھا جو زمانہ قدیم سے برابر تھبز کا مدمقابل شمار کیا جاتا تھا۔ فوکسیوں کے تعلقات بھی ایتھنز سے کچھ خراب نہ تھے اور ایتھنز یوں نے یہ سوچا کہ اگر ان کے ذریعے سے خیرونیہ پر دباؤ ڈالا گیا تو وہ کارگر ثابت ہوگا۔ ۴۴۷ء ق م میں اورکومینوس اور خیرونیہ کے تھبز ی گروہ ایتھنز کو شکست دے چکے تھے مگر اب یعنی ۴۲۴ء ق م میں اس فریق کا مخالف گروہ ان بلدیات میں برسر اقتدار ہوگیا۔ ایتھنز یوں کے دوستوں نے یہ ترکیب سوچی کہ ایک ہی وقت میں تین مختلف مہمیں سر کی جائیں۔ یعنی ایتھنز کے دوست خیرونیہ پر قبضہ کریں، دیموس تھینس سمندر کی طرف سے آکر شہر سفائے پر متصرف ہوجائے اور ان دونوں سے اہم منصوبہ یہ تھا کہ ایتھنز ی استراتی گوس بقراط اور دیس پر بیوتی سرحد عبور کرکے اپولو کے بت خانہ دیلیوم پر قبضہ کرکے اسے خوب اچھی طرح سے مستحکم کرے۔ اس آخری مہم کی فی نفسہ کوئی جنگی اہمیت نہ تھی۔ بلکہ اس کا مقصد یہی تھا کہ بیوتیوں میں اپنے خطرے کا احساس پیدا ہوجائے اور وہ یہ بھول جائیں کہ انھیں کس طرف رجوع ہونا چاہیئے۔ مگر ان تمام منصوبوں میں ایتھنز کو سخت ہزیمت اٹھانی پڑی۔ ایک فوکسی نے جو تھبز کا طرفدار تھا وہاں کی حکومت کو سفائے اور خیرونیہ کے خطرے سے آگاہ کردیا اور وہ گروہ جو ایتھنز ی اقتدار کا مخالف تھا

[16] اس طرح بری حملوں کا وہ سلسلہ جو تیس سال کی امن سے منقطع ہوگیا تھا پھر جاری ہوگیا۔ مگر پہلے کی طرح اس مرتبہ بھی ایتھنز کو ناکامی کا منھ دیکھنا نصیب ہوا اس لیئے کہ بیوتی افواج نے اپنی جوانمردی کے وہ جوہر دکھائے جنکی ایتھنز کو ہرگز امید نہ تھی۔

خبردار ہو گیا اور جب دیموس تھینس سفائے پہنچا تو اس نے شہر کے دروازے بند پائے۔ اس کے علاوہ جس دن یہ تینوں مہمات سر ہونا قرار پائی تھیں اس کے متعلق ایک غلط فہمی پیدا ہو گئی[۱۷] اور بقراط دیموس تھینس کی ہزیمت کے بعد ولیوم پہنچا۔ بہرحال اس نے دیلیوم کے استحکامات درست کرا کر تین سو سوار وہاں چھوڑے اور باقی کو حکم دیا کہ ایتھنز واپس جائیں۔ جب بیوتیوں کو اس کی اطلاع ملی تو ان کے جوش وخروش کی کوئی انتہا نہ رہی اور انھوں نے ایک مہیب لشکر پاگونداس کی ماتحتی میں تناگرا پر مجتمع کیا جس میں سات ہزار ہوپ لیت دس ہزار ہلکے ہتھیار بند، ایک ہزار سوار اور پانسو گوپھنئے تھے۔ اور یہ فوج ایتھنزیوں سے برسرپیکار ہوئی۔ اس کے جواب میں ایتھنزی لشکر میں ہوپ لیت تو اتنے ہی تھے جتنے بیوتی فوج میں تھے مگر سواروں کی تعداد کا صحیح اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔ بہرحال یہ یاد رکھنا چاہئے کہ جب یونانی آپس میں مصروف جنگ ہوتے تھے تو صرف ہوپ لیت ہی کارآمد ہوتے تھے۔ ایتھنزی دو وجہوں سے سینہ سپر ہو گئے۔ ایک تو ان کی غیرت اس کی متقاضی نہ تھی کہ دشمن کی للکار کا جواب نہ دیں اور دوسرے ان کا خیال تھا کہ بیوتیوں کے پاس ہلکے ہتھیار بند اتنے ہیں کہ ان کی پسپائی کے وقت ان کے لئے بڑا بار گراں ہوں گے۔

اس لڑائی میں تھبزی فوج کی ترتیب میں ایک خاص بات یہ تھی کہ اس میں ہم اپامنونداس کی ٹیڑھی صف بندی اور مقدونوی جتھے بندی کی جھلک پاتے ہیں[۱۸]۔ ایتھنزی اور دیگر یونانیوں کا قاعدہ تھا کہ وہ اپنی صف میں ایک دوسرے

۳۲۸

---

[۱۷] طوسی دیدش (۴، ۸۹) اس کا الزام کسی خاص شخص پر نہیں رکھتا۔ گرتیوس (تاریخ یونان ۲ (۶) ۴۹۳) اور بیلوخ ("سیاسیات اٹیکا" صفحہ ۳۱، ۳۲) کا خیال ہے کہ اس غلطی کا دیموس تھینس ہی مرتکب ہے اس لئے کہ وہ وقت مقررہ سے پہلے ہی سفائے پہنچ گیا۔ مگر اس بات کو وہ ثابت نہیں کر سکے۔

[۱۸] باوئر "تاریخ فن حرب" (امیولر "بیاض علوم قدیمہ" ۴، ۲۹۰)۔ دیلیوم میں حکیم سقراط نے بھی اپنی بہادری کے جوہر دکھائے۔ اصل یہ ہے کہ ایتھنز نے اپنی بحری قوت کو ترقی دینے کی

کے پیچھے آٹھ آٹھ ہوپ لیت کھڑے کرتے تھے مگر اس زمانے میں تھبزی صف کا عمق پچیس پچیس سپاہیوں کا ہونے لگا تھا + اس میں ممکن تھا کہ انھیں نقصان اٹھانا پڑے اس لیئے کہ اگر دشمن اور ان کے ہوپ لیتوں کی تعداد مساوی ہوئی تو ظاہر ہے کہ ان کے سپاہیوں کی قطار سے ان کے دشمن کے سپاہیوں کی قطار زیادہ طویل ہوگی اور وہ ان کے خلاف جناحی حرکت کرکے انھیں مغلوب کرے گا۔ دوسرے جو سپاہی اس گھنی صف کے پیچھے کے حصے میں ہوتے وہ اپنی قوت وجبروت کا لڑائی پر بہت کم اثر ڈال سکتے + مگر اس طرز صف بندی سے ایک بہت بڑا فائدہ بھی تھا۔ ہر لڑائی کی ابتدا میں سب سے پہلا سوال یہ ہوتا تھا کہ کونسی فوج میں اپنے غنیم کو پسپا کرنے کا مادہ اور قوت زیادہ ہے۔ غنیم کی صفوں کو پیچھے کی طرف ہٹانا اور انھیں شق کرکے ابتر کردینا، یہ ہی فتح وشکست کی گویا معیار تھی۔ اور ظاہر ہے کہ جس صف کا عمق اور حجم زیادہ ہوگا اسی میں یہ قوت بھی بڑھی ہوئی ہوگی + جب پچیس سپاہیوں کے عمق کی ایک صف بڑھ رہی ہو اور اپنے دشمن کو پیچھے ہٹا رہی ہو تو دشمن کے لیئے یہ ناممکن ہے کہ وہ مدافعت کرے اور اس میں کامیاب ہو۔ اور اسے یقیناً شکست ہوگی۔ لیکن اگر دونوں کی صف کا عمق ایک ہی ہوگا تو پھر یہ بالکل ممکن ہے کہ غنیم بھی حملہ کرے۔ یہ گھنی صف گویا ایک نوکدار چیز کی طرح گھس جاتی اور گو غنیم کی صف کو ایک ہی جگہ سے چیرتی مگر اس ایک جگہ کے انشقاق سے تمام فوج کو منتشر کردیتی + اس موقع پر بھی لڑائی کا بجنسہ یہی

۳۷۹

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ جو کوشش کی تھی وہ اس کے ہوپ لیتوں کی ترقی میں ایک حد تک حارج ہوئی۔ اور گو ماراتھون میں غالباً ان کے ہوپ لیتوں کو ہی کامیابی ہوئی مگر یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ ہوپ لیتوں سے نہیں لڑ رہے تھے + قدیم یونان میں یہ قاعدہ تھا کہ جنگ مسطح زمین پر دست بدست ہوتی تھی اور اسی پر فتح وشکست کا مدار ہوتا تھا اور ایسی جنگ میں ہمیشہ ہوپ لیت ہی نمایاں حصہ لیتے تھے (ہیروڈوٹس ۷، ۹۔ پولی بیوس ۱۳، ۳) اسی وجہ سے اسپارٹیوں کو جو دیگر اقوام سے زیادہ متحفظ تھے اور قدیم طریقوں کی حتی المقدور پابندی کرتے تھے قلعہ بند مقامات کے محاصرے پسند نہ تھے اس لیئے کہ ان میں ذاتی بہادری کے جوہر دکھلانے کا بہت کم موقع ملتا تھا۔

حشر ہوا۔ ایتھنزیوں نے سوائے تھبنزیوں کے باقی بیوتیوں کو شکست دیدی مگر وہ تھبنزیوں کے حملے کی تاب نہ لاسکے اور بالآخر پسپا ہونا پڑا۔ ایتھنزی فوج تین طرف یعنی ڈیلیوم اور وپس اور کوہ پارنیز کی طرف بھاگ گئی۔ اور میدان جنگ پر قریب پانسو بیوتی اور ایک ہزار ایتھنزی جن میں خود سپہ سالار ہقراط بھی تھا چھوٹ گئے۔ جب لڑائی ہو چکی تو ایتھنزیوں نے رواج کے مطابق اپنے مردے لے جانے کا مطالبہ کیا۔ اس کے جواب میں بیوتیوں نے کہا کہ ایتھنزیوں نے ڈیلیوم کے مقدس بت خانے پر قبضہ کرکے جملہ مذہبی اصولوں کو توڑ دیا ہے اور نعشوں کو ان کے سپرد کرنے سے پیشتر انھوں نے ڈیلیوم کے تخلیے کا مطالبہ کیا۔ ایتھنزیوں نے جواب دیا کہ ان سے کوئی غلطی سرزد نہیں ہوئی ہے۔ اور فریقین اپنی اپنی ہٹ پر برابر اس وقت تک جمے رہے جب تک آخرکار بیوتیوں نے آگے بڑھ کر ڈیلیوم پر قبضہ نہ کرلیا اور قصے کو ختم نہ کر دیا۔ غرض یہ ہے کہ اس معاملے میں بھی جو خاص یونانی طرز پر اٹھا اور بالآخر طے پایا ایتھنزیوں اور ان کے دوستوں کو ہی شکست ہوئی۔ اب جو کچھ بیوتی چاہتے تھے وہ انھیں مل گیا اور لڑائی کے سترہ روز بعد انھوں نے نعشیں ایتھنزیوں کے حوالے کر دیں۔

ایتھنزیوں کے لیئے ڈیلیوم کی شکست ایک نہایت دلخراش واقعہ تھا اس سے یہ ثابت ہو گیا کہ ایتھنزی ہوپ لیت نہ صرف اسپارٹی ہوپ لیت کی بلکہ تھبنزی ہوپ لیت کی بھی برابری نہیں کرسکتا تھا۔ کسی زمانے میں انھوں نے تناگرا پر اسپارٹیوں کو اور اِنوفیتہ پر تھبنزیوں کو نیچا دکھایا تھا۔ اب ان ہی بیوتیوں نے انھیں دو جگہ یعنی کورونیہ اور ڈیلیوم پر شکست دیدی۔ غرض یہ ہے کہ تھبنزی ابھی سے اُس فوجی سیادت کی شاہراہ پر پڑ لیئے تھے جس پر سے گزر کر وہ چوتھی صدی ق م میں معراج کمال کو پہنچ گئے۔

ڈیلیوم کے واقعے کے بعد ہی تھریس میں بھی ایتھنزی مغلوب ہوئے۔ یہاں ستالکیس کا انتقال ہو چکا تھا اور اس کی جگہ اس کا بھتیجا سیو تھیس تخت سلطنت پر متمکن تھا۔ اب براسی داس نے آرگیلس سیون کو (جو جزیرۂ اندروس سے آکر یہاں آباد ہوئے تھے) اپنے ساتھ لیا اور امفی پولس کی طرف بڑھا واضح

کہ امفی پولس اس لئے نہایت اہم بلدیہ تھا کہ جو سڑک تھریس سے مقدونیہ نشیبی استریمون عبور کرکے جاتی تھی اس پر یہ شہر آباد تھا۔ پہلے تو براسی داس نے دریائے استریمون کے پل پر قبضہ کیا جو شہر پناہ سے باہر تھا۔ اور گو خاص شہر میں بھی ایسے لوگ موجود تھے جو اسپارٹیوں کے لئے شہر کے دروازے کھول دینا چاہتے تھے مگر وہ ایسے مقتدر نہ تھے کہ وہ اپنا منصوبہ فوراً پورا کرسکیں۔ اس وقت اس نواح میں دو ایتھنزی استراتی گوس تھے یعنی امفی پولس میں اُقلیس اور تھاسوس میں اولوروس کا بیٹا مورخ طوسی دیدش۔ اور ایتھنزیوں کو اتنی مہلت مل گئی کہ اُقلیس سے مشورہ کرکے طوسی دیدش کے پاس مدد کے لئے آدمی روانہ کریں۔ جب براسی داس کو یہ معلوم ہوا تو اس نے فوراً ایسے آسان شرائط پیش کئے کہ امفی پولس کے ایتھنزیوں تک نے انھیں منظور کرلیا اس لئے کہ انھیں یہ امید ہرگز نہ تھی کہ براسی داس جیسے سپہ سالار کے سامنے امفی پولس عرصۂ دراز تک مدافعت کرسکے گا۔ غرض یہ ہے کہ براسی داس کے شرائط کے بموجب وہ شہری جو شہر چھوڑنا چاہتے تھے انھیں اجازت دی گئی کہ پانچ روز کے اندر مع اپنے جملہ مملوکات کے چلے جائیں۔ جس روز امفی پولس فتح ہوا ہے اُسی روز طوسی دیدش ایون پہنچا اور اس نہایت اہم مقام پر قبضہ کرلیا اس کے جواب میں براسی داس نے اسی نواح کے متعدد مقامات پر قبضہ کرلیا اور پردکاس بھی یہ خبر سن کر پہنچا اور اپنے مصالح کی نگہداشت کرنے لگا۔

۲۸۰

امفی پولس کی شکست کا بڑا اثر ہوا اور ایتھنز کے حلیف بغاوت کی تیاری کرنے لگے۔ موسم سرما کے آجانے کے سبب سے براسی داس کچھ زیادہ نہ کرسکتا تھا مگر اس نے دریائے استریمون پر چند جہاز بنوائے اور اسپارٹا سے کمک طلب کی اور آگے بڑھ کر کوہ آتھوس کی راس کے قریب چند مقامات کو تسخیر کرلیا۔ اسے ستھونیا کے جزیرہ نما میں شہر توروِنے پر کچھ مشکل پیش آئی مگر وہ اس پر قبضہ کرنے اور وہاں کے ایتھنزی دستے کو جہازوں پر بھگا دینے میں کامیاب ہوا۔ اس نے کمال چالاکی سے یہ ظاہر کیا کہ اس مقام کی تسخیر میں خود اتھینا دیبی نے (جس کا توروِنے میں ایک بت خانہ بھی تھا) مدد کی ہے اور اسی دیبی کے نام پر اس نے قلعۂ لکی تھوس معنون کردیا اور دنیائے یونان کے سامنے گویا یہ مسئلہ پیش کردیا

کہ اگر اتھینا بھی ایتھنز کی مدد کے لیئے تیار نہیں تو پھر ایتھنزی کس پر تکیہ کر سکتے ہیں ؛
اس میں شبہ نہیں کہ جس روز طوسی دیدش ایون میں داخل ہوا ہے
اسی روز اگر صبح کے وقت وہ امفی پولس پہنچ جاتا تو یقین ہے کہ شہر اسپارٹیوں ۳۸۱
کے قبضے میں نہ آتا۔ اسی لیئے غالبًا کلیون کی تحریک پر اس کا مواخذہ ہوا اور وہ اس
جرم کا مرتکب گردانا گیا اور جب تک جنگ جاری رہی اس وقت تک وہ پھر ایتھنز نہیں
آیا + اس بات کا تصفیہ نہایت مشکل ہے کہ سہل انکاری اس سے سرزد ہوئی یا نہیں۔
اگر کوئی واقعہ خود ہمارے زمانے میں بھی پیش آتا ہے اس کے متعلق یہ نہیں کہا جا سکتا کہ کون
شخص تعریف و توصیف کا مستحق ہے اور کس کے سر الزام رکھا جائے۔ اور جب واقعات
زیر بحث گزرے ہوے صدیاں ہوگئیں تو پھر ان کی بابت حکم لگانا تقریبًا ناممکن ہے
خاصکر جب خود اسی شخص نے جسے مورد الزام گردانا جاتا ہے ان واقعات کو نہایت مختصر
اور خشک طرز سے بیان کیا ہو + بلاشبہ طوسی دیدش کو فوج کشی کے فن میں مہارت
حاصل نہیں تھی۔ مگر یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ اس زمانے میں براسی داس اور ایک حد تک
دیموس تھینس کے علاوہ فن حرب میں کسی کو کمال حاصل نہیں تھا۔ اور یہ بات تو
یقینی ہے کہ خود امفی پولس کے ایتھنزی عہدہ داروں اور عوام نے اپنے فرائض منصبی
ادا کرنے میں طوسی دیدش سے کم کوتاہی نہیں کی[19] ؛
۴۲۳ ق م کی ابتدا میں ایتھنزیوں اور اسپارٹیوں میں ایک سال کے لیئے

---

[19] اس مسئلہ کے متعلق کہ طوسی دیدش پر الزام لگایا جا سکتا ہے یا نہیں کلاسن کی کتاب "طوسی دیدش" جلد ۴ کا ضمیمہ دیکھنا چاہیئے۔ ہمیں تفصیلی واقعات کا مطلق علم نہیں۔ اور اگر طوسی دیدش کے علاوہ کسی اور کا ذکر ہوتا تو کوئی بھی ایسے بیکار مباحث میں اپنا وقت ضائع کرنا پسند نہ کرتا۔ ایسی بحثوں سے کوئی مفید مطلب نہیں نکلتا۔ اور جو لوگ اس کی تاریخی تصانیف کی قدر کرتے ہیں انھیں کبھی اس کا ملال نہیں ہو سکتا کہ وہ سپہ سالاری سے دست کش ہوگیا۔ ورنہ اسے نہ تو اتنی فرصت ملتی اور نہ اپنی تاریخ مرتب کر سکتا + ایتھنز میں اتنی قدرت تھی کہ اس میں ہر سال طوسی دیدش جیسے نصف درجن سپہ سالار مل جائیں مگر ویسا مورخ نہ اس سے پہلے ایتھنز میں پیدا ہوا نہ اس کے بعد ؛

عارضی صلح ہوگئی۔ فریقین لڑائی سے پست پڑ گئے تھے خود ایتھنز میں اشرافیوں نے سروری ناٹکیوں کی وساطت سے جنگجو فریق پر حملے کرنا شروع کر دیئے تھے[۲] اور اسپارٹا بھی محض کورنتھ کے مقاصد کے لیئے متواتر برسرپیکار ہونے سے عاجز آگئے تھے۔ امید یہ تھی کہ ایک سال کے اندر فریقین میں قابل اطمینان صلح ہو جائے گی۔ مگر یہ امید اس لیئے بر نہ آئی کہ تھریس میں ہیجان جاری تھا اور براسی داس کی حکمت عملی اور کورنتھیوں کی کوششوں سے وہاں پیچیدگیاں پہلے سے بھی زیادہ بڑھ گئیں۔ التوائے جنگ سے دو روز کے بعد یا لینے کا شہر سکیونے ایتھنز سے باغی ہوگیا اور جب ایتھنزی اور پیلوپونیزی کمشنر تھریس پہنچے تو انھوں نے دیکھا کہ سکیونے پر براسی داس قابض ہوگیا ہے اور ایتھنزی ارسطونیموس نے یہ کہا کہ چونکہ اس شہر نے التوائے جنگ کے بعد بغاوت کی ہے لہذا اس بغاوت پر التوا کا اثر نہیں اور ایتھنز کو اس کے خلاف اعلان جنگ کرنا پڑے گا۔ مگر سکیونے کے بعد مینڈے نے بھی بغاوت کر دی اور براسی داس نے اس پر بھی قبضہ کر لیا۔ اگر ایک اسپارٹی سپہ سالار اسپارٹی وعدوں کو اس بے پروائی سے توڑے تو پھر التوائے جنگ بالکل لا یعنی ہو جاتا ہے اور اس میں شبہ نہیں کہ ایتھنز پر اسپارٹا بے ایمانی کا نہایت برا اثر پڑا ہوگا۔ جو مہیں براسی داس نے اس کے علاوہ سر کیں وہ اتنی کامیاب نہیں ہوئیں۔ پردکاس اور اسپارٹا کے باہمی تعلقات نہایت اچھے تھے اور براسی داس نے اپنا فرض سمجھا کہ وہ اسے لنکوس کے حکمران ارھی بایوس کے خلاف مدد دے۔ مگر اس کے جواب میں ارھی بایوس کی مدد کے لیئے الیریائی آگئے اور مقدونوی یہ دیکھ کر میدان چھوڑ کر

۴۲۴

[۲] ۴۲۶ ق م میں ارسطوفانیس نے اپنا ناٹک "اہالیان بابل" شائع کیا جس میں اراکین لیگ کی طرفداری کی اور کلیون پر حملہ کیا۔ ۴۲۵ ق م میں اس نے اپنے ناٹک "اکارنیان" میں صلح کے فوائد بیان کیئے اور اس کی ترتیب میں شاعر یوپولس سے مدد لی۔ ۴۲۴ ق م میں اس کا ناٹک "سحاب" شائع ہوا جس میں جگہ جگہ کلیون پر نکتہ چینی کی گئی تھی۔ ان تمام مباحث سے کلیون کا اثر زائل ہوگیا اور لوگوں نے اس کے حکم سے بے پروائی کرنی شروع کی جس کا ایک نتیجہ یہ ہوا کہ امفی پولس ہاتھ سے نکل گیا۔ کلیون کے مرنے پر عدیدی گروہ کے گھروں میں گھی کے چراغ جلے۔

بھاگ گئے + شہر مینڈے پر اس وقت تک اسپارٹی قابض تھے۔ مگر اب ایتھنزیوں نے اس پر حملہ کیا اور گو لکدمونی لشکر نے پہلے تو مدافعت کی مگر پھر ایتھنزیوں کو چیرتا ہوا محصور شہر سکیونے کی طرف نکل گیا + براسی داس نے پوتی دیہ لینے کی بھی کوشش کی مگر وہ بھی بے سود ثابت ہوئی + اب ایک عجیب واقعہ پیش آیا پردکاس نے اپنی قدیم عادت کے موافق اسپارٹا کا ساتھ چھوڑ دیا اور اسپارٹی قرارداد کو خیرباد کہکر جو کچھ اس کا اثر تھا وہ اس کوشش میں صرف کیا کہ لکدمونی افواج تھسلی میں ہوکر نہ گزر سکیں + شاہ مقدونیہ کے طرز عمل میں اس قسم کی متواتر تبدیلیوں سے اس زمانے کا نقشہ سامنے آجاتا ہے اور اس سے اس برتاؤ کا علم ہوتا ہے جو مختلف مخالف گروہ ایک دوسرے کے ساتھ جائز رکھتے تھے + جنگ پیلوپونیز کی ابتدا سے ہی اسپارٹی فن تدبیر میں ایتھنزیوں سے کہیں بڑھے ہوئے تھے۔ اور انھوں نے محض ذاتی مفاد کو مدنظر رکھ کر قدیم اصولوں کو ہوا میں اڑا دیا تھا۔ مگر پردکاس اسپارٹا سے بھی ایک قدم بڑھ گیا۔ اس کے نزدیک جتنے بھی حلف اور عہد نامے تھے وہ سب وقتی طور پر کارآمد تھے۔ جب ان سے اپنا کام نکل گیا تو وہ گویا بالکل بے کار ہو گئے +

جب ۴۲۲ ق م میں التوائے جنگ کا زمانہ ختم ہو گیا اور فریقین میں کوئی مستقل صلح نہ ہوئی تو کلیون نے ترکیب سے خود اپنے آپ کو استراتی گوس مقرر کرا لیا۔ نکیاس تو تھریس سال گذشتہ ہو آیا تھا اب کلیون تیس جہاز اپنے ساتھ لے کر خود تھریس چل دیا + اس مہم میں جو ناکامیاں اسے ہوئیں اس کے کئی وجوہ تھے۔ نہ تو اس کے ساتھ کافی فوج تھی اور نہ وہ سپاہیوں میں ہر دلعزیز تھا اور طرفہ یہ کہ فن حرب سے بھی وہ کماحقہ واقف نہ تھا + پہلے تو اس نے توردنے پر قبضہ کر لیا اور پھر امفی پولس کے قریب گالیپسوس کو مسخر کیا + اب براسی داس بھی اس نواح میں آگیا اور ایک طرف تو کلیون نے ایون کو اپنا مستقر بنا لیا دوسری جانب براسی داس نے امفی پولس میں قریب پانچ سو ہوپ لیت مع تھریسی اور ادونی امدادی فوج کے کلیاری داس کی ماتحتی میں چھوڑ دئیے اور اس کے مغرب میں کوہ کردی لیون پر پڑاؤ ڈال دیا جہاں سے وہ چاروں طرف کے ملک پر بہ آسانی نظر دوڑا سکتا تھا + تھریس آنے سے کلیون کا مقصد یہ تھا کہ وہ امفی پولس

۳۸۳

پر قابض ہوجائے۔ مگر طوسی دیدش کا بیان ہے کہ سپاہیوں کا اس کی قابلیت پر بہت ہی کم اعتماد رہ گیا تھا اور اب اس کا گویا یہ فرض تھا کہ اپنی پھرتی اور چلت پھرت کے جوہر دکھائے۔ اپنی تمام فوج کو ساتھ لے کر جس میں ایتھنزی، لمنوسی اور امبروسی شامل تھے اسنے امفی پولس کے قریب کی فوجی حالت کا مطالعہ کیا اور شہر کے مشرق میں ایک سطح مرتفع پر ٹھیر گیا۔ اب براسی داس نے کلیون کی حرکات وسکنات پر غور کیا اور وہ چپکے سے امفی پولس چلدیا اور وہاں پہنچ کر شہر سے نکلنے اور میدان میں لڑنے کا موقعہ تلاش کرنے لگا اور اپنے سپاہیوں کو حکم دیا کہ شہر کی فصیل پر کوئی مسلح سپاہی نظر نہ آئے۔ اس تدبیر سے کلیون کو اس قدر غلط فہمی ہوئی کہ وہ اس کا افسوس کرنے لگا کہ وہ اپنے ساتھ محاصرے کا کوئی آلہ نہیں لایا تاکہ اس کی مدد سے شہر پر دھاوا کر دیتا۔ مگر اسے اصلی واقعات کا بہت جلد علم ہوگیا اور ایک طرف تو کردیلیون پر ایک متنفس بھی نظر نہیں آتا تھا دوسری طرف اسے یہ خبر ملی کہ خاص امفی پولس میں ایک لشکر یلغار کے لئے جمع ہو رہا ہے[۱] ۔ ان واقعات سے مرعوب ہو کر وہ ایون واپس چلا۔ مگر جس سڑک پر ہو کر وہ جانا چاہتا تھا وہ امفی پولس کی فصیل کے قریب ہو کر گذرتی تھی اور جب ایتھنزی فوج اس پر ہو کر کوچ کر رہی تھی تو براسی داس کے سپاہی شہر سے نکل آئے اور ایتھنزیوں کو سخت شکست دی اور کلیون جو میمنے کے ساتھ تھا خود اس لڑائی میں مع چھ سو ایتھنزیوں کے کام آیا۔ ایتھنزی میسرہ تو ایون بھاگ گیا اور میمنے نے پہلے تو پہاڑوں کا رخ کیا اور پھر وہ بھی ایون پہنچ گیا۔ اسپارٹیوں کے صرف سات سپاہی مارے گئے مگر ان میں خود براسی داس بھی شامل تھا۔ اور پیلوپونیزیوں کو جو کچھ فائدہ اس فتح سے ہوا تھا وہ سب براسی داس کی موت سے زائل ہوگیا اس لئے کہ اس کی سرگروہی کے بغیر ہیلوت اور پیلوپونیزی رنگروٹ

---

[۱] ہمیں یہ نہیں معلوم کہ وہ دروازے جنکے نیچے سپاہیوں کے پاؤں نظر آتے تھے کس قماش کے تھے۔ ممکن ہے کہ اس حصۂ بیان کو بھی طوسی دیدش نے ہی اختراع کیا ہو تاکہ وہ کلیون کی حماقت پوری طور سے ثابت کر سکے۔ میں اس خیال سے متفق نہیں ہوں مگر اس میں شبہ نہیں یہ ان بیانات میں سے ہے جو طوسی دیدش کے نقاد اس کے خلاف پیش کر سکتے ہیں۔

بالکل بیکار تھے۔ اس کے برعکس بہت سے ایتھنزی ایسے تھے جنھوں نے پیلوسس کی مہم کے موقع پر اس کے لیئے بد دعا کی تھی اور جنھوں نے اب اس کی موت کو خوش آمدید کہا۔ اس میں شبہ نہیں کہ اسے دیموس تھینس کی مدد کے بغیر سپہ سالاری کا بیڑا انہیں اٹھانا چاہیئے تھا۔[۲۲]

۳۸۴ براسی داس کی موت کے بعد ہی ہمیں اس ہر دلعزیزی کا انکشاف ہوتا ہے جو اس نے تھریس میں پیدا کر لی تھی۔ امفی پولسیوں نے ان تمام شجاعانہ اعزاز کو اس کی طرف منتقل کر دیا جو اس وقت تک ایتھنزی ہاگنون کو جو اس شہر کا بانی مبانی تھا حاصل تھے۔ اور اس کی نعش کو خاص شہر کے رقبے کے اندر دفن کیا۔ اسپارٹا سے رامفیاس اور دو سپہ سالار ایک لکڑ موٹی فوج کو لے کر تھریس آرہے تھے۔ انھوں نے جنگ امفی پولس کا ذکر ہرقلیہ پہنچنے پر سنا اور پہلے تو وہ برابر آگے بڑھے چلے گئے مگر کئی اسباب ان کے راستے میں حائل ہوئے جن کی وجہ سے انھیں پلٹ جانا پڑا۔ اول تو تھسالویوں نے ان کی ترقی روک دی اور دوسرے انھیں یہ معلوم ہو چکا تھا کہ ایتھنزیوں کو شکست ہو ہی گئی ہے اور مزید جنگ آزمائی سے کوئی خاص فائدہ نہیں۔ مگر ان کی واپسی کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ انھیں اور اکثر اسپارٹی شہریوں کو براسی داس کے مساعی سے کوئی خاص دلچسپی نہیں تھی۔ خود اسپارٹا کو یہ معلوم تھا کہ اس میں ان دور دراز

---

[۲۲] کلیون میدان تدبر میں نہایت ہوشیار تھا مگر اس میں سپہ سالاری کی قابلیت نہ تھی۔ ایتھنز میں اس کے بعد بہت جلد تدبر اور سپہ گری دو مختلف شعبے ہو گئے اور اس کی ضرورت باقی نہیں رہی کہ ایک ہی شخص دونوں فرائض کو انجام دے۔ مگر اس کے ساتھ ہی رہبر عوام کو ہر وقت سپہ سالاری کے لیئے تیار رہنا پڑتا تھا۔ غالباً طوسی دیدش نے جنگ امفی پولس کے سلسلے میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ کلیون نا قابل تھا۔ مگر شاید لڑائی کی تفصیل حقیقت حال پر مبنی ہے اور کلیون نے دراصل دشمن کی فصیل کے قریب ہو کر نکلنے کی حماقت کی ہوگی۔

یونانی اکثر براسی داس کا مقابلہ اکی لیس سے کرتے تھے۔ اس کیلیئے پیول مان کی کتاب "براسی داس" (زیگ برگ ۱۸۶۳ء) اور اونکن کا مضمون جدیدہ تاریخ (جلد ۱ صفحہ ۲۸۹ وغیرہ) میں دیکھنا چاہیئے۔

مقامات کے سر کرنے کی قابلیت نہیں۔ پئوسانیاس، براسی داس، لیسانڈر اور آگےسی لوس جیسے اشخاص ہی ایسی مہمات کی تحریک کرسکتے تھے اور انھیں تکمیل کو پہنچا سکتے تھے۔

اب فریقین میں صلح کی خواہش اور بھی زیادہ ہوگئی۔ ایتھنزیوں نے یہ دیکھ لیا کہ جنگ میں انھیں امید کے موافق کامیابی نہیں ہو رہی اور یہ خطرہ بھی پیدا ہوگیا کہ کہیں حلیفوں میں علحدگی کی آرزو کا مرض متعدی صورت اختیار نہ کرلے۔ اب کلیون بھی نہیں تھا جو صلح کی تحریکات کا مضحکہ اڑاتا۔ خود اسپارٹی بھی یہ محسوس کرنے لگے کہ واقعات اور حالات امید افزا نہیں ہیں۔ اٹیکا کے سلسلہ وار حملے بالکل بے سود ثابت ہوئے تھے اور اب خاص ان کے ملک پر پیلوس اور کیتھرا کی طرف سے متواتر حملے ہو رہے تھے اور ہیلوتوں کی بغاوت کا خطرہ پیدا ہوگیا تھا۔ جنگ کی ابتدا محض کورنتھ کی وجہ سے ہوئی تھی اور خود اسے اس سے شمہ بھر بھی نفع نہیں پہنچا۔ اس کے علاوہ اسپارٹا اور آرگوس کے درمیان جو تیس سال کی صلح تھی اس کا زمانہ بھی آیندہ سال ختم ہو رہا تھا اور اگر عام خیال کے مطابق آرگوس اسپارٹا کے خلاف ہوگیا تو اسپارٹا کو بڑی دقت کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اسپارٹیوں کی یہ خواہش کہ ان شہریوں کو جو اسفاکتیریہ میں ایتھنز کے اسیر ہوگئے تھے رہا کردیا جائے اس وقت بھی زور پر تھی اور دونوں شہروں کے جنگ پسند گروہوں کے رہبر کلیون اور براسی داس اب موجود نہیں تھے۔ ایتھنز میں تو کلیون کی جگہ ہی پربولوس نے لی تھی مگر اس کا اثر کلیون کے برابر نہیں تھا۔ اس کے برعکس نکیاس کا اثر سب سے زیادہ تھا۔ ایتھنزی قوم کی خصوصیت تھی کہ وہ اصولوں کے بہ نسبت شخصیتوں کو زیادہ اہمیت دیتی تھی اور کسی قابل رہبر کی موت کے بعد بجائے اس کے کہ اس کا قائم مقام ہر دلعزیز ہو اکثر ایسا ہوتا تھا کہ فریق مخالف کا رہبر جو مقبول عام ہوتا ہر دلعزیز ہو جاتا تھا مثلاً ارسطی دش کی موت پر اشرافی کیمون اپنے نوجوان عمومی مخالفوں پر سبقت لے گیا۔ اور بجنسہ ایسے ہی اب کلیون کے بعد نکیاس کا اتباع کرنے والوں کی تعداد بڑھ گئی۔ نکیاس یہ چاہتا تھا کہ جو ہر دلعزیزی اسے حاصل تھی اس کا لطف امن کے زمانے میں اٹھائے۔ اسپارٹا میں شاہ پلیستوناکس کا اثر بڑھ رہا تھا اور یہ وہی شخص ہے جس پر ۴۴۵ء ق م میں یہ الزام عائد کیا گیا تھا کہ اس نے فارقلیس سے

۳۸۵

رشوت لی ہے اور جسے ۲۶ء ق م میں واپس بلا لیا گیا تھا۔ مگر ۲۶ء کے بعد بھی اسپارٹا کو کچھ زیادہ کامیابی نہیں ہوئی اور بعض لوگوں کو یہ خیال پیدا ہو گیا کہ جب پلیئیستوناکس کی واپسی کا مسئلہ درپیش تھا اس وقت فیثیہ (اپولو) دیبی کو رشوت دیدی گئی تاکہ کاہن اس کی واپسی کا فتوے دیدیں اسی وجہ سے اس کا خیال تھا کہ اگر جنگ میں خاطر خواہ کامیابی نہ ہوئی تو ممکن ہے کہ لوگ اسے بادشاہ کی اسپارٹا میں موجودگی کی طرف منسوب کریں۔ غرض یہ ہے کہ یہ بھی صلح کی طرف مائل ہو گیا۔

دونوں فریقوں میں صلح تو ہو گئی مگر اس میں کورنتھی، ایلیسی، مگاری اور بیوتی شریک نہیں ہوئے۔ مگاری اس لیئے دل برداشتہ تھے کہ ایتھنز کا نسیہ پر قبضہ ہو گیا۔ بیوتی اس لیئے کہ انھیں سرحدی شہر پاناکتوم واپس کرنا پڑا۔ کورنتھی اس لیئے کہ اسپارٹا نے ایتھنز کو اناکتوریوم اور سولیوم واپس کرنے پر مجبور نہیں کیا اور ان پر قبضہ ہونے کے سبب سے اس کا مغرب میں مستقل اثر ہو گیا۔ یہ قرار پایا کہ فریقین میں پچاس برس کے لیئے صلح رہے۔ اور سب سے پہلے دونوں نے ڈیلفی اور اس کی کاہنہ کی غیر جانبداری کا اعلان کیا اور دونوں اس پر متفق ہوئے کہ اس پر کوئی حملہ نہیں کر سکتا۔ اس کے بعد دیگر شرائط طے ہوئیں۔ علاوہ پاناکتوم کے تھریس کے بلدیات امفی پولس، آرگیلوس، استاگیروس، اکانتھوس، اسکولوس، اولنتھوس، اور اسپارتولوس ایتھنز کے قبضے میں چلے گئے اور یہ قرار پایا کہ یہ سب شہر صرف ارسطیدس کا قائم کردہ خراج ادا کرتے رہیں گے اور انھیں سوراج حاصل ہوگا یا اگر وہ چاہیں تو ایتھنز کے حلیف بن سکتے ہیں۔ کوریفازیا (پیلوس)، کیتھرا، مے تھونے، پتے لیوم (ضلع فیتوتس میں) اور اتالانتے، پیلوپونیزیوں کو واپس مل گئے اور کمی برنا، سالنے اور سنگوس آزاد کر دیئے گئے۔ جو پیلوپونیزی قیدی ایتھنز کے قبضے میں تھے یعنی اسفاکتیریہ کے قیدی اور وہ پیلوپونیزی لشکر جو سکیونے میں محصور تھا رہا ہو گیا۔ اس کے علاوہ سکیونیوں توروینوں اور سرمیلیوں کے بارے میں ایتھنز کو پوری آزادی دی گئی کہ جیسا چاہے ان کے ساتھ برتاؤ کرے (اسی طرح ایک مرتبہ پہلے بھی شاہ کلیومنیس نے اپنے ایتھنز کے دوستوں کو ادھر چھوڑ دیا اور ۳۱ء ق م میں تیس خود سروں میں سے جو بچ گئے تھے

۳۸۶

ان کے ساتھ بھی اسی قسم کا برتاؤ کیا گیا + یہ بھی قرار پایا کہ اسپارٹا اور ایتھنز کے سترہ سترہ قائم مقام صلحنامے کے قیام کا حلف اٹھائیں اور اس حلف کی تجدید سال بسال ہوتی رہے اور یہ کہ صلحنامے کا مضمون میناروں پر کندہ ہو جو اولمپیہ، فیثو (دلفی) خاکنائے کورنتھ ایتھنز کے اکروپولس اور امکلائیوم (اسپارٹا) میں نصب کیئے جائیں، سترہ اسپارٹیوں میں سب سے پہلے تو دونوں بادشاہوں یعنی پلیستوناکس اور آگس کے نام ہیں اور پھر ایفور اول پلیستولاس کا نام آتا ہے۔ ایتھنزی فہرست میں سب سے پہلا نام لامپون کا ہے جو فارقلیس کا دوست اور عرّاف تھا نکیاس کے نام کا تیسرا نمبر ہے اور باقی ماندہ نام بعض مشہور معروف سپاہیوں کے ہیں، جن میں دیموس تھنیس بھی ہے۔ صرف پانچ نام ایسے لوگوں کے ہیں جن سے ہم پہلے سے واقف نہیں + اس صلحنامہ کا نام "صلحنامہ نکیاس" اس لیئے پڑ گیا کہ نکیاس ہی نے اسے ایتھنز سے منظور کرایا تھا + اگر ہم اس کی شرائط پر غور کریں تو معلوم ہو گا کہ ایتھنز نے اسپارٹا کے حق میں نسبتہً زیادہ مراعات کیں۔ اس نے نہ صرف اسپارٹی شہریوں کو رہا کر دیا بلکہ دشمن کے ساحلوں کے وہ اہم مقامات بھی چھوڑ دیئے جن میں وہ بہ آسانی تمام داخل ہو سکتا تھا۔ اس کے معاوضے میں اسے باغی تھریسی بلدیات مل گئے جن تک اسپارٹی کمک نہیں پہنچ سکتی تھی اور جن پر کبھی نہ کبھی ایتھنزی قبضہ ضرور ہو جاتا۔ اور ان میں سے بھی شہر امفی پولس جو اس نواح میں سب سے اہم تھا ایتھنز کے حوالے نہیں کیا گیا اور نہ پلاٹیہ ہی اسے واپس ملا + اگر صلحنامے پر سب فریقوں کے دستخط ہو جاتے تو بھی اس میں ایک خوبصورتی پیدا ہو جاتی۔ مگر بیوتیہ، مگارا اور کورنتھ نے اس کے بجائے ایتھنز کے خلاف ایک مستقل حلقہ قائم کر لیا تھا۔

قرعے کے ذریعے سے اس کا فیصلہ ہو گیا تھا کہ اسپارٹا ہی اس صلحنامے کی شرائط پوری کرنی شروع کرے۔ سب سے پہلے اسپارٹا نے ان شرائط کی تکمیل کرنی چاہی جن کی ایتھنز کو خاص طور پر خواہش تھی اور کلیاریداس کو جو تھریس ہی میں مقیم تھا یہ پیغام بھیجا کہ وہ امفی پولس ایتھنزیوں کے حوالے کر دے۔ مگر کلیاریداس نے اس حکم کی تعمیل نہیں کی اور پیامبر بے نیل و مرام اسپارٹا واپس

آ گیا + اس وقت تک پیلوپونیزی قائم مقام برابر اسپارٹا ہی میں تھے اور اسپارٹا نے پھر کوشش کی کہ وہ صلحنامے کو منظور کریں چونکہ وہ اس سے ڈرتے تھے کہ کہیں اتھنزی یہ نہ کہہ بیٹھیں کہ انھیں فریب دیا گیا ہے اور صلحنامے کا وجود ہی نہیں اور یہ چاہتے تھے کہ اتھنزیوں کو یہ یقین واثق ہو جائے کہ دونوں مل کر یونان پر حکومت کر سکتے ہیں اسلیئے انھوں نے یہ ترکیب نکالی کہ اتھنزیوں سے یہ کہا کہ ہم ایک وفاعی عہدنامہ کرنے کے لیئے تیار ہیں بشرطیکہ وہ انھیں ہیلوتوں کے خلاف مدد دینے کے لیئے راضی ہو جائیں + اتھنز میں سیاسی رہبری کا بار **نکیاس** کے کندھوں پر تھا۔ اور اسے اسپارٹیوں کا یقین آگیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ **اسفاکتیریہ** کے اسیر واپس کر دیئے گئے اور اسپارٹا نے اپنے خالی وعدے وعید سے اپنا مطلب حاصل کر لیا[۲۳]۔

یہ خاتمہ تھا اس جنگ دہ سالہ کا جسے طوسی دیدش کے بعد عام طور پر اس جنگ کا پہلا حصہ سمجھا جاتا ہے جو ستائیس سال رہی اور جسے جنگ پیلوپونیز کہتے ہیں + بلاشبہ اس جنگ میں خاص بات یہ تھی کہ وہ ستائیس (یعنی ۳ × ۹ کے مقدس عدد) برس تک جاری رہی۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ ۴۲۱ء ق م کی پچاس سال کے امن سے بالکل اسی طرح حالت جنگ میں وقفہ ہو گیا جیسے ۴۴۵ء ق م کے صلحنامۂ سی سالہ سے، اور اس کی کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی کہ اس عہد کی ابتدائی جنگوں کی طرح ہم اسے علحدہ جنگ کیوں نہ سمجھیں اور ایک طویل جنگ کا جزو سمجھنے پر کیوں مجبور ہوں + مگر ۴۳۱ء ق م سے ۴۰۳ء ق م تک کے زمانے میں ایک خاص اندرونی تواتر و تسلسل پایا جاتا ہے جس کی وجہ سے ہم طوسی دیدش کے نظریئے کا پاس کرنے پر تیار ہو جاتے ہیں۔ اور اگر ہمیں اس خاص بات کا لحاظ نہ ہوتا تو ہم بہت سے ایسے دلائل بیان کر سکتے تھے جن سے یہ معلوم ہوتا کہ ۴۳۱ء ق م سے ۴۲۱ء ق م تک کے

۳۸۸

[۲۳] یہ ایک نہایت عجیب و غریب واقعہ ہے کہ کلیون کی موت کے بعد اتھنز نے تھریسی مہم کی طرف اتنا کم التفات کیا اور طوسی دیدش (۵، ۱۰) کہتا ہے کہ خود نکیاس نے بھی اپنے تعجب کا اتھنزیوں کے سامنے اظہار کیا تھا۔ یہ بالکل ممکن ہے کہ طوسی دیدش نے تھریسی مہم کی تمام اتھنزی کارگزاریوں کا ذکر نہ کیا ہو + مقابلہ کیا جائے گلبرٹ "اضافہ جات" (صفحہ ۱۶۳) اور بوسولٹ "تحقیقات" (۱، ۱۱۹) کا۔

واقعات کا انداز بالکل جداگانہ ہے۔ مثلاً یہ بالکل صریح امر ہے کہ سنہ ۴۲۱ ق م سے سنہ ۴۰۴ ق م تک جو جنگ ہوئی اس میں ایک حوصلہ مند شخص **الکبیادیس** نے ایک مخصوص رنگ پیدا کر دیا تھا۔ وہی اس زوردار تر طرز عمل کا محرک تھا جو آخرکار **مین تی نیہ** پر پاش پاش ہوگیا۔ وہی اپنے ہم وطنوں کو سرقوسہ لے گیا جہاں ایتھنز کو موت کا منھ دیکھنا پڑا اور پھر آخرکار اسپارٹا اور ایران کے محالفے میں ساعی ہوا جس کی وجہ سے آخرکار ایتھنزی اقتدار کا خاتمہ ہوگیا + اگر ان امور کو مدنظر رکھا جائے تو یہ صاف ظاہر ہوجاتا ہے کہ سنہ ۴۳۱ ق م تا سنہ ۴۲۱ ق م اور سنہ ۴۲۱ ق م تا سنہ ۴۰۴ ق م کے زمانوں کی اندرونی خصوصیات بالکل جداگانہ ہیں[۲۴]+

بہرحال سنہ ۴۲۱ ق م میں کچھ عرصے کے لیئے ایتھنز اور اسپارٹا میں صلح ہوگئی اور دونوں بلدیات میں شادیانے بجنے لگے۔ اب ایتھنزی اور اسپارٹی بہ اطمینان تمام دوش بدوش رہ سکتے تھے اور یہ ایسا واقعہ تھا جو پہلے کبھی نہیں ہوا تھا اور جس کے نہ ہونے کی سرودیہ نویس ہمیشہ شکایت کیا کرتے تھے + حال ہی میں بعض مورخوں نے اس رائے کا اظہار کیا ہے کہ اسپارٹی حملوں سے اٹیکا میں صرف وقتی طور پر ہی نقصان نہیں ہوا بلکہ ان سے تمام مملکت کو مستقل طور سے نقصان پہنچا اور **فارقلیس** نے جنگجویانہ طرز عمل سے چھوٹے چھوٹے زمینداروں کا طبقہ بالکل ناپید ہوگیا مگر اس کا کوئی خاطر خواہ ثبوت نہیں دیا جاتا۔ اگر بالفرض ایسا ہوتا بھی تو یا تو اراضی افتادہ پڑی رہتی ورنہ بڑے بڑے جاگیردار پیدا ہوجاتے جیسے اٹلی میں اس وقت پیدا ہو گئے جب روما کی آزادی مفقود ہوگئی۔ مگر خود اٹیکائی مقرروں کی تحریروں سے معلوم ہوتا ہے کہ چوتھی صدی ق م میں کاشتکاروں کا متوسط طبقہ بالکل ویسے ہی موجود تھا جیسے پانچویں صدی ق م میں

---

[۲۴] اس جنگ کا نام "جنگ پیلوپونیز" پڑ گیا ہے۔ مگر یہ اٹیکائی لحاظ سے بھی درست نہیں اس لیئے کہ اس جنگ میں پیلوپونیزیوں کے علاوہ اور بھی مملکتیں ایتھنز کی دشمن تھیں۔ اس نام کی ابتدا غالباً الیفوروس سے ہوئی اور اس کا اتباع دیودورس (۱۳، ۳۸) پلوٹارک ("فارقلیس" ۲۹) اور استرابو (۱۳، ۶۰۰) میں کیا گیا ہے + طوسی دیدیس اس کا نام "جنگ اٹیکا" رکھتا ہے اور یہ پیلوپونیزی لحاظ سے بالکل درست ہے +

اور گو ۴۳۱ ق م سے ۴۲۵ ق م تک اٹیکا پر دیکیلیا کے حملے ہوا کیئے اور ملک بالکل تاراج ہو گیا مگر پھر بھی کاشتکار اپنی اراضیات پر قابض و متصرف نظر آتے ہیں۔ اس میں شبہ نہیں کہ ان حملوں سے بہت سے شہری زیر بار ہوئے ہوں گے مگر شہر ایتھنز پر مستقل طور پر کوئی اثر نہیں ہوا۔ ایتھنزیوں کی مرفہ الحالی کا مدار تجارت پر تھا اور جنگ کے بعد ایتھنز کی تجارت پھر عود کر آئی۔ ان تمام اسباب کی بنا پر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ فارقلیس نے یہ صلاح کہ اٹیکا کی دیہات کو چھوڑ کر شہر میں چلے آئیں خوب غور و خوض کے بعد دی ہو گی۔ جو فریق بہر صورت امن کا طالب تھا اور جس میں سرور یہ نویس بھی شامل تھے وہ ایک نہایت اہم بات بھول جاتا تھا اور وہ یہ کہ آخر کار جس قوم نے اپنے تمام آرام و آسائش کو خیرباد کہا اور تکالیف و محن کی خواہش صرف اس وجہ سے کی کہ جو چیز اسے سب سے زیادہ عزیز ہے اسے نہ چھوڑے تو اس میں ضرور کوئی خاص بات مضمر ہو گی۔ ولندیزیوں کی کاشت سولھویں صدی عیسوی میں ہسپانویوں نے اور سترھویں صدی عیسوی میں فرانسیسیوں نے اجاڑ دی اور انھوں نے اس پر صبر ہی نہیں کیا بلکہ خود اپنے ہاتھوں سے پانی کے دروازے کھول دیئے اور نشیبی اضلاع کو کلیتاً برباد کر دیا تاکہ اپنے بلدیات کو حملہ آوروں کی دست برد سے بچالیں اور اپنی آزادی قائم رکھ سکیں۔ بعینہ اسیطرح فارقلیس کا طرز عمل بھی بہت ارفع و اعلیٰ تھا مگر بد قسمتی سے اسے نہ تو اپنے طرز عمل کی تکمیل میں اور نہ کسی اور اہم امر میں اپنے ہم بلدوں سے اتنی امداد نہیں ملی جس کا وہ مستحق تھا اور جو ایتھنز اور یونان کے مفاد کے لیئے ضروری تھی۔[۲۵]

۲۵۔ جب ہم اس جنگ کی تنقید فنی حیثیت سے کرتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ اس کے شروع میں اسپارٹا نے کوئی کارہائے نمایاں انجام نہیں دیئے۔ وہ صرف یہ کرتا ہے کہ اٹیکا پر حملہ کر کے اسے تاراج کرے اور جو ایتھنزی حلیف بغاوت پر آمادہ ہوں انھیں خوش آمدید کہے۔ مگر انھیں وہ کسی طرح کی مدد نہیں دیتا ظاہر ہے کہ اس طریق عمل سے یہ نہیں معلوم ہوتا ہے کہ اسپارٹا جنگ کیلیئے پہلے سے تیار تھا۔ اس کے برعکس ایتھنز نے پہلے ہی سے تمام منصوبے گانٹھ لیئے تھے۔ مگر جب وقت آیا تو اس نے ان کی پروا نہیں کی۔ ابتدا میں تو ایتھنز اسی ترکیب پر عمل کرتا ہے جو ۴۲۵ ق م کی صلح کے بعد بتائی تھی وہ یہ کہ ایتھنزیوں کو یہ چاہیئے کہ اندرون ملک کے باشندوں کو رعایا نہ بنائیں بلکہ صرف ان بلدیات سے تعلقات پیدا کریں جو

نوٹ

اسناد باب ۲۳

اس باب کے لیئے طوسی دیدیش مع پلوٹارک اور دیو دورس کے دیکھے جائیں۔ ایتھنزی بازاری گفتگو کے لیئے ارسطو فانیس میں مواد ضرور موجود ہے مگر وہ اور اس کے حواشی دونوں نہایت ہوشیاری سے استعمال کیئے جائیں۔ ایتھنز کی اندرونی تاریخ کیلیئے حال کی تصانیف مفصلۂ ذیل ہیں:۔

۱- گلبرٹ:۔ تحقیقات متعلق تاریخ ایتھنز بعد جنگ پیلوپونیز۔ لائپزگ ۱۸۷۷ء

۲- ی۔ بیلوخ: سیاسیات اٹیکا بدور فارقلیس۔ لائپزگ ۱۸۸۴ء۔

بقیہ حاشیہ صفحۂ گذشتہ ۔ سواحل پر یا جزیروں میں آباد ہوں۔ مگر اس پر پوری طور سے عمل نہیں ہوا۔ اول تو فارقلیس کا ہی انتقال ہوگیا اور اس کے بعد موقع عمل کے اعتبار سے تمام ترکیبیں بدل دی گئیں مثلاً کورکائرا اور نئو پاکتوس کی وجہ سے اکارنانیہ اور ایتولیہ کی مہمات سر ہوئیں اور بیوتیہ کے حملے کے بعد ایتھنزی طرز عمل بالکل وہی ہوگیا جو ۴۶۰ ق م سے پیشتر تھا۔ اب دیموس تھینس اور کلیون میں گفت و شنید ہو جاتی ہے اور کلیون ہی جنگ کی رہبری کرتا ہے۔ مگر اس کی مہمات میں ناکامی ہوتی ہے اور دلیوم کی شکست کے بعد ایتھنز پھر اسی حکمت عملی پر کاربند ہونے لگتا ہے جو صلحنامۂ سی سالہ کے وقت تھی یعنی یہ کہ خاص ارض یونان میں ایتھنزی مقبوضات نہ بڑھائے جائیں۔ اس سے پہلے اسے پیلوس اور کیتھرا میں کامیابی ہوتی ہے اور یہ مہمات فارقلیس کے اصول کے مطابق سر کی جاتی ہیں۔ اس کے برعکس صلحنامۂ نکیاس ایتھنز کے نقطۂ نظر سے حماقت آمیز تھا اس لیئے کہ اس میں خالی اسپارٹی مخالفے پر اس نے اپنی فتوحات قربان کردیں۔ اس سے ایتھنزیوں کو بہت مایوسی ہوئی اور الکبیادیس کے حوصلے اور بھی بڑھ گئے جس نے نہایت بے اصولی سے ہر شعبے میں دست اندازی شروع کردی ۴۱۳ ق م کے بعد صورت حال بالکل بدل جاتی ہے ایتھنز مجبور ہوتا ہے کہ دفاعی طریقہ اختیار کرے اور حق تو یہ ہے کہ اسے اپنے جنگی اصولوں کو بالکل چھوڑ دینا پڑتا ہے اسکے برعکس اسپارٹا جارحانہ طرز عمل اختیار کر لیتا ہے آرکی داموس والی جنگ میں پالیسی وہ اس نے ایتھنز کے کمزور نقطوں پر محض از خود حملے کیئے تھے، یہی پالیسی اب الکبیادیس اسپارٹا کی طرف سے شروع کرتا ہے اور اسپر اسپارٹا صاد کر دیتا ہے۔ لیساندر اسپر عمل کرتا ہے اور کامیاب ہوتا ہے۔

۳۔ میلو، لراشٹر یوہنگ ۱۔ ارسطوفانیس دتنقیدیہ تاریخی۔ لائپزگ ۱۸۷۳ء۔
ان موزخوں نے خاص خاص اجزا کی جو تحقیقات کی ہے اس کا ذکر حواشی میں آچکا ہے ٭

۳۹۶

باب (۲۴)

یونان کے حالات ۴۲۱ ق م سے سسلی کی مہم تک

۴۲۱ ق م کے صلحنامے اور خصوصاً اس محالفے کی وجہ سے جو اسپارٹا اور
ایتھنز کے مابین ہوا تھا اسپارٹا کے قدیم حلیفوں میں اضطراب کے آثار نمایاں ہوگئے
اور انھیں یہ اندیشہ ہوگیا کہ اگر وہ چپ بیٹھے رہے تو اس سے بہت نقصان پہنچنے
کا احتمال ہے اس اندیشہ کا اثر جس مملکت پر سب سے زیادہ
تھا وہ کورنتھ تھا اور یہی وہ مملکت تھی جسکی وجہ سے گویا جنگ پیلوپونیز ہی کی
ابتدا ہوئی تھی۔ اور اب کورنتھ نے آرگوس سے گفتگوئے آشتی کرنی شروع کی، آرگوس میں
ایک لقونوی گروہ ایسا موجود تھا جس نے حال ہی میں وہاں کی حکومت پر اثر ڈال کر
اسپارٹا سے پھر صلح کرلی تھی جس کے معاوضے میں اسے ضلع کینوریا واپس مل گیا مگر
اس مملکت اور اسپارٹا میں ہمیشہ ناچاقی رہتی تھی اور جو فریق اس وقت برسر اقتدار تھا
وہ عمومیت پسند ہی تھا۔ اس کے علاوہ اس طویل زمانۂ امن سے آرگوس کو بہت سے
ضمنی فائدے پہنچے تھے اور اس نے اندرونی تجارت کو کلیتہً اپنے قبضے میں کرلیا تھا
اس لیئے اسے موجودہ صورت حال نہایت امید افزا معلوم ہوئی اور اس کو خیال
ہوا کہ یہ پیلوپونیز کی سطوت حاصل کرنے کا نہایت عمدہ موقعہ ہے۔ یہ ہی اسباب تھے
جن کی بنا پر آرگوسیوں پر کورنتھ کی گفت وشنود کا بہت اثر ہوا انھوں نے بارہ
آدمیوں کا انتخاب کرکے اور انھیں یہ اختیار دیا کہ جس یونانی مملکت سے چاہیں معاہدہ کرلیں

مگر اسپارٹا اور ایتھنز سے معاہدہ کرنے کا حق عموم آرگوس نے خود اپنے لیے مختص رکھا دوران جنگ پیلو پونیز میں شہر مین تی نیہ کے باشندوں نے بھی اپنا اثر بڑھا لیا تھا یہاں بھی ایک عمومیت پسند گروہ نے اپنا اقتدار قائم کیا تھا۔ اور اس میں یہ خوف پیدا ہو گیا تھا کہ مبادا اسپارٹا اس اثر کو کم کرنے کا کوشاں ہو اس لیئے آرگوس سے مین تی نیہ بھی مل گیا۔ غرض یہ ہے کہ ایتھنز اور اسپارٹا کے خلاف ایک عام خیال یہ پیدا ہو چلا تھا کہ ان دونوں کے درمیان جو محالفہ ہوا ہے اس کا مقصد بس یہ ہے کہ چھوٹی چھوٹی ریاستوں پر مظالم کیئے جائیں اور انھیں دبایا جائے۔ اور پیلو پونیز کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک ایک ہیجان سا پھیل گیا تھا۔

۳۹۹

ان تمام واقعات سے اسپارٹا کو نہایت تردد ہوا۔ ان کے مخالفوں میں سب سے زیادہ اثر کورنتھیوں کا ہی تھا اس لیئے وہ سب سے پہلے ان ہی کی طرف مائل ہوئے اور ان سے کہا کہ ہر حلیف پر کثرت رائے کی پابندی فرض ہے اسلیئے کورنتھہ کو بھی صلحنامے کے شرائط پر عمل کرنا چاہیئے۔ اس کا جواب کورنتھیوں نے یہ دیا کہ بلاشبہ ہر حلیف پر کثرت رائے کی تعمیل لازمی ہے مگر کیا اسپارٹی اسے بھول گئے کہ صلحنامے میں ایک دفعہ یہ بھی ہے کہ اگر یونانی دیوتا یا قدیم سورما اس کثرت رائے کے خلاف ہوں تو پھر اس کا خیال نہیں کیا جائے گا؟ اور چونکہ ہم نے اس کا حلف لیا ہے کہ ہم تھریسیوں کا ساتھ نہیں چھوڑیں گے اس لیئے اب گویا دیوتاؤں کی خواہش اور پیلو پونیزی حلیفوں کی کثرت رائے میں تضاد ہے اور ایتھنز سے صلح ہو ہی نہیں سکتی۔ غرض یہ کہ کورنتھی بھی اپنے حلیف کالکدیسیوں کو ساتھ لے کر آرگوسی اتفاق میں شریک ہو گئے ایلیسیوں میں بھی ایک عمومی فریق پیدا ہو گیا ان میں اور اسپارٹا میں لیپریوم کے متعلق جھگڑا ہو گیا اور وہ بھی آرگوس کے ساتھ شامل ہو گیا اسی طرح بیوتی اور مگاری بھی ایتھنز سے دل سے متنفر تھے مگر وہ اس نئی لیگ میں محض اس وجہ سے شامل نہیں ہوئے کہ یہ دراصل مختلف عمومی مملکتوں کا محالفہ تھا۔ ان تمام واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ صلحنامہ نکیاس کے بعد یونان کی فریق بندی ابتدائی اصولوں پر قائم ہو رہی تھی اور ہر مملکت کا مقصد محض یہ ہی تھا کہ آیندہ زمانے میں اپنا ہی ذاتی مفاد پیش نظر رکھے۔

کورنتھیوں اور آرگوسیوں نے تگیا کے باشندوں سے کہا کہ وہ

اسپارٹا سے باغی ہو جائیں مگر انھیں اس میں کامیابی نہیں ہوئی اس لیئے کہ اول تو تگیہ میں عمومی گروہ برسر اقتدار نہیں تھا اور دوسرے تگیہ اور مین تی نیہ کے باہمی کشیدگی تھی اب کورنتھیوں کو یہ خطرہ محسوس ہونے لگا اور وہ یہ خیال کرنے لگے کہ ایتھنز اور ان کے ملک کے درمیان کوئی سد راہ نہیں ہے اور جب ایتھنزی چاہیں ان کے ملک میں آسکتے ہیں۔ انھوں نے دیکھا کہ بیوتیہ اور ایتھنز کے درمیان عارضی صلح ہے جسے ہر فریق دس روز کی اطلاع دے کر توڑ سکتا ہے انھوں نے یہ چاہا کہ ان کے اور ایتھنز کے درمیان اسی قسم کے تعلقات قائم ہو جانا بہتر ہوگا اور تھبنز سے درخواست کی کہ وہ دونو کے درمیان پڑ کر صلح کرا دے۔ مگر ایتھنز نے صاف انکار کر دیا جس کی وجہ سے کورنتھ اور تھبنز میں بھی دوستی نہ ہو سکی۔ اسپارٹا اور مین تی نیہ میں تعلقات کی کشیدگی تو تھی ہی، اب دونوں میں باضابطہ جنگ شروع ہو گئی جس میں مین تی نیہ کو شکست ہوئی اور ان کے قبضے سے پارہ زیوں کا ضلع نکل گیا۔ ۴۰۰

اسی اثنا میں صلحنامے کے شرائط کی تکمیل کے مسئلے پر اسپارٹا اور ایتھنز میں اختلاف کی صورت پیدا ہونے لگی۔ تھریس کے بلدیات نے اس صلحنامے سے قطعی بے تعلقی کا اظہار کیا۔ امفی پولس نے بھی اطاعت سے بالکل انکار کر دیا اور گو ایتھنز نے سیفیوں اور ہیلوتوں کو پیلوس سے علحدہ کر دیا تھا مگر پیلوس کو اسپارٹا کے حوالے نہیں کیا۔ ظاہر ہے کہ صلحنامے کی تکمیل میں جو کوتاہی ہوئی تھی اس کی ابتدا اسپارٹا نے ہی کی تھی۔ جو بغض اسے ایتھنز سے تھا اسے وہ بمشکل چھپا سکتا تھا اور یہ بہت جلد منکشف ہو گیا۔ سنہ ۴۲۱ ق م میں جو نئے ایفور منتخب ہوے انھوں نے بیوتیوں سے یہ استدعا کی کہ وہ آرگوس اور اسپارٹا کے بیچ میں پڑ کر دونوں سے ایک عہدنامے پر دستخط کرا لیں اس لیئے کہ ان کا خیال تھا کہ اگر آرگوس سے اتفاق کی نوبت آگئی تو پھر اسپارٹا ایتھنز سے جنگ آزما ہونے کے لیئے تیار ہو جائے گا۔ مگر اس کوشش میں جس میں ہر مملکت نے دوسرے سے ایک قدم بڑھ جانا چاہا ناکامی ہوئی۔ بیوتارخوں نے یہ چالاکی کی کہ جو جماعتیں ذی اقتدار تھیں ان سے یہ نہیں کہا کہ آرگوس اور کورنتھ بھی بیوتیہ سے عمدہ تعلقات قائم رکھنا چاہتے تھے اور چونکہ بیوتیوں کا یہ خیال تھا کہ اسپارٹا اب بھی آرگوس اور کورنتھ کا مد مقابل تھا اس لیئے انھوں نے ماہ فروری سنہ ۴۲۰ ق م میں

اسپارٹا سے تو اتحاد کر لیا مگر باقی دونوں مملکتوں کو ان کے حال پر چھوڑ دیا۔ اس سے ایک طرف تو جو اسپارٹا چاہتا تھا وہ پورا نہیں ہوا اور دوسری جانب چونکہ ایتھنز اور اسپارٹا نے یہ قرار داد منظور کر لی تھی کہ دونوں میں سے کوئی ایک دوسرے کے پس پشت کسی اور سے اتفاق نہ کرے اور یہ گویا ایتھنز کی توہین تھی اس لیئے اسپارٹا اور ایتھنز کے باہمی تعلقات میں بھی فرق آگیا + آرگوس کی حکومت میں بھی اضطراب کے آثار نمودار ہوئے اور انھوں نے اسپارٹا سے مخالفت کرنا چاہا مگر ایتھنز ہی سدراہ ہوئے اور آخر کار آرگوس کے شہریوں نے اس مخالفت کی منظوری دینے سے انکار کر دیا +　　۴۰۱

ایتھنز کے عمومیوں کا سرگروہ ہی پربولوس تھا[1] + ہی پربولوس کلیون

---

[1] ہی پربولوس کیلیئے گلبرٹ کی کتاب (صفحہ ۲۰۹) دیکھنی چاہیئے، وہ اکثر مقدمات میں جو مملکت کی جانب سے ان لوگوں پر عائد ہوتے تھے جنھوں نے مملکت کے مال کا تغلب کیا تھا سرکاری طرف سے پیروی کیا کرتا تھا اور چونکہ وہ ایسے ممتاز اور بے ایمان اشرافیوں کے خلاف رہتا تھا جو مملکت کا روپیہ اپنے مفاد پر خرچ کرنا چاہتے تھے اس لیئے اشرافی گروہ اس سے دل سے متنفر تھا۔ یہی وجہ تھی کہ وہ ہمیشہ سرود یہ نویسوں کا نشانہ ملامت بنا رہتا تھا۔ مثلاً سرود یہ نویس افلاطون نے اپنے ناٹک "ہی پربولوس" میں، یوپولس نے اپنے ناٹک "ماریکاس" میں، اور ہرمیپوس نے اپنے ناٹک "ارتوپولدیس" میں اسے نشانۂ ملامت بنایا + ابتدا میں تو یہ حملے محض تعریض و تشنیع پر ہی محدود تھے مگر مفسروں نے اپنی ذکاوت اور فراست سے ان کی بنیاد پر اس کی پوری سوانح عمری تیار کر لی۔ مثال کے طور پر ایسی سوانح عمری یادلی کے مجموعے جلد ۲ میں مع حوالۂ اسناد کے ملجائیگی۔ مگر ان تحریروں کی مطلق تاریخی اہمیت نہیں ہے + ہی پربولوس کے حالات زندگی سے جو کچھ بھی ہمیں واقفیت ہے (مثلاً مملکت کو افراد کے تغلب سے بچانے کی کوشش اور عدیدیوں کے ہاتھ سے مارا جانا) اس سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایفیالتیس کا ایک نہایت مناسب اور قابل قائم مقام تھا۔ اس سے پہلے ارسطیدس نے بھی (جس کے بلند پایہ عمومی ہونے میں کسی کو انکار نہیں) مملکت کو تغلب سے بچایا تھا۔ بہر حال ایفیالتیس کی تو ہر شخص وقعت کرتا ہے۔ مگر ہی پربولوس کی بدقسمتی ہے کہ اس کے جملہ حالات ہمیں اس کے مخالفوں کی تحریروں سے ہی معلوم ہوئے ہیں (اور یہ تحریریں تعصب سے بھری ہوئی ہیں) +

کی طرح تجارت پیشہ تھا اور چراغ سازی کا کام کرتا تھا۔ اشرافیوں کو اس سے خاص طور پر بغض تھا۔ اور خود یومیونیس بھی اس کی اتنی ذاتی وقعت نہیں تھی جتنی کلی نیاس کے بیٹے الکبیا دیس کی؛ الکبیا دیس ایک خوبرو نوجوان تھا اور گو اس کی پرورش اس کے عزیز فارقلیس نے ہی کی تھی مگر اس کی عادات واطوار ایک آوارہ امیرزادے کے سے تھے اور وہ بداخلاقی میں زندگی بسر کرتا تھا؛ اس کے مزاج میں یہ داخل تھا کہ جس کسی سے وہ ملتا اس پر اپنا اثر قائم کرلیتا یہانتک کہ جب اس کی حکیم سقراط سے ملاقات ہوئی تو اسے بھی اپنا گرویدہ بنالیا؛ اس کے تمام کاموں میں فہم وادراک کا مادہ پایا جاتا ہے اور جو کچھ وہ کرتا تھا وہ محض اس وجہ سے اس کی خوشی اسی میں تھی۔ بچپن ہی سے وہ نڈر تھا اور چونکہ اس کا انداز مخویانہ تھا اس لیئے اور بھی زیادہ آزادمنش معلوم ہوتا اور جہاں اور دل

---

۱ الکبیا دیس کیلیئے مخصوص طور پر مفصلۂ ذیل کتابیں دیکھنی چاہئیں ؛

گ، ف، ہرتسبرگ "الکبیادیس، مدبر وسپہ سالار"۔ ہالے ۱۸۵۳ء؛ وائم لنگ کا مضمون جریدۂ عجائب خانۂ "سوئیزرستان" فیشر "الکبیادیس ولیساندروس" در بیاض مختصر" جلد ا

فلیتی کے مضامین؛

اس کی نوجوانی کے واقعات پلوٹارک سے معلوم ہوتے ہیں؛ میرا خیال ہے کہ حال میں فوکٹے نے جو اس کی طرفداری کرنی چاہی ہے اس میں اسے کامیابی نہیں ہوئی؛ ممکن ہے کہ عمومیت کے مخالفوں مثلاً ارسطوفانیس اور افلاطون پر اس کی خداداد قابلیتوں کا اثر پڑا ہو مگر جب ہم اس کا خیال کرتے ہیں کہ اپنی نوجوانی کے عالم میں جو کچھ اس نے چاہا بلا لحاظ کسی اصول کی پابندی کے وہی کیا اور اس کی سیاسی چالوں سے اس کے بلدیے کو اور خود اس کو سوائے مصائب اور نقصانات کے اور کچھ نہیں ملا تو پھر ہم اس نتیجہ پر مجبور ہیں کہ اس میں وہ سب کھلے کھلے متناقض نقائص کے ساتھ جو پانچویں صدی ق م کے اواخر کے ایتھنزیوں میں پائے جاتے ہیں اعلے درجے کی فراست بھی تھی اور ہمیں نہ صرف اس سے بلکہ اس مملکت سے بھی دلی ہمدردی ہے جو چاروناچار اسکی خدمات کی آماجگاہ بنی ہوئی تھی؛ مونٹسکیو کا یہ قولہ حقیقت پر مبنی ہے کہ عمومیت کی بنا ایمانداری پر ہے اور اسی کے سبب سے یہ اصول قائم ہے۔ اور ہمیں ماننا پڑیگا کہ ہی پربولوس الکبیادیس سے بہتر شہری تھا؛

کو ناکامی ہوئی وہاں اس کی رائے تسلیم کرلی جاتی + اس کی آرزو یہ تھی کہ وہ ایتھنز پر حکومت
کرے مگر یہ حکومت محض ایتھنز کے حدود سے ہی محدود نہ ہو۔ اس کا ایتھنز گویا مقدونیہ
تھا مگر قبل از وقت اور اس میں گویا ایک سکندر کی قابلیت تھی مگر موقع اور محل مناسب
نہ تھا + اس کا اور عوامی گروہ کا تعلق محض اس کے رشتہ داروں کی وجہ سے پیدا ہوا مگر یہ
یاد رکھنا چاہیئے کہ وہ اس گروہ کے اصولوں کا دل سے معتقد نہیں تھا اور اس کی رہبری
پر اس نے صرف اس وجہ سے کمر باندھ لی تھی کہ اسے ایک مرتبہ اپنے حوصلے پورا کرنے
میں ناکامی ہوئی تھی اور یہی وہ گروہ تھا جس میں پڑ کر وہ اپنی قابلیت کے جوہر دکھا سکتا تھا
اس کا دادا اپنے زمانے میں اسپارٹی پروکسینوس تھا مگر اپنے عہدے سے کسی بات پر مستعفی ہو گیا
تھا الکبیادیس نے چاہا کہ وہ اپنے دادا کے عہدے پر فائز ہو جائے اور اس مقصد کے
حصول کے لیئے اسفاکتیریہ کے قیدیوں کے مسئلہ میں دلچسپی پیدا کی مگر بدقسمتی سے اسپارٹیوں
نے اس پر نکیاس کو ترجیح دی۔ اور اب وہ یہ چاہتا تھا کہ اسپارٹا کو یہ دکھا دے کہ اس کا ساتھ
چھوڑ کر خود اسپارٹا کو نقصان پہنچا اور اس نے یہ تدبیر شروع کی کہ اسپارٹا کے بجائے آرگوس ایتھنز
سے اتفاق کرے اس میں وہ کامیاب ہوا اور آرگوسیوں نے اسپارٹی عہد نامے کی توثیق
میں دیر لگا دی + اور جب آرگوسی سفیر ایتھنز میں تھے تو اسپارٹا نے بھی اپنے نمایندے انکا اثر
زائل کرنے کے لیئے روانہ کیئے۔ مگر (طوسی دیدش کے بیان کے بموجب) انھیں الکبیادیس
نے سخت دھوکا دے دیا[3] + بہرحال گفت و شنود کلیتہً منقطع نہیں ہوئی اور نکیاس ایتھنز
کا پیام لے کر اسپارٹا گیا۔ مگر واپسی میں وہ یہ خبر لایا کہ اسپارٹی ابھی پولس نہیں چھوڑتے اور گو
ان کا اور بیوتیوں کا باہمی معاہدہ ایتھنز اور اسپارٹا کے عہد نامے کے صریحاً خلاف ہے مگر

۴۰۲

[3] طوسی دیدش ۵، ۴۴ + اگر یہ قصہ حقیقت پر مبنی ہے تو اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یونانی
طرز معیشت میں کسی بات کا پاس و لحاظ نہیں کرتے تھے اور ساتھ ہی اسپارٹی سفراء کی سادہ لوحی بھی عیاں
ہو جاتی ہے + مگر سوال یہ ہے کہ یہ قصہ سچا بھی ہے یا نہیں۔ اسپارٹیوں نے نکیاس کے سامنے تک کسی بات پر اپنی
رضامندی کا اظہار نہیں کیا۔ اور کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ جب انھوں نے یہ کہا کہ انھیں اختیارات تامہ حاصل
نہیں ہیں تو وہ سچ بول رہے تھے؟ اس وقت طوسی دیدش ایتھنز میں موجود نہیں تھا اور یہ بالکل ممکن ہے کہ
اسے غلط اطلاع دی گئی ہو۔ مثلاً خود سفراء نے ہی غلط بات محض اسلیئے بنا دی ہو کہ دوسروں پر ذمہ داری عائد ہو جائے ۔

وہ اس سے بھی دست بردار ہونے پر رضامند نہیں ہے

اسپارٹی طرز عمل کا اندازہ کر کے ایتھنز نے بھی اپنے طور پر آرگوس، من تی نیہ اور ایلیس کے ساتھ اتفاق کر لیا اور اس معاہدہ کی عبارت نہ صرف طوسی دیدش ہی میں مندرج ہوئی ہے بلکہ ایک کتبے میں بھی پائی جاتی ہے[۱] + اس محالفے کا اصل مقصد یہ تھا کہ ایتھنزی بحری لیگ کے ساتھ ہی ساتھ بری حلیف بھی پیدا کئے جائیں۔ مگر دونوں معاہدوں میں فرق یہ تھا کہ ایتھنز بحری حلیفوں سے سختی اور جبر کے ساتھ پیش آسکتا تھا مگر بری حلفاء کے ساتھ اس قسم کا برتاؤ کرنے پر قادر نہیں تھا اور یہ محالفے محض حلیفوں کی خوشی اور رضامندی پر ہی مبنی تھے + یہ ہی سبب تھا کہ فی نفسہ اس معاہدے سے اسپارٹی عہدنامے میں کوئی نقص نہیں پیدا ہوا۔ بلکہ خود کورنتھ بھی جو آرگوس کا حلیف تھا اس میں شامل نہیں ہوا + یونانی بین قومی قانون میں بست و کشاد کی اسقدر گنجائش تھی کہ کوئی مملکت اپنے حلیف کے حلیف کی دشمن ہو سکتی تھی اور بعض مرتبہ تو دو مملکتوں میں جو ایک دوسرے کی حلیف تھیں جھڑپ بھی ہو جاتی تھی! اس کی اصل وجہ یہ تھی کہ ہر ایک اتفاق کسی نہ کسی فوری ضرورت کے رفع کرنے کے لیئے کیا جاتا تھا +

۴۲۰ ق م کے موسم گرما میں ایلیسیون نے اسپارٹیوں کو اولمپیا کے میلے سے خارج کر دیا اور اس کی وجہ یہ بتائی کہ اس میلے کے زمانے میں عام امن کا اعلان کر دیا جاتا ہے مگر اسپارٹیوں نے اس کا لحاظ نہیں کیا اور لڑائی چھیڑ دی۔ اسپارٹا پر اولمپیا کے منتظموں نے دو ہزار مینا (۳۳ ⅓ تالنت) جرمانہ کیا مگر اس عظیم الشان رقم کی ادائی کوئی آسان بات نہ تھی اور اسپارٹیوں نے اس کے ادا کرنے سے انکار کر دیا۔ میلے کا سونا الکبیا دیس تھا اور اس نے اس کی نگرانی نہایت تزک و احتشام سے کی۔ اس کے برعکس مقابلہ کرنے والوں میں سے ایک شخص لیکاس بھی تھا جس نے شرکت کے وقت

---

[۱] طوسی دیدش ۵، ۴۷ + جس نوشتے کا ذکر ہے اسکی نقل مجموعہ نوشتہ ہائے قدیم ضمیمہ ۴۶ ۴۴ (ب) میں ہے کر شہوف کا مضمون "ہرمیس" جلد ۱۲ صفحہ ۳۶۸ وغیرہ میں دیکھنا چاہیئے + کتبے کی عبارت میں کوئی بڑا نقص نہیں پایا جاتا۔ اس موضوع کے لیئے بوسولٹ ۱، ۲ ،۱۲۴۲ کا حوالہ بھی مناسب ہے

اپنے آپ کو بیوتی ظاہر کیا تھا۔ مگر جب اس کی جیت ہوئی تو اس نے کہا کہ میں اسپارٹی
ہوں جس پر کھیلوں کے منتظم نے اس کی خوب اچھی طرح سے زدوکوب کی + اسی اثناء میں
بیوتیوں نے بظاہر اسپارٹا کو خوش کرنے کے لیئے مگر دراصل اپنا مفاد پیش نظر رکھ کر
شمالی بلدیہ ہرقلیہ پر قبضہ کرلیا جو کوہ ایتہ پر واقع تھا اور جسے جنگ پیلوپونیز کے زمانے ۴۰۳
میں اسپارٹیوں نے آباد کیا تھا مگر اب چھوڑ بیٹھے تھے +

موسم بہار ۴۱۹ ق م میں الکبیادیس نے پیلوپونیز کا سفر کیا اور اس سے
جو نتیجے نکلے وہ سب سے بڑھ کر تھے + اس نے پہلے تو اکائیہ پر اثر پیدا کرنا چاہا اور اس
کے کہنے سے پاترے کے باشندوں نے شہر سے سمندر تک دیواریں تیار کیں۔ مگر
جب اس نے چاہا کہ اس رھیوام پر ایک قلعہ بنائے تو کورنتھی اور سکیونی اس کے سدراہ
ہوئے اور اس میں شبہ نہیں کہ اس قلعے کی بجائے اگر ایتھنز آرگوس کے ساحلی علاقہ (آکتے)
پر قلعہ بنانا چاہتا تو وہ کہیں زیادہ مفید ہوتا + ایپی دوروس پر کسی زمانے میں فارقلیس
کا دانت تھا اور اب خود آرگوسی چاہتے تھے کہ اس پر ان کا قبضہ ہوجائے۔ اور انھوں نے
یہ بہانا کرکے کہ ایپی دوروسیوں نے آرگوس کی اپولو کے سامنے حسب دستور چڑھاوا
نہیں چڑھایا ایپی دوروس پر حملہ کردیا + ان کی مدد کے لیئے لکدمونیوں نے شاہ
آگس کو روانہ کیا۔ مگر اسے بہت جلد واپس آنا پڑا اس لیئے کہ اسے معلوم ہوگیا کہ
اسپارٹی سیاسی ہوا میں تبدیلی ہوگئی ہے اور ساتھ ہی کارنیوس کا مقدس* مہینہ بھی
آگیا تھا جس میں جنگ ممنوع تھی + اصل واقعہ یہ تھا کہ ایتھنز کی تحریک پر ایک صلح
کانفرنس بمقام مین تی نیہ منعقد ہوئی تھی اور یہاں بھی نکیاس کی وقعت بہت
نمایاں تھی اسی لیئے اسپارٹیوں نے ایپی دوروس کی مہم کا خیال چھوڑ دیا اور
انھیں یک بہ یک یہ خیال ہوا کہ کارنیوس کا مہینہ آن پہنچا + بہرحال اس کانفرنس
میں کام کی کوئی بات نہیں ہوئی۔ اور چونکہ آرگوسیوں کے لیئے ماہ کارنیوس
باعث خلفشار ہوتا اس لیئے انھوں نے نہایت اطمینان سے اس سے پیشتر کا مہینہ
برابر جاری رکھا اور کارنیوس کی آمد کا کچھ خیال نہ کیا۔ اس طرح مذہب بھی برقرار

* ماہ کارنیوس = اگست کا آخری اور ستمبر کا ابتدائی حصہ + (مترجم)

رہا اور لڑائی بھی جاری رہی۔ ۴۲۰-۴۱۹ ق م کے موسم سرما میں بھی واقعات اسی طرح رونما
ہوتے رہے۔ اسپارٹیوں نے اپنی فوج سمندر کے راستے اپی ڈوروس روانہ کی۔ ایتھنزی
بحر ایجین کو اپنی ذاتی ملک سمجھتے تھے اور اس پر کسی قسم کی مداخلت کو سخت جرم خیال کرتے
تھے۔ ویسے بر اعظم پر تو اسپارٹی ایتھنز کے دوستوں کو بہ آزادی تمام قتل کرنے کے گویا مجاز ۴۰۴
تھے مگر جب انھوں نے سمندر پر ہو کر اپنی فوج روانہ کی تو گویا خاص ایتھنزی اراضی پر مداخلت
کی۔ اسی لیئے ایتھنزیوں نے اسپارٹی صلحنامے کے منارے پر ایک کتبہ ثبت کرا دیا کہ
اسپارٹیوں نے اپنا حلف توڑ دیا ہے اور اس کے بعد پیلوس میں ہیلوت اتار دیئے۔
مگر اس کے علاوہ ایتھنز نے اسپارٹیوں کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی۔ (اس قسم
کی دلیل سے ماہ کارنیوس کے التواء کے اصول کا مقابلہ کیا جائے)۔

۴۱۸ ق م میں الکبیادیس سپہ سالار منتخب نہیں ہوا اس لیئے اسپارٹا
کو یہ خیال پیدا ہوا کہ ایتھنز چستی و چالاکی نہیں دکھا سکے گا۔ اسی وجہ سے اس سال کے
موسم گرما میں اسپارٹا نے اس نام کو جسے حال ہی میں بٹہ لگ چکا تھا دوبارہ درخشاں کرنے
کی کوشش کی۔ آگس ایک بڑی فوج لے کر آرگوس چلا جس میں علاوہ اسپارٹی
لشکر کے حلیف ریاستوں کے رسالے، پانچ ہزار ہوپ لیت، پانچ ہزار ہلکے ہتھیار بند
اور ایک ہزار بیوتی سوار تھے، اور آرگوس کی فوج کو دونوں طرف سے گھیر لیا۔ مگر واقعات
نے بالکل خلاف امید صورت اختیار کر لی۔ دو ممتاز آرگوسیوں یعنی تھراسی لوس اور
الکیفرون نے آگس سے چار مہینے کے لیئے عارضی صلح کر لی اور آگس واپس اسپارٹا
چلا آیا۔ اس التوائے جنگ سے کوئی فریق بھی مطمئن نہیں ہوا۔ آرگوسی اس لیئے
نالاں رہے کہ ان کا خیال تھا کہ میدان میں ان ہی کو فوقیت حاصل تھی اور لڑائی ہوتی تو
انھیں ہی فتح ہوتی، اسپارٹا کے حلیف اس کی حیلت پھرت سے کبھی خوش نہ ہوتے تھے

عـ۵ عام طور پر یونانی مذہب محض برائے نام عمل کرتے تھے اور یہ ہی اس مثال سے ظاہر ہوتا ہے اس کیلیئے استرابو
(۶، ۲۶۵) کا مقابلہ کرنا چاہیئے۔ اور اسی قسم کی مثالوں کیلیئے بوسولٹ کی تصانیف "تحقیقات" (۱/۱۵۴) اور
"لاکے دیمون" (۱/ ۴۲۹) دیکھنی چاہیئے۔ جن واقعات کو طوسی دیدش نے چھوڑ دیا ہے ان کے لیئے
میو، لراشتر یونگ کی تصنیف "دیموس تھینس کی نقل و حرکت جنگ پیلوپونیز کے چودہ سال میں" کا مطالعہ کیا جائے۔

اور خود اسپارٹیوں کو بھی یہ التوا اس لیئے پسند نہیں آیا کہ اس کی بابت آگس نے ایک اسپارٹی شہری سے بھی استمزاج نہیں کیا تھا۔*

جب اسپارٹی آرگوس کی طرف پیش بندی کرکے واپس آگئے تو فریق ثانی نے ان کے جواب میں ایک مظاہرہ کیا۔ یعنی لاکیس اور نکوستراتوس ایک ہزار اتھنیوں کو لے کر آرگوس پہونچے اور دونوں نے مل کر اور خوینوس لے کر گویا آرگوس، مین تی نیہ اور اوخومینوس کے نقطوں کو ملاکر اسپارٹا اور کورنتھ کے درمیان ایک خط مستقیم حائل کردیا جس سے ان کے رسل و رسائل منقطع ہوگئے+ مگر یہ اتحاد زیادہ دنوں تک قائم نہیں رہا اور جب آیندہ ضابطۂ عمل کا مسئلہ پیش ہوا تو مختلف ساتھیوں میں پھوٹ پڑ گئی۔ اکثر حلیف یہ کہتے تھے کہ تگیا پر حملہ کرنا چاہیئے اور چونکہ اس سے اسپارٹا کو بہت نقصان پہنچتا اس لیئے یہ ہی طرز عمل بہترین تھا۔ مگر ایلس کی یہ خواہش تھی کہ آیندہ پیش قدمی سے یہ خاص طور پر فائدہ اٹھائے اور یہ تحریک کی کہ سب سے پہلے لیپریوم واپس لیا جائے۔ اس کے بعد کوئی اور مہم سر ہو۔ اور جب حلیفوں نے یہ نامنظور کرلیا تو وہ واپس چلے گئے + یہ ایک اور ثبوت تاریخ یونان میں اس قسم کے معاہدے بیکار ہونے کا ہے۔[1] ۴۰۵

اسپارٹیوں کو آگس پر بہت غصہ آرہا تھا اور وہ چاہتے تھے کہ اس پر ایک لاکھ درہم جرمانہ کردیں۔[2] مگر جب ان کی خواہش ایک اور مرتبہ قسمت آزمائی کرنے کی ہوئی تو یہی پھر سپہ سالار مقرر کیا گیا+ آرگوسی اور ان کے حلیف مین تی نیہ کے ملک میں چلے گئے تھے اور اب آگس مع جملہ اسپارٹی افواج کے اُدھر بڑھا اور پلٹ کر چند مقامات پر قبضہ کرنے کے بعد دشمن سے خاص شہر مین تی نیہ پر برسرپیکار ہوا+ طوسی دیدش

---

[1] بُوسولٹ (۱، ۵، ۱) طوسی دیدش ۱۱، ۱۴ اکا نہایت مناسب موقع پر اقتباس دیتا ہے آج کل بھی اس قسم کے واقعات پیش آتے رہتے ہیں۔ اور اگر ہم دور نپولین کی تاریخ جنگ آزادی اور جنگ کریمیہ کے واقعات کی ورق گردانی کریں تو ہمیں اس کی مثالیں مل جائینگی۔ مارلبرو اور ایوژین کو بھی اس قسم کی مشکلیں پیش آئیں۔*

[2] اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک اسپارٹی کو قریب عشرہ تالنت رکھنے کی اجازت تھی! (۱۰۰۰۰ درہم قریب ۶۰۰۰ روپے۔ مترجم)*

ہمیں اس باقاعدگی کا حال بتاتا ہے جو اس وقت اسپارٹی فوج کی تھی اور یہ بیان کرتا ہے کہ جنگ سے پیشتر تمام اسپارٹی سپاہی بانسری کی راگنی کی آواز پر قدم ملاے آہستہ آہستہ آگے بڑھ رہے تھے[ف] + مگر جہاں تک فن حرب کا تعلق ہے پیلوپونیزیوں نے اس جنگ میں کچھ کمال نہیں دکھایا۔ دو ماتحت فوجدار جو خود اسپارٹی شہری تھے اس حکم کی پابندی نہ کر سکے جو ان کے دستے کی نقل وحرکت کے متعلق انھیں دیا گیا تھا۔ اور مین تی نیہ والے جو اسپارٹی میسرہ کے عین مقابل تھے اسپارٹی خط کو توڑ کر گھس آئے[۹] مگر قلب اور میمنہ پر اسپارٹیوں نے ایتھنزیوں اور آرگوسیوں کو اس قدر شکست دی کہ اس سے اس لڑائی کی نہی فتح وشکست کا مسئلہ طے ہو گیا مگر اس کے بعد اسپارٹیوں نے اپنے ہزمیت خوردہ دشمن کا پیچھا نہیں کیا + کہا جاتا ہے کہ مغلوب فریق کے سات سو آرگوسی، دو سو مین تی نی اور دو سو ایتھنزی اور دونوں سپہ سالار کام آئے اور اس کے برعکس صرف تین سو اسپارٹی سپاہی مارے گئے۔ اور اس طرح اسپارٹیوں کے اسفاکتیریہ کی شکست کی تلافی کی +

جنگ مین تی نیہ سے بہت سے اہم نتیجے نکلے آرگوس میں اسپارٹی فریق برسر اقتدار ہو گیا اور باوجود الکبیادیس کی مداخلت کے اسپارٹی سفرا نے آرگوسیوں اور اسپارٹیوں کے باہمی صلحنامے پر دستخط کرا دیئے۔ اور بہت جلد ان دونوں ملکتوں کے درمیان پچاس سال کے لیئے ایک محالفہ ہو گیا۔ اس محالفہ سے یہ مطلب نہیں ہے کہ دونوں کے درمیان پوری یکجہتی تھی اور خود یہ محالفہ اس قسم کا تھا کہ آئندہ باہمی جھگڑے بجائے لڑائی کے آپس کی پنچایت سے طے ہوئے۔ یہ نئے حلیف اب تھریس کی طرف رجوع ہوئے اور یہاں کے کالکدیسیوں کے ساتھ محالفہ کر لیا اور پردکاس نے یہ کہہ کر کہ وہ خود ہرقلی نسل سے ہے اور آرگوسی ہے ایتھنز سے قطع تعلق کر لیا۔ مگر حسب عادت اس کا محالفہ دیرپا ثابت نہیں ہوا اور آخر کار اس نے آرگوس سے بھی قطع تعلق کر لیا +

۴۰۶

[ف] طوسی دیدش ۔۵، ۶۶ وغیرہ +

[۹] طوسی دیدش ۵، ۲، + اس سے پلاٹیہ کی یاد تازہ ہو جاتی ہے + معلوم ہوتا ہے کہ معمولی سپاہی تو ضابطے کے پابند تھے مگر افسروں سے حکم عدولی سرزد ہو جاتی تھی اور ان کی تادیب کی حالت نہایت ناقابل اطمینان تھی +

اس لڑائی کا ایک اثر یہ بھی ہوا کہ ایتھنزیوں کو ایپی دوروس سے جسے وہ ایک دیوار بنا کر تسخیر کرنا چاہتے تھے اپنا لشکر ہٹا لینا پڑا مگر دموستھینیس جو یہاں کی ایتھنزی افواج کا سپہ سالار تھا اس خوبی سے اپنا لشکر نکال کر لایا کہ اس سے ایتھنزی اقتدار کو مطلق نقصان نہیں پہنچا۔

غالباً اسی اثناء میں ایتھنز میں ایک عجیب و غریب انقلاب ہوا۔ معلوم ہوتا ہے کہ ہی پربولوس نے خیال کیا کہ اب اس کا وقت آ گیا ہے کہ اس کے مخالفوں میں سے ایک سے (خواہ وہ نکیاس ہو یا الکبیادیس) چھٹکارا ملے۔ اور اس نے غالباً ۴۱۷ق م میں یہ مسئلہ پیش کیا کہ ان دونوں میں سے ایک کو دیس نکالا دیا جائے۔ مگر اس کے دونوں مخالف آپس میں متحد ہو گئے اور ان کی جگہ خود ہی پربولوس کو جلاوطن ہونا پڑا۔ وہ ایتھنز سے ساموس چلا گیا اور ۴۱۱ق م کے عدیدی ردعمل کے موقع پر اسے قتل کر دیا گیا۔ واضح ہو کہ یہ دیس نکالے کی ایتھنز میں آخری مثال تھی۔[1]

---

[1] آخری اوستراکزم کیلئے پلوٹارک "الکبیادیس" ۱۳ "نکیاس" ۱۱ "ارسطیدس" ۷ میں دیکھنا چاہئے تاریخ کے تعین میں ہم نے بیلوخ ("سیاسیات اٹیکا" صفحہ ۲۳۹) کا اتباع کیا ہے اور کرشہوف، گلبرٹ اور بوسولٹ کے نظریوں کو نظرانداز کر دیا ہے جو یہ فرض کر لیتے ہیں کہ یہ واقعات جنگ مین تی نیہ سے پہلے ہی پیش آئے تھے۔ مفصلہ ذیل تصانیف کا بھی مطالعہ خالی از دلچسپی نہ ہوگا۔

گلبرٹ صفحہ ۲۲۸ وغیرہ۔

تسوربورگ "آخری اوستراکزم"۔ ہرمیس ۱۲ و ۱۳۔ زے لیگرا "ہی پربولوس کا اوستراکزم" جریدہ لسانیات جلد ۱۱۔ کو بیکی "فایاکس اور الکبیادیس کی جلاوطنی کا مسئلہ" گلاسٹ۔ ۱۸۸۱ء اس اوستراکزم کے متعلق عجیب بات یہ ہے کہ تھیوفراستوس کہتا ہے کہ اس موقع پر نکیاس مدمقابل نہیں تھا بلکہ فایاکس تھا اور اس کا اقتباس پلوٹارک کی سوانح عمری نکیاس (۱۱) میں دیا ہوا ہے۔ اس شخص کے حالات گلبرٹ نے اپنی کتاب (۲۳۴) میں بیان کر دیئے ہیں۔

اوستراکزم کی یہ آخری مثال تھی۔ سرورِیہ نویسوں کا قول ہے کہ اس کا رواج اس لئے ٹوٹ گیا کہ لوگ خیال کرنے لگے کہ چونکہ اس کے ذریعے سے ایک نالائق شخص جلاوطن کر دیا گیا ہے اسلئے اس طریقے کی گویا تذلیل ہوئی۔ مگر یہ بات نہیں۔ اصل یہ ہے کہ عوام کو یہ خطرہ محسوس ہونے لگا

سنہ ۴۱۷ ق م میں آرگوس میں بھی سیاسی انقلاب ہوا۔ عوام برسر اقتدار ہوگئے اور ریاتو اشرافیوں کو قتل کرڈالا یا جلا وطن کردیا۔ اور ایتھنز سے آشتی کرکے وہیں کے معماروں کو بلاکر شہر سے سمندر تک فصیل بنانا شروع کی۔ مگر ابھی یہ مکمل نہیں ہوئی تھی کہ سنہ ۴۱۷-۱۶ ق م کے موسم سرما میں آگس نے حملہ کیا اور ان دیواروں کو مسمار کردیا۔ اس حملے کے جواب میں آرگوسیوں نے لشکر کشی کی اور ضلع فلیوس کو تباہ و ویران کردیا۔ سنہ ۴۱۶ ق م کے موسم سرما میں الکبیادیس آیا اور اس نے تین سو آرگوسیو کو (جن پر اسے شبہ تھا) گرفتار کیا اور بطور یرغمال مختلف جزائر میں جو ایتھنز کے زیر اثر تھے بھیج دیا۔[۱۱]

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ کہ اگر کسی بے گناہ شخص کے خلاف بھی مختلف طبقے متحد ہوجائیں تو وہ بھی اس کے ذریعے سے جلا وطن ہوسکتا ہے۔ طوسی دیدش (۸، ۷۳) ہی پر بولوس پر الزامات کی بوچھار کرتا ہے مگر کوئی ثبوت پیش نہیں کرتا ہمیں اس بات کا یقین نہیں آتا کہ ایک شخص محض اس وجہ سے جلا وطن کیا گیا ہو کہ اس کے رہنے سے شہر کی بے عزتی تھی۔ بلکہ اصل وجہ محض سیاسی تھی۔ اوستراکزم کے عام مسئلہ کے متعلق والے تون کا مضمون ولندیزی جریدہ موسوم "منے موسینے" ("حافظہ") سنہ ۱۸۸۶ء کا مطالعہ کیا جائے۔

[۱۱] طوسی دیدش کے علاوہ آرگوس کے اشرافی انقلاب کا ذکر دیودوروس (۱۲، ۸۰) نے اور عمومی انقلاب کے حالات پو سانیاس (۲، ۲۰، ۲) نے بھی بیان کئے ہیں۔ کلاسین نے اپنی تصنیف "طوسی دیدش" میں بالکل ٹھیک کہا ہے کہ میولراشترو بنگ کو یہ نہیں چاہیے تھا کہ وہ اس تفصیل دار تذکرے کا جو پوسانیاس نے کیا ہے طوسی دیدش سے مقابلہ کرے اور اسکی مدد سے اس کی تردید کرے۔ اس میں شبہ نہیں کہ اپنی کتاب کے پانچویں مقالے میں طوسی دیدش اتنا دلچسپ نہیں رہا جتنا وہ باقی ماندہ مقالوں میں ہے۔ مگر جب اس مقالے کا موضوع ہی اتنا خو ہے تو پھر بیچارہ مولف کیا کرے۔ اور خود اس مقالے کے آخر میں بھی اس کی عبارت آرائی انتہائی مبالغے کو پہنچ جاتی ہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ اگر ہمیں اس تفصیل کے عوض جو وہ سنہ ۴۲۱ ق م سے سنہ ۴۱۶ ق م تک کی دیتا ہے کہیں سے ان نو ملکوں کے تہذیب و تمدن کے حالات مل جائیں تو ہم نہایت خوشی سے ایک کو دوسرے سے تبدیل کرلینگے۔ مگر طوسی دیدش کا مقصد یہ تھا کہ

اسی اثنا میں ایتھنزیوں نے مقدونیوں کو بھی ان کے ساحل کی ناکہ بندی کرکے گزشتہ اعمال کی سزا دی۔

سنہ ۴۱۶ ق م کی جنگ کے سب سے ممتاز واقعے (یعنی جزیرہ میلوس کی تسخیر) سے نہ تو ایتھنز کی عزت بڑھی اور نہ اسے کوئی خاص فائدہ پہنچا اس نے اڑتیس جہازوں کا ایک بیڑا جس میں چھ خیوسی اور دو لسبوسی جہاز شامل تھے دو ہزار سات سو ہوپلیت اور تین سو بیس تیر اندازوں کو لے کر کلیومیدیس اور تسیاس کی سرکردگی میں اس غرض سے روانہ کیا کہ وہ جزیرۂ میلوس کو فتح کرلیں۔

یونانی میلوسیوں کو لکدمونی مستعمرین سمجھتے تھے اور اسے ایتھنزی اپنی توہین سمجھتے تھے کہ مجمع الجزائر کیکلادیس میں صرف یہ ہی ایک جزیرہ تھا جو اس وقت تک ایتھنزی لیگ میں شامل نہیں ہوا تھا۔ اور انھوں نے اس کا تہیہ کرلیا کہ میلوس کو اب مطیع ہوجانا چاہئے۔ اول تو ایتھنزیوں نے میلوسیوں کو یہ ترغیب دینی چاہی کہ وہ ان کی لیگ میں شامل ہوجائیں اور گفت وشنود کے لیئے ایک کانفرنس منعقد کی۔ (طوسی دیدیش کا بیان ہے کہ اس کانفرنس کی کارروائی بھی گفتگو اور سوال و جواب کے پیرائے میں ہوئی۔ اور اس موقع پر بھی اس کے بیان میں بناوٹ زیادہ معلوم ہوتی ہے اور تاریخی حقیقت کم۔) اول تو میلوسیوں نے محض انصاف کی بنا پر ایتھنزیوں سے التجا کی کہ ان کو چھوڑ دیا جائے۔ مگر ایتھنزیوں نے اسے فوراً استرد کر دیا اور کہا کہ حقوق کی بحث صرف اس سے کی جائے جس کے بازوؤں میں قوت نہ ہو۔ اگر میلوسی مطیع نہ ہوتے تو یونان میں ہر شخص ایتھنز کو کمزور سمجھے گا اور اس سے زیادہ کوئی بات ایتھنز کے لیئے ناقابل برداشت نہیں۔ (ایتھنز کو یہ خیال نہ ہوا کہ اگر وہ میلوس سے بے انصافی سے پیش آیا تو ہر شخص اس سے نفرت کرنے لگے گا) اس لیئے میلوسیوں کو نہ تو انسان سے مدد کی امید کرنی چاہئیے نہ دیوتاؤں سے۔ اور اسپارٹا کی بحری قوت ہرگز ایسی نہیں ہے کہ وہ ان کی مدد کرسکے۔ (ایتھنزی ان

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ کہ وہ اپنی کتاب مدبروں کیلئے لکھے اور حقیقت امر یہ ہے کہ پانچویں مقالے میں بھی اس نے ہمارے لیئے بہت کچھ مواد جمع کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کونسے سیاسی اصول ایسے ہیں جن پر عمل نہیں کرنا چاہیئے۔

دیوتاؤں کا ذکر جان بوجھ کر مبہم طور سے کرتے ہیں) بہرحال میلوسی اپنی آزادی کی حفاظت کرنے میں نہایت ثابت قدم رہے اور آخر کار محض قوت و جبروت کے سامنے سر تسلیم خم کیا۔ جزیرے پر قبضہ کرنے کے بعد ایتھنزیوں نے سب مرد قتل کرائے عورتوں اور بچوں کے گلوں میں طوق غلامی ڈال کر فروخت کر دیا اور ان کی اراضی پانچ سو ایتھنزی کلیرُخوں میں تقسیم کر دی۔[۱۲]

اس میں شبہ نہیں کہ ایتھنزیوں کا طرز عمل نہایت سفاکانہ ہے اور ان کے دلائل میں بیچارگی اور کج بحثی پائی جاتی ہے۔ انھیں پبلک معاملات میں محض اپنے ہی مفاد کا خیال ہے اور انھوں نے قانون اور مذہب دونوں کو بالائے طاق رکھ دیا ہے۔ انھوں نے سیاسیات کے خراب ترین اصولوں کو حقیت پر مبنی بتایا اور منطق کو محض نائیت کی زرخرید لونڈی بنا کر چھوڑ دیا۔ گروٹ کی رائے بالکل درست معلوم ہوتی ہے کہ ایتھنزیوں کی اس بداخلاقی سے یہ صاف ظاہر ہے کہ سسلی کی مہم میں انھیں وہی سزا ملی جس کے وہ حقیقت میں مستحق تھے طوسی دیدش تالیف واقعات میں ایک صناع کا رتبہ رکھتا ہے مگر اس موقع پر اس نے صرف یہی کیا ہے کہ تاریخی واقعات تسلسل سے بیان کر دئے اور پہلے میلوس کی تسخیر اور اس کے بعد سسلی کی مہم کا ذکر کر دیا ہے۔ اس سے بالکل ایسی درد یہ کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے جس میں سزا کا بیان جرم کے بعد کیا ہو اس کے علاوہ میلوس کے واقعات ان واقعات کا جو اس باب اور طوسی دیدش کے پانچویں مقالے میں درج ہیں ایک نہایت عمدہ انجام ہے۔ اس سے ان عالم گیر بازشوں کا حال معلوم ہوتا ہے جو ہر شخص اپنے مخالفوں کے خلاف کر رہا تھا اور بے شمار کی کارروائیوں اور لاانتہا حیلے حوالوں کی تصویر سامنے آ جاتی ہے جن کے ذریعے سے لوگ اپنے مخالفوں سے ایک قدم آگے بڑھنا چاہتے تھے۔ یہ حالات پڑھنے سے طبعیت پر یہ اثر ہوتا ہے یونانی مدبروں نے پردکاس جیسے شخص کو اپنے لیے ایک نمونہ بنا لیا تھا۔

۴۰۸

[۱۲] یہ ایک اور مثال اطاعت بے تمیزی کی ہے۔ پلوٹارک (الکبیادیس ۱۶) سے معلوم ہوتا ہے کہ سزا کی تحریک الکبیادیس نے ہی کی تھی۔

نوٹ

اسناد:-
طوسی دیدش ۵، ۷۲ سے کتاب کے اختتام تک۔ دیودوروس ۱۲، ۵۷-۸۲ (باب ۸۲ میں دیودوروس ان حملوں کا ذکر کرتا ہے جو بائی زنطیون، کالکدونیوں اور تھریسیوں نے تھی نیہ پر ۴۱۶ ق م میں کیئے تھے) پلوٹارک نکیاس" و "الکبیادیس"+
زمانۂ حال کا مورخ:- گ، بوسولٹ:- "آرگوس کی مشارکت منفصلہ" (تاریخ یونان میں مزید اضافے" جلد ا برنیر لاونسٹہ ۱۸۸۰ء)۔

باب (۲۵)

اٹلی اور سسلی کی سیاسی تاریخ

پانچویں صدی ق م میں

ایتھنز کو جنگ پیلوپونیز کے پہلے حصے میں تو کامیابی ہوئی تھی مگر دوسرے حصے میں ایک خاص واقعہ پیش آیا کہ اس نے سرقوسہ (سیرا کیوز) کو ایک مہم روانہ کی اور یہ ہی اس کی ہزیمت کا باعث ہوئی۔ قبل اس کے کہ ہم اس مہم کے تفصیلی حالات کا بیان کریں یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پانچویں صدی ق م کے مغربی یونان کے حالات اور خاصکر سسلی کی تاریخ ناظرین کے سامنے پیش کردیں۔

اٹلی اور سسلی جن مختلف ممالک پر شامل تھے ان کا ذکر ہو چکا ہے اور ناظرین کو یہ یاد ہوگا کہ یہ ممالک جغرافی لحاظ سے ایک دوسرے سے بالکل علیحدہ اور ممتاز تھے۔ مگر پانچویں صدی ق م میں ان کا

۱۱۴

ایک دوسرے سے ذرا زیادہ تعلق ہوگیا تھا اور جو اثر ایک کا دوسرے پر پڑتا تھا وہ بڑھ گیا تھا + ان سب مملکتوں میں سب سے زیادہ ذی اثر سرقوسہ کا بلدیہ تھا۔ اور اس کے اقتدار کی جولانگاہ صرف بحر ترصینیہ ہی نہ تھا بلکہ اس نے کمپانیہ میں بھی اقتدار پیدا کر لیا تھا۔ یہاں اس کے لیئے ایک وسیع میدان موجود تھا اس لیئے کہ کیمے روبہ انحطاط تھا اور نیاپولس نے میدان سیاسیات میں کبھی قدم بھی نہیں رکھا تھا + دوسرے طرف بحر ایونیہ میں محض تاراس ہی کی کچھ اہمیت تھی اور گویہ سرقوسہ کی طرح ایک بڑی فوجی مملکت تو نہ بن سکا مگر کم از کم اپنا رتبہ اور سیاسی حیثیت برابر قائم رکھی +

ہیئے رون کے انتقال کے بعد ۴۶۷ قم میں اس کے چھوٹے بھائی تھراسی بولوس نے اپنے ہاتھ میں عنان حکومت لے لی۔ مگر اپنی حکومت کے دوران میں دراصل وہ اپنے بھتیجے یعنی گیلون کے بیٹے ہی کی طرف سے کام کرتا تھا + تھراسی بولوس ایک نہایت ناقابل شخص تھا۔ اور سسلی کے ان شہروں سے مل کر جنھوں نے اپنے خودسر حاکموں کو نکال دیا تھا (یعنی گیلا، اکراگاس، سلی نوس اور ہمیرا) سرقوسہ نے اسے ملک بدر کر دیا اور وہ لوکری چلا گیا (واضح ہو کہ سرقوسہ کے اس انقلاب کی وجہ سے مسانا اور رھیے گیوم میں بھی خودسری حکومت کا خاتمہ ہوگیا) + یہ نہیں سمجھنا چاہیئے کہ تھراسی بولوس کے جاتے ہی سرقوسہ میں امن وامان قائم ہوگیا ہوگا خودسروں کا قاعدہ تھا کہ شہریوں کے مملوکات پر قبضہ کر کے اجیر سپاہیوں کو دیدیتے تھے اور اب ضرورت پیش آئی کہ جس کا مال تھا اسے واپس دیا جائے۔ اور سرقوسہ متعدد جھگڑوں اور فسادوں کی زمانۂ دراز تک جولانگاہ بنا رہا جس میں جزیرے کے اصلی باشندوں یعنی صقالیوں نے نہایت ممتاز کام کیئے + ۴۶۱ قم میں مشرقی بلدیات کی ایک کانفرنس یہ دریافت کرنے کے لیئے منعقد ہوئی کہ جزیرے کے اس حصے کی زمینیں کن کن بلدیات کی ملک ہیں۔ اور اسی کانفرنس میں آخرکار کامارینہ کو بھی آزادی مل گئی +

ان سب باتوں کے باوجود اب بھی تمام جزیرے کا سیاسی سرگروہ سرقوسہ ہی تھا گو اس شہر میں متعدد ہنگامے ہوئے اور ایتھنز کے اوستراکزم کی طرح یہاں بھی دیس نکالے کا قاعدہ بنایا گیا (یہاں نام بجائے ٹھکڑوں کے زیتون کے پتوں پر لکھے جاتے تھے اور اسی لیئے اسے "پیتالزم" کہتے تھے) مگر سرقوسیوں کی قوت

اس قدر بڑھی ہوئی تھی کہ انھوں نے دور دراز مقامات پر بھی اپنا اقتدار قائم کرلیا اور ایک طرف آگے بڑھ کر ایٹروری جزائر ائی تھالیا (موجودہ "البا") کو تباہ کیا اور دوسری طرف ۴۵۳ ق م میں جزیرہ کورسیکا پر چھاپا مارا۔ اسی طرح مغربی سسلی میں بھی اکراگاس کے باشندوں کو موتیہ والوں سے جو اصل میں غیر یونانی تھے مگر اب یونانی تمدن کے دلدادہ ہوگئے تھے لڑنا پڑا اور ان پر غلبہ حاصل کیا۔

بہرحال کچھ عرصے تک تو یہ معلوم ہوتا تھا کہ سسلی کے اصلی باشندے جزیرے کی سیادت یونانیوں سے چھین لیں گے۔ صقالی قوم میں ایک نہایت قابل شخص دُوکے تیوس پیدا ہوا جس نے ۴۶۱ ق م سے ۴۴۰ ق م تک بڑے بڑے اہم کام انجام دیئے۔ ابتدا میں تو یہ چھوٹا سا زمیندار تھا مگر ۴۵۳ ق م میں اس نے یونانیوں کے خلاف صقالی قوم کا ایک جتھا قائم کرلیا اور شہر ایتنا (موجودہ پاترنو) پر قبضہ کرکے اکراگاس کو ستانا شروع کیا اور ۴۵۱ ق م میں مغربی بلدیہ موتیون کو مسخر کرلیا۔ مگر سرقوسیوں نے اس کے مقابلے میں اپنی فوج بھیجی تو اس کے سامنے تاب نہ لاسکا اور اسے شکست ہوئی۔ اب دُوکے تیوس کا ساتھ دینے والا کوئی نہیں رہا۔ وہ فوراً سرقوسہ آیا اور وہاں کے چوک میں ایک قربان گاہ کے سہارے کھڑے ہوکر اس نے سرقوسیوں سے معافی کی التجا کی اور انھوں نے اسے کورنتھ بھیج دیا۔ حال ہی میں تھوریئی آباد ہوا تھا اور اس میں ایونیائی اثر غالب تھا اور اسکے جواب میں دُوکے تیوس کو یہ اجازت مل گئی کہ وہ یونان کے مستعمرین کو اکٹھا کرے اور ان کی مدد سے سسلی میں ایک بلدیہ آباد کرے۔ اس ہدایت کے مطابق اسنے جزیرے کے شمال و مشرقی ساحل پر شہر کالاکتے آباد کیا جس میں کورنتھی اور سرقوسی عنصر غالب تھا اب اکراگاسیوں کو سرقوسیہ کے اقتدار بڑھ جانے سے خوف پیدا ہوا اور انھوں نے اعلان جنگ دیدیا۔ مگر انھیں دریائے ہیمیرا پر شکست ہوئی۔ دوکے تیوس ایک اور صقالی لیگ قائم کرنے کی فکر میں تھا مگر اسے اپنے منصوبوں کو عمل میں لانے کی مہلت نہیں ملی اور اس کا ۴۴۰ ق م میں انتقال ہوگیا معلوم ہوتا ہے کہ یونان سے واپس آکر وہ پھر صقالی بلدیات کی ترقی میں کوشاں ہوگیا تھا مگر اس کی موت کے بعد یہ پھر یکے بعد دیگرے سرقوسیوں کے

۴۱۳

قبضے میں آگئے۔ اور گو اس کے بعد بھی صقالی قوم کی انفرادی حیثیت برابر قائم رہی مگر اس کا وقار کم ہوتا گیا اور خود سکوں کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ یونانی تمدن تمام جزیرہ نما میں پھیل گیا۔ اسی اثناء میں سرقوسیوں نے سو جہازوں کا ایک بیڑا بھی تعمیر کیا اور اپنا اثر مشرقی بلدیات پر جن میں سے بعض مثلاً لیونتی نی، کتانہ اور ناکسوس تو خالکدیسی تھے اور بعض مثلاً مسانا۔ نیم خالکدیسی تھے قائم کر لیا۔ یہ ہی اسباب تھے جن کی وجہ سے ایتھنز کو سسلی کے معاملات میں مداخلت کرنی پڑی۔

اب اٹلی کو لیجئے۔ ہم نے اس جلد کے چھٹے باب میں بیان کیا ہے کہ تارنتم نے رہیگیئم کی مدد سے یاپیگیون کے خلاف جنگ آزمائی کی تھی اور اس میں انھیں شکست ہوئی تھی۔ مگر صورت واقعات بہت جلد تبدیل ہوگئی اور کم از کم تارنتیوں کا یہ دعوی ہے کہ وہ قوم مساپی پر غالب ہوگئے اور اس کے شکرانے میں انھوں نے آگے لاداس کا بنایا ہوا ایک عظیم الشان مجموعہ جس میں گھوڑوں اور مساپی عورتوں کے مجسمے تھے ڈیلفی کو بطور چڑھاوے کے بھیجا۔ عام خیال ہے کہ آگے لاداس مشہور صناع فدیاس کا استاد تھا اس لیئے غالباً تارنتیوں کی فتح کیمون کے دور میں یعنی ۴۷۰ ق م اور ۴۶۰ ق م کے درمیان ہوئی ہوگی۔ اسی زمانے میں تارنتیوں کو ایک اور کامیابی پیوکے تی اور یاپیگی قوم کے خلاف ہوئی اور اس کی یادگار کے طور پر انھوں نے ڈیلفی پر چڑھانے کے لیئے ایک مجموعہ اوناتاس اور کالیتھوس سے تیار کرایا۔

اس میں شبہ نہیں کہ یاپیگی اور مساپی اقوام ہمیشہ تارنتیوں کو دق کیا کرتی تھیں۔ مگر ان کی وجہ سے کبھی یونانیوں کو خطرہ نہیں محسوس ہوا۔ اور گو ان اطالوی اقوام کی شان و شکوہ جنھوں نے آخر کار جزیرہ نما سے یونانی اقتدار کا خاتمہ کر دیا" بڑھ رہی تھی مگر اس وقت تک وہ معراج کمال کو نہیں پہنچی تھیں اور یونانی کم از کم ان نقصانات کی تلافی بہ آسانی کر سکتے تھے جو انھیں بیرونی حملوں اور اندرونی نقیضوں کی وجہ سے بحر ایونیہ میں پہنچتے تھے۔ ہمیں اس کا افسوس ہے کہ ہم شہر میتاپونتم

۴۱۴

ع۱؎ پوسانیاس ۱۰، ۱۰، ۳ اور ۱۰، ۱۳، ۳۔

کی تاریخ کے سنویت کا تعین نہیں کر سکتے۔ استرابو یہ کہتا ہے کہ جب اس شہر کو سامنی قوم نے برباد کر دیا تو سیبارسیوں کے کہنے سے اس پر اکائیوں نے قبضہ کر لیا۔[۲] مگر پانچویں صدی ق م میں سامنی قوم اس قابل نہیں تھی کہ وہ اس طرح میں اپنا اثر ڈال سکے اور اس سے یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ جن واقعات کا استرابو ذکر کرتا ہے وہ اس صدی تک پیش نہیں آئے ہوں گے۔ مگر اس کے ساتھ یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ اس زمانے میں سیبارسی کسی اور کی مدد کیا خود اپنی مدد بھی نہیں کر سکتے تھے تو پانچویں صدی ق م میں ایک ضلع ایسا ضرور تھا جو چھٹی صدی ق م میں برباد ہو چکا تھا اور ہر شخص کی نگاہیں اسی طرف لگی ہوئی تھیں بلکہ تھوریئی کی آبادکاری کے بعد واقعتاً اس پر قبضہ ہو گیا۔ اور وہ ضلع سیرس کا تھا۔ استرابو نے جو بیان سیرتیس کی نوآبادی کا دیا ہے وہ قابل اطمینان نہیں۔[۳] وہ کہتا ہے کہ "انطاکوس کے قول کے مطابق جب تارنتیوں اور تھوریوں کے درمیان جنگ ہوئی تو اس میں تھوریوں کے ساتھ کلیاندریداس بھی تھا جو اسپارٹا سے بھاگ کر آیا تھا۔ اور دونوں فریقوں نے ایک عہد کیا جس کی رو سے دونوں نے مل کر ضلع سیرتیس میں ایک شہر کی بنیاد ڈالی جو عام طور پر تارنتی نوآبادی سمجھی جاتی تھی۔ جب یہ شہر ایک اور موقع کو منتقل ہو گیا تو اسے ہرقلیہ کہنے لگے"۔ دیودوروس نے بھی ان واقعات کا اعادہ کیا ہے اور وہ کہتا ہے کہ لڑائی سنہ ۴۴۴ ق م میں اور ہرقلیہ کی نوآبادی سنہ ۴۳۳ ق م میں قائم ہوئی۔ (اس کا آج کل پولی کورو نام پڑ گیا ہے اور یہ دریائے اگری کے دہانے پر واقع ہے) ہرقلیہ تراخی نیہ کچھ عرصے کے بعد اسپارٹا آباد کیا جو خود تارنتم کا بھی مادر بلد تھا۔ استرابو میں ایک اور جنگ کا ذکر ہے جو ہرقلیہ کے قبضے کے لئے

۲۔ میتاپونتم کیلئے استرابو ۶، ۴، ۲۶۴ کا مطالعہ کرنا چاہیئے۔

۳۔ ہرقلیہ کیلئے استرابو ۶، ۴، ۲۶۴ دیکھا جائے۔ دیودورس کہتا ہے کہ جنگ سنہ ۴۴۴ ق م میں اور ہرقلیہ کی آبادکاری سنہ ۴۳۳ ق م میں ہوئی۔ ہمیں ہرقلیہ کے دستور کے متعلق چند امور سے ان نوشتوں سے معلومات حاصل ہوئی ہیں جنھیں "الواح ہرقلیہ" کہتے ہیں اور جو چوتھی صدی ق م میں مرتب ہوئیں۔ لینورماں، "یونان عظمیٰ" ۱، ۱۶۶۔

۵۱۸ تارنتیوں نے مسایپیوں سے لڑی تھی⁴ + واضح ہو کہ اطالوی ہرقلیہ چند نہایت خوشنما سکّوں کے سبب سے مشہور ہے ؏

ایک طرف تو یقیناً اٹلی کی پانچویں صدی ق م کی تاریخ کے متعلق بہت سی ایسی باتیں ہیں جن کا تعین نہیں کیا جا سکتا۔ دوسری جانب تاریخ تمدن کا ایک نہایت اہم واقعہ نظر انداز نہیں ہونا چاہیئے وہ یہ کہ یونان عظمے اور سسلی دونوں میں تھوریئی کی آبادکاری اور ایتھنزیوں کی کوشش کے باوجود دوریائی عنصر یونیائی پر فائق تھا؏

دیودورس کہتا ہے کہ ۴۳۵ ق م میں تھوریئی کے باشندوں میں (جو مختلف یونانی نسلوں سے تھے) اس بات پر سخت اختلاف برپا ہوا کہ وہ کس بلدیئے کو اپنے شہر کا سرپرست سمجھیں⁵۔ ایتھنزی اپنا استحقاق جتاتے تھے مگر تھوریئی کے پیلوپونیزی اس حق کو تسلیم کرنے کے لیئے تیار نہیں تھے۔ اور دونوں نے ڈیلفی سے استفسار کیا۔ مگر وہاں سے یہ جواب ملا کہ دونوں میں سے ایک بھی سرپرست نہیں بلکہ اس شہر کا اصلی بانی ڈیلفی ہی ہے چونکہ اس زمانے میں ڈیلفی دوریانیوں کا ہمنوا تھا اس لیئے ایتھنز کو یہ عیاں ہو گیا کہ جو کچھ محنت اس نے اٹھائی وہ دراصل دوسرں کے مفاد کے لیئے تھی۔ اور جب کلیاندریداس اسپارٹا سے فرار ہوا اور تھوریوں نے اسے اپنا سپہ سالار اعظم منتخب کیا تو یہ امر پایۂ ثبوت کو پہنچ گیا۔ (واضح ہو کہ اسی کلیاندریداس کے بیٹے گیلپوس نے محاصرہ سرقوسہ میں ایتھنزیوں کی کمر توڑ دی) + ایتھنز اور سرقوسہ کے تنازعات کے ابتدائی ایام میں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ تھوریئی ایتھنز کا طرفدار تھا۔ اور اگر یہ ایتھنزی نوآبادی نیم دوریائی تھی تو اس میں تو شبہ ہی نہیں کہ ہرقلیہ جو تارنتم کی گویا ایک شاخ تھی بدرجہ اتم دوریائی تھا + غرض یہ ہے کہ پانچویں صدی ق م میں جو کوششیں ایتھنز نے اٹلی میں کیں

ح⁴ استرابو ۶، ۲۸۰ + لورنتنز دکھاتا ہے کہ کوئی مورخ اس لڑائی کے سال پر متفق نہیں ہے حقیقت یہ ہے کہ "یونان عظمے" کی تاریخ کیلیئے قابل وثوق حالات ملنا نہایت مشکل ہیں ؏

ح⁵ تھوریئی کیلیئے دیودورس ۱۲، ۳۵ ؏

ان کا نتیجہ یہ نکلا کہ سیبارس اور سیرس کے ایونیائی شہروں کی جگہ تھوریئی اور ہرقلیہ نے لے لی جو یا دو ریانی تھے یا کم از کم نیم دوریانی اور بحر ایونیہ پر صرف میتاپونتم ہی ایسا رہ گیا جو ایتھنز کا طرفدار ہو+ دوسری طرف بحر تیر ھینیہ کے بلدیات کے سیاسی رجحانات کے متعلق ہمیں مطلق واقفیت نہیں اور ان کی تاریخ پردہ اخفا میں ہے۔ صرف یہ معلوم ہے کہ پانچویں صدی ق م کے نصف آخر میں کمپانیا کے سامینوں نے کمپانیا کو مسخر کر کے سنہ ۴۲۱ ق م میں کیمے پر قبضہ کر لیا اور یہاں کے بہت سے باشندوں کو اپنا وطن چھوڑ کر نیاپولس میں (جسے اس صدی میں کسی دوسرے کی مدد کرنے کی قابلیت نہ تھی) پناہ لینی پڑی+ غالباً شہر ایلیہ کے کسی اور یونانی بلدئیے سے تعلقات نہیں تھے۔ ہمیں اس کے متعلق محض یہ معلوم ہے کہ اس شہر کے ایک خودسر نے فلسفی زینو کو نہایت بے رحمی سے قتل کر دیا+ اسی طرح پوسیدون کے نسبت بھی ہم کچھ نہیں جانتے+ جو عہد نامے ایتھنز نے اس نواح کے بلدیوں سے کیے ان سے معلوم ہوتا ہے کہ باوجود تمام رکاوٹوں کے وہ اٹلی اور سسلی پر اپنا اثر قائم رکھنے سے مایوس نہیں ہوا تھا۔ مگر افسوس ہے کہ ان عہد ناموں کے متعلق بھی ہمیں نوشتوں اور جزوی کتبوں سے بہت ہی کم معلومات حاصل ہوئی ہیں اور یہ نوشتے بھی بہت کم تعداد میں ہم تک پہنچے ہیں ؛

۴۱۶

سنہ میتاپونتم دوران سیادت ایتھنز میں برابر وفادار رہا (طوسی دیدش ۷، ۳۳، ۵۷)؛

۷ دیودوروس ۱۲، ۷۶؛

۸ ریجیوم کے ساتھ عہد نامہ "مجموعہ نوشتہ ہائے قدیم" ۱، ۳۳ = ہکس ۳۹ = ڈٹن برگر ۲۴۔ لیونتی نی کے ساتھ عہد نامے۔ مجموعہ نوشتہائے قدیم" ۴، ۳۳ (الف) = ہکس ۴۰ = ڈٹن برگر ۲۳+ مقابلہ کیا جائے طوسی دیدش ۳، ۸۶+ دونوں عہد ناموں پر اولمپیاد ۸۶، ۴ (سنہ ۴۳۳ ق م) میں دستخط ہوئے تھے+ استرابو (۵، ۲۴۶) سے ایتھنزیوں کی نیاپولس میں سکونت کا حال معلوم ہوتا ہے۔ یہاں "مشعل دوڑ" کا تہوار دیوتیموس نے پارتھینوپے دیبی کے اعزاز میں قائم کیا تھا+ ہمیں چوتھی صدی ق م سے پیشتر مسالیہ کے حالات سے بہت کم واقفیت ہے۔ یہ ہمیں معلوم ہے کہ روما کا قاعدہ تھا کہ جو مال غنیمت اسے

مگر ایتھنز کو محض تدبرانہ طرز عمل سے کوئی خاطر خواہ فائدہ نہیں ہوا اور مناسب موقعہ ملتے ہی اس نے جبر وتشدد سے کام نکالنا چاہا + کورنتھہ نے تمام پیلوپونیزی لیگ کو ایتھنز کے خلاف آمادۂ جنگ کر دیا تھا اور چونکہ مغربی سمندروں میں سرقوسہ ہی کورنتھہ کی تجارت کا پشت پناہ تھا اس لیئے وہ ایتھنز کے بدن میں کانٹا سا چبھتا تھا اور آخر کار اس نے اپنے مغربی حریف پر حملہ کرنے کا ارادہ کرلیا + مگر اس مہم میں ایتھنز کو ناکامی ہوئی اور اسی ناکامی کی وجہ سے اسے آخر کار جنگ پیلوپونیز میں شکست کا منھ دیکھنا پڑا + ایتھنز کی شکست کے اس کے علاوہ اور بھی اسباب تھے۔ ایک تو ایتھنزیوں میں ایک خاص فطری میلان پایا جاتا ہے جو اسپارٹیوں میں نہیں ملتا۔ اسپارٹا میں ہر شخص تادیب مملکت کے ماتحت اپنی زندگی بسر کرتا تھا۔ اور اس کا عادی تھا کہ افسروں کے احکام کی تعمیل بلا تامل کیا کرے۔ اس کے برعکس ایتھنز میں ہر شخص کو آزادی حاصل تھی جس کا طوسی دیدس نے فارقلیس کی زبان سے نہایت خوبصورتی سے ذکر کیا ہے۔ اور اسی آزادی کا باعث افراد میں ایک قسم کی کمزوری کے سے آثار نمایاں ہوگئے + مگر اس ظاہری تضاد سے بھی چند واقعات سمجھ میں نہیں آسکتے۔ مثلاً سرقوسہ میں ایتھنز سے بھی کم تادیب کا لحاظ کیا جاتا تھا۔ مگر سرقوسہ کو فتح اور ایتھنز کو شکست ہوئی + اس سے بھی اہم سبب یہ تھا کہ ایتھنز اپنے شہریوں سے تو محبت آمیز برتاؤ کرتا تھا مگر دوسروں کے سامنے مطلق العنانی اور شخصیت کا اصول پیش کرتا تھا۔ اور مہمات سر کرنے کے وقت جن کے مقصد اور منشا کا تعین ایتھنز ہی کرتا تھا حلیفوں کو بلا چون وچرا سر تسلیم خم کر دینا پڑتا تھا۔ اور یہ طرز عمل یونانی مدعائے حیات کے بالکل منافی تھا + حقیقت یہ ہے کہ ایتھنزی لیگ میں جو حلیف تھے ان کی حیثیت براہ راست یا بالواسطہ

۱۷ا

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) اغالیہ کی مہموں میں حاصل ہوتا تھا وہ اسے مسالیہ کے ولیفی کے خزانے میں رکھتا تھا۔ اور اس سے دونوں کے باہمی تعلقات کا پتہ لگتا ہے۔ اور ان سکوں کی دریافت سے جنکا ذکر اس باب کے نوٹ میں کیا گیا ہے اسکے تعلقات پر مزید روشنی پڑتی ہے۔ لینورماں کے نزدیک یہ چھوٹے چھوٹے سکے فوکیہ کے ہیں ("سفرنامہ اپولیہ" ۲ ' ۳۹۲)

بالکل نو آبادیوں کی سی تھی۔ قدیم یونانی مملکتیں اس قسم کے مخالفوں میں شریک ہونے سے گریز کرتی تھیں اور چونکہ انھیں ایتھنز کے جبر و تشدد سے ہمیشہ خوف لگا رہتا تھا اس لیئے وہ اسپارٹا ہی کی طرفداری کرنے لگتی تھیں۔ اور اسپارٹا کا طرزعمل یہ تھا وہ اپنے حلیفوں سے ہمیشہ صلاح لیتا اور ان کی طعن و تشنیع سنتا اور بعض مرتبہ بظاہر اور بعض مرتبہ حقیقتاً ان کی رائے کے سامنے اپنی رائے کا لحاظ نہ کرتا + اس میں شبہ نہیں کہ ایتھنزی لیگ میں جدت آفرینی تھی مگر اسپارٹا کا مقصد ہی یہ نہ تھا کہ کوئی نئی بات کرے بلکہ اس کی خواہش یہ تھی کہ موجودہ ادارات کی ہی حفاظت کی جائے اور اس مقصد کے لیئے پیلو پونیزی لیگ کے اصول ہی بالکل کافی و شافی تھے + بدیں وجوہ اگر اسپارٹا کے پاس (جس کی مشارکت کے اصولوں سے ہر فریق مطمئن تھا) عمدہ سپہ سالار ہوں یا ایتھنزی لیگ کی دسترس میں (جو اپنے حلیفوں کے لیئے ایک بار عظیم تھی) اچھے رہبر نہ ہوں یا کسی وجہ سے ان سے کام نہ نکل سکے تو اس کا لازمی نتیجہ یہی ہونا تھا کہ ایتھنز کو ہی نیچا دیکھنا پڑے۔

ایک اور سبب بھی ایتھنز کے زوال کا ہوا۔ اور وہ یہ کہ اس نے دیگر قدیم مملکتوں سے آگے بڑھ کر ایک نئی تحریک کی پیروی کرنی شروع کی جو پانچویں صدی ق م میں پھیل گئی۔ ہم اس تحریک کے مطالب و مقاصد بیان کرنے کی کوشش کریں گے اور اس صدی کے آخری بیس سال میں یونان کی عام ذہنی حالت کا اندازہ کر کے اس پر بحث کریں گے۔

نوٹ باب ۲۵

۴۱۸

جو کچھ میں نے اس باب میں سسلی کی بابت لکھا ہے اس کے اسناد میری کتاب "قدیم سسلی کی تاریخ" جلد ا میں ملے گی۔ اس فہرست کے ضمیمے کی طور پر یہاں میں مغربی یونان کے سکوں کے حالات بیان کرتا ہوں۔ جو تاریخ تمدن کو اچھی طرح واضح کرتے ہیں میں نے یہ کوشش کی ہے کہ جن نتائج پر ہیڈ، ایوانس وغیرہ پہنچے ہیں ان میں کچھ اضافہ کر سکوں۔

مغربی یونان یعنی سسلی اور اٹلی کی یونانی نوآبادیوں کو ان کے درجے اور ابتدائی حالات کے لحاظ سے چند مجموعوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ ان مجموعوں کے سکوں کے اعتبار سے بھی ان کے خاص خاص امتیازات ہیں اور وہ مفصلۂ ذیل ہیں:۔

(۱) کیمے سے ناکسوس اور ہمیرا تک اٹلی اور سسلی کے خالکدیسی بلدیات؛

(۲) نشیبی اٹلی کے اکائیائی شہر جہاں تک سکوں کا تعلق ہے۔ ان ہی شہروں کے ساتھ ہی کچھ عرصے کے لیئے تاراس بھی شامل سمجھ لینا چاہئیے؛

(۳) تاراس اور ہرقلیہ؛

(۴) کمپانیہ کی بستیاں اور ہیئے لے (ایلیہ)؛

(۵) پانچویں صدی ق م کے اختتام تک سسلی کے شہروں کا مجموعہ؛

(واضح ہو کہ تاریخی حیثیت سے پہلا اور دوسرا مجموعہ تیسرے، چوتھے اور پانچویں سے پہلے آتا ہے) + چونکہ ایٹروریہ کے سکے بھی یونانی سکوں کے تابع ہیں اس لیئے ان کا ذکر بھی کیا جائے گا؛

(۱) کیمے، رھیگیوم، زانکلے، ناکسوس اور ہمیرا میں ۹۲ گرین کے سکے پائے جاتے ہیں جو آئی گینا کے معیار کے دو درہموں کے برابر ہیں۔ اور یہ نہایت تعجب کی بات ہے کہ یہ خالکدیسی یعنی یوبیائی شہر بجائے یوبیہ کے معیار کا انطباق کرنے کے آئی گینا کے معیار کا اتباع کرتے ہیں۔ ہیڈ نے اس عجیب وغریب واقعے کا ذکر کیا ہے اور اس کی سمجھ میں اس کا یہ سبب آیا ہے کہ ان بلدیات کے اکثر مستعمرین یوبیہ سے نہیں آئے بلکہ ان کا اصلی وطن اقلیم یونان اور جزائر کیکلادیس (مثلاً جزیرۂ ناکسوس) تھے جہاں آئی گینا کا معیار مروج تھا (صفحہ XIix و صفحہ ۹۹)۔ یہ رائے بلاشبہ قابل لحاظ ہے۔ مگر اس کے ساتھ ہی اِمھوف کا یہ قول بھی پیش نظر رہنا چاہئیے کہ یہ سکے یوبیہ کے معیار کے چودرہموں کے تیسرے حصے کے (یعنی یوبیائی آٹھ ادبولیوں کے) برابر ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ اس زمانے میں ان شہروں اور کورنتھ کے تعلقات نہایت اچھے تھے اور کورنتھ

میں یہ قاعدہ نہایت پسندیدہ تھا کہ وہاں کے ہر سکّے کے تیسرے جزو کے چھوٹے چھوٹے سکّے بنائے جائیں اور (خود وہاں کے استاتر کے تین حصے مروج تھے)۔ اسی لحاظ سے یہاں بھی اسی کا اتباع کیا گیا اور ان کا درہم ایک طرف تو دو کو رنتھی استاتروں کی ایک تہائی کے اور دوسری جانب ایک آئی گینی درہم کے برابر ہے + بعض شہر ایسے بھی تھے جنھیں ویسے تو یوبیائی معیار کا اتباع کرنا چاہیے تھا (صفحہ ۴۱۹) مگر چونکہ کورکائرا میں آئی گینا کے معیار کا رواج تھا اور اس جزیرے اور مغربی بلاد یونان یعنی اٹلی اور سسلی کے قریبی تعلقات تھے (جن کا ذکر متعاقب کیا جائے گا) اور ساتھ ہی چونکہ کیغالے نیہ، زاکنتھوس اور الیس میں بھی آئی گینا کے معیار کے مطابق سکّے بنائے جاتے تھے اس لئے ان بلدیات کے لئے بھی اسی معیار میں فائدہ تھا + جیسے، رھیگیوم، ناکسوس اور ہمیرا میں پانچویں صدی ق م کے ابتدا میں یہ معیار متروک ہوگیا +

(۲) اکائیائی نوآبادیوں میں جو معیار مروج تھا وہ اس سے بالکل مختلف تھا۔ ان نوآبادیوں سے ہمارا مطلب ایک تو سیرس، میتاپونتم سیبارس اور کروتون سے ہے پھر کاؤلونیہ اور ان نوآبادیوں سے جو مقدم الذکر بلدیات نے بحر ترھینیہ کے ساحل پر قائم کیں اور جن میں سے پکسوس کا تعلق سیرس سے پوسیڈونیہ اور لاؤس کا سیبارس سے اور تیمیسا کا کروتون سے تھا۔ (ہیڈ ۸۰) + یہاں سکّے چھٹی صدی ق م میں بنائے گئے تھے۔ یہ حجم میں نہایت پتلے ہیں اور ان پر ایک طرف ابھری ہوئی اور دوسری طرف بیٹھی ہوئی ایک ہی قسم کی علامت ہے۔ اور ان کا معیار کورنتھی ہے یعنی استاتر ۱۳۰ گرین کا اور چھوٹے درہم یعنی ثلث استاتر ۴۳ گرین کے ہیں۔ ہیڈ (صفحہ Ii) لینورماں کے اس خیال کو کہ ان سکوں پر فیثا غورثیوں کا اثر پڑا اتنا امتیاز دیتا ہے کہ اس کا خیال ہے کہ ان سکوں سے فیثا غورثی روابط کے اور اقتدار اور دائرۂ اثر کا پتہ چلتا ہے مگر جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ اس قسم کے سکّے سیبارس میں بھی بنائے جاتے تھے اور اس شہر کو فیثا غورثیوں سے کوئی تعلق نہیں تھا تو ہم اس خیال کو مسترد کرنے پر مجبور ہوتے ہیں + مجھ میں اور ہیڈ میں ایک اور امر میں اختلاف ہے۔

چونکہ ان بلدیات کے سکوں کا معیار کورنتھی تھا اس لئے اسے یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ سیبارس اور ملطہ کی تجارت کا راستہ خاکنائے کورنتھ ہو کر تھا۔ مگر ملطہ سے جو مال سیبارس جاتا تھا وہ یہاں ہو کر نہیں جاتا تھا (صفحہ iii) اور صفحہ Ii پر وہ خود ہی کہتا ہے کہ ملطہ کے تجار سیبارس پر اپنا سامان اتارتے تھے۔ گویا اس کا یہ خیال ہے کہ ملطی تاجر تو براہ راست سیبارس جاتے تھے مگر سیبارسی لیخائیوم پہنچ کر اپنا اسباب وہاں بار کرا دیتے تھے+ ہم اس طرز عمل کی منطق سمجھنے سے قاصر ہیں۔ جو ملطی سیبارس آتے ان کا مقصد یقیناً یہ ہی ہوتا ہوگا کہ انہیں اپنے جہاز خالی واپس نہ لے جانا پڑیں بلکہ ان پر اٹلی کا اسباب ایشیا لے جائیں اور ان کی خواہش ہرگز یہ نہیں ہوتی ہوگی کہ جو مال و اسباب وہ لے کر چلے ہیں اسے ان کے بجائے کورنتھی ایشیا پہنچائیں+ اس کے علاوہ یہ مسئلہ بھی پیدا ہوتا ہے کہ سیبارسی کورنتھ جاتے بھی تھے یا نہیں موجودہ تحقیقات سے ہمیں یہ پتہ چلتا ہے کہ وہ ملاح گری نہیں کرتے تھے بلکہ ان کا کام صرف یہ تھا کہ بحر ایونیہ اور بحر تیرھینیہ کے درمیان خشکی کے راستے سے تجارت کریں+ اصل یہ ہے کہ اکائیائی بلدیات میں صرف اس وجہ سے یوبیائی کورنتھی معیار کا رواج ہوا کہ ابتدا میں اکائیائی کورنتھی جہازوں میں ہی اٹلی آئے۔ اور بعد میں سوائے سیبارس کے باقی تمام اکائیائی بلدیات نے کورنتھ سے تعلقات قائم رکھے مگر سیبارس نے یہ تعلقات منقطع کر دیئے اور براہ راست ملطہ سے تعلقات قائم کر کے گویا وہ کروتون کا مدمقابل ہو گیا+ ابتدا میں فیثاغورث ساکن ساموس کروتون آیا تھا اور کروتون اور کورنتھ کے تعلقات نہایت گہرے تھے+ ان تمام اسباب کی بنا پر جب ہم کورنتھی معیار نیز اٹلی میں مروج پائیں اور اس پر استدلال کرنا چاہیں تو ہمیں چاہیئے کہ اپنے دائرۂ نظر سے سیبارس کو بالکل خارج کر دیں۔ اور ایسی صورت میں ہمیں اس نتیجے پر پہنچنا پڑے گا کہ سیبارس کو زوال کورنتھ، ساموس اور کروتون کے تجارتی مقابلے کی وجہ سے ہوا۔ چھٹے سکے جن میں ایک طرف بیٹھی ہوئی عبارت ہے رھیگیوم میں بھی پائے جاتے ہیں (ہیڈ ۹۲) اس کے برعکس تھوریئی کے سکوں کے نقش مضروب کیئے گئے اور ان کی شکل متولی ہے (ہیڈ ۱۷)+

صفحہ (۴۴۰)

(۳) تاراس اور ہرقلیہ کے سکے تیسری قسم میں رکھے جاسکتے ہیں تارنتم کا ابتدائی معیار تو اکائیائی ہی تھا مگر بعد میں اس نے اسے چھوڑ دیا اور ایتھنز کی طرح اپنے یوبیائی کو رتھی اٹیکائی استاتر کو (جو بجائے ۱۳۰ گرین کے ۱۲۵ گرین کا تھا) دو دو ہیوں میں تقسیم کیا۔ اور ہرقلیہ نے بھی جو تارنتم ہی کی نوآبادی تھی اسی اصول کا اتباع کیا (ہیڈ ۵۹)

(۴) کمپانی بلدیات نے اپنا معیار کئی مرتبہ تبدیل کیا۔ رہیگیوم، زانکلے، ناکسوس اور ہمیرا سے سیمے کے تعلقات بہت گہرے تھے اور اس نے (عام خیال کے بموجب) آئی گینا کا معیار یا (امہوف کی رائے کے مطابق) یوبیہ کا معیار اختیار کیا مگر اس کے ساتھ ہی تہائی استاتر کے سکے ڈھالے۔ مگر قریب ۴۹۰ھ ق م میں ان تمام شہروں نے سرقوسہ کے اثر میں آکر یوبیائی اٹیکائی معیار اختیار کرلیا اور نصف استاتر کے سکے ڈھالنے لگے اور ان کے اور کیمے کے تعلقات بھی برابر قائم رہے۔ مگر صورت حال میں پھر بہت جلد تبدیلی ہوگئی اور بجائے جنوبی خالکیدی شہروں کے ہیئے لے کا اثر غالب ہوگیا۔ ہیئے لے فوکائیہ کی ایک نوآبادی تھی اس کا استاتر ۱۱۸ - ۱۱۵ گرین کا تھا۔ اور چونکہ اٹیکائی استاتر کا وزن ۱۳۰ گرین تھا اس لیئے یہ استاتر گویا فینیقی استاتر کے تقریباً ہم وزن تھا۔ اور پانچویں صدی ق م میں پوسئیدونیہ اور کمپانی بلدیات کیملے درنیاپولس نے بھی اس کا اتباع کیا۔ دریائے رھون کے دہانے کے قریب اسپین میں چند نہایت چھوٹے چھوٹے سکے پائے گئے ہیں اور یہ اور دولیترا کے سکے فوکائیہ کے معیار کے مطابق ہیں اور ان سے مسالیہ کے تعلقات کا پتا چلتا ہے۔ مسالیہ کے بڑے سکے ۳۵۰ھ ق م تک نہیں ڈھالے گئے (ہیڈ ۔ ۷)۔ نیاپولس، لولا ہیئے لے اور تھوریئی کے سکوں میں پالاس کی شبیہ بنی ہوئی ہے اور اس کے سر پر ایک ایتھنزی خود ہے اور بیلوخ کی یہ رائے ہے کہ یہ دراصل اس زبردست سیاسی اثر کا کرشمہ ہے جو ایتھنز کا ان بلدیات پر تھا۔ مگر بعض ایسے بلدیات بھی ہیں جہاں ایتھنزی اثر کا تو پتا بھی نہیں مگر ان کے سکوں پر پالاس کی شبیہ ہے۔ پوسئیدونیہ کی حالت بالکل جداگانہ ہے (ہیڈ ۶۷)۔ اول تو اس نے اکائیائی طرز کے

سکے (جن میں ایک طرف نبت اور ایک طرف عمق تھا) ڈھالے مگر معیار فوکائیہ کمپانیہ کا رکھا۔ (یعنے اس کے استاتر کا وزن ۱۱۸ گرین تھا) اس کے بعد اس نے موٹے سکے بنانے شروع کیئے مگر اکائیائی طرز پر تہائی استاتر مضروب کیئے اور پورا استاتر ۱۲۶ گرین کا اور تہائی ۴۲ گرین کا رکھا۔ اس کا سبب یہ ہے کہ پوسلیدونیہ کا تجارتی راستہ خشکی پر ہو کر تھا یعنی اٹلی میں ہو کر سیبارس اور تھوریئی کو اور دریائے سلاروس اور سارنوس ہو کر نیاپوس کو۔

صفحہ (۴۲)

(۵) قریب سنہ ۴۹۰ ق م میں سسلی کے خالکدیسی بلدیات نے یوبیائی اٹیکائی معیار اختیار کیا جو اس وقت تک صرف سرقوسہ میں رائج تھا۔ ریگیوم نے بھی سسلی کے بلدیات کا اتباع کر کے اسی کے مطابق سکے ڈھالنا شروع کر دیئے۔

(۶) اب اٹروریہ کا ذکر باقی ہے۔ ہیڈ (صفحہ ۱۴۷) کہتا ہے کہ یہاں سکوں کے دو معیار رائج تھے۔ اور ایک کے مطابق ۲۶۰، ۱۳۰، اور ۶۵ گرین کے اور دوسرے کے مطابق ۳۵۴، ۱۷۷، اور ۸۸ گرین کے سکے ڈھالے جاتے تھے ظاہر ہے کہ مقدم الذکر تو یوبیائی اٹیکائی معیار تھا۔ دوسرے معیار کے متعلق عام خیال یہ ہے کہ وہ ایرانی الاصل تھا اس لیئے کہ اٹروریہ اور ایران کے تعلقات بہت اچھے تھے اور ایک کا دوسرے پر اثر پڑنا بعید از قیاس نہیں۔ مگر ہیڈ کا خیال ہے (اور بے شبہ یہ درست ہے) کہ یہ معیار آئی گینا کا تھا اور اس کا اثر کورکائرا ہو کر اٹلی پہنچا ہوگا۔ کورکائرا نے یہ معیار غالباً اس لیئے اختیار کیا تھا کہ اس سے اور کورنتھ سے رقابت تھی اور اس کی خواہش تھی کہ ان یونانی ریاستوں کے ساتھ اچھے تعلقات قائم رکھے جہاں آئی گینا کا معیار رائج الوقت تھا۔ یہی معیار تھسلی، الیس، کیفالے نیہ اور زاکنتھوس میں اور کورکائرا کی نوآبادیوں یعنی اپولونیہ اور ایپی دامنوس میں بھی رائج تھا۔ مگر اکارنانیہ، اناکتوریوم اور لیوکاس کورنتھ کے زیر اثر تھے اور وہیں کے معیار کا اتباع کرتے تھے۔ حال کی تحقیقات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ قبل اس کے کہ کیلٹ قوم کا اقتدار وادئی پو میں بڑھے کورکائرا اور اٹروریہ کے تعلقات (بواسطۂ ہین وسپینا قائم ہو چکے تھے

اور انھوں نے ہی آئی گینا کا معیار وہاں رائج کیا۔ بدیں وجوہ اٹرؤریہ کی تجارت کے متعلق اگر ہمیں تحقیقات کرنا ہو تو دیگر ذرائع کو پیش نظر رکھ کر اور ان نتائج کا لحاظ کرکے جن پر ہم سکوں کے مطالعے سے پہونچتے ہیں ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ اٹرؤریہ اور یونان کے تعلقات کے چار مختلف ذرائع تھے :۔

(۱) براہ بحر سسلی اور خصوصاً سرقوسہ سے تعلقات جس کی وجہ سے یہاں کے سکوں کا معیار اٹیکائی یوبیائی ہوگیا (۲) براہ راست اٹرؤریہ اور ایتھنز کے تعلقات (۳) بحری راستے سے کورکائرا کے ساتھ تعلقات اور (۴) سمندر اور خشکی کے راستے پوسیڈونیہ ہو کر سیبارس اور ملطہ سے تعلقات۔

ان ممالک کے سکوں کا تفصیلی مطالعہ اس لیئے سودمند ہے کہ اس علم سے تاریخ تمدن نہایت واضح ہوجاتی ہے۔ اٹرؤریہ کے سکوں کے متعلق دے ایکے کی کتاب "تحقیقات متعلق اٹرؤریہ" (۱۱، ۱۸۰۶) دیکھنی چاہیے۔ لینورماں نے اپنی کتاب "یونان عظمٰی" ۲، ۳۴ میں جن لوکریسی سکوں کا ذکر کیا ہے ان کا وجود نہیں ہے۔

باب (۲۶)

علوم جدیدہ

صفحہ (۴۴۴)

پانچویں صدی ق م میں یونانی قوم کے اصول حیات میں ایک عظیم الشان انقلاب رونما ہوتا ہے اور اس کے افراد میں یہ خواہش موجزن ہوتی ہے کہ ہر اس مضمون کی جس سے بنی نوع انسان کو کسی قسم کا لگاؤ ہو آزادانہ تحقیقات کریں اور اس میں کسی بالائی اقتدار کو مطلق دخل نہ ہو۔ وہ اس کوشش میں لگ جاتے ہیں کہ یہ خیال صرف واہمے اور نظریے تک ہی محدود نہ رہے بلکہ اس کا اثر حکومت کے ہر ایک شعبے پر پڑ جائے اور اس میں وہ کم و بیش کامیاب بھی ہوتے ہیں۔ یہ بات اس قوم کی خصوصیات میں داخل تھی کہ وہ محض نظریے کو بہت جلد عملی جامہ پہنا دیتے

تھے۔ اس کے کئی سبب تھے۔ یونانی طبعاً جدت پسند تھے اور ان کے مذہب میں عقائد کو مطلق دخل نہ تھا۔ دوسرے چونکہ یونان میں متعدد خود مختار مملکتیں تھیں اسلیئے اگر کسی شخص کے خیالات کی کوئی مملکت روادار نہیں ہوتی تھی یا وہ اپنے بلدیئے میں اپنی خواہشات کی تکمیل نہیں کرسکتا تھا تو وہ فوراً کسی اور جگہ پناہ ڈھونڈ لیتا تھا اور اپنے خیالات وہیں سے پھیلانے کی کوشش کرنے لگتا تھا۔

اس زمانے سے جس کا ہم ذکر کررہے ہیں بہت پیشتر ہی یعنی چھٹی صدی ق م سے ہی آزادانہ تحقیقات کا خیال پیدا ہوچلا تھا۔ مگر یہ خیال صرف ایک ضلع یعنی ایونیہ تک ہی محدود تھا اور اس وقت تک اس کا اثر خاص ارض یونان تک نہیں پہنچا تھا بلکہ خود ایونی فلسفیوں نے اپنی توجہ صرف آثار قدرت و قوانین فطرت کیطرف مبذول کرنا کافی سمجھا تھا۔ اس میں شبہ نہیں کہ اس ابتدائی دور میں بھی حکمت عملی و اخلاقیات کے اصول مدوّن ہوچکے تھے مگر بجائے اس کے کہ انھیں تحقیقات کا نتیجہ بتایا جائے تحکّم کا جامہ پہنا دیا گیا تھا۔ اس کے بعد یونان کے عقلائے سبعہ اور کاہنِ ڈیلفی نے وقتاً فوقتاً چند قواعد پیش کیئے مگر انھوں نے بھی ان کی حقیقت بتانے کی ضرورت نہیں سمجھی اور نہ صرف ان قاعدوں کا مظاہرہ بلکہ بعض مرتبہ تو ان کے مفہوم کا تعین تک سامعین کے فہم و ادراک پر چھوڑ دیا۔ اب پانچویں صدی ق م میں لوگ ایک قدم اور بڑھے اور عملی زندگی کے نظری اصولوں کی تحقیقات کرنی شروع کی۔

صفحہ (۴۲۴)

یہ تحقیقات اور اس کا عملی اطلاق دو نئے علموں کے ذریعے سے ہوا۔ ایک علم خطابت اور دوسرا سوفسطائیات لیکن ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اگر بالفرض ابتدا میں موخر الذکر "علم" کے لقب کا اہل بھی تھا تو بھی اس نے بہت جلد اپنی تفردگی حیثیت کھودی[1] اور چند روز کے زور و شور کے بعد بالکل نابود ہوگیا۔ مگر خطابت اسوقت تک

[1] ایٹیکائی علم البیان کے لیئے مفصلۂ ذیل کا مطالعہ کیا جائے:۔ بلاس:۔ "ایٹیکا کا علم الترغیب" جلد ۱۔ اشاعت ۲۔ لائپزگ ۱۸۸۷ء۔ فولکمان:۔ "یونانیوں اور رومنوں کا علم البیان" اشاعت دوم۔ لائپزگ ۱۸۸۵ء۔ فولکمان کا مضمون ۱/ میولر کی بیاض جلد ۲ (نورڈلنگن ۱۸۸۵ء) سوفسطائیات کی تاریخ کے لیئے مفصلۂ ذیل کا مطالعہ سودمند ہوگا: تسیلر:۔ "فلسفۂ یونان" جلد ۱

ایک علم کا درجہ رکھتا ہے۔ خطابت کا مفہوم سمجھنے کے لیئے کسی تشریح کی ضرورت نہیں ہے سوفسطائیات سے ایک خاص قسم کا ذہنی فلسفہ مراد ہے جو حکیم سقراط سے پہلے پانچویں صدی ق م میں رائج تھا اور جس میں عملی موضوعات پر بحث کی جاتی تھی۔ ابتدا میں تو ان دونوں علوم میں بہت سی باتیں ایک سی تھیں اور دونوں کے ماہروں نے یہ نظریہ پیش کیا تھا کہ محض اصولی تعلیم سے انسان عملی کاموں کے لیئے تیار ہو سکتا ہے بلکہ اصولی تعلیم عمل محض سے بہتر ہے۔ اس خیال سے ہم آج کل بھی ایک حد تک

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) اور اس کا مضمون پاؤلی کے مجموعے (جلد ۵، ۱) گیل "سوفسطائیوں کی تاریخ" اوٹر خت ۱۸۱۳ء۔ باؤم ہاؤئر "سوفسطائیوں کا اقتدار" اوٹر خت ۱۸۴۴ء۔ سوفسطائیوں اور فصحا کے مزید حالات معلوم کرنے کے لیئے سٹل "تاریخ ادبیات یونان" (۲، ۱۲ وغیرہ) دیکھی جائے جس میں دیگر تصانیف کا حوالہ بھی دیا ہوا ہے۔ یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ فصحا اور سوفسطائیوں کے جو حالات ہم تک پہنچے ہیں ان میں افلاطون کی مخالفت کی وجہ سے تعصب کی جھلک پائی جاتی ہے افلاطون ("پروتاغورس" ۳۴۹) کے نزدیک پروتاغورس سب سے پہلا سوفسطائی تھا۔ اور اسی نے سب سے پہلے تعلیم کا معاوضہ لیا اور خود اپنے آپ کو "سوفسطیس" کا لقب دیا (سٹل ۲، صفحہ ۱۴) اس نے یہ بھی وعدہ کیا کہ وہ "لوگوں کی حالت پہلے سے درست کردیگا" اور معاملات خانگی اور معاملات عامہ کے سمجھنے کی قابلیت پیدا کردیگا۔ اس نے صرف و نحو کا مطالعہ کیا اور اس کی عادت تھی کہ ایک قضیہ کو لیتا اور پہلے تو اسے ثابت کرتا اور پھر اسی کو رد کردیتا۔ اس دور کی ذہنی اور عقلی تیزی کا سب سے پہلا اثر یہ ہوا کہ لوگ ہومر کی تصانیف کی تاویلیں کرنے لگے۔

ہپیاس ساکن ایلس کے لیئے سٹل (۲، ۲۹) اور اس کی عملی قابلیتوں کے لیئے افلاطون کی کتاب "ہپیاس" ۳۶۸ کا مطالعہ کیا جائے۔ اس نے آواز کی خصوصیات کا مطالعہ کیا۔ سٹل (۲، ۳۱) کہتا ہے کہ وہ پہلا شخص تھا جس نے گھر میں بند ہو کر تعلیم حاصل کی اور جسے کتاب کا کیڑا کہا جا سکتا ہے۔ مگر اس کا خیال درست نہیں ہے اس لیئے کہ ہپیاس کبھی کبھی عوام کے سامنے بھی آجاتا تھا۔

ویلکر کی رائے میں جزیرۂ کیوس کا باشندہ پروڈیکوس سقراط کا پیشرو تھا ("تحریرات مختصر" ۲)۔ اس کا مقصد یہ نہیں تھا کہ وہ خوبصورت جملے استعمال کرے بلکہ وہ صرف یہ چاہتا تھا کہ جو کچھ اس کی زبان سے نکلے وہ معنًا بالکل صحیح اور درست ہو۔ (اس کیلیئے کرسٹل ۲، ۲۶ وغیرہ دیکھا جائے)+

متفق ہیں فرق یہ ہے کہ ہم آج کل یہ کہتے ہیں کہ اصولی تعلیم کی کسی خاص شعبے کی تحقیقات و تجسس کے لیئے ضرورت ہے۔ درآنحالیکہ فصحائے قدیم اور سوفسطائی اپنے نظریئے کی بالکل مختلف تاویل کرتے تھے اور ان کا قول تھا کہ چند عام قواعد منضبط کردیئے جائیں جو ہر مخصوص صورت حال سے مطابقت کرسکیں۔ عقل اور ادراک کا جوہر ہی یہ ہے کہ انسان عمدہ اور خوبصورت الفاظ استعمال کرے۔ اور ان کی بنا اعلیٰ اور ارفع خیالات پر ہو۔ یہ فرقہ عوام الناس میں بیحد مقبول ہوگیا اس لیئے کہ اُس نے لوگوں کے دل میں یہ خیال پیدا کردیا کہ اس مخصوص طریقے کے اتباع سے ہر شخص کو کامیابی حاصل ہوسکتی ہے اور یہ ہی ان کا مقصد تھا۔ ان خیالات کا اظہار سب سے پہلے ایلس کے سوفسطائی ہپیاس نے کیا۔ اس کا قول یہ تھا کہ وہ نہ صرف مملکتوں کے طرز حکومت کے راز سے واقف ہے بلکہ یہ بھی جانتا ہے کہ زندگی کے ہر شعبے میں کامیابی کس طرح ممکن ہے۔ اور اولمپیا کے میلے کے موقعے پر اس نے یہ دعویٰ کیا کہ جو کچھ بھی وہ پہنے ہوئے ہے یعنی اس کا لباس، اس کے جوتے اور اس کی انگوٹھی وہ سب اس نے اپنے ہاتھ سے بنایا ہے۔ گو بظاہر اس کا وہی اصول معلوم ہوتا ہے جو لفاظوں اور نیم حکیموں کا ہوتا ہے مگر اس میں بھی ایک قسم کی تعلّی پائی جاتی ہے۔ اور اس کا اصل مقصد یہ ہے کہ ایسی کوئی بات نہیں جو بنی نوع انسان بلکہ ہر ایک فرد کے دسترس سے باہر ہو۔ صرف شرط یہ ہے کہ جو قوتیں فطرت نے عطا کی ہے انھیں عمدہ تعلیم کے ذریعے سے ترقی دی جائے۔ اس طرح سوفسطائیوں نے یہ امید دلائی کہ نظری تعلیم کے ذریعے سے ہر انسان کو کامیابی حاصل ہوسکتی ہے اور اگر وہ سنے اور سیکھے تو وہ ہر فن میں ماہر بن سکتا ہے اور اس خیال سے لوگوں کو تعلیم کا ایک طرح کا خبط سا ہوگیا۔ چونکہ ہمارے زمانے میں بھی عوام الناس کے فائدے کے لیئے بے شمار تقاریر کی جاتی ہیں اور کتابیں لکھی جاتی ہیں اس لیئے ہم اس تحریک کو بخوبی سمجھ سکتے ہیں۔

اس تحریک کے جو رہبر خود کو ماہران فصاحت کہتے تھے وہ تو فصاحت کی تعلیم دیتے تھے اور جن کا لقب سوفسطائی تھا وہ گویا عقل و فراست سکھاتے تھے مگر یہ فرق محض نظری تھا اور اصل میں دونوں میں کوئی حقیقی امتیاز نہیں تھا اسلیئے

۴۲۵

کہ دونوں کا مقصد یہی تھا کہ زندگی کے ہر شعبے میں عملی قابلیت پیدا کی جائے۔ بلکہ چند خاص مستثنیات کے علاوہ اکثر یہ ہوتا تھا کہ وہی اشخاص جب فصاحت کا درس دیتے تھے تو خطبا کہلاتے تھے جب سوفسطائی اصول بتاتے تھے تو انھیں سوفسطائی کہتے تھے اور دونوں کے نزدیک کسی موضوع کا علم ایک محض ثانوی امر تھا۔

اس دو عملی کا نتیجہ یہ ہوا کہ اہل خطابت بہ نسبت حقیقت کے محض ظاہری صورت حال کی طرف متوجہ ہونے لگے بلکہ سوفسطائی بھی بجائے عقل و فراست سکھانے کے ایسی تعلیم دینے گئے جسکا نتیجہ یہ تھا کہ عوام کی آنکھیں خیرہ اور عقلیں مبہوت ہو جاتی تھیں حقیقت یہ ہے کہ ابتدا میں تو سوفسطائیت اور فلسفے میں بھی فرق نہ تھا اور پہلا شخص جس نے اس کی برائیاں ظاہر کر کے اس سے جنگ زرگری شروع کی حکیم سقراط تھا۔ سوفسطائیت اور خطابت دونوں کا اولین مقصد یہ نہیں تھا کہ صرف ظاہری خوبصورتی پر قناعت کی جائے بلکہ دونوں کی غایت یہ تھی کہ عملی کامیابی کا راز بتایا جائے۔ مگر ہم جانتے ہیں کہ عملی کامیابی اکثر محض ظاہری حیلہ سازیوں سے حاصل ہو جاتی ہے پیر و دیکوس ساکن جزیرہ کوس کی مثال سے ظاہر ہوتا ہے کہ خطبا اور سوفسطائی دونوں اس موقع کی تاک میں رہتے تھے کہ اوروں پر سبقت لے جائیں اور اس میں شک نہیں کہ اس نے ہرقلیس کی پسند کی جو تشبیہ دی اس کا لوگوں پر بہت عمدہ اثر ہوا ہوگا۔ یہاں یہ بھی معلوم ہونا چاہئے کہ بلاغت اور سوفسطائیت دونوں علموں کی بنیاد فلسفے پر تھی اور اگر ہم ان دونوں کی ماہیت اور اہمیت سمجھنا چاہیں تو ہمیں اس کا مطالعہ کرنا چاہئے۔

صفحہ (۴۲۶)

ہم اس سے واقف ہیں کہ یونانیوں نے فلسفہ ذہنی سے پہلے فلسفہ طبیعی کا مشاہدہ کیا اور ان دونوں مدارج کے درمیان جو ارتقائی کیفیت پیدا ہوئی اسکا ممد و معاون ایلیائی مذہب تھا جسکا موجد زینو فانیس تھا[۱] زینو فانیس کا شاگرد پارمندیس

[۱] ایلیائیوں کے لیے تسیلر کی کتاب "فلسفہ یونان" (جلد ۱) اور سٹل (۲، ۲۳) کا مطالعہ کیا جائے۔ زینو کے متعلق یہ دعوے کیا جاسکتا ہے کہ اس نے ادبی مکالمے کے لئے راستہ صاف کر دیا۔ سٹل (۲، ۱۱۲۷)۔

ساموس کے باشندہ میلی سوس کے تصانیف میں بھی زبانی لفاظی پائی جاتی ہے۔ وہ

ساکن ایلیا تھا جس نے جملہ موجودات کی وحدت کے تخیل پر بہت زور دیا مشاہدہ کائنات سے اس کا خیال ہوا کہ تبدیلی اور انحطاط بالکل ناممکن ہیں۔ اور اس نے دعویٰ کیا کہ یہ تمام مشاہدات اور موجودہ ہیولات کا احساس در اصل صحت پر مبنی نہیں ہیں۔ اسکے نزدیک کسی چیز کا وجود اور اس پر غور دونوں بالکل ایک ہی چیز ہیں مگر جن موضوعات پر اس نے غور کیا ان کی حقیقت کے مطالعہ کو نہیں چھوڑا۔ اس کے نزدیک گرمی کا وجود تھا سردی لاوجود تھی اور سردی کو وہ لاوجود محض تصور کرتا تھا۔ زینو بھی ایلیا کا ہی باشندہ تھا اور پارمنڈیس سے ذرا چھوٹا تھا اور اس کے اقبال کا زمانہ اولمپیاد ۸۰ یعنی ۴۶۰ ق م ہے۔ اس کی اسلئے شہرت ہوئی کہ اس نے اس ایلیائی اصول کے ثبوت میں کہ تبدیلی کا وجود نہیں یہ دلیل پیش کی کہ اعداد و مقادیر اور حرکت کے تخیلات بالکل خلاف عقل ہیں اسی لئے قدما کا خیال ہے کہ اس نے منطقی استدلال کا طریقہ اختراع کیا ہے اور یہ ہی سوفسطائیت اور خطابت کا جزو اعظم ہے۔ اسنے اکیلیس کی جو تمثیل پیش کی وہ اس لئے مشہور ہو گئی کہ اس میں یہ اصول پیش کیا گیا کہ اگر ایک گھونگے کو بہت آگے بڑھا کر کھڑا کر دیا جائے تو ایک تیز رو سوار بھی اسے نہیں پکڑ سکتا۔ اس دلیل اور بعض دیگر دلیلوں سے جو زینو کی طرف منسوب کیجاتی ہیں۔ یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس نے حرکت سے صریح واقعے کو خلاف واقعہ ثابت کرنے کی کوشش کی۔ ظاہر ہے کہ اگر حرکت خلاف واقعہ ثابت ہو جائے تو پھر کوئی ایسی چیز باقی نہیں رہجاتی جو اس منطق سے رد نہ کی جا سکے۔ اس کے بعد سوائے فلسفی کی طباعی کے باقی کسی چیز کا تیقن ناممکن ہو جائیگا اور سوفسطائیت کا مقصد پورا ہو جائیگا کہ اس علم کے ماہروں کی قابلیت کا سکہ جم جائے۔

صفحہ (۴۲۷)

سوفسطائیوں نے ایک طرف ایلیائیوں میں سے ایک ممتاز فرد کے طرز استدلال سے فائدہ اٹھایا اور دوسرے طرف سے ہرقلیطس کے اصولوں سے (جو ایلیائیوں کے اصولوں کے خلاف تھے) اسے بہت مدد ملی۔ ہرقلیطس کا قول تھا کہ ہر چیز میں پے در پے تغیر و تبدل ہو رہا ہے اور کسی چیز میں استقلال و ثبات

بقیہ مضمون صفحہ گذشتہ۔ تھسطاکلیس سے بھی واقف تھا اور ۴۴۱ ق م میں ساموسی بیڑے کا سپہ سالار تھا (رسٹل ۴۲-۴۲۷) پارمنڈیس نے اپنے اصول مسدس لوزن بحروں میں پیش کئے۔

نہیں ہے۔ اس سے چالاک خطیبوں اور سوفسطائیوں کو ایک ایسا اصول مل گیا جسکا یقین اگرچہ ان کے اصول کی طرح مشکل سے آسکتا تھا لیکن جس کے مدد سے وہ ہر چیز کی جیسی ماہیت چاہتے پیش کر سکتے تھے۔ اسی نصب العین پر عمل کرنے سے پروتاغورس ساکن ابدیرا جس کی سوفسطائیوں میں ایک ممتاز حیثیت تھی اپنے نتائج پر پہونچا اور یہ مشہور اصول پیش کیا کہ انسان ہر چیز کا گویا مقیاس ہے اور ہر چیز ویسی ہی ہے جیسی اسے نظر آتی ہے۔ اس استدلال سے ایک اور نتیجہ نکلتا ہے کہ اچھے برے، صحیح غلط کا کوئی قطعی معیار نہیں۔ اگر پروتاغورس چاہتا تو مشہور خطاب گورگیاس کی طرح جو اسکا ہمعصر تھا ایلیائی تعلیم سے بھی اسی قسم کے نتائج اخذ کرسکتا تھا۔ ایلیائیوں کا قول تھا کہ جن خیالات سے ادراک پیدا ہوتا ہے وہ موجودات کے مطابق نہیں ہوتے پروتاغورس ابتدا میں تو ایتھنز ہی میں رہا مگر ایتھنزی اوس کی سوفسطائیت یا خطابت سے نالاں نہیں ہوئے بلکہ اس کے فلسفے میں ایجاد کی بو پائی جاتی تھی اس لئے اسے شہر بدر کر دیا۔ وہاں سے وہ سسلی گیا اور اس جزیرہ کو اپنا وطن بنا لیا جہاں غالباً ستر برس کی عمر میں ۱۱ئ ق م میں اس کا انتقال ہوگیا۔

گو پروتاغورس مشرقی یونانی یعنے تھریسی نژاد تھا اور اس خطے میں بعض نہایت مشہور و معروف آدمی مثلاً پایونیوس پولیگنوتوس آکامنیس اور بقراطیس پیدا ہوئے اور خود طوسی دیدش کا بھی کچھ عرصے کے لئے یہ ہی مسکن رہا۔ مگر اسنے اپنی عمر کا معتد بہ حصہ بلاد مغرب میں بسر کیا جو ان فنون جدیدہ کا گویا ایک قدرتی گہوارہ تھا جن کی فن خطابت نے تشکیل کی تھی۔ اور جن یونانیوں نے سوفسطائیت اور خطابت میں نام پیدا کیا ہے اس میں سے گورگیاس ساکن لیون تی نی اور پولوس ساکن اکراگاس اسی جزیرے کے باشندے تھے مگر مشہور آفاق پروڈیکوس ایتھنز کے قریب جزیرہ کیوس کا رہنے والا تھا۔ غرض یہ ہے کہ فن خطابت گویا سسلی کا ہی حصہ تھا۔

صفحہ (۴۲۸)

سسلی کے یونانیوں میں تیز طبعی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔
پانچویں صدی ق م کی ابتدا میں جو عناصر اس جزیرے میں فن خطابت کی ترقی میں

مدد معاون ہوئے وہ تین تھے یعنی شعر گوئی کا خاص انداز جو یہاں مروج تھا، دوسرے فلسفہ جسکی یہاں تعلیم و ترقی ہوتی تھی اور یہاں کے بلدیات کے سیاسی حالت۔

سرور یہ نویسی کا موجد جزیرہ کوس کا باشندہ ایپی خارموس تھا اور سرور یہ عام طور پر سسلی میں نہایت مقبول ہوا۔ ایپی خارموس کی تصانیف فلسفی خیالات سے پر تھیں اور قدما کا بیان ہے کہ وہ پہلا شخص تھا جس نے سوفسطائی خیالات کا استہزا کر کے نتیجہ اخذ کیا۔ گویا کہ سسلی والے ہیئے رون کے زمانہ میں بھی لفظ "سوفسطائی کے پہلوئے ذم سے واقف ہو گئے تھے اس استہزا کو تخیل شاعرانہ کا لقب دیا جاتا تھا اور اس کا مطلب یہ تھا کہ کل یہ شخص نہیں تھا جو آج ہے۔ اسلئے ہر شخص جس نے کسی سے روپیہ قرض لیا ہو یہ کہہ سکتا ہے کہ گذشتہ چوبیس گھنٹے میں اس کی شخص میں تبدیلی ہو گئی ہے اسلئے قرض ادا کرنیکی ضرورت نہیں۔ چونکہ فلسفی ایپی دوکلیس سرور یہ نویسی کے موجدوں میں سے تھا اس لئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ سرور ہی نا ٹک بھی فن خطابت کی ترقی میں معاون ہوئی۔ اس ضمن میں یہ بیان کرنا باقی ہے کہ سسلی کی طرز معاشرت سے بھی فن خطابت کو جس میں سوفسطائیت کا عنصر غالب تھا فائدہ پہونچا۔

علم البیان کا پہلا استاد سرقوسہ کا باشندہ کوراکس تھا جو ہیئے رون کے عہد حکومت میں ہی شہرۂ آفاق ہو گیا تھا۔ اور جب ۴۶۶ ق م میں سرقوسہ سے تھراسی بولوس کا اخراج ہوا اور آزادی کا ایک نیا دور پھر شروع ہوا تو اس کی شہرت اور بھی بڑھ گئی۔ چونکہ سرقوسہ کے ارتقائی کیفیت کی وجہ سے کسی بات میں استحکام نہ تھا اسلئے کوراکس کو یہ موقع مل گیا کہ وہ قانون اصول ملکیت کے مسائل پر تقریر کر کے اپنے قابلیت کے جوہر دکھائے اور اوس نے یہ تہیہ کیا کہ جو شخص اس سے کامیابی کے اصول دریافت کریگا اسے وہ بخوشی بتا دیگا یعنی علم البیان کی تعلیم دیگا۔ یہ ہی اس نئی علم کے اصول کا پہلا اطلاق تھا کہ استاد کی تعلیم سے کامیابی لازم ہو جاتی ہے۔ اس کا خاص شاگرد تسیاس تھا۔ تسیاس نے یہ وعدہ کیا جب اسے فن بلاغت میں دستگاہ ہو جائیگی یعنی جب وہ تقریر کرنے میں ماہر ہو جائیگا تو اسوقت معاوضہ تعلیم ادا کر دیگا۔ مگر جب درس ختم ہو گیا تو اسنے روپیہ دینے سے صاف انکار کیا اور

صفحہ (۴۲۹)

اپنے استاد سے کہا کہ اگر وہ چاہے تو اس کے خلاف باضابطہ مقدمہ دائر کرسکتا ہے
اور مقدمہ دائر ہونے کے بعد عدالت میں یہ بحث کی کہ اگر وہ مقدمہ ہار گیا تو گویا اسنے
فن تقریر میں مہارت حاصل نہیں کی، اگر جیت گیا تو روپیہ کا مطالبہ نہیں کیا جاسکتا۔
اس پر لطف قصے سے جدید فنون خطابت و سوفسطائیت کے اصول سے ہمیں واقفیت
ہوتی ہے۔ یہ فنون مغالطوں سے مسلح تھے اور ان کا بس مقصد یہ تھا کہ کسی نہ کسی
طرح سے کامیابی حاصل ہوجائے۔ ان کے لئے وہ زمانہ جس میں زینو نے حرکت کے وجود کا
بطلان کیا نہایت مناسب تھا اور قیاس کے مغالطہ آمیز بحث سے یہ معلوم ہوتا ہے
کہ لوگ کس خوشی اور سادہ لوحی سے انسانی عقل کے نظری اور عملی اصولوں کیطرف
توجہ کرتے تھے

امپی دوکلیس ساکن اکراگاس کو ابوالخطابت دوم کا لقب دیا جاتا ہے
مگر وہ ساتھ ہی فلسفی بھی تھا اور اس حیثیت سے وہ اور بھی زیادہ مشہور ہوگیا۔
اس نے وجود کی ابتدا دریافت کرنے کی کوشش کی اور اس میں اسے ایک ایسے
اصول کا انکشاف ہوا جس نے آج کل کے زمانے میں موجودہ حکمیات پر زبردست اثر
ڈالا ہے۔ اس نے یہ دریافت کیا کہ کائنات میں چار عناصر یعنی آگ، پانی، ہوا، اور
خاک اور دو قوتیں یعنی مودت اور منافرت ہیں جنکا بعد میں انجذاب اور افتراق نام پڑگیا۔ اور
ان ہی عناصر اور قوتوں سے مختلف ہیئتیں پیدا ہو جاتی ہیں یہ تخیل اور اس کا انکشاف
ایک بہت بڑی کامیابی تھی اور قدما نے اسے گویا آسمان پر بٹھا دیا۔ اسکے علاوہ
وہ تدبیر میں بھی یکتائے روزگار تھا اور ہر طرح سے قابل قدر و منزلت تھا۔ مگر
اس کے طرز اظہار سے یہ معلوم ہوتا ہے اس کو بھی اپنے ہم عصروں کی طرح
جو خطابت اور سوفسطائیت کی تعلیم دیتے تھے حاضرین پر اثر پیدا کرنے کا خبط تھا۔
وہ بڑے تزک و احتشام سے جگہ جگہ سفر کرتا اور لوگوں کے سامنے کرامات کے
دعوے کرتا پھرتا تھا۔ اس کے ساتھ ہی وہ انجنیر اور طبیب بھی تھا اور وہ کئی اور حیثیتوں
سے بھی بنی نوع انسان کے لئے مفید تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنی خدمات کے
معاوضے کا بھی طالب نہیں تھا اور یہ وہ خصوصیت تھی جو اسے دیگر سوفسطائیوں
سے ممتاز کرتی تھی۔ فنون جدیدہ کے مخالف جس الزام سے سوفسطائیوں اور

صفحہ (۴۳۰)

خطبار کو مطعون کرتے تھے وہ یہ ہی تھا کہ وہ اپنی خدمات کی فیس لیتے تھے۔ اسمیں شک نہیں کہ خطبار کو خاصکر ایسی حالت میں کہ وہ غریب تھے یا سفر کر کے لوگوں کو تعلیم دینا چاہتے تھے اجرت لئے بغیر چارہ کار نہ تھا۔ پھر بھی یہ ایک بالکل نئی بات تھی کہ نظری تعلیم دیجائے اور اس کی اُجرت کا تقاضہ کیا جائے طبیب ضرور فیس لیتے تھے اور دیموکلیس کی فیس بہت زیادہ تھی۔ مگر طب ایک عملی فن تھا اور لوگوں کے نزدیک اس کی اجرت واجب الادا تھی۔ اسی طرح شعرا کو بھی اجرت دیجاتی تھی اور سیمونڈیس مبلغ خطیر وصول کیا کرتا تھا مگر ان کی تصانیف کو فنون لطیفہ کے زمرے میں رکھا جاتا تھا اور عام طور پر صناع اپنی اجرت کے مستحق سمجھے جاتے تھے لیکن تعلیم کی نوعیت بالکل جداگانہ تھی۔ ہومر بھی اساتذہ کو دیمیورگوئی یعنی کاریگروں میں شمار نہیں کرتا اور استاد عام طور پر رکن خاندان ہی سمجھا جاتا تھا۔ باوجود ان تمام باتوں کے خطبار اور سوفسطائیوں نے یونانی عوام الناس کے یہ ذہن نشین کرایا کہ وہ اپنے شاگردوں کو عزت و دولت اور اقتدار کے ساتھ زندگی بسر کرنیکے قابل بنادینگے اور اس کے معاوضے میں انھوں نے معتدبہ رقمیں بطور فیس کے وصول کرنا شروع کیں۔

گورگیاس ساکن لیونتی نی علوم جدیدہ کے بڑے بڑے ماہروں میں شمار کیا جاتا ہے اور اسے بھی زر کثیر بطور اجرت کے ملتا تھا۔ چونکہ وہ اس سے واقف تھا اور اس کا یہ بانگ دہل اعلان کرتا تھا کہ انسان کو فن خطابت توسکھایا جاسکتا ہے مگر عقل کا درس نہیں دیا جاسکتا اسلئے وہ سوفسطائیت کا مدعی نہیں تھا بلکہ خود کو محض خطیب کہنے پر اکتفا کرتا تھا[۳]۔ ہماری رائے ہے کہ

[۳] گورگیاس کے حالات کے لئے بسٹل ۲، ۳۳۔ دیکھنا چاہئے۔ بسٹل خطبار اور اولین اہل بلاغت کی مفصلہ ذیل تقسیم کرتا ہے:۔

(۱) فن بلاغت کے اولین استاد مثلاً گورگیاس اور اس کے پیرو خصوصاً پولوس اور لی کمینوس۔

(۲) عدالتی تقریر کے ماہر مثلاً کوراکس اور تسیاس۔ اسی زمرے میں تھراسی ماخوس ساکن کالکدون تھا جس نے ایتھنز کو مستقل طور پر اپنا مسکن بنا لیا تھا اور جسکے متعلق کم از کم یہ بلا خوف انکار کیا جاسکتا ہے کہ وہ تسیاس سے پہلے تھا۔ وہ با اثر تقریر یا "علم المنطق" میں بھی تعلیم دیتا تھا جس کا مقصد یہ تھا کہ

گورگیاس کو حکیم سقراط کے پیروؤں نے اپنی جگہ سے بہت پیچھے ہٹا دیا ہے ورنہ وہ پانچویں صدی ق م کے ممتاز ترین اشخاص میں سے ہے اور اسمیں تنقید اور فلسفی استدلال کا مادہ موجود تھا۔ بحیثیت نقاد اور فلسفی کے اسنے مفصلۂ ذیل قضئے ثابت کرنا چاہے:۔ (۱) کسی چیز کا وجود ہی نہیں (۲) اگر کسی چیز کا وجود ہے بھی تو اس کا علم محال ہے (۳) اگر بالفرض اس کا علم بھی ممکن ہو تو اس علم کا اظہار بالکل ناممکن ہے۔ پہلا قضیہ تو خود گورگیاس کی تعلیم کے مطابق مغالطہ آمیز ہے اسلئے جب اس کے قول کے مطابق انسان کسی امر سے واقف ہی نہیں ہوسکتا تو پھر وہ یہ بھی نہیں جان سکتا کہ کسی چیز کا وجود ہے یا نہیں۔ اس کے مقابلے میں حکیم سقراط نے علم سے لادعویٰ ہو کر ترقی کی راہ میں بہت بڑھ کر قدم رکھا۔ مگر دوسرے اور تیسرے قضئے میں ایک حقیقت مضمر ہے جس سے اکثر چشم پوشی کی جاتی ہے اور جسے پہلی مرتبہ کانٹ نے تسلیم کیا۔ وہ یہ کہ ہمارے علم کا حصولی عنصر حضوری عنصر سے اسقدر وابستہ ہے کہ ہمارے لئے نفس موضوع کا گویا ظہور ہی نہیں۔ زینو کے مباحث اور جزئیات سے ان قضیوں کی کہیں زیادہ اہمیت ہے۔ بہر حال گورگیاس نے اپنی زندگی فلسفے کی نذر نہیں کی اس لیئے کہ اس کے نزدیک فلسفہ صحت پر مبنی نہیں تھا اور اس کی تعلیم نے فلسفے کو بیخ و بن سے اکھاڑ کر پھینک دیا۔ اب اگر علم نظری بیکار ہے تو انسان کو چاہیئے کہ وہ عملی زندگی پر حادی ہو جائے۔ اور گورگیاس اپنی طبعی قابلیت کے سبب سے اس کام کے لئے نہایت موزوں تھا۔ گو وہ امپی دوکلیس کی طرح فلسفہ طبیعی یا دیگر علوم میں مہارت نہیں پیدا کر سکتا تھا مگر وہ فن تقریر میں لوگوں کو تعلیم دیسکتا تھا اور اسی لیئے اس نے خطابت کا پیشہ اختیار کیا اور اس فن میں اسقدر بلند رتبہ حاصل کیا کہ وہ ان تمام خطباء پر جو اس کے بعد آئے سبقت لے گیا۔ اس نے فن خطابت کے اصول اور مقاصد نہایت صحت سے بیان کیئے اور تقریروں کو مناسب طور پر منضبط کرنے کے عملی طریقے مدوّن کیئے۔ جہاں تک شکل ظاہری کا تعلق ہے اس نے یہ عجیب و غریب اصول بتایا کہ اوقات کو موزوں طور پر تقسیم کرنے سے فقرے اور خیال میں یکسانی پیدا ہو جاتی ہے۔ اسکی یہ کوشش کہ نثر میں بھی وزن کا لحاظ رکھے

صفحہ (۲۳۱)

بقیہ مضمون صفحہ گذشتہ۔ کہ حاضرین میں جوشش پیدا ہو (۳) تھیوودورس ساکن بائی زنطہ۔ (۴) سیاسی خطیب خصوصاً فارقلیس۔

بالکل درست ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ گورگیاس کس حد تک پہونچ گیا تھا۔ اس نے اپنی تحقیقات کا جولانگاہ صرف جزیرہ سسلی کو ہی نہیں بنایا بلکہ سسلی اور یونان میں بھی رہکر تحقیقات کی اور یونان میں اسکی بہت قدر و منزلت ہوئی۔ اس کی بابت یہ مشہور ہے کہ اس نے کہانے پینے میں احتیاط کرکے اپنی عمر تک ایک سو سال سے زیادہ تک پہونچا دی تھی۔

گورگیاس نے بلاغت کے جو اصول دریافت کیئے تھے وہ یونانیوں میں اور ان رومنوں میں جنہیں یونانی تمدن سرایت کر گیا تھا بہت مروج ہوئے۔ یونانی اس کے لیئے ہمیشہ تیار رہتے تھے کہ ہر چیز کو محض ظاہری ضروریات کی حیثیت سے دیکھیں۔ مگر یہ لازمی امر نہ تھا کہ اگر تقریریں خوش اسلوبی سے لکھی جائیں تو سیاسی معاملات میں بھی اصلاح کی کیفیت پیدا ہو جائے۔ اور جب تک رومنوں کی سنجیدگی اور عظمت برقرار رہی اسوقت تک انہیں فن خطابت کی ضرورت زیادہ محسوس نہیں ہوئی۔ یہ قیاس کیا جاتا ہے کہ گورگیاس نے اٹیکائی زبان میں اپنی تصانیف مرتب کیں۔ اور یہ غالباً پہلی مرتبہ تھی کہ اس کو حدود اٹیکا سے باہر استعمال کیا گیا ہو۔ یہ اس کی کامیابی کی گویا پہلی منزل ہے۔ اسی زمانے میں مورخ ہیرو ڈوٹس اور حکیم بقراط نے اپنی علمی تصانیف اسی زبان میں مرتب کیں اور اس میں شبہ نہیں کہ ایتھنز کے سیاسی اقتدار کے علاوہ دیگر اسباب بھی تھے جن سے متاثر ہو کر گورگیاس نے اٹیکائی زبان میں اپنی کتابیں تصنیف کیں اس لیئے کہ جزیرہ سسلی میں ایتھنز کا اسقدر اثر نہیں تھا کہ اس سے وہ متاثر ہوا ہو۔ حقیقت یہ تھی کہ گورگیاس اٹیکائی زبان کو جملوں اور ان کے اجزا نحوی کے لیئے بہترین زبان سمجھتا تھا اور غالباً اس کے نزدیک ایتھنزیوں کی طباعی اور ذہانت کا راز بھی یہ تھا کہ ان کی زبان فن خطابت کے اصولوں کی تکمیل کے لیئے نہایت موزوں تھی اور اصل واقعہ یہ ہی تھا کہ سوفسطائیت اور خطابت ایتھنز کے لیئے موزوں تھیں اور وہیں کی زمین ان دونوں علوم کے لیئے خوب اچھی طرح سے تیار تھی[1]۔

صفحہ (۴۳۲)

---

[1] قدیم زمانے اور آجکل کے زمانے دونوں میں جہاں کہیں فن خطابت کا درس ہوتا ہے وہ اسے انشاپردازی کا علم سمجھا جاتا ہے اور تحریر محض تقریر کی گویا ایک تبدیل شدہ صورت قرار دی جاتی ہے۔ یونانی ادبیات میں رفتہ رفتہ یہ حالت ہو گئی کہ جو باتیں معناً نہایت اہم تھیں انھیں ثانوی سمجھکر محض لفاظی اور ظاہری بناوٹ کو نمایاں کر دیا جاتا تھا یہانتک کہ تاریخ جیسے علم پر بھی

ایتھنزیوں کی ایک نہایت ممتاز صفت جو سسلی کے یونانیوں میں بھی پائی جاتی تھی یہ تھی کہ وہ نہایت سریع الحس تھے۔ اس خصوصیت کا مشاہدہ زیادہ تر تھیٹروں میں ہوتا تھا جہاں وہ دقیق تلمیحات اور بعض مرتبہ محض جدت تلفظ کو فوراً تاڑ جاتے تھے۔ وہ طبعاً ظرافت پسند بھی تھے اور جمعیت عوام تک میں وہ ایک دوسرے سے مذاق کرنے سے نہیں چوکتے تھے۔ ایک ایتھنزی شہری میں تنقید کا مادہ بھرا ہوا تھا اور جب اسے کوئی ذرا سی چیز بھی خلاف معمول نظر آتی تو وہ فوراً اس کا مضحکہ کرتا۔ اس کے ساتھ ہی کسی کارنمایاں سے اس میں جوش بھی پیدا ہو جاتا تھا اور دراصل پیری کلیز کی عزت کا راز ہے جو اس کی زندگی کے آخری ایام میں ہوئی۔ مگر ایتھنزی شہری میں ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ جیسے وہ کسی کی تعریف میں رطب اللسان ہو جاتا تھا ویسے ہی وہ اس کی نگاہ سے گر بھی جاتا تھا اور اگر آج وہ کسی کو آسمان پر چڑھاتا تھا تو کل اسی کے خلاف مواخذے کے لیے بھی تیار ہو جاتا تھا۔ چونکہ وہ فطرتاً نہایت تیز فہم تھا اس لئے اسے کسی شخص کی برائیاں بہت جلد معلوم ہو جاتی تھیں اور انھیں لوگوں کے سامنے پیش کرنے میں خاص حظ حاصل ہوتا تھا۔ سرور یہ نویسوں کی مقبولیت کی زیادہ تر وجہ یہ بھی تھی۔ ایتھنزیوں میں ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ انھیں فنون لطیفہ سے خاص اُنس اور شغف تھا۔ اور انھوں نے جو کمال سنگ تراشی اور فن تعمیر میں حاصل کیا اس سے ان کے ذوق سلیم کا پتا لگتا ہے۔ ان تمام باتوں کے علاوہ ان میں ایک ایسی خصوصیت

صفحہ ۳۰۳

بقیہ مضمون صفحہ گذشتہ۔ علم خطابت کا اثر پہلے تو صرف ظاہری تشکیل مثلاً ترتیب واقعات اور انتخاب زبان پر پڑا مگر پھر مورخ نفس مضمون تک میں خرد و برد کرنے لگے اور حقیقت واقعات کو محض ثانوی جگہ دیدی گئی۔ علم خطابت کا مقصد یہ ہے کہ لوگوں کو اپنی طرف مائل کیا جائے یا ہیشہ کوئی بات ان کے ذہن نشین کرائی جائے۔ مگر حکمی (سائنٹفک) عبارت میں مولف کا کام صرف یہ ہے کہ وہ واقعات کا اعادہ کرے۔

ایتھنز نے فن خطابت میں اس قدر ترقی کی کہ ہم تک صرف وہ تقاریر پہونچی ہیں جو اٹیکا کی زبان میں لکھی گئی تھیں۔ ہم نے ایتھنزی خصائص کا جو اندازہ کیا ہے اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یونانیوں کی یہ خاصیت کہ وہ جدت پسندی اور زودرسی سے مسرور ہوتے تھے ایتھنزیوں میں دیگر اقوام یونان سے زیادہ پائی جاتی تھی۔

بھی تھی جس سے بعض مرتبہ چشم پوشی کی جاتی ہے وہ یہ کہ انھیں اپنے مذہب، اسکی ماہیت اور اسکی ظاہری حالت سے ایک قسم کی محبت سی تھی اور ہمیں یاد رکھنا چاہیئے کرگو ایتھنزیوں کا دماغ ہمیشہ کسی نہ کسی بات کی دھن میں لگا رہتا تھا مگر اس کی وجہ سے ان کے مذہبی جوش محبت کو کوئی اثر نہیں پہونچا۔ یہ نکتہ ہماری سمجھ میں اسوقت آجاتا ہے جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ یونانی مذہب میں محض عقیدے پر زور نہیں دیا جاتا تھا بلکہ صرف مختلف رسوم کے با اثر ہونے کا یقین کافی سمجھا جاتا تھا۔

جملہ امور متعلقہ کو مدنظر رکھ کر ہم اس نتیجے پر پہونچتے ہیں کہ پانچویں اور چوتھی صدی ق م کے ابتدا میں ایتھنزی تہری ایک اعجوبہ روزگار تھا اس کے بعض خصائص مثلاً تیز طبعی، استہزا پسندی، ہوش میں آجانا، تمام چھوٹے دیوتاؤں کو ان کے رتبے سے گرا دینے کا شوق یہ سب باتیں ایسی ہی ہیں جو آج کل کے زمانے میں مختلف ممالک کے پایہ تختوں مثلاً پیرس اور لندن کے باشندوں میں بھی موجود ہیں مگر یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ لطافت اور زود رسی جن میں ایتھنزی اسقدر ممتاز تھا آجکل کے شہریوں میں پائی جاتی ہیں اور وہ دو خصوصیتیں جن کا ذکر ہم نے سب سے آخر میں کیا ہے یعنی فنون لطیفہ کی رغبت اور ظاہری پارسائی ایتھنزیوں میں نہایت نمایاں طور پر موجود تھیں مگر آج کل بالکل مفقود ہیں — ہم یہ عام حکم لگا سکتے ہیں کہ وہ قوم جس میں طبیعت کی تیزی، زندہ دلی، تلون مزاجی، سلیم الطبعی اور پارسائی یہ سب خصائص مجتمع ہوں اس کا مستقبل یقیناً شاندار ہوگا اور اس کا مرتبہ تاریخ میں لاثانی۔ اس زمانے کے بعض مورخوں کی یہ رائے ہے کہ قدیم ایتھنزیوں کی ذہنی حالت اکثر وہی تھی جو آج کل کے زمانے میں یورپ کے حزب العمال کی ہے۔ مگر یہ رائے درست نہیں ہے[ش] جہانتک علم واقعی کا تعلق ہے ان کو اتنی معلومات بھی نہیں تھیں ... جتنی

صفحہ ۴۳۴

ش ۔ یہ بیلوخ اور بعض دیگر مورخین کی رائے ہے اور بیلوخ نے اس کا اظہار اپنی کتاب "سیاسیات اٹیکا" صفحہ ۹ میں کیا ہے جہاں وہ "گروٹ اور اس کے مریدوں" پر اعتراض کرتا ہے۔ اور اس "طفلانہ حکایت" کی طرف اشارہ کرتا ہے (صفحہ) کہ ایتھنز میں روزمرہ کا سب کام غلام کرتے تھے اور شہریوں کی حیثیت اعیانیوں کی سی تھی۔ یہ رائے کہ تمام محنت کے کام غلام کرتے تھے ایک عالم کی زبان سے یقیناً طفلانہ معلوم ہوتی ہے۔ مگر ان لوگوں کے علاوہ جنھیں تاریخ یونان سے واقفیت نہیں غالباً کسی اور کا خیال نہیں ہے

ہمارے زمانہ کے کسی مدرسۂ تحتانیہ کے ایک بچے کو۔ مگر دیگر امور میں اس کی حالت ہمارے ہم عصروں سے بہت بہتر تھی۔ ایتھنز میں اکثر کام غلام کرتے تھے اسلیئے وہاں کا شہری ان تمام مصائب و محن سے آزاد تھا جو آجکل کے شہری کو اٹھانا پڑتی ہیں اور جنکے سبب سے اس کا ذہن بالکل کند ہو جاتا ہے یعنی روزمرہ ایک ہی قسم کا کام انجام دینا وہ صرف غلاموں کو ہی کرنا پڑتا تھا۔ یہ ممکن تھا کہ اگر کسی غریب شہری کی قسمت میں یہی ہو تو وہ کوئی معمولی پیشہ اختیار کرلیتا تھا مگر اس پیشے کا اس کے ذہن پر کوئی معتد بہ اثر نہ پڑتا تھا۔ اس کے ساتھ ہی یہ بھی درست ہے کہ بہت سے لوگ اپنے لیئے یہی مناسب سمجھتے تھے کہ ہاتھ پاؤں ہلانے کے بجائے حکومت کا دیا ہوا کھائیں اور چین کریں۔ مگر اس کے مقابلے میں آج بھی کسی ملک کے متعدد کا کوئی ماتحت عہدہ داران کے برابر کام نہیں کرتا۔ اس ضمن میں ہمیں آخری بات یہ کہنی ہے کہ جو فرق آجکل کے مختلف طبقہ ہائے آبادی کے درمیان واقع ہے وہ ایتھنز میں نہیں پایا جاتا۔ اس لیئے کہ قدیم ایتھنز میں تعلیم تک ہر کہ ومہ کی دسترس تھی مگر آج کل صرف چند طبقے اس سے مستفید ہوتے ہیں ان تمام باتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ "عام طور پر ایتھنزی شہری کی ذہنی سطح فی زمانہا ہر پایۂ تخت کے شہری سے بالاتر تھی۔

اس فرصت سے جو انھیں حاصل تھی ایتھنزیوں کو مختلف علوم وفنون میں ترقی کرنے کا موقع مل گیا۔ انھوں نے فن خطابت اور سوفسطائیت میں مہارت پیدا کی اور اس طرح انھیں اپنی تیز طبعی، زندہ دلی اور فنون لطیفہ کے ذوق پورا کرنے کا موقع ملا۔ اگر علوم صحیحہ کا سوال ہوتا یا ایسے معاملات پیش آتے جنھیں ظاہری تشکیل سے نہیں بلکہ اصل اصول سے بحث ہوتی تو ضرور مذہب سے مخالفت پیدا ہو جاتی۔ مگر مذہب نے سوفسطائیت اور خطابت کی ترویج میں دخل نہیں دیا۔ یہ دونوں علوم مدبرین ایتھنز کے لیئے نہایت کارآمد تھے اس لیئے کہ رفتہ رفتہ آزادی تقریر کے اصول پر ہی مملکت ایتھنز کی سربفلک عمارت کھڑی ہو رہی تھی اور اس بلدیہ کی حکومت کا دار و مدار اسی اصول پر قائم ہونے لگا تھا ہمیں معلوم ہے کہ

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ بہرحال اسمیں شبہ نہیں کہ ایتھنزی شہریوں کی جماعت یقیناً سربرآوردہ تھی۔ اور اس کا مطلب اس جلد میں واضح کر دیا گیا ہے۔

صفحہ ۴۳۵

پارمنیدیس اور زینو ایتھنز میں رہتے تھے اور گوپروتاغورس ایتھنز سے شہر بدر کر دیا گیا مگر اس کا سبب یہ نہیں تھا کہ اسے خطابت یا سوفسطائیت سے تعلق تھا بلکہ اس پر الزام لگایا گیا تھا کہ اسے دیوتاؤں کے وجود کا یقین نہ تھا۔ ہم کو یہ بھی معلوم ہے کہ کوراکس کا شاگرد تسیاس ایتھنز میں ہی رہتا تھا اور گورگیاس کی بھی بہت قدر و منزلت ہوتی تھی۔ اس کے علاوہ ایتھنز نے ہی تھوریئی کے آباد کرنے میں سب سے زیادہ کام کیا اور کچھ عرصے تک دونوں بلدیات کے باہمی تعلقات بہت اچھے رہے جس کی وجہ سے سسلی کے بہت سے باشندے جن پر تعلیم جدید کا اثر پڑا تھا (مثلاً امپی دوقلیس اور تسیاس) تھوریئی چلے آئے اور ایتھنز پر اپنے علوم و فنون کا اثر ڈالا۔ اس کے برعکس بہت سے ایتھنزیوں نے بھی تھوریئی کو اپنا وطن بنا لیا اور ان میں سے ایک لیسیاس بھی تھا جو دراصل ایک سرقوسی خاندان کا فرد تھا۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ فارقلیس اور طوسی ویدیش دونوں گورگیاس کے شاگرد تھے۔ گو ممکن ہے کہ ان دونوں پر گورگیاس کی تعلیم کا اثر پڑا ہو مگر ہمیں اس سے یہ نہیں سمجھنا چاہیئے کہ ان دونوں نے فی الحقیقت اپنا زانوے تعلیم اُس کے سامنے تہ کیا تھا۔ اس لیئے کہ جب فارقلیس خطابت عامہ کے لیئے ایک نیا طریقہ ایجاد کرنے کے قابل ہو گیا تھا اسوقت گورگیاس کو ایتھنز میں کوئی جانتا بھی نہ تھا۔ اور طوسی ویدیش یقیناً اُس کے ایتھنز آنے سے بہت روز پیشتر ہی فارغ التحصیل ہو گیا ہوگا یہ اس لیئے گمان کیا جاتا ہے کہ گورگیاس ۴۲۷ ق م تک ایتھنز نہیں آیا۔ اور اس تاریخ کا بھی پورے وثوق سے یقین نہیں کیا جا سکتا۔ فارقلیس کی جو تقریریں قدما نے ہمارے لیئے چھوڑی ہیں ان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ نحوی اشتغال سے اسقدر لبریز تھیں کہ اگر وہ گورگیاس کے قواعد کی تعمیل کرتا تو انمیں ہرگز وہ نفاست و لطافت نہ ہوتی جو ہم ان میں پاتے ہیں۔ یہ ضرور ممکن ہے کہ فارقلیس اور طوسی ویدیش دونوں پر اس نئے فن کا اتنا اثر پڑا ہو کہ انھوں نے ظاہری خوبصورتی اور مختلف جملوں کے تناسب پر پہلے سے زیادہ زور دینا شروع کیا اور یہی اس کا باعث تھا کہ فارقلیس کبھی پہلے سے تیار کیئے بغیر تقریر نہ کرتا تھا۔

ایتھنز کے مقرر اور آج کل کے مقرریں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ ایتھنز میں جب کوئی مقرر تقریر کرنے کھڑا ہوتا تھا تو وہ یہ سمجھتا تھا کہ وہ کوئی مذہبی رسم ادا کر رہا ہے اور آجکل کے پارلیمنٹی مباحثوں کے عام قواعد کے خلاف اس کی تقریر میں کسی کو دخل دینے کی مجال نہیں تھی اس لیئے ایک طرف تو مقرر عمداً غلطی کر سکتا تھا اور دوسری طرف اس کی ضرورت نہیں تھی کہ تقریر کا مواد پہلے سے تیار کیا جائے[۱] جن تقریروں کو طوسی ویدیشس نقل کرتا ہے ان میں سب سے ممتاز وہ تقریریں ہیں جو فاریقلیس کی بیان کی جاتی ہیں اور ان سب میں قطع و برید کے آثار خاص طور پر نمایاں ہیں اور ان کی عبارت میں جگہ جگہ جو تقابل پایا جاتا ہے اس سے ان پر خطابت کا اثر معلوم ہوتا ہے طوسی ویدیش نے اگر گورگیاس کی شاگردی نہیں بھی کی تو اس میں شبہ نہیں کہ انتی فون کے سامنے اس نے ضرور زانوئے ادب تہ کیا ہوگا جو ایتھنز کا ایک مشہور و معروف مدبر اور خطیب تھا۔ اور چند تقریریں جس میں صنعت تقابل سے مدد لی گئی ہے اور جو گورگیاس کے انداز پر لکھی گئی ہیں اسی کی طرف منسوب کیجاتی ہیں مگر ممکن ہے کہ گورگیاس کے ایتھنز آنے سے پیشتر ہی ایتھنز اس طرز سے آشنا ہو گئے ہوں۔

صفحہ ۳۶۴

غرض یہ ہے کہ طوسی ویدیشس کی طرز تحریر پر اس دور کے فن خطابت کا بہت بڑا اثر پڑا مگر یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ جو عظیم الشان خوبیاں اس کی عبارت میں پائی جاتی ہیں ان کا اس فن سے کوئی تعلق نہیں[۲] طوسی ویدیشس ایک متمول گھرانے

---

[۱] قدیم اور جدید سیاسی تقریروں میں وہی فرق ہے جو قدیم اور جدید ناٹک میں پایا جاتا ہے اور دونوں میں ناٹک کے اشخاص اور حاضرین کو اتنی اہمیت نہیں دیجاتی تھی جتنی آج کل دیجاتی ہے۔ قدیم ڈرامہ میں ایکٹروں کی تعداد کم ہوتی تھی اور وہ بنی بنائی تقریروں کا اعادہ کرتے تھے۔ سیاسی تماشہ گاہ میں کلیون جیسا شخص بھی اپنی تقریر پہلے سے تیار کر لیتا ہے اور اسے اپنے دوستوں کو سنا دیتا ہے۔

[۲] جن کتابوں میں طوسی ویدیشس پر تبصرہ کیا گیا ہے وہ کلاسن کی تمہید کے علاوہ مسٹل (۲، ۱۰۴) اور کرسٹ (صفحہ ۲۵۹ تا صفحہ ۲۶۵) کی تصانیف ہیں۔ ہیروڈوٹس اور طوسی ویدیش میں یہ فرق ہے کہ وہ تو تاریخ ماضیہ بیان کرتا ہے مگر طوسی ویدیش ہمعصر واقعات کا اعادہ کرتا ہے اور دونوں میں جو کچھ فرق ہے اس سے طرز بیان کی وہ ترقی لازم نہیں آتی جو مسٹل صفحہ ۱۰۴ کو طوسی ویدیش میں نظر آتی ہے اس لیئے کہ ان تمام واقعات کا دار و مدار جو طوسی ویدیش نے بیان کیئے ہیں دوسروں کے بیان پر تھا

کا فرد تھا اور تھریس میں جزیرہ تھاسوس کے قریب جو سونے کی کانیں تھیں ان کا مالک تھا۔ اسکے باپ کا نام اولوروس تھا اور چونکہ مشہور آفاق ملیتا دیس کے خسر کا بھی یہی نام تھا اس لئے یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ اس کی عزیز داری کیمون سے بھی تھی اور تھریسی شاہزادوں سے بھی۔ مگر اسمیں توشبہ نہیں کہ اس کا باپ اتھنزی شہری تھا۔ غالباً طوسی دیدش سنہ ۴۷۱ ق م میں پیدا ہوا۔ مگر ہم اسکی زندگی کے اُن واقعات سے جو جنگ پیلوپونیز سے پیشتر رونما ہوئی مطلق واقف نہیں اور جنگ پیلوپونیز کے دوران میں صرف اس سے واقف ہوا کہ وہ تھریس میں سپہ سالار تھا اور وہاں ناکام ثابت ہوا باقی ماندہ ایام جنگ میں اسے مجبوراً حدود سلطنت ایتھنز سے باہر رہنا پڑا اور اسے اس کا موقع مل گیا کہ وہ ان واقعات کی بابت جو وہ ضبط تحریر میں لانا چاہتا تھا دیگر ممالک کے باشندوں سے استفسار کرے۔ ممکن ہے کہ وہ سرقوسہ بھی گیا ہو۔ اس لیے کہ وہ اس کی جغرافی ہیئت کو نہایت تفصیل سے بیان کرتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسے ان مقامات سے ضرور ذاتی واقفیت ہوگی۔ اس کا ابتدا ہی سے یہ خیال تھا کہ جنگ تاریخ یونان میں نہایت اہم ثابت ہوگی ایسلیئے وہ اپنی کتاب کے شروع میں لکھتا ہے کہ اس کا مقصد یہ ہے کہ اس جنگ کے حالات ابتدا سے ہی قلمبند کرے اور مواد جمع کرے۔ وہ جنگ کے خاتمہ تک زندہ رہا اور زوال ایتھنز کے بعد لوگوں نے اسے واپس بلالیا مگر قبل اس کے کہ وہ اپنی کتاب ختم کرسکے کسی نے اس کو شہر سکاپتے ہیلے میں جو اس کی تھریسی جاگیر میں واقع تھا۔ قتل کردیا ہم تک جو اسکی تصانیف پہونچی ہیں ان میں جنگ کے خاتمے یعنی سنہ ۴۰۱ ق م سے سنہ ۴۰۴ ق م تک کے حالات نہیں لکھے ہوئے اور اگرچہ تمام ابتدائی

صفحہ ۳۴۴

بقیہ مضمون صفحہ گذشتہ۔ اور چونکہ یہ واقعات ہمعصر تھے اسلئے ان کے بہت سے دیکھنے والے اور بیان کرنیوالے موجود تھے۔ زینوفون کا تذکرہ تقدم اپنی طرز کی پہلی تصنیف ہے جس میں آپ بیتی کا بیان کیا گیا ہے اور اسمیں دیکھنے والا ہی اپنے مشاہدات بیان کرتا ہے۔ طوسی دیدش اور دیگر وقائع نگاروں کی تصانیف میں اس کا لحاظ بھی کرنا چاہیئے کہ ان کی اطلاعوں کا ماخذ کیا ہے۔ جب طوسی دیدش ایسے واقعات کا اعادہ کرتا ہے جو بظاہر قرین قیاس نہیں ہوتے تو بہت سے لوگ سمجھتے ہیں کہ ان واقعات کو اسنے گھڑ لیا ہوگا اور یہ خیال نہیں کرتے کہ ممکن ہے کہ اسکے کانوں میں سیکڑوں مبالغہ آمیز قصہ کہانیاں پڑتی ہونگی۔

مقالوں میں مختلف واقعات اشخاص متعلقہ کی زبان سے ہی ادا کیے گئے ہیں مگر آٹھویں مقالے میں اس اصول کا لحاظ نہیں رکھا گیا۔

طوسی ویدش اپنی کتاب کی ابتدا ایک تمہید سے کرتا ہے جس میں وہ اپنے موضوع کی اہمیت دکھاتا ہے اس کے بعد وہ یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے کہ جس جنگ کا حال وہ بیان کریگا وہ یونان کی باقیماندہ جنگوں سے زیادہ اہم ہے اور ساتھ ہی زبان حال سے گویا اس کی امید کرتا ہے کہ اس کی تصنیف کا ہیروڈوٹس کی کتاب سے مقابلہ کیا جائیگا۔ اگرچہ وہ اس کا نام نہیں لیتا مگر وہ کئی مرتبہ اپنے پیشرو پر حملہ کرتا ہے اور اس کی تاریخ کو محض موقت طور پر اہم سمجھتا ہے اور ایک مشہور فقرے میں کہتا ہے کہ ہیروڈوٹس کی تاریخ کے برعکس یہ تاریخ مستقل طور پر اہم ہے اس کی یہ کوشش ہے کہ وہ اپنے مضمون (یعنی جنگ پیلوپونیز) کو تاریخ یونان کا سب سے اہم معرکہ ثابت کرے اور جب ہم اس بات پر غور کرتے ہیں تو ہمیں اس کے جانبدار ہونیکا یقین آتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ اس سے پیشتر جو عظیم الشان جنگ ہوئی تھی (یعنی جنگ ایران) اسمیں صرف دو بری اور دو بحری لڑائیاں ہوئی تھیں مگر جنگ پیلوپونیز عرصۂ دراز تک برابر جاری رہی اور بلدیات کی تاراجی اور ویرانی، باشندوں کے قتل عام، زلزلوں، سورج گرہنوں، خشک سالیوں، قحطوں اور عظیم الشان وباؤں کی وجہ سے اس نے یونان کو کسی کام کا نہ چھوڑا۔ وہ اپنی مخصوص طرز کی بابت یہ کہتا ہے کہ اس نے محض سنی سنائی باتیں ہی نہیں بیان کیں بلکہ اپنے ذاتی تجربوں اور تحقیقات کے نتائج قلم بند کئے ہیں۔ اور اس کا مقصد یہ نہیں ہے کہ محض دل خوش کن اور دلچسپ قصے بیان کرے بلکہ ایسے واقعات لکھے جو آیندہ زمانے میں بھی کارآمد ثابت ہوں اس لیئے کہ یہ ہی صورت حال دوبارہ بھی پیش آسکتی ہے۔ اس سے طوسی ویدش کی قوت اور کمزوری دونوں عیاں ہو جاتی ہیں (ہیروڈوٹس کی طرح اس کی نظر ہر رطب ویابس پر پڑی)۔

وہ جنگ ایران کی اہمیت سے مطلق ناواقف ہے اور بیرونی واقعات کا جنگ پیلوپونیز کے حالات سے مقابلہ کرنے پر اکتفا کرتا ہے۔ اسمیں شبہ نہیں کہ بلدیات کی تاراجی، طاعون اور زلزلوں کا معصروں پر بہت اثر پڑتا ہے اور ایک عمدہ اخبار نویس کو ان تمام امور کا لحاظ کرنا چاہیئے مگر سوال صرف یہ ہے کہ آیا جنگ پیلوپونیز کا کوئی ایک بھی

صفحہ ۴۳۸

واقعہ اسقدر عظیم تھا جتنا ایرانیوں کے ہاتھوں ایتھنز کی تاراجی مگر جب طوسی دیدش جنگ ایران کے معرکوں کا شمار کرتا ہے اور اس سے استدلال کرنا شروع کرتا ہے تو اس میں اور ایک سوفسطائی میں کوئی فرق باقی نہیں رہتا اور اس کا مقصد بس یہ معلوم ہوتا ہے کہ ناظرین پر کسی نہ کسی طرح سے اثر پیدا کرے۔[۸] اگر بالفرض اس کے نزدیک جنگ ایران صرف ۴۸۰ ق م اور ۴۷۹ ق م تک ہی محدود تھی (جو خلاف واقعہ ہے) پھر بھی ان دو سالوں میں بجائے دو دو بری اور بحری لڑائیوں کے تین تین ہوئیں اور جب اس کے برعکس وہ کہتا ہے کہ جنگ پیلوپونیز کا اختتام صلحنامہ نکیاس پر نہیں ہوا تو پھر ہمیں یوریمیدون کی لڑائی جزیرہ قبرس کے قریب کا بحری معرکہ اور مصر کی متعدد مہمات یہ سب جنگ ایران میں شامل کرنی پڑینگی جب طوسی دیدش اس قسم کے سوفسطائی دلائل پیش کرنا کافی سمجھتا ہے تو پھر وہ اپنے مقابل کی تصنیف کو محض محدود وقعت دینے میں بالکل حق بجانب ہے۔ بحیثیت ایک خطیب کے طوسی دیدش کے تذکرے سے اس کی لطافت اور پرتاثیر ہونے کے اسکی اثر پذیری کے صفات ظاہر ہوتے ہیں اور تاریخ میں تقریریں نقل کرنے کا طریقہ زمانۂ مابعد کے مورخوں نے اسی سے سیکھا ہے۔ اس نے اپنے پہلے مقالے کو ایک خاص صفائی سے ترتیب دیا ہے چونکہ اسے نقادوں نے کافی اہمیت نہیں دی اسی لیئے ہم نے حاشیہ متعلقہ میں اس خاص امر پر روشنی ڈالنے کی کوشش کی ہے۔[۹]

---

[۸] باب ۲۳ میں طوسی دیدش کی حیثیت ایک سوفسطائی کی سی ہے جو باتوں ہی باتوں میں بری چیز کو اچھی کر دکھائے۔"

[۹] طوسی دیدش اپنی کتاب کی ابتداء (باب ۱) میں اس جنگ کی عظمت بیان کرتا ہے جس کا ذکر اس نے اپنی کتاب میں کیا ہے۔ اور اسکے بعد اس حالت کا ذکر کرتا ہے جو اس جنگ کے ابتدا میں مختلف دول کی تھی۔ (۲ - ۱۹) اور اس ضمن میں اس دور کے عام حالات پر تبصرہ کرتا ہے تاکہ وہ یہ دکھائے کہ ملک یونان کی اس جنگ سے پیشتر اتنی عظمت نہ تھی جتنی جنگ کے دوران میں ہوگئی۔ وہ یہ لکھتا ہے کہ (باب ۲) کہ اسکا مقصد یہ نہیں کہ ناظرین کی دلچسپی کا سامان جمع کیا جائے بلکہ وہ صرف یہ چاہتا ہے کہ واقعات اور حالات کو ضبط تحریر میں لے آئے۔ اسکے بعد (۲۳ - ۸۰) وہ جنگ کے اسباب یعنی کورکائرا کے واقعات (۲۳ - ۵۵) اور پھر (۵۶ - ۶۶) پوتیدیہ کے حالات بیان کرتا ہے۔ اب کورنتھی اسپارٹا کے سامنے ایتھنز کے خلاف جنگ کی تحریک پیش کرتے ہیں۔ اور یہاں (۶۷ - ۸۷) وہ اس گفت وشنید کا ذکر کرتا ہے جو اسکے

سوائے اس واقعہ کے کہ طوسی ویدیش کا دائرۂ نگاہ نہایت محدود ہے اس کی تصانیف میں چند در چند خوبیاں پائی جاتی ہیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ ان خوبیوں کا اصل باعث یہ محدود دائرۂ نگاہ ہی ہو۔ انسان کو اس تصانیف کا مطالعہ کرنے سے جسقدر اس کی تنگی نظر کا احساس ہوتا ہے اتنا ہی وہ اس کی سچائی اور راستبازی کا معترف ہو جاتا ہے۔ اُس کے نزدیک مورخ کا صرف یہ کام ہے کہ حالات گرد و پیش کو ضبط تحریر میں لے آئے یعنی ان واقعات پر جن کے متعلق اسے قابل وثوق اطلاع بہم پہونچ سکے اور جن کی عظمت نسبتاً زیادہ ہو یا بوجہ قرب زمانہ کے جن سے واقفیت کافی ہو زیادہ زور دے۔ بہت سے نقادوں نے کوشش کی ہے کہ اس پر غلط بیانی اور دروغ بافی کا الزام لگائیں مگر اس میں انھیں کامیابی نہیں ہوئی اس کے برعکس کتاب ہذا کا مصنف اپنے ذاتی تجربے کی بنا پر یہ کہہ سکتا ہے

صفحہ ۴۳۹

بقیہ مضمون صفحہ گذشتہ ۔ اور اسپارٹا کے درمیان ہوئی۔ مگر وہ یہ بھی کہتا ہے کہ در اصل یہ سب ظاہری اسباب جنگ تھے۔ حقیقی سبب یہ تھا کہ پیلوپونیزیوں کے نزدیک ایتھنز کی قوت حد سے تجاوز کر گئی تھی۔ اسی لئے وہ اس قوت اور اقتدار کی ماہیت سمجھانے کے لئے ۴۷۹ء ق م سے ۴۳۱ء ق م تک کے حالات بیان کرتا ہے (۸۸ - ۱۱۸) اور اس کے بعد پھر اس گفت وشنید کا سلسلہ شروع کر دیتا ہے جسکا تسلسل ان حالات کی وجہ سے ٹوٹ گیا تھا۔ اسپارٹا اپنے حلیفوں سے رائے لیتا ہے اور جب یہ جنگ کے موافق رائے دیتے ہیں (۱۱۹ - ۱۲۵) تو ایتھنز کے سامنے متعدد تحریکات پیش کیجاتی ہیں۔ مثلاً ان لوگوں کی جلاوطنی کا مطالبہ کیا جاتا ہے جن کی گردنوں پر کیلون کے قاتلوں کا خون ہے (۱۲۶ - ۱۲۷) مگر اس کے جواب میں ایتھنزی پوسانیاس کی موت کا کفارہ چاہتے ہیں اس لئے طوسی ویدیش پوسانیاس کی موت کے واقعات کا اعادہ کرتا ہے (۱۲۸ - ۱۳۴) اور چونکہ ان سے تمسطاکلیس کو بھی تعلق تھا وہ اسکی آخری ایام کے حالات بھی بیان کرتا ہے (۱۳۵ - ۱۳۸) اب پھر اسپارٹا اور ایتھنز کے باہمی مناقشے کا ذکر شروع ہو جاتا ہے اور اس کے ضمن میں مورخ اس آخری گفتگو کا ذکر کرتا ہے جو ایتھنز میں ہوئی۔ (۱۳۹ - ۱۴۵) ان تمام ابواب میں واقعات حاضرہ و ماضیہ کو ایک دوسرے میں گویا پرو دیا گیا ہے یعنی پہلے تو مورخ یونانی مملکتوں کی بڑھتی ہوئی قوت کا بیان کرتا ہے پھر جنگ کے اسباب اور اسپارٹا کی گفت وشنود کا ذکر اس کے بعد واقعات ماضیہ اور پوسانیاس و تمسطاکلیس کے حالات اور ایتھنز میں آخری تصفیہ کے حالات کا اعادہ کرتا ہے۔ اگر ہم حالات ماضیہ کو الف اور واقعات حاضرہ کو ب کا لقب دیں تو ہمیں طوسی ویدیش میں حسب ذیل بہ ترتیب واقعات معلوم ہونگے:۔

کہ جن واقعات کا طوسی ویدش نے اپنی کتاب کے چھٹے اور ساتویں مقالے میں ذکر کیا ہے
ان کے مواقع کی خود اس نے جانچ کی ہے اور اسطرح گویا اس تاریخ کے ایک چوتھائی
حصہ کا خود امتحان کیا ہے۔ بلکہ جتنا زیادہ مطالعہ اور جانچ کی جائے اتنی ہی یہ کتاب اور
وہ واقعات جن کا اس میں ذکر ہے صاف ہوتے چلے جاتے ہیں۔ جہاں تک ہو سکتا ہے
طوسی ویدش بیکار قصوں کو نقل کرنے سے گریز کرتا ہے اور صرف ایک موقع پر یعنی
۴ ، ۴۰ میں وہ اسپارٹیوں کے خصائص کے متعلق ایک روایت نقل کرتا ہے۔ اسمیں بھی
اوسکا اصل مقصود یہ ہے کہ کلیون پر جس سے وہ دل سے متنفر تھا حملہ کرے۔ علاوہ چند مخصوص
اشخاص (مثلاً کلیون) کے طوسی ویدش اپنی زبان سے کسی کے عادات واطوار بیان
نہیں کرتا بلکہ ان کی تقریریں لکھکر ان کا اندازہ ناظرین پر چھوڑ دیتا ہے۔ ان تقریروں میں

بقیہ مضمون صفحہ گزشتہ۔ الف = باب ۱ - ۲۲ -

ب = باب ۲۳ - ۸۷ -

الف = باب ۸۸ - ۱۱۸ -

ب = باب ۱۱۹ - ۱۲۵ -

الف = باب ۱۲۶ -

ب = باب ۱۲۷ -

الف = باب ۱۲۸ - ۱۳۸ -

ب = باب ۱۳۹ - ۱۴۵ -

اس طرز بیان کی بنیاد دو مختلف اصولوں پر ہے۔ اول تو اسطرح ماضی اور حال کے واقعات کو مخلوط کر دینا
پرانی رزمیہ نظموں اور ہیروڈوٹس کا طریقہ تھا اور دوسرے اس سے علم خطابت کی صنعت تقابل کے مطابق
عمل کیا گیا ہے۔ الف (ماضی) کے متعلق ۲۲ + ۳۱ + ۱ + ۱۱ یعنی جملہ ۶۵ ابواب اور ب (حال) کی بابت
۶۵ + ۱ + ۷ یعنی جملہ ۸۰ ابواب ہیں۔ طوسی ویدش کا پہلا مقالہ صنعتی ترتیب مضامین کا ایک لاثانی نمونہ ہے
ل، ہو لتسا یفل اپنے مضمون موسومہ "طوسی ویدش کے نزدیک دور خمسینی کی عظمت" (جریدۂ لسانیات
۴۷، ۱) میں کہتا ہے کہ طوسی ویدش کا اصل مقصد یہ تہا کہ اس دور کے حالات باب ۱۹ میں بھی بیان
کرے۔ طوسی ویدش کی تقریر اور سوال وجواب میں بالکل ہنگ کا سا رنگ پایا جاتا ہے ہیروڈوٹس
تو بعض مرتبہ (مثلاً اسکیتھی مہم کے ذکر کے موقعہ پر) بہت سے واقعات جمع کر لیتا ہے مگر طوسی ویدش

اکثر ایسی ہیں جو گویا ایک دوسرے کی آواز بازگشت ہیں اس لیے اسیں صرف مورخ کی انشا پردازی کی جھلک معلوم ہوتی ہے۔ گو اُس کا تعلق بہ نسبت عمومیوں کے عدیدیوں سے زیادہ تھا مگر ہمیں خود اس کی تصانیف سے عدیدی گروہ کے برے اعمال کا پتہ لگتا ہے۔ اسے فارقلیس اور اس کے طرز عمل میں بھی دلچسپی تھی اور اس تقریر میں جو فارقلیس نے ان ایتھنزیوں کی تدفین کے موقع پر کی تھی جو جنگ کے پہلے سال میں کام آئے تھے، شروع سے آخر تک اسی طرز عمل کی تعریف بھرتی پڑی ہے۔

طوسی دیدش کے علاوہ اس دور کے متعلق جس کی اس نے تاریخ مرتب کی ہے ہمارے پاس ایک اور تصنیف بھی ہے اور اس میں پانچویں صدی کے آخری تیس سال کا ذکر ہے۔ یہ تصنیف مملکت ایتھنز کے موضوع پر ایک رسالہ ہے[1] جو عام طور پر زینوفون

بقیہ مضمون صفحہ گذشتہ۔ زیادہ تر توجہ تقریروں کے جمع کرنے پر مبذول کرتا ہے باب ۲۳ کی مثال سے ظاہر کرتا ہے کہ طوسی دیدش کو تفصیل پسند نہیں بلکہ وہ اصول تعمیم کو پسند کرتا ہے اور ہمارا خیال ہے کہ زینوفون کی کتاب قدیم تاریخی سند کی پہلی مثال ہے۔

[1] زمانۂ حال کے مورخوں نے اس رسالے کا نہایت جانفشانی اور غور و فکر سے مطالعہ کیا ہے۔ اس کی تصحیح ا۔ کرشہوف نے (برلن ۱۸۷۴ء) اور ل۔ واخسموتھ (گیوٹنگن ۱۸۷۴ء) نے کی ہے اور ان دونوں نے اور گ۔ فالٹن ہر اشمدٹ اور میولر اشٹریوبنگ نے نفس کتاب پر بحث کی ہے۔ غالباً اس رسالہ کی تالیف تھریس کی مہم سے بیشتر ہوئی ہو گی مگر اس کے مولف کا پتہ نہیں چلا۔ اس سے ہمیں مملکت ایتھنز پر ایک اور مقالہ یاد آتا ہے جو کچھ عرصہ ہوا مصر میں ملا تھا اور اب عجائب خانہ برطانیہ میں ہے اور جسے حال ہی میں ف۔ گ۔ کینی ان نے اپنے زیر ادارت شائع کیا ہے۔ گو ان دونوں رسالوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے مگر بعض باتوں میں ایک دوسرے کے مشابہ بھی ہیں۔ جو مقالہ پانچویں صدی ق م کا ہے اس کی نوعیت دراصل ایک ایسے تبلیغی رسالے کی ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ ہمعصروں پر اثر ڈالا جائے اس کے برعکس چوتھی صدی ق م کی تصنیف ایک علمی کتاب ہے اور اس کے دو حصے ہیں ایک میں محض تاریخ بیان کی گئی ہے اور دوسرے میں شمار و اعداد بتائے گئے ہیں۔ دونوں رسالوں کے مولف اعیانیت پسند ہیں اور دونوں کا سیاسی مسلک دستورِ جارحانہ ہے مگر ایک نے اس کے نفاذ سے پہلے اپنی کتاب ترتیب دی ہے اور دوسرے نے اس کے بعد۔ پانچویں صدی ق م کے رسالے میں چوتھی صدی ق م والے رسالے سے زیادہ تازگی پائی جاتی ہے مگر چوتھی صدی ق م کے رسالے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کے مولف نے خدا پر توکل کر کے صورت حال کو گویا چار و ناچار تسلیم کر لیا ہے۔ یہ ایک عجیب و غریب

کی طرف منسوب کیا جاتا ہے مگر دراصل اس کا نہیں ہے اور اس میں فارقلیس کی تنظیم عمومی کے بدترین حصے پر روشنی پڑتی ہے۔ اسمیں شبہ نہیں کہ اس کتاب میں فارقلیس کا نام لیکر تنقید نہیں کی گئی اور غالباً اس کی تالیف اس مدبّر کی موت کے بعد کی گئی ہوگی مگر جن سیاسی ادارات کی اس میں تنقید کی گئی ہے اس کا موجد وہی تھا۔ اس پر اخلاقی نقطۂ نظر سے نہیں بلکہ عملی حیثیت سے بحث کی گئی ہے اور یہ بعینہٖ وہی نصب العین ہے جو طوسی دیدیش کی تقریروں سے ظاہر ہوتا ہے اور جو جنگ پیلوپونیز کے زمانے میں نہایت ممتاز اور نمایاں تھا۔ اس تنقید کی بنا افادیت پر ہے اور تمام کتاب میں صرف ایک اخلاقی دلیل پیش کی گئی ہے۔ جس کا پہلو بھی صرف ظاہری ہے۔ یعنی یہ کہ تمام اشراف اچھے ہیں اور تمام عموم برے۔ اصل میں نہایت قدیم زمانے میں یہ حکم امرا اور گروہِ عوام پر لگایا جاتا تھا اور اس کے کوئی خاص اخلاقی معنی نہ تھے۔ کتاب کا مصنف عدیدیت پسند ہے اور وہ صرف اس امر پر بحث کرتا ہے کہ آیا عمومی ادارات ایتھنز کے لیے مناسب ہیں یا نہیں اور یہ کہنے پر مجبور ہوتا ہے کہ عمومیت میں استقلال اور دوراندیشی کا مادّہ ضرور ہے۔ امرا کو یعنی ان لوگوں کو جو ایتھنز کی آبادی میں اخلاقاً اچھے ہیں ایتھنز کی دستوری حالت سے نقصانات برداشت کرنے پڑتے ہیں اس لیئے اُن پر اس دستور کو کسی نہ کسی طرح برباد کرنے کا الزام نہیں عائد کیا جاسکتا۔ مگر لطف یہ ہے کہ خود مصنف کا یہ قول نہیں کہ اگر ایتھنز میں اسی کے اصولوں کے موافق حکومت کی جائے تو ایسی حکومت کو استقلال اور تواتر حاصل ہوگا۔ وہ خود قنوطی اصول کا پابند ہے اور جو کامیابیاں چارسو کی مجلس اور تیس کی جماعت کو حاصل ہوئیں ان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ غلطی پر نہیں تھا۔ اس کے طرزِ تحریر میں فنِ خطابت کا نام کو بھی دخل نہیں اور اس کے پڑھنے سے انسان کو یہ محسوس ہوتا ہے کہ وہ ایک اچھے خاندان کے کسی فرد کی معمولی گفتگو سن رہا ہے۔ اس میں یہ خیال کہ کوئی خاص اصول پیش کیا جائے یا کسی اصول پر عمل کیا جائے بالکل مفقود ہے (برخلاف ازیں طوسی دیدیش کی تقریروں میں یہ خیال پایا جاتا ہے۔) مگر اپنی

صفحہ ۴۴۰

بقیہ مضمون صفحہ گزشتہ۔ بات ہے کہ پانچویں صدی ق م کی کتاب کو بعض لوگ غلطی سے زینوفون کی طرف منسوب کرتے تھے لیکن گو چوتھی صدی ق م والی کتاب اقتباسات سے پُر ہے اور یہ اصول ارسطاطالیس کی عادت میں داخل ہے مگر اکثر نقاد اسے اس کا مصنف نہیں گردانتے۔

موضوع پر بحث کرنے میں مصنف نے محض تخیلی امور کو نہایت سختی سے خارج از بحث کر دیا ہے اور اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ سوفسطائی تعلیمات نے ایتھنز کے اعلیٰ طبقے پر کسقدر عظیم الشان اثر پیدا کر لیا تھا اور دیگر طبقات آبادی کی طرح اشرافی گروہ میں بھی ہر امر کا دارومدار افادیت پر ہی تھا۔

سوفسطائیوں کے طرز استدلال کا نظم پر نہایت گہرا اثر پڑا اور اس سے درویہ مخصوص طور پر متاثر ہوا جس کا سب سے بڑا لکھنے والا یوریپڈیس تھا[۱]۔ اسمیں شبہ نہیں کہ اس کا پایہ شعرائے یونان میں نہایت بلند ہے اور گو اسپر علوم جدیدہ کا بہت اثر پڑا مگر ان کا جادو اُس پر پورے طور سے نہیں چل سکا تھا۔ روایت ہے کہ وہ جنگ سالامس کے سال (یعنی ۴۸۰ سنہ ق م) میں پیدا ہوا تھا اور عمر میں سوفوکلیس سے چھوٹا تھا۔ اس نے پچیس سال کی عمر میں تماشہ گاہ کے لیئے قلم اٹھایا اور اس کی طرف جملہ ۹۲ ناٹک منسوب کیئے جاتے ہیں جن میں سے صرف سترہ ہم تک پہونچے ہیں چونکہ اس نے اپنی تحریرات میں بہت آزادی دکھائی اور اپنی تصنیفات میں فلسفے اور دیگر تعلیمی عناصر سے کام لینے سے گریز نہیں کیا جن کو ایتھنزی ناپسند کرتے تھے اس لیئے وہ طبقۂ عوام میں مقبول نہیں تھا اور جو پنچ ناٹک کے مقابلوں میں تصفیہ کے لیئے مقرر کیئے جاتے تھے وہ بھی اس کے خلاف رہتے تھے۔ اس کی زندگی خانہ بدوشوں کی سی تھی اور وہ سیاسیات میں مطلق دخل نہ دیتا تھا اور نہ اس کی یہ آرزو تھی کہ سوفوکلیس کیطرح اپنا نام فہرست استراتی گوس میں شامل کرائے وہ صرف اس کا خواہشمند تھا کہ مختلف کتابوں کے مطالع اور فلسفیوں کے ساتھ میل جول پیدا کرنے سے اس میں ذہنی توقد پیدا ہو جائے۔ وہ اناکساغورس کا شاگرد تھا اور حکیم سقراط کے پاس آیا جایا کرتا تھا اور ان ہی دونوں

صفحہ ۴۱۱

[۱] یوریپڈیس کے لیئے سٹل ۳، ۴۱۰ وغیرہ مطالعہ کیا جائے سٹل اپنے آخری بیان (صفحہ ۳۶۲ تا ۳۶۳) میں بالکل درست کہتا ہے کہ آج کل کے بڑے شعرا اور اہل فراست مثلاً اراسمس، میلانختون، ہیوگو گروتیوس، ملٹن، راسین، کورنے ای، گیوٹے اور شیلر نے یوریپڈیس کی تصانیف کی نہایت قدر و منزلت کی ہے۔ جب ہم یوریپڈیس کا ارسطوفانیس سے مقابلہ کرتے ہیں تو ہمیں یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ موخر الذکر کی تصانیف زیادہ عمیق نہ تھیں۔

سے ایتھنزی نہایت درجہ بدگمان تھے۔ مگر جو لوگ غور و فکر کرنے کے عادی تھے وہ اور بیرونی ممالک کے تعلیم یافتہ اور مہذب طبقے کے افراد اس کی قدر کرتے تھے مثلاً سسلی میں اس کے بہت سے پرجوش معرف موجود تھے اس لیے کہ سسلی کے باشندوں میں ایتھنزیوں کی طرح موروثی پاکبازی کی صفت نہیں تھی اور وہ اس کی اہلیت کے مطابق اس کی قدر کرتے تھے۔ اپنی زندگی کے آخری ایام میں وہ دربار مقدونیہ کو چلا گیا اور سنہ ۴۰۶ ق م میں تھریس میں اسکا انتقال ہو گیا۔

یوریپڈیس نے اپنے سورماؤں کے خصوصیات پیش کرنے میں کوئی خاص فوقیت ملحوظ نہیں رکھی اور اس کے نزدیک وہ ویسے ہی معمولی آدمی تھے جیسے روزمرہ دیکھنے میں آتے ہیں۔ اس کے پیشروؤں نے ان سورماؤں کو طبقۂ عوام الناس سے بہت بڑھا دیا تھا اور کم از کم انھیں نہایت ذی مرتبت بنا دیا تھا۔ مگر یوریپڈیس یہ نہیں کرتا بلکہ انھیں اپنے معمولی ہمعصروں کا ہم پلہ قرار دیتا ہے۔ بہرحال یہ نہیں کہا جا سکتا اس زاویۂ نگاہ کی تبدیلی میں وہ یونانی مصنفوں کے دائرے سے باہر آگیا ہر شاعر اپنے کلام میں جب حالات ماضیہ بیان کرتا ہے تو اسپر زمانہ موجودہ کا رنگ ضرور چڑھا دیتا ہے مثلاً ہومر نے جن معبودوں اور نیم معبودوں کے نقشے کھینچے وہ حقیقت میں انسان ہی تھے اور ان میں جتنی صفات تھیں وہ سب انسانوں کی سی ہی تھیں اور پینڈار نے جو مذہبی مزاری نظمیں کہیں انہیں پہلی مرتبہ سورماؤں کے حالات بیان کرنے کے لیے ایسا طرز تحریر اختیار کیا جسمیں وہ تعلّی تھی جو عام طور پر معمولی انسانوں میں نہیں پائی جاتی اور اسی طرز تحریر کو اِس خیلوس نے جس میں جنگ آزادی کے جذبے بھرے ہوئے تھی دردیوں کے مکالموں میں اختیار کیا اور سوفوکلیس کی طرح اس کی بھی یہ خواہش ہوئی کہ وہ لوگوں کا مذہبی رہنما بن جائے مگر وہ اتنا آگے نہیں بڑھا جتنا اِس خیلوس۔ یوریپڈیس کا زاویۂ نگاہ یہ نہیں تھا۔ اس کے پیشروؤں کا یہ خیال تھا کہ اصول تعدّد آلہہ اور اعلیٰ درجے کے اخلاق اور ادراک کے درمیان موافقت و مطابقت پیدا کردیں مگر یوریپڈیس پھر ہومری خیال کی طرف رجوع ہو گیا۔ صرف فرق یہ ہے کہ جس چیز کو ہومر نہایت معمولی سمجھتا ہے وہ یوریپڈیس کے نزدیک قابل غور و فکر ہے۔ اور اس میں فرق کی وجہ سے دونوں کا اثر ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہے۔ اس نے ہومری

صفحہ ۳۴۲

دیوتاؤں کی سیدھی سادی آزادانہ زندگی کو مرتب و منظم کرکے دکھا دیا۔ ہومری الٰہیات کا یہ اصول تھا کہ کوئی شخص خواہ کتنا ہی نیک شعار ہو اگر دیوتاؤں کی مخالفت کریگا تو راندۂ درگاہ ہو جائیگا۔ یوریپدیس اس اصول کو تسلیم کرتا ہے اور نہایت صاف الفاظ میں اس کی صراحت کرتا ہے۔ اپنے ناٹک موسومہ "ہپولیتوس" میں وہ آرتیمس دیبی کی زبان سے یہ اعلان کراتا ہے کہ دیوتا ایک دوسرے کے کام میں مطلق مداخلت نہیں کرتے اسلیئے اگر کوئی شخص کسی دیوتا کے حکم سے روگردانی کرے تو ممکن ہے کہ راندۂ درگاہ ہو جائے اور فنا کر دیا جائے۔ عوام الناس کا بھی یہی عقیدہ تھا اور وہ اسلیئے قربانیاں کرتے تھے کہ مختلف دیوتاؤں میں آپس میں ملاپ کرادیں۔ وہ یوریپدیس سے محض اس مذہبی عقیدے کے سبب سے ہرگز نالاں نہیں تھے بلکہ جس چیز نے سب سے زیادہ اسکا لوگوں کو مخالف بنا دیا وہ اسکا خاص طرز استدلال تھا جو اس کے ہر ناٹک میں موجود تھا اور جس کی وجہ سے اسکے قلم سے بعض مرتبہ ایسی بات نکل جاتی تھی جو اصول مملکت کے خلاف ہوتی تھی۔ مثلاً جب وہ ہپولیتوس سے یہ کہلواتا ہے کہ قسم اس کے ہونٹوں نے کھائی ہے جس کا دل سے کوئی خاص تعلق نہیں تو لوگ نہایت برافروختہ ہوئے اس لیئے کہ ان کے نزدیک اس اصول اور دروغ حلفی میں کوئی خاص فرق باقی نہیں تھا۔[۱] اہتھنریوں کا یہ خیال تھا کہ تماشہ گاہ سے لوگوں کو عمدہ اخلاق سیکھنے چاہئیں اور انھیں یوریپدیس سے یہ امید تھی کہ اس کے ناٹکوں سے انھیں عمدہ جذبات کی تعلیم ملے گی۔ لیکن اس کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ اگر بالفرض یوریپدیس نے بعض دفعہ کوئی رندانہ بات کسی ایسے شخص کے زبان سے کہلوائی جسکا ماحول اور جس کے خصوصیات اس بات کے منافی نہ تھے تو آخر اس نے کونسا بہت بڑا قصور کیا؟

یوریپدیس کا مقصد یہ نہیں تھا کہ لوگوں کو براہ راست تعلیم دے بلکہ وہ یہ چاہتا تھا کہ پہلے تو انھیں سوچنے اور غور و فکر کرنیکی تلقین کرے اور پھر زندگی کی حقیقت کا اصلی نقشہ انکے سامنے ساتھ پیش کرے۔ اور اس کوشش میں اس نے ناٹک کی شاعری کا

---

[۱] یوریپدیس "ہپولیتوس" ۶۱۲ بیسٹل (۳، ۲۱۸) یہ کہتا ہے کہ یوریپدیس اس فقرے کا بچاؤ نہیں کرسکتا کہ اس نے شخصیت موضوعہ کے خصائص بیان کرنے میں غلوری طرز اختیار کیا ہے حق تو یہ ہے کہ جس جگہ یہ فقرہ ہے وہاں اسکی ضرورت بھی نہیں ہے اور نہ اسکا موضوع سے کچھ زیادہ تعلق ہے۔

ایک خاص اسلوب اختراع کیا اگر دردیہ اور سرد دریہ کے وہی معنی لیئے جائیں جو آجکل مروج
ہیں تو اس کے ناٹکوں کو دونوں کے درمیان رکھنا پڑیگا۔ اس نے ناٹک کو وہی شکل
دی جو ان کھیلوں کی تھی جنہیں اٹھارھویں صدی عیسوی کے طبقہ متوسط کی عام زندگی کا چربہ اتارا
گیا۔ ائس خیلوس اور سوفوکلیس نے یہ تخیل پیش کیا تھا کہ اپنی قسمت اور فطری تکبر و نخوت کی وجہ
سے کہ چند سورماؤں کو مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑا۔ مگر اس زمانے کے لیے یہ تخیلات کافی
نہیں تھے۔ اور اگر دردیہ کی ایک خاص حیثیت قائم رکھنی تھی تو اس کی ضرورت تھی کہ
انسان کے نقائص یا اسکے جبلی تمرد کی وجہ سے جو زیادتیاں ظہور میں آئیں انھی کو ناٹک کا
موضوع بنایا جائے۔ چنانچہ یوریپدیس برابر اسی کوشش میں لگا رہا۔ جوش اور جذبات انسانی
میں بھی ایک خاص سوفسطائی پہلو موجود تھا اور جب عین مناسب موقع پر یوریپدیس نے
سورماؤں کے خصوصیات اپنے مخصوص انداز میں لوگوں کے سامنے پیش کرنا شروع
کیں تو لوگوں کو ان اصولوں پر جو یوریپدیس نے سوفسطائیوں سے سیکھے تھے بعض مرتبہ
غصہ آتا تھا مگر ساتھ ہی ان سے دلچسپی بھی پیدا ہو جاتی تھی۔ آجکل یہ قاعدہ ہے کہ جن
مسائل سے عوام الناس کو دلچسپی ہوتی ہے ان پر گفتگو اور استدلال منطقیے نہیں کرتے
بلکہ مختلف کھیلوں کے ایکٹر کرتے ہیں اور اس سے ایکٹروں کو یہ موقع ملتا ہے کہ وہ نہایت
پرزور تقریریں سب و شتم کی کر سکیں بلکہ بعض مرتبہ تو ایسا ہوتا ہے کہ بے موقعہ اور بے ضرورت
تقریریں کی جاتی ہیں۔ مگر خود ان تقریروں سے جو طوسی دیدش نے نقل کی ہیں یہ ظاہر
ہوتا ہے کہ اگر ان میں مختلف معاملات پر عام تبصرہ ہوتا تھا تو لوگ وقت
ناوقت کا خیال نہیں کرتے تھے اور انکو نہایت صبر سے سنتے تھے اور انھیں مخصوص طور پر
اخلاق اور زندگی بسر کرنے کے عام طریقے سے دلچسپی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ یوریپدیس
کے ناٹکوں کے اشخاص ان ہی موضوعات پر تبصرہ کرتے ہیں۔ اور اپنے اعمال کو
صحیح اور درست ثابت کرنیکی کوشش میں ضرورت سے زیادہ تفصیل سے بحث کرنے
لگتے ہیں۔ اگر ہم ان نتائج پر غور کریں جو شاعر مذکور نے نکالتا ہے تو ہمیں یہ معلوم ہوگا
کہ اس کے اور عام یونانیوں کے خیالات میں کسی قسم کا تفاوت و تخالف نہیں ہے۔
اپنے پیشرو مرثیہ نویسوں کی طرح وہ یہ نصیحت کرتا ہے کہ انسان کو نہایت خاموشی کے
ساتھ زندگی کے فراز و نشیب، نیکی اور بدی، خوشی اور رنج کو جنھیں مجموعی طور پر دنیا

کہتے ہیں برداشت کرنا چاہئے تاکہ یہ غور کرے کہ جن باتوں میں بظاہر تکالیف و محن نظر آتے ہیں اس کا بھی ایک عمدہ پیرایہ ہو سکتا ہے اور سوچ کہ انکے برداشت کرنے میں اسے اپنی تمام قوتوں سے کام لینا پڑیگا اور بہر حال بیچ کا راستہ اختیار کرے۔ اسکے ناٹکوں میں بہت اقوال اور کہاوتیں بھی ہیں اور چونکہ ظاہری شکل کے اعتبار سے وہ مکمل ہیں اس لیئے بہ آسانی حفظ ہو سکتی ہیں۔ ان سے یونانیوں کو اپنی اخلاقی تعلیم میں بہت مدد ملی۔ یہی وجہ ہے کہ ان ناٹکوں کے اقوال بھی محفوظ ہیں جو بتدادِ زمانہ سے تلف ہو گئے۔ جب یوریپڈیس نے درویہ لکھنے کے لیئے اپنا قلم اٹھایا تو اس نے اس سے قدیم فرض انجام دیدیا اور اس کے ذریعہ سے لوگوں میں تمدن اور تہذیب کا رواج دینا شروع کیا۔ فرق یہ تھا کہ ابتک تو درویہ اپنے علو و عظمت کی وجہ سے لوگوں پر اثر ڈال کر تہذیب پھیلاتا تھا اب یوریپڈیس نے اس کے ذریعہ سے عقل کے مطابق لوگوں کو صحیح معیار زندگی بتایا اور اسطرح عوام الناس کو مہذب و تعلیم یافتہ بنایا[۱۳]۔ یہی طریقہ پروڈیکوس نے بھی برتا مگر اسکا دائرہ عمل یوریپڈیس سے بہت وسیع تھا۔ بادی النظر میں یہ نہایت عجیب و غریب معلوم ہوتا ہے کہ گو سوفوکلیس نے سیاسیات میں بھی حصہ لیا مگر اس کے اور اسکے نیز قوم کے خیالات میں کبھی تناقض نہیں ہوا۔ اس کے برعکس گو یوریپڈیس ایک خانہ نشین شخص تھا اور ہمیشہ اپنے مطالعے اور صناعی میں

[۱۳] اسی طرح سوفوکلیس کے ناٹکوں میں بھی نصائح موجود ہیں۔ ہم نے آجکل کے مذاق کا لحاظ کر کے یوریپڈیس پر اتنی تفصیل سے بحث کی ہے۔ ایک زمانہ تھا جب کوئی ناول ہمارے ملک میں اسوقت تک مکمل نہیں سمجھا جاتا تھا جب تک اس میں ادبیات، سیاسیات اور عمرانی مسائل پر بحث نہ ہو اور یوریپڈیس ان ہی وجوہ سے حقوق نسواں جیسے موضوع پر تبصرہ کرتا ہے۔ چونکہ قدما تاریخی رنگ آمیزی سے واقف نہیں تھے اس لئے وہ یوریپڈیس کے اس فعل میں چنداں حرج نہیں سمجھے۔ ایس خیلوس، سوفوکلیس اور یوریپڈیس تینوں ادیبوں کے سورما اسی طرح سے گفتگو کرتے ہیں جو ان کے زمانے میں رائج تھی۔ مگر یوریپڈیس کے تصانیف میں ہر بات کی بنیاد عقلیات پر ہے اور قدیم یونان کے حالات کے متعلق اس میں جس قسم کی رائے کا اظہار کیا گیا ہے اس میں اور رائج الوقت خیالات میں بہت فرق ہے۔ اور درویہ کا اصلی اصول ہی یہ تھا کہ زمانہ متقدمیہ کے حالات معلوم ہوں۔

مشغول رہتا تھا اور خاص ایتھنز میں وہی مضمونی تحریک جس کا وہ خود بھی مقتدی تھا نہایت زور و شور سے جاری تھی مگر جب اس کی زندگی کے آخری ایام میں اس کے پاس باہر سے بلاوا آیا تو وہ اپنے وطن مالوف کو خیرباد کہنے پر رضامند ہو گیا۔ ذرا غور کرنے سے اس تفاوت کا سبب ظاہر ہو جاتا ہے۔ سوفوکلیس کیلئے زندگی اور فنون دو مختلف النوع امر تھے وہ نہایت چین سے اپنی زندگی بسر کرتا تھا اور جو عیش و عشرت ایتھنز میں مہیا ہو سکتا تھا اس سے لطف اٹھاتا تھا اور اس کی کبھی یہ خواہش نہیں ہوئی کہ واقعات حالیہ پر براہ راست اثر پیدا کرے۔ اس کے برعکس یوریپڈیس خانہ نشینی کی زندگی بسر کرتا تھا مگر ساتھ ہی وہ یہ چاہتا تھا کہ لوگ اس کے خیالات پر فوراً عمل کرنے لگیں اور گو اکثر امور میں وہ ایتھنزیوں کے خیالات سے متفق تھا مگر بعض امور ایسے بھی تھے جن پر اس کے اور ایتھنزیوں کے اصولوں میں اختلاف تھا۔ عوام کا قاعدہ ہے کہ وہ افراد کی کوششوں کی قدر کرنا نہیں جانتیں ورنہ ایتھنزی ضرور یوریپڈیس کے شکر گزار ہوتے کہ اس نے ایتھنز کی شان و شوکت میں اضافہ کرنے کی کوشش کی۔ یہ خصوصیت منجملہ ان ناٹکوں کے جو اسوقت تک موجود ہیں تین ناٹکوں میں نمایاں ہے۔ مثلاً ناٹک موسومہ "مستدعیان" میں یہ دکھایا گیا ہے کہ ایتھنز نے تھبز کے باشندوں کو ان ارگوسی سورماؤں کے دفن کرنے کے لیئے مجبور کیا جو مغلوب ہو چکے تھے۔ ناٹک موسومہ "اولاد ہرقلیس" میں ایتھنزی یوریسٹھیوس کے خلاف ہرقلیس کی اولاد کی حمایت کرتے ہیں اور ناٹک موسومہ "ایون" میں شروع سے آخر تک ایونیائی ایتھنزیوں کے مورث اعلیٰ کی اس لیئے عزت کی گئی ہے کہ وہ اٹیکا کا ہی فرزند رشید تھا۔

صفحہ ۴۴۵

یوریپڈیس کے جو ناٹک اسوقت تک موجود ہیں وہ مفصلۂ ذیل ہیں:-

(۱) "ہےکوبا" میں "ٹرواۓ" کی ملکہ کے حالات وہاں کی بربادی کے بعد دکھائے گئے ہیں۔ (۲) "اورستیس" جس میں اورستیس کی ماں کے قتل کے بعد اس کو جو سزا اسے موت ملی اسکا ذکر ہے۔ (۳) "زنان فینیقیہ" جس میں سات شخصوں کے تھبز کے ساتھ برسر جنگ ہونیکا قصہ بیان کیا گیا ہے۔ (۴) "مدیا" میں مدیا اپنے ہی ہاتھوں اپنی اولاد کو قتل کر دیتی ہے۔ (۵) "ہیپولیتوس" جس میں تھیسیوس کے ایک لڑکے کا ذکر ہے۔ (۶) "الکستس" میں یوریپڈیس اس پیرائے سے قصے

بیان کرتا ہے کہ انسان کی طبیعت پر خواہ مخواہ اثر پڑے۔ قصہ یہ ہے کہ ہرقلیس ادمیتوس کی بیوی کے انتقال کے بعد اس کے لیئے ایک نئی بیوی تلاش کرتا ہے مگر ادمیتوس اسے اسوقت تک اپنی بیوی نہیں سمجھتا جبتک اسے یہ معلوم نہ ہو جائے کہ وہی اس کی مرحومہ بیوی الکس تس ہے۔ (۷) "اندروماخے" میں ہیکتور کی بیوہ کے زمانہ اسیری کے حالات درج ہیں (۸) "مستدعیان" (۹) "ایفی گینیا ان آولیس" (۱۰) "ایفی گینیا ان طوریس" (۱۱) "باشندگان ترواسے" (۱۲) "کیکلوپس (ہجویہ) (۱۳) "باکائے" جس میں پنتھیوس کا حال بیان کیا گیا ہے۔ (۱۴) "اولاد ہرقلیس" (۱۵) "ہیلینا" جس میں ہیلینا کا بجائے ترواسے جانے کے مصر میں رہجاتی ہے اور آخر کار اسے مینلاؤس بچا دیتا ہے (۱۶) "ایون" (۱۷) "ہرقلیس مرفوع العقل" اور (۱۸) "رہیسوس" جو دراصل یوریپیدیز کا ناٹک ہے اور جسے بطور جعل اس کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔

ہم یہ تو دیکھ چکے کہ تعلیم جدید کا ایتھنز پر کیا اثر پڑا۔ اب اس کا وقت آگیا ہے کہ ہم اس پر غور کریں کہ یونان کے مدینۃ الحکما نے اس کا کسطرح سدباب کیا۔ ہم بتا چکے ہیں کہ یونانی خصائص میں تیز طبعی جدت پسندی اعلیٰ فنون کی محبت اور قدیم مذہب اور قدیم دیوتاؤں سے عقیدت یہ سب باتیں مجتمع تھیں اور لامحالہ اس کا نتیجہ یہ تھا کہ مختلف طبقات آبادی پر کبھی ایک اور کبھی دوسری خصوصیت غالب ہو جاتی تھی۔ علوم جدیدہ ایتھنزیوں کے لیئے نہایت مناسب تھے اس لیئے کہ ان سے انھیں جدت طرازی اور مادہ تنقید کے لیئے گویا نیا مواد ملتا تھا۔ مگر بہت سے ایسے بھی تھے جنھیں ان علوم سے دلی نفرت تھی اور وہ سمجھتے تھے کہ ان سے قدیم طرز کے عقیدوں میں فرق آجانے کا خطرہ ہے۔ اس زمرے میں ایک طرف تو وہ لوگ تھے جن کا کسی نہ کسی طرح عبادت عامہ سے تعلق تھا اور چونکہ پجاریوں کے جتنے عہدے تھے انہیں سے اکثر انتخاب عام کے ذریعہ سے ایک وقت مقررہ تک کیلئے پر کیئے جاتے تھے[۱۴] ان میں ایک تو وہ پجاری تھے اور دوسرے ایسے لوگ بھی شامل تھے جو کسی زمانے میں پجاری رہ چکے تھے اور جنھوں نے اپنی زندگی شوقیہ اس قسم کے امور پر وقف کر دی تھی جیسے دیوتاؤں کی رضامندی معلوم کرنا یا ان کے احکام کی تاویل کرنا۔ الغرض ان سب نے ایونیہ کے فلسفہ طبعی کی مخالفت کرنی شروع کی اور اناکسی غورس

---

[۱۴] ایتھنز کی پجاریوں کے حالات کیلئے مارتھا کی کتاب (پیرس ۱۸۸۴ء) دیکھنی چاہیئے۔

ان کے جوش کا نشانہ بن گیا۔ اس کے ساتھ ہی وہ فن خطابت اور سوفسطائیت سے بھی جس نے تھریس اور سسلی میں نشو و نما پایا تھا بیزار تھے اس لیئے کہ ان علوم سے ایک خاص طرز بیان کو ترقی پہونچی تھی جس سے ہر اصول اور ہر ادارے کی بنیاد ہل سکتی تھی۔ یوریپدیس نے کئی مرتبہ پیشگوئی کے بیکار ہونیکا اصول پیش کیا جس سے راسخ العقیدہ اصحاب کو اس کے خلاف ایک اور عذر مل گیا۔ اور سسلی کی مہم کی ناکامی سے اس نقصان کا اندازہ ہوسکتا ہے جو ان اصحاب کے ہاتھوں مملکت کو پہونچ سکتا تھا۔ لامیون اس گروہ کا سب سے زیادہ صاحب فہم فرد تھا۔ فارقلیس نے کوشش کی کہ اس سے کام نکال کر اس گروہ کا اثر زائل کر دے مگر دیوپئی تھیس لامیون سے بھی زیادہ ذی اثر تھا اور اسے سر بنا کر اس گروہ نے فارقلیس پر حملہ کر دیا۔ جہانتک سوفسطائیت کا تعلق ہے انصاف ہمیں یہ تسلیم کرنے پر مجبور کرتا ہے کہ اس کی مخالفت کے لیئے کوتاہ نظر اور جوشیلے لوگوں کے پاس ہی دلائل موجود نہ تھے بلکہ ایسے لوگ بھی اس سے بیزار تھے جو بالکل غیر متعصب تھے اور ان میں سے بعض کو تو مذہب سے کوئی تعلق نہ تھا۔ یہہ کون کہہ سکتا تھا کہ سوفسطائیت نہ صرف مذہب کی بیخ کنی کرنے میں مدد ہوگی بلکہ زندگی کے اصولوں کو بھی اکھیڑ کر پھینک دیگی۔ اس کے جواب میں صرف ایک بات پر غور کرنا کافی ہے کہ بالآخر مختلف مملکتوں میں شہری زندگی کے وجود اور بین الممالک امن و حفاظت کی سوائے حلف کے اور کیا ضمانت ہوسکتی تھی؟ لیکن سوفسطائیت نے اسے بھی یہ کہکر معرض خطر میں ڈال دیا کہ ہر عمل کا معیار ذاتی مفاد ہی ہوسکتا ہے۔ مملکت ایتھنز کا اولیں مقصد یہ تھا کہ مذہب کی حفاظت کی جائے۔ اور سوفسطائیت کو عام طور پر مذہب کا دشمن سمجھا جاتا تھا اسی کی خاطر اناسی غورس، پروتاغورس اور فدیاس سے مواخذہ کیا گیا۔

صفحہ ۴۴۴

علوم جدیدہ کے خلاف جو جنگ جاری تھی وہ محض عدالتی کمروں کی چار دیواری تک ہی محدود نہ تھی۔ بلکہ ادبیات کی مخالفت خود اسی کے اسلحہ سے کی گئی اور وہ مصنف جنھوں نے جدید تعلیمی عناصر پر حملے کیئے تھے نئے سیاسی رجحانات کی تخریب کے بھی درپے ہو گئے۔ شاعری کا ایک نیا اسلوب پیدا ہوا جس نے اس تعلیم اور اس سیاسی اصول کی مخالفت کا بیڑا اٹھایا۔ نظم کی اس شاخ کا نام سرود ریہ نویسی

تھا شاہ

سروری ناٹک کی تاریخ سے ہم اتنے بھی واقف نہیں جتنے ورویہ کی تاریخ سے۔ زمانہ قدیم سے وریانیوں اور ایتھنزیوں دونوں میں سرودیہ کا رواج تھا اور خصوصاً اسپارٹا میں چلتے پھرتے اکثر چھوٹے چھوٹے دلخوش کن ناٹک دکھاتے

شاہ ۱۵ - ہیں بہ نسبت سروریہ کے درویہ کی معلومات زیادہ ہیں اسکی وجہ یہ ہے کہ عرصہ دراز تک سرودیے اس قابل ہی نہیں سمجھے جاتے تھے کہ انھیں محفوظ کرلیا جائے کم و بیش سب سرودیئے برمحل مضحکہ انگیز سوانگ تھے اسلئے یہ بالکل ناممکن ہے مختلف مقامات یونان کے جو اقسام ایجاد ہوئے انکی تفصیل بیان کیجائے اور ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ میگارا اور نارینتم کے سروریوں میں کوئی خاص نوعی فرق ہے۔ ہمیں صرف ارسطوفانیس کے تصانیف اور سرقوسہ کے سروریوں کا علم ہے باقیماندہ سروریوں سے ہم مطلق بے خبر ہیں۔ سروریہ کے متعلق جدید ترین اسناد مفصلۂ ذیل ہیں:-

تسی لینسکی" ترتیب سروریہ اٹیکا" لائپزگ ۱۸۸۵ء۔ دَنی "سروریۂ یونان" ۲ جلد۔ پیرس ۱۸۸۶ء۔ سیٹل "تاریخ ادبیات یونانی" جلد ۳ ص ۳۸۹ وغیرہ کرسٹ ص ۲۱۶ وغیرہ + گوبرلن ہارڈی قدیم طریقے کے موافق ارسطوفانیس کو آسمان پر چڑھا دیتا ہے مگر اسکی آراء (۲۰۲) اور پاؤلی کے مجموعے (۲۷۱) میں جو مضمون ہے ان دونوں کی اب بھی بہت اہمیت ہے۔

فیشر ("قدیم یونانی سروریہ کا اثر" باژل ۱۸۴۲ء) اور میولر اشٹریوبنگ ("ارسطوفانیس" لائپزگ ۱۸۷۳ء) نے ہمیں اس خطرے سے متنبہ کیا ہے جو اسوقت پیدا ہوگا اگر ہم ارسطوفانیس کی تصانیف کی ذریعہ سے اسکے ہمعصروں کی تنقید کریں۔ ارسطوفانیس اس گروہ کا آلہ تھا جو عمومیوں کے خلاف تھا اور اس میں عمومیوں کی ظاہری کمزوری کی ہجو ملیح کرنے اور اسطرح عدیدی فریق کی خطرناک سازشوں کی طرف سے لوگوں کی توجہ ہٹانیکی خاص قابلیت تھی۔ اسی لیئے عدیدیوں نے اس سے کام نکالا اسنے جو حملہ اپنے ناٹک موسومہ "اہالیان بابل" میں ایتھنزی عمومیوں پر کیا ہے اسکے لیئے گلبرٹ ص ۱۴۵ وغیرہ کا مطالعہ کیا جائے۔

پرزور ہجو ملیح کے میدان میں ارسطوفانیس کا رتبہ رابلے سے کم نہیں۔ مگر فرانسیسی ناٹک نویس کو ایتھنزی پر یہ تفوق حاصل ہے کہ اسے یہ معلوم ہو جاتا تھا کہ وہ کونسی باتیں ہیں جن کا اثر برابر رہے گا۔ افلاطون نے بھی ارسطوفانیس کی تعریف کی ہے۔ مگر اس سے صرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ اسے اس لیئے پسند کرتا تھا کہ وہ صناع بھی تھا اور عمومیت کے اصول کی مخالفت پر بھی تلا رہتا تھا۔

پھرتے تھے۔ ان ناٹکوں کا نشو ونما تارنتم اور نشیبی اٹلی میں ہوا اور آخرکار ان کی جگہ مختصر مضحکہ آمیز کھیل رائج ہو گئے جن سے جزیرۂ سسلی میں ایک خاص قسم کے علم ادب کی بنیاد پڑی مگر افسوس ہے کہ اس کے صرف بعض اجزا ہی محفوظ رہ سکے ہیں۔ اس نئی تحریک کا سب سے بڑا رہبر ایپی خارموس تھا جو اپنے متعدد ہم وطنوں کی طرح مغرب میں جا کر آباد ہو گیا اور سسلی کے بلدیہ مگارا میں سب سے پہلی مرتبہ سنہ ۵۰۰ ق م میں اپنے ناٹک عوام کے سامنے پیش کیے۔ ان کھیلوں میں ظرافت کے پیرائے میں سسلی کے یونانیوں کی زندگی کا خاکہ کھینچا ہے اور ساتھ ہی نہایت مضحکہ آمیز طریقے سے وثنیات کی تعریف کی ہے یہ سب ناٹک فلسفے سے گویا لبریز ہیں۔ ان میں فلسفہ گویا کچھ عرصے کے بعد یعنی یوریپیس کے زمانے میں سوفرون باشندۂ سرقوسہ اپنے سرو ریوں یا سوانگوں کی وجہ سے مشہور ہو گیا اور یہ سرورے اسقدر مقبول ہوئے کہ خود افلاطون بھی انکا معترف ہو گیا بلکہ یہانتک کہا جاتا ہے کہ جب اس نے اپنے مکالمات ترتیب دیئے تو یہ ہی سوانگ اس کے پیش نظر تھے۔ سوفرون کے بعد اس کا بیٹا زینارخوس اپنے باپ کے قدم بہ قدم چلا مگر چونکہ رفتہ رفتہ خاص جزیرۂ سسلی میں بھی اٹیکا کے سرودریہ کی شہرت خود سسلی کے سروریہ پر غالب آچکی تھی اور جو مصائب سسلی کو برداشت کرنے پڑے تھے ان سے تمام موجودہ ادارات میں ایک انقلاب رونما ہو چکا تھا اس لیئے زینارخوس کو بھی اپنے مقصد میں ناکامی ہوئی۔ مگارا میں سوزاریون سب سے بڑا سروریہ نویس تھا۔ اور کہا جاتا ہے کہ مگاری سروریہ کی وجہ سے ہی اٹیکائی سروریہ میں ایک خاص تہیج پیدا ہوا۔ اگرچہ اُس کے متعلق ہمیں پوری طور پر معلومات حاصل نہیں۔　صفحہ ۴۴۴

درویہ کی طرح سروریہ بھی دیونی سیوس کے دیہاتی میلوں سے نکلا تھا۔ دونوں کے بیرونی لوازمات بالکل یکساں تھے اور دونوں ان میلوں کے اجزا میں بالکل ملا دیئے جاتے تھے۔ اسی طرح دونوں میں سنگت گرو سکتے مہیا کرتا تھا، اشخاص کی تعداد معین تھی اور شعرا مملکت کے قرار داوہ انعامات کے لئے باہم مقابلہ کرتے تھے۔ فرق یہ تھا کہ سروریہ درویہ کی طرح دیونی سیوس کی پوجا کا جزو لاینفک نہیں سمجھا جاتا تھا اور سروریہ کا وہ خاص جزو Parabasis درویہ میں نہیں

ہوتا تھا جسمیں سنگت گرد (کھیل کا پارٹ چھوڑ کر) حاضرین کے سامنے آتا اور ایک تقریر کرتا تھا۔ اسکے علاوہ سروریہ نویس کی اتنی قدر نہیں کیجاتی تھی جتنی درویہ نویس کی درویہ کی تشکیل کے بہت بعد تک یعنی ۸۰ اولمپیاد (۴۶۰ ق م) تک سروریہ کی تشکیل نہیں ہوئی۔ اولین سروریہ نویس خیونڈیس اور ماگنیس ہیں اس کے بعد کراتیس آتا ہے جس نے فنون لطیفہ کی اس شاخ میں وہ خاص شکل پیدا کی جو برابر قدیم سروریہ کے زمانے میں قائم رہی۔ ابتدائی دور کا سب سے مشہور شاعر کراتینوس تھا جس نے غالباً ۴۶۰ ق م کے بعد ہی اپنا کام شروع کیا۔ اس نے ایتھنز کی سیاسی اور معاشرتی حالت کو اپنا موضوع بنا کر اس کا مضحکہ اڑایا۔ جو لوگ زمانہ مابعد میں ارسطوفانیس کے مدمقابل تھے ان میں سے مشہور ترین یوپولیس اور فری نخوس تھے۔ صرف ارسطوفانیس ہی ایسا سروریہ نویس ہے جس کی چند تصانیف موجود ہیں اور اس نے اولمپیاد ۸۸، ۱ (۴۲۷ ق م) میں اپنا سب سے پہلا ناٹک عوام کے سامنے پیش کیا اور ۳۸۸ ق م تک برابر مختلف کھیل پیش کرتا رہا۔ اس کا آخری ناٹک پلوتوس ہے جو ۳۸۸ ق م میں دکھایا گیا۔ اس کا سب سے درخشاں زمانہ جنگ پیلوپونیز کے دوران میں تھا۔ اور وہی ہمارے لیئے حالت جنگ میں ایتھنز کے عام حالات اور ایتھنزیوں کے جذبات کے لیئے بہترین سند ہے۔

سیاسی تاریخ میں ارسطوفانیس کی یہ شہرت ہے کہ برسراقتدار فریق یا فرد مخالف اُسے اپنا ترجمان بنا لیتے تھے۔ اس زمانے میں سروریہ کی وہی حیثیت تھی جو زمانہ حال میں اخبارات اور تشنیع آمیز تصاویر کی ہے۔ ارسطوفانیس کے زمانے میں ایتھنز میں دو قسم کی تحریکات کا زور تھا ایک تو سیاسیات میں عمومیت بدرجۂ اتم سرایت کیئے ہوئے تھی اور دوسرے تعلیمات میں علوم جدیدہ کی دو دو شاخیں پائی جاتی تھیں۔ ایونیہ کی حکمت طبیعی اور تھریس اور سسلی کی رسمی سوفسطائیہ اور خطابت۔ سروریہ کے اصول ہی میں مخالفت کا مادّہ بھرا ہوا ہے۔ اسکا اصل مقصد یہ ہے کہ لوگوں کو محظوظ کرے اور یہ قاعدہ ہے کہ انسان ہمیشہ تشنیع کرنے میں ہنستا ہے مدح کرنے میں کبھی نہیں ہنستا۔ لوگوں کے نشانہ تضحیک کے ساتھ ہی ساتھ ہجو ملیح بھی نہایت دلچسپ معلوم ہوتی ہے اور اگر صرف چھوٹی چھوٹی باتوں پر ہنسانیکی کوشش

صفحہ ۴۴۹

کی جائے تو اس سے سوائے مغز چاٹنے کے اور کوئی نتیجہ نہیں نکلتا اسی لیئے سروری تماشہ گاہ میں ہمیشہ ان لوگوں پر حملہ ہوتا ہے جو برسر اقتدار ہوتے ہیں۔ ایتھنز میں عمومیت اور جوش تعلیم یہ ہی دو قوتیں تھیں جن کے آگے ہر شخص سر تسلیم خم کیئے ہوئے تھا اور اگر سروریہ نویسوں کو یہ منظور تھا کہ لوگوں کی توجہ ان کی طرف مبذول ہو جائے تو انھیں خواہ مخواہ دونوں پر حملہ کرنا لابدا ور ضروری تھا لیکن چونکہ فریق مخالف ذی اثر اور مقتدر تھا اس لیئے یہ ضروری تھا کہ اس حملہ کی بنیاد کسی نہ کسی اصول پر ہو اور اگر بالفرض سروریہ نویس کسی خاص اصول کا پیرو نہ ہو تو بھی کم سے کم بظاہر کسی نہ کسی اصول کی پیروی کرنی پڑتی تھی۔ یہ ہی وجہ تھی کہ سروریہ نویسوں کو خواہ مخواہ اشرافیوں کا طرفدار بننا پڑا اور اس زمانے کے چین و آرام کی خواہی نخواہی تعریف کرنی پڑی جب زندگی کا طرز نہایت سیدھا سادا تھا۔ بظاہر تعجب ہوتا ہے کہ سروریہ باوجود مرجع عام ہونے کے حکومت دستوری کو مطعون کرے لیکن اسکی وجہ یہ ہے کہ سروریہ نویس شعرا کا قدیم الاعتقاد گروہ کے ساتھ تعلق تھا اور یہ ہی وہ گروہ تھا جس کے مذہبی عقیدوں سے ایتھنزی قوم کو پوری ہمدردی تھی اسی لیئے اگر کوئی شخص کسی سرگروہ پر حملہ کرتا تھا تو عوام ایک قہقہہ لگا کر اسے خوش آمدید کہتے تھے۔

جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ارسطو فانیس محتسب اخلاق تھا یا یہ کہ وہ سیاسی فریق مذہبی سے بالاتر تھا وہ غلطی پر ہیں۔ حق یہ ہے کہ اسکا انداز جانب دارانہ ہے اور اس کا مقصد صرف یہ ہے کہ اسکی باتیں سنکر لوگ ہنسیں اور اگر ہم تھیوگنس* کے اشعار سنجیدگی سے پڑھ سکتے ہیں تو ارسطو فانیس کے ناٹکوں کا بھی سنجیدگی سے مطالعہ کر سکتے ہیں۔ اگر ہم اصول مذکورہ کو پیش نظر رکھیں تو ہم اس کی عیب جوئی کی عادت اور طعن و تشنیع کی اصلی قیمت سمجھ سکتے ہیں اور اس نتیجہ پر پہونچ سکتے ہیں کہ ارسطو فانیس کے ناٹک آج کل کے تمسخر آمیز اخبارات یا رسالوں سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے۔ اس کی رائیں تو درکنار، یہ بھی ضروری نہیں کہ جو واقعات اس نے بیان کیئے ہیں وہ صحیح اور درست ہی ہوں۔ اس لیئے سقراط اور اصلی حکیم سقراط

* میگارا کا بہت بڑا مرثیہ نویس تھا سیاسیات میں معیدی تھا ۵۴۴ ق م یا اسکے قریب زمانے میں پیدا ہوا۔ مترجم

میں کوئی مشابہت یا مناسبت نہیں ہے اور یہ اصول تسلیم کرلینا چاہیے کہ اگر مزید ثبوت بہم نہ پہونچے تو ہم ان واقعات کو جن کا وہ حوالہ دیتا ہے ہمیشہ مشتبہ سمجھیں۔ مورخوں کو یہ چاہیے تھا کہ ارسطوفانیس نے جو خاکہ جنگ پیلوپونیز کے اسباب کا اڑایا ہے اسے تاریخ کے تعین کے لیے کبھی کام میں نہ لاتے۔ اس کا مقصد صرف یہ تھا ایتھنزی ہنسیں اور اس کی اسے پروا نہیں تھی کہ وہ واقعات جن پر لوگ خندہ زن ہوتے تھے صحیح ہیں یا غلط بلکہ ضرورت اس کی تھی کہ تھوڑی سی حقیقت کو توڑنے مڑوڑنے کے بعد جھوٹ کا جامہ پہنا کر قابل مضحکہ بنا دیا جائے تاکہ وہ اور بھی پرلطف ہو جائے مثلاً اگر اسپارٹا کی کارروائیوں پر رنگ آمیزی کیجائے تو یقیناً اس سے سنکر ایتھنزی بے اختیار ہنس پڑینگے۔ ارسطوفانیس نے ایتھنزی عمومیت پر جو الزامات لگائے ہیں وہ اور بھی ناقابل وثوق ہیں اس نے عموم کے رہبروں اور ان کے طرز عمل پر جو حملے کئے ہیں وہ اتنے ہی سخت ہیں جتنے ڈکنز کے حملے سیاسیات انگلستان پر۔ اور بالفرض اگر وہ بیان جو پارلیمنٹ کے انتخابات کا ”پک وک“ میں اور انتظامات عامہ کا ”لٹل ڈورٹ“ میں مذکور ہے حقیقت پر مبنی ہے تو پھر ہم کیسے ۱۸۵۰ء سے پہلے کے ادارات کو برا کہہ سکتے ہیں اور شاید ہی کوئی انگریز ایسا ہو جسنے صرف ڈکنز کے ناول پڑھ کر پارلیمنٹ کی حکومت کے اصول کے خلاف رائے قائم کی ہو۔ ڈکنز کی طرح ارسطوفانیس کی تحریروں سے بھی کوئی بات ثابت نہیں ہوتی بلکہ سچ تو یہ ہے کہ اس سے کلیون کے خلاف بھی کوئی حکم نہیں لگایا جاسکتا۔ اس میں شبہ نہیں کہ کلیون کا رویہ شرفا اور امرار کے نزدیک قابل اعتراض تھا مگر اس سے یہ نتیجہ اخذ نہیں کیا جا سکتا کہ اس کے سیاسی خیالات غلط تھے اور یہ ہرگز لازم نہیں آتا کہ ایک اکھڑ اور ناشایستہ شخص بداطوار بھی ہو۔

اس میں شبہ نہیں کہ ارسطوفانیس ایک بہت بڑا شاعر ہے جس کی تصانیف میں مذاق بھرا ہوا ہے، جس کی حملہ آوری کی قابلیت مسلم ہے اور جو انشا پردازی کا استاد مانا گیا ہے۔ لیکن اسکے منصوبوں میں تعلی کا نام بھی نہیں اس تعلی سے یہ مراد نہیں کہ انسان ہمیشہ ایام ماضیہ کی تسبیح خوانی کیا کرے۔ قدیم زمانے کی تعریف کرنا ہمیشہ ہلکی اور معمولی سی بات سمجھی جاتی ہے۔ بلاشبہہ جو شخص گزرے ہوئے دنوں کی تعریف

کرتا ہے اسکی لوگ تحسین و آفریں کرتے ہیں اسی طرح ہم بھی اس کلیہ سے مستثنےٰ نہیں رہ سکتے لیکن اعلیٰ منصوبوں کو صرف پیش کرنے سے کام نہیں نکلتا بلکہ ضرورت اس کی ہے کہ انسان روزمرہ کی زندگی میں انھی پر عمل پیرا ہوا اور یہ ارسطوفانیس نے کبھی نہیں کیا۔ اس کی ہمیشہ یہ کوشش رہی کہ حکیم سقراط اور یوریپدیس کو لوگوں کی نظر میں

صفحہ ۴۵۱

حقیر کر دے اور ان دونوں کی یہ حالت تھی کہ سقراط تو ہمیشہ اور یوریپدیس اکثر اعلیٰ منصوبے اپنے پیش نظر رکھتا تھا۔ ممکن ہے کہ ان دونوں پر حملے کرنے میں اس کی نیت اچھی ہو۔ مگر جب ہم دیکھتے ہیں کہ ازمنۂ قدیمہ کی تعریف کرتے کرتے وہ بداخلاقی کا سبق دینے لگتا ہے تو پھر یہ عذر مسموع نہیں ہو سکتا اور حقیقت یہ ہے کہ اسے ازمنۂ قدیمہ کی پرواہ بھی نہیں تھی کسی زمانے میں عام خیال یہ تھا کہ ارسطوفانیس اخلاق کا سبق دینا چاہتا تھا مگر اب اس نظریہ کو باطل سمجھا جاتا ہے لیکن اب بھی اسے بہت بڑا محب وطن سمجھا جاتا ہے اور اس کی وطن پرستی کی قدرومنزلت کی جاتی ہے اس نے اپنے ناٹک "اکارنیان" میں جو امن پسند گروہ کا ساتھ دیا ہے اس کا مقابلہ اس جنگ پسند گروہ سے کیا جاتا ہے جسکا بظاہر کوئی اصول نہیں تھا اور جس کا سرگروہ کلیون تھا مگر حقیقت یہ ہے کہ امن کی وہ برکات جنھیں وہ شمار کرتا ہے اس قسم کی ہیں کہ اگر کوئی شخص امن پسند گروہ کی ہجو ملیح کرنا چاہے تو وہ ارسطوفانیس سے زیادہ کامیاب نہیں ہو سکتا۔ اگر ملتیادیس کے ہمعصر (جن کی ارسطوفانیس تعریف و توصیف کرتا ہے) وہی منصوبے رکھتے جو امن پسند ارسطوفانیس کے تھے تو پھر جنگ کی ضرورت ہی کیا تھی اس لیئے کہ جس قسم کی زندگی کا وہ ایتھنزیوں کے لیئے خواہشمند تھا اسکے بسر کرنے کے ذرائع شہنشاہ ایران کی سلطنت میں بھی موجود تھے معلوم ہوتا ہے کہ ارسطوفانیس کو ان خصائل اور برکات کا اندازہ ہی نہیں تھا جو کسی جنگ کے مقاصد میں مضمر ہوتی ہیں اور جن کے لیئے ایتھنزیوں نے اپنی تلوار نیام سے باہر نکالی۔ بدیں وجوہ اگر ہم اس پر غور کریں کہ ارسطوفانیس نے صرف ان امور پر حملہ کیا جن میں بارآور ہونے کی قابلیت تھی (یعنی حکیم سقراط کا فلسفہ اور یوریپدیس کا ورد یہ) یا اسے اپنے وطن مالوف کے رتبے کا غلط اندازہ تھا یا اسے یہ خیال تھا کہ امن وامان

قائم ہونے پر لوگوں کو شکم سیری اور تعیش کا موقعہ مل جائیگا یا اس کے اشرافی دوستوں الکبیادیس کے علاوہ (جن کی قوت کا راز ہر گز یہ نہیں تھا کہ ایتھنزیوں کے اخلاق درست ہوں یا وہ وطن پرست بن جائیں) ہر شخص اس کا نشانہ تشنیع تھا۔ اگر ہم ان سب باتوں کو پیش نظر رکھیں تو ہم اس نتیجے پر پہونچتے ہیں کہ ازمنۂ قدیمہ کی تعریف میں جو کچھ رطب اللسانی ارسطوفانیس نے کی ہے اور جس کی ہمیشہ تعریف و توصیف کی جاتی ہے وہ محض شاعرانہ اور خطیبانہ تقریروں پر مشتمل ہے اور اس کی قابلیت محض ظاہری تشکیل پر محدود۔ وہ ایک بہت بڑا ہجو گو تھا۔ مگر اس میں ذاتی اخلاق کا شائبہ بھی نہ تھا۔ گو اس میں شبہ نہیں کہ اس زمانے میں ایتھنز کی مملکت بعض مرتبہ غلط راستہ اختیار کر لیتی تھی مگر ارسطوفانیس نے اسے صراط مستقیم کی کبھی ہدایت نہیں کی بلکہ سچ تو یہ ہے کہ اسے زمانۂ موجودہ کے نقائص اور ان کے اسباب کا علم ہی نہ تھا۔

صفحہ ۴۵۲

اس کے جو ناٹک اسوقت تک باقی ہیں ان کے تین مجموعے بنائے جا سکتے ہیں۔ پہلے میں ۴۲۵ قم سے ۴۱۴ قم تک کے ناٹک ہیں جس میں "اکارنیان" "سواران" "زنبوران" "طائران" شامل ہیں۔ دوسرے میں "لیستراتا" (۴۱۱ قم) "تھس مورفیازوسائے" (زنان تھس مورفیا) اور "غوکان" (۴۰۵ قم) ہیں۔ تیسرے مجموعے میں وہ ناٹک ہیں جو جنگ پیلوپونیز کے بعد لکھے گئے ہیں جیسے "زنان اکلیزیا" (۳۹۲ قم) اور "پلوتوس" (۳۸۸ قم)۔ پہلے مجموعے میں جو سیاسی حوالے ہیں وہ علوم قدیمہ کے طالب علم کی دلچسپی کو بڑھا دیتے ہیں۔ دوسرے مجموعے میں "غوکان" اس لئے مستقل طور پر کارآمد ہے کہ اس میں یوریدیس پر جو تنقید کی گئی ہے۔ تیسرے سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ شاعر کے اظہار مافی الضمیر کی قوت کم ہو گئی ہے۔ ارسطوفانیس اور الکبیادیس بالکل ایک ہی طرح کے افراد ہیں مگر دونوں کا رجحان مختلف ہے۔ ارسطوفانیس اپنے ہمعصر ایتھنزیوں کیطرح ہی اور اس میں وہ تمام نقائص موجود ہیں جو کسی ذی ثروت قوم کا حصہ ہوتے ہیں یعنی اسمیں بدیع گوئی تیز فہمی، آزاد خیالی، اور راستبازی کے ساتھ ہی سیاسی زندگی میں وہ یکطرفہ جانبداری پائی جاتی ہے جو کلیون میں بھی نظر آتی ہے۔

اگر علوم جدیدہ کی مخالفت کرتے ہیں ارسطو فانیس نے غلط راستہ اختیار کیا تو اسکے برعکس حکیم سقراط نے اس سے صحیح طور پر اختلاف کیا اور اسی اختلاف کی بدولت ایتھنز یوں نے اسے سزائے موت کا حکم سنا دیا۔ اگر ہم سقراط کا طرز استدلال سمجھنا چاہتے ہیں تو اس سے پیشتر ہمیں سوفسطائیت کے بنیادی اصول سمجھنے پڑینگے سوفسطائی یہ کہتے تھے کہ اگر کوشش کی جائے تو ہر چیز کی تعلیم و تعلم ممکن ہے اور اگر کسی شخص کو سوفسطائی اصول پر عملی لیاقت اور حکومت کرنے کی قابلیت سکھائی جائے تو وہ سیکھ سکتا ہے۔ کسی چیز کی اصلیت معلوم کرنے کا اس سے زیادہ عالمگیر اصول مدون نہیں کیا جاسکتا کہ اگر کوئی شخص اس کی کسی خاص ماہیت کا یقین کرے تو وہی اس چیز کی حقیقت ہوگی۔ بظاہر ہے کہ اس تخیل پر عمل کرنے سے انسان نہایت آسانی سے دوسروں کو دھوکا دیسکتا تھا۔ مثلاً یہ ممکن ہے کہ کوئی چالاک شخص دوسروں کے خیالات کو تسلیم کرے مگر ضرورت کے وقت ان کے الفاظ کو اپنے حسب منشار معنی پہنادے اور پھر اگر وہ چاہے تو یہ کہکر چھوٹ جائے کہ وہ پہلی مرتبہ ہی سچ بول رہا تھا۔ یونان میں سوفسطائیت کی آمد سے پہلے بھی اسی اصول پر عمل ہوا کرتا تھا اور یونانیوں کی ہمیشہ یہ عادت تھی کہ ایک دوسرے کو اسطرح دروغ حلفی کرکے دھوکا دیں۔ اور جب سوفسطائیت کا زور ہوا تو انھوں نے اس جبلی عادت کو اور بھی زیادہ جلا دی اور اس سے خطرہ پیدا ہو گیا کہ لوگوں کی اخلاقی حالت زیادہ خراب ہو جائیگی۔ سوفسطائیت کے اصولوں کے متعلق آخری بات یہ کہنی ہے کہ سوفسطائی تعلیم کا معاوضہ وصول کرتے تھے اور بعض مرتبہ اس معاوضے کی تعداد بہت زیادہ ہوتی تھی۔ علاوہ ازیں وہ اپنی تقریریں پہلے ہی سے تیار کر لیا کرتے تھے۔

صفحہ ۴۵۲

حکیم سقراط ان سب باتوں کا مخالف تھا۔ اس موقع پر ہم اس کی تعلیم اور اس کی خصوصیات پر بحث کرینگے اور اس کی شخصیت کا بیان اس کی موت کے ذکر تک ملتوی کرینگے اس لیئے کہ دونوں میں ایک خاص تعلق پایا جاتا ہے[16]

[16] حکیم سقراط اور سوفسطائیوں کے باہمی تعلقات کے لیئے تسیلر کی تصنیف "فلسفۂ یونان" جلد ۱، کا مطالعہ کرنا چاہیئے۔ حکیم افلاطون نے صرف اس کا انداز اور طرز تقریر بیان کیا ہے اور اسمیں شبہ نہیں کہ زینوفون کی تصویر سے مکمل کسی اور نے سقراط کی تصویر نہیں کھینچی جب ان دونوں میں حکیم سقراط

اس کا اولین اصول یہ تھا کہ وہ کسی بات سے واقف نہیں اور یہ بالکل ناممکن ہے کہ
کوئی ایسی بات کسی کے ذہن نشین کرائی جائے جس کے مبادی پہلے سے معلوم نہ ہوں۔
حقیقت کوئی مضمونی چیز نہیں کہ جس کا انحصار موقع محل اور انفرادی مفاد پر ہو بلکہ
مختلف اشیاء کے حقیقی باہمی تعلقات کے مجموعے کا نام ہے اور انسان اس کی اصلی
تہ کو کسی خاص واقعے پر غور کرنے سے پہونچ سکتا ہے۔ چونکہ وہ یہ کہتا تھا کہ وہ
حامل علم نہیں اس لیئے وہ تقریروں کے ذریعہ سے تعلیم نہیں دیتا تھا اور نہ تعلیم کی
اجرت لیتا تھا۔ بلکہ اسی حقیقت کی تہ کو محض مکالموں کے ذریعہ سے پہونچ جاتا تھا
اس نے کبھی یہ کوشش نہیں کی کہ لوگوں کو عملی زندگی کا اہل بنائے۔ بلکہ اس کا واحد
مقصد یہ تھا کہ وہ درست اور مفید عمل کا راستہ بتا دے اور واقعات کی اصلیت
معلوم کرے۔ اس کا مفروضہ یہ تھا کہ نیکی وہی ہے جسے بنی نوع انسان نیکی سمجھیں۔
سوفسطائی یہ کہتے تھے کہ میانہ روی، شکر گزاری، انصاف اور دیگر عمدہ اصولوں
پر (خواہ ان کا کوئی بھی نام ہو) اسیوقت عمل کرنا چاہیئے جب وہ افراد کے فوری
مفاد کے خلاف نہ ہوں۔ برخلاف اس کے سقراط نے یہ اصول پیش کیا کہ اگر اجتماعی
زندگی کا مفاد ملحوظ رکھا جائے اور محض انفرادی منافع نظر انداز کر دیئے جائیں تو پھر
ہمیں اس عام خیال کی تصدیق کرنا پڑیگی کہ نیکی انسان کے لیئے ہمیشہ مفید ہوتی ہے۔
اور جس طرح انسان کا عمل اسی وقت درست ہوتا ہے جب وہ پہلے سے خوب
سوچ بچار کرے اسی طرح نیک عمل بھی غور و فکر کے بعد ہی ممکن ہے۔ نیکی کسی فوری جذبہ
کا نام نہیں جس کے عمل کرنے پر انسان مجبور ہو بلکہ انسان صرف اسی وقت نیکی کرتا ہے
جب اس کی طبیعت میں ایک خاص قسم کی روشنی جلوہ نما ہوتی ہے۔ غرض یہ ہے کہ ابتداء میں تو
علم میں سوفسطائی معنے پیدا کرنے سے سقراط کو بالکل انکار تھا لیکن آخر کار اسے وہ تسلیم کرکے
اور بھی عمیق معنی پہنا دیتا ہے۔ صفحہ ۴۳۵

جب ہم حکیم سقراط کی تعلیم پر نظر ڈالیں تو ہمیں یہ خیال نہیں کرنا چاہیئے
کہ از منۂ وسطے کے علماء نے فلسفہ کی جو قسمیں بیان کی ہیں انہیں سے کسی ایک کے

بقیہ مضمون صفحہ گزشتہ۔ کے عقائد کی بابت اختلاف ہو تو یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ افلاطون نے حقیقت
واقعات میں کچھ اضافہ کیا ہے۔

زحمت اس کی تعلیم بھی آتی ہے ۔ اس قسم کے الفاظ جیسے مضمونی، ظہوری، حقیقی، تصوری، محفوظی وغیرہ سے اس کے اصولوں کی تنقید میں مطلق مدد نہیں مل سکتی ۔ سقراط کی تعلیم کی یہ اہمیت نہیں کہ اسنے ایسے نظریئے پیش کیئے اور ایسے ضابطے مقرر کیئے جن سے مختصر طور پر کائنات کی حقیقت معلوم ہو سکتی جیسے فیثاغورث کا نظریۂ اعداد، لیوکپوس کا نظریۂ سالمات اور افلاطون کا نظریۂ خیالات ۔ حق یہ ہے کہ اس طرز پر عمل کرنے سے انسان واقعات کی جگہ محض الفاظ استعمال کرنے لگتا ہے اور ان بڑے بڑے استادوں کے سمجھنے لگتے ہیں کہ ان کے الفاظ ہر مرض کے لیئے اکسیر کا حکم رکھتے ہیں ۔ اس کے برعکس حکیم سقراط نے ایک ایسی دنیا کے سامنے جو ذہنی فخر و مباہات سے مملو تھی اور لفاظی کے نشے میں مخمور تھی یہ تعلیم دی کہ ان اصولوں کے اتباع سے یہ بدرجہا بہتر ہے کہ انسان اپنے خیالات مجتمع کر کے دوسروں کی مدد اور مکالموں کے ذریعے سے (جنسے وہ اپنی غلطیاں درست کر سکتا ہے) تحقیقات کرے کہ ان چیدہ چیدہ الفاظ کے جنھیں وہ استعمال کرتا ہے کیا معنی ہیں ۔ اور پھر نہایت سنجیدگی اور متانت سے ان خیالات اور مقاصد پر غور کرے جس پر اس نے بحث کی ہے تاکہ وہ اپنی زندگی عقلی بنیاد پر قائم کر سکے ۔ سقراط کا سب سے مشہور شاگرد حکیم افلاطون تھا جس نے از سر نو قدیم طرز اختیار کیا اور ایک نئے مذہبی فلسفہ کا موجد ہوا ۔

ایتھنز میں حکیم سقراط کی جو حیثیت تھی وہ اس کے مطلب کے لیئے مفید نہیں تھی ۔ اور اس کا برتاؤ ان لوگوں کے برتاؤ سے بالکل مختلف تھا جو عوام الناس میں مقبول تھے ۔ ان کا یہ شیوہ تھا کہ یا تو وہ عوام الناس کو ان کے قصوروں پر فہمائش کیا کرتے تھے یا ان کی خوشامد میں رطب اللسان رہتے تھے اور ان کی ہمیشہ یہ ہی کوشش تھی کہ وہ عوام الناس پر اپنا اثر ڈالیں ۔ اس کے برعکس سقراط کا کوئی خاص نصب العین نہیں تھا اور اسے اس کی پروا بھی نہ تھی کہ اسے کامیابی نصیب ہوگی یا ناکامی بلکہ جس بات کو وہ سچائی پر مبنی سمجھتا تھا اور ساتھ ہی اس کی تکمیل اپنا فرض سمجھتا تھا وہی کرتا تھا ۔ وہ لوگوں سے کہا کرتا تھا کہ میری تعلیم سے تمھیں فلاں فلاں فائدے حاصل ہونگے مگر خود اسے بظاہر کبھی فائدہ نہیں پہنچا ۔ ایتھنزیوں کو سیاسیات میں خاص شغف حاصل تھا مگر وہ سیاسیا

صفحہ ۴۵۵

میں بہت ہی کم توجہ کرتا تھا۔ اس نے یہ اصول پیش کیا کہ دوسرے پیشوں کی طرح لوگوں کو حکومت میں بھی خوب سوچ سمجھ کر مختلف نتائج اخذ کرنے چاہئیں۔ اور حکومت کا بار صرف ان ہی لوگوں کی گردن پر پڑنا چاہیئے جنھیں علم سیاسیات میں ملکہ حاصل ہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ اس کی یہ رائے نہیں تھی کہ قانون محض وقتی اور اتفاقی کثرت رائے کے مطابق بنایا جائے اسی لیئے بعض عمومیت پسند اسے اپنا دشمن سمجھتے تھے۔ مگر یہ انکی غلطی تھی سقراط کبھی یہ نہیں چاہتا تھا کہ حکومت کا کام امرار کے سپرد کر دیا جائے یا کسی خود سر کو برسر اقتدار کر دیا جائے۔ سچ تو یہ ہے کہ اسے ان امور میں مطلق توجہ نہیں تھی۔ وہ ماہر سیاست نہیں تھا اور اسکا مقصد بس یہ تھا کہ بنی نوع انسان کو یہ بتائے کہ اگر وہ صراط مستقیم پر چلنا چاہتے ہیں اور زندگی خوشی و خرمی سے بسر کرنا چاہتے ہیں تو انھیں خوب سوچ سمجھکر کام کرنا چاہیئے۔ وہ بالکل تنہائی کی زندگی بسر کرتا تھا اور معدودے چند شاگرد اسے ہمیشہ گھیرے رہتے تھے۔ ہر ایتھنزی اسے نہایت استعجاب سے دیکھتا تھا مگر کوئی اس کے مقاصد و مطالب کما حقہ سمجھ نہیں سکتا تھا۔

حکیم سقراط کی تعلیم سے سوفسطائیت نے تو میدان خالی کر دیا مگر خطابت کو روز افزوں ترقی ہونے لگی اور اس سے ملک یونان کو بہت کچھ نقصان پہنچا۔ سوفسطائیت کا بھی تھوڑا بہت اثر باقی رہگیا۔ زمانہ ما بعد میں جو لوگ بت پرست ہوتے تھے وہ تو عام طور پر فن خطابت میں ماہر ہوتے تھے اور جو مذہب عیسوی اختیار کر لیتے تھے وہ بدقسمتی سے سوفسطائی بن جاتے تھے۔

ایتھنز کو پانچویں صدی ق م کے تنازعات میں جو شکست ہوئی اس کے اسباب میں سے ایک ان نیئے علوم کی ترویج بھی تھی۔ ان علوم سے ہر فرد کا یہ حق نہایت ممتاز ہو گیا کہ وہ بغیر روک ٹوک ذہنی ترقی کر سکتا ہے اور ان کے ذریعہ سے یہ سکھایا گیا کہ افراد میں ہر کام کرنے کی قابلیت موجود ہے اور اس سے شہریوں میں یہ خواہش پیدا ہو گئی کہ موجودہ ادارات کو نئے اصولوں کے مطابق اور اپنے ذاتی خیالات کے موافق ڈھالنا چاہیئے۔ علوم جدیدہ میں یہ قوت تھی کہ ان کے سامنے کوئی بات نہیں بن سکتی تھی اور یہ عمومیت کے اصول کے لیئے نہایت خطرناک تھی۔

صفحہ ۴۵۶

ان قواعد و ضوابط کی تنقید جو مذہب نے منظور کیئے تھے ان ہی اصولوں کے مطابق کی جانے لگی اور اس کے اثر سے بہت سے تنازعات اور جھگڑے پیدا ہو گئے۔ اس ہوشیار قوم نے گورگیاس کی تعلیم سے بہت زیادہ اور حکیم سقراط سے بہت کم استفادہ حاصل کیا تھا اور اس قوم کی خصوصیات ایتھنز کی شکست کیں اتنی ہی ممدومعاون ہوئیں جتنی نکیاس کی زہد و پارسائی کی زیادتی۔

ہمارا خیال ہے کہ پانچویں صدی ق م کے یونانیوں میں چھ مختلف قسم کے ذہنی رجحان پائے جاتے ہیں اور عرصہ دراز کے ارتقا کے بعد ان کی چند خاص شکلیں ہو گئیں جن میں سے بعض ذہنی کیفیات کا تو دوسرے سے صرف تھوڑا سا ہی تعلق پیدا ہو گیا اور بعض ایک دوسرے کے ساتھ بالکل مخلوط ہو گئے۔ ان میں سب سے سب سے ممتاز درجہ علوم ایونیہ کو حاصل ہے جنھوں نے مرثیہ اور رزمیہ نظم کے دور میں یونان کا نام نہایت درخشاں کیا۔ اس کے بعد ایونیہ والے علوم طبیعی میں (جس کی ایک شاخ ضمنی فلسفہ بھی ہے) تاریخ اور جغرافیہ کے انکشاف کی طرف مائل ہو گئے اور وہیں سے اس دور میں ہیرودوطس، ہپوداموس اسپانیای وہ مشہور آفاق طبیب بقراط جس کا ذکر ہم عنقریب کرینگے پیدا ہوئے اور اسی ایونیہ سے بت تراشی کا فن ایجاد ہوا جس نے جزائر میں ترقی پائی۔ ایونی فلسفیوں کو کنہ حقیقت کی بھی تلاش تھی اور اسمیں انھوں نے نہایت سرگرمی دکھائی۔ ان علوم کے علاوہ جو ایونیہ سے نکلے تھے وہ علوم بھی تھے جن کا ان سے تعلق ضرور تھا مگر جن کا مرکز ضلع ایولیہ تھا۔ ایولیوں نے مزماری نظموں میں کمال حاصل کیا۔ ان میں بعض مرتبہ (مثلاً الکائیوس اور سافو کی نظموں میں) شاعر کی شخصیت ظاہر ہوتی ہے بعض مرتبہ شاعر کے عمیق تخیلات کا اندازہ ہوتا ہے (جیسے پندار کی تصانیف میں) اور الکمان کے کلام سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ طرز دوریانی اسپارٹا میں بھی مقبول تھا۔ کریٹ، اسپارٹا اور سکیون میں فن پیکر پذیری کو بہت ترقی ہوئی اور ارگوس کے بتوں میں اس فن نے وہ کمال حاصل کیا کہ جس زمانے کا ہم ذکر کر رہے ہیں اس میں وہ اعلیٰ ترین علوم کا ہمسر ہو گیا۔ ایک طرف تو یہ تمیز کرنا دشوار ہے کہ ایولیائی اور دوریانی علوم کو مخلوط سمجھا جائے اسلیئے کہ ظاہر ہے کہ

وہ ایک دوسرے سے بالکل ممتاز تھے۔ اور یہ بھی طے کرنا آسان نہیں کہ تیسرے دائرۂ علوم یعنی تھریسی بلدیات کے کیا کیا خصوصیات تھے جو تھسلی سے پونتوس تک اور پیسیدنا سے بائی زنطہ تک پھیلا ہوا تھا۔ اس ضلع پر دو مختلف مقامات کا اثر پڑا۔ ایک تو ایونیہ اور جزائر کیکلا دیس کا اور دوسرے اندرون ملک کا۔ واضح ہو کہ بعض مرتبہ یہ فرض کر لیا جاتا ہے کہ اندرون ملک بالکل غیر یونانی تھا۔ مگر یہ درست نہیں اور تھریس اور مقدونیہ کے ابتدائی سکّے نکلے ہیں جن پر یونانی کتبے کندہ تھے۔ ہم نے متعدد مرتبہ ناظرین کی توجہ تھریسی بلدیات کی اعلیٰ درجہ کی صناعی کی طرف منعطف کی ہے جو پولیگنوتوس، پایونیوس، اور الکامنیس کے مساعی اور ان کے نہایت خوبصورت سکوں سے ظاہر ہوتی ہے۔ یہاں سے فلسفے کو بھی بہت تقویت پہونچی اور نظریۂ سالمات کے بڑے بڑے ماہروں نے خاصکر ویمقراطیس اعظم اور پروتاغورس نے اسی ملک کو اپنا مسکن بنایا۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہاں کا فلسفہ اور یہاں کی صناعی دونوں کا منبع ضلع ایونیہ ہی تھا۔ مگر جس تاریخی علم ادب نے ایونیہ میں نشو و نما پایا تھا وہ تھریسی مورخ استسمبر وتولس ساکن تھاسوس کے ہاتھوں نہایت ذلیل ہو گیا اور اس میں سوائے نقصان رساں لغو گوئی اور گپ شپ کے اور کچھ باقی نہیں رہا مگر نیم تھریسی، طوسی دیدش نے اسے دوبارہ نتائج غور و فکر اور تخیلات سے مملو کر دیا۔ ایونیائی اور تھریسی تمدن کا تعلق حکیم بقراط سے بھی ظاہر ہوتا ہے۔ یہ حکیم اسکلپی خاندان کا فرد تھا اور جزیرۂ کوس کا رہنے والا تھا مگر اس نے اپنی تعلیم کا بیشتر حصہ پرودیکوس سے اخذ کیا جو پروپونتوس کے شہر سلیمبریا کا باشندہ تھا اور بجائے اس کے کہ وہ اپنے وطن میں مستقل سکونت اختیار کرے اس نے اپنی زندگی تھسلی اور تھریس میں بسر کی۔ غالباً جنگ پیلوپونیز کے دوران میں وہ اتیتضر میں ہی مقیم تھا۔ وہاں سے وہ تھسلی چلا گیا اور وہیں اس کا انتقال ہو گیا۔ اس کے دمقراطیس ساکن ابدیرا سے گہرے تعلقات تھے۔ اس ضمن میں ہمیں صرف ایک بات اور کہنی ہے۔ وہ یہ کہ ارسطاطالیس جو قدیم محققوں میں سب سے بڑا اور سب سے مشہور محقق تھا اور جو فلسفہ، علوم طبیعی اور تاریخ میں کامل دستگاہ رکھتا تھا تھریس ہی کا باشندہ تھا۔ ان تمام امور کو پیش نظر رکھ کر ہم

صفحہ ۷۸۵

اس خیال کی طرف مائل ہوتے ہیں کہ تھریسی یونانی تعلیم، فنون لطیفہ، فلسفہ، تاریخ، اور علوم طبیعی میں ایونیہ کے علوم کی ایک شاخ ہے مگر اس سے زیادہ قائم و راسخ ہے۔ مگر تھریس میں شاعری اور عروض کی طرف مطلق توجہ نہیں ہوئی۔ تھریس کی آبادی کا بیشتر حصہ ایونیائی نسل کا تھا اور اسمیں اور ایونیہ میں جو فرق ظاہر ہوتا ہے وہ غالباً اس وجہ سے ہوگا کہ ایک تو دونوں ممالک کی جغرافی حالت مختلف تھی اور دوسرے اندرون ملک کے باشندوں کی خصوصیات جداگانہ تھیں۔ تھریس کی آب وہوا ایشیائے کوچک کی آب وہوا سے زیادہ ناموافق اور اقلیمی طرز کی ہے اور تھریسی اور مقدونوی اقوام لدیہ اور افروجیہ کے لوگوں سے زیادہ جنگجو تھیں۔ پانچویں صدی ق م کے تھریسی یونانی بلدیات کے تمدن میں چند عناصر ایسے موجود ہیں جو چوتھی صدی ق م کی مقدونوی تہذیب کے پیشرو ہیں۔

صفحہ ۴۵۸

اب مغربی ممالک کی طرف نگاہ ڈالیئے۔ یہاں ہمیں دو بالکل مختلف النوع تمدن نظر آتے ہیں۔ ایک اٹلی میں اور ایک سسلی میں۔ اطالوی تمدن میں انتہائی دنیویت اور انتہائی روحانیت دونوں پائی جاتی ہیں بلکہ اس میں کلیسائی اثر بھی موجود ہے۔ اور لطف یہ ہے کہ موجودہ زمانے میں بھی ان ہی اضلاع میں عیش و عشرت اور زہد و تقویٰ دونوں دوش بدوش موجود ہیں۔ چھٹی صدی ق م میں سیباریس اور پانچویں میں تارنتم عیش و عشرت کے مرکز ہیں۔ فیثاغورث کے مخصوص اسلوب میں پارسائی نمایاں ہے جو بظاہر تو ۵۰۰ ق م میں نابود کر دیا گیا مگر خاموشی سے برابر جاری رہا اور چوتھی صدی ق م میں اس کی تجدید کی گئی۔ ایک اور طرز کے فلسفے کا مسکن جس میں تنقید پر زیادہ زور دیا جاتا تھا ایلیا تھا۔ ہمارے پاس اس کا کافی و وافی ثبوت ہے کہ تشبیبی اٹلی میں مذکورۂ بالا ذہنی رجحانات موجود تھے مگر خالص تصوف اور اوہام پرستی کے متعلق جو یقیناً تمام "یونان عظمیٰ" میں پھیلی ہوئی تھی ہمیں بہت کم واقفیت ہے اور یہ تحریکات ان سونے کے برتنوں کے دعائیہ فقروں سے معلوم ہوتی ہیں جو پیتے لیہ اور تھوری کے مقبروں سے برآمد ہوئے ہیں۔ ان ممالک میں

۱۷ؔ ۔ اس کے علاوہ تھاسوس میں ہومری طرز کے شعرا (Rhapsodists) بھی تھے اور یہاں ہومر کی تصانیف کی تعلیم بھی دی جاتی تھی۔

فنون لطیفہ کو بہت ترقی ہوئی مگر ناٹک کے سلسلے میں وہاں صرف مضحکہ آمیز کھیلوں کا ہی چرچا تھا۔ سسلی کی خصوصیات نشیبی اٹلی سے بالکل جداگانہ ہیں۔ یہاں کے لوگوں کو ابتدا ہی سے شعر و شاعری کیطرف توجہ تھی اسٹسی خوروس اور ابی کوس مزاری شعر گوئی میں مشہور آفاق تھے۔ اسیطرح فنون لطیفہ کی ترویج کیوجہ سے بڑے بڑے بت کدے تعمیر ہوئے جنکی کاریگری کی اسوقت تک تعریف کیجاتی ہے۔ اور صقالیوں کی تیز طبعی پانچویں صدی ق م میں سوفرون کے سروپیے اور سحریات اور گورگیاس کی خطابت اور سوفسطائیت سے ظاہر ہوتی ہے۔

تہذیب و تمدن کے ان پانچ مرکزوں یعنی ایونیائی و ایولیائی و دریائی تھریسی، اطالوی، اور صقالوی نے چھٹے مرکز یعنی ایٹکا پر خاص اثر ڈالا اور آخر کار اسپر یونان کی تمام ذہنی قوت کا مدار ہوگیا۔ ایتھنز ایونیائی، ایولیائی اور تھریسی مرکز سے شعر گوئی اور فنون لطیفہ کے اصول اخذ کرتا ہے اور انھیں کمال کو پہونچا دیتا ہے صقالوی مرکز سے وہ فن خطابت سیکھتا ہے مگر ایونیہ کے علوم طبیعی کیساتھ وہ ذرا سرد مہری سے پیش آتا ہے مگر انکو بھی مسترد نہیں کرتا فیثاغورث کا فلسفہ ایتھنزیوں کو پسند نہیں تھا اسلیئے نشیبی اٹلی سے وہ کچھ نہیں لیتا اور اسکی وجہ یہ بھی تھی کہ وہاں کے باشندوں کو اسرار مذہب کیلیئے ملک سے باہر نکلنے اور ایتھنز آنیکی چنداں حاجت نہ تھی۔ ایتھنزی فہم و ادراک کا میلان انتہا پسندی کیطرف نہ تھا اور اسنے بیرونی تمدن سے صرف وہ عناصر لیئے جنمیں جانبداری کا شائبہ نہیں پایا جاتا۔ ذہنی دائرے میں ایتھنز کی عظمت ناقابل انکار ہے مگر ہم نہ تو اسکے صریح نقائص کو بری نظر سے دیکھنا چاہیئے اور نہ یہ بھول جانا چاہیئے کہ تمدن کے دوسرے مرکزوں کے ذکر کے بغیر ہمیں اس عظمت اور خوبصورتی کا اندازہ نہیں ہوسکتا جو قدیم یونان کا نام لیتے ہی ہماری نظر کے سامنے آتی ہیں۔ ایونیائی تمدن میں تفحص اور تعجب کا مادہ بھرا ہوا ہے۔ ایولیائی و دریائی میں تخیل اور حس تھریسی میں حکمت نشیبی اٹلی میں انتہائی تعیش اور پارسائی، سسلی میں تیز طبعی اور سخن طبع۔ ایتھنز نے سب سے کچھ نہ کچھ اخذ کیا۔ مگر اسپر نشیبی اٹلی کا بہت کم اثر پڑا ہے۔[۱۸]

صفحہ ۴۵۹

[۱۸] ۔ اس مسئلے پر بحث کرنے میں مجھے دو باتیں ملحوظ رکھنی پڑتی ہیں۔ ایک تو عام طور پر یہ خیال ہے کہ یونانی اور ایتھنزی تمدن میں کسی قسم کا امتیاز نہیں اور دوسرے دوریانیوں اور ایونیایوں کے خصوصیات کو عام طور پر نمایاں کردیا جاتا ہے۔ اسکے برعکس میں نے ایتھنزی اور یونانی تمدن میں فرق دکھایا ہے اور اس اثر کا ذکر کیا ہے جو تمدن کی تاریخ میں مختلف جغرافی مرکزوں کا نمایاں ہے۔ پہلے امر سے متعلق ہمیں تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ ایتھنزیوں کی ادبی تصانیف دیگر یونانیوں کی تصانیف سے مکمل حالت میں ہیں مگر ساتھ ہی اسکا انکار نہیں کیا جاسکتا کہ نظم کی تین شاخوں میں سے ایتھنزیوں نے صرف ایک میں کمال حاصل کیا فنون لطیفہ

صفحہ ۴۶۶

باب ۲۷

ایتھنز سسلی میں

اب ہم ان سیاسی واقعات کی تاریخ کی طرف پھر متوجہ ہوتے ہیں جنھیں ہم نے مہم سرقوسہ کے ابتداء میں چھوڑا تھا+ سسلی کا یہ حملہ اسوجہ سے اہم ہے کہ جنگ پیلوپونیز کے دوران میں یہ ایتھنز کے انتہائی رعب و داب کا گویا ایک مظاہرہ تھا اور اس کی تیاری، اس کی تکمیل اور نتائج برداشت کرنے کا طریقہ ان سب سے سلطنت ایتھنز کے نقائص اور اس کی عظمت دونوں کا اندازہ ہو جاتا ہے۔

زمانۂ دراز سے ایتھنزیوں کی یہ کوشش رہی تھی کہ وہ اس جزیرے میں اپنا قدم جمالیں اور ۴۳۳-۴۳۲ ق م (اولمپیاد ۸۶، ۴) میں انھوں نے رھیگیوم اور لیون تی نی کے باشندوں سے معاہدے کر لیئے تھے۔ جسطرح اس جنگ کی ابتدا میں پیلوپونیزیوں نے اپنی توجہ دوریانیوں کی مدد حاصل کرنے کی طرف مبذول کی ویسے ہی ایتھنزیوں کے لیئے یہ نہایت ضروری تھا کہ وہ اس جزیرے کے خالکیسیوں کو اپنا جانب دار کر کے ان سے کام نکالیں۔ اور خود خالکیسیوں کو بھی ایتھنزی امداد کی ضرورت تھی اس لیئے کہ پانچویں صدی ق م کی ابتدا سے ہی جزیرہ کا ایونیائی عنصر روز بروز پیچھے کی طرف ہٹتا چلا جاتا تھا اور جیسا ہم اس کتاب کے پچیسویں باب میں بیان کر آئے ہیں ان کے برخلاف دوریائی بلدیات کی ہر طرح سے ترقی ہو رہی تھی+ گیلون اور ہیئرون نے قرب و جوار کے خالکیسیوں کو مغلوب کر لیا تھا اور جمہوریۂ سرقوسہ نے بھی اپنے دور میں یہی طرز عمل جاری رکھا تھا۔ جنگ پیلوپونیز کے ابتدائی سنین میں سرقوسہ اور لیون تی نی کے درمیان کسی بات پر جھگڑا ہوا اور سرقوسہ نے اپنے مدمقابل کو اتنا دبایا کہ ۴۲۷ قم میں اس نے اپنے ایتھنزی حلیفوں سے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ میں بھی ایتھنزی اکروپولس کی چمک دمک سے دیگر بلدیات یونان کے کمالات پر تاریکی سی چھا گئی ہے میری یہ کوشش کہ یونانیوں کے فنون ہرگز دریافت کیئے جائیں اپنی قسم کی پہلی کوشش ہے اسلیئے اسے ایک خلاء سے زیادہ اہمیت نہ دی جائے۔

پاس ایک سفارت روانہ کی جس کا سرگروہ گورگیاس تھا اور ایتھنز کی مدد کا خواستگار ہوا اس استدعا کے جواب میں اتنی ایتھنز نے یہ عہد کرلیا کہ وہ لیون تی نی کی مدد کریگا۔ یہ واقعہ اس سال کا ہی جس سال اسنے متی لنہ کی بغاوت فرو کی تھی۔

اس طرز عمل میں اسے قومیت کے اصول سے زیادہ عام سیاسی مقاصد کا پاس تھا۔ ایتھنز کو بحر ایجیین میں جو فوقیت حاصل تھی اس کا مقابلہ کوئی مملکت نہیں کر سکتی تھی۔ مگر بحیرۂ ایونیہ میں اس کا مدمقابل کورنتھ تھا جس کی پشت پناہی کیلئے سرقوسہ ہمیشہ تیار رہتا تھا۔ اور اگر سرقوسہ کا اقتدار برابر بڑھتا جاتا تو ممکن تھا کہ وہ وقت بھی آجاتا جب ایتھنزی جہازوں کو بحیرۂ ترینیہ تک پہونچنے میں خطرات کا سامنا کرنا پڑتا۔ اسلیئے ایتھنز کے لیئے یہ نہایت ضروری تھا کہ سرقوسہ کے روزافزوں اقتدار کو روکنے کی تدبیر کرے۔ اس کے ساتھ ہی طوسی دیدش کا یہ بیان ہے کہ ایتھنزیوں کی یہ خواہش بھی تھی کہ کسی طرح سے وہ غلے کی برآمد سسلی سے پیلوپونیز کو نہ ہونے دیں۔

بہرحال ۴۲۷ ق م میں لاخیس اور خار وآدیس کی سرکردگی میں ایک مختصر سا بیڑا سسلی روانہ ہوا مگر اس نے جو جنگ آزمائی اس جزیرے میں کی اسمیں کچھ زیادہ زور نہیں دکھایا بلکہ کبھی یہاں کبھی وہاں حملے کرتا رہا جس سے کوئی مستقل نتیجہ مرتب نہ ہوا۔ گو اس میں شبہ نہیں کہ اس مہم کے دوران میں شہر مسانا ایتھنز کی طرف آگیا اور اب اس کے جہاز آبنائے میں ہوکر بلا خوف وخطر نکل سکتے تھے۔ اور فارقلیس کی حکمت عملی بھی یہی رہی تھی کہ سلطنت ایتھنز میں صرف جزیرے اور ساحلی اضلاع شامل ہوں۔ بہرحال ایتھنزیوں نے یہ طے کیا کہ ان کے سپہ سالاروں نے اپنا فرض منصبی بحسن خوبی انجام نہیں دیا اس لیئے بازپرس کے لیئے لاخیس کو واپس طلب کیا اور سوفوکلیس اور یوریمدون کی ماتحتی میں چالیس جہازوں کا ایک اور بیڑا سسلی روانہ کیا۔ مگر پیلوس کے قبضے کی وجہ سے انھیں منزل مقصود تک پہونچنے میں دیر لگ گئی اور جب یہ سسلی پہونچے تو انھیں معلوم ہوا کہ مسانا پھر دوریاھیوں کی طرف چلا گیا ہے اور ایتھنزی بیڑے کو آبنائے میں شکست فاش مل چکی ہے۔ نئے ایتھنزی سپہ سالاروں نے بھی کوئی کارنمایاں انجام نہیں دیا اور آخرالامر ایتھنز کے صقالوتی حلیفوں نے اس سے کنارہ کشی اختیار کرکے

صفحہ ۴۶۸

اپنے ہم وطنوں سے صلح کر لی۔ اس کا سبب یہ تھا کہ ۴۲۵؁ ق م میں گیلا میں ایک کانفرنس منعقد ہوئی جس کی صدارت ہرموکراتیس نے کی جو سرقوسہ کا باشندہ تھا۔ اس نے اس امر پر زور دیا کہ سسلی کے تمام یونانی ایک ہی قوم کے افراد ہیں اور ایتھنزی غیر ملکی ہیں۔ اس قرارداد کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایتھنزی افواج کو گھر واپس آنا پڑا اور ایتھنزیوں نے جدید سپہ سالاروں پر بھی مقدمہ قائم کر دیا۔

لیکن صقالیوں کا اتحاد دیرپا ثابت نہیں ہوا اور ایتھنز کو اس جزیرے کے معاملات میں دخل دینے کا ایک اور موقعہ مل گیا۔ لیون تی نی کے اشرافی گروہ اور سرقوسہ کے مابین ایک مفاہمہ ہو گیا جس کے بعد انھوں نے اپنے ہم وطنوں کو مغلوب کر کے اپنے شہر کا خرابہ کیا۔ اور خود سب کے سب اسے چھوڑ کر سرقوسہ چلے گئے۔ مگر وہ جلدی اس تبدیلی سکن سے اکتا گئے اور سرقوسہ چھوڑ کر لیون تی نی کے قریب چلے گئے اور اس شہر کے ایک حصہ پر قبضہ کر لیا۔ اس موقع کو ایتھنزیوں نے ہاتھ سے جانے نہ دیا اور ۴۲۲؁ ق م میں فایاکس کو دو جہاز لیکر سسلی روانہ کیا۔ جب فایاکس سسلی پہونچا تو اس نے دیکھا کہ گو سسلی کے بہت سے باشندے سرقوسہ کی سرگردگی سے عاری آ گئے ہیں مگر کوئی فرد بشر ایسا نہیں ہے جو ایتھنز کی مداخلت کا خواہاں ہو۔ بہرحال ۴۲۱؁ ق م میں ایتھنز اور اسپارٹا کے درمیان صلح ہو گئی اور بالفعل ایتھنز کے لئے یہ ناممکن ہو گیا کہ سسلی کے معاملات میں مداخلت کرے۔

چھ سال گزر جانے پر ایتھنزیوں کو مداخلت کا پھر موقع مل گیا۔ اسپارٹی محالفہ ناقابل اعتبار ثابت ہوا۔ ایتھنزیوں میں ایک شخص ایسا تھا جو فطرتاً نہایت حوصلہ مند تھا مگر پیلوپونیز میں اسے سخت ناامیدی ہو چکی تھی۔ اسکی خواہش تھی کہ کہیں اور بڑے بڑے کارہائے نمایاں انجام دے۔ ساتھ ہی ایتھنزیوں نے بھی یہ جانا کہ ان کو کافی قوت حاصل ہے بالآخر سسلی کی ایک چھوٹی سی بستی نے ایتھنز سے مدد چاہی اور اسے وہاں فوج کشی کا بہانہ مل گیا۔ سگستہ اور سلی نوس میں ہمیشہ کچھ نہ کچھ جھگڑا ہوتا رہتا تھا اور چونکہ سلی نوس ایک دوریانی نوآبادی تھی اس لئے سرقوسہ ہمیشہ اسکی پشت پناہی کیا کرتا تھا۔ دوسری طرف لیون تی نی کی طرح ایتھنز اور سگستہ

صفحہ ۴۶۹

میں بھی مخالفہ تھا۔ اور جب اس کے اور سلی نوس کے درمیان نقیض پیدا ہو گئی اور قرطاجنہ سے خاطر خواہ جواب نہ ملا تو آخر الامر ایتھنز سے مدد کا خواستگار ہوا اور اس استدعا کی لیون تی نی نے بھی تائید کی۔ سگستہ کے سفیروں نے یہ دعویٰ کیا کہ ایتھنزی فوج کا سامان خورونوش بہ آسانی بہم پہونچا سکتے ہیں اور اپنے وسائل کے متعلق مبالغہ آمیز گفتگو کر کے ایتھنزی سفرا کو دھوکے میں ڈال دیا چنانچہ وہ ساٹھ تالنت لیکر واپس چلے گئے اور سگستہ کے موافق رپورٹ کر دی۔ ان اطلاعوں سے مطمئن ہو کر ایتھنزی جمعیت عوام نے یہ طے کیا کہ ایتھنز کو سگستہ اور لیون تی نی کا ساتھ دینا چاہیئے اور الکبیادیس، لاماخوس اور نکیاس کو فوج کا سپہ سالار منتخب کیا۔ الکبیادیس تو اس مہم کے موافق تھا مگر نکیاس خلاف تھا اس نے عوام الناس کو ترغیب دی کہ وہ مہم کے تصفیے پر ایک مرتبہ پھر نظر ثانی کریں۔ مگر اس نظر ثانی کے بعد مہم کا دائرۂ عمل اور بھی وسیع ہو گیا اور یہ مہم پہلی مہمات سسلی سے کہیں زیادہ مقبول عام ہو گئی چنانچہ ایک سو جہازوں کا بیڑا فوراً تیار کیا گیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ احساس پذیر ایتھنزیوں کو اس سے پہلے کبھی اتنا جوش نہ آیا تھا۔ ان کی ہر قسم کی امیدیں اس مہم کے ساتھ وابستہ تھیں اور انھیں بلاد مغرب میں جو یونانی قوم کے لیئے گویا ایک سونے کی کان تھے۔ ایک عظیم الشان سلطنت کے خواب نظر آنے لگے مگر ایک بعید الفہم واقعے کی وجہ سے اس مہم کی روانگی میں کچھ دیر لگ گئی[۱]

[۱] ۔ ہرمیس کے بتوں کی قطع و برید کے متعلق اسناد؛ طوسی دیدش ۔ ۶، ۲۷، ۲۹، ۶۰۔ پلوٹارک "الکبیادیس" ۔ ۱۸ ۔ غالباً یہاں پلوٹارک الفوروس کا اتباع کرتا ہے۔ اندروکیدیس ۔ "رازہائے مخفی" ۔ ۶ وغیرہ حال کی تصانیف :۔ ڈروائے سن ۔ "Rheim Mus" ۴/۲/۴ ۔ گیوتز "سالیانہ لسانیات قدیمہ" ساٹھواں تتمہ گلبرٹ ۔ "اضافہ جات" صفحہ ۲۵۳ وغیرہ۔

ہمیں اس سے بحث نہیں کہ آخر ہرمیس کے بت کس نے توڑے اس لیئے کہ یہ امر پایۂ یقین کو نہیں پہونچا۔ مگر اس میں شبہ نہیں کہ بہت سے عمومیوں نے پساندر اور اندروکیدیس کی سرکردگی میں اتحاد عمل کر لیا اور اس موقع کو غنیمت سمجھکر الکبیادیس کو معزول کرا دیا۔ انھیں سے گو پساندر اس وقت تک بظاہر عمومی گروہ کا ایک فرد تھا مگر غالباً اس نے عدیدیوں کی طرفداری کرنا شروع

مئی سنہ ۴۱۵ ق م میں ایک دن ہرمیس دیوتا کے تمام بت جو شہر کے اکثر حصوں میں نصب تھے ٹوٹے ہوئے اور مسخ شدہ حالت میں ملے۔ ہم یہ بیان کرچکے ہیں کہ اتیھنزی مذہبی روایتوں کے کس درجہ پابند تھے۔ ہرمیس کے بتوں کا توڑنا ایک عظیم الشان مذہبی گناہ سمجھا جاتا تھا اور جب ملزموں کا پتا نہ چلا تو اُن کے غیظ و غضب کی کوئی انتہا نہ رہی یہ تو ناممکن تھا کہ ایک ہی شخص اتنا نقصان کرسکے اگر بالفرض یہ کارروائی متعدد اشخاص نے کی تھی اور اُن کا سراغ نہ لگ سکا تو پھر اتیھنز میں کوئی چیز محفوظ نہ رہ سکتی تھی۔ یہ بہت ممکن تھا وہ لوگ جنھوں نے مذہب کی بےحرمتی کرنے کی اس قدر جرأت کی عمومیت اور مملکت کے خلاف اتنی ہی کامیابی کے ساتھ سازش کریں۔ ان ہی اسباب کی بنا پر ایک اعلان شائع ہوا کہ ہر شہری ان تمام جرائم اور اُن کا ارتکاب کرنے والوں سے اظہار نفرت کرے۔ اور ساتھ ہی ایک مجلس تحقیقات قائم ہوئی جس کا صدر پساندر تھا جو اُس وقت تو عمومی گروہ کا ایک فرد تھا مگر بعد میں عدیدیوں کا رہبر ہونیکی حیثیت سے بہت مشہور ہوگیا۔ یہ اطلاع موصول ہوئی کہ الکبیادیس نے اسرار مذہبی کا خانگی جلسوں میں مذاق اڑایا ہے اور بازاری افواہ نے اس پر یہ اضافہ کیا کہ ہرمیس کے بتوں کی توہین کا اصل باعث وہی ہے اس لیئے اس کے خلاف عمومیت پسند اندروکلیس اور اعیانیت پسند تھسالوس ابن کیمون نے استغاثہ دائر کیا۔ حق یہ ہے کہ سچے عمومیوں اور راسخ الاعتقاد اعیانیوں دونوں کو اسی پر شبہ تھا۔ اُس نے سوچا کہ جس مہم کا وہ رہبر ہے وہ عوام الناس

صفحہ ۷۰ ہم

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ کردی تھی اور آخرکار اُس نے عدیدیوں سے اپنے کو بالکل وابستہ کردیا۔ ان دونوں کے ساتھ تھسالوس اور اس کا اعیانی فریق بھی الکبیادیس کی مخالفت میں بخوشی ساتھ ہوگیا۔ کہ ایک تو الکبیادیس نہایت بد دماغ تھا اور دوسرے اُس نے ہی پرابولوس کی جلا وطنی کے معاملے میں حصہ لیا تھا جسے عمومی کبھی فراموش نہ کرسکتے تھے۔

مفصلۂ ذیل کتابوں کا مقابلہ کیا جائے :۔

بیلوخ: "سیاسیات اٹیکا" صفحہ ۶۰ فلپی: "تاریخ دور الکبیادیس کے مختلف پیرائے"۔

ان لوگوں کی جائداد کی ضبطی کے متعلق جن پر بتوں کے توڑنے کا الزام لگایا گیا تھا مفصلۂ ذیل معلومات حاصل ہوتی ہیں: ہکس ۵۵ = ڈٹن برگر ۳۹ تا ۴۴ اکیوہلر رسالہ ہرمیس ۱۸۸۸ء صفحہ ۴۲ جس کے تیسرے جزو میں الکبیادیس کی جائداد کا ذکر ہے۔

میں بہت مقبول ہے اور وہ یہ نہیں چاہتے کہ اس میں مزید تعویق کی جائے۔ اور اگر ان الزاموں کی تحقیقات کی گئی جو اس کے خلاف عائد کیئے گئے ہیں تو غالباً وہ ان سے بری ہو جائیگا۔ اسی لیئے اُس نے خیال کیا کہ فوراً تحقیقات ہونے سے اسے یقیناً فائدہ ہوگا اس کے برعکس اس کے مخالف محض اسی سبب سے تحقیقات کو معرض التوا میں ڈالنا چاہتے تھے۔ اور انھوں نے ان امور کو جو ہنوز الکبیادیس کے دل میں تھے ظاہر کر کے ان پر اور بھی زور دینا شروع کیا اور کہا کہ اگر فوراً تحقیقات کی گئی تو فوج کی روانگی میں دیر لگ جائیگی۔ آخر کار یہ ہی تحریک منظور ہوئی اور بیڑا روانہ ہوگیا[۱]۔

یہ پہلے سے طے ہوگیا تھا کہ بیڑا کوثر کا ئرا میں مجتمع ہو اور اس قرارداد کے بموجب کل ایک سو چونتیس سہ طبقہ جہاز وہاں پہونچ گئے جن میں سے ایک سو ایتھنز کے تھے اور چونتیس حلیفوں نے بھیجے تھے ان جہازوں پر ۵۱۰۰ ہوپ لیت اور صرف ۳۰ سوار تھے سواروں کے لیئے ایک جہاز اور سامان رسد کے لیئے تیس جہاز مخصوص تھے۔ ان کے علاوہ باربرداری کے لیئے سو مزید کرایہ کی کشتیاں اور بہت سی تجارتی کشتیاں تھیں جنھیں ان کے مالکوں نے اپنے خرچ سے بیڑے کے ساتھ کر دیا تھا ممکن ہے کہ جنگجوؤں کی تعداد چھتیس ہزار تک پہنچ گئی ہو شاید اس سے پہلے ایسا واقعہ شاید کبھی پیش نہیں آیا کہ ایتھنز نے اس قدر عظیم الشان فوج اور جہاز جمع کیئے ہوں۔

اس مہم کا اصل مقصد یہ تھا کہ ایتھنز کی نہایت وسیع پیمانے پر بلاد مغربی میں

[۱] سنہ ۴۱۵ ق م تا سنہ ۴۱۳ ق م کی ایتھنز کی مہمات سسلی کے حالات کا ماخذ طوسی دیدس ہے جس کا چھٹا اور ساتواں مقالہ عام جغرافی حالات اور تاریخی مواد کے لیئے تحقیق اور راستی کا گویا ایک نمونہ ہے۔ مناسب یہ ہے کہ یہاں میں اپنی کتاب "قدیم سسلی کی تاریخ" کا ذکر کروں جہاں میں نے اس موضوع پر تفصیل سے بحث کی ہے۔ اور اپنی اور کا والاری کی متفقہ تصنیف "سرقوسہ کا جغرافیہ باعتبار آثار قدیمہ" کا بیان کروں (پالرمو سنہ ۱۸۸۳ء) جسکی چار جلدیں اور اُن کے علاوہ نقشوں کی ایک جلد ہے۔ ان نقشوں کو ب' لوپُس نے جرمن جامہ پہنایا ہے اور اس کا نام "بلدیہ سرقوسہ بہ زمانہ قدیمہ" (اشتراس بورگ سنہ ۱۸۸۷ء) رکھا ہے اور اس کتابچہ میں میرے اکثر نقشوں کی نقل مندرج ہے۔ سنہ ۱۸۸۸ء میں کارلسروئے میں جو لسانیات کے علما کا جلسہ ہوا تھا

فتوحات حاصل کرنا چاہتے تھے۔ اور گو محض نام کے لیئے یہ عظیم الشان فوج سگستہ اور لیون تی نی کی مدد کے لیئے آئی تھی مگر سرقوسہ ہی دشمن کی قوت کا مرکز تھا۔ اسی وجہ سے یہ ضروری تھا کہ جیسے جیسے واقعات مختلف پیرایہ اختیار کرتے جائیں ویسے ہی سپہ سالار مختلف معاملات طے کر لیا کریں۔ جب سگستہ سے یہ خبر آئی کہ بجائے رقوم موعودہ کے انھیں صرف تیس تالنت ملینگے جن سے فوج کی تنخواہ اور دوسرے خرچ صرف ایک ہفتے کیلیئے چل سکینگے تو سپہ سالاروں نے ایک مجلس جنگ بمقام رھیگیوم منعقد کی کہ آیندہ کا پیش نامہ طے کریں۔ اس مجلس میں تینوں سپہ سالاروں میں اختلاف رائے پیدا ہوگیا۔ لاماخوس ایک کارگزار شخص تھا اُس نے یہ تحریک کی کہ سرقوسہ پر فوراً حملہ کر دیا جائے۔ اس کے برعکس نکیاس نے کہا کہ سب سے پہلے ہمیں یہ سوچنا چاہیئے کہ آخر اس جنگ کا اصل مقصد کیا ہے اور یہ صلاح دی کہ چونکہ یہ ثابت ہوگیا ہے کہ سگستہ ناقابل اعتبار ہے اس لیے کم سے کم لیون تی نی کے لیئے کچھ نہ کچھ کرنا چاہیئے اور اگر ہم اس کے لیئے کچھ نہ کر سکیں تو پھر گھر واپس جانا چاہیئے۔ مگر اس مہم کا روح رواں الکبیادیس تھا اور اس نے یہ رائے دی کہ پہلے تو ہم مختلف بلدیات کو اپنا طرفدار بنالیں اور پھر سرقوسہ کے خلاف کوچ کریں۔ اس میں شبہ نہیں کہ اگر سرقوسہ پر حملہ ہی ہونا تھا تو لاماخوس کی صلاح سب سے بہتر تھی اس لیئے کہ سرقوسہ پر صرف ایک ہی طرح قبضہ کیا جاسکتا تھا۔ وہ یہ کہ اس کی رسد کا راستہ مسدود کرنے کے بعد اُسپر فوراً حملہ کر دیا جائے تاکہ وہ مدافعت کا خاطر خواہ انتظام نہ کر سکے۔ الکبیادیس کا طریق عمل صرف اس حالت میں سودمند ہوتا کہ سرقوسہ پر قبضے کا خیال ہی چھوڑ دیا جاتا اور اہم ساحلی بلدیات کو اپنی طرف کر کے فارقلیس کی مخصوص حکمت عملی کے مطابق محض بحری تفوق حاصل کرنے پر اکتفا کیا جاتا۔ مگر چونکہ الکبیادیس کو یہ حکمت عملی ناپسند تھی اسلیئے

صفحہ ۴۱۷

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ اس میں میں نے اتیھنزیوں کی پسپائی اور دریائے اسی نا روس پر تباہی کے حال پر ایک مضمون پڑھا تھا۔ میں نے میدان جنگ اور اس کے مضافات کی ذاتی طور پر تحقیقات کی ہے اور اس نتیجہ پر پہونچا ہوں کہ اکثر ایوم لیپاس کو جو راستہ جاتا تھا وہ اور آج کل کا وادی شاہی بنا "تو یا انکو لاتیر ملیؤ" ایک ہی چیز ہیں بہرحال اگر ناظرین اس موضوع کا حال تفصیل سے پڑھنا چاہیں تو تصانیف متذکرہ بالا میں بہت کچھ مواد ملجائیگا۔

اس کی تدبیر ناقص تھی۔ اس کا واحد مقصد یہ تھا کہ اس میں تدبر کے جو خدا داد جوہر ہیں اُن کے مظاہرے کا موقعہ مل جائے اور محض سرقوسہ پر حملہ کرنے سے اسے اسکا موقعہ بہت کم حاصل ہوتا۔ چونکہ وہ خود سپہ سالار اعظم تھا اور اس کی تدبیر اس کے دونوں ساتھیوں کے مقابلے میں گویا ایک درمیانی تدبیر تھی اس لیئے اسی تحریکات پر عمل درآمد ہوا لیکن اس سے کوئی خاطر خواہ نتیجہ نہ نکلا۔ خود کتانا نے بھی جو ایک خالکیسی بلدیہ تھا اتھنز کے ساتھ بخوشی اتحاد نہیں کیا بلکہ اتھنزیوں نے اسے اپنے ساتھ شامل ہونے پر مجبور کیا۔ اور قبل اسکے کہ اتھنزیوں کی یہ کوشش بار آور ہو کہ شہر کا ما رینا اُنکا ساتھ دے اتھنز سے الکبیادیس کی طلبی کا حکم آگیا۔ بات یہ ہوئی کہ اس کے غیاب سے فائدہ اُٹھا کر اُس کے دشمنوں نے ہرمیس کے مجسموں کے توڑنے کا مقدمہ دائر کر دیا تھا اور وہ اب زیر سماعت تھا۔ اس میں ایک مخبر نے ایک بیان دیا جس سے عوام الناس کو بہت اشتعال ہوا اور جب اندوکی دیس نے اپنے بچاؤ میں ایک تقریر کی اور اس میں بہت سے لوگوں پر حملہ کیا تو ان سب کو سزائے موت کا حکم سنایا گیا۔ گو اس سے عامۃ الناس کے سر اس میں کچھ کمی ضرور ہوئی مگر وہ یہ چاہتے تھے کہ واقعات کی اصلیت سے آگاہ ہو جائیں اور یہ معلوم کر لیں کہ الکبیادیس کے خلاف جو استغاثہ دائر ہوا ہے وہ کس حد تک حقیقت پر مبنی ہے۔ اس لیئے سرکاری کشتی سالامنیا اسے لینے کیلئے سسلی روانہ کی گئی تاکہ اسے باز پرس کا موقعہ مل جائے۔ الکبیادیس اس کشتی کے ساتھ ساتھ اپنے ہی جہاز میں چلا مگر تھوریئی پہونچنے پر آنکھ بچا کر فرار ہو گیا اور اتھنزیوں نے فوراً اُس کے خلاف بھی سزائے موت کا حکم صادر کر دیا۔ اُس نے اس حکم کا کئی مرتبہ اتھنزیوں سے بدلا لیا مگر سب سے پہلا عوض یہ لیا کہ ایک جعلی مراسلے کے ذریعے سے مسانا پر اپنا اثر ڈال کر اس کو اتھنز کی طرفداری سے باز رکھا اب جنگ کی رہنمائی کا کام کلیتہً نکیاس کے سپرد ہو گیا۔ اور اس نے حتی المقدور نہایت حزم و احتیاط سے کام کیا۔ وہ بیڑے کے ساتھ سسلی کے شمال و مغربی ساحل کیطرف چلا اور شہر ہی کارا پر قبضہ کر کے کچھ فوج کو بری اور کچھ کو بحری راستے سے لیکر واپس کتانا چلا آیا۔

اتھنزی سرقوسیوں کے نشانۂ تضحیک بن گئے تھے۔ اور دشمن کے اس خاص

صفحہ ۴۰۳

طرز خیال سے فائدہ اُٹھاکر اتیھنزیوں نے ایک چال چلی۔ اُنھوں نے یہ مشہور کر دیا کہ اُن کے لشکر گاہ کی حسب دلخواہ حفاظت نہیں کی جاتی۔ یہ سنکر سرقوسیوں کا جی چاہا کہ کسی روز صبح کے وقت اتیھنزی پڑاؤ پر یک بیک حملہ کردیں۔ اتیھنزیوں نے خفیہ طور سے یہ معلوم کرلیا تھا کہ سرقوسی فلاں روز حملہ کرینگے اور جب سرقوسیوں کے اتیھنزی لشکر گاہ پہونچنے سے پہلے ہی انھوں اپنی تمام فوج سرقوسہ کے بندر گاہ پہونچا دی تھی اور دریائے اناپوس میں خندقیں کھود کر اپنے آپ کو محفوظ کرلیا۔ مگر یہ مقام شہر سے اتنا قریب نہ تھا کہ یہاں سے شہر کے چاروں طرف ایک فصیل بنائی جا سکے اور اس کے بغیر سرقوسہ کا قبضہ ناممکنات سے تھا۔ اسی وجہ سے ایک چھوٹی سی لڑائی میں کامیاب ہونے پر وہ پھر کتانا واپس چلے گئے۔

اب ۴۱۵ ق م کا موسم خزاں شروع ہوگیا تھا اسلیئے دونوں فریقوں نے لڑائی بند کردی اور آیندہ سال کے لیئے تیاریاں شروع ہوگئیں۔ سرقوسیوں نے اپنے استحکامات خشکی کی جانب وسیع کرنے شروع کیئے اور نئے سپہ دار مقرر کیئے جنمیں سب سے ذی اختیار ہرموکراتیس تھا اور ساتھ ہی ہر طرف خصوصاً پیلوپونیز کی ریاستوں سے مدد کے لیئے استدعا کی۔ اتیھنزیوں نے یہ کوشش کی کہ کامرینا اور مسانا کو اپنی طرف کرلیں مگر اس میں وہ ناکام ہوئے اور اُن کے بجائے صقالی قوم نے اُن سے اتحاد کرلیا۔ فریقین کی تدابیر میں سب سے موثر تدبیریں وہ تھیں جو اسپارٹا نے الکبیادیس کی تحریک سے اختیار کیں۔ الکبیادیس نے اب اپنی خدمات کلیۃً اسپارٹا کے سامنے پیش کردیں اور اسطرح اسپارٹا کی مدد کے لیئے ایک ایسا شخص آگیا جو اتیھنز کی کمزوریوں سے بخوبی واقف ہونیکے علاوہ نہایت بیدار مغز بھی تھا۔ اور ایسے آدمی کی اسپارٹا کو ابتدا سے ہی اشد ضرورت تھی۔ اسپارٹا نے الکبیادیس کے کہنے سے اٹیکا کے شہر دیکیلیا پر قبضہ کرکے اسے قلعہ بند کر دیا اور وہاں اپنا ایک لشکر متعین کردیا جو اتیھنز کے لیئے گویا ایک وبال جان ہوگیا اس کے ساتھ ہی انھوں نے ایک سپہ سالار گیلپوس کو سرقوسہ روانہ کیا جسکی خدمات سرقوسیوں کے لیئے نہایت ضروری تھیں اس لیئے کہ وہ اکثر اپنے سرداروں کی اطاعت سے گریز کیا کرتے تھے۔ غرض یہ ہے کہ الکبیادیس نے مذکورۂ بالا دو امور کی اسپارٹیوں کو

صفحہ ۴۷۳

ہدایت کر کے اپنی مادر وطن کی تباہی اور بربادی کا تخم بو دیا۔

اسی زمانے میں ارسطوفانیس نے اپنا ناٹک جس کا نام "طائران" تھا ایتھنزیوں کے سامنے پیش کیا جس میں اُس نے ایسے پرندوں کی تصویر کھینچی جو دنیا کو الٹ دینے کی قابلیت رکھتے تھے اور ہمیشہ اس کوشش میں لگے رہتے تھے کہ دیوتاؤں اور انسانوں سے اپنی خدمت کرائیں۔[1] ۴۱۴ ق م میں ایتھنزیوں نے سرقوسہ کے خلاف چند نہایت موثر اور پر زور تدبیریں اختیار کیں۔ وہ نہایت خموشی کے ساتھ اس خلیج کے کنارے پر جو شہر کے شمال میں واقع تھی یعنی اس سطح مرتفع کے دامن میں اتر گئے جہاں سے شہر کا حصہ مغرب کی طرف چلا جاتا ہے اور اس پر قبضہ کر لیا۔ یہ وہ مقام تھا جہاں سے شہر کی ناکہ بندی ہو سکتی تھی۔ بلا شبہ سرقوسیوں کو یہ چاہیئے تھا کہ اس حد پر جس کا نام ایپی پولائے تھا ایتھنزیوں کا قبضہ نہ ہونے دیں۔ اس کے چاروں طرف نہایت ڈھلوان پہاڑیاں اور چٹانیں تھیں اور اس کی بہت آسانی سے حفاظت ہو سکتی تھی۔ مگر سرقوسی اتنے بے پروا تھے کہ انھیں ان مقامات کے مستحکم کرنے کا اسوقت خیال پیدا ہوا جب موقعہ ہاتھ سے جاتا رہا۔ بہر حال یہاں ایتھنزیوں نے اپنے آپ کو قلعہ بند کر لیا۔ پہلے تو انھوں نے اس سطح مرتفع کے شمالی کنارے پر قلعہ لبدالوم تعمیر کیا کہ سمندر کے راستے پر قابو پا سکیں۔ اس کے بعد اس سطح کے وسط میں ایک اور مدور قلعہ بنایا اور اس قلعہ کے جنوب میں بڑے بندرگاہ کی طرف اور شمال میں کھلے سمندر کی جانب فصیلوں کا ایک سلسلہ تعمیر کرنا شروع کیا۔ انکا اصل مقصد یہ تھا کہ سرقوسہ مغربی حصۂ ملک سے بالکل علیحدہ کر دیا جائے چونکہ ایتھنز کو بحری تفوق حاصل تھا اسلئے فصیلیں مکمل ہو جانے کی صورت میں تو آخر کار سرقوسہ کو ہتھیار رکھ دینے پڑینگے بدیں وجوہ سرقوسی تو یہ چاہتے تھے کہ کسی نہ کسی طرح فصیل مکمل نہ ہو اور ایتھنزیوں کی یہ خواہش تھی کہ جسقدر جلد یہ بن جائے اتنا ہی اچھا ہے یہ ممکن تھا کہ جب ایتھنزی اس دیوار کی تعمیر میں مشغول ہوں اسوقت سرقوسی اُن پر حملہ

صفحہ ۴۰۴

[1] میرا خیال ہے کہ "طائران" نہ تو ہجو ہے اور نہ اس کا مقصد یہ ہے کہ کسی خاص سیاسی واقعے کی تعریف و توصیف کی جائے بلکہ دراصل وہ اس احساس کا شاعرانہ مظاہرہ ہے جو اس زمانے میں ہر ایک ایتھنزی کو تھا۔ وہ یہ کہ ایتھنزیوں کو کوئی نہ کوئی عظیم الشان اور لاثانی کارنمایاں انجام دینا چاہیئے۔

کر دیں۔ مگر اس کے لئے جرأت اور ہمت درکار تھی لہذا انھوں نے ایک اور طریقہ اختیار کیا یعنی ایک دیوار تیار کی جو سرقوسہ کی شہر پناہ سے شروع ہوکر اس جگہ تک چلی گئی جہاں تک اتیھنزی فصیل کی داغ بیل پڑ چکی تھی۔ اور یہ ناممکن ہوگیا کہ اتیھنزی اب اپنی فصیل کو مکمل کرسکیں۔ اسطرح ایک فصیل تو مکمل ہوگئی اس لئے کہ سرقوسیوں کی طرح اتیھنزیوں کو بھی اس کی جرأت نہ ہوئی کہ جب دشمن اپنے کام میں مصروف ہو تو اسپر حملہ کر دیں لیکن دیوار مکمل ہو جانے کے بعد ایک ترکیب چلکر اس پر قبضہ کرلیا۔ اب سرقوسیوں نے ایک اور استحکام نشیبی اراضی پر تعمیر کرنا شروع کیا جو اپی پولائے اور بندرگاہ کے درمیان تھی۔ مگر چونکہ اس زمین میں دلدل ہی دلدل تھی اس لئے وہ صرف ایک خندق ہی کھود کر رہ گئے اور فصیل بنانا ناممکن ہوگیا۔ اتیھنزیوں نے اس پر بھی حملہ کر دیا اور اسے لے لیا مگر اس لڑائی میں لاماخوس کے مارے جانے سے انھیں ناقابل تلافی نقصان اُٹھانا پڑا۔ اس لئے کہ لاماخوس سپہ سالاروں میں سب سے زبردست فوجی مبصر تھا اور اپنی زندگی میں اس نے بہت سی مہمات نہایت ہوشیاری سے سر کی تھیں۔ اس کے مارے جانے کے بعد مہم کی سرکردگی نکیاس کے سپرد ہوئی مگر چونکہ اس کے خصائل میں سستی اور لیت و لعل کا مادہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا اس لئے اس مہم میں سخت ناکامی ہوئی اور آخر کار اتیھنزی فوج کے ٹکڑے اُڑ گئے۔ کچھ عرصے تک معاملات اتیھنزیوں کے موافق رونما ہوتے رہے اور سرقوسیوں کی ہمت جواب دینے لگی۔ نکیاس کو چاہیئے تھا کہ پوری فصیل فوراً تیار کرلیتا۔ مگر بجائے شمالی کنارے کے ختم کر دینے کے اُس نے اس کی تعمیر ہی روک دی اور جنوب کی طرف دوسری فصیل بنا دی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ گی لپوس شمال کے کھلے ہوئے راستے میں ہوکر نکل آیا اور سرقوسہ پہنچ گیا۔ اس کو یہ خطرہ محسوس ہوا کہ کہیں اسے اتیھنزی ملاح گرفتار نہ کرلیں۔ اس لئے براہ راست سرقوسہ جانے کے بجائے وہ جزیرے کے شمال میں ہمرا پر اُتر گیا اور بری راستے سے سیدھا محصور شہر کو چلا آیا۔ اسپارٹی دوریانی اقوام کے قدیمی رہبر تھے چنانچہ اس کے آنے سے نہ صرف سرقوسیوں کے دل بڑھ گئے بلکہ اسنے انکو فوجی تعلیم و تربیت بھی دینی شروع کردی۔ سب سے پہلے گی لپوس نے اتیھنزیوں کو کھلے میدان میں شکست دی جس سے اُن کے استحکامات کی تکمیل ناممکن ہوگئی۔ اس کے بعد جب

صفحہ ۴۰۵

اُس نے لبدالوم پر بھی قبضہ کرلیا تو سرقوسیوں کے دل اس قدر بڑھ گئے کہ اُنھوں نے خاص ایتھنزی بیڑے پر حملہ کرنے کا تہیہ کرکے اس مقصد کے لیئے جہاز آراستہ کرنے شروع کردیئے اب صورت حال گویا یہ تھی کہ سرقوسی جو ہر چہار طرف سے محصور تھے ایسے لشکر پر حملہ کرنے کا ارادہ کررہے تھے جس کی بحری قوت واقتدار کا چار دانگ عالم میں شہرہ تھا نکیاس نے آگے بڑھکر جزیرہ نمائے پلے میریوم پر قبضہ کرلیا جو اورتی گیا کے مقابل واقع ہے اور بڑے بندرگاہ کے راستے کی حفاظت کرتا ہے۔ مگر گی لپوس نے اس چال کا یہ جواب دیا کہ ایک تیسری فصیل تعمیر کی جس کا مقصد یہ تھا کہ اپی پولائے کا شمالی نصف حصہ اس جنوبی حصے سے جس پر ایتھنزیوں نے قبضہ کرلیا تھا بالکل علٰحدہ ہوجائے تاکہ ایتھنزی مدورفصیل کسی طرح تیار نہ کرسکیں۔

اب سرقوسیوں کا پلہ قطعی طور بھاری ہوچکا تھا اگر ایتھنزی اپنی دُھن میں برابر لگے ہی رہے۔ نکیاس کی خواہش تو یہ تھی کہ ایتھنز واپس جانا چاہیئے مگر اس میں اتنی جرأت نہیں تھی کہ جبتک ایتھنز سے اجازت نہ آجائے اُس وقت تک واپسی کا ارادہ بھی کرے۔ اور جب ۴۱۴ ق م کا خوش گوار موسم ختم ہوا تو اس نے محض اس پر اکتفا کیا کہ صورت حال کا مفصل بیان لکھ کر ایتھنز روانہ کردے اس میں یہ بھی صاف صاف لکھ دیا کہ یا تو ایتھنزی اس مہم سے دست بردار ہوجائیں ورنہ ایک نئی بّری اور بحری فوج روانہ کریں۔ اور ان سے یہ التجا کی چونکہ اس کی تندرستی اچھی نہیں ہے اسلیئے ایتھنز واپس جانے کی اجازت دی جائے۔ اس کی یہ آرزو تو پوری نہ ہوئی۔ مگر ایتھنز نے ایک نئی فوج آراستہ کرکے یوری مدون اور دیموس تھنیس کو اس کی مدد کے لیئے روانہ کیا لیکن قبل اس کے کہ یہ سسلی پہنچیں نکیاس کو سرقوسی ایک نہایت زبردست شکست دیچکے تھے۔ ۴۱۳ ق م میں سرقوسیوں نے ایتھنزی بیڑے پر حملہ کردیا جس میں اُنھیں گونہ کامیابی ہوئی اور ایتھنزیوں کو سخت شکست ہوئی سرقوسیوں نے پلے میریوم کے استحکامات پر بھی قبضہ کرلیا اور اس سے نہ صرف اُنھیں وہاں کا تمام سامان جنگ مل گیا بلکہ یہ ممکن ہوگیا کہ وہ بڑے بندرگاہ کے راستے کی جہاں ایتھنزی بیڑا پڑا ہوا تھا ناکہ بندی کرکے ایتھنزی بازگشت کو روک دیں۔ اب انھوں نے ایتھنزی بیڑے پر پھر حملے کرنے شروع کردیئے اور ایک معرکے میں ۵۰ ایتھنزی

نمبر ۶۷۴

سہ طبقہ جہازوں کو ۸۰ سرقوسی جہازوں نے شکست دیکر انھیں ایک بحری مورچے کے پیچھے پناہ لینے پر مجبور کر دیا۔ اب ایتھنزی اس بندرگاہ سے نہیں نکل سکتے تھے اور اگر انھیں ایتھنز سے مدد نہ پہنچتی تو اُن کا وہیں کام تمام ہو جاتا۔

مگر عین وقت پر کمک پہنچ گئی اور دیموس تھنیس ۷۳ سہ طبقہ جہاز پانچ ہزار ہوپ لیت اور بہت سے ہلکے ہتھیاروں والے سپاہیوں کو لیکر آ گیا۔ وہ فوجی ترتیب اور چالوں کا استاد تھا اور اُس نے پہنچتے ہی یہ سوچا کہ موقعہ کھونا نہیں چاہئے اور فوراً وہ استحکام لے لینے چاہئیں جنکی مدد سے خاص سرقوسہ پر قبضہ ہو سکے۔ جو حدب سرقوسہ کے مغربی جانب پھیلا ہوا تھا اس پر پہلے ہی سے نکیاس نے قبضہ کر لیا تھا اور گی لپوس نے اس کے وار پار ایک دیوار بنا کر ایتھنزیوں کو حدب کے جنوبی حصے میں گویا نظر بند کر کے شمالی حصے کو اندرون ملک کے ساتھ رسل و رسائل کیلئے کھول دیا تھا۔ اس دیوار پر براہ راست حملہ کرنا ایتھنزیوں کی دور اندیشانہ روایات کے منافی تھا اس لئے اس کی ضرورت تھی کہ حتے المقدور یک بیک حملہ کر کے اسے لے لیا جائے۔ اور یہ صرف ایک ہی طرح سے ممکن تھا یعنی یہ کہ رات کے وقت اس کے پیچھے آ کر دشمن کو شہر کی طرف دھکیل کر جسقدر جلد ہو سکے دیوار منہدم کر دی جائے۔ یہ دیوار مثلث سطح مرتفع کے مغربی کنارے تک برابر چلی جاتی تھی اور دیموس تھنیس کی تدبیر یہ تھی کہ ایتھنزی رات کے وقت اس حدب کے دامن میں جا کر اس پر شمال کی طرف سے چڑھیں اور فصیل کے اندر کی جانب پہنچ جائیں۔ چونکہ اس مقام پر دشمن کو اُن کا انتظار نہیں ہوگا اس لئے وہ گھبرا جائینگے اور مغلوب ہو جائینگے۔ مگر جب اس طریق کار کو عمل میں لانے کی کوشش کی گئی تو خود حملہ آور سپاہ کو ہی شکست ہوئی۔ سرقوسی لشکر امید سے زیادہ ہوشیار نکلا اور چاند کی روشنی ناکافی ہونے کی وجہ سے ایتھنزی اس نئے مقام کا راستہ بھول گئے۔ بیوتیہ کی امدادی فوج نے اسے بڑھنے نہ دیا اور وہ چار و ناچار واپسی پر مجبور ہو گئے۔ یہ پسپائی بہت جلد شکست فاحش کی شکل میں تبدیل ہو گئی وہ چٹان پر سے گرا دئے گئے اور صرف ایک ہی رات میں اُن کے قریب قریب دو ہزار پانچ سو آدمی کام آئے۔

اب ہر ذی شعور یہ اندازہ کر سکتا تھا کہ سرقوسہ کی تسخیر ممکن نہیں۔ اور

صرف یہ ایک ہی بات باقی رہ گئی تھی کہ اتھنزی کسی نہ کسی طرح اپنے گھر واپس چلے جائیں۔ مگر نکیاس کی یہ رائے نہ تھی۔ اسے خوف تھا کہ اگر وہ اتھنز گیا تو اس کی کارروائیوں کی عام تحقیقات کی جائیگی۔ اور اسے یہ بھی خیال ہوگیا تھا کہ اتھنزیوں کی حالت کچھ ایسی زیادہ خراب نہیں ہے بلکہ سرقوسہ کی حالت نازک ہے اور شہر میں ایک گروہ ایسا پیدا ہوگیا ہے جو بلا تکلف شہر کو اتھنزیوں کے حوالہ کردیگا۔ اس کا یہ خیال ایک حد تک درست تھا۔ مگر یہ فرقہ صرف اسی وقت میں سر اُٹھاتا جبکہ اس کو اتھنزیوں کی صریح تفوق کا ثبوت مل جاتا حالانکہ حقیقت یہ تھی کہ اتھنزی قوت وجبروت کا خاتمہ ہوچلا تھا۔ بہر حال دیموس تھنیس کے کہنے سے نکیاس ایک مفاہمے پر راضی ہوگیا وہ یہ کہ تمام فوج کتانا چلی جائے اور وہاں پہنچ کر آیندہ کارروائی کے متعلق غور کیا جائے۔ مگر ۲۷ اگست ۴۱۳ ق م کو ایک چاند گہن پڑ گیا اور چونکہ یہ بہت برا شگون تھا اس لئے نکیاس نے اپنی روانگی ۲۷ (۹×۳) روز کیلئے ملتوی کردی۔ اتھنز کو شکست فاش دینے کے لئے سرقوسیوں کو ہرگز اتنی مدت درکار نہ تھی اُن کے پاس صرف ۷۶ جہاز تھے۔ اُنھیں کو لیکر وہ اتھنز کے ۸۶ جہازوں سے جنگ آزما ہوئے اور انھیں شکست دیدی۔ اس لڑائی میں خود یوریمدون بھی کام آیا۔ اب سرقوسیوں نے بندرگاہ کے راستے کے سامنے بہت سے جہاز برابر برابر زنجیروں میں جکڑ کر کھڑے کردئے تاکہ بندرگاہ سے اتھنزی باہر نہ نکلنے پائیں۔ اور جب اتھنزیوں نے یہ کوشش کی کہ اس زنجیرے کو توڑ کر باہر نکل آئیں اس وقت فریقین میں آخری مرتبہ شدید جنگ ہوئی جس کے نتیجہ کے لئے سرقوسہ اور اتھنز دونوں مملکتوں کے سپاہی نہایت بیچینی کے ساتھ منتظر تھے اس لئے کہ اگر اتھنزیوں نے زنجیرہ توڑ ڈالا تو وہ فوراً اپنا لشکر جہازوں میں سوار کرکے کتانا یا اتھنز چلے جائینگے۔ وہ اس زنجیرہ کے توڑنے میں تو کامیاب ہوگئے مگر فتح کا سہرا سرقوسیوں کے ہی سر رہا کیونکہ بعض اتھنزی جہاز تو فوراً گرفتار ہوگئے اور چند خشکی پر چڑھ کر تباہ ہوگئے۔

اب دیموس تھنیس نے آخری کوشش کی کہ وہ اس پھندے سے عزت کے ساتھ نکل جائے اتھنزی بیڑے میں ساٹھ کشتیاں باقی رہ گئی تھیں اور سرقوسیوں کے

صفحہ ۷۰۴

صفحہ ۴۷۸

پاس صرف پچاس۔ ممکن تھا کہ اتیھنزی ایک مرتبہ اور قسمت آزمائی کر ہیں۔ اس تجویز پر خود نکیاس بھی راضی ہو گیا مگر ملاحوں نے لڑنے سے صاف انکار کر دیا۔ اب جتنی کشتیاں باقی رہ گئی تھیں سب میں آگ لگا دی گئی اور یہ قرار پایا کہ فوج بری راستے سے واپس جائے۔ اس کے برعکس سرقوسیوں کا اسی میں فائدہ تھا کہ دشمن کچھ دیر اپنی جگہ پڑا رہے تاکہ ایک ہی دن میں مختلف سڑکوں پر سپاہی متعین کر دئے جائیں جو اُن کے پسپائی میں مزاحم ہوں۔ اسی لئے ہرموکراتیس نے ایسے لوگوں کو اتیھنزی لشکرگاہ میں بھیجا جنھیں وہ اپنا دوست سمجھے ہوئے تھے اور انھوں نے اتیھنزیوں سے کہا کہ آج تو سڑکوں پر سنتری کھڑے ہیں مگر راستے ایک آدھ روز میں کھل جائینگے۔ ان چالبازوں کے کہنے کو کمبخت اتیھنزیوں نے باور کر لیا اور اسی پر عمل کیا۔

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بحری جنگ کے دوسرے روز اتیھنزیوں نے واپسی کی تیاریاں شروع کر دیں۔ سرقوسی یہ سمجھے ہوئے تھے کہ اتیھنزی کتانا کو جائینگے اسلئے انھوں نے اس طرف کی تمام سڑکوں پر قبضہ کر لیا لیکن اس کے برخلاف اتیھنزی اندرون ملک کی طرف بڑھے تاکہ وہ پہلے کسی ایسے شہر میں پہنچ جائیں جو انکا طرفدار ہو۔ سپاہیوں کی حالت نہایت قابل رحم تھی۔ چالیس ہزار آہستہ خرام نفوس گرمی کی شدت اکثر زخم خوردہ راستوں سے ناآشنا ہر قدم پر دشمن کے حملے غرض اُنکی کیفیت ناگفتہ بہ تھی بالفعل وہ یہ چاہتے تھے کہ سرقوسہ کے مغرب میں اندرون ملک کیطرف جو پہاڑیاں ہیں وہاں کسی طرح سے پہنچ جائیں تاکہ وہ آزادی سے نقل و حرکت کر سکیں وہاں پہنچنے کیلئے وہ ایک گھاٹی سے گزر کر جہاں سطح مرتفع میں نکل آتے۔ مگر وہ اتنے آہستہ چل رہے تھے کہ سرقوسی ہر طرف اُن سے آگے نکل گئے۔ پہلے دن وہ صرف پانچ میل چلے لیکن اس کے بعد اُن کی رفتار اور بھی آہستہ ہو گئی جس نالے پر ہو کر وہ حدب پر چڑھنا چاہتے تھے وہ ایک چٹان پر ختم ہو جاتا تھا جس کا نام اکرایوم لیپاس تھا (اس لئے کہ اُسپر سے اکرائے کو راستہ جاتا تھا جس کا نام اب پالاتسولو ہے) مگر سرقوسی پہلے سے اس چٹان پر موجود تھے اور اتیھنزی اُس پر قبضہ نہ کر سکے۔ اور جس راستے آئے تھے جب اسی راستے واپس ہونا چاہا تو قریب تھا کہ دشمن اُن کی راہ میں حائل ہو جائے انھیں گرفتار کر لے۔ مگر کسی نہ کسی طرح وہ ساحل پر ہوتے ہوئے کھلے میدان میں جا نکلے

اور وہاں پہنچکر اس امید پر جنوبی سمت اختیار کی کہ اُنھیں کسی اور نالے کے راستے سے حدب پر چڑھنے کا موقعہ ل جائیگا اُنھوں نے اپنی فوج کے دو ٹکڑے کر دئے اگلے ٹکڑے کے ساتھ نکیاس تھا اور پچھلے کے ساتھ دیموس تھنیس۔ اس انتظامی تبدیلی کی وجہ سے کچھ دیر تک تو وہ دشمن کو دھوکا دیتے رہے۔ مگر سرقوسی وہاں بھی بہت جلد پہنچ گئے۔ اور پہلے تو اُنھوں نے دیموس تھنیس کو ایک باغیچہ میں جس کے چاروں طرف دیوار بنی ہوئی تھی گھیر لیا اور ہتیار رکھ دینے پر مجبور کیا پھر نکیاس کو چاروں طرف سے محصور کر لیا اور اسے دریائے اسی ناروس کے کنارے شکست دیکر گرفتار کر لیا۔

صفحہ ۷۹۴

سرقوسیوں نے نکیاس اور دیموس تھنیس کو تو فوراً قتل کر دیا۔ اور باقی سپاہیوں کو وہ اپنے پتھر کی کانوں میں لیگئے جو قدرتی چٹانوں کے نشیب میں تھیں اور گو اُن میں اب تو کسی باغ کے طرح درخت اور سبزہ زار نظر آتا ہے مگر اسوقت پتے کا نشان بھی نہ تھا۔ یہ بیچارے چند ماہ گرمی اور جاڑے میں قسم قسم کی تکلیفیں اُٹھاکر آخر کار مر گئے۔ پسپائی کے وقت بعض اتیھنزی فرار ہو گئے تھے۔ ان میں سے کچھ تو گرفتار ہو گئے اور بعض کو بیچارے دیہاتیوں نے پناہ دی۔ کہا جاتا ہے کہ وہاں اُن میں سے بعض اتیھنزیوں کی صرف اس وجہ سے آؤ بھگت ہوئی کہ اُنھیں یوریپدیس کے ناٹکوں کے چند فقرے حفظ یاد تھے اور سسلی میں اس کی نہایت قدر ہوتی تھی اور جو اتیھنزی سپاہی یوریپدیس سے بطور خود بھی واقف تھے وہ بہر صورت اچھے برتاؤ کے مستحق سمجھے جاتے تھے۔ حتےٰ کہ زمانہ مابعد میں اگر کسی ایسے اتیھنزی کا اتیھنز میں ذکر آتا جس نے اس مہم میں حصہ لیا تھا اور جو گم ہو گیا تھا تو لوگ کہتے کہ یا تو وہ مر گیا ورنہ سسلی میں تعلیم دیتا ہوگا۔

یہ شکست بالکل ویسی ہی تھی جیسی اتیھنزیوں کو مصر میں مل چکی تھی لیکن فرق یہ تھا کہ اب زمانہ بہت نازک ہو گیا تھا اور اتیھنز میں نہ تو کیمون کے سے سپہ سالار رہے تھے نہ فارقلیس کے سے مدبر۔ لوگوں کے خصائل بھی بدل گئے تھے اور تعلیمات جدیدہ نے اُنھیں کم ہمت اور نامرد بنا دیا تھا۔ اس کے ساتھ ہی اس میں شبہ نہیں کہ خاص اتیھنزی قوم پر اس مصیبت کی بہت کم ذمہ داری عائد

ہوتی ہے۔ غالباً فوج نے اپنا فرض ادا کیا۔ مگر سپہ داروں میں سے صرف لاماخوس ہی ایسا تھا جس کے متعلق ادائے فرض کا حکم لگایا جا سکے۔ اور نکیاس نے صرف پسپائی کے وقت استقلال اور بلند پائگی کا ثبوت دیا تھا۔

اتیھنز ی چندروز پیشتر تو اس خواب کے نشے میں مخمور تھے کہ وہ دنیا جہاں پر حکومت کرینگے مگر اب اس خواب کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ ہو گیا۔ اس میں شبہ نہیں کہ اگر سسلی مغلوب ہو جاتی تو سلطنت اتیھنز اس قدر وسیع ہو جاتی کہ اس پر ایک حکومت عمومیہ کا اقتدار قائم رہنا نہایت مشکل ہو جاتا۔ اسلئے کہ صرف ان ہی جمہوریتوں میں جنمیں اعیانی عنصر برسر اقتدار ہوتا ہے (جیسے وینس اور روما) بڑی بڑی سلطنتوں پر حکومت کرنے کی قابلیت ہوتی ہے۔ مگر اب یہ سوال باقی نہیں رہا تھا کہ اتیھنز کی سلطنت کو کس حد تک وسعت دی جائے۔ مسئلہ زیر بحث صرف یہ تھا کہ کہیں ایسا تو نہ ہو کہ خود اتیھنز کا ہی خاتمہ ہو جائے۔

صفحہ ۴۸۰

نوٹ باب ۲۷

اس باب کے مواد کے لئے صرف طوسی ویدش کی سند ہی تسلیم کی جا سکتی ہے۔ سسلی کے پہلے حملے کے لئے مفصلہ ذیل کتب کا مطالعہ کیا جائے :-

طوسی ویدش۔ (۳) ۸۶، ۸۸، ۹۰، ۹۹، ۱۰۳، ۱۱۵، ۶ (۱)۔ (۴) ۱، ۴، ۲۵، ۵۸ تا ۶۵۔ ہولم "تاریخ سسلی" ۲، ۴ وغیرہ اور ۴، ۴۔ گ، م کو لمبا "سسلی پر اتیھنز کا پہلا حملہ" پالرمو ۱۸۸۹ء

فایاکس کی روانگی کے لئے طوسی ویدش ۵، ۴۵ اور ہولم "تاریخ سسلی" ۲، ۴۰۵ کا مطالعہ کیا جائے۔

اتیھنز اور ریون تی نی اور رھیگوم کے عہدنامے ڈٹن برگر ۲۳ و ۲۴ میں ملینگے اور اتیھنز اور سگستہ کے صلنامے کا بیان طوسی ویدش ۶، ۶ دیا ہوا ہے۔ ایک اٹیکائی تجویز عوام کے ایک حصے سے جسے کیوہلر نے "روئداد المانی انجمن آثار قدیمہ اتیھنز" ۴، ۲۹ وغیرہ میں شائع کیا ہے یہ معلوم ہوتا ہے کہ پہلے ہی سے ان دونوں میں اچھے تعلقات تھے۔ بہرحال ۴۵۴ء اس قدر قابل وثوق نہیں ہے جیسے گرتیوس فرض کر لیتا ہے (تاریخ یونان۔ ۲ (۶) ۸۳۷)

باب ۲۸

جنگ پیلوپونیز کے آخری ایام

اتھنریوں کی حالت نہایت ناگفتہ بہ ہوگئی اس کی ایک وجہ تو یہ تھی کہ انھیں سسلی میں شکست فاش مل چکی تھی مگر سب سے زیادہ زک انھیں شہر کے اندرونی حالات سے پہنچی کیونکہ جب اسپارٹیوں نے الکیبیادیس کے اشارے سے اتھنز کے خلاف تنگ و دو شروع کی تو اس کی وجہ سے انھوں نے نقصان عظیم اٹھایا۔

الکیبیادیس نے اتھنز کے راستے سے فرار ہونے کے بعد چند روز تھوری میں قیام کیا اور وہاں سے شہر کی لینے ہوتا ہوا سیدھا اسپارٹا چلا گیا۔ اس کے غیاب میں اتھنریوں نے اس کے لئے سزائے موت کا حکم صادر کر دیا۔ لوگوں کے دلوں میں یہ خیال پیدا ہوگیا تھا کہ وہ اسپارٹا کی خدمت کرنے کے لئے تیار ہے اس لئے اسپارٹی اس عیار اور ہوشیار غدار سے کام نکالنے کا موقع پاکر نہایت خوش ہوئے اسی کے کہنے سے انھوں نے گی لیوس کو سسلی روانہ کیا اور اٹیکا ئی شہر دیکیلیا پر قبضہ کرکے اسے قلعہ بند کر لیا جس سے اتھنز اور یوبیہ کے راستے کی گویا کنجی ان کے قبضے میں آگئی۔ مگر اس کے لئے ایک بہانے کی ضرورت تھی اور اسپارٹیوں کو ۴۱۳ق م میں وہ بہانا بھی مل گیا۔ ہوا یہ کہ اسپارٹیوں نے آرگوس کے ملک پر حملہ کرکے جنگ از سر نو شروع کر دی۔ اتھنزی فوراً آرگوس کی مدد کے لئے آئے اور صرف اسی پر قناعت نہ کی بلکہ خاص لقونیہ کے ایک حصے کو بھی تاراج کر دیا۔ اتھنز کا یہ رویہ حالت امن کے قطعاً منافی تھا اب اسپارٹا کا ضمیر بالکل صاف ہوگیا اور انھوں نے بہ اطمینان تمام دیکیلیا کو قلعہ بند کر لیا۔ اس لشکرگاہ کے ذریعے سے اسپارٹیوں نے اتھنز کو ناقابل تلافی نقصان پہنچایا۔ ایک تو اس سے اراضی کی کاشت میں رخنہ پڑ گیا اور غلاموں کی ایک بڑی تعداد دشمن سے جا ملی (یہاں تک کہ جنگ کے اختتام پر بیس ہزار غلاموں کا پتہ نہ نکلا کہ کیا ہوئے) لیکن سب سے

بڑی بات یہ ہے کہ اتیھنز اور یوبیہ میں خشکی کا راستہ بند ہوگیا اور اب صرف بحری راستہ باقی رہ گیا۔

صفحہ ۳۸۴

مگر یہ واقعات رفتہ رفتہ ظہور میں آئے اور سب سے پہلے تو اتیھنز کو مالی نقصانات ہی برداشت کرنا پڑے۔ حکومت کو روپیہ کی اس قدر ضرورت تھی کہ اتیھنزیوں کو وصول زر کی نوعیت میں تبدیلی کرنی پڑی اور انھوں نے بجائے خراج کے تمام بحری تجارتی اشیاء پر پانچ فیصدی محصول عائد کیا اس تبدیلی کا مقصد صرف یہ ہی نہ تھا کہ سلطنت کے مالی مشکلات میں کمی ہو جائے بلکہ اس میں ایک خاص سیاسی مصلحت بھی مضمر تھی وہ یہ کہ اس نئے محصول کا بار اتیھنزیوں اور اس کے حلیفوں دونوں پر پڑتا تھا اس لئے کہ حلیفوں کی شکایت ایک حد تک رفع ہوگئی تھی۔ اس زمانے میں اتیھنز کے شہریوں کو یہ خیال پیدا ہوگیا کہ سلطنت اتیھنز کے انتظام میں ذرا نرمی پیدا ہو جائے تو ایونیائیوں اور اتیھنزیوں کے باہمی تعلقات مضبوط ہو جائینگے۔ مگر کوئی شخص ایسا نہ تھا جو اس کا صحیح طریقہ بتاتا۔[1] حقیقت یہ ہے کہ جب ستمبر ۴۱۳ ق م میں یونان میں یہ خبر وحشت اثر پہنچی کہ اتیھنزی فوج کے مسلی میں ٹکڑے اڑ گئے تو اس وقت اتیھنزیوں کو معلوم ہوا کہ ان کا مستقبل نہایت تاریک ہے جس سے اُن کے دشمنوں کی (جن میں سے اول نمبر خود اس کے حلیفوں کا تھا) جان میں جان آگئی ، جبتک اتیھنز کیطرف سے خوف لگا ہوا تھا اس وقت تک کسی کی مجال نہ تھی کہ چوں بھی کرے۔ اب اُنھیں یہ خیال پیدا ہوگیا کہ اُس کے اقتدار کا خاتمہ ہوگیا ہے چنانچہ اس موقع سے فائدہ اُٹھا کر اسپارٹیوں نے خاص شہر اتیھنز پر حملہ کر دیا ، شاہ اگس نے ڈیکلیا میں ایک طرح کی خود مختار حکومت قائم کر لی تھی اُس نے یہاں سے یہ کوشش کی کہ

[1] طوسی ویڈش (۷ ۲۸) کا بیان ہے کہ یہ ایک بحری محصول تھا اور اس کی مقدار ہر چیز کی قیمت کا بیسواں حصہ (۵ فیصدی) تھا۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ صرف درآمد پر عائد کیا جاتا تھا مگر گلبرٹ کا خیال ہے کہ یہ برآمد پر بھی لگایا جاتا ہوگا۔ اس کی عام نگرانی اور اس کے وصول کرنے کی ذمہ داری دس ناظموں (پورستائے) کے سپرد تھی (بیلوخ کا مضمون Rh. Mus. ۱۸۸۴ء صفحہ ۲۴۹) ارسطوفانیس نے اپنے

مشرقی یونان سے روپیہ اور سپاہی جمع کرے۔ اسی زمانے میں اسپارٹیوں نے ایک متفقہ بیڑے کی تعمیر کا ارادہ کیا اور یہ قرار پایا کہ اس کے لئے ایک سو جہاز ہوں جن میں سے بیوتیہ اور اسپارٹا ۲۵، ۲۵ اور کورنتھ، فوکس اور لوکرس ۱۵، ۱۵ جہاز مہیا کرے اس سے بھی زیادہ اندیشہ ناک یہ امر تھا کہ اتھنری لیگ کے اراکین نے یکے بعد دیگرے بغاوت کرنی شروع کردی مشکل یہ پڑی کہ گو اتھنز نے حکومت کی باگ ذرا ڈھیلی کردی تھی مگر لیگ کے اراکین میں ہرگز اتنی قابلیت نہیں تھی کہ وہ بطور خود کوئی کارنمایاں انجام دے سکیں لیکن اب اسپارٹا کے پاس بھی ایک بیڑا تھا اور ریوبیہ اور لسبوس نے اگیس سے اور خیوس اور اتھرائے نے براہ راست اسپارٹا سے مدد کی درخواست کی۔ مگر ساموس متواتر وفادار رہا اور اتھنزیوں نے اسی جزیرے کو اپنی جملہ فوجی کارروائیوں کا مرکز بنایا مگر جس بات سے اتھنز کو سب سے بڑی زک ملی وہ یہ تھی کہ ایران نے اسپارٹا کی روپیہ کے ذریعے سے مدد کی اور سارڈس کے صوبہ دار تسافرنز نے اپنے قائم مقام اسپارٹا روانہ کرکے اُنکے ذریعے اس درخواست کی تائید کی جو خیوسیوں نے اسپارٹا سے کی تھی۔ ان سفیروں کی وساطت سے اس نے یہ بھی کہلوایا کہ میرے نام پائے تخت سے ایک فرمان صادر ہوا ہے جس میں مجھے یہ حکم ہوا ہے کہ ساحلی بلدیات کا خراج جو قریب قریب ستر برس سے ادا نہیں ہوا اب وصول کرنا چاہیئے اور ساتھ ہی یہ امید ظاہر کی کہ پیلوپونیزی اموگیس (ولد پسوتھنیس) کی بغاوت کو فرو کرنے میں اس کی مدد کرینگے۔ بعینہ اسی طرح مگارا اور کیزکوس کے باشندوں

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ نائلک لی ستر اتا (۵۸۲ وغیرہ) میں اتھنزیوں اور ایونیائیوں کے باہمی اتحاد کا حوالہ دیا ہے اور بیلوخ (سیاسیات اٹیکا صد۶) اس کی یہ تاویل کرتا ہے کہ اس زمانے میں یہ تحریک عام تھی کہ حقوق شہریت تمام حلیفوں کو دیدئے جائیں اور یہی مورخ Rh. Mus. سنہ ۱۸۸۵ء (صد۴۴) میں اس خیال کا اظہار کرتا ہے کہ نوعیت محاصل کی تبدیلی سلطنت اتھنز کے اجزا کے باہمی اتفاق وارتباط میں بہت کچھ ممد و معاون ہوئی۔ اگر اتحاد محض تسادی محاصل سے ممکن ہوتا تو یہ نظریہ یقیناً صائب ہوتا۔

صفحہ ۴۴۹

کے کہنے سے فرنا بازو نے بھی جو داسکیلیون کا صوبہ دار تھا یہ کوشش کی کہ اسپارٹا کو اپنی طرف کر کے ہلیسپونٹ کے بلدیات کو اپنے اثر میں لے آئے۔ غرض یہ ہے کہ معاملات سسلی کا یہ نتیجہ ہوا کہ یکایک ہر ایک شخص اسپارٹا سے اتحاد عمل کرنے کا متمنی ہوگیا اور اسپارٹا نے ان وسائل کو غنیمت جانکر ان سے کام نکالنا چاہا۔ اسپارٹا کو اس کا مطلق خیال نہ تھا کہ یونانی بلدیات کا سلطنت ایران کے اقتدار میں آجانا جذبہ وطنیت کے بالکل منافی ہے۔ وہ صرف یہ سوچ رہا تھا کہ ہمیشہ تو مداخلت ممکن نہیں لہذا کسی خاص موقعہ پر ایسے معاملے میں مداخلت کی جائے جس میں اسے سب سے زیادہ فائدہ پہونچنے کی امید ہو۔ اسپارٹا کو ایک ایسے مدبر کی ضرورت تھی جو موقعہ محل کا اندازہ کرکے اس سے استفادہ حاصل کرسکے مگر ایسا مدبر اسپارٹا میں کہیں نظر نہیں آتا تھا۔ اب الکبیادیس نے اپنی چالاکی اور تجربے کا تمام وزن اسپارٹا کے پلڑے میں ڈال دیا اور اس کے اور ایران کے باہمی تعلقات مضبوط کرنے میں ممد و معاون ہوکر اس عظیم الشان شکست کی تیاری کی جو اس کے مادر وطن کو ۴۰۵ ق م میں نصیب ہونے والی تھی۔ غرض یہ ہے کہ الکبیادیس نے اسپارٹیوں کو یہ صلاح دی کہ وہ تسا فرنزا اور خیوسیوں کا ساتھ دیں [1]

بہر حال ابتدا میں (یعنی ۴۱۲ ق م میں) واقعات نہایت آہستہ آہستہ رونما ہوئے۔ پیلو پونیسری بیڑا خلیج کورنتھ میں تھا اور وہاں سے خیوس جانے کیلئے کنکریائے چلا۔ مگر چونکہ اسی زمانے میں خاکنائے کورنتھ کا میلہ ہونے والا تھا اسلئے

[1] نام نہاد جنگ آرکی داموس کے اختتام پر اسپارٹا نے براسی داس کی سرکردگی میں ایتھنزی لیگ پر تھریس میں زخم کاری لگانے کی کوشش کی اور مقدونیوں سے کام نکالنا چاہا جب اُن کے پاس بیڑا بھی ہوگیا تو اُنھوں نے جنگ دکیلیا میں ایشیائی بلدیات پر حملہ کرنا چاہا۔ اب اسپارٹی مدبروں کے نزدیک ایرانیوں کا وہی رتبہ تھا جو کسی زمانے میں مقدونیوں کا تھا اور چونکہ مقدونیہ کی جیب خالی تھی اور ایرانیوں کے پاس روپیہ تھا اس لئے ایرانی محالفہ زیادہ کامیاب ثابت ہوا۔ اس کے علاوہ ایتھنزیوں کے لئے ایشیائی ساحل کے بلدیات خصوصاً ہلیسپونٹ کے شہروں کی اہمیت تھریس کے حلیفوں سے زیادہ تھی تسا فرنز اور فرنابازو کے پیام سلام سے پردکاس کے واقعات کی یاد تازہ ہوتی ہے اور نتیجہ نکالا جاسکتا

کورنتھیوں کی یہ خواہش تھی کہ جنگ چند روز کے لئے اور ملتوی رہے۔ ایتھنریوں نے ضمانت کی طور پر چند خیوسی جہاز اپنے قبضے میں کر لئے تھے۔ اور جب انھیں آنبائے کے میلے کے موقع پر دشمن کا ارادہ معلوم ہوا تو انھوں نے اسپارٹی بیڑے کو جو اُس وقت تک کنکریائے میں جمع تھا آگے بڑھنے سے روک دیا۔ اسپارٹی اب یہ چاہتے تھے کہ مزید جنگی کارروائی سے باز رہیں مگر الکبیادیس کے کہنے سے اُنھوں نے خالکدیوس کو ایونیہ روانہ کیا اور اس کے ذریعے سے خیوس، اریتھرائے کلازومے نائے اور تیوس سے بغاوت کرا دی۔ اس کے بعد خود الکبیادیس ایشیا گیا اور وہاں پہنچ کر اتیھنز کی قدیم ترین نوآبادی یعنی ملطہ کو بھی بغاوت پر آمادہ کر دیا اب ایران اور اسپارٹا نے ایک عہدنامے پر دستخط کئے جس میں اسپارٹا نے یہ تسلیم کر لیا کہ ایشیاء کوچک کے ساحل اور جزیروں کے شہر ایران کے مملوکہ ہیں۔ اسپارٹا اور اتیھنز کے درمیان چند چھوٹی چھوٹی لڑائیاں ہوئیں جن میں موخرالذکر کو شکست ہوئی اور ان امور سے متاثر ہو کر لبے دوس بھی باغی ہو گیا مگر اس کے بدلے میں جزیرۂ تیوس پر اتیھنریوں نے از سر نو قبضہ کر لیا سا موس میں بھی عدیدی حکومت کے زوال اور عمومیت کے فروغ سے اتیھنز کے اقتدار کو ترقی ہوئی اور اب ساموس ہی بلاد شرقی میں اتیھنز کی قوت و جبروت کا مرکز بن گیا۔[۵۳] اُدھر خیوس کے باشندوں نے اپنے جدید حلیفوں کی وفاداری کا یہ ثبوت دیا کہ متھمنا اور متی لنہ میں اتیھنز کے خلاف ریشہ دوانی کر کے اُنھیں بھی بغاوت پر آمادہ کیا۔ اور جب نکدموئی امیر البحر اعظم

صفحہ ۴۸۵

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ کہ ایرانی مقدونیوں سے زیادہ قابل اعتبار تھے۔ الکبیادیس نے اسپارٹیوں کو یہ صلاح دی کہ ہیلیس پونٹ پر حملہ کرنے کی بجائے تھریس لے لیں۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ گو وہ یہ چاہتا تھا اتیھنز کو نیچا دیکھنا پڑے مگر اس کی یہ خواہش نہ تھی کہ اس کا بالکل ہی خاتمہ ہو جائے۔ اگر ہمارا مفروضہ صحیح ہے تو ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ اُس نے تسافرنز اور ایونیہ کو اسپارٹا کا آلۂ مشق اس لئے قرار دیا تھا کہ اتیھنز ہیلیس پونٹ کے برعکس ایونیہ اور کاریہ میں بہت قوی تھے جہانتک مجھے علم ہے کسی اور مورخ نے اس خیال کا اظہار نہیں کیا۔

۵۳ طوسی دیدیش ۸ ، ۲۱۔ کہا جاتا ہے کہ وہ تعریف و توصیف جو اتیھنریوں نے ایک قرارداد عوام (مجموعہ نوشتہائے قدیم ا ۵۶) میں ساموسیوں کی کی تھی اس کا اصل سبب اسی زمانے کے واقعات ہیں۔

استیوخوس آکر ایرے سوس پر قابض ہوگیا تو اُنھیں بہت اطمینان ہوا مگر اتیھنریوں نے دیومیدوں اور لیون کی ماتحتی میں خیوسیوں پر حملہ کر کے اُنھیں بہت نقصان پہنچایا اور خیوسی ہی وہ لوگ تھے جن کا مُلک جنگ ایران کے بعد کبھی برباد اور ویران نہ ہوا تھا۔[۱]

ستمبر ۴۱۲ ق م میں اتیھنریوں اُن کے حلیفوں اور آرگوسیوں کی ایک بہت بڑی تعداد ۴۸ سہ طبقہ کشتیوں میں بیٹھ کر جن میں تین ہزار ہوپلیت سپاہی تھے آخر کار ایونیہ پہنچ گئی۔ اُنھوں نے ملطیوں کو ایک بڑی جنگ میں شکست دی اور قریب تھا کہ وہ خاص شہر ملطہ کا محاصرہ کرلیں مگر اسی وقت ۵۵ پیلوپونیزی جہاز جو تھیری منیس کی سرکردگی میں تھے یکایک دکھائی دئے۔ اس پر اتیھنری سپہ سالار فری نخوس محاصرے کا خیال چھوڑ کر اپنے ساتھیوں اور آرگوسیوں کی رائے کے خلاف جزیرۂ ساموس چلا گیا اور آرگوسی برافروختہ ہوکر اپنے وطن کو واپس چلے گئے۔ اس کے بعد چند غیر اہم واقعات پیش آئے۔ مثلاً پیلوپونیزیوں نے یاسوس پر قبضہ کرلیا اور وہاں بہت سامال غنیمت حاصل کرلیا اور امورگیس کو

[۱] طوسی دیدیش (۸-۲۴) اپنے مخصوص طرز سے خیوس کی بغاوت پر رائے زنی کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اس بغاوت سے باغیوں کو نقصان ہی نقصان پہنچا اور یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اس سے خیوسیوں کی عقل و دانش کا ثبوت ملتا ہے مگر ساتھ ہی وہ یہ بھی کہتا ہے کہ جبتک اتیھنریوں کے اقتدار میں اس قدر کمی نہ ہوگئی کہ وہ خود مایوس ہو گئے اور جبتک خیوسیوں کے دوستوں کی تعداد بڑھ نہیں گئی اسوقت تک خیوسیوں نے علم بغاوت بلند نہیں کیا۔ اس سے طوسی دیدیش یہ نتیجہ اخذ کرتا ہے کہ ان پر کم عقلی کا الزام عائد نہیں کیا جاسکتا۔ یہاں حق و ناحق کا مسئلہ ہی نہیں تھا خیوسیوں اور لسبوسیوں دونوں کا نقطۂ نظر ایک ہی تھا۔ اور جب لسبوسیوں پر ایسا ہی وقت پڑا تھا تو انھوں نے صرف اپنا ہی فائدہ سوچا تھا۔ اس میں ایسے تعجب کی کونسی بات ہے یہ ضرور قابل لحاظ ہے کہ طوسی دیدیش اسے اپنا فرض سمجھتا ہے کہ خیوسیوں کا ساتھ دے اور اس رائے کی تردید کرے کہ اُنھوں نے بغاوت کر کے اپنی حماقت کا ثبوت دیا تھا طوسی دیدیش عام طور پر محض تفصیل واقعات پر قناعت کیا کرتا ہے اور ایسے بھی عام طور پر تاریخ یونان میں باغی حلیفوں کی جانبداری بالکل بے محل معلوم ہوتی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ بیان غالباً کسی تقریر کی

مسخر کرکے شہنشاہ ایران کے حوالہ کردیا[۵]۔ لیکن اب پیلوپونیزیوں کے معاملات میں تقیض پیدا ہو چلے تھے۔ اُن کے اور تسافرنز کے درمیان اس امر پر کہ بادشاہ کتنا روپیہ ادا کرے اختلاف پیدا ہوگیا اور پیلوپونیزی مطالبات کی سرقوسی ہرموکراتیس نے نہایت زور و شور سے تائید کی۔ آخرالامر تسافرنز اور پیلوپونیزیوں نے ایک اور عہدنامے پر دستخط کئے جو ایک حد تک موخرالذکر کے منشا کے مطابق تھا مگر مشکل یہ تھی کہ خود پیلوپونیزیوں میں بھی اختلافات رونما ہو رہے تھے۔ اور اُن کی فوج میں کوئی ایسا سپہ سالار نہ تھا جسے اعلےٰ ترین اختیارات حاصل ہوں۔ اس دوران میں اتیھنزیوں نے خیوس کو بہت دبایا مطلہ پر چند تاختیں بھی کیں مگر اُن کا کوئی خاطرخواہ نتیجہ نہ نکلا۔ کنیدوس کے مقام پر ایک جنگ کی اور جتنے المقدور یہ کوشش کی کہ تمام ساحلی علاقے پر اپنا اقتدار قائم رکھیں۔ مگر ستائیس نئے پیلوپونیزی جہازوں کا ایک بیڑا موقع پر نمودار ہوا اور بیس اتیھنزی جہازوں کے ساتھ سیمے کے قریب ان سے برسرپیکار ہوگیا لیکن یہ لڑائی فیصلہ کن ثابت نہیں ہوئی۔ اور پیلوپونیزیوں نے جزیرۂ رھوڈس کے شہروں کو بغاوت پر آمادہ کردیا۔ اب اتیھنزیوں کے لئے جنوبی محاذ میں کوئی خاص کام باقی نہیں رہا تھا اور اُنھوں نے جزیرۂ ساموس میں اپنی فوجیں مجتمع کردیں۔

یہ ممکن تھا کہ کچھ عرصے تک واقعات اسی طرح رونما ہوتے رہتے اور اتیھنزیوں کے وسائل رفتہ رفتہ کم ہوتے جانے کی وجہ سے اتیھنز روز بروز کمزور ہوتا جاتا۔ مگر اس زمانے میں الکبیادیس نے جو اتیھنز کی بدقسمتی کا موجب تھا اپنا طریق بالکل بدل دیا[۶]۔

صفحہ ۴۸۶

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ بنیاد ہے۔ اگر طوسی ویدیش اپنی کتاب کے آٹھویں مقالے پر نظر ثانی کرتا تو یہ تقریر غالباً کسی خیوسی کی زبان سے ادا کراتا اور یہ اچھا بھی معلوم ہوتا۔

۵ دیکھیے (ہفتہ وار جریدہ لسانیات "۔ برلن ۱۸۸۸ء عدد ۲۶) کا خیال ہے کہ کتبہ لسیہ (دم شمطرش: "کمتبہ جات لسیہ کتبہ ۱۲۱ نمبر ۔ ۔ عدد ۱۱۱۴) کا موضوع یہی مہم ہے۔ فرانسیسی عالم امبرٹ نے اس نوشتے میں اموگیس اور دیکھے نے فرنا بازو اور اتیھنز کے نام کا انکشاف کیا ہے۔

۶ طوسی ویدیش ۸، ۴۵۔ ہرلسٹ: "الکبیادیس کی واپسی" ہامبرگ ۱۸۷۳ء۔ نکولائی:

اُس نے خود اسپارٹا پر ایک دار کیا اور شاہ آگس کی بیوی تمایا سے ناجائز تعلقات پیدا کر کے بادشاہ کو اپنا دشمن بنا کر برسرعام اپنی اس کارگزاری پر فخر کیا! یہ ایک فطری امر تھا کہ گو کچھ دنوں کے لئے اس کا اثر شاہ آگس کے اثر پر غالب ہو مگر رفتہ رفتہ آگس ہی کا اقتدار اس غیر ملکی کے اقتدار پر حاوی ہو جائے۔ اور ابتدا میں تو الکبیادیس نے حتے المقدور بہترین صلاح دیکر ایران اور اسپارٹا کے درمیان عہدنامہ کرا دیا تھا مگر اب اُس کی ذات اسپارٹا کے لئے بارگراں ہو گئی تھی۔ اسے یہ خیال پیدا ہو گیا تھا کہ اس کی زندگی خطرے میں ہے چنانچہ وہ پیلوپونیزی لشکرگاہ سے چلکر تسافرنز کے پاس پہنچا اور جیسے اس سے پیشتر اُس نے اسپارٹیوں کو رام کر لیا تھا دیسے ہی اب تسافرنز کا دوست بن گیا اسے پیلوپونیزیوں کی امدادی رقوم کم کرنے کے طریقے بتائے اور کہا کہ ایرانیوں کو چاہیئے کہ بجائے اسپارٹا کے ایتھنزیوں کی طرفداری کریں اس لئے کہ ایتھنزیوں کو ایشیائی یونانیوں کے آزاد کرانے کی خواہش اتنی نہیں ہے جتنی اسپارٹیوں کو بلکہ اُن کی توجہ تو صرف بحری امور کی طرف ہے غرض یہ ہے کہ اُس نے ایرانیوں کے دلمیں یہ شبہ پیدا کر دیا کہ اسپارٹیوں میں یونانی حب وطن کا جذبہ موجود ہے۔ تسافرنز نے الکبیادیس کی صلاح کو فوراً مان لیا اور پیلوپونیزیوں کو جو امداد ملتی تھی اس کی مقدار کم کر دی۔ اصل میں ان تمام سازشوں کا صرف ایک مقصد تھا وہ یہ کہ الکبیادیس کو ایتھنز میں خوش آمدید کہا جائے۔ وہ نہ تو پُوسانیاس کی وضع کا آدمی تھا نہ تمسطاکلیس کی طرز کا۔ وہ سابق الذکر کیطرح شخصی اقتدار قائم کرنا نہیں چاہتا تھا نہ موخرالذکر کی طرح اس میں یہ قابلیت تھی کہ نہایت ٹھنڈے دل سے ہر امر واقعہ کے حسن و قبح پر غور کرے۔ اسکی یہ خواہش تھی کہ وہ اپنی باقیماندہ زندگی ایتھنز ہی میں گذار دے اور اُس نے اپنے دل میں یہ ٹھان لیا تھا کہ وہ ایک مرتبہ پھر یونان کے پایہ تخت کو جائیگا جو اسکا وطن مالوف تھا اور جس سے اسے دلی محبت تھی۔ اس نے ایتھنز کو یہ دکھا دیا تھا کہ وہ اُسے

صفحہ ۴۸۷

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ "تسافرنز کا تدبر" برنسبرگ ۱۸۶۳ء گلبرٹ صفحہ ۳۰۰۔ واٹن باخ (ایتھنز کا فریق چہارصد)۔ برلن ۱۸۶۸ء) بھی بظاہر یہی فرض کرلیتا ہے کہ الکبیادیس نے عدیدیونکو ایک جال میں پھنسا دیا۔

نقصان پہنچا سکتا ہے اوراب وہ یہ ثابت کرنا چاہتا تھاکہ اس میں اپنے مادر بلد کی خدمات انجام دینے کی قابلیت بھی ہے۔ گواس کی دلی آرزو یہی تھی کہ ایتھنز اسے واپس بلالیں مگر جو کچھ بھی گذر چکا تھا اسے ملحوظ رکھ کر یہ نہایت مشکل نظر آتا تھا اس لئے اس نے اپنی واپسی کے لئے نہایت پیچیدہ راستہ اختیار کیا۔ اس کا یہ خیال بالکل درست تھاکہ وہ اسوقت تک ایتھنز میں مستقل اقتدار قائم نہیں کرسکتا جبتک وہ خارجی طور پر ایتھنز کو مامون و محفوظ نہ کردے اور اندرونی معاملات میں عمومیت کا اصول رواج نہ پاجائے۔ اول الذکر معاملے کو تو تسافرنز سے معاہدہ کرکے ایک حدتک طے کیا جاسکتا تھا۔ لیکن اگر دوسرا منصوبہ بھی اسی کے ذریعے سے پورا ہونیکی کوئی امید تھی تو وہ صرف یہ کہ ایتھنز میں انقلابات ہوں اس لئے کہ وہاں جو شخص اس وقت سرگردہ عموم تھا وہ اس کا دشمن اندروکلیس تھا۔ اس وقت عموم کو خطرات کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ اگر حکومت عمومیہ کا زوال ہوجائے اور پھر اس کے (یعنی الچیادیس کے) ذریعے سے اصول عمومیت کو از سر نو اقتدار حاصل ہوجائے تو پھر اس کے خوش آیند مستقبل میں شبہ ہی نہیں ہوسکتا۔ الچیادیس کو اتنا صبر کہاں تھاکہ کوئی اور شخص حکومت عمومیہ کو نیچا دکھائے اور اس نے یہ ٹھان لیا کہ وہ خود ہی اسے برباد کردیگا۔ اور اگر برباد کرنے کے بعد وہ خود ہی اسے دوبارہ قائم کرنے میں کامیاب ہوتو اس کا مقصد حاصل ہوجائیگا۔

ایتھنز کے اندرونی معاملات کی حالت اس درجہ ناقص تھی کہ اس طرز عمل کا بھی جو سراسر بے اصولی پر مبنی تھا کامیابی کا تھوڑا بہت موقعہ ضرور تھا۔ عمومی دستور کی ابتدا کو جسکی بنیاد کلس ثقنیس نے رکھی تھی ایک صدی گزر چکی تھی لیکن ہر دور میں ایتھنز میں ایسے لوگ ضرور پیدا ہوجاتے تھے جو اس کی مخالفت میں اپنی تمام تر قوت صرف کردیتے اور جب صریح اختلاف ناممکن ہوجاتا تو کم سے کم دل ہی دل میں اس سے متنفر رہتے اور اس امید میں اپنی جان گنواتے کہ کبھی نہ کبھی اس کا ازالہ ہوجائیگا جو طرز عمل عامتہ الناس نے ہرمیس کے بتوں کے توڑے جانے پر اختیار کیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انھیں خود اس فریق کی موجودگی کا علم تھا اور اسکے برعکس عوام الناس کے متعلق عدیدی گروہ کی جو رائے تھی وہ اس رسالے سے

صفحہ ۴۸۸

معلوم ہوتی ہے جو "مملکت اتھنز" کے موضوع پر ہے اور جس پر ہم اس سے پیشتر بحث کر چکے ہیں۔ اس میں "عمومیت پسند" اور "بد اطوار" کے ایک ہی معنے قرار دئیے گئے ہیں اور گو بہت سے عدیدی اس قسم کی فقرہ بازی کو محض لایعنے سمجھتے تھے اور کہتے تھے کہ ان سے تو تھیوگنس * کے زمانے میں بھی کوئی خاص مطلب نہیں نکل سکتا تھا پھر بھی ایسے اتھنزی اسوقت بھی موجود تھے جو اپنے آپ کو خوبصورت اور خوب سیرت کہلاتے کہلاتے یہ سمجھنے لگے تھے کہ انھیں درحقیقت کلیون اور ہی پر بولوس پر تفوق حاصل ہے ⁵۔ لیکن یہ عدیدی سب کے سب اعیان میں سے نہ تھے اتھنز میں اعیانی گھرانوں کی تعداد کچھ زیادہ نہ تھی اور خود عدیدیوں کا رہبر فری نخوس بھی اعلے طبقے کے کسی خاندان کا رکن نہ تھا۔ غرض یہ ہے کہ امرا اور اُن کے دوست عدیدی تھے اور اُن کے دوستوں کا یہ کام تھا کہ وہ انھیں ایسی باتیں بتائیں جو اُن کے دماغ میں بھی نہ آتی تھیں۔ یہ وہ لوگ تھے جن کا یہ خیال تھا کہ چونکہ دستور کے مطابق ہر کس و ناکس کو یہ حق ہے کہ اپنی رائے کا اظہار کرے اور حکومت میں حصہ لے اس لئے امور عامہ کی حالت نہایت ناگفتہ بہ ہے اور ایسے لوگوں کی تعداد جنھیں حکومت میں حصہ لینے کا اختیار ہے کم کرنی چاہئیے اور آئندہ صرف وہی اُس کے اہل سمجھے جائیں جو قدیم خاندانوں کے افراد ہوں ورنہ خود صاحب مقدر رہوں۔ اُن کی یہ رائے نہیں تھی کہ یہی لوگ زیادہ عقلمند یا تعلیم یافتہ ہیں بلکہ وہ یہ کہتے تھے کہ چونکہ امور عامہ کے اخراجات کا بیشتر حصہ دولتمند ہی برداشت کرتے تھے اس لئے باقی افراد سے ان کا سیاسی اثر زیادہ ہونا چاہیے تعلیم کا تو کوئی سوال ہی نہیں تھا اسلئے کہ تقریباً تمام اتھنزی شہریوں کو ایک ہی تعلیم ملتی تھی اور اس کا سب سے بڑا منبع

---

* اتھنز کا ایک عدیدی مرثیہ گو ۵۴۰ ق م میں پیدا ہوا۔ (مترجم)

⁵ اس قسم کی تنگ خیالی کی مثالیں خود طوسی دیدش میں بھی پائی جاتی ہیں۔ وہ کلیون کو پسند نہیں کرتا ہی پر بولوس کو (۸، ۳، ۷) وہ "بدبخت" کا خطاب دیتا ہے اور اس پر "بدمعاشی" کا الزام لگاتا ہے اس کے برعکس وہ فری نخوس کی تعریف کرتا ہے۔ خوش قسمتی سے اسنے ہی پر بولوس کی بدمعاشی کی کوئی مثال پیش نہیں کی بلکہ فری نخوس کی چالاکی کی ہی مثال دی ہے۔ اور ان امور کو پیش نظر رکھ کر ہم ان دونوں کے خصائل کا صحیح اندازہ کر سکتے ہیں۔

صفحہ ۴۸۹

اور مرکز ناٹک تھا جس سے ہر کس و ناکس مستفید ہوتا تھا[۵۹] اور اسی امر پر رسالۂ "مملکت ایتھنز" نے بھی بہت زور دیا ہے۔ مگر کیا یہ واقعہ نہ تھا کہ غریب طبقہ جات آبادی بیکار رہنے کی بجائے مملکت کی خدمت فوج میں اور جہازوں پر نہایت تندہی سے انجام دیتے تھے دوسرے کیا امرا کو عمومیت پسند ایتھنز میں اپنی خدمات کا کوئی معاوضہ نہ ملتا تھا؟ اور کیا وہ اعزاز جو ایتھنز میں انکا ہوتا تھا یا وہ اثر جو حلفاء ایتھنز میں ان کا تھا قابل لحاظ نہ تھا؟ بلاشبہ بہ نسبت معمولی ملاحوں کے اکثر تریارخوں یعنی ناخداؤں کو مختلف جزیروں میں کہیں زیادہ فواید حاصل ہوتے ہونگے اور انھیں مختلف قراردادوں میں اپنا حال پڑھکر اور اعزازی تپائیوں پر اپنا نام کندہ دیکھ کر گونہ اطمینان ہوتا ہوگا۔ اس کے علاوہ دولتمند فرقے کو جو فوائد حاصل ہوتے تھے وہ سب اسی سلطنت ایتھنز کی بدولت تھے جس کی بنیاد عمومیت کے اصولوں پر تھی اور عمومیت ہی ایک حد تک اُس کی پشت پناہ تھی۔ اور پھر حکومت عمومیہ میں بھی آخر افراد ہی عوام کے رہبر ہوتے تھے اور دولتمندوں کو صرف اسکی ضرورت تھی کہ فن تقریر میں مہارت کلی حاصل کرلیں پھر وہ بہ آسانی عوام کے رہبر بن سکتے تھے۔ ظاہر ہے کہ یہ امید کرنا کہ دولت مند طبقہ ان سب باتوں کو تسلیم کرنے کے لئے تیار ہوگا قطعاً بیکار تھا۔ اسکے افراد کے دماغ اس پریشان خیال سے بھرے ہوئے تھے کہ اُن کی بات کا حکومت پر کما حقہٗ اثر نہیں ہے اور اُن کا مقصد یہ تھا کہ کسی نہ کسی طرح سے یہ اثر پیدا ہو جائے۔ اسی لئے اُنھوں نے ایسی خفیہ انجمنیں بنائیں جنکے ارکان کو حلف لینا پڑتا تھا۔ اور پھر اُن کے مقاصد کو وسعت دیکر یہ طے کیا کہ یہ انجمنیں صرف انتخابوں کے موقع پر ہی کارآمد نہ ہونگی

---

۵۹ گرتیوس (تاریخ یونان" ۴ (۶) ۵۹۲) کا یہ بیان ہے کہ عومی رہبر مثلاً ہی پربولوس ذرہ بھر بھی تعلیم یافتہ نہ تھے اور نہ وہ ان شعبوں میں جنھیں ایتھنزی مجموعی طور پر "موز کیے" یعنی فنون لطیفہ کہتے تھے ذی استعداد تھے بلکہ علوم و فنون کی ابتدائی تعلیم سے بھی وہ کلیتاً بے بہرہ تھے۔ اسکے جواب میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ ایتھنز ہی ایک ایسی جگہ تھی جہاں امیر اور غریب کی تعلیم میں بہت کم فرق پایا جاتا ہے۔ یہ امر رومیہ اور سردریہ کے مثال سے بخوبی واضح ہو جائیگا جن سے بلا کسی امتیاز کسے ہر گروہ کو دونوں طرح کی وہی غذا ملتی یعنی اس سے بہترین تعلیم بھی ممکن ہوگئی اور ایسی تعلیم بھی جسے بازاری کہا جاسکتا ہے۔ قدیم زمانے میں آج کل کی طرح دو طرح کے ادبیات و فنون یعنے

بلکہ دستوری تبدیلیوں کے لئے بھی راستہ صاف کرگئی[۹]

ان لوگوں کا یہ قول کہ عمومیت ناکام ثابت ہوئی ہے ایک حد تک حق بجانب تھا۔ سسلی میں جو شکست فاش اتیھنزیوں کو ہوئی اس کی وجہ صرف یہ تھی کہ لشکر کو پہلے سے غور وخوض کئے بغیر روانہ کردیا گیا۔ اور کم سے کم وہاں کی ناکامی کو اس کوتاہی کی طرف منسوب تو ضرور کیا جاسکتا تھا اسی وجہ سے آیندہ کے لئے یہ ضروری ہوگیا کہ پورے غور وفکر کے بغیر کسی اہم کام کی ابتدا نہ کی جائے۔ بظاہر وہ ابتدائی مباحثے جو ہمیشہ مجلس میں ہوا کرتے تھے ناکافی تھے۔ اس لئے سسلی کی شکست کے بعد چند معمر اشخاص جن کی تعداد غالباً دس تھی اس کام کے لئے مقرر ہوئے کہ ہر قرارداد سے پہلے اس پر کافی غور وخوض کرلیں اور یہ ہی غالباً وہی پروبوئی تھے جنکا ذکر اور جگہ بھی آیا ہے[۱۰] لیکن اکثر لوگوں کا خیال تھا کہ یہ اصلاح ناکافی ہے اور حکومت کے سدھار کی صرف ایک ترکیب ہے کہ جمعیت کا نظام تبدیل کردیا جائے۔ اب مسئلہ زیر بحث صرف یہ رہ گیا تھا کہ طرز حکومت میں کیا کیا تبدیلیاں کی جائیں۔

عمومیت پر ایک اعتراض ضرور کیا جاسکتا تھا وہ یہ کہ بعض مرتبہ اس کے عہد میں بہ نسبت اصولوں کے افراد کی خاطر زیادہ ملحوظ رہتی تھی۔ اور پچھلی جلاوطنی کے واقعات ہماری یاد میں اسوقت تک تازہ ہیں۔ کیا عوام الناس کو یہ چاہیئے تھا کہ وہ ہی پربولوس کو جو عمومی اصول کا پکا حامی تھا خود پسند الکبیادیس اور اعیانیت پرست نکیاس کی قربانگاہ پر چڑھا دیتے ؟

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ ایک متمدن اور دوسرے غیر متمدن گروہوں کے لئے مروج نہیں تھے یعنی لبرل تعلیم محض طبقہ امرا تک ہی محدود نہ تھی۔ اور جب ہم طوسی ویدیش، ارسطوفانیس، افلاطون، اور تھیو پومپوس کے تعصبات کی رعایت کرتے ہیں اور کلیون، ہی پربولوس اور دیگر عمومیت پسندوں کو نکیاس جیسے شخص سے کم تعلیم یافتہ سمجھتے ہیں تو یقیناً ہم غلطی نہیں کرتے۔ اسی سلسلے میں باب ۲۳ کا پہلا حاشیہ دیکھا جائے۔

[۹] طوسی ویدیش ۸، ۴، ۵۔ وِ فلیشر "عدیدی گروہ اور اتیھنز کی انجمنیں" بازل ۱۹۳۲ء (یہ مکتوبات مختصر نہیں از سر نو طبع ہوا ہے)

[۱۰] طوسی ویدیش (۸، ۱) میں لفظ "پروبولوئی" استعمال نہیں کیا گیا۔ اغلباً دیودوروس (۱۲، ۷۵)

الکبیادیس نے ۴۱۱ ق م میں احساس عامہ کی اس کیفیت اور اتیھنز کی صورت واقعات سے فائدہ اٹھایا۔ اُس نے عدیدی سپہ سالاروں اور افسروں سے جو ساموس میں مقیم تھے یہ کہلوایا کہ وہ اتیھنز اور تسافرنز کا باہمی محالفہ کرا دیگا اور چونکہ اسوقت اسپارٹا ایران ہی سے روپیہ لیکر اپنا بیڑا آراستہ کرسکتا ہے اس لیئے اتیھنز کے بچنے کی صرف یہی آخری صورت باقی رہ گئی ہے۔ ساتھ ہی اُس نے یہ بھی کہا کہ تسافرنز اتیھنز کی موجودہ حکومت سے تعلقات پیدا کرنا پسند نہ کریگا اس لئے اتیھنز میں بجائے حکومت عمومیہ کے حکومت عدیدیہ قائم ہوجانی چاہیئے۔ عدیدی گروہ میں صرف ایک شخص ایسا تھا جو الکبیادیس کی طرف سے مشتبہ تھا اور وہ فری نخوس تھا جو الکبیادیس ہی کی طرح چالاک اور نتائج سے لاپروا تھا۔ اُس نے یہ جواب دیا کہ اتیھنز کی طرز حکومت سے ایرانیوں کو کیا تعلق؟ حلیف تو صرف یہ چاہتے ہیں کہ وہ کسی نہ کسی طرح سے اتیھنز کی بیڑیاں توڑ ڈالیں اس لیئے اتیھنز میں خواہ عدیدیت غالب ہو یا عمومیت حلیفوں پر اس کا کیا اثر پڑسکتا ہے؟ مگر فری نخوس کی یہ بات باقی ماندہ عدیدی سرداروں نے نہیں سُنی اور چونکہ اس کا مقصد یہ تھا کہ کسی نہ کسی طرح الکبیادیس کی تدبیروں کو شکست ہو اس لیئے اُس نے اسپارٹی کمان دار استیوخوس کو ان تمام باتوں کی خبر دیدی[۱۱]۔ اگرچہ فری نخوس نے یہ مخبری اپنے ملک کی مصلحت کے خلاف کی تھی لیکن اس سے زیادہ حماقت استیوخوس سے سرزد ہوئی کہ اُس نے یہ اطلاع ہوبہو تسافرنز اور الکبیادیس کو کردی۔ اب ان سازشوں سے بازی سب جیتنے کے لیئے فری نخوس ایک قدم اور آگے کو بڑھا کر استیوخوس سے کہا کہ وہ چاہے تو جزیرہ ساموس اسپارٹا کے قبضے میں آسکتا ہے۔ لطف یہ ہے کہ استیوخوس نے

صفحہ ۴۹۱

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ اُن کی طرف اشارہ کرتا ہے مگر اسے ۴۲۱ ق م کا تعین کرنے میں غلطی ہوئی ہے نیکرا' ۲۹۸ +اُن کا ذکر ارسطوفانیس کے ناٹک "لی ستر اتا" میں بھی ہے اس کے متعلق گلبرٹ ص۲۵۹ وغیرہ کا مقابلہ کیا جائے۔ ہمیں دو پردبولوئی یعنی ہاگنون اور سوفوکلیس کا علم ہے۔ مگر موخرالذکر شاعر سوفوکلیس نہیں ہے۔

[۱۱] طوسی دیدش ۸' ۵۰۔ فری نخوس کے لئے گلبرٹ: "اضافہ جات" ص۲۹۵ دیکھنا چاہیئے ارسطاطالیس: "سیاسیات" ۵' ۵' ۵۔

اُس کی اطلاع بھی الکبیادیس اور تسافرنز سے کردی۔ اُس نے یہ سوچا کہ اگر فوج میں اس کی یہ حرکات مشہور ہوگئیں تو وہ یہ جواب دیسکتا ہے کہ یہ تہمت صرف ایک بہادر محب وطن کے خصائل آلودہ کرنے اور اُس کی زندگی برباد کرنے کی غرض سے لگائی گئی ہے۔ اب اتیھنزی افسروں کا ایک وفد پساندر کی سرکردگی میں (جو کسی زمانے میں عمومی اصولوں کا پابند تھا)[۱۳۲] اتیھنز چلا تاکہ وہاں پہونچکر اتیھنز کے دستور میں ایسی تبدیلیاں کردے۔ جن کے بعد الکبیادیس اتیھنز واپس جاسکے۔ یہ تو انھیں معلوم تھا کہ سختی اور ظلم وستم سے کچھ نہیں ہوسکتا۔ مگر ممکن ہے کہ عوام الناس خفیہ اور ناجائز تدبیروں سے قابو میں آجائیں انجمنوں نے اپنا ہولناک دور حکومت خوب ترتیب دے رکھا تھا انھوں نے تمام ذی اثر لوگوں کے پاس یہ اطلاع بھیجی کہ اُن کے اراکین کسی قسم کی سختی سے گریز نہیں کرینگے۔[۱۳۳] اور چونکہ فوج کا بہترین حصہ ساموس میں مقیم تھا اس لیئے لوگ ان دھمکیوں سے ڈر گئے اور ایک تحریک کو (جسے لوگ اچھا نہیں تو بُرا بھی نہ سمجھتے تھے) منظور کرلیا۔ وہ یہ کہ پساندر وغیرہ تسافرنزا اور الکبیادیس کے ساتھ گفت وشنید کے لیئے ایشیا جائیں لیکن اس سے کوئی خاطر خواہ نتیجہ نہ نکلا۔ الکبیادیس نے تسافرنز کی طرف سے اس قسم کے مطالبات پیش کیئے جن سے گفت وشنود کا سلسلہ ہی منقطع ہوگیا یعنی اول تو اتیھنز ایونیۂ جزائر اور باقی سب کچھ ایران کے حوالہ کردے اور دوسرے شہنشاہ ایران کو یہ حق حاصل ہوجائے کہ جب سمندر میں چاہے اپنے جہاز بھیج سکے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اتیھنز کے سفیروں نے معلوم کرلیا کہ انھیں بیوقوف بنایا گیا ہے اور ساموس واپس آگئے۔ اُدھر تسافرنزا اور اسپارٹا کے مابین ایک اور معاہدے پر دستخط ہوگئے۔ اس طرح سازشوں کے تماشے کا پہلا پردہ گرتا ہے جسے الکبیادیس نے کمال چالاکی اور عیاری سے تماشاگاہ یونان میں پیش کیا تھا۔

جنگ برابر جاری رہی اور اسمیں تھوڑا بہت فائدہ پیلوپونیزیوں کو ہی ہوتا رہا مثلاً بیوتیوں نے چال چلکر اوریوپس پر قبضہ کرلیا۔ اتیھنزیوں اور خیوسیوں میں

صفحہ ۴۹۲

[۱۳۲] پساندر کے لیئے گلبرٹ صفحہ ۲۵۴ وغیرہ کا مطالعہ کیا جائے۔

[۱۳۳] تھوڑا ہی عرصہ گذرا کہ سسلی میں بھی اسی قسم کا دور تخویف اگاتھوکلیز اور مافیا کی سرکردگی میں آغاز ہوا تھا۔

ایک بحری لڑائی ہوئی مگر اس میں اتیھنز غالب نہ ہوسکے اور ابی دوس اور
لمپساکوس اتیھنز سے منحرف ہو گئے (گو استرومبیلی دیس نے لمپساکوس پر از سر نو قبضہ
کر لیا)۔ اس دوران میں اتیھنز کے اندرونی واقعات کی ہیئت برابر تبدیل ہوتی رہی۔
عدیدیوں نے یہ سوچ لیا تھا کہ اگر الکبیادیس سے اُنھیں کوئی مدد نہیں ملی تو خود وہ
بغیر اُس کی مدد کے کام نکال لینگے۔ اور اگرچہ وہ بار بار یہ ہی بہانہ کرتے تھے کہ محاصل
ادا کرتے کرتے اُنکی جیبیں اور اُن کے خزانے خالی ہو گئے ہیں مگر ظاہر ہے کہ یہ انقلاب
کے راستے کی طرف اسقدر تیزی سے قدم اُٹھا رہے تھے کہ منھ موڑنے کا کوئی سوال ہی
باقی نہیں رہا تھا اور اس کے لئے جو رقم درکار تھی اس کی کچھ نہ کچھ سبیل ہو ہی گئی تھی[1]۔
پسانڈر اسی مقصد کے لیئے اتیھنز واپس گیا اور وہ مع بعض دیگر زبیروں کے حلیفوں کے
بلدیات کو گیا تاکہ اُنھیں بھی اپنی طرف ملانے کی کوشش کرے۔ یہاں طوسی ویدیش
نے طعنہ آمیز لہجے میں اس واقعے کا ذکر کیا ہے کہ عدیدیت قائم ہوتے ہی تھاسوس
اتیھنز سے باغی ہو گیا۔ فری نخوس کا خیال ٹھیک نکلا۔ اتیھنز میں انقلاب کا تمام
مسالہ موجود تھا۔ یوں تو اب بھی مجلس اور جمعیت کا انعقاد ہوتا تھا مگر اس میں صرف
سازشیوں کی تحریکیں منظور کی جاتی تھیں اور جو شخص انکا سدراہ ہوتا تھا وہ موت کی
سزا کا مستحق گردانا جاتا تھا۔ سب سے پہلے تو سرابنوہ اندروکلیس کی جان لیگئی اسکے بعد
اور بہت سے لوگوں کا بھی یہی حشر ہوا۔ اس سے عوام الناس پر اس قدر خوف غالب
ہوا کہ پھر کسی شخص کو عدیدیوں کے حکم سے سرتابی کرنے کی ہمت نہ ہوئی بلکہ لوگ زبان پر
اُن کی شکایت لانے سے گریز کرنے لگے اس لیئے کہ وہ ہمیشہ اس سے ڈرتے رہتے تھے
کہ کہیں خود مخاطب تو سازشیوں ہی سے نہ ہو۔ غرض یہ ہے کہ پسانڈر نے اصول عمومیت کو
ذیل طرز سے منسوخ کیا۔ اول تو اُس نے عامۃ الناس کو یہ ترغیب دی کہ وہ

[illegible] "تاریخ انجمن ہائے سیاسیہ" لائپزگ ۱۸۴۰ء۔ شائیبے: "جنگ پیلوپونیز کے اختتام پر
[illegible] کی انقلاب"۔ لائپزگ ۱۸۴۱ء۔
داشن باخ: "اتیھنز کا فریق چار صد"۔ برلن ۱۸۴۲ء۔
تھاسوس کی بغاوت کا ذکر طوسی ویدیش ۸٫ ۶۴ میں درج ہے۔ اور ۸٫ ۶۶ میں اس افسوسناک
حالت کا تذکرہ ہے جو عدیدیوں نے اتیھنز کی کر دی تھی۔

مجوزہ اصلاحات کی تنظیم دس شہریوں کی ایک چھوٹی سی جماعت کے سپرد کرے۔ جب ان دسوں نے اپنا فرض منصبی ادا کر دیا تو اس وقت عامۃ الناس کو شہر سے باہر کولونوس میں بلا کر ان سے اتمام حجت کے لئیے ایک تجویز منظور کرائی کہ ہر شخص کو تحریکات پیش کرنے کا اختیار ہے اور اس کے بعد مفصلہ ذیل تحریکات پیش کر کے منظور کرالیں: (۱) تمام تنخواہ دار عہدوں کو تخفیف کر دیا جائے (۲) پانچ اشخاص کو یہ اختیار دیا جائے کہ وہ ایک مجلس مقرر کریں جس کے اراکین کی تعداد سو ہو۔ (۳) ان سو میں سے ہر شخص تین مزید شہریوں کو نامزد کرے۔ (۴) یہ چار سو ملکر حکومت کی باگ اپنے ہاتھ میں لیں اور جب انکا جی چاہے ایک اور مجلس عظمےٰ جس میں پانچ ہزار دولتمند شہری ہوں طلب کریں اور اس سے رائے لیں۔ اس تحریک کی منظوری حاصل کرانے کا سہرا تو پیساندر کے سر رہا مگر اس کا اصل محرک ایک شخص انتی فون تھا جو پیشہ ور تقریر نویس تھا اور اس کی لکھی ہوئی تقریریں لوگ عدالتوں یا جمعیت میں پڑھ کر سنایا کرتے تھے لیکن ہنوز انتی فون نے پبلک معاملات میں کوئی حصہ نہیں لیا تھا۔ وہ ایک ذی حیثیت شہری تھا اور گو عامۃ الناس کی نظروں میں وہ مشتبہ تھا مگر خود طوسی ویدش اعتراف کرتا ہے کہ وہ قابلیت میں کسی سے کم نہ تھا[۱۵]۔ اس کے دو ساتھی سب سے زیادہ ممتاز تھے۔ ایک تو فری نخوس جو طبقہ ادنے کا فرد تھا اور طبعاً چالباز اور بے اصول تھا اور

صفحہ ۴۹۳

[۱۵] انتی فون کے لئیے طوسی ویدش ۸، ۶۸۔ بلاس: "اتیخری تقریر بازی" جلد ۱ صفحہ ۹۴ م بلاس کا خیال ہے کہ طوسی ویدش کے اس فقرے میں جو لفظ Apετη ("اہلیت") ہے اس کے معنے محض کام کرنے کی قابلیت سے زیادہ ہیں۔ آج کل ہم اس انقلابی کو جو محض قتل و غارت کے ذرائع سے اپنے مقاصد میں کامیاب ہو "نیک بخت" کا لقب نہیں دینگے۔ انتی فون اُن اصول پرستوں میں سے تھا جو عمل کے وقت وسائل کی مطلق پروا نہیں کرتے۔ اور بعض مرتبہ تو روبس پی ایر کو بھی "نیک بخت" کا لقب دیا جاتا ہے۔ انتی فون کے لئیے ہرمان ۱۶۶ اور گلبرٹ: "اضافہ جات صفحہ ۳۰۸" کا مطالعہ کیا جائے۔

تھرامنیس کے لئیے پیو ہلگ: "جزیدہ لسانیات" صفحہ ۲۲ وغیرہ اور گلبرٹ صفحہ ۳۱۱ کا مطالعہ کیا جائے۔ کرتیوس ("تاریخ یونان" ۲ (۶)، ۴۳) بیلوخ ("سیاسیات اتھیکا" صفحہ ۶۶) حامی

دوسرا جو پروبولوس ہاگنون کا بیٹا تھرامنیس تھا جو طوسی دیدش کے بیان کے
مطابق فن تقریر میں یکتا اور نہایت ذی فہم و ذی شعور واقع ہوا تھا۔ رفتہ رفتہ ہمیں یہ معلوم
ہو جائیگا کہ وہ ہمیشہ اس کے لیئے تیار رہتا تھا کہ اگر بالغرض وہ اپنے سیاسی گروہ
سے ناراض ہو جائے تو فوراً دوسرے فریق سے جا کر مل جائے بہر حال یہ سب
سازشی اس ایوان کو گئے جہاں مجلس پنج صد نشست کر رہی تھی اور وہاں پہنچکر ہر رکن کو
مشاہرہ ادا کرنے کے بعد مجلس کے برخاستگی کا حکم دیدیا جس کی بعد تمام اراکین اپنے
گھر واپس چلے گئے۔ اس کے بعد انھوں نے چند سربرآوردہ عمومیوں کو تلوار کے
گھاٹ آتارا اور بعض کو جلا وطن کر دیا۔ ملک میں امن کی خواہش پیدا ہو چلی تھی اور
ہمیں اس احساس کا پتہ ارسطوفانیس کے ناٹک لی سسترا تا سے معلوم ہوتا ہے
(جو ۴۱۱ ق م میں لکھا گیا) اور اس ناٹک نویس نے خود اس جذبہ امن پسندی کو
تقویت دی۔ اسی لیئے اتینھز کے نئے حاکموں نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ شاہ آگس
سے گفت و شنود شروع کر دئے لیکن چونکہ آگس کا تنہا مقصد تسخیر اتینھز تھا اس لیئے اسپارٹن
باتوں کا کوئی اثر نہ ہوا۔ اب اتینھزی حکومت نے اپنے سفرا اسپارٹا کو روانہ کیئے
اور ایک وفد کو ساموس اس لیئے روانہ کیا کہ جو اتینھزی فوج وہاں مقیم ہے وہ موجودہ
انقلابی حکومت کو تسلیم کرے لیکن خود انھیں اس وفد کی کامیابی کی مشکلات کا
اچھی طرح سے اندازہ تھا۔ طوسی دیدش کہتا ہے کہ جو اتینھزی ساموس میں مقیم تھے وہ

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ ("یونان کی معاشرتی زندگی" م) اور بعض دیگر مورخوں کا خیال ہے کہ ارسطاطالیس
کے اس اقتباس کا جو پلوٹارک: "نکیاس" میں دیا ہوا ہے یہ مطلب نہیں کہ تین بہترین شہریوں
ہی سے ایک تھرامنیس بھی تھا۔ ظاہر ہے کہ اس قسم کی تحریروں سے ہماری طبیعتوں پر بھی اثر پڑتا
ہے۔ مگر دراصل ایک یونانی لفظ βέλτιστοι کے معنے سمجھنے میں غلطی ہوئی
ہے۔ ارسطاطالیس کہتا ہے کہ تین "اعیانیت پسندوں" βέλτιστοι
عوام الناس کا بہت خیال تھا اور یہ تین طوسی دیدش، نکیاس اور تھرامنیس تھے۔
لیکن تھرامنیس کا رتبہ دوسروں سے گرا ہوا تھا اس لئے کہ ایک تو اس پر کم نسبی کا الزام لگایا جاتا
تھا (یعنی وہ صحیح معنے میں βέλτιστος نہ تھا) اور اس کے علاوہ وہ متلون مزاج
بھی تھا۔ غرض یہ ہے کہ اس فقرے سے تو تھرامنیس کی برائی ہی معلوم ہوتی ہے۔

سب ادنیٰ درجے کے ملاح تھے یعنی وہ لوگ اتنے دولتمند نہ تھے کہ انھیں عدیدی انقلاب سے کوئی خاص دلچسپی ہو۔ مگر خود سامو سی شہریوں میں سے تین سو عدیدیوں نے بڑھکر پہلے تو اپنے ایتھنزی آقاؤں کی یہ خدمت کی کہ اس ہی پربولوس کو جسے ایتھنز سے جلا وطن کردیا گیا تھا اور جسے طوسی ویدش "بداطوار" کا لقب دیتا ہے جان سے مارڈالا اس کے بعد ساموس کی حکومت عمومیہ پر دار کیا۔ مگر عموم ساموس نے ایتھنزی لشکر کے عمومیوں اور خاصکر ناخدا تھراسی بولوس اور رہوپ لیت تھراسی لوس سے (جو سرکاری کشتی پارالوس میں تھا جس کے ملاح نہایت سخت عمومیت پسند تھے) مخالفہ کرلیا۔ ان سب نے ملکر سازشیوں کو نیچا دکھایا۔ اور ان میں سے بعض کو تو قتل کردیا اور بعض کو جزیرے سے نکال دیا۔ یہ جہاز پارالوس یہ خبریں لیکر ایتھنز گیا مگر اس کے پہنچنے سے پہلے ہی وہاں عدیدی انقلاب ہوچکا تھا اور اس کے ناخدا کائے ریاس کو عدیدیوں نے گرفتار کرلیا۔ مگر وہ بہت جلد فرار ہوکر ساموس واپس چلا گیا اور اس جدید انقلاب کی کیفیت وہاں کے لوگوں کو سنائی۔ اس پر تھراسی بولوس اور تھراسی لوس نے اپنے ہم وطنوں کو مخاطب کرکے کہا کہ ہم سب کو اتفاق اور اتحاد کرلینا چاہیئے اور ایتھنزیوں اور ساموسیوں دونوں نے قسم کھائی کہ وہ اسپارٹا اور عدیدی گروہ کی مخالفت کرینگے۔ اور یہ اعلان کرنیکے بعد کہ انھیں جمہوریہ ایتھنز کے جملہ حقوق حاصل ہیں نئے سپہ سالاروں کا تقرر کیا جن میں تھراسیس اور تھراسی بولوس بھی تھے ساتھ ہی اپنی اس رائے کا بھی اظہار کیا کہ الکبیادیس کو ضرور واپس بلالینا چاہیئے یہ بظاہر نہایت تعجب آمیز امر ہے کہ جو شخص حال ہی میں عدیدیت کا روپ بھرے ہوئے تھا اسے اب رہبر عموم کی حیثیت سے خوش آمدید کہا جاتا ہے لیکن ہمیں یہ فرض کرلینا پڑیگا کہ ہر شخص کو یہ یقین ہوچلا تھا کہ ایتھنز میں الکبیادیس کے بغیر کسی بات کا ٹھیک نہیں ہے اور سب یہ سمجھنے لگے تھے کہ اس کے پاس ایران کے دولت کے خزانوں کی کنجیاں ہیں۔ غرض یہ ہے کہ ساموس کے لشکر نے جس سے ایتھنزی بیڑا (بسرکردگی ہترودم لی کیدیس) بھی آملا تھا یہ طے کیا کہ الکبیادیس کو ساموس آنے کی دعوت دی جائے۔

صفحہ ۴۹۴

الکبیادیس یہ باتیں سنکر آگیا اور سپاہیوں سے کہا کہ عمومیت کے اصول کو

فوراً قائم کرنے کے خیال کو اپنے دل سے محو کردیں اور درحقیقت یہ ہی رائے صائب اور صحیح بھی تھی۔ اس کے بعد وہ تسافرنز کے پاس گیا تاکہ اسے اثینز کا ساتھ دینے پر تیار کرے۔ مگر ہنوز وہ ساموس ہی میں تھا کہ چارسو کی مجلس کے سفیر یہ کوشش کرنیکے لیئے آئے کہ فوج کی طرف سے عدیدیت پسندی کا اعلان کردیا جائے۔ مگراس کے برعکس فوج نے یہ اعلان کردیا کہ عمومیت کے اصول کے قیام کا وقت آگیا ہے۔

صفحہ ۴۹۵

اس دوران میں اسپارٹیوں کو ایشیا میں کوئی خاطر خواہ کامیابی نہیں ہوئی۔ اُنکے اور فرنا بازو کے درمیان ایک مفاہمہ ہوگیا۔ کلیارخوس ہلیسپونٹ گیا مگر وہ صرف بائی زنطہ پر ہی قبضہ کرسکا۔ ظاہر ہے کہ اس مختصر کامیابی پر اسپارٹی کسی طرح قناعت نہ کرسکتے تھے اس لیئے استیوخوس کے خلاف اسپارٹی بیڑے میں سخت بے اطمینانی پھیل گئی اور سرقوسیوں اور تھوریئی کے باشندوں نے اسے کھلی کھلی باتیں سُنائیں الغرض میندار وس نے استیوخوس کو امیر البحر اعظم کے عہدے سے علیحدہ کردیا اور واپسی میں اس کے ساتھ سرقوسی رہبر ہرموا کراتیس ملطہ کے بعض سفرا جو تسافرنز سے بیزار تھے اور خود تسافرنز کا ایک فرستادہ باہمی شکایات کا دفتر پھیلانے کیلئے اسپارٹا گئے۔ تسافرنز نے جیسے ہر شخص اسپارٹا کا دوست سمجھے ہوئے تھا اپنا حق دوستی پورے طور پر ادا نہیں کیا۔ اسپندوس کے قریب ۱۴۷ فینقی کشتیاں پڑی ہوئی تھیں جن سے وہ کام لے سکتا تھا اور اسپارٹی یہ سمجھے ہوئے تھے کہ ان کشتیوں سے اُن کی مدد کی جائیگی لیکن گو تسافرنز اسپندوس گیا مگر اُس نے ان کشتیوں کا ملاحظہ تک نہیں کیا۔ اب چونکہ الکبیادیس اپنے ہم وطنوں کو یہ دکھانا چاہتا تھا کہ ایرانی اسے بہت مانتے ہیں اس لیئے خود بھی اسپندوس کے قریب مقام فاسے لس پہنچ گیا۔

جب عدیدیوں نے دیکھا کہ اُن کے سفیر بیکار گئے اور بیکار ہی واپس آگئے تو اُنھیں سخت ناامیدی ہوئی اور ان میں سے جو سب سے زیادہ عیار تھے مثلاً تھرامنیس اور ارسطو قراطیس وہ عدیدی گروہ سے علیحدہ ہوگئے مگر بہت سے مثلاً فری نخوس، ارسطارخوس اور انتی فون برابر اپنے قدیم اصول پر ہی قائم رہے اور اے تیونیا کو جو پرئی اوس کے مغربی کنارے پر واقع تھا قلعہ بند کرلیا تاکہ

جس وقت چالیس پیلوپونیسری بیڑے کو بندرگاہ میں راہ دیدیں اُس کے بعد فری نخوس اور انتی فون مع چند دیگر عدیدیوں کے پیلوپونیزیوں کی عملی مدد حاصل کرنے کیلئے اسپارٹا گئے۔ اب تھرامنیس بالکلیہ اُن کے خلاف ہوگیا اور اپنے قدیم ساتھیوں کے مقاصد کی صحیح ترجمانی کرکے یہ ظاہر کیا کہ جو اسپارٹی بیڑا القونوی ساحل پر مجتمع ہو رہا ہے وہ دراصل پرئی اوس کے لیئے ہے۔ اب نازک وقت آپہنچا تھا۔ مگر ایسے اتیھنزیوں کی تعداد جو اپنے پیارے وطن کو اسپارٹا کے قبضے میں دیکھنا چاہتے تھے زیادہ نہ تھی اور آخر میں عدیدیوں کو اپنے ہی اسلحہ سے ہزیمت پہنچی۔ جب فری نخوس اسپارٹا سے واپس آیا تو کسی نے اسے ایوان مجلس سے چند قدم کے فاصلے پر بر سر بازار قتل کردیا اور لطف یہ ہے کہ قاتل کم از کم کچھ عرصہ تک لاپتہ رہا[۵۱۶]۔ اس کے بعد جو ہوپ لیت اے تیونیا کی قلعہ بندی میں مصروف تھے اُنھوں نے بھی اپنا کام چھوڑدیا اور اپنے سردار الک سیکلیس کو گرفتار کرلیا۔

صفحہ ۴۹۷

اب تھرامنیس اُنکے پاس گیا اور ان سے کہا کہ بغاوت کا وقت آگیا ہے اس کے کہنے سے اُنھوں نے اے تیونیا کا قلعہ مسمار کردیا اور خود پرئی اوس سے شہر میں آکر بازار کے قریب اناکیوم کے مقام پر پڑاؤ ڈال دیا۔ آخر کار ان میں اور مجلس چارصد میں یہ طے پایا کہ دیونی سوس کے تماشہ گاہ میں باہمی گفتگوئے مصالحت کا آغاز ہو۔ مگر یہ گفت وشنود شروع ہی ہوئی تھی کہ بیالیس پیلوپونیزی جہاز جن کا ذکر اتنے دن سے سننے میں آرہا تھا آخرکار سالامس پہنچ گئے۔ جس کی وجہ سے اتیھنز کی آبادی تو سب کی سب پرئی اوس واپس آگئی اور جہاز راس سونیوم کا چکر لگا کر اور وپس چلے گئے۔ اتیھنزیوں نے بھی چھتیس جہاز جمع کیئے اور اُنھیں لیکر وہ پیلوپونیزی بیڑے سے جنگ آزما ہوگئے۔ مگر اس لڑائی میں اُن کے بائیس جہاز بالکل بیکار ہوگئے

---

۵۱۶ طوسی ویدشس ۸/ ۹۲۔ مقابلہ کیا جائے Lyo. Leocr ۱۱۲۔ پلوٹارک (الکبیا دیس ۲۵) ہرمون کا نام لیتا ہے۔ مگر وہ غالباً طوسی ویدشس کے مذکورہ بالا فقرے کا مطلب نہیں سمجھ سکا۔ سیاس کہتا ہے (۱۳/ ۸) کہ کالیدون کا باشندہ تھراسی بولوس فری نخوس کا قاتل تھا۔ مگر طوسی ویدشس اس سے لاعلم تھا۔ قاتل کو جو انعام دیا گیا اسکے لیئے ہکس ۵۶ = ڈٹن برگر ۴۳ کا مطالعہ کیا جائے۔

اس جنگ میں اریتریہ نے دشمن کو مدد دی تھی۔ اب سوائے اوریوس کی نوآبادی کے باقی تمام جزیرہ یوبیہ نے علم بغاوت بلند کر دیا اور اس طرح ایتھنزیوں سے زیادہ اسپارٹیوں کو یوبیہ آنے جانے میں آسانی ہوگئی۔ اگر اسپارٹیوں میں ذرا زیادہ جان ہوتی تو وہ اسی وقت خاص ایتھنز کو بھی مغلوب کر لیتے مگر طوسی ویدیش سچ کہتا ہے کہ ان میں سرقوسیوں کے برابر بھی دم نہیں تھا۔

جمعیت عوام کا جلسہ حسب معمول پنکس میں ہوا اور اسمیں ایتھنزیوں نے حکومت کی باگ ان پانچ ہزار کے ہاتھ میں دیدی جنھیں چارسو کی مجلس نے کبھی طلب نہیں کیا تھا۔ ان پانچ ہزار میں وہ سب شہری شامل تھے جو خود اپنے خرچ سے ہوپ لیت فوج کے اسلحہ خرید سکتے تھے اور اس طرح سولن کے بنائے ہوئے صرف تین طبقوں کے پاس حقوق شہریت باقی رہ گئے۔ اس کے ساتھ ہی مختلف عہدوں کی تنخواہیں بند کر دی گئیں اور چند مقنن نظام حکومت کی تفصیل تیار کرنے کیلئے مقرر کیئے گئے۔ طوسی ویدیش کی یہ رائے کہ اس کی زندگی میں اس دستور سے بہتر کوئی دستور مرتب نہیں ہوا[17] ممکن ہے کہ جہانتک محض اصول کا تعلق ہے یہ صحیح ہو مگر عملاً حقیقت سے بہت دور تھی اور یہ دستور صرف اسی وقت تک نافذ رہ سکا جبتک ایتھنزی بیڑے کے ملاح کہیں اور مصروف رہے۔ اس تحریک کا ایک نتیجہ یہ ہوا کہ ارسطارخوس نے جو مجلس چارصد کا ایک رہبر تھا سرحدی قلعہ اوئے نوئے کو اسپارٹیوں کے قبضے میں دیدیا اور وہاں جو لشکر متعین تھا اس سے یہ کہدیا کہ خود ایتھنزیوں ہی نے قلعہ کو بیوتیوں کے سپرد کر دیا ہے۔ مگر چند روز کے بعد خود ارسطارخوس کو کسی نے ایتھنز میں مار ڈالا[18]۔ پساندر الک سکلیس اور بعض دیگر عدیدی دیکلیا کو بھاگ گئے۔ آرکے بطلیموس، اونوماکلیس اور انتی فون پر یہ جرم عائد کیا گیا کہ انھوں نے اسپارٹی سفارت میں حصہ لیا تھا۔ اور غداری کا مقدمہ قائم کیا گیا

صفحہ ۴۰۷

[17] طوسی ویدیش ۸، ۹۷۔ دستور کے قیام کے لیئے نیشر "جنگ پیلوپونیز کے آخری ایام میں ایتھنز کے دستور کے متعلق تحقیقات" بازل ۱۸۸۴ء ("مکتوبات مختصر" جلد ۱) اور ڈنومو تھے ثانی یا مقنون کے لیئے گلبرٹ ص ۳۲۲ کا مطالعہ کیا جائے۔

[18] ارسطارخوس کے اختتام کے لیئے Lyc. Leocr ۱۱۵ دیکھا جائے۔

جس میں تھرامنیس نے اپنے قدیم دوستوں کے خلاف تقریر بازی کے جوہر دکھائے ان میں سے اونوماکلیس تو بھاگ گیا باقی دونوں کی گردن اڑادی گئی[۱۹]

جنگ اب فرنا بازو کے ملک یعنی شمالی ایشیائے کوچک میں جاری تھی اور یہ ایتھنز کے لیئے خاص اہمیت رکھتی تھی اس لیئے کہ اس نواح میں سب سے زیادہ مابہ النزاع مسئلہ غلے کی درآمد کا تھا۔ سب سے پہلے میندا روس ہلیسپونٹ کی طرف چلا۔ تھراسی بولوس اور تھراسی لوس کا ارادہ تھا کہ وہ دردانیال پر اسکی مزاحمت کرینگے۔ مگر ایرےسوس کے محاصرے کی وجہ سے وہ لسبوس سے نہ جا سکے اور میندا روس آخر کار ہلیسپونٹ میں داخل ہوگیا۔ اب چند ایتھنزی جہازوں نے جو ستوس کے قریب پڑے ہوئے تھے یہ کوشش کی کہ وہ ایکین بھاگ جائیں مگر ان میں سے چار کو پیلوپونیزیوں نے گرفتار کرلیا۔ اب میندا روس ابی دوس کی طرف چل دیا اور ایتھنزی اپنے جہازوں میں بیٹھ کر ایرےسوس سے ایلائیوس گئے جو تھریسی جزیرہ نما کے جنوبی گوشے میں واقع ہے۔ اس طرح اسپارٹیوں نے ایشیائی ساحل اور ایتھنزیوں نے یورپی ساحل کے ایک حصے پر قبضہ کرلیا۔ اس کے پانچ روز کے بعد چھہتر ایتھنزی اور چھیاسی پیلوپونیزی کشتیوں کے درمیان راس کینوسیما کے قریب لڑائی ہوئی جس میں ایتھنزیوں کو ہی فتح ہوئی اور اس لڑائی کے وجہ سے کیزیکوس جو چند روز کیلئے باغی ہوگیا تھا پھر ایتھنز سے جا ملا۔ علاوہ ازیں ایتھنزیوں کا ایشیائی ساحل کے بلدیہ پاریوم پر بھی قبضہ ہوگیا[۲۰]۔ تسافرنز نے ان واقعات کو جو اس کے مد مقابل

[۱۹] انتی فون کے اختتام کے لیئے طوسی ویدش ۶۸/۸۔ اور پلوٹارک "انتی فون" کا مطالعہ کیا جائے اور اس کا بلاس جلد ۱ سے مقابلہ کیا جائے۔

[۲۰] اس زمانے میں ایشیائی بلدیات کبھی ایک کے قبضے میں آجاتے تھے کبھی دوسرے کے۔ اور ہم پورے طور سے حقیقت حال کا اندازہ نہیں کرسکتے۔ اس کے لیئے کیزکوس اور تھاسوس کی مثال کافی ہے۔ جنگ کا حال طوسی ویدش ۱۰۳/۸ تا ۱۰۷ میں دیا ہوا ہے اور ۱۰۹/۸ میں طوسی ویدش تسافرنز کے افسوس کے سفر کا حال بیان کرکے اپنی کتاب ختم کردیتا ہے۔ اس کے بعد فوراً زینوفون کی کتاب "ہیلے نیکا" شروع ہوتی ہے۔ اب واقعات کا تعین نہایت مشکل ہوجاتا ہے۔ مجھے بیلوخ سے اختلاف ہے اور اس کے برعکس میں براٹن باخ "(تمہید تاریخ زینوفون۔ برلن صفحہ وغیرہ)" کا اتباع

صفحہ ۴۹۸

فرنا بازو کی حدود میں پیش آ رہے تھے اتنی اہمیت دی کہ وہ بذات خود ایک مرتبہ پھر میدان عمل کے قریب آ گیا اور ایفی سوس کی راہ لی۔ اُدھر اتیھنزی ایک اور لڑائی میں جوابی دوس کے قریب ہوئی تھی کامیاب ہوئے جس میں ایک طرف الکبیادیس اور دوسرے جانب فرنا بازو نے اپنی بہادری کے جوہر دکھائے۔ آخرکار تسافرنز نے محض اس خوف سے الکبیادیس کو گرفتار کر لیا کہ مبادا کہیں اتیھنزیوں کا پلہ بہت بھاری نہ ہو جائے۔ مگر یہ چالاک سرباز بہت جلد فرار ہو گیا (سنہ ۴۱۰ ق م) اب اتیھنزیوں نے ایک نہایت عمدہ بیڑا جس میں چھیاسی جہاز تھے جمع کیا اور ان پیلوپونیزیوں کے خلاف قسمت آزمائی کی جو امیر البحر مینداروس کی زیر کمان کیزکوس میں پڑے ہوئے تھے اور جنگی بروقت مدد کے لیئے فرنا بازو بالکل تیار تھا۔ اُن کے بیڑے پر جس میں ساٹھ جہاز تھے تھراسی بولوس اور تھرامنیس نے یک بیک حملہ کر دیا اور علاوہ سرقوسی جہازوں کے ان سب کو گرفتار کر لیا۔ ان باقی ماندہ سرقوسی جہازوں میں بھی ملاحوں نے آگ لگا دی۔ اس جنگ میں نہ صرف خود اسپارٹی امیر البحر مینداروس ہی کام آیا بلکہ اتیھنز کو اور بھی فوائد حاصل ہوئے۔ مثلاً کیزکوس، پرنتھوس یہانتک کہ خود تھاسوس میں بھی اتیھنزی علم اڑنے لگا۔ اور گو بائی زنطہ دشمن سے ملا رہا مگر اتیھنزی اب بھی مقابل کے ساحل پر قابض رہے بلکہ انھوں نے کرُوڑگیری کی ایک چوکی کریسوپولیس میں قائم کی اور یہ قاعدہ مقرر کیا کہ جتنے جہاز بحر اسود سے آئیں وہ سب اپنے مال غنیمت کا دسواں حصہ ادا کریں۔ واضح ہو کہ یہ محصول اسی محصول کے مشابہ تھا جس کا ہم نے اس باب کے ابتدا میں ذکر کیا ہے چونکہ اتیھنز کے حلیفوں نے خراج دینا بند کر دیا تھا اس لیئے ہر ممکن طریقے پر اتیھنزی کمانداروں کا روپیہ وصول کرتے اور اب انکے فرائض میں سب سے اہم فرض یہ ہی وصول زر رہ گیا تھا[۵۲۱] جس سے اُن کی مخالفت کی

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ کیا ہے۔ زینوفون نے تین سال کا جو حوالہ دیا ہے (۱/۴/۷) وہ اہم ہے اور اس سے غالباً وہ مدت مراد ہے جس تک سفیر محبوس رہا ہوگا۔ مگر بیلوخ کی ترتیب واقعات اس سے مختلف ہے۔ اب صرف چند مشکلات باقی رہتی ہیں (مثلاً امیر البحری کی مدت) لیکن انھیں نظر انداز کر دینا چاہیئے۔

۵۲۱ جنگ کیزکوس۔ زینوفون، تاریخ ۱/۱/۱۴۔ وغیرہ مفصلہ ذیل وہ مشہور مراسلہ تھا جو اسپارٹا

آگ اور بھی بھڑک اٹھی اسپارٹے میں پیلوپونیزیوں کی حالت ایتھنزیوں سے بہتر تھی ایرانی انھیں برابر مالی امداد دیئے چلے جاتے تھے۔ اور اب فرنا بازو نے انھیں کوہ ایدا سے بہت سی لکڑی دیدی جس سے انھوں نے متعدد جہاز تعمیر کرلیئے۔ ایتھنز کو جو فتوحات حاصل ہوئیں وہ بالکل بے کار تھیں جب کہ لکدمونیوں کے پاس ناقابل اختتام مالی اور جہازی وسائل موجود تھے۔

ظاہر ہے کہ پیلوپونیزی کسی طویل عرصے تک ایرانیوں پر تکیہ نہ کرسکتے تھے وہ یہ سوچنے لگے کہ جنگ کا خاتمہ ہوجانا ہی شاید بہتر ہوگا۔ شاہ آگس نے ایتھنز کے خلاف علم بلند کیا تھا مگر وہ بھی ایتھنز کو مغلوب نہیں کرسکا۔ اور اب اسپارٹیوں نے یہ طے کیا کہ جنگ کے پہلے کی صورت حال کے مطابق ایتھنز سے صلح کرلی جائے۔ لیکن ایتھنزیوں نے سرعموم کلیوفون کے کہنے سے اس تحریک کو مسترد کردیا[۱۱] اور اوائل ۴۰۹ ق م میں تھراسی بولوس نے ایشیا میں کچھ پیش قدمی کی یعنی کولوفون پر قبضہ کرلیا اور ملطہ کو شکست دی۔ مگر وہ ایفی سوس کا کچھ نہ بگاڑ سکا۔ ادھر یورپ میں اکائیہ نے اسپارٹی نوآبادی ہرقلیہ تراخی نی اے پر قبضہ کرلیا۔

صفحہ ۴۹۹

لیکن ان سب باتوں سے زیادہ اہم یہ سوال تھا کہ اس جنگ میں ایران کیا روش اختیار کرے گا اس لیئے کہ سب جانتے تھے کہ ایتھنز میں ہرگز اتنی سکت نہیں کہ اسپارٹا اور ایران دونوں کا مقابلہ کرسکے۔ جب ابتدا میں جنگ ایشیا میں پھیلی تھی تو

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ روانہ کیا گیا تھا۔ "بدقسمتی منھ دکھارہی ہے مینداروس راہی عدم ہوا۔ فاقے پہ فاقے ہورہے ہیں سخت مصیبت کا سامنا ہے" (زینوفون ۱، ۱، ۲۳)۔

[۱۱] اسپارٹا کی تحریک صلح کا ذکر دیودوروس ۱۳، ۵۲ میں ہے اور اسی کی بنا پر نیپوس: "الکیبیادیس" ۵ اور جسٹن ۵، ۴ میں بھی کچھ تذکرہ ہے۔ مگر زینوفون میں اس کا پتہ نہیں اس کے لیئے گلبرٹ ص ۳۳۶ اور بیلوخ ص ۶۰ کا مطالعہ کیا جائے اور گروٹ ۷، ۴ سے مقابلہ کیا جائے جس میں کلیوفون کے مخصوص طرزِ عمل کی داد دی گئی ہے۔ دیودوروس نے کلیوفون کی مخالفت کی ہے اور اسپارٹے میں تھیوپومپوس کا اتباع کیا ہے۔ کلیوفون پر سروریہ نویسوں نے بھی آوازے کسے اور کہا کہ وہ عمومیت پسند ہے۔ لی سیاس (۱۹، ۴۸) کی رائے ہے کہ کلیوفون ایک ذی عزت شخص تھا۔ لائیے: "کلیوفون ساکن ایتھنز" جریدہ تاریخ

ایران نے اپنے صوبہ داروں کو پورا اختیار دیدیا تھا کہ جو طرزِ عمل چاہیں اختیار کریں مگر جیسے جیسے دن گذرتے گئے ویسے ہی اس کی ضرورت محسوس ہونے لگی کہ صوبہ دار ایک مخصوص مرکزی طرزِ عمل کے پابند کردئے جائیں تاکہ وہ ایک دوسرے کا کاٹ نہ کریں اور اپنی عادت کے مطابق ایک دوسرے کی نقصان رسانی کے درپے نہ ہوں۔ تسافرنز اور فرنا بازو کی حکمت علی کے متواتر مدوجزر سے کوئی نتیجہ نہیں نکالا جاسکتا مگر ہم یہ وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ جب تسافرنز نے چند روز تک بظاہر اتینھریوں کا ساتھ دیا تو فرنا بازو نے بھی ان سے یہ وعدہ کرلیا کہ وہ اُنھیں بیس تالنت دیگا اور اتینھری سفیروں کے ساتھ اپنے ایک بدرقہ کو سوٗس بھیجیگا اور کالکیدون کو ہدایت کردیگا کہ وہ جملہ محاصل اتینھز کو ہی ادا کرے (۴۰۹ یا ۴۰۸ ق م)۔ سوٗس کے سفر میں اتینھریوں کے ساتھ ارگوسی ہی شامل نہ تھے بلکہ ہرموکراتیس بھی تھا جو صرف اس لیئے جارہا تھا کہ وہاں پہنچ کر اتینھز کے خلاف زہر پھیلائے۔ غرض یہ ہے کہ جو یونانی اپنے گھروں پر ایک دوسرے کی دشمنی میں ہمیشہ کمربستہ رہتے تھے وہ سلطنت ایران میں کمال اطمینان اور امن وامان سے سفر کررہے تھے اسی زمانے میں اتینھریوں کو ایک بہت بڑی کامیابی ہوئی شہر بائی زنطہ میں اسپارٹی کلیارخوس سپہ سالار تھا جب وہ روپیہ اور جہاز مہیا کرنے کے لیئے فرنا بازو کے پاس گیا تو اس کے غیاب میں اتینھریوں نے شہر کا محاصرہ کرلیا اور شہریوں کو بھوکا

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ (پیریس) جلد دوم ا- ۵ کا مقابلہ کیا جائے۔ فیشر اور دیگر مورخ جو اس کا اتباع کرتے ہیں دیموفانتوس کی تجویز عوام کی تاریخ کا تعین جس میں اصول عمومیت برقرار رکھنے کے حلف کا ذکر ہے ۴۱۰ یا ۴۰۹ ق م کرتے ہیں اور اس کی یہ توجیہ کرتے ہیں کہ غالباً اس سال تک عمومیت کا اصول مسلمہ ہوگیا ہوگا۔ اس کے لیئے ڈرواۓ سن: "دیموفانتوس وغیرہ"۔ برلن ۱۸۷۳ء اور گلبرٹ صفحہ ۳۴۲ کا مطالعہ کیا جائے۔ مگر کوئی قدیم مورخ مکمل عمومیت کے احیاء کا قطعی طور پر تذکرہ نہیں کرتا۔ اسی زمانے میں "چند کمشنوں" اور اُن کے "معتمدوں" نے چند اور قوانین مرتب کیئے ("مجموعہ نوشتہاے قدیمہ" ۵۷، ۵۸، ۶۱- موخرالذکر ہکس ۵۹۰ = ڈٹن برگر ۴۵ + شیول "عمال غیر معمولی" (کتابچہ بیادگار تھیوڈور موسن") برلن ۱۸۷۷ء صفحہ ۴۵۱ وغیرہ۔

مار کر انھیں مطیع ہونے پر مجبور کیا۔ اسپارٹا کیلئے یہ نقصان عظیم الشان تھا۔ مگر اسے ایک اور محاذ سے اطمینان بخش خبر موصول ہوئی۔ وہ یہ کہ پیلوس اور نسیہ سے اتیھنریوں نے اپنی فوج ہٹالی[۱]۔

قسمت کبھی اسپارٹیوں کی یاوری کرتی تھی کبھی اتیھنریوں کی۔ اور اگر ایران قطعی طور پر اسپارٹا کا طرفدار نہ ہو جاتا تو ایتھنز کو اب بھی اپنے آپ کو بچا لینے کا موقعہ حاصل تھا۔ لیکن فرنا بازو نے ایتھنزی سفرا کے سوس روانہ کرنے میں حتے المقدور دیر کی چنانچہ وہ ابھی گوردیون ہی میں تھے کہ اسپارٹی سفرا سوس سے آ بھی گئے اور میدان تدبر میں بازی جیتنے کا سہرا ان ہی کے سر رہا۔ شہنشاہ داریوش کا بیٹا کورش "ان تمام قوموں کا جو میدان کستولس میں مجتمع تھیں" (یعنی لدیہ فروجیہ اور کاپادوسیہ کا) صوبہ دار مقرر ہو کر آیا تھا۔ اسے پایہ تخت سے یہ حکم ملا کہ وہ اسپارٹا کی ہی مدد کرے یہ خبر سُنکر فرنا بازو نے ایتھنزی سفیروں کو آگے بڑھنے سے باز رکھا اور وہ جہاں تھے وہیں تین سال متواتر نظر بند رہے۔ اس کے بعد تسافرنزا اور فرنا بازو کے باہمی مناقشے ختم ہو گئے اور ساتھ ہی الکبیا دیس کا اثر بھی مفقود ہو گیا۔ شاہزادہ کورش اسپارٹا پر ہمیشہ نظر عنایت رکھتا تھا اور اب اس کی ایک ایسے اسپارٹی سے ملاقات ہو گئی جو اس سے خوب کام نکالنا چاہتا تھا۔

صفحہ ۵۰۰

یہ عجیب و غریب بات ہے کہ عین اس موقع پر جب ایتھنزیوں کی قسمت پلٹا کھا رہی تھی یعنی ۴۰۷ ق م میں الکبیا دیس ایتھنز واپس آجاتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ جب اسے اپنا قدم ایشیا سے ہل جانے کا یقین ہو گیا اس وقت وہ اپنے قدیم وطن کی طرف رجوع ہوا۔ اس کا طرز عمل ہمیشہ یہ ہی رہا تھا اور اُس نے اسی طرح ایتھنز سے اسپارٹا میں اور اسپارٹا سے ایشیا میں جا کر پناہ لی تھی۔ اُس نے یہ سمجھ لیا کہ کورش قطعی طور پر اسپارٹا کا طرفدار ہو گیا ہے اور یہ کوشش کرنا کہ وہ اسپارٹا سے منھ موڑ لے بالکل بے سود ہے۔ مگر یہ ممکن تھا کہ تسافرنزیا ارتابازو کو پھنسا یا جائے۔ غرض یہ ہے کہ

---

[۱] بائی زنطہ پر ایتھنزیوں کا قبضہ۔ زینوفون "تاریخ" ۱، ۴، ۹۔ اس کی وجہ سے اسپارٹی اناکسی لاؤس پر اسپارٹا میں مقدمہ قائم کیا گیا مگر آخر کار اسے رہا کر دیا گیا۔ پیلوس اور ہرقلیہ کا بیان زینوفون ۱، ۲، ۱۸ میں اور نسیہ کا دیودوروس ۱۳، ۶۴، ۶۵ میں ہے۔

اس کے لیئے اب بھی ایتھنز میں کوئی نہ کوئی جائے پناہ نکل سکتی تھی اور جب وہ آیا تو خالی ہاتھ نہیں آیا۔ اول تو اُس نے خلیج سیراموس سے جو کاریہ میں ہے ایک سو ٹالنت کی معتدبہ رقم جمع کی اور پاروس اور اسپارٹی سلح خانہ گیتھیوم میں ایتھنزی قوت وجبروت کا مظاہرہ کرکے ایتھنز کی طرف چلدیا۔ ایتھنز پہنچنے پر وہ کونون اور تھراسی بولوس کے ساتھ استراتی گوس مقرر ہوا۔ واضح ہو کہ کونون پہلی مرتبہ تماشہ گاہ تاریخ پر نمودار ہوا صفحہ ۵۰۱ اور تھراسی بولوس وہی تھا جس نے تھریس اور تھاسوس میں (جو ایتھنز سے باغی ہو گیا تھا) ایتھنزی اقتدار کو قائم رکھا۔ اور اس کی سیادت برقرار رکھی تھی۔ جس روز الکبیادیس پرئی اوس میں داخل ہوا وہ پلن تے ریا تیوہار کا دن تھا جو ماہ تھارگےلیون (یعنی مئی) میں آتا تھا۔ اس دن کا شگون یونانی ہمیشہ بُرا سمجھتے تھے اسی لیئے اسوراتھنیادیی کے اس بت کے چہرے پر جو قلعہ میں استادہ تھا نقاب ڈال دی جاتی تھی اور تمام اہم کاروبار بند کر دئیے جاتے تھے۔ الکبیادیس کو برابر یہ خطرہ لگا رہتا تھا کہ ایتھنز پہنچتے ہی اس کے دشمن اس پر وار کرینگے۔ مگر امید کے خلاف اس کی ہر ایک تدبیر کارگر ہوئی۔ اُس نے وہ خدمات جو اس کے تفویض کیئے گئے تھے نہایت عمدہ طور سے پورے کیئے۔ اور جب بوئے درومیون (یعنی ستمبر) کے مہینہ میں وہ ایک مقدس جلوس کے آگے آگے فوج کے ایک بدرقہ کے ساتھ الیوسس جا رہا تھا تو اسکا شہریوں پر نہایت اچھا اثر پڑا۔ اس اثر کے کئی اسباب تھے۔ ایک تو یہ کہ عرصہ دراز سے پیلوپونیسی خاص سرزمین اٹیکا میں پڑے ہوئے تھے اسلیئے طوعاً وکرہاً یہ جلوس سمندر کے راستے سے جایا کرتا تھا۔ اور جب الکبیادیس اس جلوس کو نہایت کامیابی سے خشکی کے راستے لے گیا تو لوگوں نے خیال کیا کہ ضرور یہ خبر کہ اُس نے اتھنیادیی کو ناراض کر دیا ہے غلط ہوگی۔ دوسرے اُس کی حرکات سے یہ بھی معلوم ہوتا تھا کہ خود شاہ آگس اس سے خوفزدہ ہے۔ غرض یہ ہے کہ کچھ عرصے کے بعد

سے تھاسوس میں ایتھنز کے از سر نو اقتدار کا حال زینوفون ۱،۴،۹ میں دیا ہوا ہے اور اس سے بیشتر کے واقعات ۱،۱،۳۲ سے معلوم ہو سکتے ہیں۔

الکبیادیس کے واپسی کا ذکر زینوفون ۱،۴،۱۲۔ مگر دیودوروس (۱۳،۶۸) نے ان ہی واقعات کے بیان کرنے میں مبالغہ آمیزی سے کام لیا ہے۔ اس ضمن میں پلوٹارک

وہ ایک سو جہاز آراستہ کرکے آخری مرتبہ اتیھنز سے چلدیا اور اندروس ہوکر جزیرۂ ساموس کی راہ لی۔

۴۰۷ء ق م میں اسپارٹی امیرالبحر لیساندر جو ایک نہایت ہی قابل سپہ سالار اور زیرک مدبر تھا ایشیا پہنچا اور پہنچتے ہی شاہزادہ کورش کے پاس جاکر اس سے دوستی پیدا کرلی۔ کورش نے اس کے ساتھ مشرقی انداز سے گفتگو کی اور کہا کہ میرے باپ نے مجھے پانچ سو تالنت اسپارٹیوں کی خدمت کے لیئے دئے ہیں لیکن اگر یہ رقم ناکافی ہوئی تو میں اپنے خانگی اخراجات کی مد سے اسپارٹیوں پر روپیہ خرچ کرونگا بلکہ ضرورت ہوئی تو وہ گنگا جمنی تخت جس پر میں اسوقت بیٹھا ہوا ہوں توڑکر اسپارٹیوں کی نذر کردونگا۔ مگر جب عمل کا وقت آیا تو اُس نے ایک درہم کی سی قلیل رقم بھی جس کی ہر ایک سپاہی کو روزانہ ضرورت پڑتی تھی نہ دی اور بالآخر اپنے یار غار لیساندر کی گو یا رعایت کرکے صرف چار اوبول فی کس دینے پر راضی ہوا لیکن باوجود ان تمام باتوں کے ایک فاش غلطی سرزد ہوجانیکی وجہ سے ایتھنزیوں ہی کو شکست ہوئی اور یہ موقعہ اس قدر نازک تھا کہ ایتھنزیوں سے ایک بھی چھوٹی سے چھوٹی غلطی نہ ہونی چاہیئے تھی۔ بہرحال الکبیادیس کی غیرموجودگی میں اسکے ماتحت انطاکوس نے حکام بالادست کی حکم عدولی کرکے پیلوپونیزی بیڑے پر جو ایفی سوس کے شمال میں پڑا ہوا تھا حملہ کیا۔ لیکن وہ پسپا ہوگیا اور اسے پندرہ جہازوں کا نقصان اٹھانا پڑا (۴۰۶ء ق م) ۔ ایتھنز میں ایک شخص تھراسی بولوس نے اپنی تقریروں میں اس شکست کا ذمہ دار الکبیادیس کو ٹھہرایا جس کی وجہ سے لوگوں نے اسے دوبارہ سپہ سالار مقرر نہیں کیا۔[۲۵] اور اپنی جان کے خوف سے وہ ایتھنز واپس آنیکے بجائے تھریسی خرسونیز

صفحہ ۵۰۲

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ الکبیادیس ۴۳ تا ۴۴ کا مقابلہ کیا جائے۔ اسمیں جو کچھ مبالغہ آمیزی ہے وہ اصل میں تھیوپومپوس اور دوریس سے اخذ کیگئی ہے۔ گلبرٹ کا خیال ہے کہ ایک لکدمونی سفارت جو ایتھنز کو اسیران جنگ کے آزاد کرنے کے لیئے گئی تھی اور جسکی توثیق اندرودتیون کے ایک جزو سے ہوتی ہے جو حال میں دریافت ہوا ہے دراصل اس زمانے کی ہے جب الکبیادیس ایتھنز میں ہی تھا۔

۲۵ یہ وثوق سے نہیں کہا جاسکتا کہ الکبیادیس کو معزول کیا گیا یا محض دوبارہ منتخب نہیں کیا گیا

چلا گیا جہاں اُس نے اپنے لیئے ایک قلعہ بنا رکھا تھا۔ اس کے بعد تمام واقعات ایتھنز کے خلاف رونما ہوتے رہے۔ اور ایتھنزیوں نے جوش میں آکر اپنے اعلٰے ترین سپہ سالاروں کے ساتھ نہایت برا سلوک کیا اور اُن کی بجائے عیاروں اور بے عقلوں پر بھروسہ کیا جس کی وجہ سے بالآخر اُنھیں زیر ہونا پڑا۔

۴۰۶ ق م میں لیساندر کی جگہ کالیکراتی دیس سپہ سالار اعظم مقرر ہوا یہ ایک نہایت مضبوط طبیعت کا آدمی تھا۔ اور اس میں ایک خاص خصلت ایسی تھی جو اُس زمانے میں کسی اور میں شاذ و نادر ہی پائی جاتی تھی یعنی یہ کہ اُس کو حقیقی معنے میں جذبہ "یونانیت" کا احساس تھا۔ وہ یہ برداشت نہ کر سکتا تھا کہ وہ ایرانیوں کے سامنے امداد موعودہ کے لیئے ہاتھ پھیلائے اور شاہزادے کے برآمدوں میں از راہ خوشامد ٹہلا کرے۔ چنانچہ اُس نے یہ اعلان کر دیا کہ وہ اسپارٹا واپس پہونچکر ایتھنز سے کوئی نہ کوئی مفاہمہ کرنے کی کوشش کریگا۔ اسکی جنگی کارروائی کا آغاز نہایت اعلٰے درجے کے کارناموں سے ہوا۔ اول تو اُس نے ملطہ سے روپیہ وصول کیا اس کے بعد متیھمنا پر قبضہ کرکے کونون کو متی لنہ کے بندرگاہ میں پناہ لینے پر مجبور کیا اور ایک سو ستر جہاز لیکر کونون کے ستر جہازوں کو شکست دی جنمیں سے تیس تو گرفتار کیئے باقیوں کا شہر کی فصیل تک تعاقب کیا جہاں اُنھیں چند روزہ قیام و آرام کا موقعہ مل گیا۔ اسی طرح کالیکراتی دیس نے دیومیدون کے بارہ جہازوں میں سے دس گرفتار کر لیئے۔ مگر متی لنہ کی ناکہ بندی کچھ زیادہ سخت نہ تھی جس کے باعث ایک ایتھنزی کشتی بندرگاہ سے نکل گئی اور ایتھنز جا کر شہریوں کو کونون کی کیفیت سے آگاہ کر دیا۔ اب ایتھنزیوں نے اپنی قوت مجتمع کرنی شروع کی۔ اُنھوں نے تیس دن میں ایک سو دس جہاز آراستہ کیئے۔ اور شہر کے ان تمام آزاد اور غلام باشندوں کو جن کی عمر جنگی خدمت کے قابل تھی جہازوں پر بٹھا کر روانہ کیا۔ ساموس پہونچنے پر وہاں کے دس اور باقی حلفا کے پاس سے تیس جہاز مزید آگئے اور جب متی لنہ پہونچے تو اُن کے پاس ڈیڑھ سو سے زیادہ جہاز تھے۔ اب کالیکراتی دیس نے

صفحہ ۵۰۳

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ گلبرٹ (صفحہ ۳۶۶) یہ فرض کر لیتا ہے کہ اس پر کلیوفون نے جو رہبر عموم تھا غداری کا الزام لگایا گیا ہوگا۔

پچاس جہاز تو کونون کی نگرانی کرنے کے لیئے چھوڑ دیئے اور ایک سو بیس کو لے کر
اتیھنریوں کا تعاقب کر کے ان سے جزائر آرگینوسائے کے قریب جنگ آزما ہوا۔
اس لڑائی میں اتیھنریوں کو کامل فتح ہوئی اسپارٹیوں کے ستر اور اتیھنریوں کے
صرف پچیس جہاز برباد ہوئے اور خود کالیکراتی دیس بھی کام آیا اس لڑائی کے بعد
اتیھنری سپہ سالاروں نے تھرامینس اور تھراسی بولوس کو کھلے سمندر میں اس
کام کے لیئے روانہ کیا کہ تباہ شدہ اتیھنری کشتیوں کے جو لوگ بچ گئے تھے انھیں
اپنے ساتھ لیں اور مردوں کی نعشوں کو ایک جگہ اکٹھا کریں۔ مگر سوء اتفاق سے
کشتیوں کو ایک طوفان نے آگھیرا اور وہ ان احکام کی تعمیل نہ کر سکے۔ بہر حال
اب کونون آزاد تھا اور وہ آپ نکل کر فتحمندہ بیڑے کی طرف چل دیا (ستمبر سنہ ۴۰۶ ق م)
اس شاندار فتح کے بعد اتیھنز میں جو کارروائی ہوئی وہ نہایت مکروہ اور
نفرت انگیز تھی[1]۔ یعنی جن سپہ سالاروں حسن خدمات کا اتیھنریوں کو شکریہ ادا کرنا چاہیئے تھا
اور جنھوں نے مادر وطن کو دشمن کے چنگل سے نکالا تھا انھیں معزول کر کے اُن پر
مقدمہ قائم کر دیا اُن میں سے ایراسی ندیس پر تو تغلب کا الزام لگایا گیا اور باقی سب پر
مجموعی طور سے یہ جرم قائم کیا گیا کہ انھوں نے مصیبت زدوں کی تکالیف دور کرنے کی
کوشش نہیں کی اور مُردوں کی نعشیں یکجا نہیں کیں لیکن اگر یہ جرم اُن سے سرزد ہوا بھی تھا تو
اس کا سب سے بڑا ذمہ دار خود تھرامینیس تھا چنانچہ اُسے یہ خوف لگا ہوا تھا کہ کہیں
اس سے جواب نہ طلب کیا جائے۔ باقی سپہ سالار نہ تو اس کی طرح ہوشیار تھے

[1] ان سپہ سالاروں کے خلاف جو آرگی نوسائے کی لڑائی کے موقع پر اتیھنری بیڑے کے کمانڈر
تھے جو کارروائی ہوئی اس کا ذکر زینوفون ۱/۷ میں ہے۔ دیودوروس (۱۳/۷، ۹-۱۰۲) نے
اس لڑائی کی تفصیل بیان کی ہے اس میں لفاظی بھری ہوئی ہے۔ اور باب ۷، ۹ میں کیسے کا جو
ذکر ہے اس کی وجہ سے میرا خیال ہے کہ اُس نے ایفوروس کا اتباع کیا ہوگا۔ آج کل کے
مورخوں میں سے ہربسٹ: "جنگ آرگی نوسائے" (ہامبرگ سنہ ۱۸۵۵ء) کا مطالعہ کیا جائے
گروٹ کا خیال ہے کہ اتیھنری سپہ سالاروں نے تباہ شدہ جہازوں کے ملاحوں کی تلاش
میں کافی سرگرمی نہیں دکھائی اس میں شبہ نہیں کہ سپہ سالاروں کا رویہ اس قدر متقیانہ نہ تھا
جتنا نکیاس کا جس کا تذکرہ پلوٹارک: نکیاس ۶ میں درج ہے۔ مگر اسی اتفاد رپر بہر کیا بی

اور نہ ان میں بدی کا مادّہ اس قدر بھرا ہوا تھا کہ اس پر اور تھراسی بولوس پر الزام رکھیں اس لیئے اُنھوں نے جواب دیا کہ طوفان کی وجہ سے مصیبت زدوںکو بچانا بالکل ناممکن ہوگیا تھا اس لیئے کوئی بھی مورد الزام نہیں ہے۔ اس کے برعکس تھرامنیس اور اس کے فریق نے لوگوں میں جوش پیدا کرنے کے معمولی طریقے اختیار کیئے اور ایک شخص کالکسے نوس نے مجلس کی طرف سے یہ مطالبہ کیا کہ سپہ سالاروں کو سزا دینے کے مسئلے پر رائے لی جائے۔ یہ طریقہ بالکل خلاف قانون تھا۔ دستور کے مطابق ہر شخص کو اختیار تھا کہ جب اس پر کوئی اتہام عائد کیا جائے تو وہ جواب دہی کرے۔ اور یوری پطلیموس نے کالکسے نوس پر یہ الزام لگایا کہ اُسنے اس قانون کی خلاف ورزی کی ہے جس کے بموجب اس قسم کی تحریک پر محض سرسری طور پر رائے لینا ناجائز ہے مگر عوام الناس کا جوش اس قدر بڑھ گیا تھا کہ اُنھوں نے فوری رائے زنی کا مطالبہ کیا اور گو حکیم سقراط نے جو پری تانیس میں سے ایک تھا یہ کہدیا کہ وہ اس کارروائی میں کوئی حصہ نہیں لینا چاہتا مگر اسکے

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ کی وجہ سے تونکیاس نے سرقوسہ کی مہم میں اتیھنری فوج کا قلع قمع کرادیا۔ اتیھنریوں کے طرز کارروائی کی داد ہرگز نہیں دی جاسکتی۔ اور سقراط کے انداز سے معلوم ہوتا ہے کہ اُنھوں نے ایک قانونی غلطی کی ہوگی۔ بلاشبہ اتیھنریوں کو یہ اختیار تھا کہ وہ اس امر کا تصفیہ کریں کہ اتیھنری سپہ سالاروں کو تباہ شدہ کشتیوں کے ملاحوں کو بچانے سے گریز کرنے کی سزا ملنی چاہیئے یا نہیں۔ وہ یقیناً اس کے مختار تھے کہ جتنا چاہیں مذہبی احکام کی تعمیل میں سختی کریں۔ مگر ہمارے پاس اس کا کوئی ثبوت نہیں کہ سپہ سالاروں نے تو اپنا فرض منصبی ادا کرنے میں کوتاہی کی مگر تھرامنیس نے نہیں کی۔ بلکہ جو کچھ تھرامنیس نے دیگر مواقع پر کیا ہے اس سے یہ ہی نتیجہ نکالا جاسکتا ہے کہ وہ ہی اس کا مرتکب تھا۔ اول تو وہ چارمو کا تقرر کراتا ہے اور پھر اُن کے زوال کا باعث ہوکر اُن کے مواخذے کے در پے ہوتا ہے اس کے بعد وہ یہی برتاؤ "تیس" کے ساتھ کرتا ہے۔ جب وہ اپنی آخری کوشش میں ناکام ہوا یعنی خود اپنی حفاظت نہ کرسکا اس سے پہلے ہی سے لوگوں نے اسے "کوتھورنوس" کا لقب دیا تھا جو ایسا جوتا ہوتا ہے جو دونوں پاؤں میں آجاتا ہے۔ اس سے یہ مراد تھی کہ وہ جدھر کی ہوا دیکھتا اسی طرف منہ کرلیتا۔ ان تمام باتوں کو مدنظر رکھا جائے تو یہ سمجھ میں آتا ہے کہ اُسنے

باقی ماندہ ساتھیوں میں اتنی جرأت نہ تھی اسلئے اُنھوں نے عوام کے حکم کی تعمیل کی۔ اب یوری بطلیموس نے یہ تحریک کی کہ کانونوس والی قرار داد کے مطابق سپہ سالاروں کے علٰحدہ علٰحدہ مقدمے ہونے چاہئیں لیکن یہ تحریک بھی نامنظور ہوئی اور اس کی بجائے کالکسے نوس کی تحریک منظور ہوگئی نتیجہ یہ ہوا کہ جو سپہ سالار ایتھنز میں موجود تھے یعنی فارقلیس ولد اسپازیہ، دیمومیدون، اراسی ندیس، تھراسی بولوس، لسیاس اور ارسطقراطیس یہ سب گیارہ عمال اعلٰے کے حوالہ کردیئے گئے اور ان سب نے زہر کا پیالہ پیکر اپنی اپنی جان دی۔

صفحہ ۴۰۵

سپہ سالاروں کی دردناک سزایابی سے اس انتہائی پستی کا اندازہ ہوتا ہے جو اس زمانے کے ایتھنزیوں کی عادات میں پیدا ہوگئی تھی۔ اگر محض اخلاقی نقطۂ نظر سے دیکھا جائے تو ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ مذہبی اور انسانی فرائض منصبی کی کوتاہی کی سزائے موت دی جاسکتی ہے۔ مگر یہ ممکن تھا کہ جو کچھ کارروائی کیجائے وہ قانون اور آئین کے مطابق ہو خصوصاً جب ملزم ایسے لوگ تھے جنھوں نے حال ہی میں ملک کو

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ محض اپنے کو بچانے کی غرض سے دوسروں پر الزام لگایا تھا۔ تھرامنیس نے اس کی کبھی تردید نہیں کی کہ اس کے پاس مصیبت زدہ ملاحوں کو بچانے کے احکام آگئے تھے۔ اور جب اُس نے ان احکام کی تعمیل نہیں کی تو وہ ضرور سزا کا مستوجب تھا۔ بلیوخ (سیاسیات ایٹکا صت[۸]) کی یہ خواہش ہے کہ کسی نہ کسی طرح سے تھرامنیس کے سر سے الزام ہٹائے اور وہ کہتا ہے کہ سپہ سالاروں کو یہ ہرگز نہ چاہیے تھا کہ اتنا اہم کام "دوماتحت افسروں" کے سپرد کردیتے (؟) ممکن ہے کہ یہ رائے درست ہو۔ مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اول تو تھرامنیس حکم عدولی کرے اور پھر اپنے افسران بالادست کو سزائے موت دلوادے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جس شخص پر بالآخر الزام لگایا گیا اور جس کی فضیحت کی گئی وہ تھرامنیس نہیں بلکہ کالکسے نوس تھا۔ مگر اس سے تھرامنیس کی برأت ثابت نہیں ہوتی۔ ایتھنزی خیالات کے بموجب کالکسے نوس محرک تھا اور اُسی کے سر ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ اصل میں تھرامنیس نے یہ چالاکی کی تھی کہ خود تو پیچھے رہا اور دوسروں کو آگے بڑھا دیا۔

ظاہر ہے کہ یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اس مواخذے میں کوئی عمدی سازش مضمر تھی۔

ایک عظیم الشان خطرے سے نجات دی تھی۔ ایسی حالت میں قانون کی خلاف ورزی کرنا نہ صرف انسانیت کے خلاف ہے بلکہ دور اندیشی کے بھی منافی ہے۔ اور اس سے ایتھنز میں یہ خیال پیدا ہوگیا کہ آئندہ سپہ سالاروں کا نقطۂ نظر یہ نہیں ہوگا کہ وہ فتح حاصل کرلیں بلکہ ان کا واحد نصب العین یہ ہوگا کہ سیاسی ہیجان پیدا کرنیوالوں کے انبوہ کثیر کو خوش رکھیں۔ اگر ایتھنزی مذہب پرستی کو مقدم اور حفاظت وطن کو موخر سمجھنے لگے تھے تو پھر ملک کا کہیں ٹھکانہ باقی نہ تھا۔ مذہب کی مبالغہ آمیز قدر ومنزلت کے علاوہ اس کارروائی کے دو اسباب اور بھی تھے اول تو لوگوں کی طبیعت میں اسی قسم کا جوش پیدا ہوگیا تھا جیسا کسی مریض کی طبیعت میں پیدا ہوجاتا ہے یعنی انھیں ہر کام میں مشکلات ہی مشکلات نظر آتی تھیں اور بجائے اس کے کہ وہ کسی خاص شخص کے حکم کا اتباع کریں جس کی انھیں اشد ضرورت تھی وہ عدیدی سازشوں کی وجہ سے متواتر خوف وہراس کی زندگی بسر کرنے لگے تھے۔ دوسرے یہ کہ تھرامنیس کا طرز عمل صریحاً وطنیت کے خلاف تھا اور اگر ہم اس کی زندگی کے تمام کارناموں پر نظر ڈالیں تو ہم اس نتیجے پر پہونچینگے کہ وہ سخت قابل گرفت تھا۔

مگر ایتھنز میں اس قدر تنومندی اور قوت اب بھی باقی تھی کہ ان واقعات کے بعد بھی اس کے زوال کے لئے کچھ عرصہ درکار ہو[سلسلہ]۔ اس کے برعکس پیلوپونیزیونکو جنھوں نے ایتیونیکوس کی ماتحتی میں بمقام خیوس اجتماع کیا تھا بہت سی مشکلات کا

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ مگر آخر وہ کون فریق تھا جو مذہبی ارکان پر بہت زور دیتا تھا۔ اور تھرامنیس کس گروہ کا رہبر تھا؟ ان سوالوں کا صرف ایک ہی جواب ہوسکتا ہے۔

حال کے زمانے میں ہرونیوس کی یونانی کتاب ”جنگ آرگینوسائے میں (جس کے اقتباس لانڈویر نے دئے ہیں) یہ دکھانے کی کوشش کی گئی ہے کہ الزام صرف یہ تھا کہ مُردوں کی تدفین“ میں کوتاہی کی گئی۔ اس میں شبہ نہیں کہ اُسے ایتھنزی ایک مذہبی گناہ تصور کرتے تھے۔

[سلسلہ] جیسے جنگ کی زکوس کے بعد اسپارٹیوں نے حالات ماقبل جنگ کی بنا پر صلح کرنی چاہی تھی ویسے ہی اب ارگینوسائے کی لڑائی کے بعد بھی صلح کرنی چاہی۔ مگر کلیوفون کی رائے کے مطابق ایتھنزیوں نے پھر انکار کردیا۔ ارسطوفانیس اپنے ناٹک ”غوکان“ میں

سامنا تھا اسلیئے کہ نہ تو اُن کے پاس روپیہ تھا نہ سامان خورونوش۔ اُنھوں نے مختلف واقعات اور حالات کا یہ نتیجہ نکالا کہ لیساندر کے بغیر چارہ کار نہیں اب انھوں نے اسے بلانے کیلیئے اسپارٹا کو لکھا۔ اسپارٹیوں نے اسے فوراً بھیجدیا لیکن چونکہ وہ قانوناً امیر البحر کے عہدے پر دوسری مرتبہ فائز نہیں ہوسکتا تھا اس لیئے اسے صرف نائب امیر البحر (اپیستولیوس) بناکر بیڑے کی کمان کا حکم دیدیا گیا۔ (۴۰۵ ق م) لیساندر نے پہلے تو کورش سے روپیہ وصول کیا اور پھر ایشیائے کوچک کے جنوب میں ایک مہم سر کرنے کے بعد ہلیسپونٹ پہنچا جہاں اتھنری پڑے ہوئے تھے۔ اور لمپساکوس پر قبضہ کرلیا۔ اس پر اتھنریوں نے اپنا بیڑا جس میں ایک سو اسی جہاز تھے مقابل کے ساحل پر بمقام ائی گوس پوتامی کھڑا کردیا اور یہاں لیساندر کی ترکیبوں اور اتھنری سپہ سالاروں کی حماقت سے لڑائی چھڑ گئی۔ کئی روز تک تو باوجود اتھنریوں کی للکار کے لیساندر چپ چاپ پڑا رہا۔ گو الکبیادیس اتھنری لشکر کے قریب ہی تھا اور اُس نے اُنھیں حقیقت حال سے آگاہ بھی کردیا تھا نیز اُن کے لشکر میں کونون جیسا قابل شخص بھی موجود تھا مگر باقی ماندہ سپاہ دار سخت ناقابل تھے اور منجملہ اُن کے کم سے کم ایک تو ضرور ملک فروش تھا۔ اُنھوں نے یہ خیال کیا کہ اسپارٹی اُن سے ڈر گئے۔ پانچویں روز اتھنریوں نے پھر اسپارٹیوں کو للکارا اور پھر اسپارٹیوں کی طرف سے کوئی جواب نہیں ملا۔ اب وہ ائی گوس پوتامی واپس چلے گئے اور سامان خورونوش جمع کرنے کے لیئے اپنی کئی جماعتیں بناکر دیہات میں پھیل کر بیڑے کی طرف سے بالکل لاپروا ہوگئے۔ اب لیساندر نے یکبیک اتھنریوں پر ایسا حملہ کیا کہ اُنھیں جنگ کے لیئے باترتیب صفیں بھی بنانے کا بھی موقعہ نہ ملا اور بیڑے کو پاش پاش کردیا۔ کونون صرف آٹھ اتھنری جہازوں کو

صفحہ ۵۰۵

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ دوسروں کے ساتھ کلیوفون پر بھی حملہ کرتا ہے۔ گروٹ کہتا ہے کہ ممکن ہے کنیرکوس اور آرگے نوسائے کی لڑائیوں میں خلط مبحث ہوگیا ہو اور اسپارٹیوں کی کوشش کا اسے یقین نہیں۔ جس سال آرگے نوسائے کی جنگ لڑی گئی ہے اس سال میں اتھنز کو اتنی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا کہ ارسطاطالیس کہتا ہے کہ اتھینا کے مجسمے تک پگھلا دیئے گئے۔ اور یقین ہے کہ اس زمانے میں پورسائے کو جنکا ذکر اس سے پہلے آچکا ہے بہت کام کرنا پڑا ہوگا۔

بچ سکا اور فرار ہو کر ایواغورس حاکم قبرس کے ملک میں چلا گیا[1]۔ پارالوس بھی ان جہازوں میں سے تھا جو بچ گئے تھے اور وہی یہ خبر بد لیکر ایتھنز پہونچا۔ لیساندر نے ان سب ایتھنزیوں کی جنھیں اُس نے گرفتار کیا تھا گردن ماردی مگر ادئی مانتوس بظاہر اس لیئے بچ گیا کہ اُس نے اپنے ساتھیوں کی اس تحریک کی مخالفت کی تھی کہ پیلوپونیزی قیدیوں کے ہاتھ کاٹ ڈالے جائیں لیکن اغلب یہ ہے کہ اسکے اور لیساندر کے درمیان کسی نہ کسی قسم کا غدارانہ معاہدہ ضرور ہوگیا ہوگا۔ اب ایتھنز کا خاتمہ ہو چلا تھا۔ نہ تو اس کے پاس جہاز رہے تھے نہ جہاز تعمیر کرنے کے ذرائع۔ مگر اسپارٹی اپنے مخالف شہروں کو تسخیر کرنے کے اصل راز سے واقف نہ تھے اسلیئے باوجود ایتھنزیوں کی ان تمام کمزوریوں کے لیساندر نے براہ راست ایتھنز پر حملہ کرنے کے بجائے یہ طے کیا کہ ایتھنز کو بھوکا مارے اور اس طرح انھیں ہتھیار ڈال دینے پر مجبور کردے۔ پہلے تو اُس نے ساموس کے علاوہ ایتھنز کے قدیم حلیفوں کو جو اس وقت تک اس کے طرفدار تھے (مثلاً بائی زنطہ اور کالکدون) اطاعت پر مجبور کیا۔ اور کئی ہزار ایتھنزیوں کو جن میں سے اکثر کلیروخ تھے ایتھنز روانہ کردیا تاکہ وہاں کے بھوکے باشندوں میں مزید اضافہ ہو۔ اُس نے حکومت اسپارٹا اور شاہ آگس سے جو دیکلیا میں تھا یہ کہلوا بھیجا کہ وہ دوسو جہاز لیکر پرئی اوس کی ناکہ بندی کیلئے آرہا ہے اس لیئے مناسب ہے کہ ساتھ ہی بری طرف سے بھی ایتھنز پر پوری قوت سے حملہ کردیا جائے۔ بالآخر یہی ہوا اور پیلوپونیزیوں نے تھریکے پیلون دروازے کے باہر باغیچہ اکاڈمی میں پڑاو ڈال دیا۔ اُدھر لیساندر نے پہلے تو میلوس اور ائی گنیا کے باقی ماندہ باشندوں کو اُنکی مملوکات واپس دیں اور پھر خود پرئی اوس کے

[1] طوسی ویدش ۷، ۴۰۔ لیساندر اور سرقوسیوں کی تدبیر میں کچھ فرق نہیں سوا اسکے کہ ایک کا دائرہ دوسرے سے ذرا زیادہ وسیع ہے جنگ ائی گوس پوتامی کا ذکر زینوفون ۲، ۱، ۲۰ وغیرہ میں ہے۔ لیساس کی اکیسویں تقریر میں تین اور مفرور جہازوں کا ذکر ہے اس لیئے ایسے جہازوں کی تعداد ۱۲ ہوجاتی ہے۔ غداری کے متعلق گروٹ (۸، (۲)، ۱۸۱) کا بھی یہی خیال ہے کہ غالباً لیساندر نے رشوت دی ہوگی۔ جنگ کے بعد کے واقعات کے لیئے دیکھئے لوکن باخ: جنگ ائی گوس پوتامی سے تیس کی حکومت تک کے واقعات اشتراس بورگ ۱۸۷۵ء۔

صفحہ ۵۰۶

مقابل نمودار ہوا۔

اب عدیدیوں کو اپنا کام ختم کرنا باقی تھا۔ اور چونکہ ایتھنز کا مسلح انبوہ اب بھی ہر شخص کی موت و زیست کا مختار تھا اور عدیدیوں کو یہ خوف تھا کہ اگر ذرا بھی قبل از وقت حرکت کی تو بس اُن کی جانیں سلامت نہیں اس لیئے اُنھیں اپنا کام مکمل کرنے میں بڑی دقت پیش آئی۔ سب سے پہلے تو عمومیت پسند کلیوفون کی گردن ماری گئی[۲۹] جس سے لوگوں پر بڑا اثر پڑا اور عوام نے شاہ آگس سے کہلوایا کہ اگر اُن کی فصیلیں اور پیرئی اوس صحیح و سالم اُن کے پاس رہیں تو وہ اسپارٹی لیگ میں بخوشی شامل ہو جائینگے۔ اسپر آگس نے جواب دیا کہ مناسب ہے کہ وہ اپنے سفیروں کو اسپارٹا ہی روانہ کریں۔ مگر جب سفیر بھیجے گئے تو اُنھیں سیلاسیا پر روک دیا گیا اور یہ پیام دیا گیا کہ اُن کی تحریکیں ایسی ہونی چاہئیں کہ اُنھیں خود اسپارٹا منظور کرے۔ لیکن ایتھنزی اپنی فصیلیں مسمار کرنا نہیں چاہتے تھے۔ ساتھ ہی اُنھیں یہ بھی خوف تھا کہ مبادا ان سے نہ صرف فصیلوں کی مسماری کا بلکہ ان سے بھی سخت شرائط کا مطالبہ کیا جائے۔ اس لیئے ان میں اشتباہ اور بے چینی کے آثار نمایاں ہو گئے اور اُن کی یہ خواہش ہوئی کہ اُنھیں اسپارٹا کے مطالبوں کا علم ہو جائے تاکہ اُنھیں اطمینان نصیب ہو۔ اب تھرامنیس نے کہا کہ اگر ایتھنزی چاہیں تو وہ اسپارٹا کی خواہشات دریافت کر سکتا ہے۔ چنانچہ اسے روانہ کر دیا گیا اور وہ اپنے مقصد کی انجام دہی کیلئے تین ماہ متواتر لیساندر کے پاس رہا اور اس دوران میں کوئی اطلاع ایتھنز روانہ نہیں کی۔ آخر جب راستہ دیکھتے دیکھتے ایتھنزیوں کی حالت اور زیادہ پست ہو گئی تو اُس نے اُنھیں اطلاع دی کہ اُس کا اسپارٹا جانا نہایت ضروری ہے اس لیئے کہ وہ شرائط جو ایتھنز پر عائد کیئے جائینگے وہیں طے ہونگے۔ بالآخر وہ اسپارٹا روانہ ہو گیا۔ وہاں کورنتھ اور تھبز نے یہ رائے دی کہ ایتھنز بالکل مسمار کر دیا جائے مگر اسپارٹا نے جواب دیا کہ وہ بلدیہ جس نے یونان کی آزادی کے لیئے یہ اتنی جد و جہد کی ہے اسے برباد کرنا

صفحہ ۵۰۷

---

[۲۹] زینوفون (۱، ۷، ۳۵) کے نزدیک کلیون اپنے ساتھیوں کے ایک جلسے میں مقتول ہوا لیسیاس کا بیان ہے کہ اسے باضابطہ سزائے موت دی گئی۔ ایتھنزی فصیلیں ۱۶ مر میونی کیون (اواخر ماہ اپریل) کو مسمار ہوئیں۔ پلوٹارک: "لیساس" ۱۵۔

ہرگز مناسب نہیں۔ آخر کار یہ طے پایا کہ ایتھنز اپنی طویل دیواریں اور پرئی اوس کے استحکامات مسمار کردیں، سوائے بارہ جہازوں کے باقی سب اسپارٹا کے حوالے کردیں، جلا وطنوں کو واپس آنے کی اجازت دیدیں اور بری اور بحری اطاعت قبول کریں۔ تھرامنیس نے ایتھنزیوں کو ان شرائط کی اطلاع کردی اور ایتھنزیوں نے اُنھیں منظور کرلیا۔ چنانچہ لیساندر ۱۶ میونی کیون (اپریل) کو پرئی اوس میں داخل ہوا اور اسی روز ایتھنزیوں اور اس کے دشمنوں نے بانسری کی لے پر طویل دیواریں منہدم کرنا شروع کردیں۔ اس سماں سے متاثر ہو کر اسپارٹیوں سے نہ رہا گیا اور اُنھوں نے یہ نعرہ لگایا کہ "اب یونان کی آزادی کا دور شروع ہوگیا"۔

اسپارٹیوں نے ایتھنز کے ساتھ ایک حد تک اعتدال آمیز سلوک کیا اور اسے اسپارٹی لشکر کو شہر میں رکھنے کے لیئے بھی مجبور نہیں کیا۔ ظاہر ہے کہ اس کے ماتحت علاقے تو سب غائب ہوگئے لیکن اگر اس کی طویل دیواریں مسمار نہ ہوئی ہوتیں تو اس کا کوئی ذاتی نقصان نہ ہوتا۔ مگر اس ترحم آمیز سلوک سے اس کا اصل سبب یہ بھی ظاہر ہوتا ہے عدیدیوں نے اس شرط پر شہر کو اسپارٹیوں کے حوالے کرنے کا وعدہ کیا تھا کہ شہر اُنھی کے قبضے میں رہے گا تاکہ وہ اپنے مقاصد کے حصول کیلئے جو چاہیں کریں۔ یہ واقعہ کسی خاص نوشتے سے ثابت نہیں ہوتا لیکن اگر ہم جنگ تناگرا، مجسمہ جات ہرمیس کی قطع و برید، چارسو کی حکومت کے واقعات، فری نخوس کی تدابیر، آرگی نوسائے کی جنگ کے بعد تھرامنیس کی روش، آئی گوس پوتامی میں ایک مخصوص سپہ سالار کے ساتھ سلوک اور تھرامنیس کا لیساندر کے پاس بھیجا جانا، ان سب واقعات پر غور کریں تو اس نتیجے پر پہونچینگے کہ ایتھنز کے زوال کا باعث صرف عدیدی گروہ ہی تھا جس کی نہ صرف دیرینہ آرزو برآئی بلکہ یہ موقعہ بھی مل گیا کہ خود اس کو اور اہل اسپارٹا کو اقتدار حاصل ہو جائے۔ بلاشبہ ان واقعات سے خود ایتھنزیوں پر بھی حرف آتا ہے لیکن اگر وہ ناقابل تکمیل باتوں کی خواہش نہ کرتے یا محض دیوتاؤں کی ناراضی کے خیال سے عقلمندانہ راستے سے گریز نہ کرتے تو پھر وہ ایتھنزی کہلائے جانے کے مستحق بھی نہ ہوتے۔

صفحہ ۵۰۸

نوٹ باب ۲۸

اسناد

سنہ ۴۱۱ ق م کے موسم سرما تک کے واقعات کے لیئے طوسی ویدِش کا آٹھواں مقالہ اتنا ہی مستند سمجھنا چاہیئے جتنے اس کی کتاب کے باقی ماندہ مقالے اس لیئے کہ اگر طوسی ویدِش نظر ثانی پر اس کی مزید تزئین کرتا تو اس سے اس کے معتبر ہونے میں کوئی اضافہ نہ ہو جاتا۔ اور موسم سرما سنہ ۴۱۱ ق م سے زینوفون: "ہیلنیکا" ("تاریخ یونان") کتاب اول و دوم باب ۱ و ۲ کا مطالعہ کرنا چاہیئے۔ جہاں تک اس تاریخ کے استناد کا سوال ہے میں ل. برائٹن باخ سے کلیتہً متفق ہوں اور اُن کی دلیلوں کا حوالہ دینا کافی سمجھتا ہوں جو اُنھوں نے "ہیلنیکا" کی دوسری اشاعت کی تمہید میں بیان کی ہیں (برلن، وائیڈمان۔ سنہ ۱۸۸۶ء) میں زینوفون کے بیان میں کہیں اصول عمومیت کی مخالفت نہیں پاتا اس لیئے واحد ہمعصر تاریخی سند کے اعتبار سے میں اس کی بہت قدر کرتا ہوں۔ اس کے بعد دیودوروس (۱۳، ۳۴ وغیرہ) اور پلوٹارک ("لیساندر" اور "الکبیادیس") کا رتبہ ہے۔ دیودوروس کے لیئے فولکوارڈسن: "تحقیقات" وغیرہ تتمہ ۳ اور برائٹن باخ کی تمہید کا (جس کا ابھی حوالہ دیا گیا ہے) (ص ۷ وغیرہ) مطالعہ کیا جائے۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سنہ ۴۱۱ ق م سے سنہ ۳۹۴ ق م تک کے واقعات کا مآخذ (۱۳، ۴۲ تا ۱۴، ۱۰۱) بہت بڑی حد تک تھیوپومپوس اور سنہ ۳۹۴ ق م سے سنہ ۳۸۶ ق م (۱۴، ۱۱ تا ۱۳) تک کے لیئے غالباً افوروس ہے۔ تھیوپومپوس پر اس کے استاد ایسوکراتیس کے منظور نظر الکبیادیس کی جانبداری کا شبہ کیا جاتا ہے اور دیودوروس کسی جدید یا مفید معلومات کا اضافہ نہیں کرتا۔ پلوٹارک کی "الکبیادیس" کے لیئے ہمارے پاس فریکے کی تصنیف (لائپزگ سنہ ۱۸۶۹ء) اور "لیساندر" کے لیئے شٹیڈ سے فیلٹ: "مآخذ

سوانح عمری لیساندر مرتبہ پلوٹارک" بون ۱۸۶۶ء ہیں اور براٹن باخ کی پلوٹارک کے حسن و قبح کی تنقید عام طور پر عمدہ ہے (ص۱۲ وغیرہ) پلوٹارک نے جو اس زمانے اور طرز معاشرت کی تصویر کھینچی ہے اس سے ہماری معلومات میں بہت اضافہ ہوتا ہے۔

اس دور کی سنویت جس کا حال زنیوفون بیان کرتا ہے غیر متعین ہے اس لئے کہ وہ خود صحت کی پابندی نہیں کرتا۔ حال کے نقادوں کی دو متضاد رائیں ہیں۔ اور ہیلوخ اور اُس کے ہم خیال مورخ ہر واقعہ کو براٹن باخ (ص۸۰ تا ص۸۵) سے ایک سال بعد کا بتاتے ہیں مگر میں براٹن باخ سے متفق ہوں۔ جنگ آئی گوس پوتامی کے بعد کے واقعات کے لیئے لیسیاس کی بعض تقریروں کی بھی ایک حد تک سند ہے مگر انھیں غیر جانبدارانہ نہیں خیال کرنا چاہیئے۔ (براٹن باخ ص۶۸)۔

صفحہ ۵۱۶

باب ۲۹

جزیرۂ سسلی کے حالات

سنہ ۴۱۳ ق م سے سنہ ۴۰۴ ق م تک

جو حالات بلاد مغرب میں رونما ہو رہے تھے وہ سسلی کی مہم کے بعد مشرقی ممالک میں پیش آنے والے واقعات کے بالکل مطابق تھے۔

اہل سرقوسہ نے اپنی فتح یابی کے بعد اپنے دستور کو از سر نو ترتیب دینے کا تہیہ کرلیا اور یہ کام دیوکلیس کے سپرد کیا جس نے پچھلی جنگ میں کارہائے نمایاں انجام دیئے تھے۔ انھوں نے اعیانی سرگروہ ہرموکراتیس کو شہر بدر کرکے باشندوں سے یہ قرارداد منظور کرالی کہ آیندہ جملہ عہدے قرعہ اندازی سے پر کیئے جائینگے مگر کچھ ہی عرصہ گذرنے پایا تھا کہ قرطاجنہ سے جنگ چھڑ گئی جس کی وجہ سے نہ صرف تمام امور تہ و بالا ہو گئے بلکہ عمومیت کا دور دورہ بھی ختم ہو گیا۔ اس جنگ کے اسباب مفصلۂ ذیل تھے:۔

سگستا اور **سلی نوس** میں حسب معمول پھر جھگڑے چھڑ گئے۔ ایتھنز کے اقتدار کا تو خاتمہ ہو ہی چکا تھا اب صرف قرطاجنہ ہی ایسا ملک رہ گیا تھا جس کے سامنے سگستا دست استدعا پھیلا سکتا تھا۔ خود قرطاجنیوں کا نصب العین یہ تھا کہ سسلی کے یونانیوں کی قوت و اقتدار کو حد سے نہ بڑھنے دیا جائے اور انھیں یہ خوف تھا کہ اگر سلی نوس کے باشندوں نے سگستا پر قبضہ کرلیا تو اس کا بدیہی نتیجہ یہ ہوگا کہ جزیرے کے مغربی حصے میں بھی یونانی برسر اقتدار ہو جائیں گے اس کے علاوہ قرطاجنیوں نے ابھی یونانیوں سے اس شکست کا بدلا نہیں لیا تھا جو انھیں سنہ ۴۸۰ ق م میں ہوئی تھی۔ انھیں یہ بھی معلوم تھا کہ بیرونی اقوام کے نزدیک ایتھنز بلاد یونان کا گویا قائم مقام ہے اس لیئے اس کی عظیم الشان شکست سے تمام یونانیوں کو نیچا دیکھنا پڑا ہے۔ بہرحال جس طرح اسپارٹا کے کہنے سے ایرانیوں نے

صفحہ ۵۱۷

مشرقی یونان کے امور میں ثالث بالخیر بن کر ان تمام نقصانات کا ازالہ کر دیا تھا جو انھیں کیمون اور تمسطاکلیس کے زمانے میں برداشت کرنے پڑے تھے بعینہ اسی طرح اب مغربی یونان میں وقت آگیا تھا کہ وہ اقوام جنھیں یونانی وحشی کے نام سے پکارتے تھے اپنی قوت وجبروت کا سکہ بٹھا دیں۔ یہ امر قابل لحاظ ہے کہ جسطرح سنہ ۴۸۰ ق م میں ایرانیوں اور قرطاجنیوں نے بہ یک وقت یونانیوں پر حملہ کر دیا تھا ویسے ہی اب بھی ان دونوں نے ایک ساتھ یونانی معاملات میں مداخلت کی۔

گو قرطاجنیوں نے نہایت زور وشور سے تیاریاں شروع کیں مگر بالفعل انھوں نے اپنی پوری قوت کا مظاہرہ نہیں کیا۔ سگستا کے باشندوں نے سرقوسہ سے بھی مدد کی التجا کی تھی اور خود قرطاجنہ نے سگستا اور سلی نوس کے جھگڑوں کا تصفیہ کرانے کے لیئے اسی کو دعوت دی تھی مگر بجائے اس کے کہ سرقوسی کسی قسم کی مداخلت کریں انھوں نے یہ لایعنی طریقہ اختیار کیا کہ ایک طرف تو سلی نوس سے اچھے تعلقات جاری رکھیں اور دوسری طرف قرطاجنہ اور سرقوسہ کے باہمی تعلقات بھی خراب نہ ہونے پائیں۔ اس سے ان کا یہ مقصد تھا کہ جب سلی نوس اور قرطاجنہ میں جنگ ہو تو وہ عام یونانی طرز عمل کے مطابق سلی نوس کی مدد بھی کر سکیں اور ساتھ ہی قرطاجنہ سے بھی برسرپیکار نہ ہوں۔ مگر یہ بعید از قیاس تھا کہ قرطاجنی یونانی قانون بین الاقوام کی ان باریکیوں کی زیادہ پروا کرتے۔

ابتدا میں قرطاجنیوں نے سگستا کو تھوڑی سی مدد دی۔ مگر اس کا یہی نتیجہ نکلا کہ باشندگان سلی نوس کے غیظ وغضب کی آگ اور بھی مشتعل ہوگئی۔ آخر سنہ ۴۰۹ ق م میں قرطاجنہ کی عظیم الشان جنگی تیاریاں تکیل کو پہونچ گئیں اور کم سے کم ایک لاکھ سپاہیوں کی ایک فوج سامان جنگ ساتھ لیکر ساٹھ جنگی جہازوں اور پندرہ سو بار برداری کی کشتیوں میں سسلی روانہ ہوئی۔ یہ جمعیت شاہ ہنی بعل کے زیر کمان تھی جو اسی ہملکار کا پوتا تھا جو جنگ ہمرا کے موقعہ پر سنہ ۴۸۰ ق م میں مارا گیا تھا۔ قرطاجنیوں نے جزیرے میں قدم رکھتے ہی سلی نوس پر حملہ کر دیا۔ انھوں نے فصیل کو توڑ کر راہ نکالنے کے تمام جنگی طریقے ختم کر دیئے اور آخر صرف نو روز کے محاصرے کے بعد شہر پر قابض ہوگئے

یونانیوں کو انسانوں کی جانوں کا بہت خیال رہتا تھا اور ہم اس سے واقف نہیں کہ انھوں نے کبھی کسی شہر پر یلغار کرکے قبضہ کیا ہو۔ مگر مشرقی اقوام کے نزدیک کسی متنفس کی کوئی حقیقت نہ تھی اور خصوصاً جب لڑنے والے سپاہی محض اجرتی ہوں (مثلاً اس حملے کے وقت جس کا اس وقت ذکر کیا جا رہا ہے) تو وہ انھیں بلا تامل قربانی چڑھا دیتے تھے۔ الغرض قرطاجنیوں نے سلی نوس کو تاراج کرکے اس میں آگ لگادی اور شہر کے بت خانوں کو اس قدر نقصان پہونچایا کہ ان میں سے جنکی دیواریں کھڑی بھی رہ گئیں وہ زمانہ آئندہ میں زلزلوں کی وجہ سے خود بخود منہدم ہوگئیں۔

صفحہ ۵۱۸

اس کے بعد قرطاجنی فوج ہمرا کی طرف روانہ ہوئی۔ اگرچہ قرطاجنیوں کو اس شہر سے کوئی خاص خصومت نہ تھی مگر ان کا اصلی نصب العین یہ تھا کہ سسلی سے یونانیوں کی بیخ و بن اکھاڑ کر پھینک دیں۔ جب انھوں نے سلی نوس پر حملہ کیا تھا تو حلیفوں کے پاس سے ٹھیک وقت پر کمک نہیں پہونچ سکی تھی۔ اب ہمرا کے حملے کے موقع پر کمک تو پہونچ گئی مگر یہ ناکافی تھی۔ یعنی دیوکلیس صرف چار ہزار سرقوسیوں کو لیکر آگیا اور سرقوسی بیڑا بھی جو ایشیائی ساحل پر گشت کر رہا تھا شامل ہوگیا۔ مگر جب یونانیوں اور قرطاجنیوں میں جنگ ہوئی تو یونانیوں کو ہی ہزیمت ہوئی اور یہ سنکر کہ قرطاجنی ہمرا چھوڑ کر خاص سرقوسہ پر حملہ کرنے والے ہیں سرقوسیوں نے واپس ہوکر اپنے شہر کی راہ لی۔ لیکن قبل اس کے کہ آخری سرقوسی سپاہی جائے قرطاجنیوں نے ہسپانوی اجیر سپاہیوں کی مدد سے شہر ہمرا پر قبضہ کرکے بہت سے شہریوں کو گرفتار کرلیا اور شہر کو بالکل تاراج کردیا۔ یونانی قاعدے کے بموجب مرد تو فوراً تہ تیغ کردیئے گئے عورتیں اور بچے غلام بنا دیئے گئے اور سسلی کا ایک حصہ دولت قرطاجنہ کے ماتحت ہوگیا۔

اس وقت تک سسلی کے یونانی قرطاجنہ کے حملے کی مدافعت میں کچھ زیادہ زور بھی نہ دکھانے پائے تھے کہ ہرموکراتیس بھی آپہونچا۔ اسوقت تک حکومت سرقوسہ نے اس کی جلا وطنی کا حکم منسوخ نہیں کیا تھا اور اب وہ فرنابازو سے کچھ روپیہ لیکر سسلی آیا اور قرطاجنیوں کے خلاف (جن کے لشکر کا بیشتر حصہ

قرطاجنہ واپس چلا گیا تھا) بطور خود لڑنے لگا۔ یونانیوں اور قرطاجنیوں کے باہمی تعلقات ویسے ہی تھے جیسے ایرانیوں اور یونانیوں کے اور دونوں میدانوں میں بعض جانباز یونانیوں نے تقریباً خود مختارانہ انداز سے دشمنوں کے ساتھ جنگ آزمائی شروع کردی تھی۔ اسی طرح ہرموکراتیس نے سلی نوس کے ایک حصے پر قبضہ کرکے اسے قلعہ بند کرلیا اور ان سرقوسیوں کی لاشیں جنھیں ہمراکی فصیل کے سامنے چھوڑ دیا گیا تھا اپنے ہمراہ لیکر اس امید پر سرقوسہ آیا کہ شاید اس کارگزاری کے معاوضے میں اسے اپنے وطن مالوف کو واپس آنے کی اجازت ملجائے۔ (واضح ہو کہ یونانیوں کے اس قسم کے احساسات کا اندازہ جنگ آرگے نوسائے کے بعد کی کارروائی سے بخوبی کیا جاسکتا ہے جو ان واقعات کے دوسال بعد یعنی ۴۰۶ء ق م میں ہوگی)۔ مگر ہرموکراتیس کو اس تدبیر سے بھی کوئی خاطر خواہ فائدہ نہ ہوا۔ اور جب وہ جلاوطنی کی مزید تکالیف برداشت نہ کرسکا تو اس نے اپنی قسمت کا دارومدار ایک آخری وار پر رکھ کر خاص شہر سرقوسہ پر حملہ آور ہوا۔ مگر جب وہ شہر کے بڑے چوک میں پہنچا تو وہاں شہریوں نے اُس کی مع اس کے اکثر ساتھیوں کے گردن ماردی +

صفحہ ۵۱۹

اب قرطاجنیوں نے اپنی جنگی کارروائیاں پھر جاری کیں اور جزیرے کے شمالی حصے میں اپنے قدم جمانے کے لیئے ایک نیا شہر تھرمے آباد کیا (جسے اب ترمینی امیریزے کہتے ہیں)۔ اس شہر نے بہت ترقی کی مگر رفتہ رفتہ اس میں یونانیت کا عنصر غالب ہوگیا۔ اُنھوں نے جنوب میں بھی اپنی فتوحات جاری رکھیں اور اکراگاس پر جو سرقوسہ کے بعد سب سے متمول اور طاقتور شہر تھا حملہ کردیا۔ اکراگاس قرطاجنہ جیسے قوی اور نڈر دشمن کے حملے کی مدافعت کے لیئے تیار نہ تھا وہاں کے باشندے دولت کی افراط کی وجہ سے اس قدر عیش پرست ہوگئے تھے کہ ان کے متعلق جو قصے زبان زد عام تھے وہ باشندگان سیبارس کے قصوں سے بھی ایک قدم آگے بڑھے ہوئے تھے۔ اکراگاس کا سب سے مشہور باشندہ گیلیاس یا تیلیاس تھا اور اس کی نسبت یہ کہا جاتا ہے کہ جو بے یار و مددگار شخص شہر میں داخل ہوتا اسے وہ کوئی نہ کوئی تحفہ ضرور پیش کرتا۔ اسکے گوداموں میں

تین سو حوض تھے اور ہر حوض میں ایک سو امفورائے یعنی نو سو گیلن (قریب ۸۲ من) شراب آتی تھی۔ گویا ان میں کل دو لاکھ ستر ہزار گیلن (قریب ساڑھے چوبیس ہزار من) شراب ہر وقت موجود رہتی تھی۔ جب اس شہر کے ایک اور باشندے نے جس کا نام انتین تھینیس تھا اس کی لڑکی سے شادی کی تو اس نے تمام شہریوں کو دعوت دی۔ کہا جاتا ہے کہ اس کی برات میں آٹھ سو گاڑیاں تھیں اور جب برات روانہ ہوئی تو شہر کے مختلف موقعوں پر اور تمام قربان گاہوں پر آگ جلا کر اور روشنی کی گئی۔

اکراگاس کے استحکامات نہایت عمدہ حالت میں تھے اور قرطاجنیوں کو اس جگہ سلی نوس یا ہمرا سے زیادہ مشکلات کا مقابلہ کرنا پڑا۔ اکراگاس کا رقبہ بہت وسیع تھا اس لیے اس کا محاصرہ بھی کوئی آسان کام نہ تھا اور یہاں کے باشندوں کو تیاری کرنے کا بھی کافی موقعہ مل گیا تھا۔ قرطاجنی ایک ہزار باربرداری کی کشتیوں پر کم سے کم ایک لاکھ بیس ہزار سپاہیوں کو لائے مگر پہلے ہی حملے میں انھیں پسپا ہونا پڑا یعنی چالیس سرقوسی جنگی جہازوں نے اتنے ہی قرطاجنی جہازوں کو ایرکس کے قریب شکست دی۔ اکراگاس کا اپنا کوئی بیڑا نہ تھا اور جب سرقوسیوں نے پچاس اور قرطاجنی جہاز آتے ہوئے دیکھے تو انھوں نے بحری مدافعت کا خیال بالکل ترک کر دیا۔ قرطاجنیوں نے اول تو اکراگاس کی فصیل شق کرنے کی کوشش کی مگر اس میں انھیں کامیابی نہیں ہوئی۔ اسی دوران میں ان کے لشکر میں وبا پھیل گئی اور اسی میں سپہ سالار ہنی بل بھی راہی عدم ہو گیا۔ ہنی بل کے بعد اسکے رشتے کا بھائی ہملکون افواج قرطاجنہ کا سپہ سالار مقرر ہوا مگر اس کے آتے ہی دافنے یوس کی سرکردگی میں سرقوسی کمک آگئی اور اس نے قرطاجنیوں کو ایک ابتدائی مقابلے میں شکست دی۔ لیکن یہ شکست فیصلہ کن ثابت نہیں ہوئی اور [illegible] کہ عین وقت پر اکراگاس والوں کی ہمت اور جرأت نے ساتھ چھوڑ دیا [illegible] حسب قرار داد شہر سے نکل کر یلغار نہیں کی اور محاصرہ برابر جاری رہا۔ اب مشکل یہ آپڑی کہ قرطاجنی لشکرگاہ میں قحط کے آثار نمودار ہوئے اور ظاہر ہے کہ جس لشکر میں اجیر سپاہیوں پر دارومدار ہو وہاں مال غنیمت کے حصول کی خواہش کے بعد اگر

صفحہ ۵۲۰

کسی چیز کی اہمیت ہوسکتی ہے تو وہ صرف سامان خورونوش ہے۔ جہاں یہ ختم ہوا اور سپاہی لازمی طور پر مضطرب ہوگئے۔ الغرض قحط پڑنا تھا کہ **قرطاجنیوں** پر ایک عام مایوسی سی چھاگئی۔ مگر عین وقت پر **ہملکون** نے یہ سنکر کہ بہت سی سرقوسی کشتیاں سامان خورونوش لیئے ہوئے **اکراگاس** جارہی ہیں اُن پر حملہ کیا اور انھیں گرفتار کرلیا۔ اب صورت حال بالکل پلٹ گئی یعنی بجائے **قرطاجنی** لشکرگاہ کے **اکراگاس** میں قحط پڑگیا اور **ہملکون** کو یہ موقعہ مل گیا کہ جو اجیر سپاہی **اکراگاس** میں تھے اُنھیں ورغلانے کی ترکیبیں اختیار کرے کمپانیہ کے سپاہی تو پندرہ **تالنت** کے عوض حکومت سے منحرف ہوگئے۔ اور جب پندرہ مزید تالنت سے **اسپارٹی ڈیکسی پوس** کی مٹھی گرم کی گئی تو اُس نے یقین کے ساتھ کہا کہ شہر میں ہرگز اتنا سامان خورونوش نہیں کہ کامیابی کے ساتھ مدافعت کی جاسکے۔ اور اول تو ایک ہی اسپارٹی کئی ہزار **کمپانیوں** کے برابر تھا مگر اُس نے **اطالوی** سپاہیونکو بھی ترغیب دی کہ وہ بھی **اکراگاس** سے چلے جائیں اور اُس کے بعد **صقالویوں** نے بھی یہ محسوس کیا کہ کھانے پینے کی اشیاء کی کمی کی وجہ سے مدافعت بے سود ہے اور وہ بھی شہر چھوڑکر اپنے اپنے گھر چلے گئے۔ یہ سب کچھ تو بہ آسانی سمجھ میں آسکتا ہے مگر جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ خود **اکراگاس** کے باشندوں نے مزید مدافعت کا خیال چھوڑ دیا تو ہم انگشت بدنداں رہ جاتے ہیں۔ تاریخ یونان قدیم میں بزدلی کی جتنی مثالیں ہمیں ملتی ہیں یہ ان سب سے بڑھی ہوئی ہے اور اس میں شبہ نہیں **اکراگاس** کے **قرطاجنہ** کی ماتحتی قبول کرلینے سے دنیا کو ہرگز زیادہ نقصان نہیں پہنچا۔ شہر کے جو باشندے معمر یا بیمار تھے وہ شہر ہی میں چھوڑ دیئے گئے اس لیئے کہ ان کی وجہ سے تندرست لوگوں کی تیزروی میں خلل پیدا ہوجانیکا اندیشہ تھا **گیلیاس** مستثنیات سے تھا۔ جب اُس نے یہ دیکھا کہ **اتھینا** کا بت خانہ جس میں اُس نے پناہ لی ہے اُس کا مامن نہیں بن سکتا تو اس میں آگ لگادی اور خود بھی اسی میں بھسم ہوگیا۔ آخرکار **قرطاجنیوں** نے شہر پر قبضہ کرلیا اور اسے تباہ و برباد کرنے اور بے شمار مال غنیمت لے جانے میں کسر نہیں چھوڑی۔ صفحہ ۵۲۱

اکراگاس والوں کی عقلیں زائل ہونے کا صرف ایک عذر پیش کیا جاسکتا ہے وہ یہ کہ دیگر **صقالوی یونانیوں** نے بھی کچھ زیادہ جرأت اور ہمت کا مظاہرہ نہیں کیا تھا جس بلدیہ کا رویہ بہترین تھا وہ **سرقوسہ** تھا۔ مگر یہاں کے باشندے بھی اپنے سپہ سالاروں کی

خدمات کے جو انھوں نے اس جنگ میں انجام دی تھیں کچھ زیادہ معترف نہ تھے سرقوسہ اپنے آپ کو تمام جزیرے کا پشت پناہ سمجھتا تھا اور وہ اپنے زعم میں حق بجانب بھی تھا وہاں کے باشندے جزیرے کی حفاظت کے گویا ذمہ دار تھے۔ اب مسئلۂ زیر بحث یہ تھا کہ سرقوسہ آئندہ کیا امر اختیار کریگا۔ ایتھنزیوں کو وہ ضرور شکست دیچکا تھا مگر حال کے نقصانات کا ذمہ دار سوائے اس کے کون ہوسکتا تھا؟ بلا شبہہ اس شکست کی اصل وجہ یہ تھی کہ اس کے سپہ سالار نااہل اور کماندار ناقابل لاپرواہ لوگ تھے۔ کم سے کم عوام الناس کی رائے یہی تھی اور اس کا اعلان ایک نوجوان دیونی سیوس نے کیا جو کسی زمانے میں ہرموکراتیس کا دوست اور ساتھی تھا۔ اس نے جمعیت عوام کے سامنے آکر کہا کہ غلطی اصل میں انتخاب کے وقت ہوئی یعنی سپہ سالاروں کے تقرر کے وقت قابلیت کا لحاظ نہیں کیا گیا بلکہ انھیں محض عالی نسبی کی وجہ سے مقرر کر دیا گیا تھا۔ اور اس نے خود اپنا مع چند اور اشخاص کے انتخاب کرایا۔ مگر اسے اپنے ساتھیوں پر بھی کامل اعتماد نہیں تھا جس کی وجہ سے وہ ہمیشہ ان سے الگ تھلگ رہتا تھا۔ اس کی یہ تحریک بھی منظور ہوگئی کہ جو لوگ جلا وطن کیئے گئے ہیں وہ واپس بلا لیئے جائیں۔ اس کے بعد اس نے شہریوں کو یہ ترغیب دی کہ وہ اسے گیلا بھیجدیں جس پر اکراگاس کے بعد قرطاجنہ نے حملہ کر دیا تھا اور جہاں دیکسی پوس (جس کے ناقابل اعتبار ہونے میں شبہہ نہ تھا) یونانی افواج کا کماندار تھا۔ گیلا پہنچکر دیونی سیوس نے پہلے تو اعیانی حکمرانوں کو معزول کیا پھر ان کی املاک ضبط کیں اور انکی قیمتوں سے اجیر سپاہیوں کو (جنھیں اس وقت تک کچھ نہیں ملا تھا) تنخواہیں بے باق کیں اسکے بعد وہ یک بیک سرقوسہ واپس آیا اور وہاں پہنچکر عوام الناس کے سامنے اپنے ساتھیوں پر غداری کا الزام لگا کر انھیں بھی معزول کر دیا اور اپنا انتخاب بطور واحد سپہ سالار افواج کے کرالیا۔ بعد اس کے یہ قرارداد بھی منظور کرالی کہ سپاہیوں کا مشاہرہ دوگنا کر دیا جائے۔

صفحہ ۴۲۲

اس طرح دیونی سیوس کو ایک خودسر حکمران کا اقتدار تو حاصل ہوگیا مگر اس وقت تک اس کے ماتحت اپنی ذاتی حفاظت کے لیئے کوئی فوجی رسالہ نہ تھا۔ اور اس کے حصول کے لیئے اس نے ازمنۂ قدیمہ کے قاعدے کے مطابق ایک چال چلی

وہ لیون تی نی میں فوجی قواعد کرا رہا تھا۔ رات کے وقت وہ دفعتاً اپنے خیمے سے یہ چلاتا ہوا باہر نکل آیا کہ مجھے کسی شخص نے قتل کرنے کی کوشش کی ہے اور یہ کہکر شہر کے قلعے میں پناہ لی۔ دوسرے ہی دن سرقوسی لشکر نے (جو اس مقام پر اپنے ہم وطنوں کے گویا قائم مقام تھے) اس کے لیئے چھ سو کا ایک محافظ دستہ منظور کیا جس کے سپاہیوں کی تعداد دیونی سیوس نے بڑھاکر ...اکردی اور اس کو لیکر نہایت تزک و احتشام سے سرقوسہ میں داخل ہوا۔ اس طرح دیونی سیوس سرقوسہ کا خودسر حاکم ہوگیا اور وہاں کے باشندوں نے اس کی حکومت صرف اس لیئے تسلیم کرلی کہ وہ اسے اپنا نجات دہندہ سمجھتے تھے۔ ظاہر ہے کہ اس موقع پر صقالوی یونانیوں کو ایک قابل رہنما کی ضرورت بھی تھی قرطاجنیوں کی ظفرمندی کے تین اسباب تھے۔ ایک تو ان میں سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ جو کچھ وہ کرتے تھے بالکل نڈر ہوکر کرتے تھے۔ دوسرے وہ اپنی تمامتر توجہ اس خاص امر کی طرف منعطف کردیتے تھے جو انھیں بروقت اہم معلوم ہوتا اور اسی پر اپنی تمام کوششیں صرف کردیتے۔ تیسرے اُن کی حرکات نہایت مستعجلانہ ہوتی تھیں اور وہ کسی بات کی نسبت نہایت جلد تصفیہ کرلیتے تھے۔ ایسے دشمن کا مقابلہ کوئی مجلس ہرگز نہ کرسکتی تھی بلکہ اس کے برعکس یہ ضروری تھا کہ جنگ کا تمام انتظام ایک فرد واحد کے سپرد کردیا جائے۔ اگر کوئی ایسا شخص مل جاتا جو آزادی پسند عقلمند، صاحب رائے اور ہردلعزیز ہوتا تو اس سے بہتر کیا ہوسکتا تھا لیکن جب ایسا شخص ناپید تھا اور ساتھ ہی شہر کو دشمن کی دست برد سے بچانا بھی ناگزیر تھا تو پھر سرقوسیوں کو ناچار ایسے حکمراں پر قناعت کرنی پڑی جس کی خودغرضی میں کسی کو کلام نہ تھا۔ دیونی سیوس اسی طرز کا آدمی تھا۔ اور لوگوں کی جو امیدیں اسکے ساتھ وابستہ تھیں اس نے انھی کے مطابق، اپنے فرائض منصبی کو انجام دیا۔

اس خودسر کی ابتدائی کارروائیاں قابل اطمینان نہیں ثابت ہوئیں۔ موسم بہار ۵۰۶ ق م میں ہملکوں نے تباہ شدہ اکراگاس سے نکل کر گیلا کا محاصرہ شروع کردیا۔ یہاں کے شہریوں کو یہ امید تھی کہ دیونی سیوس آکر اُن کی ضرور مدد کرے گا اس لیئے انھوں نے ابتدا میں قرطاجنی حملے کی خوب مدافعت کی دیونی سیوس نے مدد ضرور کی مگر اس مہم میں یونانیوں کو امید کے مطابق کامیابی نہیں ہوئی۔ ان کا

خیال تھا کہ گیلا کی مغرب میں جو قرطاجنی لشکرگاہ ہے اس پر پانچ طرف سے یک بیک حملہ کردیا جائے۔ یعنی پیدل فوج کے تین حصے مشرق کی جانب سے جائیں ایک ساحل کے متوازی راستے سے، دوسرا شہر میں ہوکر اور تیسرا شہر کے شمال کی طرف سے۔ اور یہ مع سوارے اور بیڑے کے بہ یک وقت قرطاجنی فرودگاہ پر حملہ کرکے اس پر قبضہ کرلیں۔ لیکن اس قسم کے حملوں میں مشکل یہ پیش آتی ہے کہ مختلف حملوں کا جو وقت مقرر کردیا جاتا ہے اس میں دشواریاں پیدا ہوجاتی ہیں اور بالآخر ناکامی کا منھ دیکھنا پڑتا ہے۔ یہی اس مرتبہ بھی ہوا قرطاجنیوں نے یونانی فوج کو یکے بعد دیگرے شکست دیدی۔ **دیونی سیوس** یہ نہیں چاہتا تھا کہ جب باقی تمام رسالوں کو شکست ملنے کے بعد وہ خود کسی خطرے کا سامنا کرے اس لئے جس رسالے کا وہ سپہ دار تھا اس نے لڑنے سے کلیتہً گریز کیا اور گیلا کا تخلیہ کرکے وہاں کے تمام باشندوں کو اپنے ہمراہ لیکر خالی شہر کو **قرطاجنیوں** کے لئے چھوڑ دیا۔ ظاہر ہے کہ سپہ سالار کی معمولی سے معمولی جماعت بھی یہ کارروائی کرسکتی تھی اور شہریوں کی آزادی کو اسطرح قربان کرنے کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ اسی وجہ سے **سرقوسیوں** نے **دیونی سیوس** پر غداری کا الزام لگایا مگر یہ قرین قیاس نہیں معلوم ہوتا کہ اُس نے غداری کی ہو اسلئے کہ یہ قاعدہ ہے کہ ایک فوجی افسر ہمیشہ فتح کو شکست پر ترجیح دیتا ہے۔

صفحہ ۵۲۳

اس لڑائی کے بعد **دیونی سیوس** نے **کامارینا** کے شہریوں کو بھی **سرقوسہ** روانہ کردیا اور خود بھی ادھر ہی کی راہ لی۔ اس کا اصل مقصد یہ تھا کہ جزیرے کی تمام یونانی قوت کو ایک جگہ مجتمع کردیا جائے۔ مگر **سرقوسہ** میں اس کے بہت سے دشمن تھے اور اُنھوں نے ایک سازش کرکے اس کی حکومت کا قریب قریب خاتمہ کردیا۔ واقعہ یہ ہوا کہ فوج کے سوارے میں اعیانی خاندانوں کے جو نوجوان افراد شامل تھے اُنھوں نے جبراً **سرقوسہ** میں داخل ہوکر **دیونی سیوس** کا خزانہ لوٹ کر اُس کی بیوی پر اس قدر سختیاں کیں کہ وہ بیچاری جانبر نہ ہوسکی۔ اور بظاہر یہ معلوم ہونے لگا کہ **دیونی سیوس** کے اقتدار کا خاتمہ ہوگیا۔ مگر وہ نہایت تیزی سے داخل ہوا اور اپنے دشمنوں کو بڑے چوک میں شکست فاش دیکر ایک مرتبہ پھر شہر کا مالک بن گیا۔

اگر بالفرض دیونی سیوس نے کبھی نرمی سے حکومت کرنے کا ارادہ کیا بھی ہو تو اب اس کا کوئی موقعہ باقی نہ تھا۔ شہری اس سے سخت متنفر تھے اور اسکی جنگی قابلیت کے بھی کچھ زیادہ معترف نہیں تھے۔ مگر وہ اس کی جس خصلت سے خوفزدہ رہتے تھے وہ یہ تھی کہ جب وہ کچھ کرنا چاہتا تو نتائج کی مطلق پروا نہ کرتا۔ چنانچہ اس نے اپنی حکومت نہایت سختی کے ساتھ برقرار رکھی۔ بلکہ اس کے عہد میں کبھی کبھی جو نرمی کا برتاؤ ہوا ہے وہ خاص خاص مصلحتوں کی بنا پر صرف بروقت روا رکھی گئی تھی۔

صفحہ ۵۲

اب ہملکون کے لئے سرقوسہ کا راستہ کھلا ہوا تھا۔ مگر بدقسمتی سے اس کی فوج میں وبا پھیل گئی جس کی وجہ سے اس میں کمزوری کے آثار ظاہر ہونے لگے اور بالآخر مندرجہ ذیل شرائط دیونی سیوس نے پیش کئے جنھیں قرطاجنی سپہ سالار نے منظور کر لیا۔ (۱) جزیرے کا مغربی حصہ جو قدیم زمانے سے قرطاجنیوں کا چلا آتا تھا اُن ہی کی ملک رہے اور سکانی قوم جو مغربی سمت میں آباد تھی اُنھیں اپنا حاکم تسلیم کرلے۔ (۲) سلی نوس، اکراگاس، گیلا، کاماریںا اور ہمرا کے شہریوں کو اپنے اپنے بلدیات میں واپس آنے کی اجازت دی جائے مگر اس شرط پر کہ وہ قرطاجنیوں کو خراج ادا کیا کریں۔ (۳) بلدیہ لیون تی نی اور صقالی قوم خود مختار رہیں (۴) سرقوسہ دیونی سیوس کے ماتحت رہے۔ اس معاہدے کے بعد قرطاجنی جن کے لشکر کا نصف حصہ وبا کی نذر ہو چکا تھا افریقہ واپس چلے گئے۔

یہ تمام واقعات ۴۰۳ق م میں یعنی اسی سال جب ایتھنز نے اسپارٹا کی اطاعت قبول کر لی پیش آئے۔

مشرقی اور مغربی یونان کے واقعات کی یکسانی بالکل ظاہر ہے۔ ایرانی اور قرطاجنی دونوں وہ کر دکھاتے ہیں جو اُن سے ۴۸۰ق م میں نہیں ہو سکا تھا۔ ایرانی تو اپنے بعض مقاصد میں اور قرطاجنی کل مقاصد میں کامیاب ہوتے ہیں۔ یعنی ایرانی تو ایونیائی شہروں سے خراج وصول کر لیتے ہیں اور بجز سرقوسہ کے سسلی کے تمام بہترین شہر قرطاجنیوں کے فرماں بردار بن جاتے ہیں۔ ایتھنز اور سرقوسہ دونوں میں ایرانیوں اور قرطاجنیوں کی مدد سے شخصی حکومت کا دور دورہ شروع ہوتا ہے لیکن دونوں میں فرق یہ ہے کہ بلاد مشرقی کے خطرات اور اندرونی پیچیدگیاں بلاد مغربی سے زیادہ تھیں

مشرق میں تو ایرانیوں کی قوت کا دارومدار اس پر تھا کہ یونانیوں میں (جو فطرتاً ایرانیوں سے کہیں زیادہ تنومند تھے) کسی قسم کا باہمی اتحاد و اتفاق نہیں تھا۔ مگر مغرب میں قرطاجنیوں کو جو فتح ہوئی اس کی وجہ یہ تھی کہ یہاں کے یونانی طبعاً کمزور اور کم ہمت تھے۔ اور گو یہ ممکن تھا کہ ان میں باہم کبھی نہ کبھی اتحاد و اتفاق ہو جائے مگر ان میں جو فطری ناتوانائی اور کمزوری تھی اس کا کسی طرح سے ازالہ نہیں ہو سکتا تھا نتیجہ یہ ہوا کہ مشرق میں تو پھر ایک مرتبہ آزادی کا دور دورہ شروع ہو گیا اور یونانی بلدیات نے بڑے بڑے کارہائے نمایاں انجام دیئے۔ مگر مغرب میں یونانی تہذیب و تمدن کی پشت پناہی محض خود سر حکمرانوں اور اجیر سپاہیوں نے کی اور آزادی کے مختصر مگر درخشاں مناظر جو سسلی میں نظر آتے ہیں وہ دراصل مشرقی یونان ہی کے اثرات کا کرشمہ ہیں۔ صفحہ ۵۲۵

اب ہم پھر مشرق کی طرف رجوع ہوتے ہیں جہاں آخر کار اس بڑے تنازع کا خاتمہ ہو گیا جس نے عرصۂ دراز تک یونانیوں کو دو مختلف گروہوں میں تقسیم کر رکھا تھا۔

نوٹ

اسناد:- دیودوروس ۱۳، ۴۳، ۴۴ (سنہ ۴۱۰ ق م)، ۵۴-۶۲ (سنہ ۴۰۹ ق م)، ۷۹ (سنہ ۴۰۶ ق م)، ۸۰-۹۶ (سنہ ۴۰۶ ق م)، ۱۰۸-۱۱۴ (سنہ ۴۰۵ ق م)- مقابلہ کیا جائے۔ ہولم: "تاریخ سسلی" جلد ۲، ۷۷-۱۰۱ اور ۴۱۷-۴۳۰ اور میلتنر: "تاریخ قرطاجنہ" جلد ۱- برلن ۱۸۷۹ء صفحہ ۲۵۶ تا صفحہ ۲۹۰ و صفحہ ۵۰۹ تا صفحہ ۵۱۱۔ جغرافی مسائل کے لیئے (جہاں تک سرقوسہ کا تعلق ہے "جغرافیۂ آثار قدیمۂ سرقوسہ" (اس کتاب کے باب ۲۷ کا حاشیہ دیکھا جائے) + اس امر کا بہترین ثبوت کہ شہر گیلا موجودہ تیرانووا کے قریب آباد تھا اور شوبرٹ کی یہ رائے کہ وہ لِکاتا کے قریب تھا (تاریخ اگاتھوکلیس) غلط ہے، یہ ہے کہ تیرانووا کے قدیم قبرستان میں (جہاں اسوقت تک ظروف گلی برآمد ہوتے رہتے ہیں) کئی خصوصیات ایسی ہیں جو صرف گیلا کے قبرستان ہی میں ممکن ہیں۔

صفحہ ۵۲۶

باب ۳۰

تیس خودسروں کا دور دورہ
اور
ایتھنز میں اصول عمومیت کا احیاء

جن واقعات کا پچھلے باب میں ذکر کیا گیا ہے اُن کے بعد لیساندر کو ایک اور کامیابی ہوئی یعنی اس نے جزیرہ ساموس کو اسپارٹا کا مطیع کر لیا۔ اور ساموسیوں کو اجازت دیدی کہ جس قدر کپڑے اپنی اپنی کمروں پر لاد سکیں لاد کر لے جائیں باقی تمام مال و اسباب شہر میں چھوڑ جائیں۔ اور جب وہ چلے گئے تو قدیم شہری یعنی عدیدی گروہ کے ارکین بہ اطمینان تمام شہر میں داخل ہوگئے۔ اب لیساندر فاتحانہ حیثیت سے بصد تزک و احتشام اسپارٹا واپس ہوا اور ایتھنز کے جہازوں کا سامان زیبائش پر ئی اوس کی باقی ماندہ کشتیاں (علاوہ بارہ کشتیوں کے جو ایتھنز کے قبضے میں چھوڑی گئی تھیں) اور چار سو ستر ٹالنت جو ایران کی امدادی رقوم سے پس انداز ہوئے تھے اپنے ساتھ لایا۔ یہ زمانہ اسپارٹا کے انتہائی عروج کا زمانہ تھا۔ لیساندر نے ڈیلفی میں اپنی فتح کی یادگار قائم کی اور اس میں اپنا مجسمہ اور دیگر فتح مندسپہ سالاروں کے بت نصب کرائے۔ بلاشبہہ اس کی جیسی قدر و منزلت ہوئی وہ اس سے پہلے کسی اور کی نہیں کی گئی تھی لوگوں نے اس کے اعزاز میں قصائد اور بھجن مرتب کیے[1] اتھنیس کے بت خانے میں اس کے مجسمے نصب کیے گئے۔ ساموسیوں نے اولمپیا کے عظیم الشان مندر کو اس کے مجسموں سے مزین کیا اور ہیرا* کے قدیم تہوار کا نام بدل کر لیساندریا رکھ دیا۔ الغرض اسپارٹا میں لیساندر کی وہی قدر و منزلت ہوئی جو کسی دیوتا کی ہوتی ہے اور اگر وہ اس کے بعد بدمغز اور خود نما ہوگیا تو اس میں تعجب کی کونسی بات ہے۔ اس قسم کے واقعات سے اس تبدیلی کا حال معلوم ہوتا ہے جو تعلیم جدیدہ کی وجہ سے یونانیوں کے قدیم اخلاق میں پیدا ہوگئی تھی۔ لیساندر کا ہیلر کے

صفحہ ۵۲۷

* ہیرا۔ یونان کی ایک دیبی کا نام جو زیوس دیوتا کی بہن بھی تھی اور منکوحہ بھی!

[1] پلوسانیاس۔ ۳،۶،۶

جگہ لے لینا اس انسانی پرستش کی پہلی مثال ہے جو مقدونوی دور میں عام ہوگئی اور سلطنت روما کے عروج کے زمانے میں جس کے نہایت مضر اور خراب اثرات پیدا ہوئے۔ لیساندر کی صرف پوجا ہی نہیں کی گئی بلکہ عرصۂ دراز تک وہ اپنے حکام کے ذریعے سے ایتھنی لیگ کے تمام بلدیات میں متصرف ہوگیا اور اگر یوسانیاس کی طرح ان تمام حوصلہ افزائیوں سے اس کا سر نہ پھرا تو اس سے اس کی طبیعت کی مضبوطی اور استقلال کا پتا چلتا ہے۔

اکثر بلدیات میں جو کسی زمانے میں ایتھنز کے محکوم رہ چکے تھے لیساندر نے حکومت کے انتظام کے لیئے دس دس آدمیوں کی جماعتیں (دیکی آرخیائے) مقرر کیں مگر ایتھنز کی انتظامی جماعت میں تیس ارکان رکھے جن کا فرض یہ تھا کہ وہ "بلدیے کے قوانین کی فہرست بنائیں تاکہ اسی کے مطابق شہر کا انتظام کیا جائے"۔ جن اشخاص سے ہم واقف ہو چکے ہیں ان میں سے ایک شخص یعنی تھرامنیس اس جماعت کا رکن تھا۔ مگر اس سے زیادہ اہمیت کریتیاس نامی ایک اور رکن کو حاصل تھی[۱]۔ جو مدونتی خاندان کا ایک فرد اور سولن کا عزیز تھا۔ اس نے گورگیاس کے سامنے زانوئے تعلم خم کیا تھا اور سقراط کا بھی ہم جلیس تھا۔ غرض یہ ہے کہ ان اسباب کی بنا پر کسی شخص کو اس کی تہذیب اور شائستگی میں شبہ نہیں ہو سکتا تھا۔ اس سے پیشتر بھی اس نے عمومی فریق کی طرفداری فری نخوس کی مخالفت اور الکبیادیس کی واپسی پر زور دینے سے عمومی گروہ کی توجہ اپنی طرف مبذول کر لی تھی اور بحیثیت شاعر، فلسفی، اور خطیب کے اس کی شہرت دور دور تک پہنچ گئی تھی۔ جب اسپارٹا کو ان تیس عمال

---

[۱] کریتیاس کے متعلق مزید معلومات حاصل کرنی ہو تو بلاس: "یونانی علم فصاحت" جلد اور شلائی خر: "کریتیاس" دیکھی جائیں۔ اس کا خاندان برل خیالات کا حامی تھا اور کسی زمانے میں اس نے اپنی قابلیت اسی فریق کے لیئے وقف کر دی تھی۔ اس نے "تیس کے تقرر کے بعد جو مخصوص روش اختیار کی وہ اس طرح سمجھ میں آتی ہے کہ .... تھا وہ اپنی صنف کے دیگر افراد کی طرح چاہتا تھا کہ لوگوں سے اپنے خیالات کی نہایت سختی کے ساتھ تعمیل کرائے۔ اور چونکہ وہ اپنے زمانے کے علم و حکمت کے جملہ مسائل پر حاوی تھا اسلیئے اس کے کام میں بہت سہولت اور آسانی پیدا ہوگئی۔

کے تقرر کے بعد ایتھنز کی طرف سے اطمینان ہوگیا تو شاہ آگس بھی ویکیلیا سے چلا گیا اور یہ تیس گویا ایتھنز کے شخصی حکمراں ہوگئے۔

لیکن اس نئی جماعت نے قوانین وغیرہ بنانے کی تکلیف مطلق گوارا نہیں کی بلکہ اس کے بجائے ایتھنز پر براہ راست حکومت شروع کردی اور اُس کے لیئے مجلس خاص اور دیگر اعضائے حکومت کا تقرر کردیا۔ اُن کے بعض ابتدائی قواعد کی عوام الناس نے تائید کی مثلاً پیشہ ور مخبروں کو سزائے موت دیئے جانیکے احکامات مگر انھوں نے لیساندر سے استدعا کی کہ وہ کچھ سپاہی ایتھنز بھیجدے اور چند روز میں یہ سپاہی ہارموست (صوبہ دار) کالی بیوس کی ماتحتی میں ایتھنز پہنچ گئے اس طرح خاص ایتھنز میں ایک اسپارٹی لشکر متعین ہوگیا جسکی مدد سے تیس عمال کا اقتدار اس قدر بڑھ گیا کہ ان میں اور خودسر حکمرانوں میں کوئی فرق نہیں رہا۔ ان تمام کارروائیوں سے یہ ظاہر ہوگیا کہ وہ عامۃ الناس کی رائے کے مطابق حکومت نہیں کرنی چاہتے۔ چنانچہ ان کی کارروائیاں بالکل خودسرانہ ہوگئیں۔ مثلاً انھوں نے ان لوگوں کو گرفتار کرنا شروع کیا جن سے وہ خوفزدہ تھے۔ لیکن خود انمیں باہمی اختلاف کے آثار بہت جلد نمایاں ہوگئے۔ تھرامنیس تو یہ چاہتا تھا کہ ایتھنز پر اعتدال کے ساتھ حکومت کی جائے۔ مگر کری تیاس کی یہ خواہش تھی کہ ایسے موقع پر سختی ہی مناسب ہے اور عوام الناس کو جبراً مطیع رکھنا چاہیئے۔ ہمیں اس طرز عمل سے انتی فون کی پالسی کی یاد تازہ ہوتی ہے۔ دنیا کا قاعدہ ہے کہ اصول پرست اکثر عملی سیاسوں سے زیادہ بے رحم اور ظالم ہوتے ہیں اس لیئے کہ کارگزار اہل سیاست کو اپنے تجربے اور بنی نوع انسان کے باہمی تعلقات سے واقف ہونے کی بنا پر یہ معلوم ہوجاتا ہے کہ محض نظریات سے منطقی نتائج کو عملی جامہ نہیں پہنایا جاسکتا۔ تھرامنیس کی مخالفت کا یہ اثر ہوا کہ سیاسی اقتدار کی بنیاد وسیع تر ہوگئی اور تین ہزار شہریوں کو یہ استحقاق دیدیا گیا کہ وہ ہتھیار باندھ سکتے ہیں اور اُن کے خلاف سزائے موت کا حکم سرسری طور پر نہیں لگایا جاسکتا۔ تھرامنیس نے تین ہزار کی تعداد کی مخالفت کی اور کہا کہ یہ تعداد محض خود ساختہ ہے۔ مگر جب وہ چار سو کی مجلس کا رکن تھا تو اُس نے بھی بجنسہ اسی طرح پانچ ہزار شہریوں کو مخصوص استحقاقات دے رکھے تھے اور جب

صفحہ ۵۲۸

یہ دیکھا جاتا ہے کہ ان استحقاقات کی اُس وقت مطلق پروانہ کی جاتی تھی (مثلاً چارسو کی حکومت اور تیس کے عہد میں) تو اس میں شبہہ نہیں کہ یہ تعداد بھی بالکل خود ساختہ تھی۔ اس ظاہری رعایت کے بعد خود سروں کی حکومت بد سے بدتر ہوگئی اور انھوں نے یہ وتیرہ اختیار کیا کہ مرفہ الحال شہریوں اور میتوئیکوئی یعنی غیر ملکی باشندوں کو پکڑ کر قتل کرادیتے تاکہ ان کے مال و متاع پر قبضہ ہوسکے۔ اب کری تیاس اور تھرامنیس میں علانیہ مخالفت ہونے لگی۔ اور جب تھرامنیس سے استفسار کیا گیا کہ کس کس کو قتل کرنا مناسب ہے تو اُس نے رائے دینے سے انکار کردیا اور کہا کہ یہ کام توپیشہ ور مخبروں کے کام سے بھی زیادہ کریہہ ہے اس لیئے کہ مخبر تو صرف روپیہ لے لیتے ہیں مگر اپنے شکار کی جان نہیں لیتے۔ اب کری تیاس نے وہی کیا جو سب اصول پرست کرتے ہیں یعنی وہ نہایت استقلال کے ساتھ اس رائے پر قائم ہوگیا کہ تھرامنیس ہی بہترین طرز حکومت کے حصول میں سدّ راہ ہے اس لیئے اس کا فوراً کام تمام کردینا چاہیئے غرض یہ ہے کہ مجلس خاص منعقد ہوئی اور چیدہ چیدہ نوجوان مسلح سپاہی کھڑے کردیئے گئے تاکہ ضرورت کے وقت کام آئیں۔ کری تیاس نے تھرامنیس پر یہ الزام لگایا کہ جیسے اس نے مجلس چارصد کی رکنیت کے زمانے میں اپنے ساتھیوں کے خلاف چال چلی تھی اور آرگی نوسائے کے موقع پر اس سے ایک نہایت مکروہ حرکت سرزد ہوئی تھی اسی طرح اس مرتبہ بھی اُس نے اپنے ساتھیوں کو دغا دی ہے۔ اور مجلس کے روبرو اسکے لیئے سزائے موت کا مطالبہ کیا۔ تھرامنیس نے اپنی صفائی میں یہ کہا کہ جن لوگوں سے اس کے فریق کو نقصان پہنچا ہے ان میں وہ شامل نہیں ہے بلکہ وہ لوگ ہیں جنھیں معصوموں کو گزند پہنچانے میں مطلق عار نہیں۔ اور اُس نے نکیاس کے بیٹے نکے راتوس کی مثال پیش کرکے دریافت کیا کہ آخر وہ سزائے موت کا کسطرح مستحق گردانا جاسکتا ہے جب کری تیاس نے یہ دیکھا کہ تھرامنیس کے دلائل کا مجلس خاص پر اثر پڑ رہا ہے تو اس نے آخری داؤں چلا یعنی کھلم کھلا زبردستی اور زیادتی کرنا شروع کی۔ اُس نے اپنے ہم خیالوں سے مشورہ کرنے کے بعد یہ تسلیم کرلیا کہ تین ہزار مستحق باشندگان ایتھنز میں سے کسی کو سزائے موت دینی ہو تو مجلس خاص کی رائے لینا ضروری ہے۔ مگر ساتھ ہی تھرامنیس اس قاعدے سے مستثنےٰ ہوجائیگا اس لیئے کہ اسے تین ہزار حقدار شہریوں کے

صفحہ ۵۲۹

دوسرے سے نکالے دیا جاتا ہے منطقی لحاظ سے تو اس استدلال میں کسی قسم کا سقم نہیں تھا اور مجلس خاص کے اراکین میں سے کسی نے نہ تو اس کی شمہ بھر مخالفت کی اور نہ کوئی صدائے احتجاج بلند کی۔ صورت واقعات کا اندازہ کر کے تھرامنیس فوراً قربان گاہ پر چڑھ گیا تاکہ دشمنوں کے حملوں سے مامون و مصئون رہے۔ اور اپنے حملہ آوروں کی طرف دیکھ کر چلایا کہ تم خود اپنی خیر مناؤ۔ مگر کسی فرد نے اسکی جانب داری نہ کی اور گیارہ شہور جلادوں نے آکر تھرامنیس کو قربانگاہ سے جبراً نیچے اتار دیا۔ جب وہ اسے شارع عام میں ہو کر کشاں کشاں لیئے جا رہے تھے تو اُس نے چیخنا چلانا شروع کیا جس پر ساٹی روس نے جو جلادوں کا افسر تھا اس سے فہائش کی اور کہا کہ تم چپ نہیں رہو گے تو یاد رکھو تمہارے حق میں اچھا نہ ہو گا۔ اس پر تھرامنیس فوراً بول اٹھا کہ کیوں صاحب اگر میں چپ رہوں تو کیا یہ میرے حق میں اچھا ہو گا؟ اس نے آخر وقت تک اپنی خوش طبعی کو ہاتھ سے نہ جانے دیا اور جب وہ زہر کا پیالہ پی چکا اور اس میں کچھ گاد باقی رہ گیا تو اُس نے اسے زمین پر ایسے پھینک دیا جیسے "کوتابوس"* کی بازی میں پھینکتے ہیں۔ اور کہا کہ لو یہ شریف طبیعت کری تیاس کا جام صحت ہے۔ افسوس کہ اس کی زندگی کے ابتدائی دور میں اس کا رویہ قابل اطمینان نہ تھا۔ اگر ایسا ہوتا تو اس کے آخری زمانے میں اس کے ساتھ ہمیں اور بھی زیادہ ہمدردی ہوتی خاصکر اس لیئے کہ خود اس کا فریق ہی اس کی موت کا باعث ہوا۔ قانونی نقطۂ نظر سے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس کی موت کے لیئے کسی آئین کی پابندی نہیں کی گئی۔ مگر اس میں بھی شبہ نہیں کہ جس اقتدار کی رو سے تین ہزار مخصوص شہریوں کو استحقاقات دیئے گئے تھے اسی کی رو سے وہ واپس بھی لیئے جا سکتے تھے۔ تھرامنیس کے ساتھ بجنسہ ویسا ہی برتاؤ کیا گیا جیسا ۹۴-۱۷۹۰ء کے بعض انقلابیوں کے ساتھ کیا گیا جو اپنی سادہ لوحی کی وجہ سے یہ سمجھتے تھے کہ جس خونریزی میں خود انھوں نے حصہ لیا ہے وہ جب ان کا جی چاہیگا بند ہو جائیگی۔ کری تیاس کی روش بالکل روبس پی ایر جیسی تھی جس کی رائے تھی کہ جب اصول معرض خطر میں ہو تو افراد کی زندگی کو اہمیت دینا محض جذبہ پرستی ہے اور جب ملک کے لیئے نازک زمانہ آجائے تو اس قسم کے جذبہ پرست نہایت

صفحہ ۵۴۰

* ایک قسم کا کھیل جو اکثر شراخانوں میں کھیلا جاتا تھا اور یونان میں بہت مقبول تھا۔ [مترجم]

خطرناک ہوتے ہیں اس لیئے اُنھیں سیاسی بساط سے فوراً علٰحدہ کردینا چاہیئے۔ یہ ہی وان تون کا انجام بھی ہوا جس کی صدائے احتجاج کو صاحب اقتدار افراد نے اسی طرح خاموش کردیا جیسے تھرامنیس کی آواز کو۔ اور تھرامنیس کی طرح اس کی سزا میں بھی قانون اور آئین کو بالائے طاق رکھ دیا گیا۔ مگر ذاتی خصائل کے اعتبار سے وان تون اور تھرامنیس میں بہت فرق ہے۔ وان تون کی طبیعت سریع الاثر تھی تھرامنیس انانیت اور چالبازی میں ڈوبا ہوا تھا۔ مگر کری تیاس اور روبس پی ایر میں بہت سے خصائل یکساں پائے جاتے ہیں۔ دونوں اصول پرست تھے۔ دونوں میں تعصب کا مادہ بھرا ہوا تھا اور دونوں بے رحم اور سفاک تھے۔

تھرامنیس کے انتقال کے بعد ایتھنز کا ہول انگیز زمانہ بالکل اسی طرح جاری رہا جیسے وان تون کے بعد فرانسیسی دورِ انقلاب اور جو لوگ تین ہزار ممتاز شہریوں میں نہ تھے انھیں شہر بدر کرکے ان کا تمام مال ومتاع ضبط کرلیا گیا۔ انھیں سے اکثر پری اوس ہوتے ہوئے مگارا اور تھیبز بھاگ گئے۔

اُن میں سے ایک تھراسی بولوس بھی تھا جو اپنے ستر ہم خیالوں کو لیکر تھیبز سے چلا اور آگے بڑھ کر کوہ پارناسوس کے چھوٹے سے قلعہ موسومہ فیلے پر قابض ہوگیا جہاں بہت سے چشمے اور درے باہم ملتے ہیں اور جو بیوتیہ کے راستے میں واقع ہونیکی وجہ سے نہایت اہم ہے۔ فیلے رفتہ رفتہ تیس خودسروں کے دشمنوں کا مقام اجتماع ہوگیا اور اب تیس خودسروں اور ایتھنز کے تین ہزار ذی استحقاق شہریوں نے ایک فوج لیکر اس پر چڑھائی کی۔ مگر انھیں پسپا ہونا پڑا۔ اس کے بعد اُنھوں نے چاہا کہ فصیل بندی کے ذریعے سے اس پر قبضہ کرلیں۔ مگر فیلے سطح سمندر سے اکیس سو فیٹ بلند ہے اور وہاں اتفاقاً برف باری ہوگئی جس کی وجہ سے ان بہادر سپاہیوں نے سردی میں ٹھٹھرنے کے بجائے ایتھنز میں گرم رہنا زیادہ پسند کیا۔ اُنھوں نے لقونی اجیر سپاہی اور سوار کیے دو رسالے اس قلعے پر حملہ کرنے کے لیئے روانہ کیئے اور اس لشکر نے فیلے سے پندرہ اسٹادیا (قریب دو میل) کے فاصلے پر پڑاؤ ڈالا۔ تھراسی بولوس قلعے سے نکلا اور ان پر یک بیک حملہ کرکے ایک سو بیس سے زیادہ ہوپ لیت اور تین سواروں کو قتل کردیا۔ اب تیس خودسروں کے پیٹ میں پانی ہوگیا اور اُنھیں وہ زمانہ نظر آنے لگا

صفحہ ۵۳۱

جب وہ خاص ایتھنز میں بھی محفوظ و مامون نہ رہ سکینگے۔ اُن کے پاس ایسا کوئی قلعہ باقی نہ رہا تھا جہاں بیٹھ کر وہ ایتھنز کی حفاظت کرسکیں اور انھوں نے خیال کیا کہ الیوسس پر قبضہ کرلینا مناسب ہے۔ اس مقصد کے حصول کے لیئے وہ الیوسس پہنچے اور چال چلکر وہاں کے قریب تین سو باشندوں کو گرفتار کرنے کے بعد ایتھنز کے اودیون میں عام رائے لیکر انھیں سزائے موت کا حکم سُنا دیا۔ غرض یہ ہے کہ کری تیاس اور اُس کے ساتھیوں کو ایک قلعہ تو مل گیا مگر اُن کی قسمت میں یہ نہیں لکھا تھا کہ اس قلعے سے انھیں کسی قسم کا فائدہ پہنچے۔

اس دوران میں تھراسی بولوس کے ساتھیوں کی تعداد ایک ہزار تک پہنچ گئی جن کی مدد سے اُس نے خاص پرائی اوس پر قبضہ کرلیا۔ اب تیس خود سروں کا یہ فرض ہوگیا کہ وہ دشمن کو اپنی جگہ سے ہٹادیں ورنہ خطرہ تھا کہ ان کا نام لیوا ایک بھی باقی نہ رہے گا۔ تھراسی بولوس شہر کے مشرق میں میونی کیا کے حدب پر قابض تھا اور اسی کے دامن میں یعنی ہپوداموس کے بازار میں تیس خود سروں نے اپنے ساتھیونکو جمع کردیا۔ ظاہر ہے کہ اگر عمومیوں کو میونی کیا کی سطح مرتفع سے نکالنا تھا تو یہ ضروری تھا کہ اس پر حملہ کرکے قبضہ کرلیا جائے۔ اس کا راستہ نہایت تنگ تھا اور خود سروں کی فوجی جدول میں پچاس سپاہی برابر برابر اور عمومیت پسندوں کی جدول میں صرف دس دس سپاہی تھے۔ مگر مدافعت کرنے والوں کو یہ فائدہ ضرور تھا کہ ان کا موقعہ عدیدیوں کے موقع سے بہتر تھا۔ جنگ شروع ہونے سے بیشتر تھراسی بولوس نے اپنے سپاہیوں کو یہ یاد دلایا کہ ان کا مقصد نیک ہے اسی لیئے اس وقت تک دیوتاؤں کا سلوک نہایت مہربانی آمیز رہا ہے۔ نجومیوں نے یہ پیشین گوئی کی تھی کہ فتح کا سہرا عمومیوں کے سر ہی رہیگا مگر تھراسی بولوس لڑائی میں کام آجائیگا۔ یہ پیشین گوئی سچ نکلی۔ اسطرح کہ لڑائی شروع ہوتے ہی تھراسی بولوس اپنی فوج سے نکل کر دشمن کی صفوں کو چیرتا ہوا چلا گیا اور وہیں لڑتا لڑتا مارا گیا۔ مگر بالآخر عمومیوں کو ہی فتح ہوئی۔ ساتھ ہی خود کری تیاس بھی جنگ میں کام آیا۔ تھراسی بولوس کے طرفداروں میں رازہائے مخفی کا واقف کار کلیوکرتیوس تھا۔ اس کی آواز نہایت زبردست اور پر اثر تھی اور اُس نے ایک موثر تقریر میں شہر سے نکل آنے والوں اور عدیدی فوج کے سپاہیوں سے کہا کہ

صفحہ ۵۳۲

آپ ہرگز ان خود سروں کی اطاعت نہ کریں جنھوں نے بہ نسبت اسپارٹیوں کی
دہ سالہ حکومت کے ایک سال میں زیادہ خون کیئے ہیں۔ ساتھ ہی آپکو یہ یقین ہونا چاہیئے
کہ جن لوگوں کو ہم نے ابھی جان سے مارا ہے اُن کی موت کا ماتم ہم بھی اتنا ہی کرتے ہیں
جتنا آپ۔ اگر ہم اِن دونوں تقریروں کا طوسی دیدش کی تقاریر سے مقابلہ کریں تو ہمیں
ان میں کہیں زیادہ تازگی ملے گی اور ان کے لہجہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ خود مقرر کو اپنے
نکات کا یقین تھا۔ یہاں محض ذہنی دلائل واستدلال اور فائدہ اور نقصان کا ٹھنڈے
دل سے موازنہ کرنے اور اپنی ہوشیاری پر فخر کرنے کے بجائے جو کچھ نکل رہا ہے دل سے
نکل رہا ہے۔ ہمیں اُن کے مطالعے سے یہ خیال ہوتا ہے کہ جس طرح باد و باراں کے
طوفان کے بعد ہوا بالکل صاف ہوجاتی ہے اسی طرح اتھنز اور یونان کے مصائب
وآلام کے بعد وہاں کی زندگی میں ایک شگفتگی پیدا ہوگئی ہے۔ یہ بات قابل لحاظ ہے
کہ وہ لوگ جو اس دور میں ممتاز و نمایاں ہیں ایسے نہیں ہیں کہ اُنھوں نے فن خطابت
سیکھا ہو نہ کری تیاس یا انتی فون جیسے دستور ساز ہیں جنھوں نے مصنوعی دساتیر
ترتیب دیئے۔ بلکہ وہی اشخاص سب سے زیادہ ممتاز ہیں جنھوں نے عدیدیوں کی
منافقانہ بدمعاشیوں کی قلعی کھول دی۔ اور ہر چیز کو اپنی قدیم بنیاد پر یعنی اس اصول پر
کہ عامۃ الناس پر خود عامۃ الناس ہی حکومت کرنے کے اہل ہیں مستحکم کر دیا۔

اب تیس خود سروں کی حکومت کا خاتمہ ہو چلا تھا۔ کری تیاس اپنے فریق کی
گویا جان تھا۔ اور جو معتدل عدیدی تھے اُنھوں نے اپنے گروہ کے ساتھ رہنا پسند
نہیں کیا اور اس سے کنارہ کشی کرکے اُنھیں معزول کر دیا اور دس عاملوں کی ایک نئی
جماعت کا انتخاب کرکے اس کا تقرر کر دیا۔ اب خود سروں کو اس کے سوائے کوئی چارہ کار
باقی نہ رہا تھا کہ وہ اپنے الیوسس کے قلعے میں چلے جائیں۔ مگر دس کی نئی جماعت
چاہتی تھی کہ یہ ثابت کر دے کہ اُن کا انتخاب بالکل بے کار نہیں ہوا۔ اُنھوں نے
تھراسی بولوس کے خلاف جنگ جاری رکھی جس میں سواروں نے بڑی بڑی
زیادتیاں کیں اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اسپارٹا نے بھی ان کی امداد میں ایک
لشکر بھیجدیا۔ اُنھوں نے خود لیساندر کو اتھنز کا صوبہ دار (ہارموست) مقرر کیا اور اسکے
بھائی لبیس کو امیر البحر اعظم بنا کر چالیس جہاز ساتھ کیئے اور اتھنز میں مامور کیا۔ اگر اتھنز

میں ایسے ذی اقتدار لوگ نہ ہوتے جن کی ہرگز یہ خواہش نہ تھی کہ لیساندر کا اقتدار
لاتناہی طور سے بڑھ جائے تو وہ یقیناً پرئی اوس کو بھی عومیوں سے لے لیتا۔ اب
شاہ پوسانیاس اٹیکا پہنچا ہے۔ وہ چاہتا تھا کہ اتینفریوں سے ایک معاہدہ کر لے
تاکہ لیساندر کی قوت واقتدار میں فرق آجائے۔ اور اب وہ اسپارٹیوں کی طرف
سے مامور ہوکر اٹیکا گیا اور جب خود بادشاہ ہی پہنچ گیا تو لیساندر کو اس کی اطاعت کرنا پڑی
مگر خود اسپارٹا کے قدیم حلیف سمجھنے لگے تھے کہ ہر اسپارٹی کامیابی سے محض لیساندر کی
ذات کو فروغ ہوگا اور خود تھبز اور کورنتھہ کے باشندوں نے جو کسی زمانے میں اتینفر کے
جانی دشمن تھے اب پوسانیاس کی ماتحتی میں اٹیکا میں داخل ہونے سے صاف انکار کر دیا۔
مگر پوسانیاس نے ترکیبیں چلکر تمام معاملات بہت جلد ہموار کر دیئے۔ اول تو اسے
عومیوں نے شکست دی اور لڑائی میں چند اہل نسب اسپارٹی بھی کام آئے۔ مگر وہ
نچلا نہیں بیٹھا اور دوبارہ عومیوں سے برسرپیکار ہوکر اُنھیں شکست دیدی۔ اب
گویا اُس نے اسپارٹا کا نام اور عزت قائم رکھ لی تھی اور دونوں گروہوں یعنی اتینفر کے
عدیدیوں اور پرئی اوس کے عومیوں نے یہ طے کیا کہ معاملات سلجھانے کے لیئے
وہ اپنے اپنے سفیر اسپارٹا روانہ کریں۔ کچھ عرصے کے بعد اسپارٹا سے پندرہ آدمیوں کی
ایک کمیشن اتینفر آئی اور اُس نے یہ فیصلہ سُنایا کہ علاوہ تیس خودسروں [۱۱] عمال اور
ان دس افسروں کے جنھوں نے کچھ عرصے تک تیس خودسروں کی ماتحتی میں پرئی اوس کا
انتظام کیا تھا باقی عدیدی اتینفر آسکتے ہیں [۱۲] اور جو لوگ خوف کی وجہ سے اتینفر میں
رہنا پسند نہ کریں وہ ایلیوسس جاکر رہ سکتے ہیں اسطرح گویا اسپارٹیوں نے تیس عمال کی
پشت سے اپنا دست امداد اُٹھا لیا۔ اب پوسانیاس نے اپنی فوج کو برخاست کرایا اور
پرئی اوس میں جو شہری تھے وہ مسلح حالت میں اتینفر میں داخل ہوئے اور قلعے کے
اتھینا کے بت پر چڑھاوے [۱۳] چڑھائے جب وہ قلعے سے اتر آئے تو تھراسی بولوس جس نے اتینفر کو
قعر مذلت سے بچایا تھا ان کے سامنے ایک تقریر کی اور عدیدیوں کی طرف مخاطب ہوکر
کہا کہ جتنا طاقتور وہ اپنے آپ کو خیال کرتے تھے اتنے نہیں نکلے اور عومیوں نے انھیں نیچا

[۱۲] ان دس کے لیئے دیکھو زینوفون: ہلینیکا ۲، ۴، ۱۹۔ اور پلوٹارک: لیساس [۲۱] ۱۵۔
[۱۳] پلوٹارک glor. Ath کے مطابق یہ واقعہ ۱۲ بوئے درومیوں (۲۱ ستمبر ۴۰۳ ق م) کو پیش آیا

دکھایا اس نے انھیں یہ بھی یاد دلایا کہ اسپارٹیوں نے ان کا ساتھ نہیں دیا بلکہ کٹ کھنے کتوں کی طرح انھیں زنجیروں سے جکڑ دیا۔ اس کے بعد وہ عمومیوں کی طرف مخاطب ہوا اور ان سے اپنے حلف پر قائم رہنے کی فہمائش کی۔ اب قدیم عمومی دستور کا احیاء کیا گیا۔ مگر جب نئے حکمرانوں نے سنا کہ ایلیوسس کا عدیدی گروہ اجیر سپاہی مجتمع کر رہا ہے تو وہ لشکر لیکر ایلیوسس کی طرف روانہ ہوئے اور وہاں پہنچکر ان سرداروں کو جو گفت و شنود کے لیئے آئے تھے قتل کر کے باقی عدیدیوں کو ایتھنز ساتھ لے آئے۔ زینوفون کا بیان ہے کہ عموم نے قسم کھائی کہ وہ ہرگز کینہ پروری نہیں کریں گے اور اس کے زمانے تک فریقین ایتھنز میں ہی رہنے سہنے لگے اور عموم اپنے حلف پر برابر قائم رہے۔

یہ اعلان معافی پانچویں صدی ق م کی تاریخ کے اندوہناک حالات کا نہایت مناسب اختتام ہے اور جب ہم دیکھتے ہیں کہ زینوفون خود بھی عمومی اصول کا پابند نہیں ہے تو اس کے آخری فقروں سے عمومی خصائل کی عمدگی کا مزید ثبوت مل جاتا ہے ٥٥۔



٥٥ زینوفون "ہیلے نیکا" ۲، ۴، ۳۸ - ۴۳ - نام نہاد اعلان معافی کے لیئے لیو، برٹ "۴۰۳ ق م کی معافی" (۱۹۱۳ء) کا مطالعہ سودمند ہوگا - اس اعلان کی متعدد مرتبہ توثیق اور توسیع ہوئی -

فہرست اصطلاحات والفاظ جدید تاریخ یونان قدیم جلد۲۔ باب ۷ تا اختتام کتاب

تاریخ کی اصطلاحیں (خصوصاً تاریخ یونان کی)

Ai Poleis	بلدیات
Antiquities	قدیمیات
Arsenal	سلاح خانہ
Chronology	سنویات۔ سنویت
Graphe paranomon	تجویز خلاف آئین
He Arche he Athenaion	سلطنت ایتھنز
He Athenaion Symmachia	محالفۂ ایتھنز
Lakkoplautos	امیر معدنیات
Leitourgia	امور عامہ
Memoirs	تذکرہ
Mythology	وثنیات
Nomophylakes	محافظان قوانین
Nomothetai	مقنن
Novus homo	نو دولتیا
Oracle	کاہن۔ کہانت
Ostracism	اخراج۔ دیس نکالا
Pentecontaetia	خمسینی
Philology	لسانیات
Prostates tou demon	رہبر عموم

Psephisma	تجویز عوام
Satrap	شہرپاہ
Scholiast	حاشیہ نویس
Syggrapheis	مامور۔ کمشنر
Topography	توصیف البلدان
Trireme	سہ طبقہ جہاز
Tutelar divinity	مربّی دیوتا
Tyranny	خودسری۔
Tyrants	خودسر

سیاسیات اور تاریخ

Aristocracy	اشرافیہ۔اعیانیہ
Assembly	جمعیت
Chief magistrate	عامل اعلیٰ
Conservative	قدامت پسند
Coup	حکمت عملی
Coup d' etat	سیاسی حکمت عملی
Demagogue	سرانبوہ
Democracy	عمومیت
Ephor	ایفور
Impeachment	مواخذہ
Inaction	لاعملی
Liberal	جدت پسند
Noble	نبیل
Non-interference	عدم مداخلت

Oligarchy	عدیدیت
Programme	پیش نام
Radical	استیصالی۔انتہائی جدت پسند
Right of veto	حق امتناع
Status quo ante	حالت ما قبل
Synnoikisnos	اتحاد
The Executive	جماعت عاملہ
The Judiciary	محاکمہ عدلیہ
The Legislative	جماعت مقننہ
Ultimatum	پیام آخری

جمالیات اور فلسفہ وغیرہ

Actor	ایکٹر
Antithesis	تخلیط۔تضاد
Aqueduct	کاریز
Arcade	چھتہ
Architect	میر عمارت
Atom	جوہر
Back ground	پس منظر
Balustrade	صراحی دار منڈیر
Battlement	فصیل
Becoming	حدوث
Being	ہستی
Choregus	سنگت گرو
Chorus	سنگت

English	Urdu
Comedy	سروریہ
Convexity	انحداب
Cornice	گردنہ
Deus ex machina	امروان غیب
Diversified elements	عناصر متبائنہ
Drainage conduit	بدررو
Dramatis personae	سانگی
Epigram	چٹکلا
Epodos	ٹیپ۔ بند
Final end of existence	مسئلہ اختتام وجود
Frieze	حاشیہ
Groove	نالی
Harmony of Subject-matter	تناسب مضامین
Hero	سورما
Hexameter	مسدس الوزن بحر
Idealism	مثالیت۔ تصوریت
Intellect	عقل
Internal unity	اندرونی ربط
Loggia	کمانچہ
Low relief	ہلکی منبت
Lyric poetry	مزامیری نظم
Mantle	بالاپوش
Member of a chorus	سنگتیا
Metope	سقفی حاشیہ
Molecules	سالمات

Mythology	وثنیات
Naos	حرم بتکدہ
Natural history	تاریخ موالید
Natural philosophy	فلسفۂ طبیعی
Oblique	ترچھا
Ode	غزل
Opisthodomos	ظہری کمرہ
Optimist	رجائی
Painting	نقاشی
Parapet	کنگورہ
Part (in a play)	روپ
Pediment	سر مثلث
Pessimist	قنوطی
Piece (drama)	کھیل
Plastic art	فن پیکر زیری
Plot	بندش
Poikile	ایوان بوقلموں
Portico	رواق پیش گاہ
Primary element	عنصر اولیں۔
Primary matter	مادۂ اولیں
Process of Separation and Conjunction	عمل افتراق و اتصال
Pronaos	صدر دروازہ
Propylaea	صدر دروازہ
Prow	اگر بھاگ
Relief	منبت کاری

Rhetoric	بلاغت
Rhythm	لے
Satyric drama	ہجویہ
Sculpture	سنگتراشی
Side scene	پہلو منظر
Stage	اسٹیج۔ تماشہ گاہ
Substructure	بنیاد۔ نیو۔
Symmetry	تناسب
Technique	اسلوب
Tetralogy	چوناٹکا
The dramatic Unities	روابط تمثیلی
Topographical map	تفصیلی نقشہ
Tragedy	دردیہ
Trimeter	مثلث الوزن بحر
Triology	ترناٹکا
Vacuum	خلاء

فہرست اعلام تاریخ یونان قدیم

جلد ۲ باب ۷ ۔ الخ

(ابجدوار)

Arcadia	آرکیڈیا	Athens	ایتھنز
Arcadian	آرکیڈیائی	Athenian	ایتھنزی
Alpinice	الپی نیکی	Aristides	ارسطیدس
Aesohylus	اسّ خیلوس	Abronichus	ابرونخوس
Apollo	اپولو	Acropolis	اکروپولس
Apsephion	اپسی فیون	Artabazus	ارتابازو
Ariomandos	اریوماندیس	Argilus	ارگیلوس
Areopagus	اریوپاگوس	Agariste	اگاریستی
Aegina	ای گینا	Artemis Aristobule	ارتمیس ارسطوبولی
Amphipolis	امفی پولس		
Androcide	اندروکیدیس	Automatia	اوتوماتیا
Antigonus Gonatas	انتیگونس گوناٹاس	Argos	آرگوس
		Alcibiades	الکبیادیس
Aetolian chalcis	ایتولیائی خالکس	Amphictionic	
		Argive	آرگوسی
Amyrtaeus	امیرتائیوس	Aenianae	ائے نیانے
Aegaea	ایجئین	Aleuadae	خاندان الیوائی الیواداۓ

اردو	English
اکائیہ	Achaia
ارتی میزیوم	Artemisium
اگامیمنون	Agamemnon
اتریوس	Atreus
ائی گپتوس	Aegyptus
ارتےمس	Artemis
ارسطوفانیس	Aristophanes
ایولیائی	Aeolian
اےنوس	Aenus
آریا	Areia
آیاکس	Aiax
الکامنیس	Alcamenes
خاندانِ اگیلائی۔ اگےلادائے	Ageladae
انتالکداس	Antalcidas
ارتابازو	Artabazus
امورگیس	Amorgis
ابدےمون	Abdemon
اسپازیا	Aspasia
انتکلیس	Anticles
ارتےمون	Artemon
امینتاس	Amyntas
انتھےموس	Anthemus
انتسا	Antissa
الکداس	Alcidas
امفسائی	Amphissaeans
امبریسیائی	Ambraciots
اگرائے	Agrae
انکتوریوم	Anactorium
اےنوس	Aenus
انتاندروس	Antandrus
ازینے	Asine
ائی گینائی	Aeginetans
اری بائیوس	Arrhibaeus
انگیلوسی	Angilians
اگےسی لوس	Agesilaus
آرگیلوس	Argilus
اکانتھوس	Acanthus
اتالانتے	Atalante
امیکلائیوم	Amyclaeum
ادرامی تیوم	Adramyttium
اسکندر	Alexander
الکیفرون	Alciphron
اےتھالیا (البا)	Aethalia (Elba)
انطاکوس	Antiochus
اکیلیس	Achilles
ابدیرا	Abdera
اکراگاس	Acragas
ائس خیلس	Aeschylus
اکروتھوس	Acrothous
اسوس	Assos
استیرا	Astyra

Apoikiai	اپوئے کیائے
Amisus	امسوس
Ai-Poleis	بلدیات
Aphyta	افیتا
Astypalaea	استی پالیا
Appolonia	اپولونیا
Archaeanactidae	آرکائیاناکتی دائے
Athenais	اتھینائس
Arcas	آرکاس
Achais	اکائیس
Amphrodisias	افرودیسیاس
Ambracia	امبریسیہ
Actium	اکیتوم
Aristaeus	اریسٹائیوس
Adeimantus	ادئی مانتوس
Alcibiades	الکی بیادیس
Archidamus	ارکی داموس
Agesander	اگے ساندر
Andocidas	اندوکیداس
Antirrhium	انتی رہیوم
Anteuor	انتے نور
Alcestis	الکس تس
Andromache	اندروماخ
Aulid	آؤلید
Anaxagoras	اناسی غورس
Acharnians	اکارنیائی

Aloman	الکمان
Alcamenes	الکامنیس
Acrae	اکرائے
Assinarus	اسی ناروس
Acraeum	اکرائیوم
Agis	آگس
Amorges	امورگیس
Aspendus	اسپندوس
Aristoocrates	اریسطقراطیس
Antiphon	انتی فون
Archeptolemus	آرکے بطلیموس
Arginusae	آرگے نوسائے
Aegospotami	ائی گوس پوتامی
Acragantines	اکراگاسی
Agathocles	اگاتھوکلیس
Admetus / Athene-chalcioicus	اتھینے خالکیوکس
Artaxerxes	اردشیر
Aristotle	ارسطاطالیس
Aristodecus	ارسطودیکوس
Archidamus	آرکی داموس

Bacchus	باکھوس
Boeotian	بیوتی

کنکرائے	Cenchrae
کلازومے نائے	Clazomenae
کنیدوس	Cnidus
کبرینے	Cebrene
کاریانڈا	Caryanda
کالیدنا	Calydna
کوس	Cos
کارتھاتھوس	Carthathus
کاسوس	Casus
خیوس	Chios
کلیروخیاں	Cleruchiai
سائی کلادیس کیکلادیس	Cyclades
کامیروس	Camirus
کالکراتی دیس	Calleratides
کری سوپلس	Chrysopolis
کاؤنوس	Caunus
کتیسیاس	Ctesias
خاروِنداس	Charondas
کروتونی	Crotoniates
کیفالے نیہ	Cephallenia
کیمیریوم	Chimerium
کورکائری	Corcyreans
کلیون	Cleon
کریستھونیا	Cresthonia
کریسوس	Cresus

کاریہ	Caria
کولوفون	Colophon
کیتنیوم	Cytinium
کئے رونیا	Chaeronia
کورونیہ	Coronea
کردی لیون	Cerdylion
کلیاریداس	Clearidas
کوریہ فازیہ	Coryphasia
کینوریا	Cynuria
کلنیاس	Clinias
کارنیوس	Carneus
کینوسیما	Cynossema
کلیوفون	Cleophon
میدان کستولوس	Castolian Plain
کاپادوسیہ	Cappadocia
کونون	Conon
کالکسے نوس	Callixenus
کانونوس	Cannonus
کالکیدون	Chalcedon
کامورا	Camora
کالیبیوس	Callibius
کورنتھ	Corinth
کاملوس	Camillus
کراسوس	Crassus
کوریولانوس	Coriolanus

خرسونیز	Chersonese
خوئے فورائے	Choephorae
کرئیسوس	Crocsus
کنے سیاس	Cinesias
کیکلوپس	Cyclops
خوئے ریلوس	Choerilus
کالامس	Calamis
کالی ماکوس	Callimachus
کینے گیروس	Cynegirus
کیانے نیا	Ceanaenia
---	---
دیموس تھنیس	Demosthenes
دوریانی	Dorian (Race)
دیپائیا	Dipaea
درابس کوس	Drabesius
داودوخوس	Daduchus
دورس کوس	Doriscus
دولوپی	Dolopian
دیونی سوس	Dionysus
دیماراتوس	Demaratus
داسکی لیوم	Dascylium
دورکس	Dorcis
دیاکری	Diacrii
دپیلون	Dipylon
دینومینیس	Denomenes
دسکوبولوس	Discobulus
دوریانی	Doric
ددیمائیانی	Didymaean
دمقراطیس	Democritus
دانائیدیس	Danaides
درہم	Draehmae
درداس	Derdas
دیوتی نوس	Diotinus
دورس	Doris
دیونی سیاس	Dionysias
دکیلیانی	Deceleans
دراکون تدیس	Dracontides
درے پانوم	Drepanum
دیو دوتوس	Diodotus
دوری	Dorians (Citizen & Doris)
دلیوم	Delium
دکیلیا	Decelea
دولونیا	Dolonia
دیوپی تھیس	Diopeithes
دیومیدون	Diomedon
دکسی پوس	Dexippus
دیمیتریوس	Demetrius
دیودوروس	Diodorus
---	---
ایفوروس	Ephorus
ایپی دوروس	Epidorus

یوری مدون	Eurymedon
یوبیہ	Euboea
ایریتھرائے	Erethrae
ایلیوسیس	Eleusis
یوفوریون	Euphorion
یومنیڈیس	Eumenides
ایفی سوس	Ephesus
ایمپی دوکلیس	Empedocies
ایلیاٹی	Eleatics
ایلپی نیکے	Elpinice
ایلیوتھرائے	Eleuthrae
ایمفرونیوس	Emphronius
ایٹیوکلیس	Eteocles
یوریپڈیس	Euripides
ایون	Eion
ایریکتائس	Erechteis
ایپائرس	Epirus
ایفیالتیس	Ephialtees
ایسوس	Essos
ایرائے	Erai
ایلیوزینیوم	Eleusinium
اینیا ہودوئے	Enea Hodoi
ایواغورس	Evagoras
یوبوئش	Eubois
ایلیا	Elea

ایپی دامنوسی	Epidamnians
ایلیسی۔ایلیائی	Eleans
ایپی دمیورگوس	Epidemiurgus
ایرےسوس	Eresus
یوری لوکوس	Eurylochus
ایپامنونڈاس	Epaminondas
اقلیس	Eucles
ایدونیائی	Edonians
ایپی دوری	Epidaurians
اتروریہ	Etruria
ایلکترا	Electra
یورپڈیس	Eurpides
یوپولس	Eupolis
اکلیزیاسوزائے	Ecclesia Zusae
ایپی خارموس	Epicbarmus
ایٹیونیا	Eetionia
ایرےسوس	Eresus
ایراسی نڈیس	Erasinides
ایگستائی	Egesteans
ایرکس	Eryx
ایلیس	Elis
ایپی لیکوس	Epilecus
یوبیائی	Eubocaus

گارگارا	Gargara

گری نیوم	Grynenm
گلاؤکون	Glaucon
گورگیاس	Gorgias
گیلا	Gela
گی لپوس	Gylippus
گوردیوم	Gordium
گی تھیوم	Gytheum
گیلیاس	Gelias
گیرانیا	Gerania
گونگی لوس	Gongylus
گامبریوم	Gambreum

بقراط	Hippocrates
ہپارخوس	Hipparchus
ہیدروس	Hydros
ہوپلیت	Hoplites
ہیگےسپی لائے	Hegesipylae
ہرمیس کے بت	Hermae
ہرقلیطوس	Heraclitus
ہسیود	Hesiod
ہکاتائیوس	Hecataeus
ہرقل	Heracles
ہیلیسپونت	Hellespont
ہرمیونے	Hermione
ہالی سرنا	Halisarna

ہیلوت	Helot
ہیئے رون	Hieron
ہیروڈوٹس	Herodotus
ہیلیائیا	Heliaea
ہیلیاستائے	Heliastae
ہنسیائی	Hanseatie
ہیئے لے (ایلیا)	Hyele (Elea)
ہرقلیہ	Heraclea
ہپولیتوس	Hippolytus
ہیلینا	Helena
ہرموکراتیس	Hermocrates
ہرموکوپی دائے	Hermocopidae
ہتیائریا	Hetairiae
ہاگنون	Hagnon
ہمرا	Himera
ہملکون	Himilcon
ہالی آئس	Halieis
ہیتیوماریداس	Hetiomaridas
ہالیاکمون	Haliacmon
ہے آتھنائیون	He Athenaion
سیوماخیہ	Symmachia
ہے آرخے ہے	He arche he
آتھنائیون	Athenaion
ہائی رئی اوئی	Heireioi
ہرقلیہ پونتیکے	Heraclea Pontice

ہالیس	Halys
ہیروا	Heroa
ہپوداموس	Hippodamos
ہرمیونے	Hermione
ہیرا	Hera
ہی لئی یا	Hylleia
ہیرائیوم	Heraeum
ہیلوس	Helus
ہی پربولوس	Hyperbolus

ادی روس	Idyros
ایونیہ	Ionia
انا روس	Inarus
اسودکے	Isodice
اکاریہ	Icaria
ایونیائی	Ionian
اساغورس	Isagoras
الیسوس	Ilissus
اطالیہ	Italia
اکاروس	Icarus
یاسوس	Iasus
ایسوکراتیس۔ ایسقراطیس	Isocrates
یاس	Ias
استونے	Istone
امبریائی	Imbrians
بحر ایونیہ	Ionian Sea
یاپی گی۔ یاپی گیائی	Iaphygians
افی گے نیا ان تاورس	Iphigenia in Tauris
یون	Ion
ادا	Ida
ادومے نوس	Idomenus
اتھوے	Ithone

لاکے دیمونوس	Lacedaemonus
لسیہ	Lycia
لسبوسی	Lesbians
لی کرگوس	Lyourgus
لیکومی	Lycomid
لیوتی خدیس	Leotichides
لیوبوتاس	Leohotas
لمپساکوس	Lampsacus
لایوس	Laius
لاداس	Ladas
لاؤدیکے	Laodice
لوئے سیلیکے	Loesilike
لاکے دیمونی	Lacedemonians
لیروس	Lyros
لاماخوس	Lamachus
لاؤس	Laos

لیکوفرون	Lycophron
لمپادودرومی	Lampadodromy
لامپون	Lampon
لیوکمنے	Leucimne
لیوکاسی	Leucadians
لیسکلیس	Lysicle
لیکی توس	Leeytus
لنکوس	Lyncus
لنکوی	Lynceslae
لیساندر	Lysander
لپریوم	Lepreum
لیوکاس	Leucas
لیونتی نی	Leontini
لی سسترا تا	Lysistrata
لیوکیپوس	Leucippus
لاخیس	Laches
لیبے دوس	Lebados
لدیہ	Lydia
لوسین	Lucian
لبیس	Libys
لوکولوس	Lucullus
لوکری	Locrians
لیپاس	Lepas
میرون	Myron
مولوسی	Molossians
میوس	Myus

مگنیشیہ	Magnesia
میاندر	Maeander
مارتھون	Marathon
مینڈے	Mende
مارسیاس	Marsyas
میکون	Micon
منے سی تھائیڈیس	Mnesitheides
میگابازو	Megabazus
میگابیزو	Megabyzus
ممفس	Memphis
میرونیڈیس	Myronides
میکے نائے	Mycenae
مگارا	Megara
میسینیا	Messenia
ملطہ	Miletus
مہرنوش	Mardonius
میرینا	Myrina
ملتیادیس	Miltiades
مگاکلیس	Megacles
متعلق خاندان مگاکلیس	Megaclid
مورونیہ	Moronea
میلاسا	Mylasa
میندوس	Myndus
مدمنوس	Medimnos

ملطی	Milesians
میلے سپوس	Melesippus
میلے ساندر	Melesander Mygdonin
مے تھمنا	Methymna
متی لنہ	Mytelena
مینے دایوس	Menedaeus
میتھونے	Methone
مالیہ	Malea
مین تی نیہ	Mantinea
میساپی	Mesapii
میتاپونتوم	Metapontum
یونان عظمی	Magna graccia
مگنیس	Magnes
مینداروس	Mindarus
میفیا	Mefia
مونی کیا	Munychia
مدونتی خاندان	Medontid
باشندگان میکے نائی	Mycenaeans
منے لاؤس	Menelaus
میکالے	Mycale
مگنے تیس	Magnetes
ملے سیاس	Milesias

نسیہ	Nisaea
نوتیوم	Notium
نسی روس	Nisyros
نمفیوم	Nymphaeum
نمفودوروس	Nymphodorus
نیسیوتس	Nesiotis
نسطور	Nestor
نکیاس	Nicias
نکے راتوس	Niceratus
نکوستراتوس	Nicostratus
نیاپولس	Neapolis
نولا	Nola
نکومدیس	Nicomedes
نیپوس	Nepos
ناکسوس	Naxos
ناکسوسی	Naxian
نوپاکتوس	Naupactus

اوئے نیاداے	Oeniadae
اوئے نوفیتہ	Oenophyta
اوناتاس	Onatas
ایدی پوس	Oedipus
اوئے نونیائی	Oenoniaus
اولنتھوس	Olynthus
اولوفیروس	Olophyrus
ایتائی	Oetaeans
اوپنتی لوکری	Opuntian Locrians

اورستائے	Orestae
اودریسی	Odrysians
اولمپیاس	Olympias
اوروپس	Oropus
اوزولی	Ozolian
لوکرسی	Locrians
اورخومینوس	Orchomenus
اوئےنیوم	Oeneum
اولپائے	Olpae
اولوروس	Olorus
ایتا	Oeta
اوناتاس	Onatas
اونوماکلیس	Onomacles

فارسالوس	Pharsalus
پےگائے	Pegae
فنیقی	Phoenicians
فاسےلس	Phaselis
پروسوپی تیس	Prosopitis
پاؤسرس	Pausiris
بسامطیق	Psammetichius
پمفیلیہ	Pamphylia
پولی نکس	Polynices
پنڈار	Pindar
فری نخوس	Phrynichus

فنیقیان	Phoenissae
پلاٹیہ	Plataea
پروے تھیوس	Prometheus
فی نیوس	Phineus
فیثا غورس	Pythagoras
پولگنوتوس	Polygnotus
پایونیوس	Paionios
پوئے کیلے	Poikile
پانائیوس	Panaeus
پتروکلوس	Petroclus
فگالیا	Phigalaia
پیلوپس	Pelops
پئی روتھوئس	Peirothous
فلوکتےتیس	Philoctetes
فالیروم	Phalerum
پیلاگورائے	Pylagorae
پرہے بی	Perhaebi
پیرئوکی	Perioici
پروتاغورس	Protagoras
پولا	Pola
فلیوس	Phlius
فیولے۔فیلے	Phyle
پارالوس	Paralus
پروسکیوم	Proschium
پتی کیا	Ptychia

پارنیس	Parnes	پارالی	Parali
پلیسٹوانکس	Plaistoanax	فلیہ	Phlya
فشیہ	Pythia	فارس	Persia
پتےلیوم	Ptelium	پولمارغ	Polemarch
فیشو	Pytho	فوروس	Phoros
پارمنے دیس	Parmenides	پونتوس	Pontus
پولوس	Polus	پیلوپونیز	Peloponnesus
پری تانس	Prytanis	پیلوپونیزی	Peloponnesiaus
پری اسے نے	Priene	پرئی اوس	Piraeus
پسوتھنیس	Pissuthnes	پوسانیاس	Pansanias
فورمیون	Phormion	پرگاموم	Pergamum
پولیکراتیس	Polycrates	پالئےگابریعم	Palaegambreum
		پیدنا	Pydna
پروکسی نوس	Proxenos	پوتی دیہ	Rotidea
فائےدون	Phaedon	پالےنے	Pallene
پاروس	Paros	فوکیسی	Phocians
پولی آئےنوس	Polyaenus	پرازی آئے	Prasiae
فانودےموس	Phanodemus	پردی کاس	Perdiocas
پسی دیا	Pisidia	پرہا	Pyrrha
فیرنداتیس	Pherendates	پاکیس	Paches
فاسےلس	Phaselis	پاگونداس	Pagondas
فارقلیس	Pericles	پلیئیس	Pleistolas
پی سستراتوسی	Peisistratidae	پوسیئدونیہ	Poseidonia
پےدیائی ای	Pediaei	پرودیکوس	Prodicus
پی سستراتوس	Piesistratus	فدیاس	Phidias

English	Urdu
Plato	افلاطون
Perinthos	پرنتھوس
Proconnesus	پروکونےسوس
Percote	پرکوتے
Pedasus	پیداسوس
Panticapeum	پانتی کاپیوم
Phtiotie	فتیائی
Achaeans	اکائیائی
Pelargicon	پیلارگیکون
Pelasgicon	پیلاسگی کون
Paeonians	پایونیائی
Philip	فیلقوس
Philochorus	فیلوخوروس
Plutus	پلوتوس
Pindar	پنڈار
Phaeax	فایاکس
Plemmyrium	پلےمیریوم
Phrygia	افروجیہ
Pharsalus	فارسالوس
Polycletus	پولیکلےتوس
Rhodope	رھوڈوپ
Rhamphius	رہامفیوس
Rhium	رہیوم
Rhoetium	رہتیوم
Rhegium	رہیگیوم
Rhodhanus	رھوداتوس
Strategoi	استرلتےگوء
Susa	سوس
Sybaris	سیبارس
Synia	شام
Sparta	اسپارٹا
Spartiate	اسپارٹی
Stesimbrotus	استسمبروتوس
Sestos	سستوس
Samian	ساموسی
Syracuse	سرقوسہ
Sicyon	سکیون
Saronic gulf	خلیج سارون
Scyros	اسکی روس
Scyrians	اسکی روسی
Sophocles	سوفوکلیس
Strymon	استری مون
Sicyonians	سکیونی
Simonidis	سمونڈیس
Salamis	سالامس
Sosandra	سوساندرا
Scidros	سکدروس
Scione	سکونے

سنگوس	Siugns
ستاگیروس	Stagirus
سگیوم	Sigeum
سکاماندر	Scamander
سیمے	Syme
اسنوف	Sinope
سپورادیس	Sporades
ساموتھریس	Samothrace
استاتر	Stater
سپارادوکوس	Sparadocus
ستالکیس	Sitalces
اسکیتھیہ	Scythia
اسکیتھی	Scythians
سکی لیس	Scyles
اسپارتوکوس	Spartocus
اسپارتوکسی	Spartocidae
سیبوتا	Sybota
استراتوس	Stratus
سیوتھیس	Seuthes
سالئےتھوس	Salathus
اسفاکتیریہ	Sphacteria
سکاندیا	Scandia
سفائے	Siphae
سولیوم	Sollium
سرمی بیائی	Sermybians

سترابو	Strabo
سامنی	Samnites
سیبارسی	Sybarites
سوفرون	Sophron
سوساریون	Susarion
سافو	Sappho
سلیمبریا	Selymbria
ستروم بکی دیس	Strombichides
سگستہ	Segesta
سلی نوسی	Selinuntiaus
سکانی	Sicani
سالامیس	Salamis

تروائے زین	Troizene
تولمدیس	Tolmides
تامیروس	Tamyros
صور	Tyre
تیوکریائی	Teucriclae
تسافرنز	Tissaphernes
تیوتھرانیا	Teuthrania
تالنت	Talent
تھیوپومپوس	Theopompus
تےناروم	Taenarum

تھسلی	Thessaly
تھسالوی	Thessalian
تگیہ	Tegea
ٹرینز	Tiryns
ٹرینزی	Tirynthians
تےناری	Taenarian
پوسیڈون	Poseidon
تھےسیوس	Thesous
تھریسی	Thracian
تتھراوس تیس	Tithraustes
تھمسٹاکلیس	Themistocles
طوسی ویدش	Thucydides
تھریس	Thrace
ملک ٹروائے	Troad
تناگرہ	Tanagra
تسامینوس	Tissamenus
تھس پس	Thespis
تھاسوس	Thasos
تارنتم	Tarentum
تارنتی	Tarentines
تھراسی لوس	Thrasyllulus
بحر ٹرہینیہ	Tyrrtenion Sea
تھراسی بولوس	Thrasybulus
تارنتم - تاراس	Taras
تیمیسا	Temesa
تھس مورفیا سوزائے	Thesmophoriazusae
تھسالوس	Thessalos
تیوس	Teos

تمایا	Timaea
تھارگیلیون	Thargelion
تیلیاس	Tellias
تراگیا	Tragia
ترےپولیمس	Trepolemus
تھاسوس، تھاسوی	Thasos-Thasian
تورونے	Torone
تیمےسی لاوس	Timesilaus
تھوریئی	Thurii
تسے تسیز	Tzetze
تھوریا	Thuria
تھورینیا	Thurina
ترائس	Trals
تھرمی	Therme
تیوتیاپلوس	Touteaplus
تھریا	Thrya
زینوکریتوس	Xenocritus
زینوفون	Xenophon
زیناخوس	Xenarchus
زینوفانیس	Xenophanes
زانتھی پوس	Xanthippus
زیوگےتائی	Zeugetai
زوپیروس	Zopyrus
زاکنتھوسی	Zacynthians
زاکنتھوس	Zacynthos
زینو	Zeno
زیوس	Zeus

وہ کتابیں وغیرہ جن کا حوالہ تاریخ یونان قدیم جلد ۲ باب اخیر میں دیا ہوا ہے

1 Vischer: "Kimon" Basel, 1847.	(۱) فیشر: "کیمون" - بازل - ۱۸۴۷ء (جرمن)
2. "Kl. Schriften" I, Leipzig, 1877.	(۲) "مکتوبات مختصر" - جلد ۱ - لائپزگ - ۱۸۷۷ء
3. Oncken: "Athen und Hellas," Leipzig, 1865.	(۳) اونکن: "ایتھنز و یونان" لائپزگ - ۱۸۶۵ء (جرمن)
4. Cox: "History of Greece," London 1874.	(۴) کوکس: "تاریخ یونان" لندن - ۱۸۷۴ء (انگریزی)
5. Cox: "Lives of Greek Statesmen," London 1886.	(۵) کوکس: "یونانی مدبروں کی سوانح عمریاں" لندن ۱۸۸۶ء - (انگریزی)
6. P. Monceaux: "Les Proxenies grecques." Paris, 1886.	(۶) پ مونسو: "یونانی پرکسی نوسیان" پیرس ۱۸۸۶ء - (فرانسیسی)
7. L Holzapfel: "Untersuchungen uber die Darstellung der griechischen Geschichte Von 489-413" Lpz, -1879.	(۷) ل ہولسٹاپفل: "تحقیقات متعلق تواریخ یونان از ۴۸۹ء ق م تا ۴۱۳ ق م" لائپزگ ۱۸۷۹ء (جرمن)
8 Fricke: Unters. uber die Quellen des Plut, im	(۸) فریکے: "تحقیقات ماخذ ہائے پلوٹارک - متعلق نکیاس و الکبیادیس"

Nikias und Alkib: Leipz 1869.	لائپزگ - ۱۸۶۹ء (جرمن)
9. Schmidt: " Zeitalter des Pericles "	(۹) اشمٹ "دور فارقلیس" (جرمن)
10. K. W. Kruger: Historisch - Philologische Studien I, 1837.	(۱۰) ک وکر یوگر: تاریخی اور لسانیاتی مطالعات" ۱۸۳۷ء (جرمن)
11. A.Schafer: "De rerum post bellum Pers. usque ad trienn foedus in Graecia gestar. temporibus ; Lips:1865	(۱۱) اے شیفر: "واقعات جنگ ایران من ابتدائے لیگ سہ سالہ" لائپزگ ۱۸۶۵ء - (لاطینی)
12. W. Pierson: " Die Thuky-did. Darstellung der Pentecontaetia" 1869	(۱۲) و، پیرسن: "طوسی دیدش کا بیان خمسینی کی متعلق" ۱۸۶۹ء (جرمن)
13. Unger: 'Diodors. Quellen 1881-2.	(۱۳) انگر: "ماخذ دیودوروس" ۱۸۸۱-۲ء (جرمن)
14. Volquardsen: "Untersuchungen uber die Quellen des Diodors" Kiel ; 1868.	(۱۴) فولکوارڈسن: "تحقیقات متعلق ماخذ دیودوروس" کیل - ۱۸۶۸ء (جرمن)
15. A. Bauer: Pl. Them' fur Quellenkrit., Leipzig, 1884.	(۱۵) اے باؤئر: "تنقید ماخذ سوانح عمری تمسطاکلیس مولفۂ پلوٹارک" ۱۸۸۴ء - (جرمن)
16. Ruhl: " Die Quellen Plut.	(۱۶) ریول: "پلوٹارک کی سوانح عمری

im Leben des Kimon marb., 1867.	کیمون کے ماخذ" ماربرگ ۱۸۶۷ء (جرمن)
17. "Die. Qu. des Plut Perikles"	(۱۷) "سوانح عمری کیمون مولفہ پلوٹارک کے ماخذ (جرمن)
18 Sauppe: Abh. der "Gott. Ges des Wiss." 1867.	(۱۸) مضامین ساؤپے ("کارروائی انجمن علمیہ گیوٹنگن") ۱۸۶۷ء (جرمن)
19. C. I. A = "Corpus unscriptionum Atticarum".	(۱۹) "مجموعہ نوشتہہائے اٹیکا" (لاطینی ویونانی)
20. Pohlmann: "Gesch. Griechenlands" (müller's Handbuch der Klass. Alterthumswiss).	(۲۰) پیولمان: "تاریخ یونان" (سلسلہ کتب علوم قدیمہ مجموعہ میولر) (جرمن)
21 Finck: "De Themistoclis Aetate, &c,", 1849.	(۲۱) فنک: دور فارقلیس وغیرہ ۱۸۴۹ء۔ (لاطینی)
22. Schomann "Griech Alt."	(۲۲) شیومان: "یونان قدیم"۔ (جرمن)
23. Busolt: "Gr. G."	(۲۳) بوسولٹ: "تاریخ یونان"
24. Holzapfel "Beitrage Z Griech. Gesch."	(۲۴) ہولتساپفل: "تاریخ یونان کے متعلق مزید معلومات۔
25 Fabricius: "Theben" Freiburg, 1890.	(۲۵) فبریکیوس: "تھیبز" (جرمن) فرائبرگ ۱۸۹۰ء
26. A. Holm: "Lange Fehde" (in articles dedicated to E. Curtius).	(۲۶) اڈولف ہولم: "منازعۂ طویل" (مضامین جو ای کرتیوس کے نام پر معنون کئے گئے) (جرمن)
27 Wachsmuth." Die Stadt	(۲۷) واخسموت: "شہر اتھنز

Athen"	بزمانۂ قدیم" سنہ ۱۸۷۴ء (جرمن)
28. Weidemann: "Geschichte Aegyptens"	(۲۸) وائیڈے مان: "تاریخ مصر" (جرمن)
29. Schömann: "Die solonische Heliaea und der Staats streich des Ephialtes" Jahrb. F. Kl. Phil.	(۲۹) شیومان: سولن کی ہیلیانیہ اور ایفیالتیس کی حکمت عملی" "جریدۂ لسانیات" (جرمن)
30. Dahlmann. "Forschungen auf dem Gebeite der Geschichte"-Alt-1822.	(۳۰) ڈالمان "تحقیقات متعلق اقلیم تاریخ" التونا سنہ ۱۸۲۲ء (جرمن)
31. A. Motte "Lapaix de cimon" Gand, 1880	(۳۱) اے موت "صلحنامۂ کیمون" گینٹ سنہ ۱۸۸۰ء (فرانسیسی)
32. L. Holzapfel "Athen und Persian. Von 465-412 V. Christ" (Beitr. Z. griech Gesch., Berlin, Calvary, 1888.)	(۳۲) ل ہولتسا پفل: "ایتھنز اور ایران کے باہمی تعلقات از سنہ ۴۶۵ ق م تا سنہ ۴۱۲ ق م" (اضافہ جات بہ تاریخ یونان" برلن - کالواری - سنہ ۱۸۸۸ء)
33. Noldeke: " Aufs. zur pers. Gesch,„ Lpz., 1887.	(۳۳) نیولدکے: "مضامین متعلق تاریخ ایران" لائپزگ - سنہ ۱۸۸۸ء (جرمن)
34. Andoc: " De pace," &c.	(۳۴) اندوکلیس: "حالات متعلق صلح" (لاطینی)
35. K. Sittl: "G. D. Gr. L"	(۳۵) ک سٹل: "تاریخ ادبیات یونان" (جرمن)
36. Merriam: Report of the American School of	(۳۶) میریام: "روئداد مدرسۂ امریکانی در ایتھنز" (انگریزی)

Athens.	
37. Schuster: "Heraclit von Ephesus" (Actasoc. Phil. Lips) 1873.	(۳۷) شوستر: "ہراقلیطس ساکن افیسوس" (روئداد انجمن فلسفہ - لائپزگ - ۱۸۷۳ء (جرمن)
38. Bywater "Her. Eph Reliquiae" London 1877.	(۳۸) بائی واٹر: "آثار ہراقلیطس ساکن افیسوس" لندن ۱۸۷۷ء لاطینی
39. E. Pfleiderer: "Die Phil sophie des Heraclit im Lichteder mysterieni-dee" Berlin 1886	(۳۹) ایفلائیڈرر: "فلسفہ ہراقلیطس مخفی اسرار کی روشنی میں" برلن ۱۸۸۶ء (جرمن)
40. Brunn: "Beschreibung der Glyptotheck Konig Ludwigs I in Munchen"	(۴۰) برون: "شاہ لڈوک کے مجموعہ مجسمات میونخ کے حالات" (جرمن)
41. K. Lange: "Die Composition der Aeginetan" 1878.	(۴۱) ک' لانگے: "ائی گیناکے مجسموں کی ترکیب" ۱۸۷۸ء (جرمن)
42. Friedrichs-Wolters: "Die Gyps - abgusse antiker Bildwerke", Berlin, 1885.	(۴۲) فریدرش دولیٹرز: "قدیم سنگ تراشی میں پلاستر کا کام" برلن ۱۸۸۵ء (جرمن)
43. Löschke "Die westlische Giebelgruppe am Zeus-tempel Zu Olympia," Dorpat, 1887.	(۴۳) لیوشکے: "اولمپیا کے مندر کے غربی مجموعے کا سر مثلث" دورپت ۱۸۸۶ء (جرمن)
44 Benndorf: "Metopen von Selinunt" Berl., 1873.	(۴۴) بین ڈورف: "سلی نوس کے سقفی حاشیے کے مجسمے" برلن ۱۸۷۳ء (جرمن)

45. Waldstein "Journal of Hellenic Studies," 1880. & 1881.	(۴۵) والڈشٹاین: "رسالۂ مطالعات یونان" ۱۸۸۰-۸۱ء (انگریزی)
46. Ullrichs: "Archaologische Analekten" Würzb. 1885.	(۴۶) الرخس: "تحلیل آثار قدیم" ورتس برگ ۱۸۸۵ء (جرمن)
47. Bruun: "Paionios und die nordgriechische Kunst" munchener Sitzungsberichte, 1876.	(۴۷) برن: "پایونیوس اور شمالی یونان کے فنون لطیفہ" (رپورٹ اجلاسہائے میونخ ۱۸۷۶ء) (جرمن)
48. Von Rohden Art. & "Vasenkunde" (in Baumeisters "Denkmaler").	(۴۸) فون روڈن: "برتن بنانیکا فن" (بیومیسٹر کا مجموعہ) (جرمن)
49. Klein: Archæolog-epugraphische mitthellungen aus Oesterreich Ungarn—XI.	(۴۹) کلائن: "اطلاع متعلق آثار قدیم و نوشتہ جات آسٹریا ہنگری" جلد ۱۱ (جرمن)
50. Egelhaaf analekten zu Geschichte, Stut., 1886	(۵۰) ایگل ہاف: "تجزیہ تاریخ" شٹٹگارٹ ۱۸۸۶ء (جرمن)
51 Busolt "Zum Perikl. Plan einer hellen, national Versammlung"	(۵۱) بوسولٹ: "تحریک فارقلیس بنابر اتحاد اقوام یونان" (جرمن)
52 Milchhofers; Art. "Athen" (in Baumeister's "Denkmaler")	(۵۲) ملش ہوفر: "ایتھنز" (بیومیسٹر: مجموعہ یادگارہائے") (جرمن)

53. Foucart Bull. de corresp. Hellenique IV. 225	(۵۳) فوکارٹ: "رسالۂ امور یونانی" ۴، ۲۲۵ (فرانسیسی)
54. G. Busolt "Der Argeiische Sonderbund (Forschungen Zur griech. Geschichte Breslau 1880)	(۵۴) گ، بُوسولٹ: "آرگوس کی وفاقیت منفصلہ" ("تاریخ یونان میں مزید اضافے" بریز لاؤ ۱۸۸۰ء)۔ (جرمن)
55 W Hertzberg "Alkibiades, der Staatsman und Feld-heir" Halle, 1853	(۵۵) گ، ف، ہرتسبرگ: "الکبیادیس مدبر و سپہ سالار" ہالے۔ ۱۸۵۳ء (جرمن)
56 W Vischer: "Alkibiades und Lysandros" (Kl. Sch. I)	(۵۶) فیشر: "الکبیادیس و لیساندروس" (بیاض مختلف جلد ا) (جرمن)
57 Muller-Strubing: Die Strategie des Demosthe nes in 14 jahre despelop Krieges—N Rheiu mus	(۵۷) میولر اشٹریوبنگ: "دیموس تھنیس کی نقل و حرکت جنگ پیلو پونیز کے چودہ سال میں" (جرمن)
58. Zurborg: "Der letzte Ostrakismos" Hermes, 12 & 13.	(۵۸) تسوربورگ: "آخری اوستراکزم" ہرمیس ۱۲ و ۱۳ (جرمن)
59. Zeeliger: Der Ostrakism des Hyperbolas N. Jahrb F. Phil. Bd 115	(۵۹) زے لیگر: "ہی پربولوس کا اوستراکزم" جریدہ لسانیات جلد ۱۱ (جرمن)
60. Kubiki: De Phaeacis contra Alcib tesful contentione" Glatz, 1881.	(۶۰) کوبیکی: "فایاکس اور الکبیادیس کی جلاوطنی کا مسئلہ" گلاتس ۱۸۸۱ء (لاطینی)

61. Valeton: "De Ostracismo" (mnemosyne, 1888).	(۶۱) والے تون: "اوستراکزم" (منمے موسینے ۱۸۸۸ء) (لاطینی)
62. Classen: "Thuk"	(۶۲) کلاسن: "طوسی ویدیش" (جرمن)
63. Plutarch's Lives.	(۶۳) پلوٹارک: "سوانح عمریاں" (انگریزی)
64. Thucydides, works	(۶۴) "کلیات طوسی ویدیش" (یونانی)
65. G. M. Columba. "La prima spedizione Ateniese in Sicilia" Pal 1887.	(۶۵) گ م کولمبا: "سسلی پر اتھنز کا پہلا حملہ" پالرمو ۱۸۸۷ء (اطالوی)
66. Kohler: Mitth. des deutscher archaolog, Inst. in Athen, 4. 29	(۶۶) کیوہلر: "روئداد المانی انجمن آثار قدیم" اتھنز ۴، ۲۹ (جرمن)
67. Andoc De myster.	(۶۷) اندوکیدیس: "راز ہائے مخفی" (لاطینی)
68. Goetz 8th Supplementary volume of Jahrbuch F. Klass Phil	(۶۸) گیوتز: "سالیانہ لسانیات قدیم" آٹھواں تتمہ (جرمن)
69. Philippi: "Ueber einige zuge aus der Geschichtes des Alkibiades" Histor. Zeitschrift, 1887.	(۶۹) فلپی: "تاریخ دور الکبیادیس کے مختلف پیرائے" جریدہ تاریخ ۱۸۸۷ء (جرمن)
70 Topografia archaeologica di Siracusa da S. Cavallari, Pal 1883, 4 vols	(۷۰) کاوالاری: "سرقوسہ کا جغرافیہ باعتبار آثار قدیم" (۴ جلد) پالرمو ۱۸۸۳ء (اطالوی)
71. Lupus: "Die Stadt Syrakus in Alterthum," Strassburg, 1887.	(۷۱) لوپس: "بلدیہ سرقوسہ بزمانہ قدیم" اشتراس بورگ ۱۸۸۷ء (جرمن)

72. Xenophon: "Hellenica" With L. Breitenbach's introduction Berlin (Weidem 1884)	(۷۲) زینوفون: ''ہیلینیکا'' (مع تمہید براٹین باخ) برلن (وائیڈمان ۱۸۸۴ء) (یونانی جرمن)
73. Stedefeldt "De Lysandri Plutarchei fontibus" Bonn	(۷۳) شٹیڈ ڈے فیلٹ: ماخذ سوانح عمری لیساندر مرتبہ پلوٹارک (لاطینی)
74. Aristophanes: "Lysistrata"	(۷۴) ارسطوفانیس: ''لی سسترآٹا'' (یونانی)
75. Deeke: Berl. Phil. Woch. 1886 No. 26.	(۷۵) ڈیکے: ہفتہ وار جریدہ لسانیات برلن ۱۸۸۶ء نمبر ۲۶
76. Herbst: "Rukkehr des Alcibiades" Hamburg. 1843	(۷۶) ہربسٹ: ''السبیادیس کی واپسی'' ہامبرگ ۱۸۴۳ء (جرمن)
77. Nicolai: "Politik des Tissapheines" Bernberg 1863.	(۷۷) نکولائی: ''تسافرنیز کا تدبر'' برن برگ ۱۸۶۳ء (جرمن)
78 Wattenbach: "De Quadringen – forum Atheuis factione" Berol. 1842.	(۷۸) واٹن باخ: ''ایتھنز کا فریق چارصد'' برلن ۱۸۴۲ء (لاطینی)
79. Vischer: "De Obgarische Partei und die Hetairia in Athen" Bas. 1836 (rep. in Kl. Schr.)	(۷۹) فیشر: ''عدیدی گروہ اور ایتھنز کی انجمنیں'' بازل ۱۸۳۶ء (جرمن)
80. Buttner: Geschichte der politischer Hetairia in Athen, Leipz., 1840.	(۸۰) بیوٹنر: ''تاریخ انجمن ہائے سیاسیہ ایتھنز'' لائپزگ ۱۸۴۰ء (جرمن)

81. Scheibe: "Die Oligarische Umwalzung zu Athen am Ende des pelop Krieges" Leipz., 1841.	(۸۱) شائی بے: "جنگ پیلوپونیز کے اختتام پر عدیدی انقلاب" لائپزگ سنہ ۱۸۴۱ء (جرمن)
82. Blass: "Die attische Beredsamkeit" 2nd ed Leipzig, 1887.	(۸۲) بلاس: "ایٹیکا کا علم الترغیب" لائپزگ سنہ ۱۸۸۷ء (جرمن)
83. Lyc Leocr	(۸۳) لیکیاس: "لیوکراتیس" (لاطینی)
84. Vischer. "Untersuchungen uber die Verf Athens in dem letzten Jahren des pelop: Krieges" Bas 1844. (Kl Schr 1.)	(۸۴) فیشر: "جنگ پیلوپونیز کے آخری ایام میں ایتھنز کے دستور کے متعلق تحقیقات" بازل سنہ ۱۸۴۴ء (جرمن)
85. Nep: "Alcib."	(۸۵) نیپوس: "الکبیادیس (یونانی)
86. Grote : History of Greece	(۸۶) گروٹ: "تاریخ یونان" (انگریزی)
87. Lallier : "Cleophon d' Athenes" (Revue Histori-que-2 me annee) 1. 5.	(۸۷) لالئے: "کلیوفون ساکن ایتھنز" (جریدہ تاریخ۔ سال دوم۔ جلد اول۔ صفحہ ۵) (فرانسیسی)
88 Hidromenos: "He dike ton en Argenousais Strategon" -Kerk	(۸۸) ہدرومینوس: "جنگ آرگے نوسائے" (یونانی)
89 Aristophanes : The Frogs	(۸۹) ارسطوفانیس: "غوکان" (یونانی)
90 Luckenbach: "De ordine rerum a pugna apud Aegosp commissa usque	(۹۰) لوکن باخ: "جنگ آئی گوس پوتامی سے تیس کی حکومت کے واقعات

ad XXX viros institutos gestarum," Strassburg, Diss, 1875

اشتراس بورگ ۱۸۷۵ء (لاطینی)

91. Zielinski: "Die Gliederung der altattischen Komodie" Leipzig 1885

(۹۱) سّی لنسکی: "ترتیب سروریہ اٹیکا" لائپزگ ۱۸۸۵ء (جرمن)

92. Denis: "La comedie grecque," Paris, 1886

(۹۲) دنی: "سروریۂ یونان" پیرس ۱۸۸۶ء (فرانسیسی)

93. Vischer: "Uber die Benutzung der alten Komodie als gescnichtliche Quelle" Bas, 1840

(۹۳) فیشر: "قدیم یونانی سرویہ کا اثر" بازل ۱۸۴۰ء (جرمن)

94. G. Gilbert: "Beitrage zur innern Geschichte Athens in Zeitalter des pelop-Krieges" Leipz, 1877.

(۹۴) گ، گلبرٹ: "اضافہ جات بہ تاریخ ایتھنز بہ زمانہ جنگ پیلو پونیز" لائپزگ ۱۸۷۷ء (جرمن)

95. Beloch: "Die altische Politik Seit Pericles," Leipzig 1889

(۹۵) بیلوخ: "سیاسیات اٹیکا بعہد فارقلیس" لائپزگ ۱۸۸۹ء (جرمن)

96. Muller-Strubing: "Aristophanes und die historische Kritik" Leipzig, 1873.

(۹۶) میولر شٹریوبنگ: "ارسطوفانیس اور تنقید تاریخی" لائپزگ ۱۸۷۳ء (جرمن)

97. G. Julius: "De Nicia demagogo et belli duce" Ultr 1858.

(۹۷) گ، یولیوس: "نیکیاس سرانبوہ و سپہ سالار افواج" اوطرخت ۱۸۵۸ء (لاطینی)

98. Antoine: "Cleon." (Rev. histor. 3-6)	(۹۸) آں تو آں: "کلیون" (جریدہ تاریخی ۳-۶) (فرانسیسی)
99 Emminger: "Kleon" 1882	(۹۹) ایمنگر: "کلیون" ۱۸۸۲ء (جرمن)
100. W. Herbst: "Der Abfall mytilenes von Athen" Kolu, 1861.	(۱۰۰) و، ہربسٹ: "بغاوت متی لنہ" کولون ۱۸۶۱ء (جرمن)
101. Müller-Strubing: "Thukydeische Forschungen" Vienna, 1881	(۱۰۱) میولر شٹریوبنگ: "تحقیقات متعلق طوسی ویدش" وائنا ۱۸۸۱ء (جرمن)
102. Müller-Strubing: "Die Glaubwrdigkeit des Thukydides gepruft an seiner Darstellung der Belagerung von Plataea" (Jahrb F. Phil., 131. pp. 289-348)	(۱۰۲) میولر شٹریوبنگ: "محاصرۂ پلاٹیہ کے حالات اوران کی صحت کا اندازہ" جریدہ لسانیات جلد ۱۳۱ صفحہ ۲۸۹ تا صفحہ ۳۴۸-
103. St. Schubert: "Abh.uber Plutarchs Quellen im Eumenes" (Jahrbuch F. Phil. IX. Supp. vol.)	(۱۰۳) شوبرٹ: مضمون متعلق پلوٹارک (جریدہ فلسفہ تتمہ ۹ صفحہ ۷۷۰) (جرمن)
104. Szanto: Wiener Studien. Bd, 6.	(۱۰۴) چانتو: "مطالبات وائنا" جلد ۶ (جرمن)
105. M. Str,: "Die Korkyraeschen Handel bei Thuk." (N. Jahrb. F. Phil. Bd. 133).	(۱۰۵) میولر شٹریوبنگ: "تنازعات کورکائرا کے متعلق طوسی ویدش کا بیان" (جریدہ لسانیات جلد ۱۳۳) (جرمن)

106. Ullrich: "Der Kampf um Amphilochien, Hamburg" 1863.
(۱۰۶) اُلرخ: "امفی لوکی آرگوس کا میدان" ہامبرگ ۱۸۶۳ء (جرمن)

107. Köhler: Urk. und Unters zur Gesch. des delisch-attischen Bundes, Abh. der Berl. Akadem 1869.
(۱۰۷) کیوہلر: "نوشتہ جات و تحقیقات دربارۂ تاریخ وفاقیہ دیلوس و اٹیکا" انجمن علمیہ برلن ۱۸۶۹ء

108. Bauer. Kriegsalterthum-er "(Müllers Handbuch) 4, 298.
(۱۰۸) باؤئر: "تاریخ فن حرب" (۱)میولر: "بیاض علوم قدیمہ" (۲۹۸، ۴) (جرمن)

109. Onken: "Histor Zeitschrift" 10' 289
(۱۰۹) اونکن: مضمون جریدہ تاریخ جلد ۱۰ صفحہ ۲۸۹ وغیرہ (جرمن)

110. Pöppelmann: "Brasidas" Siegburg. 1863.
(۱۱۰) پیوپل مان: "براسی داس" زیگبرگ ۱۸۶۳ء (جرمن)

111. Droysen: "De Demophanti &c. populiscitis", Berol 1873
(۱۱۱) ڈروائےسن: "دیموفانتوس" برلن ۱۸۷۳ء (جرمن)

112 "Com. in hon. Th. Mommseni," Berol, 1877.
(۱۱۲) "کتابچہ بیادگار تھیودور موم سن" برلن ۱۸۷۷ء (جرمن)

113. Usener: Jahrb. f. Kl. Phil., 1871, p. 311 sq
(۱۱۳) اوزنر: "جریدہ سالیانہ لسانیات قدیمہ" ۱۸۷۱ء صفحہ ۳۱۱ وغیرہ (جرمن)

114. Plutarch: Lysias.
(۱۱۴) پلوٹارک: "لیسیاس"

115. Schleicher: "Kritias,"
(۱۱۵) شلائخر: "کری تیاس" (جرمن)

116. Luebbert: De amnestia
(۱۱۶) لیوبرٹ: "۴۰۳ ق م کی ایمنسٹی کو

a ccccii a chr. ah Athen, decreta, 1881,	کی عام معافی" ۱۸۸۱ء (جرمن)
117. A. Holm: "Gesch. Siciliens im Alterthum"	(۱۱۷) اے ہولم: "تاریخ سسلی بزمانۂ قدیم" (جرمن)
118. Meltzer: "Gesch. der Karthager" Berlin, 1879.	(۱۱۸) میلتزر: "تاریخ اہالیان قرطاجنہ" برلن ۱۸۷۹ء (جرمن)
119. Topografia archaeologia di Siracusa.	(۱۱۹) "جغرافیہ آثار قدیمہ سرقوسہ" (اطالوی)
120. Theopompus: Phillipian History.	(۱۲۰) تھیوپومپس: "تاریخ فیلقوسی" (یونانی)
121 Filleul: Histoire du Siecle de Pericles 2 Vols Paris, 1873 (German by Dohler Leipz, 1874.)	(۱۲۱) فلیول: تاریخ دور فارقلیس۔ دو جلد۔ پیرس ۱۸۷۳ء (جرمن ترجمہ۔ دیولر۔ لائپزگ ۱۸۷۴ء)
122. W. Lloyd: The Age of Pericles 2 Vols London 1875.	(۱۲۲) ڈبلیو لوئڈ: "دور فارقلیس" دو جلد۔ لندن ۱۸۷۵ء (انگریزی)
123. Von Willamowitz Moellendorff: Von des attischen Reiches Herrlichkeit (Philol. Untersuchungen-Bd I).	(۱۲۳) فون ولاموِتز میولینڈرف، "شہنشاہی اٹیکا" (فلسفیانہ تحقیقات جلد ۱) ۔ (جرمن)
124. H. Delbruck: Die Strategie der Pericles erlantart durch die Strategie	(۱۲۴) ڈیلبروک: اصول جنگ فارقلیس کا حال اوس کا مقابلہ فریڈرک اعظم کے اصول جنگ سے (پروشوی

Friedrichs der Grossen, (Preussiche Jahrbucher Bd. 64, Heft 3-4)	کتب سالانہ۔ جلد ۶۴۔ حصہ ۳ و ۴)۔ (جرمن)
125. Von Pflugk-Harttung: Pericles als Feldherr, Stutt., 1884.	(۱۲۵) پفلگ ہارٹنگ: فارقلیس بطور سپہ سالار کے شٹٹگارٹ ۱۸۸۴ء (جرمن)
126. Duncker: Ein angeblisches Gesetz des Pericles, Berl. Akad. Sitzungsber.,	(۱۲۶) ڈنکر: "فارقلیس کا ایک نام نہاد قانون" (برلن اکاڈمی کی رپورٹ) (جرمن)
127. Duncker: Gesch. D. Alt	(۱۲۷) ڈنکر: "تاریخ قدیمہ" (جرمن)
128. Beloch: Die Bevolk. der griechrom. Welt, Leipz 1886.	(۱۲۸) بیلوخ: "یونانی اور رومن دنیا کی آبادی" لائپزگ ۱۸۸۶ء (جرمن)
129. Haussoulier: La vie municipale en Attique, Par., 1884.	(۱۲۹) ہوسولئے: "اٹیکا میں بلدی زندگی" پیرس ۱۸۸۴ء (فرانسیسی)
130. Gilbert: Staatsalt 1.	(۱۳۰) گلبرٹ: "آئین یونان قدیم جلد ۱"
131. Curtius: G. G.	(۱۳۱) کرتیس: "تاریخ یونان" (جرمن)
132. Von Willamowitz. Moellendorff: Phil. Unters.	(۱۳۲) فون ولاموو تز میولینڈورف: "تحقیقات متعلق لسانیات" (جرمن)
133. Ovette Besnault: Les Strateges atheniens, Par., 1884.	(۱۳۳) اوویت بینو: "اتھنزی استراتےگو" پیرس ۱۸۸۴ء (فرانسیسی)
134. Boeckh: Staatshaush: der Athener.	(۱۳۴) بوئخ: "مالیات اتھنز" (جرمن)

135. Thumser: Uber die Attischen metoken (Wiener Studien)	(۱۳۵) طمسنر: "غیر ملکیان اٹیکا" ("مطالعات وائینا") (جرمن)
136. Aristophanes: Pax.	(۱۳۶) ارسطوفانیس: "صلح" (یونانی وغیرہ)
137. Kirchhoff: Tributpflichtig-keit der attischen Klern-chen, Abh. der Berl Akad., 1873.	(۱۳۷) کرشہوف: "کلیروخیان اور طریق تحصیل خراج" (مضامین انجمن علمیہ برلن۔ ۱۸۷۳ء) (جرمن)
138. Foucart: Mem. Sur les colonies Atheniennes an 5e Siecle (mem pres, par divers savants a l' Academie des Inscriptions, 1878) I. 9	(۱۳۸) فوکارٹ: "پانچویں صدی ق م کی اتھنزی نوآبادیاں" (فرانسیسی)
139. Krafft: Die Polit. Verhaltn d Thrak, cherson, 560-413.	(۱۳۹) کرافٹ: "تھریسی خرسونیز کے سیاسی حالات ۵۶۰ ق م سے ۴۱۳ ق م" (جرمن)
140. Kirchhoff: Der delisch-attische Bund im ersten Dezennium seines Bestehens, Hermes II, I Seq.	(۱۴۰) کرشہوف: "دیلوسی اٹیکائی وفاقیہ اپنے حیات کے پہلے دس سال میں" ہرمیس ۱۱/۱ وغیرہ (جرمن)
141. Kirchhoff: Tributlisten der jahre Ol. 85,2-87,1, Abh. des Berl. Akad., 1872.	(۱۴۱) کرشہوف: "فہرستہائے خراج اولمپیادہ ۸۵/۲ تا ۸۷/۱۔ انجمن علمیہ برلن ۱۸۷۲ء (جرمن)

142. Lees: Die Entstehrung des delisch-attischen Bundes (Verh. des Philologenvers in Wiesbaden 1877).	(۱۴۲) لیو: "آغاز وفاقیت ڈیلوس و اٹیکا"۔ ڈلیسباڈن ۔ ۱۸۷۷ء (جرمن)
143. Stahl: De Soc. Ath. judic. Munster, 1881.	(۱۴۳) شٹال: "وفاقیہ ایتھنز" منسٹر ۱۸۸۱ء (جرمن)
144. Girand: conditions des allies, &c, Par. 1883.	(۱۴۴) ژیرو: "شرائط حلفا" وغیرہ پیرس ۱۸۸۳ء (فرانسیسی)
145. Greenwall: The Election coin of cyzicus, London 1887.	(۱۴۵) گرین وال: "کیزکوس کے الکتروں کے سکے" لندن ۱۸۸۷ء (انگریزی)
146. Lenormant: La monnai dans l' antiquite.	(۱۴۶) لے نورمان: "سکہ جات قدیمہ"
147. Head: Historia numorum, Oxford, 1887.	(۱۴۷) ہیڈ: "تاریخ سکہ جات" آکسفرڈ ۱۸۸۷ء (لاطینی)
148. Boetticher: "Akropolis"	(۱۴۸) بیوتی شر: "اکروپولس" (جرمن)
149. Demosthenes: Aristocr	(۱۴۹) ڈیموس تھنیس: "اعیانیات"
150. Thirion: De civit quae a Graecis in chers. Taur. etc., Nancy, 1884.	(۱۵۰) تھریون: "کریمیہ میں یونانی نوآبادیاں" نانسی ۱۸۸۴ء (لاطینی)
151. Droysen: Athen und der Westen, Berl., 1882.	(۱۵۱) ڈروئے سن: "ایتھنز اور دیار مغربی" برلن ۱۸۸۲ء (جرمن)
152. Schiller: De rebus Thuriorum, Gott., 1838.	(۱۵۲) شیلر: "معاملات تھوریئی" گیوٹنگن ۱۸۳۸ء (لاطینی)

153. Th Müller: De Thuriorum republica, Gott, 1888	(۱۵۳) ت، میولر: "جمہوریہ تھوریئی" (گیوٹنگن ۱۸۳۸ء) (جرمن)
154. Bursian: Geographie Griechenland, 1862.	(۱۵۴) برسیان: "جغرافیہ یونان" ۱۸۶۲ء (جرمن)
155. Lolling: Topographical map of Athens (Muller Handbuch der Klass Alterthumswiss Bund. 3)	(۱۵۵) لولینگ: "ایتھنز کا تفصیلی نقشہ" (میولر: "بیاض قدیمیات" جلد ۳) (انگریزی)
156. Baedeker: Griechenland. 1888.	(۱۵۶) بیڈیکر: "رہنمائے یونان" ۱۸۸۸ء (جرمن)
157. Boeticher: Die Akropolis von Athen, Berl., 1888.	(۱۵۷) بیوٹی شر: "ایتھنز کا اکروپولس" برلن ۱۸۸۸ء (جرمن)
158. P. Graef: "Theseion" (Baumeister's Denkmaler)	(۱۵۸) پ، گریف: مضمون "تھے سائیون" (مجموعہ بوئمیسٹر) (جرمن)
159. L. de Ronchand: "Phidias." Paris, 1861.	(۱۵۹) ل، دے رونشو: "فدیاس" پیرس ۱۸۶۱ء (فرانسیسی)
160. Petersen: "Die Kunst des Phidias" Berlin 1873	(۱۶۰) پیٹرسن: صنعت فدیاس برلن ۱۸۷۳ء (جرمن)
161. Waldstein: Essays on the art of Phidias, London 1885.	(۱۶۱) والڈشٹائن: "فدیاس کی صنعت پر سبقت" لندن ۱۸۸۵ء (جرمن)
162. Colignon: "Phidias," Paris 1885.	(۱۶۲) کولی نیون: "فدیاس" پیرس ۱۸۸۵ء (فرانسیسی)
163. Muller-Strubing: Die	(۱۶۳) میولر سشٹریوبنگ

Legende von Tode des Phidias, 1882. — "روایات بابت وفات فدیاس": ۱۸۸۲ء (جرمن)

164. Loeschcke: Phidias' Tod (Histor. Untersuchungen, dedicated to A. Schaefer, Bonn 1883). — (۱۶۴) "وفات فدیاس" (بون ۱۸۸۳ء) (جرمن)

165 Michaelis: Der Parthenon Leipzig, 1871. — (۱۶۵) میکائلس: "پارتھے نون" لائپزگ ۱۸۷۱ء (جرمن)

166 Von Wilamowitz-Moellandorff: Phil. Untersuchungen. — (۱۶۶) فون ولاموو تز میولینڈورف: "تحقیقات لسانیات" (جرمن)

167 Petersen: Athen. Mittheilungen des Archaeb. Instituts–1885. — (۱۶۷) پیٹرسن: "رسالہ انجمن آثار قدیمہ اتیھنز" ۱۸۸۵ء (جرمن)

168. Durm: Zeitshrift fur bild Kunst. — (۱۶۸) ڈرم: "جریدہ فن مصوری" (جرمن)

169. R Bohn: "Die propylaen" Berl. 1882. — (۱۶۹) ر بون: "پروپی لیا" (جرمن)

170. Kaupert: Supplement, to No. 18 of Berliner Philologische Wdchenschrift. 1887. — (۱۷۰) کاوپرٹ: "ہفتہ وار جریدہ لسانیات اتیھنز" ۱۸ کا ضمیمہ ۱۸۸۷ء (جرمن)

171. E. Ziller: Mitth des 6 arch. Inst. 2,107. — (۱۷۱) ای ٹسلر: روئداد ہائے انجمن تعمیرات ۲،۱۰۷ وغیرہ (جرمن)

172. L. Schmidt: Ethik der — (۱۷۲) ل شمدٹ: "اخلاق اہل یونان

alten Griechen.	قدیم" (جرمن)
173. Goethe : Ital. Reise.	(۱۷۳) گیوٹے: "سفر اطالیہ" (جرمن)
174. A. Muller: Lehrbuch der Griech. Buhnenalter-thumer, Freiburg, 1886.	(۱۷۴) اے میولر: "تاریخ تماشہ گاہ یونان" فریبرگ۔ سنہ ۱۸۸۶ء (جرمن)
175. Hermann De Hippodamo Milesio Marb. 1841.	(۱۷۵) ہرمان: "ہپوداموس ملطی" ماربرگ سنہ ۱۸۴۱ء (لاطینی)
176. Hirschfeld: Hippodamos von Milet.	(۱۷۶) ہرشفیلڈ: "ہپوداموس ساکن ملطہ" (جرمن)
177. Windelband: Gesch. der alten Phil (I. Muller).	(۱۷۷) ونڈل بانڈ: "تاریخ لسانیات قدیمہ" (مجموعہ اے میولر) (جرمن)
178. Schvarcz: Die Demokratie, Leipz. 1883.	(۱۷۸) شوارکس: "عمومیت" لائپزگ سنہ ۱۸۸۳ء (جرمن)
179. Plass: Urs. des archidam Krieges; Stade, 1858.	(۱۷۹) پلاس: "اسباب جنگ آرکی داموس" شٹاڈے۔ سنہ ۱۸۵۸ء۔ (جرمن)
180. Ullrich: Das megarische Psephisma, Hamb., 1838.	(۱۸۰) اُلرخ: "مگاری پسے فزما" ہامبرگ۔ سنہ ۱۸۳۸ء (جرمن)
181. Hertzberg. Gesch. von Hellas und Rom. Berl., 1879.	(۱۸۱) ہرتسبرگ: "تاریخ یونان و روما" برلن سنہ ۱۸۷۹ء (جرمن)
182. Aristop.: Ach.	(۱۸۲) ارسطوفانیس: "اکارنیان" (یونانی)
183. H. Landwehr: Die Forschung uber die Griech Geschichte, (The Philologus vol 47, 1.)	(۱۸۳) ہ۔ لانڈویر: "تحقیقات متعلق تاریخ یونان" حصہ ۲۔ (رسالہ فلولوگس جلد ۴۷ صفحہ ۱) (جرمن)

184. A. Bauer: Thukydides und H. Muller-Strubing 1887.	(۱۸۴) اے باؤئر: "طوسی دیدیس دمیولر شٹریو بنگ" ۱۸۸۷ء (جرمن)
185. Fricke: Untersuchungen uber die Quellen des Plutarch in Nikias und Alkebiades.	(۱۸۵) "تحقیقات ماخذ پلوٹارک در تذکرہ ہائے الکبیاس و الکبیادیس" لائپزگ ۱۸۶۹ء (جرمن)
186. Hicks: A manual of Greek Historical Inscriptions, 1882.	(۱۸۶) ہکس: "کتابچہ نوشتہ جات تاریخ یونان" ۱۸۸۲ء (انگریزی)
187. Foucart: Les Victoire en or de l' Acro-pole (Bull. de corresp. hellenique X11 283 ff.)	(۱۸۷) فوکارٹ: "مجسمات فتح در اکروپولس" ("جریدہ معاملات یونان" جلد ۱۲ صفحہ ۲۸۳ وغیرہ) (فرانسیسی)
188. Aristophanes: "Babylonians".	(۱۸۸) ارسطوفانیس: "اہالیان بابل" (یونانی)
189. Aristophanes: "Acharnians".	(۱۸۹) ارسطوفانیس: "اکارنیان" (یونانی)
190. Aristophanes: "Clouds"	(۱۹۰) ارسطوفانیس: "سحاب" (یونانی)
191. Lenormant: "Grande Grèce"	(۱۹۱) لنارمان: "یونان عظمیٰ" (فرانسیسی)
192. Lenormant: A Travers l' Apulie"	(۱۹۲) لنارمان: "سفرنامہ اپولیہ" (فرانسیسی)
193. Volkmann: Die Rhetorik der Griechen und Romer,	(۱۹۳) فولکمان: "یونانیوں اور رومیوں کا علم البیان" لائپزگ

Leipzig 1885.	۱۸۸۵ء (جرمن)
194. Zeller: "Die Philosophie der Griechen".	(۱۹۴) تسیلر: "فلسفۂ یونان"
195. Geel: "Hist. Crit. Sophistarum".	(۱۹۵) گیل: "سوفسطائیوں کی تاریخ" (لاطینی)
196. Baumhauer: "Quam vim Sophistae habverunt" Utr., 1844.	(۱۹۶) باؤم ہاوئر: "سوفسطائیوں کا اثر"۔ اوٹرخت ۱۸۴۴ء (لاطینی)
197. Martha: Les Sacerdotes atheniens, Paris, 1882.	(۱۹۷) مارتھا: "ایتھنز کی پجاری" پیرس ۱۸۸۲ء (فرانسیسی)
198. Herbst: "Die Schlacht bei den Arginusen" Hamburg 1853.	(۱۹۸) ہربسٹ: "جنگ آرگے نوسائے" ہامبرگ ۱۸۵۳ء (جرمن)
199. Stedefeldt: De Lysandri Plutarchei fontibius—Boun, 1867.	(۱۹۹) شٹیڈے فیلٹ: "ماخذ سوانح عمری لیساندر مرتبۂ پلوٹارک" بون ۱۸۶۷ء (لاطینی)
200 Meltzer: Gesch. des Karthager.	(۲۰۰) میلتسر: "تاریخ قرطاجنہ" (جرمن)
201. Schleicher: Kritias.	(۲۰۱) شلائی خر: "کرتیاس" (جرمن)
202 Xenophon, Hellenice	(۲۰۲) زینوفون۔ ہے لینیکا (یونانی)

غلطنامہ تاریخ یونان قدیم جلد ۲ بابت الخ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴
۱	۳	یونانی	یونان کی
۲	۱۲	کرنے	کرنے
״	۱۴	اکرِتیس	کرِتوس
۳	۱۱	کرنے کا علم بھی تھا	کرنا جانتے بھی تھے
״	۱۹	اجوناج	احتجاج
״	۲۰	بگی منسطاکلیس	لگنی تمسطاکلیس
۴	۶	جا،	جائے
۵	آخری	سنہ ۴۷۶	سنہ ۴۷۶
۶	۴	دورسکس	دورِکس
۷	۵	اسمیں	جسمیں
״	۱۵	کیپاداس	کیپُداس
۸	۱۲	کبیسا	کیبا
״	۱۳	شائر	شائد
״	آخری	میں اعلیٰ	میں ایسے اعلیٰ
۹	۳	کے	نے
۱۰	۱۳	پی وبالی ای	پے دیالی ای
״	״	یمبوں	کبھوں
״	۱۸	جانت	جانب ×
״	۲۱	تھیوپومپس	تھیوپومپوس
۱۲	۶	اسنے	اُسوقت اسے

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴
۱۲	۱۲	سایبریس	سیباریس
״	۱۹	ارسطوبوے	ارسطوبولے
۱۴	۱۳ وغیرہ	لمپاکوس	لمپساکوس
״	۲۳	زد	رو
״	۲۶	+	٭
۱۵	۱۵	ہوگئی	ہوگی
״	۲۱	(Arist)	ارسطوفانیس کے
״	״		ناٹک "سواران"
۱۶	۱۱	ایفیالتس	ایفیالتیس
۱۸	۱۹	باضابطہ	سرکاری
۱۹	۱۲	اسنادیں	اسناد
۲۰	۵ و ۹	اسنادوں	اسناد
״	۱۳	دھیانی	وھیانی
۲۱	۷	تھنی	تھی
״	۱۴	الکبیادیس،	الکبیادیس"
۲۳	۷	سچ	صحیح
۲۶	آخری	بے :۔	بے (الف) تو
۲۷	۱	(الف)	×
۳۲	۳	اوینیادائے	اونیلادائے
״	۹	دیکھی	دیکھی

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴
۳۲	۱۸	(ف) اور (ص)	(ف) اور (ص)
″	″	(ث)	(ث)
″	۱۹	(خ)	(خ)
۳۳	۲۰	فیتُس	سفی بیوس
″	۲۳	کوریولانس	کوریولانس
۳۴	۱۴	کلفت	کلفت
۳۵	۶	ارسطپدشس	ارشطیدسس
″	۱۴	جملے	لفظ
۳۶	۴	آیون	ایون
″	۱۹	یوسیمیدون	یوریمیدون
″	۲۰	ہیں	سے
۳۷	۲۰	فیدیاس	فیدیاس
″	۲۱	اسپاسیہ اورناکغورث	اسپازیہ وانا سی غورس
۴۰	۹	آیسریخ	ایرنیخ
″	۱۶	بریا	بڑیا
″	۱۸	ہستیاپیا	ہستیا نیا
″	۱۹	ڈنبرگر	ڈنبرگر
۴۲	۴ وغیرہ	کالپاس	کالبیاس
″	۸	داد وفس	داد وخوس
۴۴	۶	ہوگا	
″	۲۲ وغیرہ	پیروکسینوس	پرڈکشی نوس
۴۶	۲	ملتپادیبس	ملتیادیس

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴
۴۶	۶	نیپوس	نیپوس
″	۱۳	بھیوپوسپس	تھیوپومپوس
″	۱۸	قیرس	قبرس
″	۲۲	ملک میں اُنکے قبرس	قبرس میں اُنکے ملک
۴۸	۱	ویلیغی	ویلیفی
۴۹	۹	ہیئومارپداس	ہیتو ٔماریداس
″	۱۰	بحوسلہ	سلہ بحو
۵۰	۱	سلہ	سلہ
″	۴	کی انصوری کیمجہتی	کا نیسم کمل
″	۷	ڈھیلی ڈھالی	اتحاد
″	۷	سوائے اسکے	لیکن
″	۹	سلہ	سلہ
″	۱۰	قبیہ	تیسہ
″	۱۳	فطپوطی ائی نپانی	فطیوطی ائی نیانی
۵۱	۱۱ وغیرہ	یپوتی خدیبس	یپوتی خدیس
″	۱۲	اپیوداسے	ایبوداسے
″	″	سلہ	سلہ
″	″	سلہ	سلہ
″	″	سلہ	سلہ
۵۲	″	سلہ	سلہ
″	″	سلہ	سلہ
″	″	سلہ	سلہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴	۱	۲	۳	۴
۵۲	۷	ہو	تھا	۶۲	۶	کہتے	کہتے
//	۱۳	کو۔۔۔۔ برباد کرنے	نے۔۔۔۔ برباد کرے	//	۷	ہائی الیس	ہالی الیس
۵۳	//	[illegible]	[illegible]	//	//	[illegible]	[illegible]
۵۴	//	[illegible]	[illegible]	//	۲۱	بیرونڈیس کی مہم کا	مصر کی مہم کا
//	۱۷	تلا ہوا	آمادہ	۶۳	۱	میگارالسیڈ	میگارا اور لسیڈ
۵۵	//	[illegible]	[illegible]	//	۱۲	نکوموبیس	نکومیدیس
//	۵	نٹویاکتس	نئویاکتوس	//	۱۵ وغیرہ	گیراپنا	گیرانیا
//	۱۱	اسلئے تو بغاوتیں	اسلئے بغاوتیں	۶۴	//	[illegible]	[illegible]
//	۱۲	شکیروس	سکیروس	//	۷	کرشہوف	کرشموف
۵۶	//	[illegible]	[illegible]	//	۱۵	سنےسی تھابدلیس	متے سی تھایدلیس
//	۱۷	پن گھٹ	جل نگر	//	//	کی آرخنی ہیں۔	کی آرخنی ہیں
۵۷	//	[illegible]	[illegible]			انئی اولمپیا	دلینی اولمپیا
//	۲۳	کیمون	کیمون	۶۵	۲	طرابس۔۔۔۔ برکہ	طرابلس۔۔۔۔ برقہ
۵۸	۶	ایجٹن	ایجین	۶۸	۳	شرفائی	اعیانی
//	۸	لسپہ	لسیمہ	//	۹	م	کم
//	۱۹	ہولستاپیل	ہولتناک تفل	//	۲۰	فالیپرم	فالیرم
//	//	[illegible]	[illegible]	۷۱	۲۲	انفوں	انھوں
۵۹	۱۱	کارنتھ	کورنتھ	۷۲	۷	اسے	ے
۶۰	//	[illegible]	[illegible]	۷۳	۸	نکل گیا	نکل جاتا ہے
//	۱	پیگاکے	پیگائے کو	//	۱۱	اور عظیم الشان	اور گزشتہ عظیم الشان
۶۱	۵	دریائے	دیار	۷۵	۱۴	حط	خط
//	۱۷	کیکری فاپا	کیکری فایا	//	۱۵	سلئے	لئے

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴
۷۶	۴	سکنے سپاس	کنے سیاس
۷۷	۱۶	نوئے رِلیس	خوئے ریلوس
۷۸	۹	فرباری	فریاری
۷۹	۱۷	جوٹکے	چوناٹکے
〃	۲۲	ہفت خلاف	ہفت اشخاص خلاف
۸۰	۸	سمندر کا دیوتا	"سمندر کا دیوتا
		گلاڈکوس	گلاڈکوس"
۸۱	۲۲	شوشتر	شوسشتر
۸۲	۲۲	پیلیو پونیز	پیلوپونیز
۸۵	آخری	ورنش برگ	وُرٹس برگ
۸۶	〃	۸۴۰	۸۴۵
۸۹	۱	گی	کی
〃	۷	بوٹیلیے	پوٹے کیلیے
۹۰	۱	بوٹکیلیے	〃
۹۱	۷	۴۵ -- ۴۵۰	۴۹ - ۴۵۰
〃	آخری	دیوڈرس	دیوڈوروس
۹۲	۲	دلالوں	دلدلوں
۹۴	۱۷	نیولاے	نیوٹڈکے
۹۵	۲۲	ہٹا آئے	ہٹا لگے
۹۶	۷	جرم	حرج
۹۷	۹	کٹیوں	کلیوں
۹۹	۱۲ وغیرہ	بیوطیہ	بیوطیہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴
۹۹	۱۷	پہلے تو یوبیہ	پہلے یوبیہ
〃	۲۲	ایلیپوسس	ایلیکوسس
۱۰۰	۱۳	اسپارٹہ	اسپارٹا
۱۰۲	۱۲	ہری اسینے	پری اسینے
۱۰۵	۱۵	کراکراور ملطہ	کراکر ملطہ
۱۰۹	۱۲	(۱۰)	تا
۱۱۱	۳	اثینیہ	ایتھنز
〃	آخری	ناموں کی	ناموں کا
۱۱۲	۱۵	فارلیس	فارقلیس
۱۱۳	۱۰	ہوتی تھی	ہوتی تھیں
〃	۲۱	اریو پاگس	اریو پاگوس
〃	۲۲	ہیلیاستائے	ہیلیاشتائے
۱۱۴	۱۸	〃	〃
۱۱۶	۱۸	بیسا غورث	ایسا غورث
〃	۲۳	فارتلیس	فارقلیس
۱۱۷	۲۳	پیرہی	پیرؔی
۱۱۸	۱۹	تھیوفراسنفوس	تھیوفراسطوس
〃	آخری	موسو	مونسو
۱۱۹	۱۷	اس	یہ ہر ایک
〃	۲۳	اتھو تھے تیس	اتھلو تھے تیس
۱۲۰	۱۶	کو	کے
〃	۱۹	میں	بن

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴
۱۲۱	۹	لیگ کی	لیگ کے خراج کے علاوہ ایتھنز کی
؍؍	۲۱	میولرشتریوہنگ	میولرشتریونبگ
۱۲۲	۷	ہیلپاشتائے	ہیلیاشتائے
؍؍	آخری	احرت	اجرت
۱۲۴	آخری	(Gesety)	(Gesetz)
۱۲۵	۷	الکیا ویس	الکبیا ویس
۱۲۷	۷	سیو ما فیا	سیکو ماخیا
؍؍	۴	کاربا سوس	کارنا سوس
؍؍	؍؍	لیگراموس	لیگڈاموس
۱۲۹	۱۱	ناکسوس	ناکسوس
؍؍	۲۰	ہو۔ اوراس	ہو۔ اس
۱۳۰	۱۴	واشکلیون	واشکیلیون
؍؍	۱۵	لمپاکوس	لمپساکوس
؍؍	۱۶	کیبرینے	کیبرسینے
؍؍	۲۴	لیبیدوس	لیببیدوس
۱۳۱	۲۴	فلسفہ	لسانیات
۱۳۲	۹	شکیونے	سکیونے
؍؍	۲۱	صرفات	×
۱۳۴	۱	اور اسکے معاوضے	معاوضے میں
؍؍		میں روپے	وہ روپے
۱۳۵	۷	تھا + اور یہ امر	تھا۔ یہ امر

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴
۱۳۶	۱۴	جائے لیگ	جائے کہ لیگ
۱۳۷	۲۳	کیوزٹنگس	کیوٹنگن
۱۳۸	۲۰	اکادمی	اکاڈمی
؍؍	۲۴	جرم نہ صرف ایتھنز سے سرزد ہو	جرم صرف ایتھنز ہی سے سرزد نہیں ہوا
۱۳۹	۲۱	شکوپا وسے	شکوپا رسے
۱۴۰	۱۰	اور غالبا	اور غالباً
۱۴۱	۵	ایتھنز لائے	ایتھنز آئے
۱۴۲	۳	ویکلوگاکس	ایکلوگاکس
؍؍	۱۵	آلہیہ	آلہہ
؍؍	۱۹ اور غیرہ	فرزارخوسے	فرزکوزارخوسے
؍؍	۱۷	تجسسات	تحقیقات
۱۴۳	۹	یہ توعیاں	یہ عیاں
؍؍	۲۱	ایتھنز کا کوئی... نہیں ہوسکتا	×
۱۴۴	۲	ہاکی کارناسوس	ہالی کارناسوس
؍؍	۱۴	الوٹکیاسے	اپوٹکیاسے
؍؍	۱۷	تحراج	خراج
۱۴۵	۳	تھریسی	تھریسی
؍؍	۴	بزمانہ فارنلیس	بزمانہ قارقلیس
؍؍	۹	ڈنگر	ڈنکر
؍؍	آخری	محاصل سے چھ گنے تھے	محاصل سے بہت کم تھے

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴
۱۴۷	۶	اتیھنزی	اتیھنزیوں
״	۱۶ وغیرہ	مشارکت	دفاقیت
۱۴۸	۱۶	نفیقی	فنیقی
۱۵۰	۱۸	سنکپو نے	سکیو نے
״	۲۰	کریلیا اور یہی	کریلیا ۔ یہی
۱۵۱	۶	نہیں۔	نہیں آتا۔
״	۹	آرکیریون	آرگیراوین
۱۵۲	۲۴	لیباکوس	لیشیاکوس
۱۵۳ ۱۵۴	۱۰	شکیب بسس	سکیپ سس
۱۵۴	آخری	گاردنر	گارڈنز
۱۵۵	۱۱	گھرے	گہرے
۱۵۸	۱	باب اٹھارہ	اٹھارھواں باب
״	۱۸	پیوتیہ	بیوتیہ
۱۵۹	۱۴	دیرپا نہ تھا	دیرپا ثابت نہ ہوا
״	۱۸	تنفقیت	دفاقیت
۱۶۰	۱۹	مشارکتی	عہدیتی
״	۲۳	تنفقیت کی کرنت	کیفیت
۱۶۳	۱۹	دیمارخوں	دیمارخوں
۱۶۶	۹	مقابل ہوں	مقابل نہ ہوں
״	۱۸	صفحہ ۱۸۴	باب ۱۷
۱۶۷ ۱۶۹	۱۹ ۱۶	پیروکاس	پیڑوکاس
۱۶۹	۳ وغیرہ	اسکیشیہ	اشکیشیہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴
۱۷۰	۲۲	اشرافیات	اعیانیات
۱۷۴	۲۴	اتھنز	ایتھنز
۱۷۵	آخری	دوڑ کے ہیں"	دوڑ" کے ہیں
۱۸۴	۲۱	گورسس	گوراسس
۱۸۶	۲۰	میں تسلیم	میں بعض جگہ تسلیم
״	۲۳	زدسس	ژدسس
״	آخری	کیا۔	کیا ہے
۱۸۸	۱۸	کورکیرا	کورکائرا
״	۲۰	(Cortsor)	(Controv)
۱۸۹	۱۳	اوترکولی	اوٹری کولی
۱۹۰	۱۱	سادھی	سادی
۱۹۴	۲۳	چاہیئے لینوریوں	چاہیئے لینوریوں
۱۹۵	۱۰	میولینڈ وف	میولینڈ وڑف
״	آخری	جزبیرۂ	جریدۂ
۲۰۰	۱۲	تھی + اور	تھی اور
۲۰۸	۵	لگے اور فارقلیس	لگے۔ فارقلیس
۲۱۰	۱۴	تراخی سنئے	تراخی سینے
۲۱۳	۲۳	فریئیرگ	فرائی برگ
۲۱۶	۱۱	پروتاغورث	پروتاغورس
۲۱۷	۸	عوادل	عوازل
۲۱۸	۲۱	ماتربرگ	مائربرگ
۲۲۰	۶	نہیں معلوم	نہ معلوم

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴
۲۲۲	۵	چارسالہ	×
۲۲۴	۱	اسمیروس	سمِردِس
״	۴	اسکثیموں	اسکیتھیوں
״	۶	اسکیثیہ	یمشیبوں
״	۱۶	دیماراتوس	دیماراتوس
۲۲۹	۸	رہیگا اورلطف	رہیگا۔لطف
۲۳۰	۴	تھی اور وہ	تھی، وہ
۲۳۲	۱۳	فوج	قوم
״	۲۱	مرشبہ	مرتبہ پیدا
۲۳۴	۱۲	پوپیگنوئس	پولیگنوٹس
۲۳۵	۱۵	اپی دامنوس	اپی دامنوسی
۲۳۶	۱۰	ویدی اورحبس	ویدی حبس
۲۳۷	۲	اسی	اُسکی
״	۲۲	۱۸۶۸	۱۸۵۸
۲۳۸	۱۳	مشارکت	وفاقیت
۲۳۹	۶	اناکتوریوں	اناکتوریون
۲۴۱	۴	ورغلانا	ورغلایا
۲۴۲	۱۹	لڑرہے تھے	لڑتے رہے
۲۴۵	۱۸	نہیں ہوتا	نہ ہو
۲۴۶	۲۴	جب ایکبرتبہ یہ قرار پایا گیا	اگرایک مرتبہ یہ قرار پا چکا ہے
۲۴۷	۳	اب	بہرحال اب
״	۱۰	یہ تھا	یہ پیدا ہوا

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴
۲۴۹	۲۲	متذکرۂ	متذکرہ
۲۵۱	۲۲	تقریباً	تقریباً
۲۵۶	۳	سے مکانات	سے بعض مکانات
۲۵۷	۱۵	اورعام	عام
״	۱۹	اکاٹیالی	اکاٹیالی
״	۲۴	بیوگاس	لیوکاسس
״	۲۵	نوکس	نوکریسس
۲۵۸	۱۳	مشارکت	×
۲۶۰	۴	نورڈنشکن	×
۲۶۱	۲۱	پھر	مگر
۲۶۲	۱۶	[illegible]	[illegible]
۲۶۳	۱۹	ہیں اور تصرف	[illegible]
۲۶۴	۲۳	قیتے اور	[illegible]
۲۶۵	۳	ہوگی	ہوگئی
״	۱۱	اور واپس	واپس
۲۶۶	۱	کلیرو فیاں	کلیرو خیاں
״	۲۱	نہیں کیا ہوگا	کیا ہوگا
۲۶۸	۵	ہمیں	ہم ہی
۲۷۰	۱۴	۳۲۱ بنیادی	[illegible]
۲۷۱	۱۴	اوراس سفارت	اس سفارت
۲۷۳	۱۷	ہیں	رہیں
۲۷۵	۱۶	اب	×

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴
۲۸۱	۱	منتظلم	منتظم
۲۸۳	۲۱	فطرتی	فطری
۲۸۴	۱۷	اتیمیزا	اثرتی مینرلا
۲۸۵	۱۲	پی سسٹروتوس	پی سسٹراتوس
″	۱۴	گوکس	گوگُس
۲۸۷	۸	اوڈرفٹ	اوڈرخت
″	۱۳	مگر	×
۲۸۸	۱۱	فرینی نوس	فری نخوس
″	۱۷	بالکل	×
۲۹۳	۲۱	اور	×
۲۹۵	۲۲	ہوتسا پیغل صفحہ	ہوتشا پیفل (Rh. mus) N.F. ۷ سم، صفحہ
۲۹۷	۲۰	اور ۲۲۵	۲۲۵
	۲۱	اورصرف	صرف
۲۹۹	۱۰	کردیا اور	کرکے
۳۰۰	۵	اب	اسکے بعد
۳۰۳	۷	ایتوں	ایتیوں
۳۰۴	۱۹	ائی گیثیوم	ائی گی تیوم
۳۰۶	۳	اور	×
۳۰۷	۶	سمجھا اور	سمجھ کر
۳۰۹	۲	مگر	×

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴
۳۱۶ ۳۱۷	۲	دیموس تھنیس	دیموس تھنیس
۳۱۸	۱۸	اور	جسکی وجہ سے
۳۲۱	۱	اویول	اوبول
″	۱۸	لوسولٹ	بوسوئٹ
۳۲۷	۱۲	ایتھنزی... سپر ہوگئے	ایتھنزیوں کے سینہ سپر ہونے کے وواسباب تھے
۳۳۲	۶	انگاری	انکاری
۳۳۳	۱۰	تدبیر	تدبّر
۳۳۷	۱۹	فبتوتس	رفینوتس
۳۴۲	۸	ی	ای
″	۱۲	گفت وشنید ہوجاتی ہے۔	اتحاد عمل ہوجاتا ہے۔
۳۴۳	آخری	اور	×
۳۴۴	۱۹	ہوگیا	ہوگیا
″	″	لیپریوم	لیپریوم
۳۵۴	۹	مگر	بہرحال
۳۵۷	۱۵	کے بعد کیا	کے فوراً بعد کیا گیا
۳۵۸	۷	مشارکت	وفاقیت
۳۶۳	آخری	یونان	یُونان
۳۶۴	۲	دوریانی اور	دوریائی اور
۳۶۶	۳	اور	اِسکے برعکس

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴	۱	۲	۳	۴
۳۷۰	۱۱	اور	—	۴۰۱	۲۰	"ہے گویا" یں	"ہے گویا" میں
″	۱۷	دولتیرا	دولیٹرا	۴۰۲	۹	ایون	"ایُون"
۳۷۱	۲۱	زارکنتھوس	زاکنتھوس	″	″	رہیوس	رھیوس
″	آخری	ہیں دسپنا	ہتریا وسپنا	″	۲۱	ان	اسلئے ان
۳۷۲	۱۱	(۱۱	(جلد۲)	۴۰۳	۱	ہیں	ہی
۳۷۳	۱۰	حکمت عملی اخلاقیات	عملی اخلاقیات	″	۵	عذر	بہانہ
۳۷۴	۷	مجموعے	مجموعے میں	۴۰۶	۲۱	سوفسطائیہ	سوفسطائیت
۳۷۶	۱۳	پرووپکوس	پرودیکوس	۴۰۸	۳	تو پھر	پھر بھی
۳۷۷	۱۶	سہے	ہے	۴۱۳	۱	زنخت	تحت
۳۷۹	۷	سُوفسطائی	"سُوفسطائی"	۴۲۵	۲۳	کاوادی سیاسپی" تو	کا "وادی سیاسپی" تو
″	۱۲	ناٹک	ناٹک	۴۳۲	۷	کی	کے
۳۸۱	۲۱	گوزگیاس	گوزگیاس	۴۳۶	۱۴	گی لیوس	گی ریوس
۳۸۳ / ۴۸۴	ابتدا	بست وپنجم	بست وششم	۴۴۰	۲۰	اس	اِس
۳۸۴	۱۹	سائنٹفک	سائنٹیفک	۴۴۱	۲۲	کرے انھوں نے	کرے کہ اُنھوں نے
۳۸۵	۲۰	تھیں جیتنی	تھیں جتنی	۴۴۲	۲۱	مکتبہ	کتبہ
۳۸۷	۸	ایپی دوکلیس	ایپی دوکلیس	۴۴۴	۲۳	ہرمئیس	ہرمیس
۳۸۸	۸	لقابل	تقابل	۴۴۹	۱۱	اور پھر	پھر
۳۸۹	۷	پنلوپونیز	پیلوپونیز	۴۴۹	۲۲	اور پولیس	اور دلیس
۳۹۱	۱۶	جو باتوں	جو "باتوں	۴۵۲	۲۱	"عوام الناس	کو "عوام الناس"
۳۹۲	۱۹	ہولی۔(۱۳۹-۱۴۵)	ہولی (۱۳۹-۱۴۵)	۴۵۸	۲۲	امیر البحری	عہدۂ امیر البحر
۴۰۰	۱۲	(۱۳)	۱۳ھ	۴۶۰	۲۳	۴۵	(۴۵)
۴۰۱	۱۱	قوام	اقوام	۴۶۲	۱۶	"کرنا"	کرنا
″	۱۸	اسن	اِس	۴۶۳	۱۰	گی سی	کی

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴
۴۶۸	۱۸	آ رگےنوسائے	آرگےنوسائے
۴۶۹	۲	اب اُنھوں نے	اور
〃	۵	۔ دشنکرہ ق م)	دشنکرہ ق م) ۔
۴۷۴	۱۷	باغنچہ	باغیچہ
۴۷۷	۱۱	سسلی نوس	سلی نوس
۴۸۰	۱۰	اور	×
۴۸۴	۲	منفر	متنفر
۴۸۴	۲۱	کہ ...... تھا	کہ وہ غدار تھا
۴۹۰	۹	اس پر تھرامینس	تھرامینس
۴۹۱	۴	واں تون	واں توں
۴۹۳	۱۹	اب	×
۴۹۴	۳	پہونچتا ہے	پہونچا
〃	۸، ۱۱	اب	×